انسائیکلوپیڈیا - ۴

# فقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ



ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

ادارہ معارف اسلامی
منصورہ ○ لاہور

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا:
مَن یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّہْہُ فِی الدِّین
جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفقّہ عطا فرما دیتا ہے

ڈاکٹر محمد رَوّاس قلعہ جی
ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ: مولانا عبدالقیوم

اِدارۂ معارفِ اسلامی
منصورہ ○ لاہور

نام کتاب : فقہ حضرت علیؓ

مصنف : ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی

اردو ترجمہ : مولانا عبدالقیوم

نظر ثانی : مولانا سید شبیر احمد

ناشر : ادارہ معارف اسلامی منصورہ۔ لاہور

طابع : رشید احمد چودھری، مکتبہ جدید پریس۔ لاہور

کمپیوٹر کمپوزنگ : مکتبہ جدید پریس ۹ ریلوے روڈ، لاہور

قیمت : ۳۰۰ روپے

بار اول : ۱۰۰۰__اکتوبر ۱۹۹۲ء

تقسیم کنندہ :

المنار بک سنٹر،

منصورہ__ملتان روڈ۔ لاہور ۵۴۵۷۰

ٹیلی فون نمبر
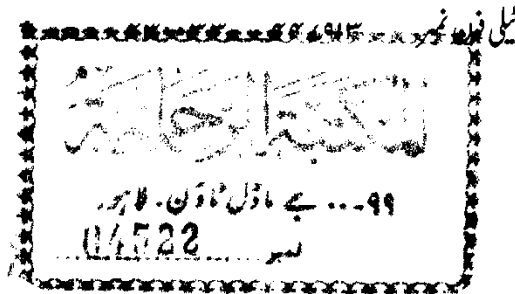
# پیش لفظ

سلسلۂ موسوعات کی یہ چوتھی کڑی پیش خدمت ہے۔ اس سے پہلے فقہ ابو بکر فقہ عمر اور فقہ عثمان رضی اللہ عنہم پر مشتمل موسوعات (انسائیکلوپیڈیا) زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ان موسوعات میں جو فتاویٰ اور اقوال و آراء درج ہیں وہ تفسیر، حدیث اور فقہ کے ہزارہا صفحات کے اندر بکھری ہوئی تھیں۔ چودہ صدیوں سے امت کے اہل علم مختلف حوالوں سے ان کو نقل کرتے چلے آ رہے تھے اور ان بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کرنے اور ان تک رسائی حاصل کرنے میں انہیں بڑی دقت پیش آتی رہی ہے۔ اس سلسلے کے مصنف و مرتب ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی کا کمال محنت یہ ہے کہ انہوں نے تفسیر و حدیث اور فقہ کے پورے ذخیرے کو عرق ریزی سے کھنگالا ہے اور ان فتاویٰ واقوال کو الگ الگ چھانٹ کر روایت و درایت کے لحاظ سے ان کی تحقیق کی ہے اور پھر جو قول انہیں ثقہ نظر آیا ہے اسے شامل مجموعہ کیا ہے۔ اس طرح انہوں نے جلیل القدر صحابہ اور عظیم المرتبت تابعین کے فقہی فتاویٰ واقوال پر مشتمل متعدد مجموعے حروف ابجد کی ترتیب سے تیار کر دیئے ہیں۔ یہ ذخیرہ ان تمام حضرات کے لئے علم و تحقیق اور نظر و فکر کے نئے دروازے کھول دیتا ہے جو قانون و قضا، فقہ و اجتہاد اور تعلیم و افتاء کے دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔

پہلے چار مجموعے تو خلفائے راشدین کی فقہ پر مشتمل ہیں۔ ان کے بعد دیگر صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہ کا انسائیکلوپیڈیا ہے، وہ بھی چھپ چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا فقہی سرمایہ زیر ترجمہ ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جنھوں نے قندیل نبوت سے براہ راست اکتساب فیض کیا ہے اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا پرتو براہ راست ان کے قلوب و اذہان پر عکس ریز ہوا ہے۔ جو شخص بھی اخلاص نیت اور طلب رشد کے جذبے سے ان کا مطالعہ کرے گا

وہ یقیناً راہ حق پالے گا اور زندگی کے قدیم مسائل ہوں یا نو بہ نو مشکلات. ان کے حل میں سے کوئی الجھن اور پریشانی نہیں محسوس ہوگی۔

صحابہ کے بعد تابعین کا دور آتا ہے۔ اس دور میں قلمرو اسلام میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں ترقی کے گلہائے رنگ رنگ کھلنے لگتے ہیں۔ اور ساتھ ہی گوناگوں مسائل بھی جنم لیتے ہیں جن کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت تابعین کا ایک نمایاں گروہ اپنے اساتذہ (صحابہ) سے اخذ کردہ علوم کو ذریعہ بناتا ہے اور اس کی بدولت زندگی کی پوری رفتار کے ساتھ ساتھ شریعت کی رہنمائی بروئے کار آتی رہتی ہے۔ تابعین میں سے جن حضرات نے اس میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں ان میں امام حسن بصریؒ، امام ابراہیمؒ نخعی اور امام ابو ثورؒ سرفہرست ہیں۔ ان حضرات کی فقہ کے انسائیکلوپیڈیا بھی ہمارے محترم مصنف نے تیار کر لئے ہیں اور ہم ان کے اردو تراجم بھی قارئین کو پیش کریں گے۔

زیر نظر فقہی انسائیکلوپیڈیا یا خلیفہ چہارم حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ اور آراء کا خزانہ ہے۔ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی (اصابہ میں) اور ابن القیمؒ (اعلام الموقعین میں) لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جن کے فتاویٰ کی تعداد دوسروں کی نسبت زیادہ ہے اور جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی فتویٰ کی خدمت سپرد کر دی گئی تھی ایک حضرت عمرؓ دوسرے خود حضرت علیؓ اور تیسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم۔ حضرت علیؓ اپنی خلافت کے دوران میں کوفہ میں رہے ہیں، چنانچہ کوفہ میں بعد میں جو فقہی گلستان لہلہایا ہے وہ آپ ہی کے چشمہ فقہ سے سیراب ہوا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ اور پھر امام ابراہیم نخعیؒ کے فتاویٰ کوفہ کے فقہی مدرسے کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عہد رسالت سے لے کر خلفائے ثلاثہ کے عہد تک فتویٰ اور قضا کی ذمہ داری ادا کرتے رہے ہیں اور آپ کے بعض فتاویٰ اور فیصلے غیر معمولی شہرت کے حامل ہوئے۔ اور پھر آپ خود بھی مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور دین حق کی برتری اور عدل و قسط

کے قیام میں نور نبوت سے اکتساب کردہ صلاحیتوں کا ہمہ پہلو استعمال فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ قانون و قضا کی دنیا میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور نے اس فقہی سرمائے کو اردو میں منتقل کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اور ہمیں اس امر کی خوشی ہے کہ اس کے مصنف شامی عالم ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی (ریاض، سعودی عرب) نے ہمیں اس کے ترجمے و اشاعت کے حقوق خوش دلی سے دے دیئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ پاک و ہند کے علمی حلقوں کے اندر اس سلسلے کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ اسلامی قانون سے دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص اس سلسلے سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

وبیدہ التوفیق!

خلیل احمد حامدی

ڈائرکٹر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

۲۹ جولائی ۱۹۹۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ، ونستهديه ونستغفره ، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلله فلن تجد له ولياً مرشداً

امابعد

۱۔ یہ کتاب سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فقہی آراء کے دائرۃ المعارف کے سلسلے کی چوتھی کڑی ہے۔ دراصل سلف کی فقہی آراء کا یہ ذخیرہ بعد کے ادوار میں تشکیل پانے والے فقہی مذاہب کے لئے پہلی اساس اور سرچشمۂ اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے آئمہ مجتہدین میں سے آپ کو کوئی شخصیت بھی ایسی نظر نہیں آئے گی جس نے اجتہادی مسائل میں چند شاذ و نادر مثالوں کے سوا سلف کے اجتہادی دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی ہو، حتیٰ کہ متاخرین فقہا بلکہ متقدمین بھی اختلافی مسائل میں ہمیشہ اسی قول کو ترجیح دیتے تھے جو سلف کے قول کے مطابق ہوتا۔ اگرچہ دوسرے اقوال بھی ان کے زیر نظر رہتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ کسی مسئلے میں ایک نئی رائے قائم کرنے سے بہتر ہے کہ سلف کی رائے کی پیروی کر لی جائے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن عابدینؒ، جن کا شمار متاخرین فقہا حنفیہ میں ہوتا ہے، کا یہ قول قابل غور ہے، جو انہوں نے اجارہ کے ایک اختلافی مسئلہ کے بارے میں دیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

" جان لینا چاہئے کہ اجارہ میں مزدوری پر رکھنے والے شخص، یعنی آجر کو پہنچنے والے نقصان کی دو صورتیں ہیں : یا تو یہ نقصان مزدوری پر رکھے جانے والے شخص، یعنی اجیر کی اپنی غلطی کی وجہ سے پہنچا ہے یا کسی اور وجہ سے، پہلی صورت میں اجیر نے غلطی کے ساتھ ساتھ حد سے تجاوز بھی کیا تھا یا نہیں؟ اگر حد سے تجاوز نہ کیا تھا تو اس غلطی سے احتراز کرنا ممکن تھا یا نہیں؟ پہلی صورت میں بالاتفاق اسے تاوان ادا کرنا ہوگا۔ آخری صورت میں بالاتفاق اس پر کوئی تاوان عائد نہیں ہوگا، لیکن تیسری صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تاوان نہیں جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک تاوان ہے۔ بعض کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کا قول عطاؒ اور طاؤسؒ (تابعین) کے قول کے مطابق ہے اور صاحبین کا قول حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے مطابق ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کی جلالت شان سب کے نزدیک مسلم ہے "

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے کس طرح صاحبین کے قول کو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر اس وجہ سے ترجیح دی کہ یہ قول سلف کے دو عظیم المرتبت آئمہ (حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ) کے قول کے موافق تھا، حالانکہ مسلک حنفی کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہؒ ایک طرف اور صاحبین دوسری طرف ہوں تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کو صاحبین کے قول پر ترجیح دی جائے گی۔

۲۔ عام صحابہ کرام کی فقہی آرا پر اصحاب فتویٰ وروایت صحابہ کی فقہی آرا کو فوقیت حاصل ہے۔ ان میں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علمی مرتبہ و مقام ان تمام حضرات میں سب سے اونچا ہے، اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو امام احمدؒ نے مسند احمد میں روایت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، "کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میں تمہارا نکاح اپنی امت کے ایسے شخص کے ساتھ کر رہا ہوں جو اسلام لانے میں سب سے مقدم، علم میں سب سے بڑھ کر اور تحمل و بردباری میں سب سے ارفع ہے۔"

سنن ترمذی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے، "میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فتوے دیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اہلیت افتا پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے دیے ہوئے فتووں کی توثیق کی۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک انصاری نے حالت احرام میں شتر مرغ کے گھونسلے کو روند کر اس کا انڈہ توڑ دیا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا، "تم پر اونٹنی کا جنین (بچہ) بطور کفارہ لازم ہو گیا"۔ وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، فتویٰ تو وہی ہے جو تم نے علیؓ کی زبانی سنا، ہاں تمہارے لئے اور گنجائش بھی ہے، روزے رکھ لو، یا ایک مسکین کو کھانا کھلا دو۔ [۱]

۳۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظروں میں حضرت علیؓ کی بڑی قدر و منزلت تھی، اور کسی اہم معاملہ میں آپ سے مشورہ کیے بغیر وہ کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتے تھے، حضرت ابو بکرؓ اپنے دور خلافت میں حضرت علیؓ سے مشورے لیتے رہے، حضرت عمرؓ کا طریقہ بھی یہی رہا بلکہ

حضرت عمرؓ تو آپ سے کثرت سے مشورے کرتے، حضرت عثمانؓ بھی اپنے دور خلافت میں آپ سے مشورے کرتے رہے۔ کنزالعمال میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے معاملہ میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیا، حضرت علیؓ نے فرمایا، "اللہ تعالیٰ نے صلوۃ اور زکوۃ کو اکٹھا کر دیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان دونوں کو الگ کر دیں۔" اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، "اگر یہ لوگ مجھے زکوٰۃ میں ایک رسی بھی دینے سے انکار کر دیں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس کے لئے ان سے اسی طرح جنگ کروں گا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی تھی"۔ [۴]

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے حالت احرام میں بعض چوپایوں کو پکڑ لینے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے سائل سے کہا، "کیا تم علی کو جانتے ہو؟ جاؤ جا کر ان سے یہ مسئلہ پوچھو، ہمیں تو ان سے مشورہ کرنے کا حکم ملا ہے۔"

اب حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ، "ہمیں حکم ملا ہے" اس حقیقت پر صاف دلالت کرتا ہے کہ حکم دینے والا حضورؐ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ کلام سلف میں اس فقرے کا یہی مطلب لیا جاتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسائل میں حضرت علیؓ کی رائے کے متلاشی ہوتے تھے، اگر انہیں حضرت علیؓ کا قول مل جاتا تو پھر وہ اپنے لئے حضرت علیؓ کی مخالفت کو جائز نہ سمجھتے، ابن قدامہؒ مقدسی نے اپنی کتاب "المغنی" میں حبرالامت حضرت عبداللہؓ بن عباس سے یہ قول نقل کیا ہے کہ، "جب ہمیں حضرت علیؓ کا کوئی قول مل جائے تو پھر ہمیں اسے چھوڑ کر کسی اور کے قول کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔"

۴۔ مندرجہ بالا حقائق کے باوجود جب ہم حضرت علیؓ سے منقول فقہی آرا کا حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ یا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول فقہی آرا سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت علیؓ کی فقہی آرا تعداد میں سب سے کم ملتی ہیں۔

میرے خیال میں درج ذیل باتیں اس قلت کا سبب ہیں :-

الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے پیشرو خلفائے ثلاثہ کے مشیر رہے اور انہیں اپنے مشوروں سے مستفید کرتے رہے، یہ وہ زمانہ تھا جب مملکت اسلامیہ کے انتظامی ڈھانچے کی تکمیل کی گئی اور ایک واضح لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔ اس لئے آپ کی اکثر اجتہادی آرا کا ظہور سرکاری محکموں اور سرکاری

احکامات میں ہوتا تھا، اور آپ کی حیثیت اس نامعلوم سپاہی کی رہتی جس نے اسلامی حکومت کی تنظیم[12] میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا تھا۔ جب زمام خلافت آپ کے ہاتھوں میں آئی تو اس وقت یہ کام مکمل ہو چکا تھا اور اب صرف اس بات کی ضرورت باقی رہ گئی تھی کہ اجتماعی زندگی کے بدلتے ہوئے اطوار کو سامنے رکھ کر حکومت کے تنظیمی ڈھانچوں اور احکامات کی تنفیذ و تطبیق کو اور بہتر بنایا جائے۔

ب ) آپ کی خلافت کا زمانہ زیادہ طویل نہیں تھا، اور داخلی شورشوں کی وجہ سے آپ کو حکومت کے تنظیمی امور پر توجہ دینے اور انہیں بہتر بنانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے محمد کو ابو معشر سے یہ کہتے ہوئے سنا تھا، "علیؓ کے بارے میں تم لوگ جو باتیں کہتے ہو ان میں اکثر باتیں میری نظروں میں مشکوک ہوتی ہیں اور میرا شک تم لوگوں پر ہوتا ہے کیونکہ عبیدہ نے ایک دفعہ مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک روز حضرت علی نے مجھے اور شریح (حضرت علیؓ کے زمانے کے مشہور قاضی) کو بلا بھیجا اور ہم سے فرمایا "مجھے اختلاف انتہائی طور پر ناپسند ہیں، اس لئے تم لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے اسی طرح کیا کرو جیسا کہ پہلے کرتے تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں کے آپس کے موجودہ اختلافات ختم ہو جائیں، اور تمام مسلمان ایک مرکز پر جمع ہو جائیں یا یہ کہ میں اسی کوشش میں اپنی جان دے دوں کہ جس طرح کہ میرے رفقا نے اس مقصد کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا" (حضرت علیؓ نے بحیثیت خلیفہ ان دونوں قاضیوں کو یہ ہدایات دیں کہ وہ مسلمانوں کے موجودہ سیاسی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے لوگوں کے جھگڑوں کے درست فیصلے کرتے رہیں اور ان کے فیصلوں پر اسلامی مملکت کی سیاسی فضا ہرگز اثر انداز نہ ہونے پائے نیز یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہے، مترجم) عبیدہ نے مزید کہا: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسلمانوں کے ایک مرکز پر جمع ہونے سے پہلے ہی شہید ہو گئے" [13]

ج ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سانحہ یہ بھی ہوا کہ آپ دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی دونوں کا نشانہ بن گئے، یعنی آپ کے اکثر محبین اور مبغضین (محبت رکھنے والے اور عداوت رکھنے والے) حد اعتدال پر قائم نہیں رہے بلکہ محبت اور عداوت دونوں میں مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی جس کے نتیجے میں آپ کے بارے میں جھوٹی سچی باتوں کا ایک انبار لگ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء آپ سے کسی بات کی روایت میں انتہائی احتیاط کرتے تھے، بلکہ بعض تو لغزش کے خوف سے آپ سے روایت کرنے ہی سے کتراتے اور شاذ و نادر ہی کوئی روایت کرتے تھے۔ یہ وہ اسباب ہیں جنہوں

نے دوسرے صحابہ کرام (جو اپنی اپنی جگہ جبال علم تھے) کی فقہی آرا کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول فقہی آرا کی قلت میں اہم کردار ادا کیا۔

د) اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں میری (صاحب کتاب کی) مدد فرمائی اور میں نے "فقہ سلف" جمع کرنے کی خاطر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہی آرا کو پہلے جمع کیا، پھر تائید ایزدی سے انسائیکلوپیڈیائی طرز پر ان کی تدوین بھی کر لی، اس لئے کہ تدوین کا یہی طریقہ سب سے آسان ہے جسے نہ صرف ریسرچ سکالر پسند کرتے ہیں بلکہ فقہ کے شعبے میں اختصاص رکھنے والے ماہرین بھی ناپسند نہیں کرتے۔

تدوین کے سلسلے میں حاصل شدہ نصوص (سکرپٹس) نے جہاں تک مجھے اجازت دی میں نے انہیں پیچیدگی اور ابہام سے پاک رکھ کر پیش کرنے کی پوری کوشش کی ہے...... میں نے اپنی عادت کے مطابق حضرت علیؓ کی فقہی آرا کے لئے دلائل پیش کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی کیونکہ سلف صالحین شاذ و نادر ہی استدلال کرتے تھے نیز ان کے استدلالات ہم تک بہت کم نقل ہو کر پہنچے ہیں، اس لئے اگر کوئی استدلال نقل ہوا تو میں نے اسے پیش کر دیا ہے، اور جہاں نقل نہیں ہوا وہاں خاموشی اختیار کر لی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہم قول و عمل دونوں میں راست روی کے طلب گار ہیں وہی بہترین ہستی ہے جس سے دعائیں کی جاتی ہیں۔

ابو المنتصر

ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی

کویت : یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

---

# حوالہ جات مقدمہ

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۲۰
۲۔ کنزالعمال حدیث نمبر ۱۲۸۴۵
۳۔ کتاب الاشراف جلد دوم ص ۱۲۴

# حرف الالف

## ا

### آدمی : انسان

انسان کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز ب)

انسان کے لعاب کا پاک ہونا (دیکھئے لفظ نجاستہ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

### آفہ : آفت

رہن (گروی) رکھی ہوئی چیز کا کسی آفت کی وجہ سے ہلاک ہو جانا
(دیکھئے لفظ رہن، فقرہ ۳)

### آلہ : آلہ

آلۂ شکار (دیکھئے لفظ صید، فقرہ ۳)

جرم کی نوعیت کی تحدید میں آلۂ جرم کا اثر (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز الف)

### آمہ : سر کا زخم

آمہ چندیا کے ان زخموں کو کہا جاتا ہے جو دماغ تک جا پہنچیں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳ جز ب کا مسئلہ ا، جز ج)

### آمین : آمین کہنا

نماز میں آمین بالسر (زیر لب آمین) کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹ جز ح)

### آنیہ : برتن

دیکھئے لفظ اناء

## آیسہ : ایسی عورت جس کا حیض منقطع ہو چکا ہو

(آیسہ وہ عورت جو عمر کے اس حصے کو پہنچ چکی ہو جہاں حیض آنا بند ہو گیا ہو)

آیسہ کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲)

## اب : باپ

باپ سے (بچے کے) نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱)

اور ایک سے زائد افراد کے لئے باپ ہونے کے حق میں فیصلہ دیئے جانے کا امکان (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز الف کا مسئلہ ۳)

باپ کا اپنی بیٹی کے نکاح کے لئے ولی بننا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ ۳ جز ھ)

باپ کا اپنی کمسن بیٹی کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرا دینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴ جز۔ ب)۔

بیٹوں پر اپنے آبا کے اخراجات کی ذمہ داری اور آبا پر اپنے بیٹوں کے اخراجات کی ذمہ داری (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۵)۔

باپ کی اپنے بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی اپنے باپ کے حق میں گواہی (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز د کا مسئلہ ۱)

باپ کا اپنے بیٹے کی پرورش کرنا (دیکھئے لفظ حضانہ، فقرہ ۲)

باپ کا اپنے بیٹے کے ترکہ میں میراث کی صورتیں (دیکھئے لفظ ارث فقرہ ۴، جز ھ کا مسئلہ ۱)

بیٹے کے مال میں باپ کا حق، ابن حزمؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ باپ کے ذمہ بیٹے کا کوئی قرض ثابت نہیں ہو سکتا، نیز آپ نے بیٹے کے مال کی ملکیت کے لئے باپ کے حق میں فیصلہ دیا تھا۔ [۱]

## اباق : غلام کا بھاگ جانا

۱۔ تعریف۔ غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بلا کسی شرعی جواز کے سرکشی کی بنا پر بھاگ جانا اباق کہلاتا ہے۔

۲۔ بھاگے ہوئے غلام کی واپسی۔ اگر بھاگا ہوا غلام کسی مسلمان کے ہاتھ آ جائے تو اسے اس کے آقا کو واپس کرنے کی ذمہ داری اس شخص پر ہو گی بشرطیکہ یہ شخص اس غلام کے آقا کو جانتا ہو۔ حضرت

علیؓ نے فرمایا، ”مسلمان ایک دوسرے کے غلاموں کو ان کے آقاؤں تک لوٹائیں گے“ [۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آقا پر اس کے غلام کو لوٹانے والے شخص کا خرچہ مقرر کیا تھا کہ اگر اس نے قریب کی جگہ سے غلام کو پکڑ کر لوٹایا ہو تو ایک دینار یا بارہ درہم اور جگہ دور ہو تو چالیس درہم ادا کرے گا. آپ کا حکم تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر لانے والے شخص کے علاوہ کوئی شخص اپنے کسی کام پر معاوضہ کا مستحق نہیں ہو گا. جو اس نے بلا شرط معاوضہ سرانجام دیا ہو۔

۳۔ بھاگا ہوا غلام پکڑنے والے شخص کے ہاتھوں میں امانت ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص کسی بھاگے ہوئے غلام کو اس کے آقا تک پہنچانے کی نیت سے پکڑے تو وہ غلام اس کے ہاتھوں میں امانت ہو گا، یہاں تک کہ وہ اسے اس کے آقا تک پہنچا دے۔ اگر وہ غلام ہلاک ہو جائے اور اس کی ہلاکت میں پکڑنے والے شخص کی کسی زیادتی یا غفلت کو دخل نہ ہو تو اس پر تاوان عائد نہیں ہو گا۔ امام بیہقی نے سنن بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر بھاگا ہوا غلام ایک شخص کے ہاتھ آجائے اور پھر اس کے پاس سے بھی بھاگ جائے تو اس شخص پر کوئی تاوان نہیں بشرطیکہ وہ اس طرح بھاگا ہو کہ اس میں اس شخص کا قصد و ارادہ شامل نہ ہو۔ [۳]

عبدالرزاق نے اس بارے میں جابر بن الحارث سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جابر کہتے ہیں، ”میرے آزاد کردہ غلام نے نواحی علاقہ سے ایک غلام پکڑ کر حفاظت کی خاطر میرے پاس بھیج دیا، وہ غلام میرے پاس سے بھاگ گیا، ہم دونوں یہ جھگڑا قاضی شریحؒ کے پاس لے گئے جنھوں نے اس کے تاوان کا فیصلہ دیا، ہم حضرت علیؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ بیان کیا جسے سن کر آپ نے فرمایا، ”شریح نے غلط کہا اور غلط فیصلہ دیا ہے، اگر یہ قسم کھا کر کہہ دے کہ غلام اس کے پاس سے بھاگ گیا ہے تو بس یہی کافی ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہو گا۔“ [۴]

## ابط : بغل

حضرت علی رضی اللہ عنہ دس چیزوں کو سنت شمار کرتے تھے جن میں بغل کے بالوں کو اکھیڑنا شامل تھا، آپ فرماتے ہیں، ”دس باتیں سنت میں ہیں، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ڈاڑھی بڑھانا، سر میں مانگ نکالنا، مسواک کرنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف مونڈنا، ختنہ کرانا اور استنجا کرنا“ [۵]

بغل کے بال اکھیڑنے کے بعد غسل کرنا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱، جز ز)

بغل کے بال اکھیڑنے کے بعد وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴، جز د)

## ابل : اونٹ

اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو کرنا۔ (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴، جز ح)

اونٹوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۹، جز ھ) اور سرکاری طور پر اس کی وصولی (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۵، جز الف)

دیت میں واجب ہونے والے اونٹوں کی تعداد (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب)

حج فاسد کرنے کی صورت میں جرمانے کے طور پر اونٹوں کی قربانی (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز ب کا مسئلہ ۷)

قربانی کے لئے ایک اونٹ کا سات افراد کی طرف سے کافی ہونا (دیکھئے لفظ اضحیہ فقرہ ۳، جز ب) اور (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۵ جز ب)

## ابن : بیٹا

بیٹے کے نفقہ (اخراجات) کا وجوب (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۵)

بیٹے کی پرورش (دیکھئے لفظ حضانہ)

بیٹے کے نسب کا اس کے باپ سے ثابت ہونا (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱)

بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کی حق میں گواہی (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز د کا مسئلہ ۱)

باپ کے ترکہ میں بیٹے کی میراث کی صورتیں (دیکھئے لفظ ارث فقرہ ۴، فقرہ ۲، جز۔ الف)

دینی لحاظ سے باپ ماں میں سے جو اشرف ہو گا بیٹا اس کے ساتھ رہے گا (دیکھئے لفظ اسلام، فقرہ ۲، جز ب)

بیٹے کے مال میں باپ کا حق (دیکھئے لفظ اب، فقرہ ۱)

## ابو بکر صدیقؓ : حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اس شخص کی تعزیر جو حضرت ابو بکرؓ پر حضرت علیؓ کی افضلیت کا قائل ہو (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳، جز ب)

## اتلاف . تلف کرنا

### ۱۔ تعریف :

کسی شے کو اس طرح ناکارہ کر دینا کہ عادۃً جو فوائد اس سے حاصل ہوتے تھے وہ حاصل نہ ہو سکیں، اس کیفیت کا نام اتلاف ہے۔

### ۲۔ اتلاف کے نتائج :

کسی شے کے اتلاف پر تاوان کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب درج ذیل شرطیں پائی جائیں :

الف) تلف شدہ چیز کا اس کے مالک (متلف لہ) کے لئے ایسا مال ہونا جس کی قیمت لگائی جا سکے، مثلاً کپڑا اور کھانا وغیرہ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، "جس شخص نے کسی دوسرے کا کپڑا پھاڑ دیا، کھانا کھالیا یا لاٹھی توڑ دی تو وہ تاوان ادا کرے گا" [۶] اور ہم (صاحب مسند زید) کہتے ہیں کہ "تلف شدہ چیز اس شخص کے نزدیک جس کا یہ مال تلف ہوا ہے، ایسا مال ہو جس کی قیمت لگائی جا سکتی ہو" قطع نظر اس سے کہ تلف کرنے والے کے نزدیک اس کی کیا مالیت اور کیا قیمت ہے۔ اسی لئے اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کا خنزیر یا شراب تلف کر دی ہو تو اسے اس کا تاوان ادا کرنا ہو گا۔ زیدؒ بن علی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی (اسلامی حکومت کا غیر مسلم باشندہ جو اپنی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں حکومت کو جزیہ ادا کرتا ہو) کا سور ہلاک کر دیا، حضرت علیؓ نے اس مسلمان سے اس خنزیر کی قیمت رکھوالی اور فرمایا، "ہم نے انہیں (غیر مسلموں کو) اس ذمہ داری کی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اسلام سے پہلے جس طریقے سے اپنے دینی شعائر کی ادائیگی کرتے تھے اب بھی وہ آزادانہ ان کی ادائیگی کر سکتے ہیں۔" اگر کوئی ذمی کسی مسلمان کی شراب یا سور تلف کر دے تو اس پر تاوان نہیں ہو گا اگرچہ یہ دونوں اشیا ذمی کے ہاں مال کے زمرے میں آتے ہیں (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۱، جز ب)

ب) متلف (تلف کرنے والا) اس بات کی اہلیت رکھتا ہو کہ اس پر ضمان (تاوان) واجب کیا جا سکے۔ اس لئے اگر کسی چوپائے نے کسی انسان کا کوئی مال تلف کر دیا ہو تو مالک سے صرف اتنا تاوان لیا جائے گا جو اس چوپائے کی قیمت کی حد میں ہو۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز الف)

رہے پاگل، نائم اور کم عمر تو وہ اتلاف کی صورت میں تاوان ادا کریں گے، چاہے اس کی رقم جتنی بھی ہو۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ا جز ب کا مسئلہ ۲ جز و)

ج) تیسری شرط یہ ہے کہ تاوان لگانے میں کوئی فائدہ بھی ہو۔ اس لئے اگر کوئی مسلمان کسی حربی (مسلمانوں سے بر سرپیکار غیر مسلم) کا مال تلف کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔ اسی طرح اگر دارالحرب (مسلمانوں سے بر سرپیکار غیر مسلم ملک) میں کوئی حربی کسی مسلمان کا مال تلف کر دے تو اس پر بھی کوئی تاوان نہیں۔ اسی طرح اگر اسلامی حکومت کا وفادار شخص کسی باغی کا مال ضائع کر دے تو اس پر بھی کوئی تاوان عائد نہیں ہو گا۔ اس کے برعکس صورت کا بھی یہی حکم ہے۔ چونکہ ان تمام صورتوں میں اقتدار نہ ہونے کی وجہ سے تاوان کی وصولی کی کوئی صورت نہیں ہوتی اس لئے تاوان لگانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

۳۔ حرم میں شکار مارنے پر بدلے کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۵. جز ب کا مسئلہ ۱) اور (حج. فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ ۷)

انسانی جان اور اعضاء کے اتلاف پر عائد ہونے والا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ)

عاریت میں لی ہوئی چیز کا لینے والے کے ہاتھوں میں ضائع ہونے کی صورت میں لگنے والا تاوان (دیکھئے لفظ اعارہ، فقرہ ۳)

حد خمر (شراب پینے پر لگنے والی حد یا سزا) لگنے کے نتیجے میں ہلاک ہونے والے کا تاوان (دیکھئے لفظ اشربہ، تعزیر، فقرہ ۳، جز ج)

## اثاث . اثاثہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیاوی مال و متاع اور اس کی آب و تاب کی طرف کم ہی توجہ دیتے اور اسباب دنیا میں سے صرف بقدر ضرورت حاصل کرتے تھے. اس لئے آپ کے گھر کا ساز و سامان (اثاثہ) بہت ہی سادہ اور مختصر تھا۔ جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں. ”ہم علیؓ بن ابی طالب اور فاطمہ ؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی شادی میں شریک ہوئے. ہم نے اس سے زیادہ سادہ لیکن خوبصورت شادی کوئی نہیں دیکھی، ہمارے لئے ایسے گدے بچھائے گئے جن میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ہمارے سامنے خشک کھجور اور منقی لا کر رکھے گئے جو ہم نے کھائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے شب عروسی میں جو بستر بچھایا گیا تھا وہ مینڈھے کی کھال تھا۔“

## اثبات : ثابت کرنا

۱۔ تعریف :

عدالت میں کسی معاملے کے حق میں دلیل قائم کرنا اثبات کہلاتا ہے۔

۲۔ اثبات کے طریقے :

اثبات کے وہ طریقے جن کی بناپر عدالت فیصلہ صادر کرتی ہے (دیکھئے لفظ قضاء فقرہ ۱)
کسی تصرف کے اثبات کا طریقہ جاننے کے لئے اس کے ابواب کی طرف رجوع کیجئے مثلاً اثبات زنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۴) . اثبات رضاعت (دیکھئے لفظ رضاع فقرہ ۲) . اثبات سرقہ (دیکھئے سرقہ فقرہ ۴) اور اثبات ہلال رمضان وہلال شوال (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۳. جز الف)

## اثم : گناہ

روزے دار کا ارتکاب گناہ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳ جز الف)

## اثنین : دو

سوموار کے دن روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام. فقرہ ۸. جز ح)

## اجابہ : جواب دینا، قبول کرنا

نماز میں قرآنی آیات سننے پر جواب میں مخصوص کلمات کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۸. جزھ کا مسئلہ ۸) موذن کی اذان کے جواب میں کلمات کہنا (دیکھئے لفظ اذان فقرہ ۶)

## اجارہ : اجرت پر لینا

۱۔ تعریف :

اجارہ اس سوداکاری کو کہتے ہیں جس میں ایک معلوم معاوضہ کے بدلے ایک چیز کے اصل کو باقی رکھتے ہوئے اس سے حاصل ہونے والے فائدے کو کام میں لایا جائے. بشرطیکہ یہ حاصل ہونے والا فائدہ شرعی لحاظ سے جائز ہو، اسی فائدے کا قصد کیا گیا ہو اور اس قابل ہو کہ اسے کام میں لانے کے لئے کسی کے حوالے کیا جاسکے۔

## ۲۔ ارکان اجارہ:

ارکان اجارہ چار ہیں، موجر (اجارہ پر دینے والا) مستاجر (اجارہ پر لینے والا) معقود علیہ (فائدہ جسے کام میں لانے کے لئے عقد اجارہ کیا گیا ہو) اور صیغہ (الفاظ جن کے ذریعے اجارہ کا انعقاد ہوا ہو)

الف) متعاقدین یعنی عقد اجارہ کے طرفین۔ یہ موجر اور مستاجر یا ان کے وکیل یا ولی ہیں۔

۱) موجر اور مستاجر دونوں کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول ان دونوں میں سوداکاری کی اہلیت ہو، اس لئے کہ اگر کوئی پاگل یا کوئی ایسا شخص جسے ہر قسم کے تصرف سے حکماً روک دیا گیا ہو، عقد اجارہ کرے تو درست نہ ہو گا، دوم اختیار اس لئے کہ جبر قولی تصرفات پر اثر انداز ہوتا ہے اور ان کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے (دیکھئے لفظ اکراہ فقرہ ۳، جز ب)

۲) مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کو کسی کافر کے ہاں کام کرنے کے لئے اجارہ پر دے دے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے باغ میں فی ڈول ایک چھوہارے کے بدلے پانی لگانے کے لئے اپنے آپ کو اجارہ پر دیا تھا۔ پھر آپ مزدوری میں حاصل ہونے والے چھوہارے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور حضورؐ نے ان میں سے کچھ تناول فرمایا تھا۔ [۷]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاوضہ کے لئے جلدہ یعنی سخت قسم کی موٹی موٹی کھجوروں کی شرط لگائی تھی۔ [۸]

## ۳۔ اجیر یعنی مزدور کا تاوان

الف) اجیر کی قسمیں۔ اجیر کی دو قسمیں ہیں:

اجیر خاص۔ ایسا مزدور جو صرف آپ کے لئے کام کرے اور آپ کے سوا کسی اور کے لئے کام نہ کرے اور اس کے ساتھ معاہدہ وقت اور کام کی بنیاد پر طے پائے۔

اجیر عام۔ ایسا مزدور جو آپ کے لئے بھی کام کرے اور دوسروں کے لئے بھی۔ مثلاً درزی اور بڑھئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اجیر پر (نقصان کرنے کی صورت میں) تاوان عائد کرتے تھے [۹] اور اس معاملے میں اجیر عام اور اجیر خاص کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے، لیکن زیدؒ بن علی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو

روایت کی ہے اس میں ارشاد ہے "ہر مشترک کارکن (مزدور) جب نقصان کرے تو تاوان دے گا۔" [۱۰]

پہلی روایت تاوان کے بارے میں مطلق ہے اور دوسری روایت مقید (مشروط) ہے۔

اگر پہلی روایت کو دوسری پر محمول کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک اس مسئلے میں یہ ہوگا کہ اجیر عام ہر اس نقصان کا تاوان دے گا جو اس کے ہاتھوں ہو، چاہے اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو یا بھول کر۔ اس لئے دونوں صورتوں میں اس کی غفلت کا ضرور امکان ہے۔ [۱۱] مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ نے درزی اور رنگریز اور اس قسم کے دوسرے کاریگروں پر نقصان کی صورت میں تاوان عائد کیا تھا تاکہ لوگوں کا بچاؤ ہو سکے [۱۲] اور سنن بیہقی میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رنگریز اور کاریگر پر تاوان عائد کرتے تھے اور فرماتے تھے. "اسی میں لوگوں کا بھلا ہے" [۱۳] الروض النضیر اور المحلی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دھوبی. رنگریز اور بڑھئی پر نقصان کی صورت میں تاوان لگا دیتے تھے [۱۴] الروض النضیر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک حمال (بوجھ ڈھونے والا) لایا گیا جس نے سر پر ایک بڑا سا شیشے کا برتن اٹھایا تھا جس میں تیل بھرا ہوا تھا. اس حمال نے یہ برتن توڑ دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے حمال پر اس کا تاوان ڈال دیا۔ [۱۵] کتاب الام میں ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کو میخ یا کنڈی ٹھونکنے کے لئے اجرت پر لیا. اس شخص کے ہاتھ سے وہ میخ ٹوٹ گئی. یہ تنازعہ حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس شخص کو ایک درہم ادا کرنے کا حکم دیا۔ [۱۶] امام ابو یوسف نے کتاب الاثار میں حضرت علیؓ سے جو یہ روایت کی ہے کہ آپ دھوبی. سونا چاندی کی ڈھلائی کرنے والے اور جولاہے پر نقصان کی صورت میں تاوان عائد نہیں کرتے تھے. [۱۷] تو یہ روایت آپ سے ثابت نہیں ہے۔

ہمیں کوئی ایسی نص ہاتھ نہیں لگی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے اجیر خاص پر تاوان عائد کیا ہو جس نے نقصان کے سلسلے میں اپنی طرف سے خود کوئی زیادتی نہ کی ہو۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہوا کہ آپ اجیر خاص پر تاوان عائد نہیں کرتے، ہاں اگر اس نے زیادتی کی ہو اور اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے نقصان کا ذمہ دار بنا ہو تو ایسی صورت میں وہ تاوان ادا کرے گا۔ کیونکہ اجارہ کی بنا پر جو چیز اس کے

ہاتھ میں ہوتی ہے وہ امانت ہے اور امانت میں اگر نقصان اعتدا (زیادتی یا تجاوز عن احد) کی بنا پر ہو تو اس کا تاوان دینا پڑتا ہے۔

ب) معقود علیہ (جس چیز پر عقد اجارہ کیا گیا ہو)

اجارہ میں معقود علیہ کی یہ صورت ہوتی ہے کہ اس میں ایک طرف سے منفعت (کسی چیز سے حاصل ہونے والا فائدہ) ہوتی ہے جسے کام میں لایا جانا ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف سے اجرت ہوتی ہے جو اس منفعت کے معاوضے میں مقرر کی جاتی ہے۔

۱) منفعت اور اجرت دونوں کے لئے یہ شرط ہے کہ اس طرح متعین و معلوم ہوں کہ کوئی نزاع پیدا نہ ہو سکے، منفعت کا تعین تو کبھی عمل یعنی کام کی نوعیت کے ذریعے ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ حضرت علی نے فی ڈول ایک جلدہ کھجور کے بدلے اپنی ذات کو اجارہ میں دے دیا، اب یہاں منفعت معلوم تھی جس کی نوعیت کا تعین ایک جلدہ تمرہ (سخت اور موٹی خشک کھجور) کے ذریعے کیا گیا تھا۔ اس طرح منفعت کا تعین کبھی مدت کے ذریعے ہوتا ہے مثلاً مکان ایک سال کے لئے کرائے پر دے دینا وغیرہ۔

۲) منفعت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی عام اجازت ہو۔ وہ نہ حرام ہو اور نہ ہی واجب۔

اگر منفعت واجب یعنی لازمی ہو، مثلاً تعلیم قرآن یا حق کی اعانت وغیرہ تو ایسی صورت میں اسے اجارہ پر لینا جائز نہ ہو گا۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کرنے لگا۔ "اے امیر المومنین، میں اللہ کے لئے آپ سے محبت رکھتا ہوں" آپ نے فرمایا، "لیکن میں تو تم سے اللہ کی خاطر نفرت کرتا ہوں" اس شخص نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اسلئے کہ تم اذان گا گا کر دیتے ہو اور تعلیم قرآن پر اجرت لیتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے تعلیم قرآن پر اجرت لی تو یہی اجرت قیامت میں اس کا حصہ ہوگی۔ [۱۸]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ عدم جواز اس واسطے ہے کہ تعلیم قرآن ہر اس شخص پر واجب ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو۔ ایک دفعہ حضرت علی کا گذر ایسے شخص پر ہوا جو لوگوں کے درمیان سرکاری طور پر کچھ تقسیم کر رہا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا: "امیرالمومنین، اگر آپ اس شخص کے لئے کچھ معاوضہ مقرر کر دیتے تو اچھا ہوتا" آپ نے جواب میں کہا: "ہاں اگر اللہ چاہے، مگر یہ حرام کی کمائی ہوگی" [۱۹]

ایک دفعہ آپ بیت المال میں تشریف لے گئے اور بنی اسد کے ایک شخص کو تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے عرض کیا: "اگر آپ اسے معاوضہ دیں تو بہتر ہو گا۔" آپ نے جواب دیا: "ہاں اگر یہ چاہے۔ مگر یہ حرام کی کمائی ہوگی" [۲۰] ایک دفعہ آپ نے فرمایا، "تقسیم کرنے والے کی اجرت اس کے لئے حرام کی کمائی ہے" [۲۱]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ اس صورت میں حرام نہ ہوگی جب کہ ایسا شخص تقسیم کے کام کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے اپنا وقت اس میں صرف کرتا ہو تو اس کے لئے اس کام کا معاوضہ لینا جائز ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک تقسیم کنندہ مقرر کیا تھا اور اس کے لئے بیت المال سے گزارا بھی مقرر فرمایا تھا۔ [۲۲]

اگر کسی شخص کو کسی حرام منفعت کے حصول کے لئے اجارہ پر رکھا جائے تو یہ بالا جماع ناجائز ہو گا، مثلاً کسی شخص کو کسی کی عزت پر دست درازی کے لئے اجارہ پر لیا جائے یا کسی عورت کو ماتمی مجلس میں نوحہ خوانی کی غرض سے اجرت پر رکھا جائے۔

ابن منذر نے لکھا ہے: "ہمارے پاس اہل علم کی جتنی روایتیں پہنچی ہیں ان میں اس پر اتفاق ہے کہ نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورت کو اجارہ پر لینا باطل ہے" [۲۳] (دیکھئے لفظ عزا، فقرہ ۲)

۳) زمین کی عام پیداوار کے ایک حصے کے بدلے زمین کو اجارہ پر لینا درست ہے (دیکھئے لفظ مزارعہ)

## اجازہ: اجازت دینا، نافذ کرنا

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے والی عورت کے نکاح کو ولی کی طرف سے نافذ کرایا جانا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵ جزب کا مسئلہ ۳ جزب)

فضولی [۲۴] کے تصرفات کو نافذ کرنا (دیکھئے لفظ فضولی، فقرہ ۲)

## اجبار: مجبور کرنا

### ۱۔ تعریف:

حق تصرف رکھنے والے شخص کا کسی شرعی حکم کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر دوسرے انسان کو کسی عمل پر بہ طریق لزوم مجبور کرنا اجبار کہلاتا ہے۔ یہ اکراہ نہیں ہوتا کیونکہ اکراہ ایسے شخص کی طرف سے ہوتا ہے جو خود حق تصرف نہیں رکھتا۔ اکراہ میں شیطانی مقاصد کو بروئے کار لانا ہوتا ہے نہ کہ کسی

شرعی حکم کو۔

۲۔ حضرت علیؓ کی فقہ میں اجبار :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہ میں اجبار بکثرت پایا جاتا ہے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:

حقوق ارتفاق [۲۵] دینے پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ ارتفاق، فقرہ ۳، جزج )

مضطر اور پریشان حال انسان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے خرچ پر مجبور کرنا ( دیکھئے نفاذ زکوٰۃ، فقرہ ۱ )

حق شفعہ کی بنا پر زمین دینے پر مجبور کرنا۔ [۲۶] ( دیکھئے لفظ شفعہ )

قرض کی ادائیگی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ دین )

زکوٰۃ کی ادائیگی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۵ جز الف )

خراج کی ادائیگی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ خراج )

جزیہ کی ادائیگی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ جزیہ )

عشر کی ادائیگی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ عشر )

نقصان کا تاوان ادا کرنے پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ ضمان )

غصب شدہ چیز کی واپسی پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ غصب )

باپ کا اپنے چھوٹی عمر کے بچے کو نکاح پر مجبور کرنا ( دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جزب )

میاں بیوی کے درمیاں زبردستی علیحدگی کرا دینا ( دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸ جزب، ج، د، ہ )

## اجل : مدت

۱۔ تعریف :

اجل اس مدت کو کہتے ہیں جو کسی تصرف کی ابتدا یا انتہا کی تحدید کر دے۔

۲۔ مدت کے اعتبار کی شرط :

اگر مدت کی تحدید کر دی گئی ہو تو اس کا اعتبار ہو گا ورنہ نہیں۔ بیع سلم [۲۷] کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے : "اور ایسی مدت کی بیع درست نہیں جو نا معلوم ہو" [۲۸] عمروؓ بن حریث نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں دھاریوں والی ایک زرہ چار ہزار درہم میں فروخت کی تھی اور حوالگی کی مدت مسلمانوں کو بیت المال سے عطیات ملنے تک کی رکھی تھی۔ اس زمانے میں عطیات

ملنے کا وقت متعین ہوتا تھا۔ [۲۹]

### ۳۔ فقہ علیؓ میں اجل، یعنی مدت

بیع سلم کی مدت (دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۳)

ایلا [۳۰] کی مدت (دیکھئے لفظ ایلا، فقرہ ۳ جزب)

عدت کی مدت (دیکھئے لفظ عدۃ فقرہ ۲، ۳، ۴)

اوقات صلوۃ کی مدت (دیکھئے لفظ صلوۃ، فقرہ ۵، جزھ)

روزے کی مدت (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳)

مہر کی مدت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶، جزھ)

اجارہ میں مدت (دیکھئے اجارہ، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ ۱)

## اجہاض : اسقاط حمل

### ۱۔ تعریف :

جنین یعنی حمل کا مردہ حالت میں اسقاط، چاہے ابھی اس کی پوری تخلیق ہوئی ہو یا نہ ہو اور چاہے اس میں روح پھونکی گئی ہو یا نہیں، اجہاض کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اس کی سزا :

اسقاط حمل کی درج ذیل سزائیں ہیں:

الف) جنین کے ورثا کو غرہ دینا۔ غرہ کے معنی غلام یا لونڈی کے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حرہ یعنی آزاد عورت کے جنین کے بارے میں ایک غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ دیا تھا۔ [۳۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے علاوہ بھی روایت ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر جنین علقہ یعنی لوتھڑے کی شکل میں ہو تو بیس دینار ادا کئے جائیں گے اور اگر مضغہ یعنی بوٹی کی صورت اختیار کر چکا ہو تو چالیس دینار اور اگر عظام یعنی ہڈیاں بن چکی ہوں تو ساٹھ دینار اور اگر ہڈیوں پر گوشت بھی چڑھ گیا ہو تو اسی دینار اور اگر اس کی خلقت کی تکمیل ہو چکی ہو اور بال بھی اگ آئے ہوں تو سو دینار ادا کرنے ہوں گے۔ عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج سے روایت کی ہے کہ خالد دمشقی نے مجھے بتایا کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے

اجہاض جنین کے بارے میں فیصلہ دیتے ہوئے حکم دیا تھا کہ اگر جنین لوتھڑے کی شکل کا ہو تو بیس دینار، اگر بوٹی ہو تو چالیس دینار اور اگر خلقت تام ہو چکی ہو اور بال بھی اگ آئے ہوں تو سو دینار ادا کئے جائیں، پھر عبدالملک نے کہا، "مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی طرح فیصلہ دیا تھا" [۳۲] لیکن میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ سے جو روایت محفوظ ہے وہ پہلی روایت ہے۔

ب) کفارہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی نص ہم تک نہیں پہنچی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ نے مجہض یعنی حمل گرانے والے پر کوئی کفارہ واجب کیا تھا، لیکن حضرت عمرؓ سے کفارہ منقول ہے اور صحابہ میں سے اس بارے میں کسی نے حضرت عمرؓ کی مخالفت بھی نہیں کی تھی۔

۲۔ سقط یعنی گرا ہوا جنین اگر تام الخلقت ہو اور اس کی آواز بھی نکلی ہو جس کی گواہی چار عورتیں یا دو عورتیں اور ایک مرد دیں تو وہ وارث ہوگا، اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔ [۳۳] (دیکھئے لفظ مولود)

## اجیر: مزدور

(دیکھئے لفظ اجارہ، فقرہ ۲، جز الف)

## احتجاب: پردہ کرنا، چھپ جانا

امام کا رعیت کی نظروں سے پوشیدگی اختیار کر لینا (دیکھئے لفظ امارہ، فقرہ ۴، جز ی)

عورت کا مردوں سے پردہ کرنا (دیکھئے لفظ بیت اور لفظ حجاب)

## احتجام: پچھنے لگانا

دیکھئے لفظ حجامہ۔

## احتکار: ذخیرہ اندوزی کرنا

### ۱۔ تعریف:

ایسی ضروریات زندگی جن کی ذخیرہ اندوزی لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث ہو، مثلاً اشیائے خوردنی، تیل، گھی، سوتی اور اونی کپڑے وغیرہ، کو مسلمانوں کی منڈیوں سے خرید کر بھاؤ چڑھانے کی

غرض سے ذخیرہ کر لینا احتکار کہلاتا ہے۔ [۳۴]
ہم نے احتکار کی تعریف میں لفظ شرا (خریدنا) استعمال کیا ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک باہر سے منگائے ہوئے مال میں احتکار نہیں ہوتا بلکہ اس مال میں احتکار ہوتا ہے جو مسلمانوں کی منڈیوں سے خریدا جائے اور پھر اسے دوبارہ بازار میں لانے کی بجائے روک کر ذخیرہ کر لیا جائے۔ یہ حقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ: "باہر سے رزق (اشیائے صرف) لانے والا خوش قسمت ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا گنہگار اور ملعون ہے" [۳۵]

## ۲۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی سزا:

ایسی نص وارد نہیں ہوئی جس میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے لئے کوئی خاص سزا مقرر کی گئی ہو۔ اس لئے ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جائے گی، یعنی قاضی (عدالت) ایسی سزا مقرر کرے گا جو اسے اور دوسروں کو اس قبیح حرکت سے روک دینے والی ہو۔ حضرت علیؓ ذخیرہ اندوزی کے سخت خلاف تھے جو آپ کے اس قول سے کہ احتکار کرنے والا گنہگار اور ملعون ہے، پوری طرح واضح ہے۔ اس لئے آپ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو سخت ترین سزائیں دیتے تھے، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ فلاں نے ایک لاکھ درہم خرچ کر کے اشیا خوردنی کا ذخیرہ کر لیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ پورے ذخیرہ کو آگ لگا دی جائے۔ [۳۶] عبدالرحمٰنؒ بن قیس سے روایت ہے: "حبیش نے مجھے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سواد کوفہ میں میرے کھلیانوں کو آگ لگا دی تھی جن میں میں نے اناج کا ذخیرہ کیا تھا، اس کا کہنا تھا کہ اگر یہ کھلیان بچ جاتے تو اسے اس قدر منافع ہوتا جس قدر اہل کوفہ کو بیت المال سے عطیات ملتی تھیں۔ [۳۷]

# احتلام: احتلام ہو جانا

خوابیدہ انسان نیند میں اپنے آپ کو جنسی عمل سے گذرتا ہوا دیکھے اور پھر بیدار ہو کر اپنے کپڑوں یا بستر پر تری پائے، اسے احتلام کہتے ہیں۔
احتلام سے غسل واجب ہونا (دیکھئے لفظ غسل فقرہ ۱، جز الف کا مسئلہ ۱)
احتلام بلوغت کی علامتوں میں سے ایک ہے (دیکھئے لفظ بلوغ فقرہ ۲)

## احداد . سوگ منانا

(دیکھئے لفظ حداد)

## احراق . جلا دینا

انسان کو آگ میں جلانے کی سزا دینا (دیکھئے ردہ، فقرہ ۴ جز د)
اور (لفظ لواطہ، فقرہ ۳)
جس گھر میں بت ہو اسے آگ لگا دینا (دیکھئے لفظ ردہ، فقرہ ۴ جز د)
اشیاء خوردنی جن کا ذخیرہ کیا گیا ہو انہیں آگ لگا دینا (دیکھئے لفظ احتکار فقرہ ۲)

## احرام . احرام باندھنا

۱۔ مکہ مکرمہ میں داخلے کے لئے احرام باندھنا :
حضرت علی رضی اللہ فرماتے تھے : "کوئی شخص مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر داخل نہ ہو" [۳۸]

۲۔ حج یا عمرے کے لئے احرام باندھنا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۵)
محرم (احرام باندھنے والا) کی موت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۵ جز ح)
محرم کا نکاح کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز ب کا مسئلہ ۴)

## احصان . شادی شدہ ہونا، پاک دامن ہونا

احصان کی دو قسمیں ہیں :

۱۔ احصان الرجم :

احصان الرجم ان چند صفات کے مجموعے کو کہتے ہیں کہ اگر یہ زنا کار مرد یا عورت میں پائی جائیں تو اسے رجم یعنی سنگسار کرنا واجب ہو گا۔

وہ صفات یہ ہیں :

الف) عقل۔ پاگل میں صفت احصان نہیں پائی جاتی، بلکہ وہ عقل میں خلل کی وجہ سے مکلف بھی نہیں ہوتا۔ اس بنا پر اگر وہ زنا کا مرتکب ہو گا تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے اس پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی۔

امام ابوؒ داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دیوانی عورت لائی

گئی جس نے زنا کا ارتکاب کر لیا تھا. آپ نے اس کے سزا کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد اسے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا. حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ فلاں قبیلے کی دیوانی عورت نے زنا کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: "اسے واپس لے چلو۔" اور خود حضرت عمرؓ کے پاس آکر فرمایا: "امیرالمومنین، کیا آپ نہیں جانتے کہ تین قسم کے انسانوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے، یعنی وہ مکلّف نہیں ہوتے، پہلا دیوانہ جب تک کہ اس کی دماغی حالت درست نہ ہو جائے، دوسرا خوابیدہ شخص جب تک کہ جاگ نہ جائے اور تیسرا بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔" حضرت عمرؓ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا:

"پھر اس دیوانی کو کیوں پکڑ رکھا ہے اسے چھوڑ دیجئے!"

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے رہا کرنے کا حکم دیا، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ (مسرت کی بنا پر) بار بار اللہ اکبر کے الفاظ دہراتے رہے۔ [۳۹]

ب) بلوغ۔ مذکورہ بالا روایت میں حضرت علیؓ نے جن تین قسم کے غیر مکلّف انسانوں کا ذکر کیا تھا اس میں ایک قسم بچے کی تھی یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت علیؓ کا قول ہے: "مسلمان کسی یہودی یا عیسائی عورت یا لونڈی یا کمسن لڑکی سے شادی کر کے محصن نہیں ہوتا" [۴۰] اب جب ایک شخص مذکورہ بالا عورتوں میں سے کسی ایک سے نکاح کر کے محصن نہیں ہوتا تو اگر وہ خود ان ہی میں سے ایک ہو تو کیسے محصن ہو سکے گا۔

ج) آزادی: اس لئے کہ غلام محصن نہیں ہوتا۔ اس بنا پر اگر وہ زنا کرے گا تو اسے پچاس درے لگائے جائیں گے۔ [۴۱] چاہے وہ براہ راست غلام بنایا گیا ہو یا غلام ماں باپ کی اولاد ہو، چاہے وہ ام ولد ہو (ایسی لونڈی جس کے بطن سے آقا کی اولاد پیدا ہوئی ہو) یا مدبر (ایسا غلام جس سے اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو) یا مکاتب (ایسا غلام جس کے ساتھ ایک معین رقم پر آزادی دینے کا معاہدہ کیا جائے) ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں زنا کا ارتکاب کرنے والی ام ولد کے بارے میں اختلاف رائے تھا، حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ کوڑے لگائے جائیں گے جلا وطن نہیں کی جائے گی، جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوڑوں کے ساتھ جلا وطنی کے

بھی قائل تھے۔ [۴۲] سنن سعید بن منصور میں ہے کہ ابو حبیبہ نے آکر حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ مجھ پر حد جاری کریں. آپ نے اسے چار دفعہ واپس کر دیا۔ پھر قنبر سے فرمایا کہ اسے سو کوڑے لگاؤ. اس نے کہا کہ حضور میں تو غلام ہوں، تو آپ نے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگاتے جاؤ یہاں تک کہ یہ خود کہہ اٹھے کہ اب بس کرو، چنانچہ اسے پچاس کوڑے لگائے گئے۔ [۴۳]

د) مسلمان ہونا۔ کافر محصن نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے: "ذمیوں پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی۔ [۴۴] محمد بن ابی بکرؓ نے حضرت علیؓ سے لکھ کر ایک مسلمان کی سزا کے بارے میں پوچھا تھا جس نے ایک عیسائی عورت سے بد کاری کی تھی، حضرت علیؓ نے جواب میں حکم دیا تھا کہ مسلمان پر تو حد زنا جاری کرو اور عیسائی عورت کو اس کے اہل مذہب کے سپرد کر دو۔ [۴۵]

ھ) نکاح صحیح کے بعد ہم بستری۔ مرد یا عورت صرف عقد نکاح سے محصن نہیں ہو جاتے بلکہ اس کے لئے دخول، یعنی ہم بستری بھی شرط ہے. حضرت علیؓ کے پاس ایک مرتکب زنا لایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے اپنی بیوی سے ہم بستری بھی کی ہے تو اس نے نفی میں جواب دیا، اس پر آپ نے اسے کوڑے لگائے اور رجم نہیں کیا۔ [۴۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عورت جس کا نکاح تو ہو گیا تھا لیکن ہم بستری نہیں ہوئی تھی، بد کاری کی مرتکب ہوئی، حضرت علیؓ نے اسے سو کوڑے لگائے اور کربلا کی طرف ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا۔ [۴۷]

و) جس طرح مرد کے محصن ہونے کے لئے مندرجہ بالا صفات کا پایا جانا ضروری ہے اسی طرح اس بیوی میں بھی، جس سے ہم بستری کی وجہ سے اس کا شوہر محصن ہوتا ہے. ان تمام صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: "ایک مسلمان کسی یہودی یا عیسائی عورت یا لونڈی یا کمسن بچی سے نکاح کر لینے سے محصن نہیں ہوتا" [۴۸]

## ۲۔ احصان القذف

احصان قذف ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جن کا مقذوف (جس پر تہمت زنا لگائی جائے) میں پایا جانا ضروری ہے تاکہ تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف جاری ہو سکے۔

زانی پر حد زنا جاری کرنے کے لئے اس کے محصن ہونے کی جو شرطیں ہیں وہی شرطیں مقذوف کے محصن ہونے کی ہیں نیز ایک شرط اور بھی ہے کہ اس کا دامن زنا سے پاک ہو، یعنی اس پر اس سے پہلے حد زنا جاری نہ ہوئی ہو، اس بارے میں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں ملی۔

لیکن اگر مقذوف کافر عورت ہو اور اس کا بیٹا مسلمان ہو تو ایک مسلمان کی حرمت کی خاطر اس عورت پر تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہوگی۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور آپ کے بعد آنے والے خلفا اس شخص پر حد قذف جاری کرتے تھے جو کسی مسلمان کی ماں پر تہمت زنا لگاتا اگرچہ وہ یہودی یا عیسائی ہوتی۔ اس میں صرف حرمت مسلم کو ملحوظ رکھا جاتا۔ [۴۹]

## احیاالموات : بنجر زمین کی آباد کاری

### ۱۔ تعریف :

موات سے ہماری مراد ایسی اراضی ہیں جن سے کسی قسم کا بھی کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا رہا ہو۔ اور احیا سے ہماری مراد ایسی اراضی کو ناکارہ پن سے نکال کر کار آمد بنانا ہے۔

### ۲۔ کس قسم کی بنجر اراضی کی آباد کاری جائز ہے؟

جس شخص کو کوئی بنجر زمین ہاتھ آئے تو اس کے لئے اسے آباد کرنا جائز ہے۔ ایسی زمین کی دو حالتوں میں سے ایک حالت ہوگی:

الف) یہ کسی شخص کی ملکیت نہیں ہوگی۔ ایسی صورت میں اسے آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کے معاوضے میں کچھ دینا نہیں پڑے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر دوران خطبہ فرمایا کرتے تھے، "لوگو! جس نے کوئی بنجر زمین آباد کی وہ اس کی ملکیت ہو گئی"۔ [۵۰]

ب) یہ کسی کی شخصی ملکیت تو ہو لیکن مالک کی عدم توجہی سے بے آباد ہو گئی ہو۔ ایسی صورت میں اسلامی سلطنت کے کسی بھی شہری کے لئے اسے آباد کرنا جائز ہو گا، ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "میں ایک بنجر اور بے آباد زمین پر گیا جس کے مالک اس کی آباد کاری کی اہلیت سے عاجز تھے، میں نے اس زمین کو سیراب کرنے والی نہریں بنائیں، اور

فصل بو دی۔ " یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اس کی پیداوار کو مزے سے کھاؤ تم نے ایسا کر کے اصلاح کی ہے، فساد نہیں مچایا ہے، تم نے تعمیر کی ہے تخریب نہیں کی" [۵۱] حضرت علیؓ نے قول باری تعالیٰ کو دلیل بنایا ہے: اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ یُوْرِثُهَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (الاعراف۔ ۱۲۸) (ساری زمین اللہ کی ملکیت ہے، اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے) امام باقرؒ کا قول ہے۔ ہم نے حضرت علیؓ کے خط میں مندرجہ بالا آیت قرآنی کا آخری حصہ "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ" (اور انجام کی بھلائی ان لوگوں کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں) بھی لکھا ہوا پایا ہے۔ اس میں یہ بھی درج ہے: "اگر کوئی شخص زمین کو چھوڑ کر اسے نقصان پہنچائے اور اس کے بعد کوئی اور مسلمان اسے لے کر آباد یا درست کرے تو وہ اس زمین کا اس شخص سے بڑھ کر حقدار ہو گا جو اسے چھوڑ گیا تھا"۔ [۵۲]

۳۔ آباد کی ہوئی زمین کی ملکیت کا مسئلہ:

الف) ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اگر کوئی شخص اسے آباد کرے تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

ب۔ ایسی زمین جس کا مالک اسے چھوڑ گیا ہو اور وہ خراب ہو چکی ہو اور مالک اسے درست کرنے سے عاجز آ چکا ہو، اگر کوئی انسان اسے آباد کرتا ہے تو کیا وہ اس کا مالک ہو جائے گا؟ ہمیں اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی نص صریح ہاتھ نہیں لگی، لیکن گمان غالب ہے کہ حضرت علیؓ اس معاملے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متابعت کرتے تھے کیونکہ حضرت علیؓ سے کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس میں انہوں نے اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف یا ان کی رائے پر اعتراض کیا ہو۔ حضرت عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ زمین کو آباد کرنے کے بعد اس کی قیمت لگاتے اور مالکان سے کہتے کہ اگر تم چاہو تو بنجر حالت میں زمین کی جو قیمت تھی وہ لے لو اور اگر چاہو تو بنجر اور آباد حالتوں میں قیمت کا جو فرق ہوا ادا کر کے اپنی زمین لے لو۔ [۵۳]

## اخ: بھائی

بھائی کے نسب کا اقرار کرنا (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز ب)

حقیقی یا علاتی (باپ ایک اور ماں الگ الگ) بھائی کا وارث ہونا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، ۲ کا

جز الف)

جد کے ساتھ بھائیوں کا میراث میں حصہ (دیکھئے لفظ ارث فقرہ ۴، جزھ کا مسئلہ ۲ جزھ)

اخیافی بھائیوں (ماں ایک اور باپ الگ الگ) کا وارث ہونا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۱، ۴، جزھ کا مسئلہ ۳)

بھائی کے حق میں بھائی کی گواہی کا جواز (دیکھئے لفظ شہادۃ فقرہ ۴، جزد کا مسئلہ)

بھائی کو زکاۃ دینے کا جواز (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۶ جزح)

## اخت : بہن

ترکہ میں حقیقی بہنوں کی وراثت کی صورتیں (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ط جزھ کا مسئلہ ۸)

ترکہ میں علاتی بہنوں کی وراثت کی صورتیں (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴ جزھ کا مسئلہ ۹)

نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴ جزالف کا مسئلہ ۲ جزح)

جماع میں دو بہنوں کو اکٹھا کرنا چاہے یہ دونوں اس کی لونڈیاں ہوں یا ایک منکوحہ ہو اور دوسری لونڈی ہو (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۳ جزب کا مسئلہ ۳)

## اختلاس : اچک لینا

### ۱۔ تعریف :

کسی شخص کو ذرا غافل پا کر اس کی کسی چیز کو کھلم کھلا اچک کر لے بھاگنا اختلاس کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اس کی سزا :

اختلاس چوری نہیں ہے، اس لئے اس فعل کے مرتکب کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھپٹا مار کر کوئی چیز لے بھاگنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "یہ کھلم کھلا خباثت اور فساد ہے۔ اس میں قطع ید نہیں ہے" [۵۴] ایک شخص نے کسی کا کپڑا اچک لیا، اسے پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا میں تو اس کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ تو اسے (کپڑے کے مالک کو) جانتا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا جس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ [۵۵] خلاسؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ جھپٹا مار کر چیز لے بھاگنے میں قطع ید کا حکم نہیں دیتے تھے، لیکن خفیہ طور پر کوئی چیز چرا لینے پر ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ [۵۶]

## اختلاط : باہم گھل مل جانا۔ میل جول

مردوں اور عورتوں کا باہم گھل مل جانا (دیکھئے لفظ حجاب فقرہ ۲)

## اختیار : اختیار

تمام عقود میں اختیار کی شرط (دیکھئے لفظ اجارہ، فقرہ ۲) اور (نکاح فقرہ ۵ جزب)

## اخرس : گونگا

گونگے کی زبان کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے جنایہ، فقرہ ۳، جزز)

## الاخوۃ الاسلامیہ : اسلامی بھائی چارہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک مسلمان کے اپنے مسلمان بھائی پر چھ حقوق ہیں، اس کے نام اور اس کے باپ کے نام سے واقف ہو، اس کی عدم موجودگی میں اس کی خیریت دریافت کرتا رہے، اگر وہ بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرے اور اگر اسے کھانے پر بلائے تو اس کی دعو قبول کرے" [۵۷] آپ نے یہ بھی فرمایا، "ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کی عزت و تکریم میں یہ باتیں شامل ہیں کہ اس کی نیکی کی قدر کرے اور اس کا بھیجا ہوا تحفہ قبول کرے، نیز جو چیز اپنے پاس ہو اس میں سے اسے تحفہ بھیجے اور اس کے ساتھ تکلف سے پیش نہ آئے" [۵۸]

## ادخار : ذخیرہ کرنا

کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ چار ہزار یا اس سے زائد دراہم کا ذخیرہ کرے، اگرچہ اس نے اس کی زکوٰۃ ادا کر دی ہو، کیونکہ اتنی بڑی رقم ذخیرہ کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فوائد کو لوگوں تک پہنچنے سے روک دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "چار ہزار یا اس سے کم کی رقم تو نفقہ یعنی اخراجات کی مد ہے، اور اس سے زائد رقم کنز یعنی خزانہ ہے" [۵۹]

## ادھان : دہن یعنی تیل وغیرہ لگانا

محرم کا تیل لگانا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جزب کا مسئلہ ۳)

## اذان : اذان

۱۔ اذان دینے کی فضیلت :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے والوں کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت بیان کی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں اس کی بخشش کی دعا کی جاتی ہے اور خشک و تر چیز اس کے لئے گواہی دیتی ہے۔ [۶۰] اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی۔ [۶۱] اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دونوں بیٹوں، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو مؤذن بنانے کا بڑا اشتیاق تھا، ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "مجھے اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کیا کہ آپؐ حسنؓ اور حسینؓ کو مؤذن بنا دیں۔ [۶۲]

۲۔ اذان دینا کن لوگوں پر واجب ہے:

اگر مسافر تنہا ہو تو اس پر نماز کے لئے اذان دینا واجب نہیں، مثلاً چرواہا وغیرہ [۶۳] کیونکہ اذان تو نماز با جماعت کا اعلان ہوتا ہے اور یہ چیز تنہا مسافر کے حق میں معدوم ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو شخص اپنے گھر سے نکل کر کسی سرزمین کی طرف سفر کرے اور نماز کا وقت ہو جائے تو نماز کے لئے پاکیزہ اور صاف ترین جگہ منتخب کرے، کیونکہ زمین کے ہر ٹکڑے کی یہ چاہت ہوتی ہے کہ اس پر اللہ کا ذکر کیا جائے، پھر اگر چاہے تو اذان دے اور اقامت کہے اور اگر چاہے تو صرف اقامت کہہ کر نماز ادا کر لے" [۶۴] اس کا مطلب یہ ہے کہ مسافر کو اذان دینے اور نہ دینے میں اختیار ہے۔
عورت کے لئے اذان نہیں ہے کیونکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت نہ اذان دے گی اور نہ اقامت کہے گی" [۶۵]
نماز عید کے لئے اذان (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹ جز ج) اور (صلاۃ فقرہ ۲۴، جز ھ کا مسئلہ ۵)
مسجد میں جماعت ثانی کے لئے اذان (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵ جز ح)

۳۔ اذان کا وقت:

جب اذان کا وقت ہو جائے تو مؤذن کو اختیار ہے جب چاہے اذان دے دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مؤذن اذان کے بارے میں سب سے بڑھ کر با اختیار ہے" [۶۶]

۴۔ اذان کے الفاظ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اذان کے الفاظ یہ ہیں، اللہ اکبر، دو مرتبہ اشھد ان لا الہ الا اللہ، دو مرتبہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، دو مرتبہ حی علی الصلوۃ، دو مرتبہ، حی علی الفلاح، دو مرتبہ، اللہ اکبر

دو مرتبہ، اور لا الہ اللہ ایک مرتبہ، اذان کے الفاظ دو دو کر کے ادا کئے جائیں گے، حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: "اذان کے الفاظ دو دو کر کے دہرائے جائیں گے" [۶۷]

اہل تشیع کا اصرار ہے کہ حی علی الفلاح، کے بعد حی علیٰ خیر العمل دو مرتبہ کہا جائے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ کلمات اذان میں کہنے کا حکم دیا تھا، شرح التجرید میں ہے: ہمیں ابو العباس الحسینی نے خبر دی کہ ہمیں علی بن حسین ظاہری نے خبر دی کہ ہمیں عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن ابو طالب نے بتایا کہ مجھے میرے والد نے یہ حدیث اپنے والد سے اور انہوں نے میرے والد کے دادا علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل ہے، پھر آپ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان میں حی علیٰ خیر العمل بھی کہیں" [۶۸] ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسن بن عبدالرحمٰن علوی نے، حی علیٰ خیر العمل، کے الفاظ کی اذان میں شمولیت کے بارے میں ایک الگ رسالہ تحریر کیا ہے جس میں حضرت علیؓ اور آپ کے بیٹوں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور محمد بن الحنفیہ وغیرہ اہل بیت سے مرفوع اور موقوف احادیث کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ اذان میں کہنے کا عمل جاری رہا تھا، لیکن یہ احادیث و آثار سب فن حدیث کے لحاظ سے مطعون ہیں (یعنی ان احادیث کے راویوں پر نقد و جرح کرنے والے محدثین نے طعن کیا ہے اور ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے)۔ اہل تشیع کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان سے، حی علیٰ خیر العمل، کے الفاظ ساقط کرا دئے تاکہ لوگ نماز کو خیر العمل سمجھتے ہوئے اس سے چمٹ نہ جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں اور اس طرح ایک المیہ رونما ہو جائے یہاں تک کہ الہادی کا قول ہے: "ہم تک یہ صحیح روایت پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اذان میں حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ کہے جاتے تھے، پھر عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں انہیں ساقط کر دیا گیا، عمرؓ بن الخطاب نے انہیں ساقط کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا تھا: "مجھے خوف ہے کہ کہیں لوگ اسی پر تکیہ نہ کر لیں"۔ [۶۹]

اہل سنت ان باتوں میں سے کسی بات کو ثابت نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ باتیں روایت صحیح کے ذریعے نہیں پہنچی ہیں، یہاں تک کہ علامہ شوکانی نے نیل الاوطار [۷۰] میں لکھا ہے:

"بعض کا یہ قول ہے کہ علی بن حسن، ابن عمر اور ابو امامہ بن سہیل سے اس بات (حی علیٰ خیر العمل

کے الفاظ کا اذان میں اضافہ ) کے مرفوعاً ثبوت کی ابن حزم، بیہقی، محب طبری اور سعید بن منصور نے تصحیح کی ہے، درست نہیں ہے"۔

درست بات ...... واللہ اعلم ...... یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے جو اذان منقول ہوئی ہے اس میں حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ نہیں ہیں۔ اسکے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

الف ) اہل سنت کے نزدیک کسی صحیح روایت سے یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں

ب ) صحیحین یعنی بخاری اور مسلم اور حدیث کی دوسری معتمد علیہ کتب میں اذان کے الفاظ والی جو حدیثیں درج ہیں ان میں حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کتب میں درج احادیث کو چھوڑ کر ضعیف احادیث کا سہارا لینا درست نہیں ہے۔

ج ) اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اذان اول میں حی علیٰ خیر العمل کا ثبوت صحیح ہے تو اسے اس حقیقت پر محمول کیا جائے گا کہ صدر اسلام میں ایسا ہوتا تھا اور پھر منسوخ ہو گیا جس کی دلیل یہ ہے کہ اذان کی الفاظ والی احادیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ بیہقی نے اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے تصریح کی ہے۔ رہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات تو آپ سے یہ ثابت ہی نہیں ہے کہ آپ نے اذان دی ہو یا کسی موذن کو اذان میں حی علیٰ خیر العمل کے الفاظ شامل کرنے کا حکم دیا ہو۔ [۷۱]

## ۵۔ اذان کی کیفیت :

الف ) گا گا کر اذان دینا مکروہ ہے۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگا: "مجھے آپ سے اللہ کی خاطر انتہائی محبت ہے" حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا: "لیکن مجھے تو اللہ کی خاطر تم سے بہت نفرت ہے" اس نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا، "تم سر کے ساتھ اذان دیتے ہو اور تعلیم قرآن پر اجرت لیتے ہو، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس شخص نے تعلیم قرآن پر اجرت لی تو قیامت میں بس یہی اس کا حصہ ہو گا۔ [۷۲]

ب ) مؤذن اذان ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر دے، حضرت علیؓ نے فرمایا، "اذان مثنیٰ مثنیٰ ہے اور اقامت بھی مثنیٰ مثنیٰ ہے، (یعنی فقرے کو دو، دو بار کہہ کر پھر وقفہ کرنا ہے) اور پہلے میں ترتیل ٹھہر ٹھہر کر کہنا ہے اور دوسرے میں حدر (یعنی جلد جلد کہنا) ہے۔"

۶۔ مؤذن کی اذان سن کر کیا کہنا چاہئے :

جو شخص مؤذن کی اذان سنے اس کے ذمہ ہے کہ مؤذن کے الفاظ دہراتا جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "تین چیزیں ایسی ہیں جنہیں صرف کوئی عاجز انسان ہی چھوڑ سکتا ہے۔ کوئی شخص اذان سنے اور اس کے کہے ہوئے الفاظ نہ دہرائے، اور کوئی شخص جنازہ دیکھے اور اہل جنازہ کو سلام نہ کرے اور نہ تابوت کا کنارہ پکڑے، اگر وہ یہ کام کر لے تو اسے دو اجر ملیں گے اور کوئی شخص امام کو سجدے کی حالت میں پائے اور اللہ اکبر کہہ کر لوگوں کے ساتھ سجدہ نہ کرے اور نہ اس کی پروا کرے" [۷۳]

## اِذن : اجازت

دوسرے کی طرف سے تاوان دینے کی اجازت (دیکھئے لفظ ضمان، فقرہ ۲، مسئلہ ۲)

کسی چیز کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر لے لینا غصب ہے (دیکھئے لفظ غصب فقرہ ۲)

آقا کا اپنے غلام کو نکاح کی اجازت دینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جزو)

نکاح میں عورت کی اجازت (دیکھئے نکاح، فقرہ ۵)

## اُذن : کان

کان کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جزب کا مسئلہ ۳، جزب)

وضو میں کانوں کا مسح (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جزح)

## ارتفاق : فائدہ اٹھانا

۱۔ تعریف :

حقوق ارتفاق سے مراد وہ حقوق ہیں جو کسی جائداد کی عین پر دوسری جائداد کے لئے طے شدہ ہیں، تاکہ اس سے ایسی دوسری جائداد کو فائدہ پہنچے جس کا مالک پہلی جائداد کے مالک کے علاوہ کوئی اور ہو اور یہ حقوق، ملکیت سے قطع نظر، ہر جائداد کے لئے دوسری جائداد پر ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ حقوق ارتفاق بہت ہیں جن میں چند یہ ہیں جو حضرت علیؓ کے فیصلوں میں ہمیں ملے ہیں:

الف) پانی پینے کا حق۔ حضرت علیؓ نے پانی لینے کے حق کے بارے میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ زیریں حصوں کے مکینوں کو بالائی حصوں کے مکینوں پر بالا دستی حاصل ہے، آپ نے پانی کو ان سب

کے درمیان حصہ رسدی بانٹ دیا تھا۔ [۷۴] آپ نے اس فیصلے کے ذریعہ یہ اصول مقرر کر دیا تھا کہ بالائی حصوں کے مکینوں کو پست حصوں میں موجود کنووں اور نہروں سے پانی لینے کا حق ہے۔

ب) گزرنے کا حق۔ کیونکہ ہر وہ مکان جس کا دروازہ شارع عام کی جانب ہو اس کو شارع عام پر حق ارتفاق حاصل ہے۔ اور یہ اس گھر تک پہنچنے کے لئے اس شارع عام سے گذرنے کا حق ہے۔ اس مسئلے میں سب کا اتفاق ہے۔ اور اسی پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے سے لے کر ہمارے زمانے تک عمل ہوتا آرہا ہے۔ اس لئے کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اس شارع عام پر بنے ہوئے مکانات کے مکینوں کو یہاں سے گزرنے سے روکے یا رکاوٹ پیدا کرنے والا کوئی کام کرے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حوضوں اور باڑوں کو لوگوں کی گذر گاہوں سے ہٹا لینے کا حکم دیتے تھے۔ [۷۵]

### ۳۔ کن طریقوں سے حق ارتفاق ثابت ہوتا ہے؟

حق ارتفاق درج ذیل طریقوں میں سے کسی بھی طریقے سے ثابت ہو جاتا ہے:

الف) شرکت عامہ۔ مثلاً سڑکوں کے پڑوس میں بنے ہوئے مکانات کے لئے (ان کے مکینوں کو) ان سڑکوں پر سے گذرنے کا حق۔ کیونکہ سڑکوں کا کوئی مالک نہیں ہوتا اور تمام لوگ ان میں شریک ہوتے ہیں یا مثلاً دریا یا نہر کے پانی میں زمین کا حق۔

ب) معاوضے والے عقد میں ارتفاق کی شرط لگا دینا۔ مثلاً ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین فروخت کی اور یہ شرط لگا دی کہ اسے اپنی زمین تک پہنچنے کے لئے فروخت شدہ زمین پر سے گذرنے کا حق حاصل رہے گا۔ یہ اس بائع کی زمین کا حق ارتفاق کہلائے گا۔

ج) ضرورت۔ جیسا کہ ضحاکؓ بن خلیفہ اور محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ میں ہوا۔ ان دونوں کی زمینیں ساتھ ساتھ تھیں۔ ضحاکؓ نے عریض سے ایک نہر کھودی اور اسے محمدؓ بن مسلمہ کی زمین سے گذارنا چاہا، لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ ضحاکؓ نے ان سے کہا کہ "آپ مجھے ایسا کرنے سے کیوں روکتے ہیں جبکہ اسمیں آپ کا بھی فائدہ ہے؟ آپ اس نہر سے شروع میں اور آخر پر پانی حاصل کر سکیں گے۔ اور اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں ہے"۔ لیکن پھر بھی محمدؓ بن مسلمہ راضی نہ ہوئے، اس پر ضحاکؓ نے حضرت عمرؓ سے

بات کی۔ حضرت عمرؓ نے محمدؓ بن مسلمہ کو بلا کر حکم دیا کہ ضحاکؓ کو نہر گذارنے دیں۔ محمدؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: "جس چیز سے تمہارے بھائی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اس کے لئے تم کیوں رکاوٹ بنتے ہو؟ اس سے تمہیں بھی تو فائدہ پہنچے گا، تم اپنی زمین کو شروع میں اور آخر پر سیراب کرو گے اور اس سے تمہیں کسی نقصان کا بھی اندیشہ نہیں ہے" لیکن محمدؓ بن مسلمہ اپنی بات پر اڑے رہے اور قسم کھا کر کہا کہ میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "نہر گذرے گی چاہے تمہارے پیٹ پر سے کیوں نہ گذرے!" پھر حضرت عمرؓ نے ضحاکؓ کو نہر گذارنے کا حکم دیا جس پر انہوں نے عمل کیا۔ [۷۶] یہ ساری باتیں صحابہ کرام کے سامنے ہوئیں اور کسی نے حضرت عمرؓ کے اس حکم پر اعتراض نہیں کیا۔

د) تقادم (قدیم ہونا) جب حق ارتفاق کا کوئی اور سبب معلوم نہ ہو تو صورتحال کا قدیم زمانے سے چلا آنا، سبب حق ارتفاق ہو گا، کیونکہ تمام امور میں اصل یہی ہے کہ صورتحال کو اسی طرح رہنے دیا جائے جس طرح وہ قدیم سے چلی آ رہی ہے اور یہ حق ارتفاق کا استمرار ہو گا نہ کہ از سرنو حق دینا۔

## ارث . وارث ہونا، ترکہ

وارث کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ آرا پر ہم درج ذیل نقاط کے تحت بحث کریں گے:

۱۔ وراثت کے ارکان۔ ۲۔ وراثت میں حاصل ہونے والا مال۔ ۳۔ مورث (جس کا ترکہ وارثین حاصل کرتے ہیں)۔ ۴۔ وارث، اس سلسلے میں اہم ترین نقاط جن پر ہم بحث کریں گے یہ ہیں (اسباب وراثت، موانع وراثت، خنثیٰ کی میراث، ذوی الفروض کی میراث، عصبات کی میراث، ذوی الارحام کی میراث) ۵۔ عول۔ ۶۔ رد۔

### ۱۔ ارکان وراثت:

تقسیم وراثت کے ہر عمل کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تین ارکان پائے جائیں جو یہ ہیں، مال موروث مورث اور وارث۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایات کی روشنی میں ہم ان

سب پر بحث کریں گے۔

## مال موروث :

الف ) اس سے مراد وہ تمام منقولہ اور غیر منقولہ مال ہے جو مرنے والا چھوڑ جائے اور اس مال سے متعلق تمام حقوق بھی ادا کر لئے گئے ہوں۔

ب ) ترکہ پر مترتب ہونے والے حقوق جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱ ) میت کی تجہیز و تکفین۔ اس میں نہ ضرورت سے زاید خرچ کیا جائے اور نہ بلاوجہ کنجوسی کی جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے، "کفن دفن میت کے مال میں سے کیا جائے" [۷۷]

۲ ) اس کے بعد میت کے قرضہ جات ادا کئے جائیں گے۔ بشرطیکہ میت کے ذمہ قرض کی ان رقموں کا کسی نہ کسی طریقے سے ثبوت مل چکا ہو۔ اگر کوئی ثبوت نہ ملے اور ورثا میں سے بعض قرض کی رقم کا بذمہ میت اقرار کر لیں تو اقرار کرنے والا ترکہ میں ملنے والے اپنے حصے میں سے وہ رقم ادا کرے گا۔ دوسرے ورثا پر اس رقم کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی۔ ہاں اگر وہ بھی اس اقرار میں شامل ہو جائیں تو انہیں رقم کی ادائیگی میں بھی حصہ دار بننا پڑے گا۔ [۷۸] اس لئے کہ اقرار ایسی دلیل ہے جو صرف اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود ہوتی ہے۔

اگر مکاتب (ایسا غلام جس سے اس کا آقا ایک متعین رقم کے بدلے میں آزادی کا معاہدہ کرے) کی وفات ہو جائے اور ابھی کتابت کے بدلے میں ادا کی جانے والی رقم کے کچھ حصے کی ادائیگی باقی ہو تو اس رقم کو اس مکاتب کے ذمہ قرض سمجھا جائے گا اور اس کے ترکہ میں سے اس رقم کی ادائیگی اس کے آقا کو کر دی جائے گی اور اس کے بعد باقی ماندہ ترکہ کو ورثا میں تقسیم کیا جائے گا۔ محمدؒ بن ابی بکر نے حضرت علیؓ سے تحریری طور پر مذکورہ بالا صورت حال کے بارے میں پوچھا تھا کہ ایک مکاتب اپنے پیچھے بدل کتابت کی باقی ماندہ رقم اور آزاد اولاد چھوڑ گیا ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ اس کے ذمہ واجب الادا یعنی کتابت کی باقی ماندہ رقم پہلے ادا کی جائے اور اس کے بعد بقیہ ترکہ اس کی آزاد اولاد کو دے دیا جائے۔ [۷۹] خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی ایک روایت ہے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ا، جزء و) قرض کی ادائیگی کو وصیت کے نفاذ پر مقدم کرنے کے مسئلہ پر سب کا

اجماع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم لوگ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہو (من بعد وصیہ یوصی بھا او دین۔ (یعنی وصیت کے نفاذ یا قرض کی ادائیگی کے بعد) حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاذ وصیت سے قبل ادائیگی قرض کا فیصلہ دیا تھا۔ [۸۰]

۳) پھر میت کی کی ہوئی ان وصیتوں کو نافذ کیا جائے گا جو شرعی لحاظ سے درست ہوں گی (دیکھئے لفظ وصیہ)

۴) پھر باقی ماندہ ترکہ کو ورثا میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں اور احکام وراثت کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا۔

ج) مقتول کی دیت (خون بہا) کا اس کے ترکہ میں حساب کرنا۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کی مورث کی دیت کی رقم جب کہ وہ قتل ہو گیا ہو اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں شامل کر لی جائے گی، لیکن آیا دیت کی یہ رقم اس کے بقیہ مال کے ساتھ اس کے تمام ورثا میں تقسیم ہو جائے گی؟ یا یہ کہ صرف باپ کی طرف سے رشتہ داروں کے لئے خاص ہوگی اور دوسرے ورثا اس سے محروم رہیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل عمد (جان بوجھ کر قتل کرنا) اور قتل غیر عمد (بغیر ارادے کے اتفاقاً یا غلطی سے قتل کر دینا) کی دیتوں میں فرق کرتے تھے۔

قتل غیر عمد کی دیت ترکہ میں شامل کر کے تمام ورثا میں ترکہ کی طرح تقسیم کر دی جائے گئی کیونکہ دیت بھی ترکہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشیمؓ کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت کا وارث قرار دیا تھا۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا: "دیت بھی اسی طرح تقسیم کی جائے گی جس طرح ترکہ تقسیم کیا جاتا ہے" [۸۱] اور فرمایا "جو شخص اخیافی بھائیوں کو دیت میں سے حصہ نہیں دیتا وہ ان پر ظلم کرتا ہے۔ [۸۲] ایک شخص کا مسئلہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا جس نے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تھی اور پھر خطاً قتل ہو گیا تھا، حضرت علی نےؓ فرمایا: "تہائی اس کی دیت میں داخل ہے" ایک روایت میں ہے: "اس کے لئے اس کا تہائی مال ہے" [۸۳] ان روایتوں سے یہ مطلب نکلا کہ دیت ترکہ میں داخل ہے اور یہ بھی اسی طرح تقسیم ہوگی جس طرح ترکہ تقسیم ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ نے اخیافی بھائی بہنوں کے لئے دیت کی رقم میں سے حصہ دینے کا فیصلہ دیا اور بیوی کو شوہر کی دیت میں سے حصہ دلایا۔ [۸۴] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ راجح روایتیں ہیں۔

قتل عمد کی دیت ترکہ میں ضم نہیں کی جائے گی بلکہ عاقلہ یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار اسے لے لیں گے، یہ فیصلہ اس قاعدے کے مطابق ہے کہ "الغنم بالغرم" [۸۵] یعنی فائدہ وہی اٹھائے جو جرمانہ بھرتا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ: "دیت میں سے اخیافی بھائی بہنوں، شوہر اور بیوی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا" [۸٦]

۳۔ مورث (ترکہ چھوڑ کر مرنے والا شخص)

الف) توارث کی تکمیل کے لئے، مورث کی موت شرط ہے۔ یہ موت:

۱) یا تو حقیقی ہو گی، یعنی بدن سے روح جدا ہو جائے اور بدن میں روح کے تمام تصرفات ختم ہو جائیں۔

۲) یا تقدیری ہو گی، مثلاً حمل جس کا اسقاط ہو جائے، یہاں یہ فرض کیا جائے گا کہ اس میں زندگی تھی، پھر موت واقع ہو گئی، اسی لئے اس میں غرہ (غلام یا لونڈی) واجب ہو گا جسے اس کے ورثا لے کر اپنے اپنے حصوں کے مطابق تقسیم کر لیں گے۔

ب) ایسا مورث جس کا کوئی عصبہ[۸۷] نہیں ہوتا۔ مثلاً ولدالزنا یا ملاعنہ[۸۸] کا بیٹا جس کی آگے اولاد نہ ہو۔ اس صورت میں اس شخص کی درج ذیل حالتوں میں سے ایک حالت ہوگی:

پہلی حالت: وہ اپنے پیچھے ماں چھوڑ کر مرے، اب یا تو پیچھے صرف ماں رہ گئی ہو گی یا اس کے ساتھ کوئی ذوی الفروض[۸۹] یا ذوی الارحام[۹۰] میں سے بھی ہو گا۔

اگر وہ صرف ماں چھوڑ کر مرا ہے تو پھر اس کی ساری جائداد ماں کو چلی جائے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ملاعنہ کے بیٹے کا عصبہ اس کی ماں ہے، وہی اس کے سارے مال کی وارث ہو گی" [۹۱] ایک دفعہ ملاعنہ کے ولد کے ترکہ کے بارے میں لوگوں میں جھگڑا ہو گیا، اس کے باپ کی اولاد نے آکر اس کے ترکے کا مطالبہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی ماں کو اس کا عصبہ قرار دے کر ساری جائداد اسے دے دی۔ [۹۲] اس لئے کہ اس میت (ملاعنہ کا بیٹا) کا اپنے باپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا تھا (جس کی بنا پر باپ کی طرف کے رشتہ داروں کے ساتھ بھی تعلق منقطع ہو چکا تھا) حضرت علیؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ماں کو تہائی حصہ ملے گا اور باقی مال بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ [۹۳]

لیکن پہلی روایت ہی صحیح ہے۔

اگر ماں کے ساتھ ذوی الفروض میں سے بھی کوئی ہو تو ایسی صورت میں ماں اپنا حصہ لے لے گی اور دوسرا شخص اپنا حصہ لے لے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ملاعنہ کے بیٹے کے ترکے کے بارے میں فیصلہ دیا تھا. جس نے اپنے پیچھے ماں اور ماں کی طرف سے بھائی (اخیافی) چھوڑا تھا. کہ ماں کو مال کا تہائی اور بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور باقی ماندہ ترکہ کو ان دونوں پر اس طریقہ سے واپس کر دیا جائے گا کہ ماں کو ایک تہائی اور بھائی کو دو تہائی مل جائے گا۔ [۹۴]

دوسری حالت : ابن ملاعنہ کی ماں اس سے پہلے مرجاتی ہے۔ اس حالت میں بھی دو صورتوں میں سے ایک پائی جائے گی۔

ابن الملاعنہ صرف اپنی ماں کے عصبات چھوڑ کر مرتا ہے۔ ایسی صورت میں سارا مال ان کو مل جائے گا۔ کیونکہ اس کی ماں کے عصبات اس کے عصبات ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "ابن الملاعنہ کا عصبہ اس کی ماں ہے، وہ اس کے سارے مال کی وارث ہوگی۔ اگر ماں نہ ہو تو ماں کے عصبات اس کے عصبات ہوں گے"۔ [۹۵] اسی طرح آپ نے فرمایا: ملاعنہ کے بیٹے کے عصبات اس کی ماں کے عصبات ہیں۔ [۹۶] جب حضرت علیؓ نے اس عورت کو (پھر زنا کے ارتکاب پر) سنگسار کیا تو اس عورت کے رشتہ داروں سے اس کے بیٹے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا : یہ تمہارا بیٹا ہے، تم اس کے وارث ہوگے اور یہ تمہارا وارث نہیں ہوگا. اور اگر یہ کوئی جرم کرے گا تو اس کا جرمانہ تم پر" [۹۷]

دوسری صورت یہ ہے ابن الملاعنہ اپنی ماں کے عصبات اور ذوی الفروض چھوڑ کر مرتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کا سارا مال ذوی الفروض کو مل جائے گا۔ پہلے مقررہ حصوں کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا اور جو بچ رہے گا وہ بھی ان پر لوٹا دیا جائے گا۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ماں کے عصبہ کو وارث قرار دینے سے پہلے ذوی الفروض پر باقی ماندہ ترکہ کو لوٹا دیتے تھے. اس بنا پر ابن ملاعنہ یا ولد الزنا اگر اپنے پیچھے ایک بیٹی اور ایک ماں کا چچا چھوڑ جائے تو سارا ترکہ بیٹی کو مل جائے گا. بیٹی نصف حصہ ذوی الفروض کی حیثیت سے حاصل کرے گی اور باقی نصف رد کے قاعدے سے اس پر لوٹا دیا جائے گا۔ [۹۸]

ج) بعض دفعہ مورث کا سرے سے کوئی وارث نہیں ہوتا. مثلاً لقیط۔ [۹۹] اس صورت میں

اسکی وراثت کا حقدار اس سے موالات کرنے والا ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "ایسا بچہ جسے پھینک دیا گیا ہو آزاد ہوتا ہے۔ اگر وہ اس شخص سے عقد موالاۃ (دوستی کا پیمان) کرنا چاہے جس نے اسے اٹھایا تھا تو کر سکتا ہے اور اگر کسی اور سے موالات کرنا چاہے تو بھی کر سکتا ہے"۔ [۱۰۰]
حضرت علیؓ سے لقیط کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "لقیط آزاد ہوتا ہے، اس کے جرم کا تاوان وہی لوگ بھریں گے جن سے اس نے عقد موالاۃ کیا ہو گا، اور اس کی میراث ان کے لئے ہو گی"۔

## ۴۔ الوارث

وراثت کا حقدار ہونے کے لئے وارث میں مندرجہ ذیل شرطیں پائی جانی چاہئیں:

الف) پہلی شرط: مورث کی موت تک وارث کا حقیقی یا تقدیری (فرضی) طور پر زندہ ہونا۔

حقیقی طور پر اس کا زندہ ہونا تو ایک واضح امر ہے۔ رہا تقدیری (فرضی) طور پر اس کا زندہ ہونا تو اس کی مثال وہ حمل ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہو، یہ حمل وارث ہو گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ (حمل کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت معلوم کرنے کے لئے دیکھئے لفظ حمل، فقرہ ۱) اس بنا پر اگر میت اپنے پیچھے کچھ ورثا اور ماں چھوڑ جائے جو کسی کے عقد میں ہو تو ماں کے شوہر کو ہم بستری کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ آیا حاملہ ہے یا نہیں۔ [۱۰۱] اگر وہ حاملہ ہو گی تو اس کا حمل وارث کا حقدار ہو گا۔ اگر دو متوارث (ایک دوسرے کے وارث ہونے والے) اس طرح مر جائیں کہ پتہ نہ چلتا ہو کہ پہلے کون مرا ہے تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے اس مال سے وراثت ملے گی جو اس کے پاس پہلے سے تھا اور ایک دوسرے سے حاصل شدہ ترکہ میں آگے ان کے درمیان وراثت نہیں چلے گی۔ [۱۰۲] زیدؒ بن علی نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ایسے ڈوب جانے والوں، دب کر مر جانے والوں اور مقتولین کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیتے تھے جن کے بارے میں معلوم نہ ہوتا کہ ان میں سے کس کی موت پہلے واقع ہوئی ہے، لیکن ایک دوسرے سے وراثت میں حاصل شدہ مال میں ان میں سے کسی کو بھی وارث نہیں بناتے تھے۔ [۱۰۳] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کے بارے میں جس کے تمام کے تمام افراد اکٹھے مرے ہوں اور پتہ نہ ہو کہ کون پہلے مرا،

فرمایا: "اس میں سے بعض بعض کے وارث ہوں گے" [۱۰۴] آپ نے دو بھائیوں یا شاید باپ اور بیٹے کے بارے میں جو صفین کی جنگ میں قتل ہو گئے تھے یہ فیصلہ دیا کہ ایک کو دوسرے کا وارث بنا دیا جائے۔ [۱۰۵] آپ نے تین بھائیوں کے بارے میں جو ایک ساتھ ڈوب کر مرگئے تھے اور یہ معلوم نہ تھا کہ کون کس سے پہلے دم توڑ گیا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ہزار درہم ملیں گے۔ ان تینوں کی ماں زندہ تھی، فرمایا: "تینوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور ماں ہر ایک کی وارث ہوگی، پھر ماں دوبارہ ان میں سے ہر ایک سے اس مال کے چھٹے حصے کی وارث ہوگی جو ان میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی وراثت کے طور پر ملا ہوگا" [۱۰۶] کیونکہ یہ تینوں اس مال میں وارث نہیں ہوں گے جو انہیں ایک دوسرے کی وراثت کے طور پر ملا ہوگا لیکن ماں ان میں سے ہر ایک کے اس مال میں وارث ہوگی جو انہیں ایک دوسرے کی وراثت میں ملا ہوگا۔

ب) دوسری شرط: اسباب ارث میں سے کسی سبب کی موجودگی۔ یہ اسباب درج ذیل ہیں:

ا) الرحم یعنی قرابت داری، اسی قرابت داری کی بنیاد پر عصبات، ذوی الفروض اور ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں، پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وارث بالفعل پیدا ہو چکا تھا یا ابھی تک بطن مادر میں جنین کی شکل میں تھا۔

اگر ایک شخص کا نسب دو شخصوں سے ملا دیا جائے، تو یہ ان میں سے ہر ایک سے بحیثیت ابن کے وارث ہوگا اور یہ دونوں شخص اس سے بحیثیت باپ کے وارث ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایسے دو شخصوں کے بارے میں، جنہوں نے ایک عورت کے ساتھ ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی اور پھر اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تھا، یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس بچے کو ان دونوں کا مشترک بیٹا سمجھا جائے۔ وہ ان دونوں کا وارث ہوگا اور یہ دونوں اس کے وارث ہوں گے، اور بیٹا اس کا ہوگا جس کی عمر زیادہ طویل ہوگی۔ [۱۰۷]

حمل کے وارث بننے کی یہ شرط ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو۔ اگر مردہ پیدا ہوا تو کسی چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔

حضرت علیؓ نے سقط (ایسا بچہ جو حمل کی مدت پوری ہونے سے پہلے پیدا ہو جائے یا گرا دیا جائے) کے بارے میں فرمایا: "اگر وہ خلقت کے لحاظ سے مکمل ہو اور پیدائش کے بعد اس کی آواز بھی نکلی ہو جس کی چار عورتیں یا دو مسلمان عورتیں اور ایک مرد گواہی دیں، تو وہ

وارث ہوگا اور دوسروں کو وارث بنائے گا. اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کی جائے گی اور اگر اس کی آواز سنائی نہ دی ہو تو نہ وہ کسی کا وارث ہوگا اور نہ کسی کو وارث بنائے گا اور نہ ہی اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی"۔ [۱۰۸]

اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ایسی قرابت داری کا دعویٰ کرے جس سے وہ وراثت کا مستحق ٹھہر سکتا ہو. لیکن اس کے پاس اس دعوے کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل نہ ہو اور اس شخص کے ورثا بھی اس بات کی تصدیق نہ کریں تو وہ وراثت میں کسی چیز کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر بعض ورثا اس کے اس دعوے کی تصدیق کریں یا اس کا اقرار کر لیں تو پھر ترکہ کی تقسیم کا حساب دو دفعہ اس طرح کیا جائے گا کہ (ا) اس کے دعوائے قرابت داری اور استحقاق وراثت کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ترکہ تقسیم کیا جائے گا. پھر اس کے دعوے کی عدم صحت کی بنیاد پر ترکے کی تقسیم کا دوبارہ حساب کیا جائے گا، پھر جس وارث نے اس شخص کے دعوے کی تصدیق کی ہوگی یا اس کا اقرار کیا ہوگا اسے وہ حصہ ملے گا جو دونوں حسابوں کے لحاظ سے مقدار میں کم ہوگا. اور جو ان حصوں کا فرق ہوگا وہ اس شخص کو مل جائے گا جس نے قرابت داری اور استحقاق وراثت کا دعویٰ کیا ہوگا۔ اس لئے کہ اقرار ایسی دلیل ہے جو اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے پیچھے دو افراد چھوڑ کر وفات پا گیا ہو اور ان میں سے ایک نے ایک تیسرے شخص کے بارے میں بھائی ہونے کا اقرار کیا ہو. یہ فیصلہ دیا تھا کہ اقرار کرنے والا اپنا کم تر حصہ لے گا اور زائد اس شخص کے حوالے کر دے گا جس کے بھائی ہونے کا اس نے اقرار کیا تھا۔ [۱۰۹]

حمیل، ایسا بچہ جسے کوئی قیدی عورت یا اس جیسی کوئی اور خاتون اس دعوے کے ساتھ اٹھائے ہوئے ہو کہ یہ اس کا بیٹا ہے. تو یہ عورت نہ اس کی وارث ہوگی اور نہ یہ بچہ اس عورت کا وارث ہوگا، ہاں اگر ثبوت مل جائے کہ یہ اس کا بیٹا ہے تو پھر وراثت چلے گی۔ ابو طارق نے اپنے والد سے روایت کی ہے. انہوں نے کہا: "میں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے دور میں حمیل قسم کے بچے دیکھے جو وارث نہیں ہوتے تھے" [۱۱۰] یعنی ایسے بچے صرف دعویٰ اور حمل کے قرینے کی بنا پر وارث نہیں ہوں گے جب تک کہ ان

کے قرابت داری کے ثبوت کے لئے دلیل نہ قائم کر دی جائے۔

اگر کسی وارث کی دو قرابت داریاں ہوں تو وہ ان دو قرابت داریوں کی بنا پر دو حصوں کا وارث ہو گا (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۴. جز ز)

۲) نکاح صحیح: نکاح صحیح کی بنیاد پر زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہو گا. وراثت کا یہ استحقاق عقد نکاح کے بعد موت کے ساتھ ہو جائے گا اور اس میں دخول (ہم بستری) کی شرط نہیں ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو کسی عورت سے نکاح کر لیتا ہے اور ابھی اس نے مہر کی رقم بھی مقرر نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ شب باشی کی کہ اس کی وفات ہو جاتی ہے: "میراث میں اس عورت کو حصہ ملے گا۔ اسے عدت بھی گزارنی ہوگی لیکن اسے کوئی مہر نہیں ملے گا" [۱۱۱]

اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق رجعی (ایسی طلاق جس میں عدت کے دوران شوہر رجوع کر کے نکاح کے بغیر دوبارہ اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہے) دے دے تو اس طلاق کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان توارث کا سلسلہ اس وقت تک منقطع نہیں ہو گا جب تک عورت عدت میں رہے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہو، فرمایا: "یہ مرد اس عورت کا سب سے بڑھ کر حقدار ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے پاک نہ ہو جائے اور جب تک وہ عدت میں رہے گی اس وقت تک وہ اس کا وارث ہو گا" [۱۱۲] عدت کی مدت چاہے طویل ہو جائے یا قصیر، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حبان؄ بن منقذ کی دو بیویاں تھیں، ہند؄ بنت ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب اور ایک انصاریہ۔ حبان؄ نے انصاری بیوی کو طلاق دے دی، اس وقت وہ حبان؄ کے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی اور حبان؄ بھی تندرست تھے، انہیں کوئی بیماری نہیں تھی، مطلقہ بیوی کو سات آٹھ ماہ کا عرصہ گذر گیا کہ اسے حیض نہیں آیا۔ پھر حبان؄ بیمار پڑ گئے، ان سے کسی نے کہا کہ اگر تم مر گئے تو یہ مطلقہ بیوی تمہاری وارث بن جائے گی، اس پر حبان؄ نے کہا کہ مجھے امیر المومنین عثمان؄ کے پاس لے چلو. وہاں پہنچ کر حبان؄ نے سارا ماجرا سنایا۔ اس وقت حضرت علی؄ اور حضرت زید؄ بن ثابت بھی وہاں تشریف رکھتے تھے، حضرت عثمان؄ نے ان دونوں حضرات سے رائے پوچھی، دونوں نے ہی کہا کہ "اگر حبان؄ مر گئے تو وہ وارث ہوگی اور اگر وہ مر گئی تو حبان؄ وارث ہوں گے. کیونکہ یہ عورت نہ توان عمر رسیدہ

عورتوں میں سے ہے جو حیض آنے کے بارے میں کبر سنی کی وجہ سے مایوس ہو چکی ہیں اور نہ ہی ان عورتوں میں سے جنہیں کبھی حیض نہ آیا ہو. اس لئے اس عورت کی حیثیت کا تعین اس کے حیض کی بنا پر ہو گا چاہے وہ قلیل ہو یا زیادہ. اور اسے. جو حیض نہیں آ رہا ہے تو اس کی وجہ اس کا بچے کو دودھ پلانا ہے۔ " یہ سن کر حبان واپس آ گئے اور اس عورت سے اپنے بیٹے کی رضاعت منقطع کرا دی۔ جب اس عورت نے دودھ پلانا بند کر دیا تو اسے حیض آ گیا اور پھر اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو دوسرا حیض آ گیا۔ حبان کا انتقال سال کے شروع میں یا اس کے قریب ہو گیا. حضرت عثمان نے دونوں بیویوں کو وراثت میں شریک کیا اور انصاری عورت کو عدت وفات گذارنے کا حکم دیا. ہاشمی خاتون نے جب حضرت عثمان کے اس فیصلے کے خلاف کچھ کہا تو آپ نے فرمایا، "یہ تو تمہارے چچا زاد بھائی کی رائے ہے. اور انہوں نے ہی ہمیں اس کا مشورہ دیا ہے"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔ [۱۱۳]

اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق قطعی دے دے کہ جس میں رجوع کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے تو ایسی طلاق میاں بیوی کے درمیان توارث کو ختم کر دیتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "ایسی بیوی جسے طلاق قطعی مل چکی ہو وہ وارث نہیں ہوگی" [۱۱۴]

ہاں اگر اس نے یہ طلاق قطعی عورت کو وارث بنانے سے فرار کے طور پر دی ہے تو پھر ایسی صورت میں عورت اس کی وارث ہوگی. ام البنین بنت عیینہ بن حصن، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں تھی. جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا تو آپ نے ام البنین کو طلاق دے دی۔ آپ نے ام البنین کو پیغام بھیجا کہ میراث میں اس کا جو حصہ بنتا ہے وہ آپ کو فروخت کر دے. لیکن ام البنین نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا. جب آپ شہید کر دیئے گئے تو ام البنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور سارا واقعہ سنایا. حضرت علی نے سن کر کہا: "ساری زندگی کچھ نہ کہا. جب موت قریب آئی تو طلاق دے دی۔" [۱۱۵] پھر آپ نے ام البنین کو وارث قرار دیا اور فرمایا "شوہر کی بیماری میں طلاق پانے والی بیوی وارث ہوگی" [۱۱۶]

اگر شوہر اپنی بیویوں میں سے ایک متعین بیوی کو طلاق دے دے. لیکن پھر اسے نسیان ہو جائے اور وہ بھول جائے کہ کسے طلاق دی گئی ہے اور اسی دوران اس کی وفات ہو جائے، تو

مطلقہ کو خارج کرنے کے لئے قرعہ اندازی کی جائے گی. جس بیوی کا نام قرعہ اندازی میں نکلے گا وہ میراث سے محروم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر اس نے اپنی بیویوں میں کسی کو طلاق دے دی اور مطلقہ کے تعین سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گیا. تو قرعہ اندازی کے ذریعہ مطلقہ کو خارج کیا جائے گا اور پھر اسے کوئی میراث نہیں ملے گی۔ [۱۱۷]

۳) الولاء۔ قرابت. (دو شخصوں کے درمیان پیدا ہونے والا رابطہ جس کے کچھ مخصوص نتائج نکلتے ہیں) اس کی دو قسمیں ہیں:

اول، غلام آزاد کرنے کی بنا پر آزاد کرنے والے کو حاصل ہونے والی قرابت۔

یہ قرابت معتق (آزاد کرنے والے) کو حاصل ہوتی ہے چاہے وہ مذکر ہو یا مونث نیز اس کے عصبات میں سے صرف مردوں کو بھی یہ قرابت حاصل ہو جاتی ہے۔ عورتیں اس میں شامل نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ولاء غلامی کا ایک شعبہ ہے. جس شخص نے کسی کی ولاء سمیٹ لی وہ اس کی میراث بھی سمیٹے گا" [۱۱۸] اسے میراث میں سے اس قدر حصہ ملے گا جس قدر اس کی ولاء ہو گی۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا جس کا کچھ حصہ آزاد اور کچھ حصہ غلام تھا اور اس کی وفات ہو گئی تھی: "کہ جس شخص کو اس کی ولاء حاصل ہے اسے اس کے ترکہ میں سے بہ مقدار ولاء ملے گا اور باقی ترکہ اس شخص کو مل جائے گا. جس کا یہ غلام تھا. چاہے یہ شخص اس غلام کی زندگی میں اس کی کمائی سے اپنا حصہ لیتا رہا تھا یا نہیں" [۱۱۹]

ولاء کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے (دیکھئے لفظ ولاء)

دوم، ولاء بالعقد. اسے مولی الموالاۃ بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب انسان کسی دوسرے شخص سے یہ کہے کہ تو میرا مولیٰ (قریبی) ہے. جب میں مروں گا تو تو میرا وارث ہو گا اور اگر کوئی جرم کروں گا تو جرمانہ تو بھرے گا"۔ حضرت علیؓ کے نزدیک ولاء عقد کی بنا پر توارث ثابت ہو جاتا ہے۔ [۱۲۰]

ج) تیسری شرط: موانع ارث میں سے کسی مانع کا نہ پایا جانا۔ موانع ارث یہ ہیں:

۱) قتل: کسی شخص نے اگر اپنے مورث کو عمداً قتل کر دیا تو اسے اس کے ترکہ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس بارے میں حضرت علیؓ اور کسی دوسرے صحابی سے کوئی اختلاف منقول نہیں. حضرت علیؓ کا قول ہے: "قاتل وارث نہیں ہوتا" [۱۲۱]

اگر کسی نے اپنے مورث کو خطا یعنی غلطی سے قتل کر دیا ہو تو قاتل کے وارث ہونے کے بارے میں حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ وہ وارث ہو گا. ابن ابی شیبہ نے علی بن المبارک (الہنائی البصری) سے، انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی ماں کو قتل کر دیا تھا، یہ روایت کی ہے. "اگر قتل خطا ہوا ہے تو وارث ہو گا" اسی طرح کی ایک روایت امام ابو جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے. "جب کوئی شخص اپنی ماں کو خطاً قتل کر دے تو وہ اس کا وارث ہو گا اور اگر عمداً کر دے تو وارث نہیں ہو گا" [۱۲۲]

دوسری روایت میں ہے کہ قاتل کو مقتول کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا چاہے اس نے عمداً قتل کیا ہو یا خطاً [۱۲۳] حضرت علیؓ نے فرمایا. "قاتل کسی چیز کا وارث نہیں ہو گا چاہے اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا خطاً" [۱۲۴] خلاس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا وہ پتھر اس کی ماں کو جا لگا جس سے وہ مر گئی، پھر اس نے ترکے میں سے اپنا حصہ مانگا، اس کے بھائیوں نے حصہ دینے سے انکار کر دیا، معاملہ حضرت علیؓ تک پہنچا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا میراث میں سے تیرا حصہ تو پتھر ہے" آپ نے اس سے دیت بھی بھروالی اور اسے ماں کی میراث میں سے بھی کچھ نہیں دیا" [۱۲۵]

تیسری روایت میں ہے کہ قاتل اگر خطاً قتل کرے تو وہ مقتول کے متروکہ مال میں وارث ہو گا، لیکن مقتول کی دیت میں سے اسے کچھ نہیں ملے گا۔ یہ تیسری روایت درحقیقت پہلی دونوں روایتوں کو جو متناقض ہیں یکجا کرنے کے مترادف ہے. شاید یہ تیسری روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں بلکہ مستنبط کی ہوئی کوئی روایت ہے۔ اسی لئے مجھے حضرت علیؓ سے یہ روایت کسی سند کے ساتھ نہیں مل سکی. اہل تشیع کے فرقہ امامیہ کا یہی مسلک ہے۔ [۱۲۶]

۲) وارث اور مورث میں اختلاف دین۔

الف) کوئی مسلم کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلم کا وارث نہیں ہو گا. ہاں کافر اگر مسلمان کا غلام ہو جسے اس کے مسلمان آقا نے آزاد کر دیا ہو اور پھر وہ مر گیا ہو اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو ایسی صورت میں مسلمان آقا، ولاء کی بنا پر، اس کا وارث ہو گا. اس لئے کہ ولاء غلامی کا ایک

شعبہ ہے۔ [۱۲۷] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، "کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو گا [۱۲۸] نیز آپ کا قول ہے، "مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو گا الا یہ کہ کافر اس کا مملوک ہو" [۱۲۹]

ب) اگر کافر مسلمان کی موت سے پہلے مسلمان ہو جائے تو اس کا وارث ہو گا اور اگر اس کی موت کے بعد مسلمان ہوا تو وارث نہیں ہو گا۔ اگرچہ اس کا اسلام لانا تقسیم ترکہ سے پہلے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ حقوق تو اس کی موت کے ساتھ ہی ثابت ہو گئے تھے [۱۳۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مسلمان عورت کے ترکہ کے بارے میں فیصلہ دیا تھا جس کی موت کے بعد اس کے پیچھے اس کی عیسائی ماں رہ گئی تھی اور یہ عیسائی ماں ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے مسلمان ہو گئی تھی، پھر یہ معاملہ آپؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا تھا، "ماں کے لئے ترکہ میں کوئی حصہ نہیں" پھر آپؓ نے ترکہ کی مالیت کے بارے میں استفسار کیا لوگوں نے جب بتایا تو آپ نے فرمایا، "چلو ماں کو بھی تھوڑا بہت دے دلا دو" [۱۳۱] حضرت علیؓ کا یہ حکم ماں کی دل جوئی کے لئے تھا، آپؓ کا فیصلہ نہ تھا، فیصلہ وہی تھا جو آپؓ نے پہلے کیا تھا کہ ترکہ میں اس ماں کا کوئی حصہ نہیں۔

ج) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی مشہور ہے کہ آپ کفر کے تمام مذاہب کو ایک دین نہیں سمجھتے تھے، بلکہ مختلف ادیان گردانتے تھے، آپ کے نزدیک مجوسیت الگ دین تھا اور سورج پرستی الگ دین تھا اور یہودیت الگ دین۔ اس لئے آپ دو مختلف ادیان رکھنے والوں کو، اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوتے، ایک دوسرے کا وارث قرار نہیں دیتے تھے۔

د) مرتد کا ترکہ۔ اسلام سے پھر جانے والا (مرتد) کافر ہے، اگر وہ حالت ارتداد میں طبعی موت مر گیا ہو یا حد لگنے کی وجہ سے فوت ہو گیا ہو تو دونوں صورتوں میں اس کا مال اس کے مسلمان ورثا کو مل جائے گا، حضرت علیؓ نے مرتد کی میراث کا اس کے مسلمان ورثاء کے حق میں فیصلہ دیا تھا [۱۳۲] اور فرمایا تھا، "مرتد کی میراث اس کی اولاد کے لئے ہے" [۱۳۳] حضرت علیؓ کے پاس ایک بوڑھا لایا گیا جو عیسائی تھا، پھر مسلمان ہو گیا اور پھر مرتد ہو گیا تھا، حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا، "شاید تم اس لئے مرتد ہو گئے کہ تمہیں کوئی میراث ہاتھ آ جائے اور پھر مسلمان ہو جاؤ ؟" اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے پھر پوچھا: "شاید تمہارے ارتداد کی یہ وجہ ہو کہ تم نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہو، اور عورت کے رشتہ

داروں نے انکار کر دیا ہو، اب تم چاہتے ہو کہ تمہارا نکاح ہو جائے اور پھر تم اسلام کی طرف لوٹ آؤ" اس نے پھر نفی میں جواب دیا، اس پر آپ نے اسے اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جس کے جواب میں اس نے کہا: "اس وقت تک نہیں جب تک کہ مسیح (علیہ السلام) کی خدمت میں پیش نہ ہو جاؤں" اس پر آپ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا اور اس کی میراث اس کی مسلمان اولاد کے حوالے کر دی[۱۳۴] شاید یہ بوڑھا مستورد عجلی تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ مرتد کی میراث بیت المال میں رکھ دی جائے گی[۱۳۵] لیکن یہ روایت ثابت نہیں ہے، اس لئے کہ حارث اعور نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے اور محدثین کے نزدیک حارث کذاب ہے، خاص کر حضرت علیؓ سے روایت کرنے میں، یہاں تک کہ مغیرہ کا قول ہے کہ حارث حضرت علیؓ سے حدیث روایت کرنے میں سچ نہیں بولتا تھا۔[۱۳۶]

۳) رق یعنی غلامی: غلام کسی آزاد کا وارث نہیں ہو گا اگرچہ وہ آزاد اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "مملوک اور عیسائی نہ تو کسی کو وراثت سے محروم کریں گے اور نہ ہی وہ کسی کے وارث ہوں گے" [۱۳۷]

لیکن ایسا غلام جس کے بعض حصے کو آزادی مل گئی ہو وہ اس قدر وارث ہو گا جس قدر اسے، آزاد کر دیا گیا ہو۔ حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے بارے میں جس کی وفات کے بعد اس کے دو بیٹے رہ گئے تھے، ایک آزاد تھا اور ایک غلام جس کا نصف حصہ آزاد تھا، فرمایا تھا، "ترکہ کے تین حصے کیے جائیں۔ دو حصے آزاد بیٹے کو مل جائیں گے اور ایک حصہ اس بیٹے کو مل جائے گا جس کا نصف آزاد تھا" [۱۳۸] (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جزح کا مسئلہ ۳)

یہی صورتحال مکاتب کے لئے بھی ہے وہ میراث میں اتنے ہی حصے کا حقدار ہو گا جتنا حصہ اس نے بدل کتابت کا ادا کر دیا ہے۔ یعنی اگر اس نے بدل کتابت کا تہائی حصہ ادا کیا ہے تو میراث میں اس حصے کی تہائی کا حقدار ہو گا جو حصہ اسے آزاد ہونے کی صورت میں ملتا اور اگر اس نے بدل کتابت کا نصف ادا کر دیا ہے تو میراث میں اس حصے کے نصف کا حقدار ہو گا جو حصہ اسے اس صورت میں ملتا جبکہ وہ مرد آزاد ہوتا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "مکاتب اتنی مقدار میں وارث ہو گا جتنی اس نے ادائیگی کر دی ہو گی" [۱۳۹] جیسا کہ حضرت علیؓ

سے ایک روایت میں ہے (دیکھئے لفظ رق. فقرہ ا. جزو)

باپ کا اپنے مرض موت میں اپنے بیٹے کو خرید لینا شرعی لحاظ سے درست خریداری ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا دوسرے ورثاء کی طرح اس کا وارث ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ تھا۔ [۱۴۰]

۴) مورث سے قرب درجہ. اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد (دور کا رشتہ دار) وارث نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا وارث نہیں ہو گا اور باپ کے ہوتے ہوئے چچا وارث نہیں ہو گا۔ اس کی تفصیل احوال وراثت کے ضمن میں آئے گی۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جس شخص میں غلامی یا کفر پایا جائے گا اسے میت (مردہ) شمار کیا جائے گا۔ ایسا شخص نہ تو خود وارث ہو گا اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو وراثت سے محروم کر سکے گا جو مورث سے رشتے میں اس کی بہ نسبت دور ہو۔ حضرت علی نے فرمایا: ”مملوک اور اہل کتاب نہ خود وارث ہوں گے اور نہ ہی دوسروں کو محروم کریں گے۔ [۱۴۱]

اسی طرح آپ کا قول ہے: ”مملوک اور اہل کتاب مردوں کی طرح ہیں“ [۱۴۲] اسی طرح ایک اور قول ہے. ”مشرک نہ تو کسی کو ترکے سے محروم کرے گا اور نہ ہی خود وارث ہو گا [۱۴۳] آپ نے ایک عورت کے ترکہ کی تقسیم کا جس کے پیچھے شوہر، اخیافی بھائی بہن اور ایک غلام یا کافر بیٹا رہ گئے تھے. یہ فیصلہ دیا کہ شوہر کو ترکے کا نصف اور اخیافی بھائی بہنوں کو ثلث ملے گا۔ باقی ترکہ اخیافی بھائی بہنوں پر لوٹا دیا جائے گا اس کا مملوک بیٹا نہ وارث ہو گا اور نہ ہی اس کے شوہر کو نصف ترکے سے روک کر چوتھائی تک پہنچائے گا اور نہ ہی اخیافی بھائی بہنوں کو ترکے سے محروم کرے گا۔ کیونکہ اس کی حیثیت بہ منزلہ میت کے ہے۔ [۱۴۴] اس کی صورت یہ

| | | ۲<br>۲ | ۴ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | ۱ | ۲ |
| ۱/۲ | اخیافی بھائی بہن | ۱ | ۲ |
| محروم | غلام یا کافر کا بیٹا | | |

(شکل نمبر ۱)

ہوگی (شکل نمبر ۱)

د) خنثیٰ کی میراث : اگر وارث مخنث ہو تو وہ اپنی پیشاب گاہ کے لحاظ سے وارث ہو گا۔ [۱۴۵] یعنی اگر وہ مردانہ آلہ تناسل (ذکر) سے پیشاب کرتا ہو تو مرد والی میراث پائے گا اور اگر فرج سے پیشاب کرتا ہو تو عورت والی میراث پائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "خنثیٰ اپنی پیشاب گاہ کے لحاظ سے وارث ہو گا" [۱۴۶] اگر دونوں راستوں سے پیشاب کرتا ہو تو اسے مرد کے حصے کا آدھا اور عورت کے حصے کا آدھا ملے گا۔ حضرت معاویہ جب شام میں تھے تو آپ کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس کا ذکر بھی تھا اور فرج بھی آپ کو پتہ نہ چل سکا کہ کیا فیصلہ کریں چنانچہ آپ نے کچھ لوگوں کو حضرت علیؓ کے پاس عراق مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے بات سن کر فرمایا کہ عراق میں تو ایسا نہیں ہوتا۔ تم سچ سچ بتاؤ کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس پر انھوں نے حقیقت حال کھول دی جسے سن کر حضرت علیؓ کی زبان سے یہ کلمات نکلے : "ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو جو ہمارے فیصلے کو تسلیم بھی کرتے ہیں اور ہمارے ساتھ قتال کو بھی حلال سمجھتے ہیں" پھر آپ نے فرمایا : اس کی پیشاب گاہ کو دیکھو، اگر وہ مردوں کی طرح پیشاب کرتا ہے تو مرد ہے اور اگر عورتوں کی طرح پیشاب کرتا ہے تو عورت ہے۔ سائلوں نے عرض کیا : امیر المومنین! وہ دونوں راستوں سے پیشاب کرتا ہے اس پر آپ نے فرمایا "اسے مرد کے حصے کا نصف اور عورت کے حصے کا نصف ملے گا" [۱۴۷]

ھ) ذوی الفروض کی میراث : ذوی الفروض وہ ورثاء ہیں جن کو ترکے میں سب سے پہلے حصے دیے جائیں گے۔ ذوی الفروض درج ذیل ہیں :

۱) باپ : اس کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں :

الف) چھٹا حصہ جب اس کے ساتھ میت کی مذکر فرع مثلاً بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا یا اس سے آگے موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے : "وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ" (النساء - ۱۱) (اگر مرنے والا صاحب اولاد ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ سے باپ ماں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا)۔

ب) چھٹے حصے کے ساتھ ساتھ عصبہ ہونا : اگر میت کی مونث فرع کی موجود ہو مثلاً بیٹی (ایسی صورت میں بیٹی کو نصف، باپ کو چھٹا حصہ اور باقی ماندہ ترکہ بھی باپ کو عصبہ کی حیثیت سے

مل جائے گا۔ مترجم)

ج) عصبہ ہونا جب کہ میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (النساء۔ ۱۱) (اگر مرنے والے کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ وارث ہو رہے ہوں تو ایسی صورت میں ماں کو تہائی حصہ ملے گا) اس آیت سے یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ باقی ماندہ ترکہ باپ کو مل جائے گا۔ یہ تمام اجماعی مسائل ہیں ان کے بارے میں سلف امت سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے اور نہ ہی بعد کے لوگوں نے ان میں کوئی اختلاف کیا ہے۔

۲) جد: جد صحیح۔ جد صحیح وہ ہے کہ میت تک اس کے سلسلہ نسب میں کوئی مونث نہ آتی ہو مثلاً باپ کا باپ

جد رحمی۔ یہ وہ ہے کہ میت تک اس کے سلسلہ نسب میں کوئی مونث بھی آتی ہو مثلاً ماں کا باپ

جد رحمی کو ذوی الارحام میں شمار کیا جاتا ہے۔ ذوی الارحام کی میراث کے بارے میں ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز ج)

جد صحیح، دادا، کی میراث کی درج ذیل حالتیں ہیں:

الف) دادا کو چھٹا حصہ ملے گا اگر اس کے ساتھ میت کی مذکر فرع ہو مثلاً پوتا یا پڑپوتا الی آخرہ

ب) دادا کو چھٹا حصہ ملے گا اگر اس کے ساتھ میت کی مونث فرع ہو مثلاً پوتی، اس صورت میں دادا عصبہ بھی ہو گا۔

ج) عصبہ ہو گا اگر میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو رہی ہو، نہ مذکر اور نہ ہی مونث۔

د) باپ کی وجہ سے دادا محروم ہو گا بنا بر قاعدہ کہ اقرب ابعد کو محروم کر دیتا ہے۔

ھ) اگر دادا کے بھائی بہن بھی ہوں تو یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہو جائے گا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک لوگوں کے سامنے بیان نہیں کیا تھا۔ اور انہیں علماء کے اجتہاد کے لئے جوں کا توں چھوڑ گئے تھے جس کی حکمت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ شاید حکمت یہ ہو کہ لوگ اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر ادا کریں کہ اس نے شریعت کے احکامات کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے کیونکہ اگر احکام شریعت اللہ اور اس کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان نہ ہوتے تو لوگوں کا ان میں اس سے بڑھ کر اختلاف ہوتا جتنا کہ آج بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کی توریث کے مسئلے میں ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس مسئلے میں فیصلہ دینے سے خوف کھاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کسی مرنے والے کے پسماندگان کی میراث کے حصے بتانے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا: "مسئلہ لے آؤ میں حل کر دیتا ہوں بشرطیکہ ورثاء میں دادا نہ ہو" [۱۴۸] آپ کا ایک قول یہ بھی ہے: "جو شخص جہنم کے جراثیم کا لقمہ بننا چاہتا ہے وہ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کے حصے کے بارے میں فیصلہ دے" [۱۴۹]

اس مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آراء میں بڑا اختلاف ہے، یہاں تک کہ ایک صحابی کی پہلے کچھ رائے ہوتی ہے اور بعد میں اس میں کئی دفعہ تبدیلی آ جاتی ہے، ہم نے اپنی کتاب "موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ ارث" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس مسئلے میں بار بار رائے کی تبدیلی کا ذکر کیا ہے، بار بار تبدیلی رائے کی جو صورت حضرت عمرؓ کو پیش آئی تھی وہی حضرت علیؓ کو بھی پیش آئی، بلکہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلے میں بار بار جو رائے تبدیل کی اس کی وجہ حضرت علیؓ کی رائے میں بار بار تبدیلی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہو۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اس مسئلے میں پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے قائل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی رائے یہ تھی کہ دادا کے ساتھ بھائی بہن بھی موجود ہوں تو دادا کے حصے کا وہی معاملہ ہو گا جو بھائی بہن کی موجودگی میں باپ کے حصے کا یعنی بھائی بہن دادا کے ہوتے ہوئے وراثت میں سے کچھ نہیں حاصل کر سکیں گے، جیسا کہ باپ کے ہوتے ہوئے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عطا ابن رباح نے کہا ہے: "حضرت علی رضی اللہ عنہ دادا کو باپ بنا دیتے تھے" [۱۵۰] لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے پر جب غور کیا تو پتہ چلا کہ بھائی بہنوں کے ساتھ باپ کی حالت پر بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کی حالت کو قیاس کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ بھائی اپنی بہن کو عصبہ بنا دیتا ہے جس طرح بیٹا بیٹی کو عصبہ بنا دیتا ہے۔ اس لئے دادا بھائی کو میراث سے ساقط نہیں کرتا جیسا کہ وہ بیٹے کو ساقط نہیں کرتا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ بھائی بہنوں کی میراث تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور ان کو اس میراث سے محروم کرنے کے لئے کوئی نص چاہئے، حالانکہ

نص موجود نہیں، بلکہ بطور اجتہاد اس کی حالت کو باپ کی حالت پر قیاس کر کے بھائی بہنوں کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا نص قرآنی اجتہاد کے ذریعے منسوخ ہو سکتی ہے؟ اس طرح حضرت علیؓ کے نزدیک دادا کے ساتھ بھائی بہنوں کو وارث بنانے کی بات راجح ہو گئی، آپ نے اپنا نقطۂ نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا، حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے اس مسئلے میں ان کی رائے پوچھی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا تہائی تک مقاسمہ [۱۵۱] کرے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چھٹے حصے تک مقاسمہ کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیا، اس بات پر وہ بہت زیادہ مسرت محسوس کرتے رہے۔ [۱۵۲]

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوچ اس مسئلے میں بدل گئی جس کا ذکر آپ نے حضرت عمرؓ سے کیا، حضرت عمر نے حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت علم وراثت کے پہاڑ تھے، مشورے کے لئے طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے اپنی رائے ظاہر کی کہ دادا کو ہر حال میں تہائی ملے گا، حضرت زیدؓ نے رائے دی کہ بھائی بہنوں کے ساتھ اسے تہائی ملے گا اور اگر اس کے ساتھ اور کوئی ذوی الفروض نہ ہو تو اسے پورے ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور جب تک مقاسمہ اس کے لئے بہتر ہو گا وہ بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ کرے گا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس نے رائے دی کہ جد باپ کی طرح ہے اس لئے اس کی موجودگی میں بھائی بہنوں کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کی رائے اختیار کر لی۔ [۱۵۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ، "دادا کو ہر حال میں تہائی ملے گا" اس سے آپ کی مراد یہ نہ تھی کہ دادا ہمیشہ تہائی حصہ حاصل کرے گا بلکہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا تہائی حصے تک مقاسمہ کرے گا۔ اسی لئے عبیدہؒ سلمانی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ بھائی بہنوں کی موجودگی میں دادا کو تہائی حصہ دیتے تھے۔ جب حضرت علیؓ کی آمد عراق میں ہوئی تو آپ دادا کو چھٹا حصہ دینے لگے۔ [۱۵۴] عبیدؒ بن نضلہ نے بھی حضرت علیؓ سے اسی قسم کی روایت کی ہے۔ [۱۵۵]

اس طریقے سے حضرت علیؓ نے عراق میں آمد کے بعد اپنی رائے بدل لی، اور بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کا چھٹے حصے تک مقاسمہ کرتے، اگر اس کے لئے مقاسمہ چھٹے حصے سے

بہتر ہوتا تو اسے وہ دے دیتے اور اگر چھٹا حصہ بہتر ہوتا تو اسے وہ مل جاتا۔ زیدؒ بن علی نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک میراث کے مسئلہ میں جس میں ماں، بیوی، بھائی بہن اور دادا تھے، فرمایا کہ تینوں کو چوتھا حصہ، ماں کو چھٹا حصہ دے کر باقی ماندہ ترکہ کو مذکر کے لئے مونث سے دوگنا (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے اصول پر بھائی بہنوں اور دادا میں تقسیم کر دیا جائے گا جس میں دادا کو بھائی فرض کر لیا جائے گا۔ تاہم اگر پورے ترکہ کا چھٹا حصہ دادا کے لئے مقاسمہ سے بہتر ہو گا تو اسے چھٹا حصہ دیا جائے گا۔ [١٥٦] جمہور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی بیان کیا ہے کہ آپ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کا چھٹے حصے تک مقاسمہ کرتے تھے۔ [١٥٧]

رہی یہ روایت کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے تحریری طور پر چھ بھائی بہنوں اور دادا کے حصوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: "دادا کو ایک بھائی فرض کر لو، اور میرا خط ضائع کر دو" [١٥٨] تو یہ حضرت علیؓ سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ یہ قیس بن الربیع کی روایت ہے جس کا حافظہ قوی نہیں تھا۔

ائمہ فقہاء عراق کے امام ابراہیمؒ نخعی نے بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کی توریث کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مسلک کا خلاصہ بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بھائی بہنوں کے ساتھ دادا کو چھٹے حصے تک شریک کرتے تھے اور ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دیتے تھے، لیکن دادا کے ساتھ اگر کوئی اخیافی بھائی ہوتا تو اسے وارث نہیں بناتے تھے۔ اسی طرح اگر ایک اخیافی بہن ہوتی تو اسے بھی وارث نہیں کرتے، اور ایک علاتی بھائی (باپ کی طرف سے بھائی) کا جس کے ساتھ ایک حقیقی بھائی بھی ہوتا دادا کے ساتھ مقاسمہ نہیں کرتے۔ اور ولد کی موجودگی میں دادا کو چھٹے حصے سے زائد نہیں دیتے تھے الا یہ کہ اس ولد کے ساتھ کوئی اور بھائی یا بہن ہوتی (تو ایسی صورت میں مقاسمہ کرتے۔ مترجم) اگر ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بھائی اور دادا ہوتے تو حقیقی بہن کو نصف دیتے اور باقی ماندہ نصف ترکہ کو دادا اور علاتی بھائی کے درمیان نصف، نصف تقسیم کر دیتے۔ اگر بھائی بہن زیادہ ہوتے تو دادا کو ان کے ساتھ شریک کر دیتے یہاں تک کہ دادا کے لئے چھٹا حصہ مقاسمہ سے بہتر رہتا۔ اگر اس کے لئے چھٹا حصہ بہتر ہوتا تو اسے چھٹا حصہ مل جاتا۔ [١٥٩] تفصیل درج ذیل ہے:

دادا کو بھائی بہنوں کے ساتھ چھٹا حصہ ملے گا اگر چھٹا حصہ اس کے لئے بہتر ہوگا۔ اسی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسئلہ نمبر ۲ میں اس صورت سے فیصلہ کیا [۱۶۰] (مسئلہ نمبر ۲)

| | | ۶ | ۳ ۱۸ |
|---|---|---|---|
| ۲/۳ | دو حقیقی بہنیں | ۴ | ۱۲ |
| عصبہ | ایک علاتی بھائی | ۱ | ۲ |
| | ایک علاتی بہن | | ۱ |
| ۱/۶ | دادا | ۱ | ۳ |

(شکل نمبر ۲)

اس مسئلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی بہنیں مقاسمہ میں دادا کے ساتھ شامل نہیں ہوئیں کیونکہ حقیقی بہنیں تنہا تھیں اور انہیں عصبہ بنانے کے لئے حقیقی بھائی موجود نہیں تھا، جب کہ علاتی بہن کو عصبہ بنانے کے لئے علاتی بھائی موجود تھا اس لئے وہ دادا کے ساتھ مقاسمہ میں شامل ہو سکتی تھی، لیکن دادا کے لئے چھٹا حصہ رکھا گیا، باقی ماندہ ترکہ علاتی بھائی بہن کے درمیان عصبہ کی بنیاد پر تقسیم ہوگیا۔ مسئلہ نمبر ۳ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس صورت سے فیصلہ کیا۔

ہم اس مسئلہ میں دیکھتے ہیں کہ دادا نے چھٹا حصہ پایا کیونکہ یہی اس کے لئے بہتر تھا۔ اور علاتی بھائی کو باقی ماندہ ملتا لیکن اس کے لئے ترکہ میں سے کچھ نہیں بچا۔ [۱۶۱] (مسئلہ نمبر ۳)

| | | ۶ |
|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | ۳ |
| ۱/۳ | ماں | ۲ |
| ۱/۶ | دادا | ۱ |
| باقی | علاتی بھائی | - |

(شکل نمبر ۳)

دادا چھٹا حصہ لے گا یا مقاسمہ کرے گا جب کہ یہ دونوں باتیں یکساں مفید ہوں گی۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے مسئلہ نمبر ۴ میں اس صورت سے فیصلہ کیا۔ [۱۶۲]

| | | ۶ |
|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | ۳ |
| ۱/۶ | ماں | ۱ |
| باقی | دو علاتی بھائی | ۱ |
| | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۴)

اس مسئلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ دادا کے لئے چھٹا حصہ اور مقاسمہ دونوں کی حیثیت یکساں ہے اس لئے حضرت علیؓ نے دادا کے حق میں مقاسمہ کا فیصلہ کیا۔

دادا بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ کرے گا اور اسے ان میں سے ایک شمار کیا جائے گا، اگر مقاسمہ اس کے لئے بہتر ہو گا۔ اسی بنا پر حضرت علیؓ نے مسئلہ نمبر ۵، ۶، ۷ میں درج ذیل فیصلہ کیا۔

[۱۶۳]

| | | ۲ |
|---|---|---|
| مقاسمہ | دادا | ۱ |
| | حقیقی بھائی | ۱ |

(شکل نمبر ۵)

| | | ۲ |
|---|---|---|
| مقاسمہ | دادا | ۱ |
| | دو حقیقی بھائی | ۱ |

(شکل نمبر ۶)

| | | ۵/۲ | ۱۰ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | حقیقی بہن | ۱ | ۵ |
| باقی | علاتی بھائی | | ۲ |
| | علاتی بہن | ۱ | ۱ |
| | دادا | | ۲ |

(شکل نمبر ۷)

ہم مسئلہ نمبر ۷ میں دیکھ سکتے ہیں کہ حقیقی بہن علاتی بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تنہا تھی اور اسے عصبہ بنانے والا حقیقی بھائی موجود نہیں تھا۔ جب کہ علاتی بہن مقاسمہ میں شامل ہوئی کیونکہ علاتی بھائی اسے عصبہ بنانے کے لئے موجود تھا۔ نیز اس مسئلہ میں دادا کے لئے مقاسمہ چھٹے حصے سے بہتر تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسئلہ نمبر ۸ میں اس طرح فیصلہ کیا۔ [۱۶۴]
ہم دیکھتے ہیں کہ مقاسمہ صرف دادا اور حقیقی بھائی کے درمیان ہوا۔ اس میں علاتی بھائی شامل نہیں ہوا کیونکہ علاتی بھائی حقیقی بھائی کی وجہ سے محجوب (محروم) ہوگیا تھا۔

| | ۲ |
|---|---|
| دادا | ۱ |
| حقیقی بھائی | ۱ |
| (محجوب) علاتی بھائی | م |

(شکل نمبر ۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہنوں کو، اگر وہ تنہا ہوتیں اور ان کے ساتھ انہیں عصبہ بنانے والے بھائی نہ ہوتے، دادا کے ساتھ مقاسمہ میں شامل نہ کرتے۔ آپ نے اسی بنیاد پر مسئلہ نمبر ۹، ۱۰، اور ۱۱ کا درج ذیل طریقے سے فیصلہ کیا تھا۔ [۱۶۵] مسئلہ نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں عول ہوا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ مترجم۔

| | | ۳ |
|---|---|---|
| ۲/۳ | دو بہنیں | ۲ |
| باقی | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۹)

| | | ۶ | ۷ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | | ۳ |
| ۱/۲ | بہن | | ۳ |
| ۱/۶ | دادا | | ۱ |

(شکل نمبر ۱۰)

| | | ۶ | ۸ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | | ۳ |
| ۲/۳ | دو بہنیں | | ۴ |
| ۱/۶ | دادا | | ۱ |

(شکل نمبر ۱۱)

آپ نے مسئلہ نمبر ۱۲ میں اس طریقے سے فیصلہ کیا۔

[۱٦٦]

ہم اس مسئلے میں دیکھ سکتے ہیں کہ علاتی بہن کو کچھ نہیں ملا اس لئے کہ دو حقیقی بہنوں نے دو تہائی (جو بہنوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ ہوتا ہے) وصول کر لیا۔ اسی طرح ہمیں نظر آتا ہے کہ دادا نے بہنوں کے ساتھ مقاسمہ نہیں کیا کیونکہ عصبہ بنانے والے بھائی موجود نہیں ہیں۔

| | | ۳ |
|---|---|---|
| ۲/۳ | دو حقیقی بہنیں | ۲ |
| م | علاتی بہن | |
| باقی | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۱۲)

آپ نے اس مسئلہ نمبر ۱۳ کا اس طرح فیصلہ کیا۔

[۱٦۷]

اس مسئلے میں علاتی بہن نے ایک حقیقی بہن کے ساتھ چھٹا حصہ حاصل کیا تاکہ بہنوں کا زیادہ سے زیادہ حصہ، یعنی ترکہ کا دو تہائی مکمل ہو جائے۔ اور دادا نے بہنوں کے ساتھ مقاسمہ نہیں کیا۔

| | | ٦ |
|---|---|---|
| ۱/۲ | حقیقی بہن | ۳ |
| ۱/٦ | علاتی بہن | ۱ |
| باقی | دادا | ۲ |

(شکل نمبر ۱۳)

مسئلہ نمبر ۱۴ کا فیصلہ اس صورت سے کیا گیا۔

[۱٦۸]

اس مسئلے میں حقیقی بہن دادا کے ساتھ مقاسمہ میں شامل نہیں ہوئی بلکہ علاتی بھائی مقاسمہ میں شامل ہوا کیونکہ علاتی بھائی حقیقی بہن کو عصبہ نہیں بنا سکتا ہے۔

| | | ٦ |
|---|---|---|
| ۱/٦ | ماں | ۱ |
| ۱/۲ | حقیقی بہن | ۳ |
| باقی | علاتی بھائی | ۱ |
| | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۱۴)

مسئلہ نمبر ۱۵ اور ۱۶ میں درج ذیل شکل کے مطابق فیصلہ کیا۔ [۱۶۹] (مسئلہ نمبر ۱۵، اور ۱۶، میں عول ہوا ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ (مترجم)

| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
|---|---|---|---|
| | | ۶ | ۹ |
| ۱/۲ | شوہر | | ۳ |
| ۱/۳ | ماں | | ۲ |
| ۱/۲ | بہن | | ۳ |
| ۱/۶ | دادا | | ۱ |

(شکل نمبر ۱۵)

| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
|---|---|---|---|
| | | ۶ | ۹ |
| ۱/۲ | شوہر | | ۳ |
| ۱/۶ | ماں | | ۱ |
| ۲/۳ | بہنیں | ۴ | ۴ |
| ۱/۶ | دادا | | ۱ |

(شکل نمبر ۱۶)

مسئلہ نمبر ۱۷ کا فیصلہ اس طرح ہوا۔ [۱۷۰]

| ۱ | ۲ | ۳ |
|---|---|---|
| | | ۶ |
| ۱/۳ | ماں | ۲ |
| ۱/۲ | بہن | ۳ |
| باقی | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۱۷)

حجاج بن یوسف ثقفی نے یہ مسئلہ امام شعبی ؒ سے استفتاء کی صورت میں دریافت کیا تھا، امام شعبی ؒ فرماتے ہیں: "مجھے حجاج بن یوسف نے پیغام بھیجا ہے اور پوچھا ہے کہ آپ دادا، ماں اور ایک بہن کے درمیان تقسیم ترکہ کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا ہے کہ اس مسئلہ میں پانچ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف رائے ہے۔

وہ حضرات یہ ہیں، عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس عنہم حجاج نے پوچھا، ابن عباسؓ نے کیا فرمایا؟ کیونکہ وہ بڑے پختہ ذہن کے انسان تھے، میں نے جواب دیا۔ انہوں نے دادا کو باپ کی حیثیت دے کر بہن کو محروم کر دیا اور ماں کو تیسرا حصہ دیا، حجاج نے پھر پوچھا۔ ابن مسعودؓ نے کیا کہا؟ میں نے کہا۔ انہوں نے ترکہ کے چھ حصے کر کے بہن کو تین حصے، دادا کو دو حصے اور ماں کو ایک حصہ دیا، حجاج نے پھر پوچھا کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی کیا رائے تھی؟ میں نے کہا۔ انہوں نے ترکہ کے تین حصے کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دیا تھا، اس نے پھر پوچھا، ابو تراب یعنی علیؓ کی کیا رائے تھی؟، میں نے کہا کہ انہوں نے چھ حصے کئے تھے، بہن کو تین حصے، ماں کو دو حصے اور دادا کو ایک حصہ دیا تھا، اس نے پھر پوچھا۔ زیدؓ بن ثابت کا کیا خیال تھا؟، میں نے کہا کہ انہوں نے ترکہ کے نو حصے کر کے ماں کو تین حصے،، دادا کو چار حصے اور بہن کو دو حصے دیئے تھے، یہ سن کر حجاج نے کہا۔ " قاضی سے کہو کہ وہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی رائے کے مطابق اس ترکے کو تقسیم کر دے "

حضرت علیؓ نے مسئلہ نمبر ۱۸ میں درج ذیل فیصلہ کیا تھا۔ [۱۷۱]

| | | ٦ |
|---|---|---|
| ۱/۲ | بیٹی | ۳ |
| باقی | بہن | ۲ |
| ۱/٦ | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۱۸)

اس فیصلے میں یہ نظر آتا ہے کہ دادا نے بہن کے ساتھ مقاسمہ نہیں کیا حالانکہ وہ بیٹی کی وجہ سے عصبہ ہوچکی تھی، اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دادا کے ساتھ بہنوں کا مقاسمہ اسی صورت میں کرتے تھے جب کہ وہ بھائیوں کی وجہ سے عصبہ ہوجاتیں۔

مسئلہ نمبر ۱۹ کی صورت یہ ہے۔ [۱۷۲]
اس مسئلے میں دادا نے بھائی بہنوں کے ساتھ

مقاسمہ نہیں کیا اس لئے کہ چھٹا حصہ اس کے لئے مقاسمہ سے بہتر تھا۔

| | | ۳ (۶) | ۱۸ |
|---|---|---|---|
| ۲/۳ | دو حقیقی بہنیں | ۴ | ۱۲ |
| باقی | علاتی بہن | ۱ | ۱ |
| | علاتی بھائی | | ۲ |
| ۱/۶ | دادا | ۱ | ۳ |

(شکل نمبر ۱۹)

مسئلہ نمبر ۲۰ میں حضرت علیؓ کا فیصلہ اس طرح تھا۔ [۱۷۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ دادا کو نقصان سے بچانے کے لئے علاتی بھائی بہنوں کو حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ میں داخل نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے علاتی بھائی بہنوں کو حقیقی بھائی بہنوں کے ساتھ مقاسمہ میں داخل ہیں کرتے تھے بلکہ پہلے علاتی بہنوں کو حقیقی بھائی بہنوں کی وجہ سے ساقط کر دیتے اور پھر حقیقی بھائی بہنوں کا دادا کے ساتھ مقاسمہ کرتے۔

| | | ۲ (۲) | ۴ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | حقیقی بہن | ۱ | ۲ |
| باقی | علاتی بھائی | | ۱ |
| | جد | ۱ | ۱ |

(شکل نمبر ۲۰)

اس بنا پر آپ نے ذیل کے مسئلہ نمبر ۲۱ میں اس طرح فیصلہ کیا۔ [۱۷۴]

دیکھا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس مسئلہ میں پہلے علاتی بھائی کو حقیقی بھائی کی وجہ سے محجوب (محروم) کیا اور پھر حقیقی بھائی کے ساتھ دادا کا مقاسمہ کر کے دونوں کے درمیان ترکہ برابر برابر تقسیم کر دیا۔

| | | ۲ |
|---|---|---|
| م | علاتی بھائی | — |
| مقاسمہ | حقیقی بھائی | ۱ |
| | دادا | ۱ |

(شکل نمبر ۲۱)

○ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ آیا دادا کی موجودگی میں بھائی کی اولاد کو، جب کہ کوئی اور بھائی نہ ہو، ان کے باپ کا مقام دیا جا سکتا ہے؟۔ [۱۷۵] ایک روایت میں ہے کہ بھائی کی اولاد کو بھائی کا مقام نہیں دیا جا سکتا۔ یہ روایت جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک کے مطابق ہے۔ الجامع الکافی میں اسی روایت کو حضرت علیؓ سے صحیح روایت کہا گیا ہے۔

لیکن شعبیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دادا کے ساتھ بھائی کی اولاد کو بھائی کا مقام دیتے تھے (اور اس طرح انہیں ترکے میں سے حصہ مل جاتا تھا۔ مترجم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور صحابی سے یہ مسلک منقول نہیں[۱۷۶] اہل تشیع کے فرقہ امامیہ کا یہی مسلک ہے اور ان سے لے کر اہل سنت کے موجودہ زمانے کے ماہرین قانون نے اسے اپنایا ہے۔

۳) اخیافی بھائی بہن:

ان کی تین قسمیں ہیں:

الف) ایک کے لئے، چاہے بھائی ہو یا بہن، چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمۡرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوۡ أُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ (النساء-۱۲) (اور اگر وہ مرد یا عورت بے اولاد بھی ہو اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں مگر اس کا ایک بھائی یا بہن موجود ہو تو بھائی اور بہن میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا)۔

ب) دو یا دو سے زائد کے لئے، چاہے بھائی ہوں یا بہن، تہائی حصہ، جسے وہ آپس میں مساوی طور پر تقسیم کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَإِن كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِي ٱلثُّلُثِ (النساء۔ ۱۲) (اگر وہ اس سے زائد ہوں تو تہائی میں شریک ہوں گے)

ج) اگر میت کی فرع وارث ہو رہی ہو، چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث مثلاً بیٹا، بیٹی، یا میت کا باپ موجود ہو یا دادا موجود ہو تو ایسی تمام صورتوں میں اخیافی بھائی بہن محجوب یعنی ترکہ سے محروم رہیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اخیافی بھائی بہنوں کو دادا کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ملے گا۔ [۱۷۷] اسی طرح آپ نے فرمایا: "اخیافی بھائی میت کے ولد یا والد کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو گا"۔ [۱۷۸]

۴) شوہر:

اس کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں :

الف) فرع وارث، مذکر یا مونث، مثلاً بیٹی، بیٹا، پوتا، پڑپوتا، الیٰ آخرہ، کی غیر موجودگی میں شوہر کو نصف ملے گا۔

ب) فرع وارث کی موجودگی میں چوتھا حصہ ملے گا، اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ (النساء۔ ۱۲) (اور تمہارے لئے نصف حصہ ہے اس ترکے کا جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اگر کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے)

۵) بیوی :

بیوی کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں :

الف) بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد اسے چوتھا حصہ ملے گا، اگر میت کی فرع، وارث مثلاً بیٹی، بیٹا، پوتا، پڑپوتا، الیٰ آخرہ موجود نہ ہو

ب) بیوی ایک ہو یا ایک سے زائد اسے آٹھواں حصہ ملے گا۔ اگر میت کی فرع، وارث موجود ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے. وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم (النساء۔ ۱۲) (اور ان کے لئے تمہارے. ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہ ہو۔ اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے)

۶) حقیقی بیٹیاں :

ان کی درج ذیل حالتیں ہیں :

الف) اگر ایک بیٹی ہو تو اسے ترکے کا نصف ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ( وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ (اگر بیٹی ایک ہو تو اس کے لئے نصف ہے)۔

ب) دو یا دو سے زائد بیٹیوں کے لئے دو تہائی ترکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے. فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ (النساء۔ ۱۱) (اگر عورتیں (بیٹیاں) دو سے زائد ہوں تو ان کے ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا. "ایک بیٹی کے لئے نصف اور دو یا دو سے زائد کے لئے دو تہائی ترکہ ہے"۔ [۱۷۹]

ج) اگر بیٹیوں کے ساتھ ان کا کوئی بھائی، یعنی میت کا بیٹا ہو گا تو یہ انہیں عصبہ بنا دے گا، ذوی الفروض سے باقی ماندہ ترکہ کو آپس میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (مذکر کے لئے دو مونث کے حصوں کے برابر حصہ) کے اصول پر تقسیم کر لیں گے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (النساء۔ ۱۱) (اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مذکر کے لئے دو مونث کے حصوں کے برابر حصہ ہے)

۷) بیٹے کی بیٹیاں (پوتیاں):

ان کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں:

الف) اگر بیٹیاں موجود نہ ہوں اور پوتیاں موجود ہوں تو ایک پوتی کو نصف ترکہ اور ایک سے زائد کو دو تہائی ترکہ ملے گا کیونکہ بیٹیوں کی عدم موجودگی میں پوتیاں ان کی قائم مقام ہوتی ہیں۔

ب) اگر پوتیوں کے ساتھ بیٹیاں بھی ہوں تو:

ایک بیٹی کے ساتھ پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو تہائی کی تکمیل ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، "بیٹی کی موجودگی میں پوتیوں کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو تہائی مکمل ہو جائے"۔ [۱۸۰]

اگر دو بیٹیاں ہوں تو پھر پوتیاں محروم رہیں گی۔ الا یہ کہ ان کے ساتھ کوئی پوتا بھی ہو جو انہیں عصبہ بنا دے، اس صورت میں یہ باقی ماندہ ترکے کے وارث ہوں گے اور آپس میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے اصول کے مطابق تقسیم کر لیں گے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "دو بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا، ہاں اگر ان کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہو تو وہ انہیں عصبہ بنا دے گا"۔ [۱۸۱]

پوتیوں کو عصبہ بنانے اور باقی ماندہ ترکہ حاصل کرنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ میت کا پوتا ان پوتیوں کا بھائی ہو بلکہ ان کے چچا کا بیٹا بھی ہو سکتا ہے۔ [۱۸۲] اسی طرح یہ بھی شرط نہیں ہے کہ انہیں عصبہ بنانے والا مذکر نسبی طور پر ان کے درجے کا ہو، بلکہ ان سے نیچے درجے کا بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ نے پوتے کے بارے میں فرمایا: "اس سے اوپر یا اس کے برابر کی بیٹیوں پر تو یہ وارد ہوتا ہے، یعنی انہیں عصبہ بنا دیتا ہے، لیکن اس سے نیچے کی جو بیٹیاں ہیں ان پر وارد نہیں ہوتا"۔ [۱۸۳]

اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسئلہ نمبر ۲۲، ۲۳، ۲۴، میں درج ذیل صورتوں

میں فیصلہ کیا ہے:

اس سے [۱۸۴] میں ہم دیکھتے ہیں کہ پوتیاں پوتے کی وجہ سے عصبہ ہوگئیں اور باقی ماندہ ترکہ ان سب کو مل گیا۔

| | | ۲ | |
|---|---|---|---|
| | | ۲ | ۴ |
| ۱/۲ | بیٹی | ۱ | ۲ |
| عصبہ | پوتیاں ۲ | | ۲ |
| | پوتا | ۱ | ۲ |

(شکل نمبر ۲۲)

اس مسئلہ [۱۸۵] میں پوتی، پوتے کی وجہ سے عصبہ ہوگئی اور اس کے ساتھ باقی ماندہ ترکہ کی حق دار ہوگی۔

| | | ۳ | |
|---|---|---|---|
| | | ۳ | ۹ |
| ۲/۳ | دو بیٹیاں | ۲ | ٦ |
| عصبہ | پوتی | ۱ | ۱ |
| | پوتا | ۱ | ۲ |

(شکل نمبر ۲۳)

اس مسئلے [۱۸٦] میں پڑپوتے نے پوتی کو عصبہ بنا دیا ہے حالانکہ وہ پوتی سے نسبی لحاظ سے ایک درجہ نیچے ہے۔

| | | ۳ | |
|---|---|---|---|
| | | ۳ | ۹ |
| ۲/۳ | دو بیٹیاں | ۲ | ٦ |
| عصبہ | پوتی | | ۱ |
| | پڑپوتا | ۱ | ۲ |

(شکل نمبر ۲۴)

۸) حقیقی بہنیں:

ان کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں:

الف) اگر بہن ایک ہو اور ساتھ بھائی نہ ہو تو اسے نصف ترکہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَلَهُۥٓ أُخۡتٞ فَلَهَا نِصۡفُ مَا تَرَكَ (النساء۔ ۱۷٦) (اس کی بہن ہو تو اسے اس کے ترکے کا نصف ملے گا)

ب) دو یا دو سے زائد بہنوں کو دو تہائی ملے گا اگر ساتھ بھائی نہ ہو. اللہ تعالیٰ کا قول ہے: فَإِن كَانَتَا ٱثۡنَتَيۡنِ (النساء۔ ۱۷٦) (اگر دو ہوں تو ان کے لئے دو تہائی ہے)۔ حضرت علی نے فرمایا:
"ایک حقیقی بہن کے لئے نصف اور دو کے لئے دو تہائی ہے" [۱۸۷]

ج) اگر ان کے ساتھ ان کا کوئی بھائی ہو تو یہ عصبہ بن جاتی ہیں اور باقی ماندہ ترکہ سب کو مل جاتا ہے جس کی ان کے درمیان تقسیم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ. کے اصول پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَإِن كَانُوٓا۟ إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ اگر یہ بھائی بہنیں ہوں تو پھر مذکر کے لئے دو مونث کے حصوں کے برابر حصہ ہے)

اسی طرح بہنیں بیٹی کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں اور باقی ماندہ ترکہ لے لیتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "بیٹیوں کے ساتھ بہنیں عصبہ ہوتی ہیں" [۱۸۸] آپ نے ایک بیٹی اور ایک بہن کے ترکے کے بارے میں فیصلہ دیا کہ بیٹی کو ذوی الفروض کے طور پر نصف ملے گا اور باقی عصبہ کے طور پر بہن کو مل جائے گا" [۱۸۹]

د) فرع مذکر مثلاً بیٹا اور اسی طرح باپ کی موجودگی میں بہنیں محجوب، یعنی ترکہ سے محروم رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: لَيْسَ لَهُۥ وَلَدٌ وَلَهُۥٓ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (النساء۔ ۱۷۶) (اگر اس کا وارث نہ ہو اور ایک بہن ہو تو بہن کو نصف ترکہ ملے گا)

۹) علاتی بہنیں۔ ان کی درج ذیل حالتیں ہیں:

الف) اگر حقیقی بھائی بہن موجود نہ ہوں تو ایک علاتی بہن کو نصف ترکہ اور دو یا دو سے زائد کو دو تہائی مل جائے گا۔

ب) ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں انہیں چھٹا حصہ ملے گا، تاکہ دو تہائی مکمل ہو جائے۔

ج) دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوں گی۔

د) اگر ان کے ساتھ ایک علاتی بھائی بھی ہو تو یہ عصبہ ہو جائیں گی اور بھائی کے ساتھ باقی ماندہ ترکہ کی وارث ہوں گی، اسی طرح یہ بیٹیوں کے ساتھ بھی عصبہ ہو کر باقی ماندہ ترکہ کی حقدار ہونگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "حقیقی بہنوں کے ساتھ علاتی بہنوں کی وہی حیثیت ہے جو پوتیوں کی حقیقی بیٹیوں کے ساتھ ہے" [۱۹۰] آپ نے ایک حقیقی بہن، ایک علاتی بھائی اور علاتی بہن کے ترکہ کا مسئلہ نمبر ۲۵ کی صورت میں فیصلہ کیا تھا۔ [۱۹۱]

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | | | | ۳ |
| | | | ۲ | ۶ |
| ۱/۲ | حقیقی بہن | | ۱ | ۳ |
| عصبہ | علاتی بہن | | | ۱ |
| | علاتی بھائی | | ۱ | ۲ |

اس مسئلہ میں علاتی بہن علاتی بھائی کے ساتھ عصبہ ہو گئی اور دونوں بھائی بہن باقی ماندہ ترکہ کے وارث ہوئے۔

(شکل نمبر ۲۵)

آپ نے دو حقیقی بہنوں، ایک علاتی بہن اور ایک علاتی بھائی کے ترکے کا فیصلہ مسئلہ نمبر ۲۶ کے مطابق اس طرح کیا۔ [۱۹۲]

اس مسئلے میں علاتی بہن اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ بن کر باقی ماندہ ترکے کی اپنے بھائی کے ساتھ حقدار ہو گئی باوجودیکہ حقیقی بہنوں نے ترکے کے دو تہائی حصے مکمل کر لئے تھے۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| | | | ۳ |
| | | ۳ | ۹ |
| ۲/۳ | دو حقیقی بہنیں | ۲ | ۶ |
| عصبہ | ایک علاتی بہن | | ۱ |
| | ایک علاتی بھائی | ۱ | ۲ |

(شکل نمبر ۲۶)

۹) علاتی بہنیں فرع مذکر مثلاً بیٹا، اسی طرح باپ، حقیقی بھائی اور حقیقی بہن (جب کہ وہ بیٹوں کی وجہ سے عصبہ ہو) کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ کا قول ہے: "حقیقی بھائی بہن ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اور (ان کی موجودگی میں) علاتی بھائی بہن ان کے وارث نہیں ہوں گے۔ ایک شخص اپنے حقیقی بھائی کا وارث ہو گا اور اس کا علاتی بھائی اس کا وارث نہیں ہو گا۔ [۱۹۳]

۱۰) مسئلہ مشترکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

حضرت علیؓ مسئلہ مشترکہ (مسئلہ نمبر ۲۷) میں اس طرح فیصلہ کرتے تھے۔ [۱۹۴]

اس مسئلہ میں دیکھا جاسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حقیقی بھائی بہنوں کو کچھ نہیں دیا کیونکہ وہ عصبہ تھے، اور ان کے لئے ترکہ میں سے کچھ باقی نہیں رہا تھا حالانکہ وہ اخیافی بھائی بہنوں کے ساتھ ماں میں شریک تھے، یعنی ان سب کی ماں ایک تھی۔ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر زیدؓ بن ثابت نے اس سب کو تہائی ترکہ میں شریک کر دیا تھا۔

| | | |
|---|---|---|
| | | ۶ |
| ۱/۲ | شوہر | ۳ |
| ۱/۶ | ماں | ۱ |
| ۱/۳ | اخیافی بھائی بہن | ۲ |
| عصبہ | حقیقی بھائی بہن | — |

(شکل نمبر ۲۷)

۱۱) ماں: ماں کے وارث ہونے کی درج ذیل حالتیں ہیں:

الف) مذکر یا مونث فرع، بیٹا بیٹی کے ہوتے ہوئے ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ زیدؒ بن علی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میت کی اولاد کے ہوتے ہوئے ماں کو چھٹے حصہ سے زیادہ نہیں دیتے تھے۔ [۱۹۵]

اگر ماں کے ساتھ ایک سے زائد بھائی ہوں تو اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٌ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ ۚ (النسا۔ ۱۱) (اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ وارث ہو رہے ہوں تو ماں کو تہائی حصہ ملے گا اگر اس کے بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) اگر ماں کے ساتھ ایک بھائی اور ایک بہن ہو یا دو بہنیں ہوں تو ان کی وراثت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے ماں کا حصہ تہائی سے کم ہو کر چھٹا نہیں ہو گا۔ یہ روایت زیدؒ بن علی نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔ انہوں نے کہا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ دو بہنوں کا یا ایک بھائی ایک بہن یا دو سے زائد بہنوں کی وجہ سے ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا نہیں کرتے تھے، الا یہ کہ دو یا دو سے زائد بہنوں کے ساتھ ان کا ایک بھائی بھی ہوتا" [۱۹۶] اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا حصہ تہائی سے کم ہو کر چھٹا اس وقت ہوتا اگر دو یا دو سے زائد بہنوں کے ساتھ ان کا بھائی بھی ہوتا۔

دوسری روایت جو الجامع الکافی میں مذکور ہے یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیتے تھے اگر اس کے ساتھ دو بھائی یا دو بہنیں ہوں۔ [۱۹۷]

ب) زوجین میں سے ایک کو اس کا مقررہ حصہ ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا تہائی ماں کو ملے گا اگر صورت مسئلہ میں ماں باپ اور زوجین سے میں صرف ایک وارث ہو رہا ہو۔ [۱۹۸]

مشہور یہ ہے کہ یہ مسئلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تھا۔ آپ نے زوجین میں سے ایک کو اس کا حصہ دے کر باقی ماندہ کا تہائی حصہ ماں کو دیا تاکہ ماں کا حصہ باپ کو ملنے والے حصے سے بڑھ نہ جائے۔ اس لئے اس مسئلے کا نام المسئلہ

العمریہ۔ (حضرت عمرؓ کا حل کردہ مسئلہ) پڑ گیا۔ حضرت علیؓ سے ایک روایت یہی ہے اور یہی روایت صحیح ہے (مسئلہ نمبر ۲۸ اور ۲۹)

(شکل نمبر ۲۸)

| | | ۶ |
|---|---|---|
| ۱/۲ | شوہر | ۳ |
| عصبہ | باپ | ۲ |
| باقی ۱/۳ | ماں | ۱ |

(شکل نمبر ۲۹)

| | | ۴ |
|---|---|---|
| ۱/۴ | بیوی | ۱ |
| عصبہ | باپ | ۲ |
| باقی کا | ۱/۳ ماں | ۱ |

دوسری روایت یہ ہے کہ اس مسئلے میں ماں کو پورے ترکے کا تہائی ملے گا نہ کہ زوجین میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد باقی کا تہائی۔ [۱۹۹] امام بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے اس روایت کی تضعیف کی ہے۔

ج) اصحاب فروض کو ان کے حصے دینے کے بعد ماں باقی ترکہ کے چھٹے حصے کے استحقاق کے لئے باپ کے قائم مقام ہو جائے گی اگر اس کا بیٹا زنا کی پیدائش ہو یا لعان کی وجہ سے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو (دیکھئے لفظ ارث. جزب)

۱۲) الجدۃ : دادی، نانی اس کی درج ذیل حالتیں ہیں :

الف) چھٹا حصہ. خواہ جدہ ایک ہو یا متعدد ہوں بشرطیکہ میت سے قرابت میں وہ سب ایک درجے پر ہوں۔ بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ جدہ کو چھٹا حصہ دیتے تھے چاہے وہ ایک ہو یا دو یا تین. انہیں چھٹے سے کم نہیں دیتے تھے اور نہ ہی زیادہ۔ اگر میت تک ان کی قرابت مساوی درجے کی ہوتی۔ [۲۰۰] حضرت علیؓ کا قول ہے : "جدات چھٹے حصے کی وارث ہوں گی. چاہے وہ ایک ہو یا دو ہوں اگر تین ہوں تو بھی ان کے درمیان یہی حصہ تقسیم ہو گا" [۲۰۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ تین جدات کو اکٹھی وارث بنا دیتے، جن میں دو باپ کی طرف سے، یعنی باپ کے باپ کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں اور ایک ماں کی طرف سے. یعنی ماں کی ماں کی ماں ہوتی۔ [۲۰۲] ایک شخص وفات پا گیا اور اپنے پیچھے باپ کی دادی اور نانی اور ماں

کی دادی اور نانی چھوڑ گیا، حضرت علیؓ نے باپ کی اور ماں کی نانی کو وارث قرار دیا، اور ماں کی دادی کو وراثت سے ساقط کر دیا۔ [۲۰۳] کیونکہ وہ جدہ فاسدہ تھی، اس لئے کہ اس کے اور میت کے درمیان ایک مذکر (ماں کا باپ) آ گیا تھا۔

ب) میت کی سب سے قریبی دادی یا نانی میت کی دور کی دادی یا نانی کو وراثت سے محجوب، یعنی محروم کر دے گی۔ [۲۰۴]

ج) ماں کی موجودگی میں تمام دادیاں اور نانیاں وراثت سے محروم ہوں گی۔ زیدؒ بن علی نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جدہ ماں کی موجودگی میں کسی چیز کی وارث نہیں ہوگی" [۲۰۵] جس طرح کہ باپ کی موجودگی میں دادیاں نہ کہ نانیاں وراثت سے محروم ہوں گی، حضرت علیؓ نے فرمایا: "دادی اپنے بیٹے، یعنی میت کے باپ کے ساتھ وارث نہیں ہوگی اگر وہ زندہ ہو" [۲۰۶] امام شعبی نے فرمایا: "حضرت علیؓ دادی کو اس کے بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہیں کرتے تھے" [۲۰۷] ابراہیم نخعیؒ اور سعید بن مسیّبؒ نے بھی حضرت علیؓ سے اسی قسم کی روایتیں کی ہیں۔ [۲۰۸]

د) عصبات کی میراث:

۱) ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کے عصبات مستحق ہوتے ہیں۔

۲) عصبات کی دو قسمیں ہیں:

الف) پہلی قسم۔ عصبہ نسبی۔ ان کے تین گروہ ہیں:

پہلا گروہ۔ عصبہ بنفسہ۔ اور وہ میت کی فرع ہے اگرچہ نیچے تک چلی جائے۔ پھر میت کی اصل اگرچہ اوپر تک چلی جائے، پھر میت کے باپ کی فرع اگرچہ نیچے تک چلی جائے، پھر میت کے دادا کی فرع، جب کہ یہ سب مذکر ہوں اور میت کی طرف ان کی نسبت میں کوئی مونث واسطہ نہ ہو۔ ترکہ کے استحقاق میں مندرجہ بالا ترتیب سے وہی مقدم ہوگا جو سب سے زیادہ قریبی ہوگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "بیٹا سب سے قریبی عصبہ ہے، پھر پوتا پھر پڑپوتا الی آخرہ، پھر باپ، پھر دادا اگرچہ اوپر تک چلا جائے، پھر حقیقی بھائی، پھر علاتی بھائی، پھر علاتی چچا، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر علاتی چچا کا بیٹا، یہ کل بارہ افراد ہوئے" [۲۰۹] آپ نے یہ بھی

فرمایا: "جب مرنے والا ایک بیٹا چھوڑ جائے تو سارا مال اس کا ہے، اگر دو بیٹے چھوڑ جائے، تو مال ان دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا اور اگر تین بیٹے چھوڑ جائے تو مال ان تینوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم ہو گا۔ اگر بیٹے بیٹیاں چھوڑ جائے تو مال ان کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے اصول پر تقسیم ہو گا۔ اگر صلبی اولاد نہ ہو اور پوتے پوتیاں چھوڑ کر مرا جن کا میت کے ساتھ نسب یکساں ہو تو سارا ترکہ ان کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے اصول کے مطابق تقسیم ہو جائے گا اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں یہ بہ منزلہ اولاد ہوں گے۔ اگر ایک بیٹا اور ایک پوتا چھوڑ گیا تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح اگر پوتا اور پڑپوتا اور پڑپوتیاں چھوڑ گیا تو جس طرح بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے کو کچھ نہیں ملے گا اسی طرح پوتے کے ہوتے ہوئے پڑپوتوں اور پڑپوتیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر میت کا باپ زندہ ہو تو سارا مال اس کا ہو گا اور اگر باپ اور بیٹا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ اور باقی ماندہ بیٹے کو مل جائے گا۔ اگر پوتا چھوڑ گیا اور بیٹا نہ چھوڑا تو پوتا بہ منزلہ بیٹا ہو گا" [۲۱۰]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ان دونوں بیانات میں ہم دیکھتے ہیں کہ:

اگر عصبات کی جہت ایک ہو لیکن میت سے قرابت کے درجے مختلف ہوں تو جو سب سے قریبی ہو گا اسے مقدم کیا جائے گا، پھر باپ کی جہت، پھر بھائیوں کی جہت اور پھر چچا کی جہت۔

اگر عصبات کی جہت ایک ہو لیکن میت سے قرابت کے درجے مختلف ہوں تو جو سب سے قریبی ہو گا اسے مقدم کیا جائے گا، اس لئے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا وارث نہیں ہو گا۔

اگر عصبات میں جہت اور قرابت دونوں میں یکسانیت ہو تو جس کی قرابت زیادہ قوی ہو گی اسے مقدم کیا جائے گا۔ اس لئے جو قرابت ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہو گی اسے اس قرابت پر مقدم کیا جائے گا جو صرف باپ کی طرف سے ہو گی۔

دوسرا گروہ۔ عصبہ بغیرہ۔ یہ بیٹیاں، پوتیاں، حقیقی بہنیں اور علاتی بہنیں ہیں۔ یہ تمام اپنے اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں جس طرح کہ ان کی وراثت کی حالتوں میں تفصیلاً ذکر ہوا۔

تیسرا گروہ عصبہ مع غیرہ یہ حقیقی یا علاتی بہنیں ہیں۔ جو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہیں۔

جیسا کہ سابق میں گزر چکا ہے۔

ب) دوسری قسم: عصبہ سببی جو ولاء[۲۱۱] کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسباب ولاء کے اختلاف کی وجہ سے ولاء کی دو قسمیں ہیں:

اول: احسان کرنے کی بنا پر حاصل ہونے والی ولاء۔ جیسا کہ آزاد کرنے والے کی آزاد کردہ شخص پر ولاء یا کہیں پڑے ہوئے بچے پر اس کے اٹھا لینے والے کی ولاء یا داعی اسلام کی اس شخص پر ولاء جو اس کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا ہو۔ اسی حقیقت کی طرف حضرت علیؓ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے کہ: "ولاء صرف اسی شخص کے لئے ہے جس نے کوئی مہربانی کی ہو" [۲۱۲] اسی بنیاد پر صاحب ولاء اپنے مولیٰ (جس پر مہربانی یا احسان کیا گیا ہو) کے ترکہ کا وارث ہو گا، اگر اس کا کوئی ذوالفرض یا عصبہ یا ذوی الارحام وارث موجود نہ ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: ولاء نسب کی ایک شاخ ہے۔ جس نے اسے سمیٹا وہ میراث بھی سمیٹ لے گا" [۲۱۳] زیدؒ بن علی سے روایت ہے کہ: "حضرت علیؓ صاحب ولاء کو ایسے وارثوں کی موجودگی میں میراث کا حصہ نہیں دیتے تھے جن کے حصے مقرر ہیں۔ ساتھ وراثت نہیں دیتے تھے، ہاں اگر میاں بیوی کے ساتھ صاحب ولاء ہوتا تو اسے حصہ مل جاتا" [۲۱۴] کیونکہ آپ باقی ماندہ ترکہ کو شوہر یا بیوی پر رد نہیں کرتے تھے، اسی لئے آپ نے بیٹی اور آزاد کرنے والے آقا کی میراث کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ بیٹی کو نصف دے کر باقی ماندہ ترکہ بھی اسی پر رد کر دیا جائے، مولی العتاقہ کو کچھ نہیں دیا۔ [۲۱۵]

عورت ولا بالعتق (آزادی دینے کی بنا پر حاصل ہونے والی ولاء) کی بنیاد پر صرف اسی شخص کی وارث ہو سکتی ہے جسے اس نے آزاد کیا ہو یا جسے اس کے آزاد کردہ شخص نے آزاد کر دیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "عورتیں ولاء کی بنا پر صرف ان لوگوں کی وارث ہو سکتی ہیں جنہیں انہوں نے مکاتب بنایا یا آزاد کر دیا ہو"۔ [۲۱۶]

دوم: ولا بالعقد: اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مجہول النسب انسان کسی شخص سے آ کر کہتا ہے کہ تو میرا ولی ہے میری موت پر تو میرا وارث ہو گا اور میرے جرم کا تو جرمانہ ادا کرے گا۔ وہ شخص اس کی یہ بات قبول کر لیتا ہے اور ان میں عقد موالاۃ ہو جاتا ہے۔

ایک شخص نے جو اسی علاقے کا تھا حضرت علیؓ کے پاس آ کر عقد ولاء کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت علیؓ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ شخص حضرت عبداللہ بن

عباسؓ کے پاس چلا گیا، جنہوں نے اس کے ساتھ عقد موالات کر لیا۔[۲۱۷] (دیکھئے لفظ ولاء فقرہ ۳)

حضرت علیؓ کے نزدیک عقد ولاء کی وجہ سے توارث جاری ہے اور منسوخ نہیں ہوا[۲۱۸] استحقاق ارث میں ولاء عقد کا نمبر ولاء ید کے بعد آتا ہے۔

ز) قرابت کی بنا پر استحقاق ارث۔ قرابت کی بنا پر وراثت کا حق حاصل ہوتا ہے اگر قرابت کی جہتیں متعدد ہوں تو تمام قرابتوں سے وراثت حاصل ہوگی۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ مجوسیوں کو دو جہتوں[۲۱۹] سے وارث ٹھہراتے تھے جب کہ ان میں سے کوئی شخص دو قرابتوں سے وارث ہوتا، وجہ یہ تھی مجوسی محرمات (ایسی رشتہ دار خواتین جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو) مثلاً بہن سے نکاح کرنا درست سمجھتے ہیں۔ اب اگر کسی مجوسی نے اپنی بہن سے نکاح کر لیا اور پھر وہ مر گیا تو اس کی بیوی دو جہتوں سے اس کی وارث ہوگی بہن کی حیثیت سے اور پھر بیوی کی حیثیت سے، آپ نے یک عورت کے ترکہ کے بارے میں جو اپنے پیچھے دو چچا زاد بھائی چھوڑ گئی تھی جن میں سے ایک اس کا اخیافی بھائی تھا، یہ فیصلہ دیا کہ اس کے اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی ماندہ ترکہ دونوں میں عصبہ ہونے کی بنیاد پر برابر تقسیم ہو جائے گا۔[۲۲۰] اسی طرح ایک عورت کے ترکہ کے بارے میں، جو اپنے پیچھے اخیافی بھائی بہن چھوڑ گئی تھی اور ان میں ایک اس کا چچا زاد بھائی بھی لگتا تھا، یہ فیصلہ دیا تھا کہ تہائی ترکہ ان سب کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور باقی ماندہ اسے مل جائے گا جو اس کا چچا زاد ہے[۲۲۱] اسی طرح ایک عورت پسماندگان میں دو چچا زاد بھائی چھوڑ گئی جن میں سے ایک اس کا خاوند اور دوسرا اخیافی بھائی تھا، آپ نے فیصلہ دیا کہ اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ، شوہر کو نصف حصہ اور باقی ماندہ کو دونوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ یہ مسئلہ قاضی شریحؒ کے سامنے بھی پیش کیا گیا تھا، قاضی صاحب نے شوہر کو نصف اور باقی ماندہ اخیافی بھائی کو دے دیا تھا، چھٹا حصہ تو اسے ذوی الفروض کی حیثیت سے دیا اور باقی ماندہ حصہ کو اس پر رد کر دیا۔ جب حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے قاضی صاحب کو بلا کر اس فیصلے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ میں نے شوہر کو نصف دے دیا اور باقی ماندہ اخیافی بھائی کو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نے یہ فیصلہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کی روشنی میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: "کتاب اللہ کی روشنی میں" حضرت علیؓ نے پوچھا:

"کس آیت سے؟" قاضی صاحب نے جواب میں آیت : وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (الانفال۔ ۷۵) (اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بعض بعض سے بڑھ کر ہیں) پڑھ دی، اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "اچھا شوہر کے لئے تو نصف ہو گیا اور اس کے لئے باقی ماندہ؟ (حضرت علیؓ کا مقصد یہ تھا کہ آیت کی روشنی میں شوہر کی حیثیت اخیافی بھائی سے بڑھ کر ہے، اس لئے ترکہ میں اسے اخیافی بھائی کے مقابلے میں زیادہ ملنا چاہئے۔ مترجم) پھر آپ نے شوہر کو نصف اور اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ دیا اور باقی ماندہ ترکہ کو دونوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کر دیا۔ [۲۲۲]

ح) ذووالارحام:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ ذوی الارحام کو میراث میں سے حصہ صرف اس صورت میں دیتے تھے جب ذوی الفروض (ماسوا میاں بیوی کے) اور عصبات موجود نہ ہوں۔ اگر شوہر یا بیوی کے ساتھ ذوی الارحام میں سے کوئی ہوتا تو پہلے شوہر یا بیوی کا حصہ نکال کر جو باقی بچتا وہ اسے دے دیتے، بشرطیکہ ذوی الفروض یا عصبات میں سے ان کے ساتھ کوئی اور نہ ہوتا۔ [۲۲۳] آپ ذوی الفروض کو موالی (اصحاب موالات) پر مقدم کرتے تھے۔ [۲۲۴] اگر کوئی ذو رحم تنہا ہو گا تو وہ سارا مال لے لے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ماموں اس کا وارث ہوتا ہے جس کا کوئی وارث نہیں ہوتا" [۲۲۵]

۲) ذوی الارحام کو وارث بنانے کی کیفیت: حضرت علی رضی اللہ عنہ ذوی الارحام میں سے ہر ایک کو اس شخص کے قائم مقام کر دیتے جس کے واسطے سے یہ ذو رحم میت کے ساتھ رشتہ داری رکھتا ہے۔ (مثلاً پھوپھی کو باپ کے قائم مقام کر دینا۔ کیونکہ میت کی طرف پھوپھی کی نسبت باپ کے واسطے سے ہے) پھر واسطے کو اس کا حصہ دے کر وہی حصہ اس کے فروع میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے اصول پر تقسیم کر دیتے ماسوائے اخیافی بھائی بہن کے آپ ان کے درمیان ترکے سے ملنے والے حصے کو مساوی طور پر تقسیم کرتے تھے۔ [۲۲۶] آپ نے پھوبھی کو باپ کے اور خالہ کو ماں کے قائم مقام قرار دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ پھوپھی کو چچا کے قائم مقام کرتے تھے۔ [۲۲۷] لیکن پہلی روایت آپ کے ان دونوں فیصلوں کی روشنی میں جو متفقہ طور پر نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں، صحیح ترین روایت ہے۔ اگر کسی ذو رحم میں دو قرابتیں پائی جاتیں تو اسے دونوں قرابتوں کی میراث عطا کرتے جیسا کہ

اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ [۲۲۸] اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے مسائل نمبر ۳۰ تا ۳۶ کے فیصلے کئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اس مسئلے (نمبر ۳۰) میں دیکھا جاسکتا کہ حضرت علیؓ نے اسے بیٹی اور پوتی کے درمیان فرض کرکے انہیں ان کا حصہ دیا۔ پھر یہی حصے ان کی فروع (نواسی، پوتی کی بیٹی) کو منتقل کر دیئے۔ اس مسئلے میں رد بھی ہوا جیسا کہ ظاہر ہے۔ [۲۲۹]

| | | ۶ | ۴ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | نواسی | | ۳ |
| ۱/۲ | پوتی کی بیٹی | | ۱ |

(شکل نمبر ۳۰)

اس مسئلے (نمبر ۳۱) میں خالہ کو ماں کے قائم مقام کرکے ماں کا حصہ اسے دے دیا گیا اور پھوپھی کو باپ کے قائم مقام کرکے باقی ماندہ ترکہ اسے حوالے کر دیا گیا۔ [۲۳۰] اس مسئلے میں بھی رد ہوا ہے۔

| | | ۶ | ۳ |
|---|---|---|---|
| باقی | پھوپھی | | ۲ |
| ۱/۶ | خالہ | | ۱ |

(شکل نمبر ۳۱)

اس مسئلے (نمبر ۳۲) میں ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے ترکہ پہلی اور دوسری عورت کے درمیان تقسیم کر دیا۔ پہلی کو نصف دیا کیونکہ وہ بیٹی کے قائم مقام ہے، چنانچہ بیٹی کا حصہ اسے مل گیا۔ دوسری کو باقی ماندہ ترکہ دے دیا کیونکہ وہ بھائی کے ذریعے نسبت رکھتی تھی۔ اسے بھائی کا حصہ مل گیا۔ تیسری محجوب یعنی، محروم ہوئی کیونکہ میت سے قرابت میں وہ دور تھی۔ [۲۳۱]

| | | ۲ |
|---|---|---|
| | نواسی کی بیٹی | ۱ |
| باقی | بھتیجی | ۱ |
| محجوب | نواسی کی نواسی | — |

(شکل نمبر ۳۲)

اس مسئلے (نمبر ۳۳) میں آپ نے دونوں کے درمیان ترکہ نصف نصف تقسیم کر دیا، اس لئے کہ

ان میں سے ہر ایک اخیافی بہن کے واسطے سے میت سے نسبت رکھتا تھا۔ اس لئے ہر ایک کو اخیافی بہن کا حصہ مل گیا۔ [۲۳۲]

| ۲ | |
|---|---|
| ۱ | اخیافی بہن کا بیٹا |
| ۱ | اخیافی بہن کی بیٹی |

(شکل نمبر ۳۳)

اس مسئلے (نمبر ۳۴) میں نظر آتا ہے کہ آپ نے پہلی خاتون کو چھٹا حصہ دیا کیونکہ اس کا واسطہ اخیافی بھائی تھا۔ اس لئے اسے اخیافی بھائی کا حصہ مل گیا۔ دوسری خاتون کو باقی ترکہ مل گیا کیونکہ اس کا واسطہ حقیقی بھائی تھا۔ اس لئے اسے اس کا حصہ مل گیا۔ تیسری محروم رہی کیونکہ اس کا واسطہ علاتی بھائی تھا جو حقیقی بھائی کی موجودگی میں وارث نہیں ہوتا۔ [۲۳۳]

| ٦ | | |
|---|---|---|
| ۱ | اخیافی بھائی کی بیٹی | |
| ۵ | حقیقی بھائی کی بیٹی | باقی |
| — | علاتی بھائی کی بیٹی | محجوب |

(شکل نمبر ۳۴)

اس مسئلے (نمبر ۳۵) میں اپ نے سارا مال پہلی کو دے دیا اور دوسری کو کچھ نہیں دیا کیونکہ اس کا واسطہ اخیافی بھائی تھا جو فرع (بیٹا بیٹی) کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوتا۔ [۲۳۴]

| ۱ | | |
|---|---|---|
| ۱ | نواسی کی بیٹی | |
| — | اخیافی بھائی کا بیٹا | محجوب |

(شکل نمبر ۳۵)

اس مسئلے (نمبر ۳٦) میں پہلے کو نصف دیا گیا کیونکہ اس کا واسطہ بیٹی تھی جس کا حصہ نصف ہوتا ہے۔ دوسری کو باقی دیا گیا کیونکہ اس کا واسطہ بھائی تھا جو عصبہ ہوتا ہے۔ اس طرح بھائی کا حصہ بھتیجی کو مل گیا۔ [۲۳۵]

| ۲ | | |
|---|---|---|
| ۱ | نواسی کا بیٹا | |
| ۱ | بھتیجی | باقی |

(شکل نمبر ۳٦)

## ۵۔ العول: حساب کا گھٹنا

اگر وراثت کے اصل حصے، ورثاء کے حصوں کو پورا کرنے کے لئے ناکافی ہوں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی صورت میں عول (ہر ایک وارث کے حصے میں اس کے حصے کی نسبت سے کمی کر کے تمام ورثاء کے حصے پورے کرنا) کے قائل تھے۔ آپ کا قول ہے: "فرائض (یعنی ورثاء کے مقررہ حصے) گھٹ جاتے ہیں" [۲۳۶] اس بنا پر آپ نے مسئلے نمبر ۳۷ میں درج ذیل فتویٰ دیا:

اس مسئلے (نمبر ۳۷) میں دیکھا جاسکتا ہے کہ اصل مسئلہ ۶ حصوں پر مشتمل تھا لیکن تمام ورثاء کے حصوں کو جو ۹ تھے ان سے پورا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے اصل مسئلہ کو ۹ حصوں میں ان کے حصوں کی نسبت سے عول (کمی) کیا گیا۔ [۲۳۷]

| | | ۶ | ۹ |
|---|---|---|---|
| ۱/۳ | ماں | | ۲ |
| ۱/۲ | شوہر | | ۳ |
| ۱/۲ | بہن | | ۳ |
| ۱/۶ | دادا | | ۱ |

(شکل نمبر ۳۷)

حصوں کی نسبت سے عول (کمی) کیا گیا۔ [۲۳۷]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ایک دن آپ کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور ابھی آپ نے یہ الفاظ کہے تھے۔ الحمد اللہ الذی یحکم بالحق قطعاً، ویجزی کل نفس بما تسعی . و الیہ المآل والرجعی ...... " (تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو قطعی طور پر حق کے مطابق فیصلے کرتا اور ہر نفس کو بدلے میں وہی کچھ دیتا ہے جس کے لئے اس نے تگ و دوکی ہو اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) کہ ابن الکواء نے آپ کو روک کر میراث کا مسئلہ پوچھا جس میں بیوی، دو بیٹیاں، ماں اور باپ وارث تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد ذہانت سے فوراً سمجھ لیا کہ سائل کا مقصد بیوی کے حصے کے بارے میں تاکد حاصل کرنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے اس کا جواب دینے کے لئے یہ جملہ صار ثمنها تسعاً : (اس کا آٹھواں حصہ اب نواں حصہ بن گیا) ارشاد فرمایا جو گذشتہ جملوں کے ساتھ مکمل طور پر ہم قافیہ تھا، اور اپنا خطبہ جاری رکھا۔ دراصل آپ نے یہ فرمایا کہ اس مسئلے میں عول ہو جائے گا جس کی وجہ سے بیوی کا حصہ ثمن (۱/۸) سے گھٹ کر تسع (۱/۹) [۲۳۸] ہو جائے گا۔ اس مسئلے کی صورت یہ ہے:

اس مسئلے (نمبر ۳۸) میں ہم دیکھتے ہیں اس میں اصل حصے ۲۴ تھے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے عول کر کے ۲۷ حصے کر دیے، پہلے بیوی کا حصہ ۲۴ / ۳ یعنی آٹھواں تھا اب عول کے بعد اس کا حصہ ۲۷ / ۳ ہو گیا یعنی نواں حصہ۔

| | | ۲۴ | ۲۷ |
|---|---|---|---|
| ۱/۸ | بیوی | | ۳ |
| ۲/۳ | دو بیٹیاں | | ۱۶ |
| ۱/۶ | ماں | | ۴ |
| ۱/۶ | باپ | | ۴ |

(شکل نمبر ۳۸)

۶۔ الرد: لوٹا دینا

الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ بوجہ ولاء وارث بنانے پر ذوی الفروض کو ان کے حصوں کی نسبت سے بقیہ ترکہ لوٹا دینے کو مقدم رکھتے تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ [۲۳۹]

ب) آپ، ماسوائے شوہر اور بیوی، ذوی الفروض کو ان کے حصوں کی نسبت سے باقی ماندہ ترکہ لوٹا دیتے تھے، شوہر اور بیوی پر رد کا عمل نہیں کرتے تھے۔

ج) آپ ذوی الارحام پر بھی ان کے حصوں کی نسبت سے رد کا عمل کرتے [۲۴۰] اور اسی بنا پر آپ نے درج ذیل مسائل کے اس طرح فیصلے کیے:

اس مسئلے (نمبر ۳۹) [۲۴۱] میں ہم دیکھتے ہیں کہ اصل مسئلہ ۳ سے نکلا تھا، پھر ورثاء کے حصوں میں رد کا عمل کر کے مسئلہ کو ۲ سے حل کیا گیا۔

| | | ۳ | ۲ |
|---|---|---|---|
| ۱/۳ | اخیافی بہن | ۱ | ۱ |
| ۱/۳ | ماں | ۱ | ۱ |

(شکل نمبر ۳۹)

اس مسئلے (نمبر ۴۰) [۲۴۲] میں اصل مسئلہ ۶ سے نکالا گیا۔ پھر اس میں رد کا عمل کر کے مسئلہ کو ۴ سے حل کیا گیا۔

| | | ۶ | ۴ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | حقیقی بہن | ۳ | ۳ |
| ۱/۶ | علاتی بہن | ۱ | ۱ |

(شکل نمبر ۴۰)

اس مسئلے (نمبر ۴۱) [۲۴۳] میں اصل میں ۶ حصے تھے۔ ورثاء کے حصوں میں رد کا عمل کر کے اسے ۵ حصوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

| | | ۶ | ۵ |
|---|---|---|---|
| ۱/۲ | بیٹی | ۳ | ۳ |
| ۱/۶ | پوتی | ۱ | ۱ |
| ۱/۶ | ماں | ۱ | ۱ |

(شکل نمبر ۴۱)

## ارض: زمین

### ۱۔ ملکیت زمین:

الف) ایسی زمین جس کے مالکان مسلمان ہو جائیں۔ یہ زمین ان لوگوں کی ملکیت میں رہے گی، وہ جس طرح چاہیں گے اس میں پیداوار، فروخت، اجارہ، ہبہ وغیرہ کے لحاظ سے تصرف کریں گے، لیکن ان کے لئے اس زمین کو پیداوار دینے سے معطل کر دینا درست نہ ہو گا۔ وہ ایسا کریں گے تو مسلمانوں کو اسے پیداوار کے قابل بنانے کا حق حاصل ہو گا۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: میں ایک زمین پر گیا جو بے آباد ہو چکی تھی اور جس کے مالکان اس کو آباد کرنے سے عاجز آ چکے تھے، میں نے اس کی نہریں کھود کر درست کیں اور فصل بو دی۔ " حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس کی پیداوار کو مزے سے کھاؤ، تم نے اصلاح کی ہے، فساد نہیں مچایا، آباد کیا ہے برباد نہیں کیا" [۲۴۴]

لیکن ایسا کر کے کیا وہ زمین کے مالک سے بڑھ کر اس کا حق دار ہو جائے گا؟ اگر ایسا ہو گا تو کیا بے آباد ہونے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہو گی وہ مالک کو ادا کرے گا یا آباد کرنے کے بعد کی قیمت؟ یا کوئی قیمت ادا کئے بغیر اس کا مالک ہو جائے گا؟

یا اس کا اصل مالک ہی اس کا زیادہ حقدار ہو گا؟ اگر ایسا ہو گا تو کیا وہ اسے آباد کرنے والے کو کوئی قیمت ادا کئے بغیر اس کا مالک رہے گا یا اس کے بے آباد ہونے اور آباد ہونے کی صورتوں میں قیمتوں کا جو فرق ہو گا وہ ادا کرے گا۔ ؟ ان سوالات کے جوابات کے لئے ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایتیں نہیں ملیں اور میرا غالب گمان ہے کہ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے حضرت عمرؓ کی رائے سے مختلف نہیں تھی۔ اور شاید بعید نہ ہو کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے ہی اس بارے میں فیصلہ صادر کیا ہو، کیونکہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حضرت علیؓ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے تھے اور بہت

کم ایسا ہوتا کہ حضرت عمرؓ کسی اہم معاملہ میں حضرت علیؓ سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ کرتے۔

حضرت عمرؓ نے اس بارے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ ایسی زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ یا تو بے آباد ہونے کی صورت میں لگنے والی قیمت لے لے یا آباد ہونے اور بے آباد ہونے کی صورتوں میں قیمتوں کا جو فرق ہو وہ آباد کرنے والے کے حوالے کر دے۔ [۲۴۵]

ب) ایسی زمین جس کے مالکوں کے ساتھ مسلمانوں نے صلح کر لی ہو۔ اس زمین پر وہی شرائط نافذ کی جائیں گی جو طرفین نے صلح نامے میں لکھی ہوں گی۔ ایسی زمین پر اس کے مالکوں کا قبضہ ہوگا اور وہ ایک دوسرے سے اس کے وارث ہوں گے اور اس پر انفرادی ملکیت کے تمام احکام نافذ ہوں گے۔ [۲۴۶]

ج) ایسی زمین جسے بزور شمشیر فتح کیا گیا ہو: چونکہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں اسلامی فوجیں داخلی استحکام کو بحال کرنے اور خوارج وغیرہ کی طرف سے کی جانے والی مسلح بغاوت دبانے میں مصروف رہیں، اس لئے حضرت علیؓ کے دور میں ان کے ہاتھوں نئے علاقوں کی فتوحات نہیں ہوئیں۔ اور حضرت عمرؓ نے اراضی کے انتظامات کے لئے جو قوانین وضع کئے تھے ان پر حضرت علیؓ کے عہد میں عمل ہوتا رہا۔ [۲۴۷] خاص کر اس لئے بھی کہ اس بارے میں حضرت علیؓ کی جو رائے تھی وہی حضرت عمرؓ کی بھی رائے تھی۔ وہ اس طرح کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں عراق کی سرزمین فتح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں صحابہ سے مشورہ لیا جن میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اور پھر حضرت علیؓ کے مشورے پر عمل کیا۔ ابو عبیدؒ نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سواد عراق (عراق کی دیہی اراضی) کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دینے کا ارادہ کر کے ان کی پیمائش کا حکم دیا۔ جس سے پتہ چلا کہ تقسیم کر کے ایک شخص کے حصے میں تین کاشتکاروں کی زمین آتی ہے۔ آپ نے اس بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ان کاشتکاروں کو ان کی حالت پر رہنے دیا جائے، اس طرح یہ مسلمانوں کے لئے کار آمد رہیں گے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا۔ [۲۴۸]

ا) اس طرح حضرت علیؓ نے بزور شمشیر فتح ہونے والی سواد عراق کی زمینوں کو تمام مسلمانوں

کی عمومی ملکیت قرار دے کر ان پر کاشت کرنے والوں اور ان کی دیکھ بھال میں لگے رہنے والوں کو مستاجرین (اجارہ یا ٹھیکہ پر لینے والے) بنا دیا تھا جو سالانہ ایک معین رقم جسے خراج، کہا جاتا تھا، ادا کر کے کاشتکاری کرتے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں ایک دھقان (چودھری) مسلمان ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "اگر تم اپنی زمین پر مقیم رہو گے تو ہم تم سے جزیہ ہٹا لیں گے، اور اگر تم وہاں سے کہیں اور چلے جاؤ گے تو ہم اس زمین کے زیادہ حقدار ہوں گے۔" ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا: "اب مسلمان ہو جانے کی وجہ سے تم سے جزیہ ہٹا لیا جائے گا لیکن تمہاری زمین ہماری ہوگی" [۲۴۹]

اگر زمین پر مسلمانوں کی عمومی ملکیت ہوتی جس کی حفاظت اسلامی حکومت کرتی اور جس کے ہاتھ میں یہ زمین ہوتی وہ مستاجر یعنی اجارہ یا ٹھیکہ پر لینے والا ہوتا تو اس کے لئے اجرت کی ادائیگی ضروری ہوتی چاہے وہ مسلمان ہوتا یا ذمی۔ اسی لئے حضرت عمرؓ اور آپ کے بعد حضرت علیؓ اہل سواد میں سے کسی کے مسلمان ہو جانے پر اسے خراج کی رقم کے بدلے وہاں مقیم رہنے دیتے۔ [۲۵۰]

۲) مفتوحہ اراضی کی ملکیت کی درج بالا صورت میں ایسے شخص کے لئے جس کے ہاتھ میں یہ زمین ہوتی، اس کی فروخت درست نہ ہوتی، اس لئے کہ وہ ایسی چیز فروخت کرتا جو اس کی ملکیت میں نہ ہوتی۔ اسی لئے حضرت علیؓ ایسی فروخت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ [۲۵۱]

۳) تاہم جس کے ہاتھ میں ایسی زمین ہوتی وہ اس سے فائدہ اٹھانے کے حق کو دوسرے کے ہاتھوں فروخت کر سکتا تھا، چاہے فروخت کنندہ یا خریدار مسلمان ہوتا یا ذمی، لیکن حق انتفاع کی خریداری کے لئے کسی مسلمان کے اقدام کو ناپسند کیا جاتا تھا، اس لئے کہ ایسی صورت میں اس پر خراج کی رقم کی ادائیگی ضروری ہو جاتی، خراج حقیقت میں اگرچہ زمین کی اجرت ہوتی لیکن ظاہر میں یہ زمین کا جزیہ ہوتا۔ اور جزیہ کی ادائیگی میں ایک قسم کی ذلت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی مسلمان خراجی زمین خریدے۔ [۲۵۲]

۴) سواد عراق کی اراضی کی عمومی ملکیت تمام مسلمانوں کو حاصل تھی، بعض کے نزدیک اس کا مفہوم پوری طرح واضح نہیں تھا، اسی لئے بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اس ملکیت میں ان کا

بھی عمل دخل ہے۔ اس لئے بعض کھلم کھلا یہ کہہ دیتے کہ فلاں گاؤں میرا ہے یا فلاں باغ میرا ہے یا یہ کہ اس میں میرا بھی حصہ ہے۔ اس لئے مجھے حق حاصل ہے کہ جس کے ہاتھ میں یہ ہے اسے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کے لئے دخل اندازی کروں۔ جاہل مسلمانوں کے ان احمقانہ تصرفات کی بنا پر شکائتوں کے ڈھیر لگ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے اس قدر تنگ آگئے کہ ایک دفعہ فرمایا: "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ سواد عراق کی اراضی کو لوگوں میں تقسیم کر دوں۔ ایک شخص ایک گاؤں میں اترتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گاؤں میرا ہے ...... مجھے تم لوگ چھوڑ دو، تنگ نہ کرو ورنہ میں ضرور اسے تقسیم کر دوں گا" [۲۵۳]

میرا (صاحب کتاب کا) یقین ہے کہ حضرت علیؓ جب سواد عراق کی تقسیم کی بات کرتے تو اس میں سنجیدہ نہ ہوتے بلکہ صرف ڈرانے دھمکانے کے لئے ایسا کہتے۔ اس لئے کہ اگر وہ اسے تقسیم کر دیتے تو حکومت کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ختم ہو جاتا اور پھر حکومت کا گوشوارہ آمد و خرچ (بجٹ) متاثر ہو جاتا۔ اس لئے کہ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی سلطنت کی تنظیم نو کی اور اس کے لئے مختلف محکمے قائم کئے تو سرکاری اخراجات کے لئے آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ خراج (زمین کے محصولات) تھا۔ اگر حضرت علیؓ سواد عراق کی تقسیم عمل میں لے آتے تو ان کے لئے ضروری ہو جاتا کہ سرکاری مشنری پر نظر ثانی کر کے اس کی تنظیم نو کریں (تاکہ آمدنی کے ایک بڑے ذریعے کے مسدود ہو جانے کی وجہ سے اخراجات بھی گھٹائے جا سکیں) لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوچ سے یہ بات بہت بعید تھی۔

۲۔ زمین سے پیداوار لینا:

زمین والے کے لئے خود یا کسی اور کو اجارہ یا بٹائی پر زمین دے کر پیداوار لینے کا حق ہے، اگر اس نے پیداوار لینے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا یہاں تک کہ زمین خراب اور بے آباد ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اجازت ہوتی کہ مملکت اسلامیہ کا کوئی بھی فرد اسے آباد کر لے۔ پھر زمین والے کو اختیار ہوتا کہ وہ اس شخص سے بے آباد زمین کی قیمت لے لے یا آباد اور بے آباد ہونے کی صورت میں قیمتوں کا فرق اس شخص کے حوالے کر دے۔ ہم نے اس پر فقرہ سابقہ میں گفتگو کی ہے۔

اور اگر زمین کا کوئی مالک نہ ہو تو مملکت اسلامیہ کا کوئی بھی شہری اسے آباد کر سکتا تھا۔ (دیکھئے لفظ احیاء الموات)۔

## استیذان : اجازت طلب کرنا

### ۱۔ تعریف :

استیذان کا مطلب کسی تصرف کو بروئے کار لانے یا چھوڑنے کی اجازت طلب کرنا ہے۔

### ۲۔ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا :

الف) حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ کا دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آنے کی اجازت طلب کی لیکن حضرت علیؓ کو موجود نہ پا کر واپس چلے گئے، دوبارہ آکر اجازت طلب کی۔ اس دفعہ حضرت علیؓ مل گئے، حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ کی بیوی سے کسی ضرورت کے سلسلے میں گفتگو کی، حضرت علیؓ کہنے لگے : "تمہاری ضرورت ایک عورت (میری بیوی) سے گفتگو کرنا تھا (یعنی تمہاری آمد کا مقصد مجھ سے ملنا نہیں تھا) انہوں نے کہا : "ہاں، (تمہاری موجودگی میں میں نے آکر تمہاری بیوی سے اس لئے گفتگو کی کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے پاس جانے سے روکا ہے جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں"۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا : "ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیبات (ایسی عورتیں جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں) کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے"۔ [۲۵۴]

ب) طلاق رجعی پانے والی مطلقہ کے پاس اس کے شوہر کی آمد یا ایسی عورت کا اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں (دیکھئے لفظ عدة، فقرہ ۵، جز۔ الف)

### ۳۔ جنازہ پڑھ کر واپسی سے پہلے اہل میت سے اجازت طلب کرنا :

(دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۸)

نکاح کے لئے عورت سے اجازت طلب کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ نمبر ۱، ۲)

## استبراء : طلب براءت

۱۔ تعریف :

عورت کا ایک خاص مدت تک انتظار کرنا استبراء کہلاتا ہے جس میں اس کے رحم کا بچے سے خالی ہونا معلوم ہو جائے۔

۲۔ کن چیزوں سے استبراء کا عمل مکمل ہوتا ہے :

شادی شدہ عورت کا استبراء عدت کے ذریعے ہوتا ہے ( دیکھئے لفظ عدۃ )

غیر شادی شدہ عورت مثلاً زانیہ اور لونڈی کو اگر حیض آتا ہو تو ان کا استبراء ایک حیض سے ہے اور انہیں حیض نہ آتا ہو تو ان کا استبراء پینتالیس دن ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "لونڈی جب خریدی جائے تو اس کا استبراء ایک حیض کے ذریعے ہو گا۔ اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو پھر استبراء پینتالیس دنوں میں ہو گا" [۲۵۵] آزاد کردہ لونڈی کا وہ چاہے ام ولد ہو یا نہ ہو......، اسی طرح آقا کی موت پر ام ولد کا استبراء تین حیض کے ذریعے ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : لونڈی کو جب اس کا آقا آزاد کر دے تو وہ اپنی عدت تین حیض تک گذارے گی" [۲۵۶] اور فرمایا : "ام ولد کو اگر اس کا آقا آزاد کر لے تو وہ تین حیض کی عدت گذارے گی" [۲۵۷] اس لئے کہ وہ اب آزاد ہے اور آزاد عورت کی طرح اس کا استبراء بھی تین حیض کا ہو گا۔ ابن المنذر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے آقا کی وفات پر ام ولد کی عدت چار مہینے دس دن ہے" [۲۵۸]

۳۔ استبراء کب واجب ہوتا ہے :

الف ) استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے جب جماع کرنے والے کو حلال کر دینے والا ملک حاصل ہو جائے، چاہے یہ ملک خریداری سے حاصل ہوا ہو یا ہبہ کی وجہ سے یا وراثت وغیرہ سے۔

اسی طرح آزادی ملنے اور آقا کی وفات پر بھی استبراء واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "لونڈی جب آزاد ہو جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے" [۲۵۹]

اس بنا پر مندرجہ ذیل صورتوں میں استبراء ساقط ہو جاتا ہے :

۱) جب ملک میں آنے سے پہلے بھی اس عورت کے ساتھ جماع حلال ہو مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو خرید لے تو اب استبراء ضروری نہیں رہے گا۔

۲) جب ایسی لونڈی خریدے جس سے ہم بستری کرنا اس کے لئے جائز نہ ہو مثلاً کوئی شادی شدہ لونڈی خرید لے۔

ب) اسی طرح استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص ایسی عورت سے نکاح کرے جس کا کسی اور شوہر سے بچہ ہو۔ اور پھر یہ بچہ مرجائے، استبراء اس لئے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ عورت کے رحم میں کوئی بچہ تو نہیں جو اس مرحوم بچے کا اخیافی بھائی یا بہن ہونے کی بنا پر وارث ہو رہا ہو۔ حضرت علیؓ کا اس سلسلے میں قول ہے: "ایسی عورت سے شادی کرنے والا انسان ایک حیض تک اس سے الگ رہے، تاکہ میراث کا معاملہ واضح رہے" [۲۶۰]

۴۔ جن لوگوں پر استبراء واجب ہے وہ یہ ہیں:

لونڈی کے خریدار پر اس کا استبراء واجب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس بارے میں تصریح کی ہے کہ: "جو شخص کوئی لونڈی خریدے تو جب تک اس کا استبراء نہ کر لے اس کے قریب نہ جائے" [۲۶۱] لیکن کیا فروخت کرنے والے پر بھی خریدار کی طرح استبراء واجب ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم کسی حمل سے خالی ہے، تو اس بارے میں ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہیں ملی۔

## استتابہ: توبہ کرانا

باغیوں سے توبہ کرانا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳، جزب)

مرتد سے توبہ کرانا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۳)

## استتار: پردہ کرنا

غسل میں پردہ کرنا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۶)

لفظ عورۃ، فقرہ ۲، اور لفظ حجاب، فقرہ ۲ دیکھئے

## استثناء: مستثنیٰ کرنا

فروخت شدہ چیز کا ایک متعین جز مستثنیٰ کر دینا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ نمبر ۴)

## استجمار: ڈھیلے استعمال کرنا

آگے پیچھے (مقعد اور فرج و ذکر) سے نکلنے والی نجاست کو پتھر یا مٹی کے ڈھیلے وغیرہ سے صاف کرنا استجمار کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۱ اور فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۱)

## استحاضہ : حیض یا نفاس کے علاوہ فرج سے جریان خون

### ۱۔ تعریف :

عورت کی فرج سے حیض اور نفاس کے علاوہ نکلنے والا خون استحاضہ کہلاتا ہے۔ اسی بنا پر حمل کے دوران نکلنے والا خون بھی استحاضہ ہو گا۔ اس لئے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے " حاملہ سے حیض اٹھا لیا گیا ہے. اور خون کو اس کے رحم میں موجود جنین کا رزق بنا دیا گیا ہے" [۲۶۲]

### ۲۔ استحاضہ کے خون کی کیفیت :

حیض کا خون تو تازہ اور نہ جمنے والا ہوتا ہے۔ اور استحاضہ کا خون ایسا نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "جب عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد اسے شک میں ڈالنے والا ایسا خون دیکھے جو گوشت یا مچھلی کے دھوون یا خون کے قطروں یا نکسیر کی طرح کا ہو تو وہ یہ سمجھ لے کہ یہ رحم میں شیطان کی کوئی دوڑ بھاگ ہے (یعنی یہ خون استحاضہ ہے) اس لئے ایسے خون کو پانی سے صاف کر لے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے. لیکن اگر خون حیض (تازہ اور نہ جمنے والا ہو) ہو جس میں کسی قسم کا خفاء نہ ہو تو یہ حیض کا خون ہے اس لئے نماز چھوڑ دے"۔ [۲۶۳]

### ۳۔ جو باتیں مستحاضہ کے لئے جائز ہیں وہ یہ ہیں :

مستحاضہ نماز پڑھ سکتی ہے، روزے رکھ سکتی ہے اور مرد کے ساتھ ہم بستری بھی کر سکتی ہے حضرت علیؓ کا قول ہے : " مستحاضہ کا شوہر اس سے ہم بستری کر سکتا ہے" [۲۶۴]

### ۴۔ مستحاضہ کی طہارت :

نماز کے لئے مستحاضہ کی طہارت کے بارے میں حضرت علیؓ سے مختلف روایتیں ہیں :

الف) ایک روایت میں ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے گی۔ سعیدؒ بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک عورت ایک خط لے کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آئی، اس وقت حضرت عبداللہؓ کی بینائی ختم ہو چکی تھی اس لئے آپ نے وہ خط اپنے لڑکے کو پڑھنے کے لئے دیدیا، لڑکا اٹک اٹک کر پڑھنے لگا تو آپ نے وہ خط مجھے پکڑا دیا، میں نے اسے پڑھ دیا۔ آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جس طرح اس مصری (میں) نے فرفر پڑھ دیا تو بھی اسی طرح فرفر پڑھ دیتا" خط میں تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ایک مسلمان عورت کی طرف سے جسے

استحاضہ ہو گیا تھا. اور اس نے علی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے فتویٰ پوچھا تھا. انہوں نے اسے غسل کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ یہ سنکر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: "بے شک میرے علم میں بھی وہی بات ہے جو علی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے بتائی ہے) [۲۶۵] یہ جملہ آپ نے تین دفعہ دہرایا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے گی۔

اس بات کی وضاحت ابن ابی شیبہ وغیرہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں کسی مستحاضہ نے حضرت علیؓ سے فتویٰ پوچھا تو آپ نے اسے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا فتویٰ دیا۔

ب) دوسری روایت یہ ہے کہ مستحاضہ نماز فجر کے لئے غسل کرے گی. پھر ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل کرے گی پھر مغرب اور عشاء بھی ایک غسل سے پڑھ لے گی۔ ایک مستحاضہ نے دم استحاضہ کے بارے میں حضرت علیؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: "یہ شیطان کی نیزہ زنی ہے یا رحم کا زخم ہے۔ ہر دو نمازوں کے لئے غسل کر کے نماز پڑھ لو" [۲۶۶] پھر آپ نے اسے اس کی پوری کیفیت بتائی کہ ظہر موخر کر کے اور عصر اول وقت میں پڑھے اور ان دونوں نمازوں کے لئے ایک غسل کرے. پھر مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجیل کر کے ایک غسل کرے، پھر نماز فجر کے لئے ایک غسل کرے۔ [۲۶۷]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ سے پہلی روایت اس وقت کی ہے جب آپ حضور صلی اللہ علیہ سلم کے زمانے میں حضورؐ کے حکم سے اس کا فتویٰ دیتے تھے. جب یہ حکم سہلہ بنت سہیل بن عمرو کی حدیث سے منسوخ ہو گیا تو حضرت علیؓ نے بھی یہ قول ترک کر دیا اور قول ثانی اختیار کر لیا جسے لوگوں نے آپ سے یاد کر لیا۔ سہلہ بنت سہیل کی حدیث بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ سہلہ کو استحاضہ ہو گیا تھا. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا تھا، لیکن جب اسے اس میں دشواری پیش آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غسل سے ظہر اور عصر. دوسرے غسل سے مغرب اور عشاء اور تیسرے سے فجر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ [۲۶۸] ایک مستحاضہ عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آ کر کہنے لگی: مجھے تکلیف اور بیماری لاحق ہو گئی ہے اور مجھے ایک طویل عرصے تک نماز چھوڑ دینی پڑتی ہے، حضرت علیؓ سے میں نے مسئلہ پوچھا تھا انہوں نے مجھے

ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔ "

ابن عباسؓ نے سن کر کہا کہ اس عورت کے لئے میرے پاس بھی یہی فتویٰ ہے جو علیؓ نے دیا تھا، سوائے اس کے کہ وہ ظہر اور عصر ایک غسل سے، مغرب اور عشاء دوسرے غسل سے اور فجر تیسرے غسل سے پڑھ سکتی ہے۔ ابن عباسؓ سے عرض کیا گیا کہ کوفہ ٹھنڈا علاقہ ہے یہاں اسے تین دفعہ غسل کرنا دشوار ہو جائے گا، تو آپ نے فرمایا:

"اگر اللہ چاہتا تو اسے اس سے بھی زیادہ سخت آزمائش میں مبتلا کر سکتا تھا" [۲۶۹]

حضرت ابن عباسؓ نے یہ کہہ کر کہ وہ ظہر اور عصر ایک غسل سے، مغرب اور عشاء دوسرے غسل سے اور فجر تیسرے غسل سے ادا کرے، درحقیقت حضرت علیؓ کے مسلک کی وضاحت کی ہے۔

ج) تیسری روایت میں ہے کہ مستحاضہ ہر روز ایک دفعہ غسل کرے گی [۲۷۰] حضرت علیؓ کا قول ہے "جب مستحاضہ کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ہر روز نہایا کرے اور ایک اونی گدی بنالے جس میں گھی اور زیتون کا تیل لگا کر اندام نہانی میں رکھ لے" [۲۷۱]

د) چوتھی روایت میں ہے کہ مستحاضہ مدت حیض ختم ہونے پر غسل کرے پھر ہر نماز کے لئے صرف وضو کرے۔ [۲۷۲]

## استحقاق: واجب ٹھہرانا، حق دار ہونا، حق ثابت کرنا

### ا۔ شیئ مستحق

(ایسی چیز جس پر کسی کا حق ثابت ہو چکا ہو) کی واپسی۔ اگر حقدار ایسی چیز کو جس پر اس کا حق ثابت ہو چکا ہو، کسی غیر کے ہاتھ میں دیکھے تو وہ اسے کچھ دئے بغیر اپنی چیز واپس لے سکتا ہے۔ اگر اس دوسرے شخص نے اس چیز کے حصول میں کچھ خرچ بھی کیا ہو تو وہ اس کی وصولی اس شخص سے کرے گا جس نے یہ خرچہ اس سے لیا تھا۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا کپڑا چوری ہو گیا تھا، پھر وہ کپڑا ایک دوسرے شخص کے پاس ملا تھا۔ پہلے شخص نے کپڑے پر اپنا حق ثابت کرنے کے لئے گواہی پیش کر دی، حضرت علیؓ نے دوسرے سے کہا: "کپڑا اسے دے دو اور اپنے پیسوں کی وصولی کے لئے اس شخص کا پیچھا کرو جس سے تم نے یہ کپڑا خریدا تھا" [۲۷۳]

### ۲۔ مستحق چیز کے زوائد:

مستحق چیز کے زوائد اس چیز کے ساتھ رہیں گے اور اس چیز کے ساتھ ان کی بھی واپسی ہوگی۔ چاہے یہ زوائد اس چیز کے ساتھ متصل ہوں یا اس سے جدا۔ اس قاعدے سے کوئی چیز مستثنیٰ نہیں سوائے اس لونڈی کی اولاد کے، جس پر دوسرے کا حق ثابت ہو جائے۔ یہ اولاد اپنی ماں کے ساتھ ماں کے آقا کو واپس نہیں کی جائے گی، بلکہ اپنے باپ کے پاس رہے گی۔ ان کا باپ ان کی پیدائش کے دن لگنے والی قیمتیں ان کی ماں کے آقا کو ادا کرے گا۔ [۲۷۴] اگر اس شخص کو جس کے پاس یہ لونڈی ملی ہو، کسی دھوکے باز نے یہ کہہ کر اس لونڈی کے بارے میں دھوکا دیا ہو کہ "اس سے نکاح کر لو، یہ آزاد ہے" یا اسے اپنی مملوکہ بنا کر اس کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو اور پھر اس پر کسی اور کا حق ثابت ہو گیا ہو، تو دھوکے باز پر لی ہوئی قیمت کی واپسی لازمی ہوگی۔ اور یہ شخص اس لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے بچے کی جو قیمت لونڈی کے آقا کو جس کا حق ثابت ہو چکا ہو، ادا کرے گا، اس کا تاوان بھی اس دھوکے باز کو بھرنا پڑے گا۔ [۲۷۵] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے بارے میں، جس نے ایک لونڈی خریدی تھی جس سے اس کے ہاں ایک بچہ بھی پیدا ہوا تھا اور پھر ایک دوسرے شخص نے اس لونڈی پر گواہوں کے ذریعے اپنا حق ثابت کر دیا تھا، فیصلہ کرتے ہوئے اس سے فرمایا تھا: "یہ لونڈی اسے واپس ہوگی، اس کے بچے کی قیمت لگے گی جسے وہ شخص ادا کرے گا جس نے اس لونڈی کو فروخت کیا تھا اس لئے کہ اس نے دھوکہ کیا تھا" [۲۷۶]

حضرت علیؓ نے بچے کی آزادی کو تحفظ دیتے ہوئے اس کی قیمت کی واپسی کا فیصلہ دیا تھا نہ کہ خود اس کی واپسی کا۔ حضرت علیؓ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی فیصلہ دیا تھا۔ [۲۷۷]

ابنؒ حزم نے ایک واقعہ بیان کیا ہے: "ایک عورت اور اس کے بیٹے نے اپنے شوہر یعنی بیٹے کے باپ کی لونڈی فروخت کر دی۔ خریدار کے گھر اس لونڈی سے بچہ پیدا ہوا، اس پر اس عورت کا شوہر مقدمہ لے کر حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہو گیا اور بیان دیتے ہوئے کہا کہ یہ لونڈی نہ میں نے فروخت کی ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "یہ لونڈی تمہاری بیوی اور تمہارے بیٹے نے فروخت کی ہے" وہ کہنے لگا: "اگر آپ اس لونڈی پر میرا حق سمجھتے ہیں تو مجھے دلا دیجئے" اس پر آپ نے اسے لونڈی اور اس کا بیٹا دونوں کو لے جانے کی اجازت دے دی اور اس کی بیوی اور بیٹے کو اس وقت تک کے لئے قید کر دیا جب تک وہ دونوں اس کی رقم ادا نہ کر دیں۔ یہ دیکھ کر اس شخص نے اس بیع کو نافذ کر دیا اور اسے تسلیم کر لیا"۔ [۲۷۸] اس فیصلے کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے شوہر کا حق اس لونڈی اور اس کے بیٹے پر ثابت ہو گیا تھا، لیکن آیا

اسے اس بچے کو لے جانے کا حق بھی حاصل ہو گیا تھا تو اس واقعہ میں اس کی کوئی وضاحت نہیں۔ اس کی وضاحت گذشتہ واقعہ میں ہو گئی جب کہ حضرت علیؓ نے بچے کی واپسی کا نہیں بلکہ اس کی قیمت کی واپسی کا فیصلہ دیا تھا۔

## استخلاف . نائب مقرر کرنا۔ قائم مقام بنانا

حدث لاحق ہونے پر امام کا کسی کو بقیہ نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ کھڑا کر دینا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۱، ۱۵)

## استرحتہ . آرام کرنا

جلسہ استراحت کئے بغیر نماز میں دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جانا (دیکھئے لفظ صلوۃ، فقرہ ۸۵، جزء ک)

## استسعاء . کام کرانا

غلام سے اس کی گردن چھڑانے اور اسے آزادی دلانے کے لئے کام کرانا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جزء ب)

## استسقاء . پانی طلب کرنا

نماز استسقاء (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۵)

## استطاعہ . استطاعت

حج کے وجوب کے لئے استطاعت کی شرط (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جزء د)

## استعانۃ . مدد طلب کرنا

غیر کے غلام سے اس کی اجازت کے بغیر مدد طلب کرنا (دیکھئے لفظ غصب، فقرہ ۲)

## استمتاع . فائدہ اٹھانا۔ لذت اندوزی

### ۱۔ تعریف :

اس جنسی تلذذ کا نام استمتاع ہے جو ایک انسان دوسرے انسان سے حاصل کرتا ہے۔

۲۔ استمتاع کی اقسام :

تلذذ جنسی یا تو ہم بستری سے حاصل ہوتا ہے یا بوس و کنار سے یا نظروں کے ذریعے۔

۳۔ مشروع استمتاع :

مرد اور عورت کے درمیان نکاح صحیح کے ذریعے اور لونڈی کو اپنی ملکیت میں لانے کے ذریعے تلذذ جنسی مشروع ہوتا ہے بشرطیکہ یہ تلذذ فطری طریقے سے ہم بستری کے ذریعے حاصل ہو۔ وطی فی الدبر، یعنی لواطت سے حاصل نہ ہو۔ نیز اس عمل میں کوئی رکاوٹ مثلاً حیض و نفاس حائل نہ ہو ورنہ یہ بھی حلال نہ ہو گا۔ ایسی صورت میں ملامست اور بوس و کنار بھی ناجائز ہوگی الا یہ کہ ازار کے اوپر اوپر ہو (دیکھئے لفظ حیض فقرہ ۴، جز ب) اور (لفظ نفاس، فقرہ ۲، جز الف)

۴۔ استمتاع کی ممنوع صورتیں :

معتکف کے لئے اجماعاً ہم بستری کے ذریعے یا بہ قصد تلذذ بوس وکنار کے ذریعے استمتاع حلال نہیں۔ اسی طرح حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھنے والے کے لئے بھی (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ ۴) نیز مظاہر [۲۷۹] جب تک ظہار کا کفارہ ادا نہ کر دے (دیکھئے لفظ ظہار فقرہ ۲) اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی ہو تو اس کے لئے بھی۔

استمتاع، اگر بہ قصد رجعت نہ ہو، درست نہیں (دیکھئے لفظ رجعی، فقرہ ۳) روزہ دار کے لئے بھی جماع یا جماع پر ابھارنے والی حرکتوں کے ذریعے استمتاع حلال نہیں۔ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰) ہاں اگر روزہ دار اس طرح بوسہ لے لے کہ اس سے جماع کی خواہش پیدا نہ ہو سکے تو یہ درست ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱، جز ج)

۵۔ استمتاع پر مرتب ہونے والے احکامات :

اگر ہم بستری کے ذریعے یا بوجہ بوس و کنار تلذذ جنسی کے عمل کے ساتھ منی کا اخراج ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل فقرہ ۱، جز الف کا مسئلہ ۱)

ہم بستری کے ذریعے استمتاع مشروع پر مہر (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶)، نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۳) اور حرمت مصاہرت [۲۸۰] (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز ب) کے احکامات مرتب ہوتے ہیں۔

ہم بستری کے ذریعے استمتاع غیر مشروع پر وہی احکامات مرتب ہوتے ہیں جو زنا کے ہیں (دیکھئے لفظ

زنا، فقرہ ۵) اور ناجائز لمس، بوس و کنار اور نظر بازی پر تعزیری سزا ملتی ہے۔ خدا کے ہاں اس کا گناہ اس کے علاوہ ہے جو مجرم کے لئے کمر توڑ ہو گا۔

## استنجاء : استنجا کرنا

۱۔ تعریف :

پیشاب یا پاخانے کی جگہ سے نکلنے والی نجاست کو پانی کے ذریعے دور کرنے کا نام استنجا ہے۔

۲۔ الف) قضائے حاجت کے بعد استنجا کرنا سنت یعنی فطرت انسانی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا :

"دس باتیں سنت یعنی فطرت انسانی میں سے ہیں : کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹانا، سر میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن کترنا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرنا، اور استنجا کرنا" [۲۸۱] اسی لئے انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ استنجا کئے بغیر نماز پڑھ لے اگر نجاست اپنے مخرج سے آگے نہ پھیل گئی ہو۔ [۲۸۲] (دیکھئے لفظ نجاستہ، فقرہ ۵)

ب) غسل سے پہلے استنجاء کرنا (دیکھئے لفظ غسل فقرہ ۳)

۳۔ استنجا کے ذریعے طہارت حاصل کرنا :

(دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۱)

## استنثار : ناک جھاڑنا

وضو میں ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ ح)

## استنشاق : ناک میں پانی چڑھانا

وضو میں ناک میں پانی چڑھانا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ ح)

## استھلال :

چاند دیکھتے وقت آواز بلند کرنا، پیدائش کے بعد نومولود کے رونے کی آواز

۱۔ تعریف :

استھلال اس آواز کو کہتے ہیں جس سے نومولود کی زندگی کا پتہ چل سکے۔

۲۔ اثبات استہلال:

کسی چیز کو ثابت کرنے کے جتنے ذرائع ہیں ان سے استہلال کو ثابت کیا جا سکتا ہے اور صرف ایک عورت کی گواہی سے بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۲، ۳، ۴)

۳۔ استہلال پر مرتب ہونے والے احکامات:

جب نو مولود کے رونے کی آواز کان میں پڑ جائے تو اسے زندہ انسان شمار کیا جائے گا اور اس کے لئے وہ تمام حقوق ثابت ہو جائیں گے جو بڑی عمر کے انسان کے لئے ہوتے ہیں جن میں سے اہم یہ ہیں:

اس کی جان لینے پر پوری دیت کا واجب ہونا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جزب)

اس کے لئے نفقہ واجب ہونا (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۵)

اس کا کوئی نام رکھنا بھی واجب ہے۔

اگر رونے کی آواز نکالنے کے بعد فوت ہو جائے تو اسے غسل دے کر کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور بڑی عمر کے انسانوں کی طرح اس کی تدفین بھی ہوگی۔

اس کے لئے اس کے رشتہ داروں کے ترکہ میں وراثت نیز اس کے رشتہ داروں کے لئے اس کے ترکہ میں وراثت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "وقت سے پہلے پیدا ہو جانے والا بچہ اگر مکمل ہو اور پیدائش کے بعد رونے کی آواز آئے تو وہ خود وارث ہوگا اور اس کے ترکہ میں دوسرے وارث ہوں گے۔ اس کا نام رکھا جائے گا اور نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ [۲۸۳] (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۲، ۲۷)

## استیاک: مسواک کرنا

دیکھئے سواک۔

## اسر: قید کرنا۔ گرفتار کرنا

۱۔ تعریف:

بر سرپیکار کافروں کو دوران جنگ یا بعد از جنگ گرفتار کر لینا اسر کہلاتا ہے۔

۲۔ جنگی قیدیوں کی اقسام:

تین قسم کے جنگی قیدیوں کے درمیان فرق کیا جائے گا اور ہر قسم کے لئے خصوصی احکامات ہیں:

الف) پہلی قسم۔ برسرپیکار کافر قیدی۔

ب) دوسری قسم: مشرکین عرب سے تعلق رکھنے والے قیدی۔

ج) تیسری قسم: مسلمانوں کے خلیفہ یا امام کے خلاف بغاوت کر کے جنگ کرنے والے مسلمان قیدی، چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کا سارا زمانہ خوارج اور اموی باغیوں کے خلاف جنگ میں گذرا اور آپ کو کفار سے قتال کا موقعہ ہی نہ مل سکا اس لئے قیدیوں کے نظام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی کیونکہ عدم ضرورت کی بنا پر کوئی نیا نظام قائم نہیں کیا بلکہ ہمیں تو کافر جنگی قیدیوں کے بارے میں حضرت علیؓ کی کوئی رائے یا فتویٰ ہاتھ نہیں لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے قیدیوں کے بارے جو طریق کار چل رہا تھا وہ یہ تھا پہلے گروہ کے قیدیوں کے بارے میں قطعی فیصلے کا اختیار امام یا خلیفہ کو ہوتا۔ اگر وہ چاہتا تو مردوں اور جنگ میں شریک ہونے والوں کو قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے کا حکم دے دیتا۔

اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہوتا: فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ الانفال ۱۲ (ان کی گردنوں کے اوپر اور ان کے ہر جوڑ پر تلوار مارو) اگر وہ چاہتا تو ان پر احسان کر کے ان کی رہائی کا حکم دے دیتا اور اگر چاہتا تو مال کا فدیہ لے کر چھوڑ دیتا جیسا کہ حکم خداوندی ہے: حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً سورۃ محمد ۴ (یہاں تک کہ جب تم ان کافروں کا خون بہا چکو تو ان کو مضبوطی سے باندھو۔ اس کے بعد یا تو احسان کرو اور یا فدیہ لے لو) اور اگر چاہتا تو انہیں غلام بنالیتا۔ بعض دفعہ انہیں غلام بنانے کا عمل جوابی کارروائی کے طور پر ہوتا کیونکہ ان کافروں کی حکومتیں مسلمان قیدیوں کو بھی غلام بنالیتی تھیں۔

جہاں تک دوسری قسم کے قیدیوں کا تعلق ہے تو اگر وہ سب مرد ہوتے تو امام یا خلیفہ کو اختیار ہوتا کہ ان پر احسان کر کے چھوڑ دے۔ یا فدیہ لے لے یا انہیں موت کے گھاٹ اتار دے۔ انہیں غلام نہیں بنایا جاتا تھا۔

اگر یہ قیدی عورتیں یا بچے ہوتے تو پھر امام کو احسان کرنے۔ فدیہ لینے یا غلام بنا لینے کا اختیار ہوتا۔ [۲۸۴] حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ نے بنی ناجیہ کو قیدی بنایا تھا حالانکہ وہ عرب تھے۔ [۲۸۵]

۳۔ باغیوں میں سے قید ہو جانے والے:

الف) انہیں قتل کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں میں سے گرفتار شدہ قیدیوں کو قتل کر دینے کے قائل نہیں تھے، جنگ جمل[۲۸۶] اور جنگ صفین میں گرفتار ہونے والوں کو قتل نہ کرنے کا جو حکم آپ نے دیا تھا وہ آپؓ سے صحیح روایت سے ثابت ہے۔ آپؓ نے حکم دیا تھا کہ "کسی زخمی کی جان نہ لی جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے، اور کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے" [۲۸۷] جنگ صفین میں ایک قیدی آپ کے پاس لایا گیا، جو شخص اسے پکڑ کر لایا تھا آپ نے اس سے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، میں اسے قتل کرنے کے لئے بند نہیں کروں گا۔ میں پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔" پھر قیدی سے مخاطب ہو کر فرمایا: "کیا تمہارے اندر کوئی بھلائی پائی جاتی ہے؟ تم بیعت کر لو" تاہم آپ نے پکڑ کر لانے والے کو قیدی کا سامان وغیرہ لے لینے کی اجازت دے دی۔[۲۸۸]

ب) انہیں غلام بنالینا۔ آپؓ ایسے قیدیوں کو غلام بنالینے کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے، آپؓ فرماتے تھے: "اہل قبلہ، یعنی مسلمانوں کو قیدی نہیں بنایا جا سکتا" [۲۸۹] جب لوگ آپ کے پاس جمع ہو کر ان قیدیوں کی عورتوں اور بچوں کی تقسیم کا مطالبہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا: "لوگوں (میرے مخالفین) نے مجھے دشواری میں ڈال دیا اور میں نے، بھی انہیں دشواری میں مبتلا کر دیا، اور یہ مسلمانوں کی آل واولاد ہیں۔ یہ دار الہجرت یعنی مسلمانوں کے ملک میں ہیں، تم لوگ ان پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے" [۲۹۰]

ج) اس کا مال۔ امام یا خلیفہ اور اس کے لشکر کے لئے باغیوں کے گھروں کا سامان لے لینا درست نہیں ہے۔ اگر انہیں ان کی کوئی چیز ہاتھ آجائے تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد اسے واپس کرنا ضروری ہے۔ عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی مقتول کا سامان نہیں لیتے تھے۔[۲۹۱] اسی لئے آپ بصرہ میں وارد ہوئے تو وہاں گھروں میں پائی جانے والی کسی چیز سے تعرض نہیں کیا[۲۹۲] عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ جنگ نہروان میں کام آنے والے خوارج کے ورثاء کو حضرت علیؓ کے حکم سے تلاش کیا گیا اور مقتولین کا سامان ان کے حوالے کیا گیا۔ ایک ہانڈی رہ گئی تھی۔ باوجود تلاش کے اسے لینے والا کوئی نہیں ملا۔[۲۹۳] ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے خاتمے پر عام اعلان کرا دیا تھا کہ جو شخص اپنی کوئی چیز کسی کے پاس دیکھے،

اس سے لے۔ حضرت علیؓ کے ایک آدمی کے پاس ہانڈی تھی جس میں وہ کچھ پکا رہا تھا۔ ہانڈی کا مالک آگیا اور ہانڈی واپس لینی چاہی۔ پکانے والے نے اس سے پکوان تیار ہو جانے کی مہلت مانگی لیکن اس نے انکار کر دیا اور ہانڈی انڈیل کر اس نے اپنے قبضے میں کر لی۔ [۲۹۴]

باغی میدان جنگ میں جو ساز و سامان، آلات جنگ اور جانور لے کر آئیں گے تو امام کو ان پر قبضہ کر کے انہیں مسلمانوں کے لئے مال غنیمت قرار دینا درست ہوگا۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے اس شخص سے جو ایک قیدی پکڑ لایا تھا فرمایا: "تم اس کا ساز و سامان لے سکتے ہو" [۲۹۵] جب آپ کے لشکر کے لوگ جمع ہو کر مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا: "ان کے گھروں میں جو سامان ہے وہ توان کا ہے، اور جو ساز و سامان یہ لے کر تمہارے خلاف جنگ کرنے کے لئے میدان میں آئے تھے وہ تمہارے لئے مال غنیمت ہے" [۲۹۶] امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں روایت کی ہے کہ جنگ صفین کے موقعہ پر جب کوئی قیدی حضرت علیؓ کے پاس لایا جاتا تو آپ اس کا اسلحہ اور گھوڑا لے لیتے، پھر اس سے یہ وعدہ لے کر اسے چھوڑ دیتے کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ [۲۹۷] (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۴)

۴۔ قیدی کو رہائی دلانا: (دیکھئے لفظ غنیمہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

## اسراف: فضول خرچی کرنا

(دیکھئے لفظ تبذیر)

## اسلام: مسلمان ہو جانا، دین اسلام

### ۱۔ تعریف:

اسلام وہ دین ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام پر نازل فرمایا، یہ عقائد، احکامات اور اخلاق کا مجموعہ ہے۔

### ۲۔ ایک شخص کب مسلمان شمار ہوتا ہے:

ایک شخص مندرجہ ذیل صورتوں میں مسلمان شمار ہوتا ہے:

الف ) دین اسلام کا اقرار کر کے جس کا ظہور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینے اور تمام ادیان باطلہ سے بیزاری کے اظہار کے ذریعے ہوتا ہے۔

ب ) بچے کے والدین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب والدین میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو یہ بچے مسلمان شمار ہوں گے۔ اگر بچے بڑے ہو کر مسلمان ہونے سے انکار کر دیں تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اگر والدین کے مسلمان ہونے کے وقت ان کے بچے بڑی عمر کے ہوں تو وہ والدین کے اسلام کی وجہ سے مسلمان شمار نہیں ہوں گے۔ [۲۹۸]

## ۳۔ ایک شخص کے مسلمان ہو جانے پر مرتب ہونے والے احکامات.

مسلمان ہو جانے پر بہت سے احکامات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

الف ) ایسے شخص پر عبادات کے احکامات جاری ہوں گے یعنی اس پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج فرض ہو جائے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جز۔ الف )

ب ) وہ حرم مکہ میں داخل ہو سکے گا (دیکھئے لفظ مکہ، فقرہ ۲ )

ج ) اس کے اور اس کے مسلمان رشتہ داروں کے درمیان توارث کا سلسلہ قائم ہو جائے گا اور کافر رشتہ داروں سے منقطع ہو جائے گا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزج کا مسئلہ ۲ )

د ) مسلمان عورتوں سے اس کا نکاح حلال ہو جائے گا اور مسلمان بیوی اور اس کے کافر شوہر کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز الف و لفظ طلاق فقرہ ۹ جز۔ الف )

ھ ) اس پر جہاد فرض ہو گا۔ جہاد صرف مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے، غیر مسلموں پر نہیں، اس مسئلے میں سب کا اتفاق ہے۔

و ) اسلامی حکومت کے عمومی اور خصوصی عہدے حاصل کر سکے گا۔ اس کے لئے مسلمانوں کا خلیفہ یا امام بننا (دیکھئے لفظ امارہ، فقرہ ۳ ) ان کا قاضی یا جج مقرر ہونا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۲ ) اور ان کے معاملات میں گواہ بننا (دیکھئے لفظ شہادہ فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ۲ ) درست ہو گا۔

ز ) اس پر سے جزیہ ساقط ہو جائے گا (دیکھئے لفظ جزیہ، فقرہ ۵ )

## اسم : نام

باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نو مولود کا نام رکھے، اگر پیدائش کے بعد اس کے رونے کی آواز سنی گئی ہو۔ اور پھر وہ فوت ہو گیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بچہ اگر رونے کی آواز نکالے تو اس کا نام رکھا جائے گا اور اگر اس کی آواز سنی نہ گئی ہو تو نام نہیں رکھا جائے گا" [۲۹۹]

## اشاعۃ: پھیلانا

فسق و فجور کی اشاعت کی اجازت نہیں ہے کیونکہ اس سے اسلامی معاشرے کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس شخص نے (کسی کی) بدکاری کا چرچا کیا اسے سزا دی جائے گی اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو" [۳۰۰]

## اشربہ : مشروبات

مشروبات. یا تو نشہ آور مشروب کی صورت میں ہوں گے یا اس کے علاوہ ہوں گے۔

۱۔ شراب:

الف) تعریف: ہر وہ نشہ آور چیز جس سے عقل پر پردہ پڑ جائے شراب کہلاتی ہے۔

ب) شراب کی حرمت: شراب کی حرمت کتاب اللہ کی ایک محکم آیت کے ذریعے ثابت ہے۔ آیت یہ ہے: إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ (المائدہ۔ ۹۰) (یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو) جو شخص شراب کو حلال سمجھے گا کافر و مرتد ہو گا اور اسے قتل کر دینا درست ہو گا۔ اہل شام میں سے ایک گروہ شراب پیتا تھا، اس وقت شام کے گورنر یزیدؓ بن ابی سفیان تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے یہ شراب ہمارے لئے حلال ہے اور دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھ دی: لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا (المائدہ۔ ۹۳) (ان لوگوں پر جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کئے اس میں کوئی گرفت نہیں جو انہوں نے کھا پی لیا) یزیدؓ بن ابی سفیان نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس کی رپورٹ بھیج دی تو آپ نے انہیں پکڑ کر مدینے بھیج دینے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ مدینے آ

گئے تو حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام سے ان کے بارے میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا:
"امیر المومنین، انہوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی بات لگائی ہے اور اللہ کے دین میں ایسی بات جاری کر دی ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا ہے اس لئے ان کی گردنیں اڑانے کا حکم دیجئے۔" اس موقعہ پر حضرت علیؓ خاموش تھے. حضرت عمرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: "ابوالحسن، ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت علیؓ نے جواب دیا:
"میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے توبہ کرنے کے لئے کہئے اگر توبہ کر لیں تو حد خمر کے طور پر اسی اسی کوڑے لگائیے. اگر توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو پھر ان کی گردنیں اڑا دیجئے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی بات لگائی ہے اور اپنے دین میں ایسی بات کا رواج دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے"۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے توبہ کرنے کے لئے کہا، ان سب نے توبہ کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان پر حد خمر جاری کرتے ہوئے انہیں اسی اسی کوڑے لگائے۔ [۳۰۱]

مسلمان کے لئے شراب پینا حرام ہے۔ رہی اس کی تجارت تو وہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے جب اہل سواد سے عقد ذمہ کیا اور انہیں غیر مسلم رعایا کے طور پر جزیہ ادا کر کے مملکت اسلامیہ میں رہنے کی اجازت دے دی تو ان سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ وہ شراب کی تجارت نہیں کریں گے۔ [۳۰۲] ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے زرارہ (کوفے کا ایک گاؤں) دیکھ کر اس کے بارے میں دریافت کیا. آپ کو بتایا گیا کہ اس گاؤں میں شراب فروخت ہوتی ہے اور کپڑا بننے کا کام ہوتا ہے۔ آپ نے اس گاؤں تک پہنچنے کا راستہ پوچھا تو بتایا گیا کہ باب الجسر ہے۔ (غالباً پل تک پہنچنے کے راستے کو باب الجسر کہا گیا ہے. مترجم) ایک شخص نے کہا کہ اگر امیر المومنین چاہیں تو کشتی کا انتظام ہو جائے جو آپ کو دریا پار کرا دے اور باب الجسر تک جانے کی ضرورت نہ پڑے. اس پر فرمایا کہ یہ بیگار ہوگی اور ہمیں کسی کشتی کو بیگار میں لینے کی ضرورت نہیں۔ پھر آپ پیدل چلتے ہوئے باب الجسر پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے آگ لانے کا حکم دیا اور فرمایا: "اس بستی کو آگ لگا دو. تاکہ ایک خبیث شے (آگ) دوسری خبیث شے (شراب) کا خاتمہ کر دے۔" بستی کے مغربی جانب سے آگ لگائی گئی یہاں تک کہ وہ خواستابی جبرونا (کسی شخص یا جگہ کا نام) کے باغ تک پہنچ گئی۔ [۳۰۳]

ج) شراب سے سرکہ سازی : شراب سے حاصل ہونے والا سرکہ نہ صرف پاک ہوتا ہے بلکہ اس کی فروخت اور کھانے میں اس کا استعمال درست ہے۔ ام خراس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو ایک دفعہ دیکھا کہ آپ نے ٹوکری سے روٹی نکالی اور اسے شراب سے حاصل شدہ سرکے میں ڈبو کر کھالیا۔ [۳۰۴] لیکن اس روایت سے ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ سرکہ شراب سے خود بخود بن گیا تھا یا اسے باقاعدہ شراب سے سرکہ میں تبدیل کیا گیا تھا۔

۳۔ نبیذ :

الف) تعریف : نبیذ سے مراد وہ پانی ہے جس میں کچھ اشیائے خوردنی ڈال دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کا مزہ بدل جاتا ہے اور پھر اس پانی کو مزہ لینے، یا غذائیت حاصل کرنے کی خاطر بطور مشروب استعمال کیا جاتا ہے بشرطیکہ یہ نشہ آور نہ بن جائے۔ اگر یہ نشہ آور بن جائے تو پھر یہ شراب ہے۔

ب) نبیذ کا استعمال : حضرت علی رضی اللہ عنہ نبیذ کو بطور مشروب استعمال کرنا حلال سمجھتے تھے۔ آپؓ خود بھی اس کا استعمال کرتے تھے لیکن دو شرطوں کے ساتھ۔

اول : یہ نشہ آور نہ بن چکا ہو۔ اگر نشہ آور بن گیا ہو تو پھر حرام ہے۔ [۳۰۵] حضرت علیؓ نے فرمایا ایسی چیز جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو تو اسکی قلیل مقدار بھی حرام ہے" [۳۰۶]

دوم : نبیذ کی تیاری شراب سازی کے کسی برتن میں نہ ہوئی ہو۔ جن برتنوں میں شراب تیار کی جاتی تھی ان میں نبیذ بنانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تھا۔ شراب سازی کے برتن یہ تھے :۔ المحنتم ۔ سبز رنگ کا گھڑا۔ المقیر ۔ جس پر کولتار مل دیا گیا ہو۔ الدباء۔ کدو کا گودا نکال کر اس کے خول سے بنا ہوا برتن۔ المزادہ المجبوبۃ۔ مشکیزہ جس کا سرا کاٹ دیا گیا ہو۔ اور جو گھڑے کی شکل کا بن گیا ہو۔ نیز ہر وہ برتن جو مٹی کا بنا ہو۔ الجر۔ گھڑا۔ النقیر۔ لکڑی کا برتن جسے لکڑی کو بیچ سے کھوکھلا کر کے بنایا گیا ہو۔ [۳۰۷] سلیمان بن المعتمر سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے اس سے کہا کہ حضرت علیؓ نے گھڑے میں تیار شدہ نبیذ استعمال کی ہے۔ اس نے ان لوگوں کو جواب دیا : " دیکھو، ابو اسحٰق ہمدانی ہیں جو حضرت علیؓ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب آپ کو پتہ چلا کہ یہ نبیذ گھڑے میں تیار کی گئی ہے تو آپ نے فوراً قے کر کے نکال دی تھی" [۳۰۸] ایک دفعہ آپ نے پینے کے لئے پانی

طلب کیا، آپ کو گھڑے کا پانی دیا گیا، پانی لانے والے سے آپ نے دریافت کیا کہ پانی کس برتن کا ہے؟ اس نے کہا: "گھڑے کا"۔ آپ نے وہ گھڑا منگوایا اور اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ گھڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور فرمایا: "اگر میں نے اس کے استعمال سے ایک یا دو دفعہ ہی روک دیا ہوتا تو آج ایسا نہ ہوتا" [۳۰۹] ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت میں حکمت یہ تھی کہ لوگ ایک طویل مدت سے شراب کے عادی چلے آ رہے تھے اور انہیں ان برتنوں کے مشروب میں بڑا لطف آتا تھا، اس لئے ان میں نبیذ تیار کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی تاکہ شراب کے ساتھ ان کا ہر قسم کا تعلق ختم ہو جائے۔

نبیذ سے وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۱)

۳۔ الف) الطلاء: انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ اسکا دو تہائی حصہ ختم ہو کر صرف ایک تہائی باقی رہ جائے، اسے طلاء کہتے ہیں اور شام کے علاقے میں آج کل اسے دبس کا نام دیا جاتا ہے۔

ب) اس کی حلت: طلاء کا استعمال حلال ہے جب کہ اس میں پانی ملا دیا جائے، اور پانی ملائے بغیر اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ عام طور پر یہ روٹی کے ساتھ بطور سالن استعمال ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاء کا استعمال بطور مشروب کرتے تھے [۳۱۰] اور لوگوں کو کھلایا کرتے تھے، امام نسائیؒ نے سنن میں روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ لوگوں کو انگور کا شیرہ طلاء، کھلایا کرتے تھے، وہ اتنا گاڑھا ہوتا کہ اگر اس میں مکھی گر جاتی تو نکل نہیں سکتی تھی۔ [۳۱۱]

۴۔ نشہ بازی اور شراب خوری کی سزا:

الف) سزا کب واجب ہوتی ہے: شراب چاہے قلیل مقدار میں استعمال کی جائے یا کثیر مقدار میں۔ اس پر حد واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "شراب چاہے تھوڑی مقدار میں پی لی جائے یا زیادہ مقدار میں، ہر صورت میں اسی کوڑے لگیں گے" [۳۱۲] اسی طرح شراب کے علاوہ کسی بھی مشروب کو پی کر نشہ میں مبتلا ہونے کی بھی یہی سزا ہے۔ مثلاً نبیذ کو غیر نشہ آور سمجھ کر اتنا پی لے کہ نشہ ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نبیذ پینے کی وجہ سے نشہ کی حد اسی کوڑے ہیں" جو شخص نبیذ پی کر مدہوش ہو جاتا تو آپ اس کے بارے میں

فرماتے کہ اس نے اتنی مقدار کیوں استعمال کر لی کہ جس سے نشہ ہو گیا۔ [۳۱۳] آپؓ شراب پینے اور نبیذ پی کر نشے میں مست ہو جانے پر حد لگایا کرتے تھے۔ [۳۱۴]

ب) سزا کی مقدار: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آزاد کو شراب پینے کی سزا پتوں سے صاف کھجور کی دو شاخوں سے تقریباً چالیس بار مار کر دیتے [۳۱۵] جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں مسلمانوں پر فارغ البالی کا دور آیا اور مال و دولت کی کثرت ہو گئی اور ملک شام اور اس سے آگے کے علاقے فتح ہو گئے جہاں انگور کثرت سے پیدا ہوتا تھا تو نومسلموں میں شراب خوری بہت زیادہ ہو گئی اور چالیس کوڑوں کی سزا انہیں شراب خوری سے باز رکھنے میں ناکام ہو گئی۔ حضرت خالدؓ بن الولید شام سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور شراب خوری کی کثرت کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا: "لوگ شراب خوری میں منہمک ہو گئے ہیں اور ان کی نظروں میں اس کی سزا بہت حقیر اور معمولی بن گئی ہے۔" [۳۱۶] حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے اس کی سزا میں زیادتی کے سلسلے میں مشورہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ اس کی سزا سب سے کم حد یعنی اسی کوڑے کر دی جائے" [۳۱۷] حضرت علیؓ نے رائے دی کہ اس کی سزا اسی کوڑے کر دی جائے۔ کیونکہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو مدہوش ہو جاتا ہے۔ اور مدہوشی کے عالم میں ہذیان بکتا ہے اور ہذیان بکنے کی وجہ سے افترا پردازی کرتا ہے [۳۱۸] حضرت علیؓ کی رائے شرابی کو اسی کوڑے لگانے پر قائم ہو گئی اور اپنی زندگی بھر شرابی کو اسی کوڑوں کی سزا دیتے رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے "تھوڑی اور زیادہ مقدار میں شراب خوری کی سزا اسی کوڑے ہے" [۳۱۹] اور فرماتے: "نبیذ پی کر مدہوش ہونے کی سزا بھی اسی کوڑے ہے"۔ [۳۲۰]

حضرت علیؓ کے پاس جب قیس بن عمرو حارثی شاعر جو نجاشی کے نام سے مشہور تھا پکڑ کر لایا گیا، اس نے رمضان میں شراب خوری کی تھی تو آپ نے اسے اسی کوڑے لگائے اور قید کر دیا۔ پھر قید سے نکال کر بیس کوڑے اور لگائے اور فرمایا: "میں نے تجھے بیس کوڑے اس لئے لگائے ہیں کہ تو نے خدا کی شان میں گستاخی کی ہے اور رمضان کے روزے بھی نہیں رکھے۔ [۳۲۱] مشہور یہ ہے کہ نجاشی جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا اور آپ کی مدح گوئی کرتا تھا لیکن جب شراب خوری کی بنا پر اسے سزا دی گئی تو بھاگ کر حضرت معاویہ

کے پاس جا پہنچا۔

مندرجہ بالا بیان سے ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہو گئی کہ حضرت علیؓ اپنے آخری ایام میں شراب پینے کی سزا اسی کوڑے دیتے تھے۔ رہی وہ روایت جس میں ہے کہ آپ نے شراب خوری پر چالیس کوڑے لگائے تھے تو یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں ولیدؓ بن عقبہ کو شراب نوشی پر کوڑے لگانے کے سلسلے میں پیش آیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں گورنر کوفہ ولیدؓ بن عقبہ کے خلاف اہل کوفہ حضرت عثمانؓ کے پاس یہ شکایت لے کر آئے کہ وہ شراب پیتا ہے۔ حضرت علیؓ نے جب حضرت عثمانؓ سے اس بارے میں گفتگو کی تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "اپنے بھتیجے (ولیدؓ بن عقبہ) کو پکڑ لو اور اس پہ حد جاری کر دو" اس پر حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ سے کوڑے لگانے کو کہا لیکن حضرت حسنؓ نے جواب میں حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ کا اس شخص سے کیا تعلق ہے؟ اسے آپ کے سوا کوئی اور شخص کوڑے لگائے" حضرت علیؓ یہ سن کر کچھ خفا ہوئے اور حضرت حسنؓ سے فرمایا: "بات یہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم نے کمزوری دکھائی ہے! تم ڈھیلے پڑ گئے ہو اور اس کام کا تمہارے اندر حوصلہ نہیں ہے" پھر آپ نے عبداللہؓ بن جعفر سے مخاطب ہو کر فرمایا: "عبداللہ اٹھو اور یہ کام تم کرو" عبداللہؓ کوڑے مارتے جاتے اور حضرت علیؓ گنتی کرتے جاتے یہاں تک کہ چالیس پورے ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: اب بس کر دو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے تھے پھر حضرت عمرؓ نے اسی کر دیئے تھے لیکن مجھے چالیس کوڑوں کی سزا زیادہ پسند ہے" [۳۲۲] یہ واقعہ کئی وجوہ سے محل نظر ہے۔

اول: یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ہے اور حضرت عثمانؓ کا طریق کار یہ تھا کہ عادی شرابی کو اسی اور ایک آدھ بار پینے والے کو چالیس کوڑوں کی سزا دیتے تھے [۳۲۳] ولیدؓ بن عقبہ سے بھی لغزش ہوئی تھی اس لئے حضرت علیؓ نے امیر المومنین کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے اسے چالیس کوڑے لگائے۔ اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔

دوم: فرض کر لیا جائے کہ حضرت علیؓ نے اسے چالیس کوڑے اس وجہ سے لگائے تھے کہ آپ کے خیال میں یہی بات زیادہ صحیح تھی، تو اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے عراق وارد ہونے

کے بعد اس سے رجوع کر لیا تھا اور اسی لئے نجاشی کو اسی کوڑے لگائے تھے۔

سوم: حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ولیدؓ کو اسی کوڑے ہی لگائے تھے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائے تھے۔ حضورؐ نے پتوں سے صاف کھجور کے دو شاخوں سے چالیس لگائے تھے. اور حضرت علیؓ نے بھی دو سروں والے کوڑے سے چالیس لگائے تھے. اگر غور کیا جائے تو یہ اسی ہو گئے۔ بیہقیؒ نے سنن بیہقی اور عبدالرزاقؒ نے مصنف عبدالرزاق میں ابو جعفرؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ولیدؓ بن عقبہ کو شراب پینے کی بنا پر دو سروں والے کوڑے سے چالیس کوڑے لگائے تھے۔ [۳۲۴]

ج) کوڑے لگانے کی کیفیت: شراب خوری کی سزا میں ہلکے ہلکے کوڑے لگائے جائیں گے اور کوڑوں کی ضربات کو پورے جسم پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شرابی پکڑ کر لایا گیا۔ آپؓ نے ایک کوڑا منگوایا جس میں پھل لگے ہوئے تھے (یعنی کسی پھلدار درخت کی ہری شاخ تھی۔ مترجم) آپؓ نے پھل توڑ لینے کا حکم دیا۔ پھر کوڑے کو دو پتھروں کے درمیان زور سے مار کر ایک شخص کے حوالے کر کے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور ہدایت کر دی کہ ہر عضو کو اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ [۳۲۵]

کوڑے کی سزا پانے والے کے ہاتھ کھلے رکھے جائیں گے تاکہ ان کے ذریعے وہ کوڑوں کی ضربات سے اپنے جسم کا بچاؤ کر سکے. حضرت علیؓ کے پاس ایک شرابی لایا گیا آپ نے اسے کوڑوں کی سزا سنائی اور ساتھ ہی ہدایت کر دی کہ اس کے ہاتھ کھلے رکھے جائیں تاکہ یہ اپنا بچاؤ کر سکے۔ [۳۲۶]

د) سزا کی وجہ سے ہلاک ہو جانے والے کا تاوان: شراب خوری پر کوڑوں کی سزا ایک اجتہادی مسئلہ ہے اس لئے حضرت علیؓ اس سزا پر عملدر آمد میں حرج محسوس کرتے تھے، اور اگر سزا کی وجہ سے کوئی ہلاک ہو جاتا تو بیت المال سے اس کی دیت ادا کر دیتے تھے، آپ نے فرمایا:

"کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی مجرم پر حد جاری کرنے کی بنا پر اس کی موت سے میرے دل کو کوئی صدمہ پہنچا ہو، سوائے شرابی کے، کہ اگر وہ مر جاتا تو میں اس کی دیت ادا کر دیتا، اور یہ اس لئے ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب خوری کی حد جاری نہیں کی تھی" [۳۲۷] ہم نے جو یہ کہا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا ہو گی۔ امام یا خلیفہ کے رشتہ دار اس کی ادائیگی نہیں کریں گے تو اس کی وجہ مسند زیدؒ بن علی کی یہ روایت ہے:

"جو شخص حد خمر لگنے سے ہلاک ہو جائے تو اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کی جائے گی، اس بارے میں ہماری یہی رائے ہے"

۵۔ نشہ میں مدہوش انسان کی طلاق :

(دیکھئے لفظ سکر، فقرہ ۲ جز الف) اور (طلاق، فقرہ ۳، جز ج کا مسئلہ نمبر ۲)

۶۔ پانی پینے کے آداب :

حضرت علیؓ کھڑے ہو کر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کے پاس پانی کا کوزہ لایا گیا، آپ نے ایک چلو بھر کر اس سے چہرہ، دونوں ہاتھ اور پاؤں پر مسح کیا اور کھڑے ہو کر باقی ماندہ پانی پی لیا۔ پھر فرمایا: "لوگ کھڑے ہو کر پانی پینا ناپسند کرتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا تھا" [۳۲۸] آپ سے کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں۔ [۳۲۹]

## اصبع : انگلی

انگلی کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب کا مسئلہ ۳ کا جز۔ ب)

## اضحیٰ : چاشت، قربانی

عید الاضحیٰ کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹)

## اضحیہ : قربانی

(دیکھئے لفظ ہدی اور لفظ ذبح)

۱۔ تعریف :

اضحیہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو اہل اسلام عید قربان کے موقعہ پر قربانی کی نیت سے ذبح کرتے ہیں۔

۲۔ قربانی دینے والا :

الف) اضحیہ صرف ایسے مسلمان پر ہوتا ہے جو شہر میں مقیم ہو۔ اگر وہ مسافر یا بدو ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ [۳۳۰] حضرت علیؓ کا قول ہے :

"نماز جمعہ، نماز عید الاضحیٰ، نماز عید فطر اور قربانی صرف ایسے شہر میں ہوتی ہے جس میں جمعہ

ہوتا ہو۔[۳۳۱] (یعنی جہاں اچھی خاصی آبادی ہو، اور زندگی کی تمام ضروریات مہیا ہوں۔ مترجم) ابن حزم کا کہنا ہے کہ یہ روایت حضرت علیؓ سے صحیح نہیں ہے۔ میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ سے اس کی مخالفت میں کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

ب) قربانی دوسرے شخص کی طرف سے بھی کی جا سکتی ہے چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ، اگر اس نے ایسا کرنے کے لئے کہا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی وفات کے بعد بھی قربانی دیا کرتے تھے۔ عاصم بن شریحؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک مینڈھا قربانی کے لئے لایا گیا۔ آپ نے یہ دعا پڑھ کر اسے ذبح کیا: اللہ کے نام سے، اے اللہ تیری طرف سے اور تیرے لئے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیرے لئے پھر آپ نے اسے فقراء میں بانٹنے کا حکم دیا۔ پھر دوسرا مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے اسے وہی دعا پڑھ کر ذبح کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بجائے اپنا نام لیا اور پھر حکم دیا کہ میرے لئے اس کا ایک دیگچہ نکال کر باقی بانٹ دیں۔ [۳۳۲] آپ سے پوچھا گیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا اس لئے میں ہمیشہ آپ کی طرف سے قربانی دیتا ہوں" [۳۳۳]

ج) اپنے ہاتھوں سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔ اگر کوئی عذر ہو تو کوئی مسلمان ذبح کرے۔ کسی ذمی کو قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لئے مقرر کرنا مکروہ ہے۔ [۳۳۴]

### ۳۔ الاضحیہ: قربانی کا جانور

الف) قربانی کے جانور کا تعین: اگر کوئی شخص قربانی کی نیت سے جانور خرید لے تو اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی۔ اب وہ اسے فروخت نہیں کر سکے گا۔ اگر ایسا کرے گا تو یہ ایک ناپسندیدہ حرکت ہو گی۔ [۳۳۵]

اگر قربانی کے لئے جانور کے تعین کے بعد اس کا کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی بھی قربانی دی جائے گی کیونکہ تعین کے وقت وہ ماں کے پیٹ میں تھا اس لئے اس کا بھی ماں کے ساتھ تعین ہو گیا۔ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس ہمدان سے آیا، اس کے ساتھ ایک گائے بھی تھی جس کا بچہ تھا، اس نے عرض کیا کہ میں نے قربانی کی نیت سے یہ گائے خریدی تھی پھر اس نے بچہ دے دیا اب کیا کروں؟ آپ نے اس سے فرمایا: "اس بچے سے گائے کے تھن

میں جو دودھ بچ رہے، وہ تم استعمال کرو اور قربانی کے دن بچے کی بھی ماں کے ساتھ سات افراد کی طرف سے قربانی دے دو" [۳۳۶] (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۲، جزد)

ب) قربانی کے جانور میں اشتراک : اصل تو یہ ہے کہ ہر فرد مسلم کی طرف سے ایک مینڈھے کی قربانی دی جائے۔ اگر ایک شخص ایک سے زائد مینڈھوں کی اپنی طرف سے قربانی دیتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے دو مینڈھوں کی قربانی دی تھی۔ [۳۳۷] لیکن اس میں یہ احتمال ضرور ہے کہ ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں ہی اپنی طرف سے ہوں۔ گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے جائز ہے۔ بشرطیکہ ساتوں افراد ایک گھرانے کے ہوں اور ان میں کوئی اجنبی نہ ہو۔ [۳۳۸] حضرت علیؓ کا قول ہے : "اونٹ اور گائے سات افراد کی طرف سے ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ افراد ایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے ہوں اور ان میں کوئی ان کا غیر شریک نہ ہو" [۳۳۹]

ج) قربانی کے جانور کی خصوصیات : حضرت علیؓ قربانی کے جانور کے لئے درج ذیل شرائط لگاتے تھے :

۱) قربانی کا جانور ثنی [۳۴۰] یا اس سے زائد عمر کا ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "ثنی یا اس سے زائد عمر کے جانور کی قربانی دو [۳۴۱]

۲) اس کی آنکھیں، کان اور پاؤں صحیح سالم ہوں۔ حضرت علیؓ نے قربانی کے جانور کے بارے میں فرمایا : "اس کی آنکھیں، کان اور پاؤں صحیح سالم ہوں۔ نہ اس کے کان بیچ سے پھٹے ہوئے ہوں اور نہ ان میں سوراخ ہوں، نہ کنارے سے کٹے ہوں اور نہ ہی سرے سے کٹے ہوں"۔ [۳۴۲] ایسا جانور جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے [۳۴۳] کیونکہ قربانی میں سینگ غیر مقصود ہوتے ہیں اور اس کے گوشت میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر جانور صحیح سالم خریدا گیا ہو پھر اس میں کانا پن یا لنگڑاہٹ پیدا ہو گئی ہو لیکن وہ چل کر مذبح تک پہنچ جائے تو اس کی قربانی درست ہو گی۔ [۳۴۴]

۳) ایسا جانور لینا مستحسن ہے جو گوشت والا ہو، اس لئے کہ یہ قربانی ہے، اور قربانی کے لئے بہترین جانور لینا چاہیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "جب قربانی کے لئے جانور خریدو تو پر گوشت جانور خریدو، اگر خود کھاؤ گے تو تمہیں کھانے میں اچھا لگے گا اور کھلاؤ گے تو کھلانے میں اچھا

لگے گا"۔ [۳۴۵]

د) قربانی کے گوشت کا مصرف :

۱) جب کوئی قربانی دے تو اس کے لئے درست ہے کہ ایک حصہ خود کھائے اور ایک حصہ صدقہ کر دے۔ یعنی محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ حضرت علیؓ نے جب مینڈھے کی قربانی دے دی تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے گوشت کا ایک دیگچہ میرے لئے لے آؤ اور بقیہ صدقہ کر دو" [۳۴۶] یعنی فقراء میں تقسیم کر دو۔ قربانی کرنے والے کے لئے یہ بھی جائز ہے گوشت کا ایک حصہ ذخیرہ کر لے اور اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ حضرت علیؓ ایک دفعہ سفر سے واپس گھر آئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی ممانعت کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ نہیں آپ نے ذخیرہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ پھر حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے متعلق آپ سے استفسار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "بے شک قربانی کا گوشت اس ذی الحجہ سے لے کر اگلے ذی الحجہ تک کھاتے رہو" [۳۴۷] مسند زید" میں ہے کہ حضرت علیؓ گوشت کا تیسرا حصہ خود استعمال کرتے۔ تیسرا حصہ تقسیم کر دیتے اور باقی تیسرا حصہ ذخیرہ کر لیتے۔ [۳۴۸]

ابو عبیدؓ، جو ابن زھر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ عید الاضحیٰ کی نماز ادا کی۔ حضرت علیؓ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دنوں کے بعد نہ کھائے۔ [۳۴۹] ابن حزم نے اس روایت کے بارے میں کہا کہ یہ اعلان اس سال ہوا تھا جس سال حضرت عثمانؓ کے گھر کا باغیوں نے محاصرہ کر لیا تھا۔ اس شورش کی وجہ سے دیہات کے لوگ مدینہ منورہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان لوگوں کو تنگ دستی نے آ گھیرا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے لوگوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زائد ذخیرہ نہ کریں بلکہ فاضل گوشت ان تنگ دست لوگوں میں تقسیم کر دیں، اسی طرح کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیا تھا جب کہ لوگ تنگ دستی کا شکار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے لگے تھے۔

۲) قربانی دینے والے کے لئے قربانی کا گوشت یا قربانی کی کھال کی فروخت جائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: "اپنی قربانی کا گوشت یا کھال فروخت نہ کرو بلکہ خود کھاؤ اور دوسروں کو کھلاؤ" [۳۵۰]

۴۔ قربانی کا وقت:

قربانی کے دنوں کے بارے میں حضرت علیؓ سے مختلف روایتیں منقول ہیں تاہم اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلا دن بقیہ دنوں کے مقابلہ میں افضل ہوتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قربانی کے تین دن ہوتے ہیں۔ یوم الاضحیٰ (دسویں ذی الحجہ) اور اس کے بعد کے دو دن۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قربانی کے تین دن ہیں، دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد کے دو دن" [۳۵۱] حضرت علیؓ سے یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ قربانی کے چار دن ہوتے ہیں، دسویں ذی الحجہ اور اس کے بعد کے تین دن، اس طرح قربانی کا آخری دن ایام تشریق کا آخری دن ہوتا ہے۔ [۳۵۲]

## اضطہاد: دباؤ ڈالنا، مجبور کرنا

اضطہاد کو اکراہ (مجبور کرنا) کا ایک ذریعہ شمار کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۲)

## اطعمہ: جمع طعام (کھانے)

دیکھئے لفظ طعام

## اعادہ: لوٹانا

نماز کا وقت کے اندر اعادہ کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جزھ کا مسئلہ ۳)

نماز با جماعت کا اعادہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵ جزب)

## اعارہ: عاریۃً دینا

۱۔ تعریف:

کسی چیز کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھتے ہوئے کام میں لانے کی غرض سے اس کے مالک کی اجازت سے لے لینا اعارہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی فضیلت:

کوئی چیز کسی کو عاریۃً دے دینا اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ اس سے مسلمانوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اللہ نے اس میں رکاوٹ ڈالنے والے کی کھلم کھلا مذمت کی ہے ارشاد الٰہی ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ (الماعون۔ ۵۔ ۴) (تباہی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو دکھلاوا کرتے ہیں اور برتنے کی معمولی چیزیں بھی نہیں دیتے) یعنی وہ کسی کو کوئی چیز عاریۃً بھی نہیں دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یمنعون الماعون" سے مراد لوگوں کو استعمال کے لئے کلہاڑی، ہانڈی اور ڈول وغیرہ نہ دینا ہے" [۳۵۳]

۳۔ اس کا تاوان:

عاریۃً دی ہوئی چیز لینے والے کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے۔ امانتوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ان کا تاوان اسی صورت میں ہوتا ہے جب کسی زور و زبردستی کی بنا پر اسے نقصان پہنچے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو شخص کوئی چیز عاریۃً لے لے اس پر تاوان نہیں" [۳۵۴] آپ کا یہ بھی قول ہے: "عاریت پر لی ہوئی چیز کا کوئی تاوان نہیں، یہ تو ایک احسان ہے، ہاں اگر کوئی اس میں گڑبڑ کرے تو وہ تاوان بھرے گا" [۳۵۵]

## اعانہ: مدد کرنا

مکاتب کی اعانت (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱ جز د)

جنایت (کسی کو جسمانی نقصان پہنچانے کے جرم) پر اعانت (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ الف، جز ب کا مسئلہ ۲ جز۔ د)

## اعتکاف: اعتکاف کرنا

۱۔ تعریف:

اللہ سے تقرب کی نیت کر کے مسجد میں ایک مخصوص انداز سے قیام کرنا اعتکاف کہلاتا ہے۔

۲۔ اعتکاف کی جگہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اعتکاف صرف اسی شہر میں ہوتا ہے جو جامع ہو" [۳۵۶] (یعنی وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو، اچھی خاصی آبادی ہو اور ضروریات زندگی میسر

ہوں۔ مترجم)۔ حضرت علیؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ: "اعتکاف صرف اسی مسجد میں ہو گا جہاں جماعت پنج گانہ ہوتی ہو" [۳۵۷]
تاکہ معتکف نماز با جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہے۔

۳۔ جو باتیں معتکف کے لئے ضروری ہیں وہ یہ ہیں:

الف) روزہ۔ آیا معتکف پر روزہ بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت علیؓ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت میں آپ کا قول ہے: "روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں" [۳۵۸] نیز یہ روایت بھی ہے: "اعتکاف کرنے والے پر روزہ ہوتا ہے اگرچہ وہ اپنے اوپر فرض نہ کرے" [۳۵۹]

دوسری روایت میں ہے کہ "معتکف پر روزہ واجب نہیں الا یہ کہ وہ اپنے اوپر اسے فرض کر لے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "معتکف پر روزہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے اوپر یہ فرض کر لے" [۳۶۰] اسی طرح آپ کا ایک اور قول ہے: "معتکف کے لئے اس کی نیت ہوتی ہے" [۳۶۱] یعنی اگر وہ اعتکاف کے ساتھ روزے کی نیت کرے تو اس پر روزہ ہو گا ورنہ نہیں۔

امام نوویؒ نے ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک اعتکاف کے ساتھ روزہ مستحب ہے اور اعتکاف کے لئے شرط نہیں ہے۔ [۳۶۲]

ب) عورتوں سے پرہیز: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو گندی بات (رفث) نہ کرے" [۳۶۳] رفث کبھی قول کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی فعل کے ذریعے اور یہ ہم بستری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرہ۔ ۱۸۷) (روزے کی رات تمہارے لئے اپنی بیویوں کے ساتھ ہم بستری حلال کر دی گئی ہے۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو)۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں رفث کو جماع پر محمول کیا ہے۔

ج) لڑائی جھگڑے اور فحش باتوں سے پرہیز: حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو وہ نہ گندی گفتگو کرے اور نہ ہی گالی گلوچ میں ملوث ہو" [۳۶۴] ایک روایت میں آپ نے فرمایا: "جب انسان اعتکاف کرے تو گندی گفتگو نہ کرے۔ جہالت کی باتیں نہ کرے، نہ گالی گلوچ کرے اور نہ ہی جھگڑے" [۳۶۵]

د) بلا حاجت مسجد سے نہ نکلے۔ مثلاً نماز جمعہ کی ادائیگی۔ جنازے میں شمولیت۔ گھر کے معاملات کی دیکھ بھال بشرطیکہ وہاں ٹھہرا نہ رہے اور ضروریات کی خریداری وغیرہ۔ ان کاموں کے لئے وہ مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب کوئی شخص اعتکاف میں ہو تو وہ نماز جمعہ۔ مریض کی عیادت۔ اور نماز با جماعت کے لئے جا سکتا ہے۔ اسی طرح اپنے گھر جا کر انہیں کھڑے کھڑے ہدایات دے سکتا ہے۔ وہاں افراد خانہ کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔" [۳۶۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جعدہؓ بن ہبیرہ کو ایک خادمہ خریدنے کے لئے مدد کے طور پر چھ سو درہم دیئے تھے۔ آپ کی ملاقات جعدہؓ سے ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ خادمہ خرید لی؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ میں تو اعتکاف میں بیٹھا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا: "اگر تم بازار چلے جاتے اور خریداری کر لیتے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں تھی۔" [۳۶۷] حضرت علیؓ نے جعدہؓ کی ضرورت کی شدت کا احساس کر لیا تھا۔ اسی لئے اسے خادمہ کی خریداری کی خاطر مسجد سے نکلنے کی اجازت دے دی تھی۔

## اعلان۔ اعلان کرنا

کسی پر حد جاری کرنے کے سلسلے میں اعلان کرنا (دیکھئے لفظ حد۔ فقرہ ۵۔ جزو)

## اعمیٰ۔ اندھا

اندھے کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ)

## اعور۔ یک چشم

یک چشم کا کسی آنکھوں والے کی آنکھ کو نقصان پہنچانے کے جرم کا ارتکاب کرنا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ی)

یک چشم کی تندرست آنکھ کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے مسئلہ جنایہ۔ فقرہ ۲۔ جز ح) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ کا جز ب کا مسئلہ ۳ کا جز۔ د)

## اغلف۔ وہ شخص جس کا ختنہ نہ ہوا ہو

اغلف کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جز و کا مسئلہ ۴)

## افتاء۔ فتویٰ دینا۔ فتویٰ نویسی

حضرت علیؓ نے فرمایا: "لوگوں کو صرف وہی شخص دینی مسائل میں فتویٰ دے جو قرآن مجید پڑھ چکا ہو، جسے قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم ہو اور جسے سنت کی سمجھ اور علم فرائض و میراث کا درک ہو" [۳۶۸]

امام کے اجتہاد کے مخالف فتویٰ نہ دینا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۹، جز- ح)

## افتراء: افترا پردازی کرنا کسی پر جھوٹ باندھنا

(دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳، جز- ب)

## افتضاض: پردۂ بکارت چاک کرنا

افتضاض پر لگنے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۲ کا جز- د)

## افراد: تنہا کر دینا

(دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز ب کا مسئلہ ۱)

## افلاس: مفلس ہونا

(دیکھئے لفظ فلس)

## اقامہ: قائم کرنا، اقامت کہنا

### ۱- کن لوگوں کو جماعت کے لئے اقامت کہنا چاہئے:

الف) اذان اور اقامت دونوں میں اونچی آواز کی ضرورت ہوتی ہے اور آواز بلند کرنا عورت کے لئے پسندیدہ نہیں ہے، اس لئے کہ عورت نہ تو اذان دے سکتی ہے اور نہ اقامت کہہ سکتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت نہ تو اذان دے گی اور نہ اقامت کہے گی" [۳۶۹]

ب) اگر مسافر تن تنہا ہو تو اس کے لئے نماز کی خاطر اذان دینا ضروری نہیں لیکن وہ اقامت ضرور کہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی خراجی زمین کی طرف چلا جائے (ایسی سرزمین جہاں غیر مسلم آباد ہوں) اور پھر نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز کے لئے صاف اور پاکیزہ ترین جگہ کا انتخاب کرے۔ اس لئے کہ زمین کے ہر ٹکڑے کا یہ حق ہے کہ

اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ پھر اگر وہ چاہے تو نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں کہے، اور اگر چاہے تو صرف اقامت کہہ کر نماز ادا کر لے" [۳۷۰]

ج) مسجد میں دوسری جماعت کے لئے اقامت کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز ھ)
عید کی نماز کے لئے اقامت نہ کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ح)

۲۔ اقامت کہنے کی کیفیت:

اقامت میں اذان کی طرح کلمات کو دو دو کر کے کہنا چاہئے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، اذان، فقرہ ۴)

حضرت علیؓ کا گذر ایک موذن کے پاس سے ہوا جو اقامت میں کلمات کو ایک ایک دفعہ کہتا تھا۔ آپ نے اسے ان کلمات کو دو دو مرتبہ کہنے کا حکم دیا۔ [۳۷۱]

اذان اور اقامت میں فرق ہے کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جاتی ہے اور اقامت لگاتار کہی جاتی ہے۔
حضرت علیؓ نے فرمایا: اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو دفعہ کہے جائیں لیکن اذان میں ٹھہر ٹھہر کر کہے جائیں اور اقامت میں جلد جلد [۳۷۲]

۳۔ اقامت کب کہی جائے؟

جب تک امام اقامت کہنے کی اجازت نہ دے اس وقت تک موذن اقامت نہ کہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "موذن اذان کے بارے میں زیادہ اختیار رکھتا ہے اور امام اقامت کے بارے میں" [۳۷۳] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز د کا مسئلہ ۴)

## اقتصاص: بدلہ لینا

قرض دار کا جو مال بھی قرض خواہ کے ہاتھ لگے اسے قرض دار کے علم کے بغیر اپنے قرض کے بدلے میں لے لینا (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵ جز۔ الف)
جسمانی طور پر نقصان پہنچانے والے جرائم کا قصاص (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ جز۔ الف)

## اقرار: اقرار کرنا

۱۔ تعریف:

کسی حق کا اعتراف کر لینا اقرار کہلاتا ہے۔

۲۔ حق جس کا اعتراف کیا جائے:

جس چیز کا اعتراف کیا گیا ہے وہ یا تو کسی غیر کا حق ہو گا یا کوئی حد ہو گی۔

الف) اگر کسی غیر کے حق کا اقرار کر لیا جائے تو پھر اقرار کرنے کے لئے رجوع کرنے کی گنجائش نہیں رہے گی. مثلاً کسی کے قرض کا اقرار. اس میں اس کے لئے رجوع کی گنجائش نہیں رہے گی یا اسی طرح اپنے بارے میں کسی کے غلام ہونے کا اقرار، حضرت علیؓ نے فرمایا: "کوئی شخص اگر اپنے بارے میں کسی کا غلام ہونے کا اقرار کر لے تو وہ غلام ہے" [۳۷۴]

کسی شخص کا اپنے کسی بیٹے کے نسب کا اقرار کرنا (دیکھئے لفظ نسب. فقرہ ۱. جز ب)

ورثاء میں سے کسی ایک کا میت پر قرض کی رقم کا اقرار کرنا (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۲. جز ب کا مسئلہ ۲)

ب) اگر اقرار شدہ چیز کوئی حد ہو تو اقرار کرنے والے کے لئے درست ہے کہ وہ حد جاری ہونے سے پہلے یا دوران میں جس وقت بھی چاہے. اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اگر رجوع کر لے تو اس پر حد کا نفاذ کالعدم ہو جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے کسی کا اونٹ چرا لیا تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم نے اونٹ کی چوری کی ہے. اس نے جواب میں کہا "کیوں نہیں" حضرت علیؓ نے پھر اس سے کہا کہ شاید تم پر شبہ کیا گیا ہے؟ اس نے پھر جواب میں کہا: "نہیں نہیں". بلکہ حقیقت میں میں نے اونٹ کی چوری کی ہے" اس پر آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اسے لے جا کر اس کی انگلیاں باندھ دو. آگ روشن کرو اور قصائی کو اس کا ہاتھ کاٹنے کے لئے بلاؤ. پھر میرے واپس آنے تک انتظار کرو۔ جب آپ واپس آئے تو پھر اس سے پوچھا کہ تم نے چوری کی ہے؟ اس دفعہ اس نے نفی میں جواب دیا. آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا. امیرالمومنین! آپ نے اسے جانے دیا حالانکہ اس نے آپ کے سامنے چوری کا اقرار کر لیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "میں نے اسے اس کے قول (اقرار) پر پکڑا اور اس کے قول (اقرار سے رجوع) پر اسے چھوڑ دیا" [۳۷۵] اسی لئے حد کے وجوب کا اقرار کرنے والوں کو بھگا دیا جاتا ہے. اور انہیں اپنے اقرار سے رجوع کا اشارہ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ چلے جائیں اور واپس نہ آئیں یا واپس آ کر اقرار سے رجوع کر لیں تو ان پر حد کا نفاذ کالعدم قرار پاتا ہے۔ پچھلی روایت میں ہم نے دیکھ لیا کہ حضرت علیؓ نے اونٹ کی چوری کا اقرار کرنے والے کو کس طرح اپنے

اقرار سے رجوع کر لینے کا اشارہ دیا۔ حضرت علیؓ کے پاس مرد و عورت کا ایک جوڑا ایک ویرانے سے پکڑ کر لایا گیا، حضرت علیؓ نے مرد سے پوچھا: "بتاؤ تم نے اس عورت سے قربت یعنی ہم بستری کی ہے"؟ حضرت علیؓ کی مجلس کے لوگوں نے اس مرد کو انکار کر دینے کا اشارہ دیا جس پر اس نے انکار کر دیا اور آپ نے اس جوڑے کو جانے دیا" [۳۷۶] ہم آگے ایک واقعہ بیان کریں گے جس میں حضرت علیؓ نے اقرار کرنے والے چور کو ڈانٹ کر بھگا دیا لیکن جب اس نے دوبارہ آکر اپنی چوری کا اقرار کر لیا تو آپ نے اس پر حد جاری کرتے ہوئے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اگر وہ کسی نامعلوم حد کے وجوب کا اقرار کرے اور اس کے اظہار سے انکار کر دے تو حد کے کم سے کم درجے سے اس کی پٹائی شروع کر کے اوپر تک لے جائی جائے اور جہاں وہ پٹائی روک دینے کے لئے کہے وہیں روک دی جائے۔ کیونکہ اس کا پٹائی روکنے کے لئے کہنا یا تو رجوع عن الاقرار شمار کیا جائے گا یا اس پر عائد شدہ حد کی تکمیل خیال کیا جائے گا۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ کے پاس آکر اقرار کیا کہ اس پر حد واجب ہو گئی ہے۔ آپ نے ساتھیوں سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ وہ کس قسم کی حد ہے؟ لیکن اس نے جواب میں کچھ نہیں بتایا۔ اس پر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس کی پٹائی شروع کر دو یہاں تک کہ یہ خود تمہیں روک دے" [۳۷۷]

## ۳۔ اقرار کے لئے الفاظ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ حدود میں ایک دفعہ اقرار کو ایک گواہ تصور کرتے تھے اور چونکہ حد کے وجوب کے ثبوت کے لئے دو گواہ درکار ہوتے ہیں اس لئے اقرار کرنے والا جب تک دو دفعہ اقرار نہیں کرے گا اس کے اقرار کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جائے گا۔ قاسم بن عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص آیا اور کہا امیرالمومنین! میں نے چوری کی ہے اس پر حضرت علیؓ نے اسے جھڑکا۔ وہ چلا گیا اور دوبارہ آکر چوری کا اقرار کیا اس پر آپ نے اس سے کہا "تو نے اپنے خلاف دو گواہیاں دی ہیں" اس نے اس کا اقرار کیا جس پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا"، قاسم کے والد عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے اس کا کٹا ہوا ہاتھ معلق دیکھا تھا" [۳۷۸] یعنی اس کی گردن کے ساتھ۔ آپ کا قول ہے: "چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک وہ دو مجلسوں میں دو دفعہ اقرار نہ کر لے" [۳۷۹] اور اگر زنا کی حد ہو تو اسکے ثبوت کے لئے چار گواہ

درکار ہوتے ہیں، اس لئے زنا کے مرتکب سے بھی چار مرتبہ اقرار لیا جائے گا۔ یہ واقعہ پیش آچکا ہے کہ اشجع کے ایک غلام نے چار مرتبہ زنا کے ارتکاب کا اقرار کیا تو اس پر حد جاری کر دی گئی" [۳۸۰]

لیکن اگر کسی شخص کے حق کا اقرار ہو تو ہمیں اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے کوئی روایت نہیں ملی کہ اس میں کتنی مرتبہ اقرار ہونا چاہئے۔

۴۔ اقرار کا دائرہ :

اقرار ایک ایسی حجت ہے جس کا دائرۂ اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود رہتا ہے اور کسی دوسرے تک نہیں پہنچتا۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے ان ورثا کے بارے میں جن میں سے بعض نے میت کے ذمہ قرض کا اقرار کر لیا ہو یہ فیصلہ دیا کہ "جس وارث نے قرض کا اقرار کیا ہے وہ اپنے حصے میں سے اسی نسبت سے قرض ادا کرے گا" [۳۸۱]

## اقعاء : کتے کا چوتڑ پر بیٹھنا

نماز میں اقعاء یعنی چوتڑوں کے بل بیٹھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ک) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ، ۸، جز۔ م)

## اقلف : غیر مختون۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو

اقلف کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ۳)

## اکتحال : سرمہ لگانا

ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں مدرک بن الحجاج سے روایت کی ہے کہ میں (مدرک) نے حضرت علیؓ کی آنکھوں میں سرمے کا نشان دیکھا تھا" [۳۸۲]

## اکتناز : ذخیرہ ہو جانا۔ ذخیرہ کرنا

دیکھئے لفظ، کنز اور لفظ ادخار

## اکراہ : مجبور کرنا، جبر

۱۔ تعریف :

کسی انسان کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر زبردستی مجبور کرنا اکراہ کہلاتا ہے۔ اسے لاچار کر دینے والا جبر بھی کہتے ہیں۔

**۲۔ اکراہ کے طریقے:**

حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی شخص کو اس کے مفادات کے حصول سے روک دینے کو اکراہ سمجھتے ہیں۔ حسنؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کر لی اور سفر پر جانے کا ارادہ کیا، بیوی کے رشتہ داروں نے اسے پکڑ کر محبوس کر دیا اور اسے چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئے۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وعدہ کر لیا کہ ایک ماہ تک وہ اس کا نان و نفقہ بھیج دے گا، لیکن ایک ماہ گذرنے کے باوجود جب اس نے مطلقہ کا نان نفقہ نہ بھیجا تو یہ معاملہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت علیؓ نے سارا ماجرا سن کر فرمایا: "بیوی کے رشتے داروں نے اس پر اتنا دباؤ ڈالا کہ وہ طلاق دینے پر مجبور ہو گیا" ۔ پھر آپ نے اس کی بیوی اس بنا پر اسے واپس کرا دی[۳۸۳] کہ درحقیقت یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی اور جب حضرت علیؓ نے حبس اور دباؤ کو اکراہ قرار دیا ہے تو کیا ایسے ذرائع جو ان سے بڑھ کر ہیں مثلاً بھوکا رکھنا، پٹائی کرنا اور ایسے شخص کو دھمکی دینا جس کے بارے میں گمان غالب ہو کہ وہ دھمکی سے ڈر کر وہ کام کر لے گا، اکراہ میں شمار نہیں ہوں گے؟ ابو الضحیٰ سے روایت ہے کہ ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے، مجھے سنگسار کر دیں، حضرت عمرؓ نے اسے واپس کر دیا لیکن جب اس نے چار دفعہ آ کر اس کی گواہی دی تو آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: "امیر المومنین! اس عورت کو واپس بلا کر اس سے پوچھیں کہ ارتکاب زنا کی کیا وجہ ہوئی؟ شاید اس کے لئے کوئی عذر نکل آئے۔" حضرت عمرؓ کے پوچھنے پر اس عورت نے بیان دیا: میرے خاندان والوں کے اونٹ تھے، میں ان اونٹوں کے ساتھ چلی گئی، ہمارا ایک شریک تھا وہ بھی اپنے اونٹ لے کر نکلا، میں اپنے ساتھ پانی بھی لے گئی تھی کیونکہ ہمارے اونٹوں کا دودھ ختم ہو چکا تھا، ہمارا شریک بھی پانی لے گیا تھا اور اس کے اونٹ دودھ بھی دیتے تھے۔ پھر ہوا یہ کہ میرے پاس پانی ختم ہو گیا۔ میں نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے اسی صورت میں پانی دینے پر رضامندی ظاہر کی کہ اگر میں اپنا جسم اس کے حوالے کر دوں، میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن پیاس سے میری جان نکلی جا رہی تھی، آخر مجبور ہو کر میں نے اس کا ارتکاب کیا" حضرت علیؓ نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا پھر یہ آیت پڑھی: فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ (البقرۃ۔

۱۷۳) (جو شخص مجبور ہو جائے کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو) پھر فرمایا: "مجھے تو اس کے لئے صاف عذر نظر آ رہا ہے" [۳۸۴]

۳۔ اکراہ کے نتائج:

الف) اکراہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ ختم ہو جاتا ہے اور دنیا میں حد، قصاص اور تعزیر کی صورت میں ملنے والی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے اس عورت سے حد زنا ساقط کرا دی تھی جسے پیاس کی شدت نے جان بچانے کی خاطر اس فعل پر مجبور کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہمدان کی ایک حاملہ عورت لائی گئی جس نے اس فعل کا ارتکاب کیا تھا۔ اس عورت کا نام شراحہ تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا: "کسی شخص نے تمہیں اس فعل پر مجبور کیا تھا؟" اس نے نفی میں جواب دیا۔ [۳۸۵] جب اس نے نفی میں جواب دیا تو پھر آپ نے اس پر حد زنا جاری کر دی۔

ب) اکراہ سے تصرفات قولیہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں تصرفات قولیہ کے نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس شخص کو مجبور کر دیا گیا ہو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی" [۳۸۶] پہلے یہ واقعہ گذر چکا ہے کہ ایک شخص کی بیوی کے رشتہ داروں نے اسے پکڑ کر طلاق دینے پر مجبور کر دیا تھا اور طلاق کو ایک ماہ تک اس عورت کا نان و نفقہ نہ بھیجنے کے ساتھ معلق کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس طلاق کو کالعدم قرار دے کر اس کی بیوی اسے واپس کر دی تھی۔ [۳۸۷] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جزج کا مسئلہ ۳)

ج) اگر کسی کو کسی کام پر مجبور کر دیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان افعال میں اس طرح فرق کرتے ہیں کہ اگر مکرہ (جسے مجبور کیا گیا ہو) مکرہ (مجبور کرنے والا) کا آلہ کار بن کر یہ کام کرتا ہے تو ایسی صورت میں مکرہ پر اس کا تاوان ڈال دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے متعلق قتل کا فیصلہ دیا تھا جس نے اپنے غلام کو کسی شخص کے قتل پر مامور کیا تھا اور غلام نے اسے قتل کر دیا تھا۔ آپ نے غلام کو قید کرنے کا حکم دیا تھا۔ [۳۸۸] اگر مجبور شخص مجبور کرنے والے کا آلہ کار بن کر یہ کام نہیں کرتا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اس فعل کے نتائج کی ذمہ داری اس فعل کے کرنے والے پر ڈالتے ہیں نہ کہ مجبور کرنے والے پر۔ مثلاً وطی کرنا، کوئی چیز کھا لینا وغیرہ۔

ہمیں اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے کوئی روایت نہیں ملی لیکن ہم نے یہ قاعدہ حضرت علیؓ کے اس فیصلے سے اخذ کیا ہے جو آپ نے پہلی صورت میں کیا تھا کہ قتل کی سزا غلام کو نہیں دی کیونکہ وہ اپنے آقا کا آلہ کار تھا۔ اس بنا پر اگر کام کی نوعیت ایسی ہو کہ مکرہ اسے سرانجام دینے میں غیر کا آلہ کار نہ بنتا ہو تو اس کا حکم اس سے مختلف ہو گا جو ہم نے بیان کر دیا ہے۔

جنایت پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲، جز۔ ھ)

اکراہ سے پیدا ہونے والے نقصانات کا تاوان۔ حضرت علیؓ اکراہ سے پیدا ہونے والے نقصانات کا تاوان واجب سمجھتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو زنا پر مجبور کرے تو اس شخص پر حد زنا واجب ہوگی اور تاوان ادا کرنا بھی لازمی ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آزاد عورت کو زنا پر مجبور کرنے کے بارے میں فرمایا تھا: "اگر عورت باکرہ یعنی کنواری ہے تو زانی پر اس عورت کے خاندان کی ایک عورت کے مہر کے برابر مہر دینا واجب ہو"۔ اور اگر باکرہ نہ ہو تو اسے مہر مثل ملے گا جو زانی ادا کرے گا۔ [۳۸۹] لونڈی کے بارے میں آپ نے فرمایا: "اگر وہ باکرہ یعنی کنواری ہوگی تو اسے اس کی قیمت کا دسواں حصہ ملے گا اور اگر کنواری نہیں ہوگی تو اسے اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ملے گا [۳۹۰] (یہ رقمیں زنا بالجبر کا مرتکب اسے ادا کرے گا) (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵ جز۔ ح)

## التزام: اپنے اوپر لازم کر لینا، ذمہ داری اٹھانا

دوسرے پر عائد شدہ واجب کو اپنے ذمہ لینا (دیکھئے لفظ ضمان، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۳)

## امارۃ: منصب امامت

۱۔ کوئی نہ کوئی امام یا خلیفہ مقرر کرنا ضروری ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ امت کا معاملہ صرف کسی امیر یا خلیفہ کے وجود کے ساتھ ہی درست رہ سکتا ہے۔ چاہے وہ جس طرح کا بھی ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: معاویہ تم پر غالب آ جائیں گے، لوگوں نے عرض کیا: "تو پھر جنگ کا کیا فائدہ!" آپ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک امیر یا خلیفہ کا ہونا ضروری ہے چاہے وہ نیکو کار ہو یا غلط کار" [۳۹۱]

آپ کا خیال تھا کہ امیر کا وجود اس کے عدم سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس کے ذریعے امن و

امان بحال رہ سکتا ہے اور لوگوں کے مفادات پورے ہو سکتے ہیں نیز مظلوم کو انصاف میسر آ سکتا ہے۔ اور اس کا عدم وجود بدنظمی اور بربادی کا سبب بن سکتا ہے۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے: "لوگوں کو صرف امیر یا خلیفہ ہی درست رکھ سکتا ہے چاہے وہ نیکو کار ہو یا غلط کار" لوگوں نے عرض کیا: "نیکو کار امام تو یہ کام سرانجام دے سکتا ہے لیکن غلط کار امیر یہ کیسے کر سکتا ہے؟" آپ نے جواب دیا: "اگر امیر غلط کار بھی ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اسے دشمنوں سے جہاد، مال غنیمت کی آمد، حدود کے قیام، حج بیت اللہ اور راستوں کی حفاظت اور امن و امان کا ذریعہ بنا دیتا ہے اور اس کے سائے میں مسلمان آخری سانس تک امن و اطمینان سے اللہ کی عبادت کرتا رہتا ہے" [۳۹۲]

## ۲۔ امام کی بیعت:

بیعت کا مطلب ہے ذمہ داری، فرمانبرداری اور نظم و ضبط کا عہد۔ اور یہ چیز ملک میں امن و امان اور سکون و اطمینان کی بالا دستی کے لئے ضروری ہے اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کے لئے بیعت ضروری سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "جو شخص ایک عادل، نیکو کار اور پرہیز گار امام کے ہوتے ہوئے اس کی بیعت نہیں کرے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا" [۳۹۳]

## ۳۔ امیر یا خلیفہ کی صفات:

جو شخص امیر المومنین بنے اس میں درج ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے: عقل، بلوغ کیونکہ کسی انسان کے مکلف ہونے کے لئے یہ دو باتیں بنیاد ہیں: اسلام، اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء۔ ۱۴۱) (اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے) شریعت کے احکام کا علم۔ کیونکہ لوگوں کی زندگیوں کو ان احکامات کے مطابق ڈھالنا اس کی ذمہ داری ہے اور اگر اسے شرعی احکامات کا علم نہ ہو گا تو وہ یہ ذمہ داری کیسے پوری کر سکے گا۔ حکومت کا انتظام سنبھالنے اور اسے چلانے کی قدرت۔ مرد ہونا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے حکومت کی باگ ڈور کسی عورت کے حوالے کر دی ہو" پرہیز گاری اور انصاف پروری اور قریشی خاندان سے تعلق، حضرت علیؓ نے فرمایا: "خلافت قریش کی ہے" [۳۹۴]

## ۴۔ امیر یا خلیفہ کے فرائض:

اسلام نے امیر المومنین کے کاندھے پر بڑی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا ہے جن میں سے چند کا ہم

ذکر کرتے ہیں:

الف) شریعت اسلامیہ کے احکامات کی تطبیق (یعنی مسلم معاشرہ کی عملی زندگی میں ان احکامات کو جاری و ساری کرنا۔ مترجم)

ب) لوگوں میں عدل قائم کرنا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "تین باتیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے امام (خلیفہ) میں پائی جائیں تو وہ صحیح معنوں میں اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والا امام ہوگا۔ جب فیصلہ کرے تو عدل کرے، اپنی رعایا سے چھپ کر پردوں میں نہ رہے اور قریب و بعید سب پر اللہ کی کتاب کا نفاذ کرے" [۳۹۵]

ج) جماعت پنج گانہ، عیدین اور جمعہ کی نماز کے نظام کا قیام: (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ د) اور (لفظ صلاہ فقرہ ۱۶، جز۔ ھ)

د) زکوۃ کی وصولی۔

ھ) حدود قائم کرنا اور قصاص لینا۔

و) قاضی مقرر کرنا: "حضرت علیؓ نے فرمایا: پانچ باتوں کا تعلق امام المسلمین سے ہے، نماز جمعہ، نماز عیدین، صدقات کی وصولی، اقامت حدود، قاضیوں کی تقرری اور قصاص لینا" [۳۹۶]

ز) امت کے اموال (پبلک فنڈز) کی حفاظت اور انہیں اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے وقت میانہ روی اختیار کرنا۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے بیت المال کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا حتیٰ کہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کے پاس سوائے روئی کے ایک جبہ اور دراءبجرد کی بنی ہوئی چادر کے اور کچھ نہیں تھا۔ [۳۹۷] عبداللہ بن زریر سے روایت ہے کہ: میں عید الضحیٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے ہمیں حریرہ (ایک قسم کا کھانا جو آٹا، دودھ اور گھی ملا کر تیار کیا جاتا ہے) پیش کیا۔ میں نے عرض کیا: اللہ آپ کا بھلا کرے اگر آپ ہمارے سامنے بطخ کا گوشت پیش کرتے تو کیا ہی اچھا ہوتا کیونکہ اب مال و دولت کی فراوانی ہوگئی ہے"۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے ابن زریر! میں نے حضور صلی اللہ علیہ و سلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "خلیفہ کے لئے اللہ کے مال میں سے دو پیالوں کے سوا اور کچھ حلال نہیں ہے۔ ایک پیالہ جسے وہ اور اس کے اہل و عیال کھائیں گے اور ایک

پیالہ جسے وہ مہمانداری کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرے گا"۔[۳۹۸]

ح) اموال فی: (جزیہ، خراج وغیرہ) سے اپنے آپ کو بلند رکھنا۔ ہارون بن عنترہ نے اپنے والد عنترہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: میں حضرت علیؓ کے پاس نوروز (ایرانیوں کے سال کا پہلا دن) یا مہرجان (پارسیوں کی عید) کے دن آیا تو آپ کے پاس بہت سے چودھری آئے ہوئے تھے اور تحائف کا ڈھیر لگا تھا۔ اتنے میں قنبر آ گیا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے جا کر کہنے لگا: امیرالمومنین! آپ تو ایسے شخص ہیں کہ کوئی چیز آپ کے مناسب نہیں لیکن آپ کے گھر والوں کا تو اس مال میں حصہ ہے، میں نے آپ کے لئے ایک چیز چھپا دی ہے۔" جب آپ نے اس چیز کے بارے میں استفسار کیا تو قنبر آپ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا جہاں ایک تھیلا پڑا تھا جس میں سونے چاندی کے ملمع کئے ہوئے برتن بھرے ہوئے تھے۔ جب حضرت علیؓ نے انہیں دیکھا تو غصے سے قنبر سے کہا: تیری ماں تجھے روئے! تو نے تو میرے اہل و عیال کو ایک بڑی آگ میں ڈلوانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ پھر آپ ایک ایک برتن کو اٹھاتے اور اس کے وزن کا اندازہ لگا کر ہر عریف (چودھری) کو اس کا حصہ دے دیتے۔ جب سب کچھ تقسیم ہو گیا تو آپ نے یہ شعر پڑھے۔

یہ ہے میرا چنا ہوا پھل جس کا چناؤ بہترین انداز سے ہوا ہے
اور ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ تک جاتا ہے

اس لئے اس بارے میں مجھے دھوکہ نہ دینا، میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دینا[۳۹۹]
(مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے لئے رزق حلال کا اہتمام کیا ہے۔ اس لئے اس بارے میں مجھے دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ مترجم)

دارالامارۃ (گورنمنٹ ہاؤس) میں امیر کی سکونت کو اس سے الگ سمجھا جائے۔ تاہم اگر موت، استعفیٰ یا اور کسی وجہ سے امارت کا عہدہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو پھر دارالامارۃ میں اس کی سکونت کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی ام کلثوم کو دار الامارۃ سے جہاں وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ مقیم تھیں سات دنوں کے اندر منتقل کر دیا تھا۔[۴۰۰]

ط) سیاسی طریقوں کا استعمال: امیر کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے اپنی حکمت عملی کی بنیاد سیاسی طریقوں پر رکھے جن میں تہدید و ترغیب شامل ہوں اور رعیت پر سختی

کرنے سے پرہیز کرے۔ قبیلہ ثقیف کے ایک شخص سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا کا عامل مقرر کر کے اس علاقے کے لوگوں کے سامنے مجھ سے فرمایا، "دیہی علاقوں کے لوگ بڑے دھوکے باز ہوتے ہیں۔ ان سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا اور ان پر عائد شدہ تمام رقمیں وصول کرنا۔ پھر فرمایا: "اب جاؤ، پھر آکر مجھ سے ملنا" جب میں واپس آیا تو آپ نے فرمایا: جو باتیں میں نے تم سے کہی تھیں، وہ صرف انہیں سنانے کے لئے کی تھیں، لیکن اصل بات اب سنو۔ ایک درہم کی وصولی کے لئے بھی کسی کو ایک کوڑا نہ مارنا۔ کسی کو تنگ نہ کرنا۔ کسی سے زبردستی ایک بھی بکری یا گائے وصول نہ کرنا۔ ہمیں ان سے ان کی استطاعت کے مطابق وصولی کا حکم دیا گیا ہے" [۴۰۱]

ی) رعایا سے چھپ کر پردے میں نہ رہنا: امیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ وہ ریاعا سے چھپ کر پردے میں نہ رہے تاکہ ضرورت مندوں کو اپنی عرضداشتیں پیش کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ کسی امام میں پائی جائیں تو وہ ایسا امام بننے کے قابل ہوگا جو اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ صحیح طریقے سے اٹھا سکے۔ جب فیصلے کرے تو عدل کرے، رعایا سے چھپ کر پردوں میں نہ رہے اور قریب و بعید سب پر کتاب اللہ کے احکامات نافذ کرے" [۴۰۲]

ک) امیر کی خرید و فروخت: حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر کے لئے خرید و فروخت کو ناپسند کرتے تھے، اگر اس کے لئے خریداری کرنا ضروری ہو تو ایسے شخص سے خریداری کرے جسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ امیر ہے۔ ابن مطر کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ دار فرات یعنی بازار کرابیس میں تشریف لے گئے اور ایک دکاندار سے فرمایا: "مجھے تین درہم میں ایک اچھی سی قمیص دے دو" اس شخص نے آپ کو پہچان لیا، آپ نے اس سے قمیص نہیں خریدی اور ایک دوسرے دکاندار کے پاس چلے گئے، اس نے بھی آپ کو پہچان لیا، آپ نے اس سے بھی کچھ نہیں لیا۔ پھر ایک نوخیز لڑکے کے پاس جا کر اس سے تین درہم میں قمیص خریدی اور اسے زیب تن کر لیا جو آپ کے ٹخنوں تک پہنچی، اس کے بعد اس لڑکے کا باپ جو دکان کا مالک تھا، آیا، اس سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے بیٹے نے امیر المومنین کو تین درہم میں قمیص فروخت کی ہے۔ تم امیر المومنین سے دو درہم لے لیتے تو اچھا ہوتا، وہ شخص ایک درہم لے کر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ یہ ایک درہم واپس لے لیجئے، آپ نے اس سے اس درہم کے بارے

میں استفسار کیا تو اس نے کہا کہ قمیص دو درہم کی تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اس نے قمیص میری رضامندی سے فروخت کی اور میں نے اس کی رضامندی سے اسے خریدا" [۴۰۳]
(باہمی رضامندی کے بعد اب اس کی قیمت میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہی۔ مترجم)

۵۔ امیر کا اپنے پیش رو امیر کی مخالفت نہ کرنا:

امیر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے پیش رو امیر کے وضع کردہ انتظامی ڈھانچوں میں رد و بدل کرے لیکن اسے اس سلسلے میں رجعت پسندانہ اقدامات نہیں کرنے چاہئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیت المال سے لوگوں کو وظائف دینے میں یکسانیت برتتے تھے اور غلاموں کو بھی وظائف دیتے تھے. جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے یکسانیت کے طریقے کو ترک کر دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عنان خلافت سنبھالی تو آپ نے یکسانیت کے پہلے طریقے کو پھر رائج کر دیا لیکن غلاموں کے وظائف بند کر دئے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے پیش رووں کے طریقوں کو پامال نہیں کیا۔ [۴۰۴]

۶۔ رعایا کے فرائض:

رعیت پر بھی امیر کے سلسلہ میں کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف) امیر کی اطاعت جب تک وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دے. اگر وہ اللہ کی معصیت کے ارتکاب کا حکم دے گا تو رعایا پر سے اس کی فرمانبرداری ختم ہو جائے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اعلان کیا تھا: جب میں اللہ کی فرمانبرداری میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس میں تم پر میری اطاعت لازم ہے. چاہے تم اسے پسند کرو یا ناپسند. لیکن اگر میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی حکم صادر کروں تو کوئی شخص اس نافرمانی میں میری اطاعت نہ کرے۔ لوگو! جائز امور میں میری اطاعت کرو! جائز امور میں میری اطاعت کرو!" [۴۰۵]

ب) امیر کے جھنڈے تلے اعدائے اسلام اور باغیوں سے جنگ کرنا: حضرت علیؓ نے فرمایا: "امیر پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے کرے اور رعیت کے درمیان عدل قائم کرے، جب امیر کا لائحہ عمل یہ ہو تو رعیت پر لازم ہے کہ وہ اس کی بات سنیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی پکار پر لبیک کہیں. اور جو امیر بھی خدائی احکامات کے مطابق فیصلے نہ کرے تو رعیت پر اس کی اطاعت لازم نہیں" [۴۰۶] یعنی جب امیر اپنی رعیت

کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں یا اس کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے کے لئے بلائے تو وہ اس کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسکا ساتھ دیں۔

## امام : امام

نماز کا امام (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د)

نماز جنازہ کے لئے امامت کا سب سے زیادہ حقدار (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ ھ)

امام بہ معنی امیر یا خلیفہ (دیکھئے لفظ امارہ)

## امان : امان دینا

### ۱۔ تعریف :

بر سرپیکار لوگوں کو ان کی جان و مال، عزت و آبرو اور مذہب کے تحفظ کا اطمینان دلانا امان کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اس کی قسمیں :

الف) امان موبد۔ مستقل طور سے دی ہوئی امان اسے عقد ذمہ بھی کہتے ہیں (یعنی اسلامی مملکت کے کافر شہری جو حکومت کو ایک خاص رقم ادا کر کے مستقل تحفظ حاصل کر لیتے ہیں۔ مترجم) حضرت علیؓ کا قول ہے: "ان ذمیوں نے عقد ذمہ کو اس لئے قبول کیا ہے کہ ان کی جان و مال ہماری جان و مال کی طرح محفوظ ہو جائے" [۴۰۷] (دیکھئے لفظ ذمہ)

ب) امان موقت۔ یہ امان دائمی نہیں ہوتی۔ اسلامی حکومت کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مفادات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جس وقت چاہے اسے ختم کر سکتی ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں:

۱) بر سرپیکار کافر کو اسلام سے متعارف ہونے کی غرض سے امان دینا۔ ایسی صورت میں اسے امان نہ دینا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے امان دی جائے گی جس کی بنیاد پر وہ مسلمانوں کے ملک میں داخل ہو کر اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو گا۔ پھر اگر چاہے گا تو داخل اسلام ہو کر ایک مسلمان کی حیثیت سے قیام کرے گا اور اس کے حقوق و فرائض دوسرے مسلمانوں کی طرح ہونگے اور اگر وہ چاہے گا تو اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے جزیہ ادا کر کے ایک ذمی کی حیثیت سے مملکت اسلامیہ کا شہری بن جائے گا۔ اس صورت میں اسلامی حکومت کو اختیار

ہو گا کہ وہ اسے اس حیثیت میں قبول کرے یا نہ کرے۔ تیسری صورت یہ ہوگی کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے وطن لوٹ جائے گا۔ ارشاد باری ہے: وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ (التوبہ۔ ۶) (اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔ پھر اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دو)

۲) تاجروں کو امان دینا۔ ان تاجروں کو امان دینا جو اپنا تجارتی سامان لے کر مسلمانوں کے ملک میں داخل ہونا چاہیں۔ اس صورت میں امیر المومنین کو اختیار ہے کہ وہ انہیں امان دے کر داخلہ کی اجازت دے دے۔ تاکہ وہ لوگ اپنا سامان فروخت کر کے اپنے ملک کو واپس چلے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے پہلے خلفاء کے زمانے میں اسی طریقے پر عمل ہوتا چلا آیا تھا۔

۳) قاصدوں اور سفراء کو امان دینا۔ یہ امان ان قاصدوں اور سفراء کو دی جاتی ہے جو دشمن ملک کا پیغام امیر المومنین تک پہنچانا چاہتے ہوں۔ حضرت معاویہ کا قاصد آیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ مجھے امان دیجئے۔ جواب میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تمہیں امان ہے کیونکہ پیغام لانے والے امان میں ہوتے ہیں اور انہیں قتل نہیں کیا جاتا۔ [۴۰۸]

۴) ہتھیار پھینک دینے والے محارب کو امان دینا۔ اگر کافر دشمن کی فوجیں ہتھیار پھینک کر امان کی طلب گار ہوں تو امیر کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ انہیں امان دے دے یا نہ دے۔
لیکن اگر امیر کے خلاف بغاوت کرنے والے مسلمان ہتھیار پھینک کر امان کی درخواست کریں تو پھر امیر کے لئے انہیں امان دینا ضروری ہوتا ہے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے پاس کسی کو گرفتار کر کے لایا جاتا تو اس کا گھوڑا اور اسلحہ رکھوا لیتے اور یہ وعدہ لے کر اسے چھوڑ دیتے کہ وہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ [۴۰۹]

۳۔ امان ملنے پر مرتب ہونے والے نتائج:

امان ملنے کی صورت میں درج ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں:

الف) مستامن: (امان حاصل کرنے والا) مسلمانوں کے ملک میں داخل ہو کر جن مقاصد کے لئے امان حاصل کی گئی ہو انہیں پورا کر سکتا ہے۔ مثلاً امیر المومنین کو پیغام پہنچانا یا اسلامی

تعلیمات سے روشناس ہونا یا سامان تجارت فروخت کرنا وغیرہ۔

ب) اس کی جان و مال اور عزت و آبرو پوری طرح محفوظ ہوگی۔ کسی کو اجازت نہیں ہوگی کہ وہ اسے کسی قسم کا نقصان پہنچائے، اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو اسے سزا ملے گی۔

مسلمان کا ذمی عورت سے نکاح حلال ہے۔ بر سرپیکار عورت سے نہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ۲ کا جز۔ و)

ذمی کے لئے وصیت ہو سکتی ہے لیکن حربی کے لئے نہیں (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۶، جز ج کا مسئلہ د)

## امانہ۔ امانت

### ۱۔ تعریف:

عقد امانت وہ عقد ہے جس کے اجرا یا نفاذ کے نتیجے میں قبضے میں لی ہوئی چیز قابض کے ہاتھوں میں مالک کے حساب سے امانت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر اس چیز کا ضیاع ہو جائے یا اسے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی ذمہ داری قابض پر عائد نہیں ہوگی، ہاں اگر قابض کی طرف سے اس چیز پر زور و زبردستی ہوئی ہو یا اس سے اس کی حفاظت میں کوتاہی ہوئی ہو تو قابض ذمہ دار ہوگا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "وہ شخص جسے کسی کا امین بنایا گیا ہو اس پر تاوان نہیں ہوتا" [۲۱۰] اسی طرح آپ کا قول ہے: "جو شخص کوئی چیز عاریتہً لے یا کوئی چیز اس کے پاس امانت کے طور پر رکھ دی جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوتا الا یہ کہ وہ خلاف ورزی کرے" [۲۱۱]

### ۲۔ عقد امانت کی قسمیں:

امانت کے تحت کئے جانے والے عقود دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مال امین کے ہاتھوں میں محض امانت ہوتا ہے مثلاً وہ مال جسے بطور ودیعت (امانت) یا بطور عاریت قبضے میں لیا گیا ہو (دیکھئے لفظ ودیعہ) اور (دیکھئے لفظ اعارہ، فقرہ ۳) یا مثلاً بھاگا ہوا غلام پکڑنے والے کے ہاتھ میں جب تک وہ اسے واپس نہ کرے (دیکھئے لفظ اباق، فقرہ ۳) یا مال شراکت شریک کے ہاتھوں میں (دیکھئے لفظ شرکہ) یا ایجنسی کا مال ایجنٹ کے ہاتھوں میں (دیکھئے لفظ وکالہ) یا ایسے شخص کا مال جس کے تمام تصرفات پر پابندی لگی ہو، اس شخص کے ہاتھ میں جسے اس کی نگہداشت سپرد کی گئی ہو اور جو اس کا کارپرداز ہو۔ یا مثلاً مال مضاربت (جس میں سرمایہ ایک شخص لگاتا ہے اور کام

دوسرا شخص کرتا ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں) مضارب (کام یا تجارت کرنے والے) کے ہاتھوں میں۔ دوم یہ کہ مال ایک حیثیت سے امانت ہوتا ہے اور دوسری حیثیت سے نہیں ہوتا، مثلاً اجارے پر لی ہوئی اصل شی. اس لئے کہ یہ اجارہ پر لینے والے کے ہاتھ امانت ہوتی ہے (دیکھئے لفظ اجارہ فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۲) اسی طرح رہن رکھی ہوئی اصل شی کی قیمت کا وہ حصہ جو قرض کی رقم سے زائد ہو (دیکھئے لفظ رہن، فقرہ ۲)

۳۔ امانت کے اہم احکامات:

الف) امانت اگر خود تلف ہو جائے تو تاوان نہیں عائد ہوتا ہے۔ ہاں اگر تلف کر دی جائے تو تاوان بھرنا پڑے گا۔ اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات گذر چکی ہیں (دیکھئے لفظ ضمان. فقرہ ۲ جز۔ ب)

ب) امانت کے متعلق امین کا قول معتبر ہو گا اگر وہ قسم بھی کھالے۔

ج) اگر امانت رکھی ہوئی چیز کا مالک غائب ہو جائے اور اس کی واپسی کی امید ختم ہو جائے تو امین اسے صدقہ کر دے گا۔

## ام: ماں

میراث میں ماں کے حصوں کی صورتیں (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۴، جز ھ کا مسئلہ ۱۱)

ماں زنا سے پیدا ہونے والے اپنے بچے کا عصبہ ہوتی ہے۔ اسی طرح لعان کی صورت میں بھی وہ اپنے اس بچے کی عصبہ ہوتی ہے جس کے نسب کی نفی اس کے باپ نے کر دی ہو (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۳ جز ب)

بچے کی پرورش میں ماں کا حق (دیکھئے لفظ حضانہ. فقرہ ۲)

## ام الولد:

(ایسی لونڈی جس کے بطن سے اس کے آقا کے گھر اولاد ہوئی ہو) (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۲)

## امیر: امیر المومنین، امام، خلیفہ

(دیکھئے لفظ. امارہ)

امیر کا کسی کو کوئی چیز بطور ہبہ دینا (دیکھئے لفظ ہبہ. فقرہ ۲ جز ب)

امیر کا کسی کو کوئی جسمانی نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۱ جز ب کا مسئلہ ۲ کا جز۔ ح)

## اناء : برتن

### ۱۔ شراب کے برتن میں نبیذ تیار کرنا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ شراب کے برتن میں نبیذ تیار کرنے کو حرام سمجھتے تھے (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۲ جز۔ ب)

### ۲۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا :

اللہ تعالیٰ نے سونا چاندی اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ بازار میں لین دین کے لئے قیمتوں کا کام دیں اور اس طرح لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر کھانے پینے کے برتن سونے چاندی سے تیار کئے جائیں تو یہ طریق کار ان کی تخلیق کے مقصد کے مخالف اقدام متصور ہو گا، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی شخص کے لئے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ آپ خود بھی ایسے برتنوں میں نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے پاس چاندی کے برتن میں فالودہ لایا گیا، آپ نے فالودہ اس برتن سے نکال کر روٹی پر رکھا اور پھر اسے تناول فرمایا۔ [۴۱۲]

### ۳۔ کافروں کے برتنوں کے استعمال کا جواز :

مسلمان کے لئے کافر کے برتن استعمال کرنا جائز ہے اور اگر یہ برتن سونے چاندی کے نہ ہوں تو ان میں کھانا جائز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : "مجوس کا کھانا کھا لینے میں کوئی حرج نہیں ہاں ان کا ذبیحہ کھانا درست نہیں۔ [۴۱۳] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مجوس کا کھانا کھا لینا حلال ہے تو ان برتنوں کا استعمال بطریق اولیٰ درست ہو گا۔

## انتحار : خودکشی کرنا

انسان کا جان بوجھ کر اپنی جان لے لینا انتحار کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱ جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

## انعام : چوپائے

چوپایوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۹) اور حکومت کی طرف سے چوپایوں کی زکوٰۃ کی وصولی

(دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۵ جز۔ الف)

## انف : ناک

نماز میں ناک ڈھانپ لینے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷ جز ب) اور (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶ جز ھ کا مسئلہ ۳)

سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک کو بھی شامل کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹ جز ن)
سجدے سے ناک کب اٹھائی جائے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹ جز ن)
ناک کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ جز ب کا مسئلہ ۳ کا جز ب)

## انملہ : انگلی کے اوپر کا پورا۔ سرانگشت

سرانگشت کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ جز ب کا مسئلہ ۳ کا جز ب)

## اوابین : رجوع کرنے والے لوگ

اوابین کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۶)

## ایام بیض : چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ

ایام بیض کے روزے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۸ جز ب)

## ایلاء : قسم کھانا

۱۔ تعریف :

شوہر کا اپنی بیوی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اس سے ہم بستری کی حلت کے زمانے میں چار ماہ تک ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالینا ایلاء کہلاتا ہے۔

۲۔ ایلاء کرنے والا اور جس سے ایلاء کیا جائے :

ایلاء کے لئے شرط یہ ہے کہ ایلاء کرنے والا اور جس سے ایلاء کیا جائے ان دونوں کے درمیان رشتہ ازدواج ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ (البقرۃ۔ ۲۲۶) (ان لوگوں کے لئے جو اپنی عورتوں (بیویوں) سے ایلاء کرتے ہیں ...... ) اس لئے اگر اجنبی عورت سے ایلاء کیا جائے تو یہ درست نہ ہو گا۔

### ۳۔ ایلاء کے درست ہونے کی شرطیں :

ایلاء کے درست ہونے کے لئے درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے :

الف ) اس سے بیوی کو نقصان پہنچانا مقصود ہو . ایسے ایلاء کو "ایلاء بالغضب" کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "ایلاء صرف غضب اور غصے سے ہوتا ہے" [۴۱۴] اگر اس میں غصے کا عنصر شامل نہ ہو تو وہ کوئی چیز نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "ایلاء دو طرح کا ہوتا ہے . غصے کا ایلاء اور رضا کا ایلاء . جو ایلاء غصے کا ہو گا تو اس میں چار ماہ کے بعد بیوی بائن ہو جائے گی اور جو رضا کا ایلاء ہو گا تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہو گا" [۴۱۵] اس لئے اگر اس نے بیوی یا بچے کی بھلائی کی خاطر بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تو اس قسم سے ایلاء نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ اصلاح کی خاطر کیا گیا ایلاء ایلاء نہیں ہوتا۔ [۴۱۶] ام عطیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں : میرے شوہر جبیر نے مجھ سے اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے بھتیجے کو بھی دودھ پلانے کے لئے کہا . میں نے کہہ دیا کہ میں دو بچوں کو بیک وقت دودھ نہیں پلا سکتی . اس پر جبیر نے دودھ چھڑانے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی . جب بچے نے دودھ پینا چھوڑ دیا تو جبیر اس بچے کو لے کر اپنے دوستوں کی مجلس سے گذرے . لوگوں نے بچے کو صحت مند دیکھ کر کہا کہ تم نے بچے کو بہت اچھی طرح غذائیت فراہم کی ہے . جبیر نے کہا : "دراصل میں نے دودھ چھڑانے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی تاکہ یہ زمانہ حمل کا دودھ نہ پیئے" لوگوں نے یہ سن کر جبیر سے کہا : "ارے . یہ تو تم نے ایلاء کر لیا ! جبیر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ آپ نے فرمایا : "اگر تم نے غصے میں ایلاء کیا ہے تو پھر وہ تمہاری بیوی نہیں رہی ورنہ وہ تمہاری بیوی ہے" [۴۱۷]

ب ) ایلاء کی مدت چار ماہ یا اس سے زائد ہو . اگر مدت اس سے کم ہو گی تو ایلاء نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "اگر شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لئے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالے تو وہ مولی (ایلاء کرنے والا) ہو گا۔ اگر مدت اس سے کم ہو تو وہ مولی نہیں ہو گا" [۴۱۸] اسی طرح آپ نے فرمایا : "جو ایلاء حد (چار ماہ) سے کم ہو تو ایلاء نہیں" [۴۱۹]

ج ) ایلاء ایسے وقت میں ہو جب کہ بیوی سے وطی حلال ہو۔ اگر ایلاء ایسے وقت میں ہو جب کہ اس سے وطی حلال نہ ہو تو ایلاء درست نہ ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

"ایلاء ظہار میں داخل نہیں ہوتا۔" [۴۲۰]

۴۔ حالت ایلاء کو ختم کرنا:

حالت ایلاء یا تو طلاق کے ذریعہ ختم ہوتی ہے یا بیوی سے ہم بستری کر کے۔

الف) طلاق کے ذریعہ حالت ایلاء کو ختم کرنا۔ جب ایک شخص اپنی بیوی سے چار ماہ یا اس سے زائد مدت کے لئے ایلاء کرتا ہے تو آیا اس مدت کے گذر جانے پر میاں بیوی میں علیحدگی ہو جاتی ہے یا شوہر کو طلاق دینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں پہلی روایت تو یہ ہے کہ مدت گذر جانے کے بعد طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔ اور شوہر کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوتی. حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب ایلاء میں چار مہینے گذر جائیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی" ایک روایت میں ہے: "تو یہ بائن طلاق ہے اور اب عورت اپنی ذات کی زیادہ حقدار ہے" [۴۲۱] (یعنی اب آزاد ہے اور اپنے مستقبل کے بارے میں جو فیصلہ کرنا چاہے کر سکتی ہے۔ مترجم)

دوسری روایت یہ ہے کہ چار ماہ گذرنے پر ایلاء کی وجہ سے زوجین میں علیحدگی نہیں ہوگی۔ البتہ شوہر کو مدت کے گذرنے کے بارے میں آگاہ کر کے اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ یا تو اس سے ہم بستری کر کے رجوع کرے یا پھر اسے طلاق دے دے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے تو چار ماہ کی مدت گذرنے پر طلاق واقع نہیں ہوگی. بلکہ اسے اس کی اطلاع دی جائے گی اور پھر وہ یا تو طلاق دے دے گا یا رجوع کر لے گا" [۴۲۲]

اسے ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے گا. اسی لئے عبدالرزاق کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "جب چار ماہ گذر جائیں گے تو اسے قید کر دیا جائے گا. یہاں تک کہ وہ یا تو رجوع کر لے یا طلاق دے دے" [۴۲۳]

فرقہ زیدیہ کے امام یحیٰی نے حضرت علیؓ سے اس روایت کی کہ "جب ایلاء میں چار ماہ گذر جائیں تو یہ طلاق بائن ہوگی" یہ تاویل کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ مدت گذر جانے کے متعلق شوہر کی آگاہی اور اس کی طرف سے طلاق دینے کے بعد طلاق بائن واقع ہوگی۔ صاحب کتاب کے خیال میں یہ تاویل بعید ہے اور صحیح بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ روایت جس میں شوہر کو اطلاع ملنے کی شرط ہے زیادہ

درست ہے۔

ب ) بیوی سے رجوع کر کے حالت ایلاء ختم کرنا: جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور وہ اس حالت کو اپنی بیوی سے رجوع کر کے ختم کرنا پسند کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ رجوع کے لئے وہ بیوی سے ہم بستری بھی کرے، کیونکہ اس نے ترک جماع کی قسم کھائی تھی اور رجوع بھی جماع کے ذریعے ہوگا۔ حضرت علیؓ نے ایلاء کرنے والے کے بارے میں فرمایا: "رجوع صرف جماع کے ذریعے ہوگا" (۴۲۴) پھر اس صورت میں شوہر پر کفارہ واجب ہوگیا، اس لئے کہ اس نے اپنی قسم توڑ دی، اگر اس نے چھ ماہ تک ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالی اور پھر چھ ماہ گذرنے سے پہلے ہم بستری کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ (دیکھئے لفظ یمین)

# حرف الالف

## - الف -

۱۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۰۴

۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۰۹

۳۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۰۱، کشف الغمہ جلد دوم ص ۳۴

۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۰۹

۵۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۴۴۲

۶۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۲۰

۷۔ کتاب الاشراف جلد اول ص ۱۹

۸۔ کتاب الاشراف جلد اول ص ۱۹، المغنی جلد پنجم ص ۴۱۰

۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۱۸، المحلی جلد ہشتم ص ۲۰۲، سنن البیہقی جلد ششم ص ۱۲۲، المغنی جلد پنجم ص ۴۸۰

۱۰۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۱۴

۱۱۔ المغنی جلد پنجم ص ۴۸۹

۱۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۱۷

۱۳۔ سنن البیہقی جلد ششم ص ۱۲۲، المحلی جلد ہشتم ص ۲۰۲، المغنی جلد پنجم ص ۴۷۹، کشف الغمہ جلد دوم ص ۲۸

۱۴۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۴، المحلی جلد ہشتم ص ۲۰۸

۱۵۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۴

۱۶۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۸

۱۷۔ کتاب الاثار حدیث نمبر ۷۲۱

۱۸۔ مسند زید بن علی جلد اول ص ۵۵۴

۱۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۱۵

۲۰۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۳۲

۲۱۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۱۵۴

۲۲۔ المغنی جلد نہم ص ۱۲۶

۲۳۔ الاشراف جلد اول ص ۲۹

۲۴۔ فضولی ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی سودا کاری میں نہ اصل ہو، نہ نمائندہ، نہ ولی اور نہ ہی وصیت یافتہ

۲۵۔ ایسی جائیدادیں جن کی ملکیتیں مختلف ہوں ان میں باہمی منفعت رسائی کے لئے مقرر کردہ حقوق کا نام حقوق الارتفاق ہے۔ مثلاً پانی کی گزر گاہ وغیرہ (مترجم)

۲۶۔ کسی پارٹنر یا پڑوسی کا فروخت شدہ جگہ یا زمین پر قیمت فروخت کے برابر رقم کے بدلے ملکیت حاصل کر لینے کے حق کو حق شفعہ کہا جاتا ہے۔ (مترجم)

۲۷۔ بیع سلم اس سودے کو کہتے ہیں جس میں قیمت تو فوری طور پر ادا کر دی جائے لیکن جنس کی حوالگی فوراً نہ ہو بلکہ اس کے لئے ایک متعین مدت مقرر کر دی جائے۔ (مترجم)

۲۸۔ مسند زید بن علی جلد سوم ص ۵۱۹

۲۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۶۹

۳۰۔ شوہر کا چار ماہ تک کے لئے اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالینا ایلاء کہلاتا ہے۔ (مترجم)

۳۱۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۵۷۲

۳۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۵

۳۳۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۱۵۱، ۴۸۴

۳۴۔ المدونہ بروایہ سحنون جلد دہم ص ۱۲۳

۳۵۔ مسند زید بن علی جلد سوم ص ۵۸۵

۳۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۷۷

۳۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۷۷، المحلی جلد نہم ص ۶۵

۳۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۱ ب

۳۹۔ سنن ابو داؤد کتاب الحدود، باب فی المجنون

۴۰۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۲۹۰

۴۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۷۴

۴۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۵ ب

۴۳۔ حوالہ سابق

۴۴۔ کنز العمال ۱۳۴۹۵

۴۵۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۵۸، عبدالرزاق جلد ششم ص ۶۲، جلد ہفتم ص ۳۴۲، جلد ہشتم ص ۳۹۵، جلد دہم ص ۳۲۱

۴۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰۵

۴۷۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰۵، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۸۰

۴۸۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۲۹۰

۴۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۳۵

۵۰۔ المحلی جلد ہشتم ص ۲۳۶

۵۱۔ خراج یحییٰ بن آدم ص ۶۳

۵۲۔ الروضۃ البہیۃ شرح اللمعۃ الدمشقیہ فی فقہ الجعفریہ جلد ہفتم ص ۱۳۸

۵۳۔ فقہ عمر بن خطاب لفظ: احیاء الموات فقرہ ۲

۵۴۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۰۸، المحلی جلد گیارہ ص ۳۲۲، الاوسط لابن المنذر جلد اول ص ۹

۵۵۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۰۸، کنزالعمال ۱۳۹۵۴، المحلی جلد گیارہ ص ۳۲۲

۵۶۔ کنزالعمال ۱۳۹۵۵، مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۶

۵۷۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۳۰۸

۵۸۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۲۷۶

۵۹۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۰۹، طرح التثریب جلد سوم ص ۷۔۸، عمدۃ القاری جلد ہشتم ص ۲۴۹، تفسیر الطبری، ابن کثیر اور جصاص زیر تفسیر آیت (والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ)

۶۰۔ ابو داؤد، نسائی باب الصلوٰۃ والاذان

۶۱۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب فضائل اذان

۶۲۔ کنزالعمال ۲۳۲۳۶

۶۳۔ المغنی جلد اول ص ۴۲۱

۶۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۴، بیہقی جلد اول ۴۱۲، طرح التثریب جلد دوم ص ۱۵۹، کشف الغمہ جلد اول ص ۷۹

۶۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۵، الروض النضیر جلد اول ص ۵۵۳

۶۶۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۹، المغنی جلد اول ص ۴۱۷

۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۲ب

۶۸۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۴۱

۶۹۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۴۲

۷۰۔ نیل الاوطار جلد دوم ص ۴۱

۷۱۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۵۴

۷۲۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۲۳

۷۳۔ مسند زید بن علی مع شرح الروض النضیر جلد اول ص ۵۴۹

۷۴۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۱۶۷

۷۵۔ کنزالعمال ۱۴۴۶۹

۷۶۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ: ارتفاق فقرہ ۲، جز ۔ ج

۷۷۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۷

۷۸۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۱۴۶

۷۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۲، جلد ہشتم ص ۳۹۱، ۳۹۵، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۳۱

۸۰۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۴۵۹

امام ترمذی نے یہ حدیث بہ روایت حارث بن عبداللہ الاعور حضرت علی سے نقل کر کے کہا ہے "یہ حدیث ہمیں صرف حارث کی روایت سے ملی ہے اور حارث کے بارے میں اہل علم نے گفتگو کی ہے۔" ابن کثیر نے کہا ہے کہ حارث فرائض کا حافظ اور فرائض و حساب کا ماہر تھا۔

۸۱۔ المحلی جلد دہم ص ۴۷۵

۸۲۔ المحلی جلد دہم ص ۴۷۵، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۹۹

۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۵ ب

۸۴۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۵۷۴

۸۵۔ المغنی جلد ششم ص ۳۲۰

۸۶۔ کنز العمال ۳۰۷۲۶

۸۷۔ ایسا رشتہ دار جو ذوالفروض کو ترکہ میں سے ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد باقی ماندہ ترکے کا وارث ہو جاتا ہے اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں پورے ترکے کا مالک بن جاتا ہے۔ مثلاً بیٹا، بھائی وغیرہ

۸۸۔ لعان کرنے والی عورت اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اپنی ذات کے سوا اور گواہ پیش نہ کر سکے تو میاں بیوی دونوں لعان کریں گے۔ یعنی شوہر چار دفعہ قسم کھا کر گواہی دے گا کہ یہ تہمت لگانے میں سچا ہے، پانچویں بار قسم کھا کر یہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر خدا کی لعنت، پھر بیوی چار دفعہ قسم کھا کر شوہر کے جھوٹ کی گواہی دے گی اور پانچویں بار قسم کھا کر کہے گی کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ اس لعان کی وجہ سے مرد حد قذف سے اور عورت حد زنا سے بچ جائے گی۔ یہ ساری کارروائی عدالت میں ہو گی اور میاں بیوی میں تفریق ہو جائے گی۔ (مترجم)

۸۹۔ ایسے ورثاء جن کے حصے شریعت نے مقرر کر دیے ہیں مثلاً ماں، باپ وغیرہ

۹۰۔ ایسے رشتہ دار جو ترکہ میں اس وقت وراثت کے حق دار ہوں گے جب ذوی الفروض اور عصبات موجود نہ ہوں۔ مثلاً خالہ، ماموں وغیرہ

۹۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۲۴، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۸، المغنی جلد ششم ص ۲۶۳

۹۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۸

۹۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵ ب، ۱۸۶ ب

۹۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۸

۹۵۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۸، المغنی جلد ششم ص ۲۶۳

۹۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵، ۱۸۶

۹۷۔ المغنی جلد ششم ص ۲۶۱، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶

۹۸۔ المغنی جلد ششم ص ۲۶۴

۹۹۔ لقیط: ایسا بچہ جو کسی کو کہیں پڑا ہوا مل جائے اور اس کے والدین کا پتہ نہ چل سکے۔

۱۰۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۹

۱۰۱۔ المغنی جلد ششم ص ۳۱۶

۱۰۲۔ المغنی جلد ششم ص ۳۰۸

۱۰۳۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۱۲۳

۱۰۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۹۵، کنزالعمال ۳۰۵۰۱، کشف الغمہ جلد دوم ص ۴۰

۱۰۵۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۹۵

۱۰۶۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶

۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۷ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۶۰، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۸، کنزالعمال ۱۵۳۴۱، المغنی جلد پنجم ص ۷۰۱

۱۰۸۔ مسند زید بن علی جلد دوم ص ۴۸۴

۱۰۹۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۱۴۶

۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶ب

۱۱۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۹۲، ۴۷۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۴۷، کنزالعمال ۳۰۵۴۱، مسند شافعی جلد ہشتم ص ۱۷۴، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۲

۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۵۱ب، المغنی جلد ششم ص ۳۲۹

۱۱۳۔ المحلی جلد دہم ص ۲۲۵، ۲۲۹، الموطا جلد دوم ص ۵۷۱، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۴۰، ۳۴۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳، المغنی جلد ہفتم ص ۴۶۵، کنزالعمال نمبر ۱۶۵۰۵

۱۱۴۔ المحلی جلد دہم ص ۲۲۳، المغنی جلد ششم ص ۳۳۰

۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۵۴، المحلی جلد دہم ص ۲۲۳

۱۱۶۔ المحلی جلد دہم ص ۲۲۰

۱۱۷۔ المغنی جلد ششم ص ۳۴

۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۹، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۳، ۳۰۵، المحلی جلد نہم ص ۳۰۱ المغنی جلد ششم ص ۴۵۰

۱۱۹۔ المحلی جلد نہم ص ۳۰۲

۱۲۰۔ شرح السراجیہ ص ۱۰

۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶ ب. مسند زید جلد چہارم ص ۵۷۵

۱۲۲۔ الروضۃ البہیۃ شرح اللمعۃ الدمشقیہ جلد ہشتم ص ۳۲. الوسائل جلد ستر و ص ۳۹۱

۱۲۳۔ المغنی جلد ششم ص ۲۹۱

۱۲۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۲۰

۱۲۵۔ حوالہ سابق

۱۲۶۔ الروضۃ البہیہ ص ۲۱۸

۱۲۷۔ المغنی جلد ششم ص ۳۴۹

۱۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۷ ب. المغنی جلد ششم ص ۲۹۴

۱۲۹۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۱۸. کنزا لعمال نمبر ۳۰۶۸۱. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۷ ب

۱۳۰۔ المغنی جلد ششم ص ۲۲۹

۱۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۹۰

۱۳۲۔ المحلی جلد نہم ص ۳۰۵. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶ ب. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۴. خراج ابی یوسف ص ۲۱۶.
الرد علی سیر الاوزاعی ص ۱۱۱. الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۵۲. کنزالعمال ۳۰۵۹۱

۱۳۳۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۰۶. المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۷

۱۳۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۰۴. ۱۰۵ جلد دہم ص ۱۶۹. ۳۳۹ المحلی جلد گیارہ ۱۹۷. خراج ابی یوسف ص ۲۱۶

۱۳۵۔ المحلی جلد نہم ص ۳۰۵

۱۳۶۔ میزان الاعتدال نمبر ۱۶۲۷

۱۳۷۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۸۰

۱۳۸۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۱۴۳

۱۳۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۱۰

۱۴۰۔ المحلی جلد نہم ص ۳۵۳

۱۴۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲. عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۸۰

۱۴۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۲۳

۱۴۳۔ حوالہ سابق. کنزالعمال ۳۰۶۷۹

۱۴۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ۱۸۲ ب

۱۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۶ ب. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۶۱. المغنی جلد ششم ص ۲۵۳

۱۴۶۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۰۸. کنزا لعمال ۳۰۵۴۳

۱۴۷۔ مسند زید جلد پنجم ص ۲۸. سنن سعید بن منصور جلد سوم ص ۴۰

۱۴۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵، المحلی جلد نہم ص ۲۸۲

۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵، عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۳، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۵، کنز العمال ۳۰۶۴۵

۱۵۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۴، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۶، المحلی جلد نہم ص ۲۸۸، کنز العمال ۳۰۶۴۶

۱۵۱۔ اگر میت کے دادا کے ساتھ میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو بعض صورتوں میں دادا کو بھائی کی حیثیت دے کر ان سب کے درمیان ترکے کی تقسیم کا عمل ہوتا ہے۔ اس عمل کو مقاسمہ یا مقاسمہ الجد کہتے ہیں۔ (مترجم)

۱۵۲۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۵، المحلی جلد نہم ص ۲۶۰

۱۵۳۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۶، المحلی جلد نہم ص ۲۸۵

۱۵۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۸

۱۵۵۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۹

۱۵۶۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۸۰

۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب، المحلی جلد نہم ص ۲۸۴، عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۸، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۹، المغنی جلد ششم ص ۲۱۷

۱۵۸۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۹، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳، المغنی جلد ششم ص ۲۱۹، المحلی جلد نہم ص ۲۸۴

۱۵۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۹، المحلی جلد نہم ص ۲۸۴، المغنی جلد ششم ص ۲۱۷

۱۶۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۲

۱۶۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴

۱۶۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴

۱۶۳۔ مسئلہ نمبر ۴ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۸۴ میں مذکور ہے جبکہ مسئلہ نمبر ۵ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ میں اور مسئلہ نمبر ۶ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ب اور سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۱ میں مذکور ہے۔

۱۶۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب

۱۶۵۔ ان تینوں مسائل کا ذکر ابن قدامہ نے المغنی جلد ششم ص ۲۲۲ اور ص ۲۲۸ میں کیا ہے۔

۱۶۶۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۲، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ب، مسند زید جلد پنجم ص ۸۱، المغنی جلد ششم ص ۲۲۲

۱۶۷۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۱

۱۶۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ ب

۱۶۹۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۷۱، ۲. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۱. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴. المحلی جلد نہم ص ۲۸۹. المغنی جلد ششم ص ۲۲۴ مسئلہ نمبر ۱۵ کا ذکر ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ب میں ہے۔

۱۷۰۔ المحلی جلد نہم ص ۲۸۹. مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۶۹. المغنی جلد ششم ص ۲۲۶. کنزالعمال ۳۰۶۴۸. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۲

۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۰. المغنی جلد ششم ص ۲۲۷

۱۷۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴

۱۷۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۴ب

۱۷۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب

۱۷۵۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۱. مسند زید جلد پنجم ص ۸۸

۱۷۶۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۱. المحلی جلد پنجم ص ۲۹۰

۱۷۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳ب

۱۷۸۔ مسند زید جلد پنجم ص ۵۴

۱۷۹۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۶

۱۸۰۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۶

۱۸۱۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۶

۱۸۲۔ المغنی جلد ششم ص ۱۷۱

۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰ب، ۱۸۳

۱۸۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۰

۱۸۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰، ۱۸۱. سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۰

۱۸۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰ب

۱۸۷۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۶

۱۸۸۔ مسند زید جلد پنجم ص ۵۱

۱۸۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰

۱۹۰۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۶

۱۹۱۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۲

۱۹۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۲. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰

۱۹۳۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۳۸

۱۹۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۵، ۲۵۶. عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۵۱. ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۱. مسند زید جلد پنجم ص ۵۷. کنزالعمال ۳۰۵۹۳. المغنی جلد ششم ص ۱۸۱. سعید بن منصور جلد سوم ص ۱/۱۶

۱۹۵۔ مسند زید جلد پنجم ص ۶۴

۱۹۶۔ مسند زید جلد پنجم ص ۵۷

۱۹۷۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۶۱

۱۹۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰، مسند زید جلد پنجم ص ۵۲، کنزالعمال ۳۰۵۷۳، المغنی جلد ششم ص ۱۸۰، مسند سعید بن منصور جلد سوم ص ۱/۱۴

۱۹۹۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۲۸، بیہقی نے اس روایت کی تضعیف کی ہے۔ کنزالعمال ۳۰۵۷۳، سنن سعید بن منصور سے نقل کردہ، المحلی جلد نہم ص ۲۶۰، المغنی جلد ششم ص ۱۸۰

۲۰۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۷

۲۰۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵، المحلی جلد نہم ص ۲۷۲

۲۰۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۶، المحلی جلد نہم ص ۲۷۵، المغنی جلد ششم ص ۲۰۷

۲۰۳۔ مسند زید جلد پنجم ص ۷۶، سنن سعید بن منصور جلد سوم ص ۱/۳۲

۲۰۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۶، المحلی جلد نہم ص ۲۷۵، ۲۷۸

۲۰۵۔ مسند زید جلد پنجم ص ۷۶

۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۵ب

۲۰۷۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۷۶، المحلی جلد نہم ۲۷۹، المغنی جلد ششم ص ۲۱۱، مسند زید جلد پنجم ص ۷۶

۲۰۸۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۲۵

۲۰۹۔ مسند زید بن علی جلد پنجم ص ۴۱

۲۱۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۸

۲۱۱۔ ولاء، دو شخصوں کے درمیان پیدا ہونے والا رابطہ جس کے مخصوص نتائج نکلتے ہیں۔

۲۱۲۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۰۵

۲۱۳۔ المحلی جلد نہم ص ۳۰۰

۲۱۴۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۰۵

۲۱۵۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۰۵

۲۱۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۷، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۸، کنزالعمال ۲۹۶۸۹

۲۱۷۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۷

۲۱۸۔ شرح السراجیہ ص ۱۰

۲۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۷، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۱، ۳۲، جلد دہم ص ۲۹۹، ۳۵۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۶۰، مسند زید جلد پنجم ص ۱۱۴، المغنی جلد ششم ص ۳۰۴

۲۲۰۔ مسند زید جلد پنجم ص ۶۴، المغنی جلد ششم ص ۱۸۶، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۰، کشف الغمہ جلد دوم ص

۳۸

۲۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۱

۲۲۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۳۹، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۱، اخبار القضاۃ

۲۲۳۔ المغنی جلد ششم ص ۲۲۹

۲۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳، عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۰، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۱

۲۲۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۰

۲۲۶۔ المغنی جلد ششم ص ۲۳۹

۲۲۷۔ مسند زید جلد پنجم ص ۹۳، المغنی جلد ششم ص ۲۳۱

۲۲۸۔ المغنی جلد ششم ص ۲۵۲

۲۲۹۔ شرح السراجیہ ص ۱۷۰

۲۳۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۱ ب

۲۳۱۔ المغنی جلد ششم ص ۲۳۵

۲۳۲۔ المغنی جلد ششم ص ۲۴۲

۲۳۳۔ المغنی جلد ششم ص ۲۴۵

۲۳۴۔ المغنی جلد ششم ص ۲۳۵

۲۳۵۔ المغنی جلد ششم ص ۲۳۵

۲۳۶۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲ ب، المحلی جلد نہم ص ۲۶۳، الروض النضیر جلد پنجم ص ۵۷

۲۳۷۔ مسند زید جلد پنجم ص ۸۸

۲۳۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳، عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۵۸، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۳، مسند زید جلد پنجم ص ۶۶، المغنی جلد ششم ص ۱۹۳

۲۳۹۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۸۶، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۴، مسند زید جلد پنجم ص ۹۰، المغنی جلد ششم ص ۲۴۹

۲۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲

۲۴۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲

۲۴۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۲ ب

۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۳

۲۴۴۔ خراج یحییٰ بن آدم ص ۶۳

۲۴۵۔ دیکھئے "موسوعہ فقہ عمر، لفظ ارض فقرہ ۳

۲۴۶۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ ارض فقرہ ۱، جزب ۱

۲۴۷۔ المحلی جلد ہفتم ۳۴۲

۲۴۸۔ کتاب الاموال ص ۵۹، موسوعہ فقہ عمر لفظ ارض، فقرہ ۱، جز ج

۲۴۹۔ الاموال ص ۸۰، ۸۷، سنن بیہقی جلد نہم ص ۱۴۲، المحلی جلد ہفتم ص ۳۴۲

۲۵۰۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۱۴۱

۲۵۱۔ المغنی جلد دوم ص ۷۲۰

۲۵۲۔ خراج یحییٰ بن آدم ص ۵۹، سنن بیہقی جلد نہم ص ۱۴۰

۲۵۳۔ سنن بیہقی ......

۲۵۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۳۷

۲۵۵۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۵۶۷

۲۵۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۳۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۹ ب

۲۵۷۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۰۵، جلد چہارم ص ۳۴۸، المغنی جلد ہفتم ص ۵۰۱

۲۵۸۔ الاشراف علی مسائل الخلاف والاجماع جلد اول ص ۴۵

۲۵۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۹ ب

۲۶۰۔ الاشراف جلد اول ص ۵۰

۲۶۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۶۷

۲۶۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۳۰۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ۱۵ب، المحلی جلد دوم ص ۱۶۷، کنز العمال ۲۷۷۳۳، کشف الغمہ جلد اول ص ۶۷

۲۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۲۱ ب

۲۶۴۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۹۹

۲۶۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲، سنن بیہقی جلد اول ص ۳۵۶، المحلی جلد دوم ص ۸، ۲۱۳، الروض النضیر جلد اول ص ۴۸۲، المغنی جلد اول ص ۳۶۶، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۶۶

۲۶۶۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۰۱

۲۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱

۲۶۸۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۰۱، ابوداؤد باب الجمع بین الصلاتین، نسائی باب جمع المستحاضہ بین الصلاتین

۲۶۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۳۰۵

۲۷۰۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۳۵۶، ابوداؤد نے بھی کتاب الطہارۃ میں یہ روایت کی ہے لیکن اس میں ایک راوی معقل خثعمی مجہول ہے۔

۲۷۱۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۶۷

۲۷۲۔ المحلی جلد اول ص ۲۵۲، جلد چہارم ص ۷۷، شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۰۲، المجموع جلد دوم ص ۵۴۱

۲۷۳۔ کنز العمال ۱۳۹۱۲

۲۷۴۔ المغنی جلد ششم ص ۵۱۸

۲۷۵۔ المغنی جلد ششم ص ۵۲۲

۲۷۶۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۳۸، سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۰۱، الروض النضیر جلد چہارم ص ۵۱۹، ۵۲۱، ۵۲۲

۲۷۷۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، لفظ استحقاق، فقرہ ۲

۲۷۸۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۳۸، مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۹۲

۲۷۹۔ ظہار کرنے والا۔ فقہی اصطلاح میں ظہار اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی یا اس کے عضو کی نسبت کسی ایسی عورت سے کر دے جو اس کے لئے محرم ہو۔ مثلاً یوں کہے تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ ظہار پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ (مترجم)

۲۸۰۔ نکاح کی وجہ سے قائم ہونے والی دو خاندانوں کی رشتہ داری کو مصاہرت کہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے چند خواتین سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ اسے حرمت مصاہرت کہتے ہیں۔ وہ خواتین یہ ہیں: بیوی کی اصل اوپر تک، زوجہ کی فرع نیچے تک، باپ کی بیوی، بیٹے کی بیوی۔ (مترجم)

۲۸۱۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲

۲۸۲۔ اگر نجاست اپنے مخرج سے آگے نہ آئی ہو تو ایسی صورت میں ڈھیلے وغیرہ کے استعمال سے نجاست صاف کر لی جائے تو پانی کے استعمال کے بغیر بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ لیکن نجاست کے پھیل جانے کی صورت میں طہارت صرف پانی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (مترجم)

۲۸۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۸۴

۲۸۴۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، لفظ اسر

۲۸۵۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۶۱

۲۸۶۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۰، جنگ جمل اور جنگ صفین حضرت علی کی خلافت کے دور کی دو مشہور جنگیں ہیں۔ پہلی جنگ میں ایک طرف حضرت علیؓ اور ان کے مقابلے میں حضرت عائشہؓ تھیں جو حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے بدلہ لینے کے لئے میدان میں آئی تھیں۔ دوسری جنگ میں ایک طرف حضرت علی اور مقابلے میں حضرت معاویہؓ اور ان کی فوجیں تھیں۔ (مترجم)

۲۸۷۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۱، مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴

۲۸۸۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴

۲۸۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۶۲

۲۹۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۳، کنزالعمال ۱۱۵۵۷

۲۹۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴، المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۱

۲۹۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۶۶

۲۹۳۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۲

۲۹۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۱۵

۲۹۵۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴

۲۹۶۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۳، کنزالعمال ۱۱۵۵۷

۲۹۷۔ کتاب الخراج ص ۲۵۵

۲۹۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۵۴

۲۹۹۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۸۴، چہارم ص ۱۵۱

۳۰۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۱

۳۰۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۸، المحلی جلد گیارہ ص ۲۸۸، المغنی جلد ہشتم ص ۳۰۴

۳۰۲۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ ذمہ فقرہ ۲، جزالف کا مسئلہ ۲ کا جزج

۳۰۳۔ کتاب الاموال ص ۹۶، کنزالعمال ۱۳۷۴۴

۳۰۴۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۵۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۸، المحلی جلد ہفتم ص ۵۱۷، المغنی جلد ہشتم ص ۳۲۰

۳۰۵۔ کنزالعمال ۱۳۸۰۳

۳۰۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۹، المغنی جلد ہشتم ص ۳۰۵

۳۰۷۔ المحلی جلد ہفتم ص ۵۱۵

۳۰۸۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۸۷، ۵۰۵، اور جلد ہشتم ص ۱۴۳

۳۰۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۰۹

۳۱۰۔ کنزالعمال ۱۳۷۹۲

۳۱۱۔ سنن نسائی جلد ہشتم ص ۳۳۰، المحلی جلد ہفتم ص ۴۹۶، کنزالعمال ۱۳۷۹۳

۳۱۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷

۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۸

۳۱۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۵

۳۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر

۳۱۶۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۵

۳۱۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر

۳۱۸۔ الموطا جلد دوم ص ۸۴۲، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۸، المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۵ اور جلد ہشتم ص ۳۰۸

۳۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷ب، نہایہ الرتبہ للشیرازی ص ۱۰۸

۳۲۰۔ مصنف ابن ابی شبہ جلد دوم ص ۱۲۸

۳۲۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۲ اور جلد نہم ص ۲۳۱، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۲، المحلی جلد ششم ص ۱۸۴، خراج ابی یوسف ص ۱۹۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۲۱، کنزالعمال ۱۳۶۸۸

۳۲۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۸، مسلم اور ابو داؤد کتاب الحدود باب الخمر، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۹، کنزالعمال ۱۳۶۸۶، المغنی جلد ہشتم ص ۳۱۰، المحلی جلد گیارہ ص ۳۶۵، مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۵

۳۲۳۔ کنزالعمال ۱۳۶۸۵

۳۲۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۹، سنن بیہقی جلد ہشتم ص ۳۲۱

۳۲۵۔ کنزالعمال ۱۳۶۹۰

۳۲۶۔ کنزالعمال ۱۳۶۸۹

۳۲۷۔ صحیح بخاری فی الحدود باب الضرب بالجرید والنعال، مسلم فی الحدود باب حد الخمر، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۸، مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۳، کنزالعمال ۱۳۶۹۱

۳۲۸۔ الروض النضیر جلد اول ص ۴۱۸ اور جلد پنجم ص ۳۲۲

۳۲۹۔ الموطا جلد دوم ص ۹۲۵، عبدالرزاق جلد دہم ص ۴۲۷، خراج ابی یوسف رقم ۵۱۴، ۱۰۱۳

۳۳۰۔ المجموع جلد ہشتم ص ۳۴۲، المحلی جلد ہفتم ص ۳۷۵

۳۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۶

۳۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۶

۳۳۳۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۸، مسند امام احمد جلد اول ص ۱۰۷، کنزالعمال ۱۲۶۷۰

۳۳۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۵

۳۳۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۷۵

۳۳۶۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۸ اور جلد پنجم ص ۲۳۷، المحلی جلد ہفتم ص ۳۷۶، کنزالعمال ۱۳۶۷۸، المغنی جلد ہشتم ص ۶۲۹، کشف الغمہ جلد اول ص ۲۳۱

۳۳۷۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۸۱

۳۳۸۔ واضح رہے کہ اکثر ائمہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔ (مترجم)

۳۳۹۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۸۱، ۳۸۲، المجموع جلد ہشتم ص ۳۱۴، المغنی جلد ہشتم ص ۶۱۹، کنزالعمال رقم ۱۲۶۸۶

۳۴۰۔ اونٹ پانچ سال، گائے اور بھینس دو سالہ اور بھیڑ بکری یک سالہ ہوں تو ثنی کہلاتے ہیں۔ اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر کے دنبوں، بھیڑوں میں شامل ہو کر کچھ فرق معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں چھ ماہ کے دنبہ یا بھیڑ کی قربانی درست ہے۔ (مترجم)

۳۴۱۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۶۱، الروض النضیر جلد سوم ص ۳۲۸، کنزالعمال ۱۲۶۷۹

۳۴۲۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۵۹، اخبار القضاۃ جلد سوم ص ۱۲، الروض النضیر جلد سوم ص ۳۲۸

۳۴۳۔ المغنی جلد ہشتم ص ۶۲۴، کنزالعمال ۱۲۶۷۵

۳۴۴۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۷۶، الروض النضیر جلد سوم ص ۳۲۸، کنزالعمال رقم ۱۲۶۸۰، ۱۲۶۷۵

۳۴۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۶۱، کنزالعمال ۱۲۶۸۰

۳۴۶۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۷، کنزالعمال ۱۲۶۸۳

۳۴۷۔ کنزالعمال رقم ۱۲۷۲۷ (مسند احمد سے نقل)

۳۴۸۔ مسند زید جلد سوم ص ۳۱۶
۳۴۹۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۹۰. المحلی جلد ہفتم ص ۳۸۵. کنزالعمال ۱۲۷۲۷. المغنی جلد ہشتم ص ۶۳۳
۳۵۰۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۳۳۹
۳۵۱۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۳۲۲ الموطا جلد دوم ص ۴۸۷. کنزالعمال رقم ۱۲۶۷۶. المجموع جلد ہشتم ص ۲۰۴.
المغنی جلد ہشتم ص ۶۳۸ المحلی جلد ہفتم ص ۳۷۵. تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۴۵. کشف الغمہ جلد دوم ص
۲۸
۳۵۲۔ المجموع جلد ہشتم ص ۲۰۴ المغنی جلد ہشتم ص ۶۳۸ اور جلد سوم ص ۴۳۳. المحلی جلد ہفتم ص ۲۷۱
۳۵۳۔ المحلی جلد نہم ص ۶۸. تفسیر طبری. تفسیر ابن کثیر. سورہ الماعون
۳۵۴۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۷۹. کنزالعمال ۲۹۸۱۹
۳۵۵۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۷۹ المحلی جلد نہم ص ۱۷۳. الروض النضیر جلد چہارم ص ۲۵. کشف الغمہ جلد دوم ص
۸۲
۳۵۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹. المحلی جلد پنجم ص ۱۹۴. عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۶۷
۳۵۷۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۴۶. المحلی جلد پنجم ص ۱۹۴. مسند زید جلد سوم ص ۸۸
۳۵۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹. کنزالعمال رقم ۲۴۴۷۳. مسند زید جلد سوم ص ۸۸
۳۵۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹
۳۶۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹. المحلی جلد پنجم ص ۱۸۱. کنزالعمال رقم ۲۴۴۷۴. المغنی جلد سوم ص ۸۶
۳۶۱۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۵۵
۳۶۲۔ المجموع جلد ششم ص ۵۱۵
۳۶۳۔ مسند زید جلد سوم ص ۹۱
۳۶۴۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۵۶. المغنی جلد سوم ص ۲۰۳
۳۶۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۹۱
۳۶۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹ ب. عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۵۶. المحلی جلد پنجم ص ۱۸۹. مسند زید جلد سوم ص ۹۱.
کنزالعمال رقم ۲۴۴۷۲. المغنی جلد سوم ص ۱۹۵ اور ۲۰۳. المجموع جلد ششم ص ۵۴۲
۳۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۹ ب عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۶۲. المحلی جلد پنجم ص ۱۸۹
۳۶۸۔ مسند زید جلد پنجم ص ۲۱۳
۳۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۰۵. الروض النضیر جلد اول ص ۵۵۳
۳۷۰۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۳. سنن بیہقی جلد اول ص ۴۱۲. طرح التثریب جلد دوم ص ۱۵۹. المغنی جلد اول
ص ۴۲۱
۳۷۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۲. مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۴۶۳

۳۷۲۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۲۳

۳۷۳۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۹، المغنی جلد اول ص ۴۱۷

۳۷۴۔ المحلی جلد نہم ص ۱۷

۳۷۵۔ کنزالعمال رقم ۱۷۹۰۲

۳۷۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰ ب

۳۷۷۔ کنزالعمال رقم ۱۳۹۹۶

۳۷۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۵، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۱، المحلی جلد گیارہ ص ۳۴ خراج ابی یوسف ص ۲۰۲، کنز العمال ۱۳۹۰۹، المغنی جلد ہشتم ص ۲۸۰ الاوسط جلد اول ص ۱۲، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۸۳

۳۷۹۔ خراج ابی یوسف ص ۲۰۱ کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۳۷

۳۸۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۴۴

۳۸۱۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۴۶

۳۸۲۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۷

۳۸۳۔ المحلی جلد ہشتم ص ۳۳۲ اور جلد دہم ص ۲۱۲

۳۸۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۶، کنزالعمال ۱۳۵۹۹ اور ۱۳۴۹۱، المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۷

۳۸۵۔ کنزالعمال رقم ۱۳۵۹۶

۳۸۶۔ المحلی جلد ہشتم ص ۳۳۲

۳۸۷۔ حوالہ سابق

۳۸۸۔ المحلی جلد دہم ص ۵۰۸، المغنی جلد ہفتم ص ۷۵۷ اور ۷۸۲

۳۸۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۰۸

۳۹۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۱۰

۳۹۱۔ کنزالعمال ۱۴۳۶۶

۳۹۲۔ کنزالعمال ۱۴۲۸۶

۳۹۳۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۰

۳۹۴۔ کنزالعمال ۱۶۴۹

۳۹۵۔ کنزالعمال ۱۴۳۱۵

۳۹۶۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۴۲

۳۹۷۔ کتاب الاموال ص ۲۷۰

۳۹۸۔ مسند احمد جلد اول ص ۷۸، کنزالعمال ۱۳۴۴۸

۳۹۹۔ کتاب الاموال ص ۲۷۱

۴۰۰۔ خراج ابی یوسف ص ۶۴۸، کنزالعمال ۲۸۰۱۲

۴۰۱۔ کنزا لعمال رقم ۱۴۳۴۶

۴۰۲۔ کنزا لعمال ۱۴۳۱۵

۴۰۳۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۰۷

۴۰۴۔ المغنی جلد نہم ص ۵۷

۴۰۵۔ کنزا لعمال رقم ۱۴۳۶۹

۴۰۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۵، کنزا لعمال ۱۴۳۱۲

۴۰۷۔ بدائع والصنائع جلد ہفتم ص ۱۱۱، المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۵

۴۰۸۔ کنزا لعمال ۱۴۳۵۱

۴۰۹۔ خراج ابی یوسف رقم ۲۵۵

۴۱۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۸۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۸۹، الاشراف جلد اول ص ۵۶، کنزا لعمال ۲۹۸۲۱

۴۱۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵، المغنی جلد ششم ص ۳۸۲

۴۱۲۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۲۱

۴۱۳۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۵

۴۱۴۔ تفسیر الطبری جلد سوم ص ۴۶۰، تفسیر قرطبی جلد سوم ص ۱۰۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۷

۴۱۵۔ کنزا لعمال ۹۱۸۹

۴۱۶۔ المغنی جلد ہفتم ص ۳۱۵

۴۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۷، تفسیر طبری جلد سوم ص ۴۵۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۸۱، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۵۱، المحلی جلد دہم ص ۴۵

۴۱۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۴۹

۴۱۹۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۴۹

۴۲۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۴۰، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۰۲

۴۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۶، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۵۴، تفسیر طبری جلد سوم ص ۴۷۸، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۶۸، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۵۲، المغنی جلد ہفتم ص ۳۱۸، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۲، المحلی جلد دہم ص ۴۵

۴۲۲۔ موطا جلد دوم ص ۵۵۶، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۵۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۷۷، تفسیر طبری جلد سوم ص ۴۸۹، مسند زید جلد چہارم ص ۴۵۱، المحلی جلد دہم ص ۴۷، المغنی جلد ہفتم ص ۳۷، کنزا لعمال ۹۱۸۷

۴۲۳۔ المحلی جلد دہم ص ۴۷، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۵۷

۴۲۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۷، المغنی جلد ہفتم ص ۳۲۲

# حرف الباء

## ب

**بائن : ظاہر، جدا، علیحدہ کرنے والا**

زندہ جانور کے علیحدہ کئے ہوئے کسی عضو کو کھالینا (دیکھئے لفظ صید، فقرہ ۲)

طلاق بائن (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۶، ۸)

**بیر: کنواں**

کنویں کے پانی کا ناپاک ہو جانا (دیکھئے لفظ ماء فقرہ ۲ جز الف کا مسئلہ ب)

**باضعہ : چیر دینے والا، گوشت کو کاٹ دینے والا**

گوشت کو کاٹ دینے والا زخم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز ب کا مسئلہ ۱ کا جز ج)

**بدل : بدل**

نذر میں بدل کا مسئلہ (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۳ کا جز الف)

**بدو : بدو**

بدوؤں پر نماز جمعہ نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶ جز د کا مسئلہ ۱) اور نہ ہی نماز عید ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹ جز ھ)

بدوؤں پر قربانی نہیں ہے (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۲ جز الف)

**برص :**

(ایک بیماری جس کی وجہ سے جلد سفید ہو جاتی ہے اور سخت خارش ہوتی ہے)

برص کی بیماری کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جانا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸ جز الف)

**بسم اللہ : بسم اللہ پڑھنا**

نماز میں بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز د)

جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۴

جزب کا مسئلہ ۲) اور (ذبح، فقرہ ۱ کا جزب)

## بغاء : زنا، گناہ

بغاء کسی عورت کو زنا کاری کے لئے کرایہ پر لینا۔
اس کی حرمت اور اس کی سزا (دیکھئے لفظ زنا)

## بغی : بغاوت، سرکشی

۱۔ تعریف :
مسلمانوں کے ایک گروہ کا جو طاقت و قوت والا ہو. امام (امیر المومنین) کے خلاف اس عہدے سے اس کی علیحدگی کا مطالبہ لے کر اور اس مطالبے میں اپنے آپ کو حق بجانب تصور کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہونا بغی کہلاتا ہے۔ اگر اس گروہ کے پاس (افراد اور اسلحہ کی صورت میں) طاقت اور قوت نہ ہو تو یہ باغی نہیں کہلائے گا بلکہ معمول کے مجرموں کا گروہ ہو گا۔ ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو زخمی کر دیا تھا تو آپ نے اپنے بیٹے حسنؓ سے کہا تھا: "اگر میرے زخم ٹھیک ہو گئے اور میں بچ گیا تو پھر اس کے متعلق خود فیصلہ کروں گا اور اگر میری وفات ہو گئی تو اسے بھی تلوار کی ایک ضرب لگانا جس طرح اس نے مجھے لگائی تھی" [۱] حضرت علیؓ نے ابن ملجم کے ساتھ عادی معمول کے مجرم کا سلوک کیا تھا۔

۲۔ مسلمان باغی :
شریعت میں یہ طے شدہ امر ہے کہ مسلمان باغی امام وقت کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتے. اس لئے کہ ان کی بغاوت کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی توجیہ موجود ہوتی ہے. اور اس کے ذریعہ احکامات شرعیہ کی پامالی مقصود نہیں ہوتی. ایک شخص حضرت علیؓ سے آکر پوچھنے لگا کہ کیا جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں آپ کے مخالفین کافر ہو گئے تھے؟ آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "وہ ہمارے بھائی تھے اور ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، ہم نے ان سے اس لئے جنگ کی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں" [۲]
اسی طرح خوارج کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آیا وہ کافر ہو گئے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: "نہیں، بلکہ وہ کفر سے بھاگے ہیں" پھر سوال ہوا کہ آیا یہ منافق ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "منافقین اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں" (جب کہ خوارج ذکر اللہ کثرت سے

کرتے ہیں) پھر پوچھا گیا کہ آخر یہ لوگ ہیں کیا؟ آپ نے جواب دیا: یہ ایک گروہ ہے جو فتنے میں مبتلا ہو کر اندھا، بہرہ بن گیا ہے اور پھر ہمارے خلاف بغاوت کر کے ہم سے بر سرپیکار ہو گیا۔ پھر ہمیں بھی اس سے لڑنا پڑا"۔ [۳]

۳۔ باغیوں کے خلاف جنگ:

امام المسلمین پر واجب ہے، کہ وہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو برقرار رکھنے اور ان کی صفوں کو انتشار سے بچانے کی خاطر باغیوں سے جنگ کرے تاکہ کوئی طالع آزما اللہ کے حکم سے فائز اور قانونی طور پر جائز حکمران کو اس کے عہدے سے ہٹانے کے لئے میدان میں کود نہ پڑے۔ اس لئے اگر امیر المومنین نے ان کے خلاف جنگ نہ کی تو وہ گنہگار ہو گا۔ جنگ صفین کے دن حوشب الخیری نے حضرت علیؓ کو پکار کر کہا: "اے ابو طالب کے بیٹے، ہمارا پیچھا چھوڑو اور واپس چلے جاؤ۔ ہم تمہیں اپنے اور تمہارے خون کے تحفظ کے لئے اللہ کا واسطہ دیتے ہیں۔ ہم عراق سے تمہارے لئے دست بردار ہوتے ہیں اور تم شام سے ہمارے حق میں دست بردار ہو جاؤ۔ اس طرح ہم سب مل کر مسلمانوں کے خون کو گرنے سے بچالیں گے۔" حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا: "اے ام ظلیم کے بیٹے، تم نے بڑی دور کی بات کہی، بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میرے لئے اللہ کے دین کے معاملے میں مداہنت کی گنجائش ہے تو میں ضرور ایسا کر لیتا، اور اس وقت میرے کندھے پر جو بوجھ ہے اس سے یہ کام ہلکا ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قرآن والوں سے مداہنت اور خاموشی پر خوش نہیں ہوتا جب کہ اس کے احکامات کی نافرمانی ہو رہی ہو" [۴] تاہم باغیوں سے قتال کے لئے دو شرطیں ہیں:

الف) اگر باغی ہتھیار اٹھالیں اور لوگوں کا خون بہانا شروع کر دیں، پھر بھی اگر وہ قانونی طور پر جائز امام پر صرف تنقید یا اس کی تکفیر کریں تو ان سے جنگ جائز نہیں، ہاں اگر وہ ہتھیار بند ہو کر میدان میں آجائیں اور خون بہانا شروع کر دیں تو ایسی صورت میں ان سے جنگ جائز ہے۔ عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالکریم نے بتایا: "خارجیوں نے پہلے حضرت علیؓ سے جھگڑا کیا، پھر ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان پر شرک کا الزام لگایا۔ حضرت علیؓ نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ پھر یہ لوگ مقام حروراء پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ملی کہ یہ لوگ کوفہ کو مستقر بنا کر جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں، حضرت علیؓ نے سن کر فرمایا کہ انہیں نہ چھیڑو، پھر یہ لوگ وہاں سے نکل کر نہروان پہنچ گئے اور وہاں ایک ماہ ٹھہرے رہے۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے ان کے خلاف

قدم اٹھانے کے لئے کہا، آپ نے جواب میں فرمایا: ''اس وقت تک نہیں جب تک وہ لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگیں، مسافروں کو نہ لوٹیں اور امن کے لئے خطرہ نہ بن جائیں'' آپ نے انہیں اس وقت تک کچھ نہیں کہا جب تک وہ قتل و غارت گری سے باز رہے۔ لیکن جب انہوں نے قتل و غارت شروع کر دی تو آپ نے ان کے خلاف جہاد کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ [۵]

ب) دوم: انہیں ترک بغاوت کی دعوت دی جائے۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل قبلہ یعنی مسلمانوں کے کسی مخالف گروہ سے اس وقت تک جنگ نہیں کی جب تک انہیں مخالفت ترک کرنے کی دعوت نہیں دی[۶] آپ نے جنگ جمل سے پہلے اہل بصرہ سے خط و کتابت کی اور خوارج کی طرف حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ وہ جا کر انہیں سمجھائیں اور انہیں پھر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اطاعت کی طرف لوٹنے کی دعوت دیں کیونکہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی قانونی طور پر امیر المومنین تھے۔

ج) امام کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ باغیوں کے خلاف جنگ میں کسی کافر سے مدد لے، کیونکہ ارشاد باری ہے: وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (النساء۔ ۱۴۱) (اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر کافروں کے غلبہ کے لئے ہرگز کوئی راہ نہیں نکالے گا)۔

د) امام یا اس کے لشکر کے کسی سپاہی کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ باغیوں سے تعلق رکھنے والے ایسے افراد سے جنگ کرے جو جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں چاہے وہ میدان جنگ سے فرار ہو رہے ہوں یا اپنے گھر بیٹھ رہے ہوں یا انہوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لئے ہوں۔ اسی طرح باغیوں کے زخمیوں پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے دن منادی کرا دی تھی کہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور کسی زخمی کو ہلاک نہ کیا جائے [۷] اگر کسی نے ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا تو امام اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کرے گا۔ حضرت علیؓ نے جنگ جمل کے موقعہ پر کچھ لوگوں کی دیت بیت المال سے ادا کی تھی جو بھاگتے ہوئے مارے گئے تھے۔ [۸]

ھ) باغیوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے امام کی نیت باغیوں کا خون بہانا نہ ہو۔ بلکہ انہیں بغاوت سے باز رکھنا اور دوبارہ مسلمانوں کے صف میں شامل کرنا ہو۔ اعور بن نیار المنقری نے واقعہ جمل کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے حضرت علیؓ سے بصرہ کی طرف کوچ کرنے کی غرض و غایت پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: "حالات کا جائزہ لینا اور بغاوت کی آگ فرو کرنا تاکہ تمام مسلمان بھائی پھر اکٹھے ہو جائیں اور امت کی پراگندگی دور ہو جائے" [۹]

و) امیر کے لئے باغیوں کے مکانات منہدم کرنا یا ان کی فصلیں تباہ کرنا یا ان کے درخت کاٹ ڈالنا جائز نہیں کیونکہ اس سے مسلمانوں کے علاقوں کو نقصان پہنچے گا۔

۴۔ باغیوں سے چھینا ہوا مال:

الف) امامت کے عہدے پر قانونی طور پر متمکن امام اور اس کے لشکر کے لئے باغیوں کے مال و اسباب میں سے صرف وہی مال لینا حلال ہے جو وہ میدان جنگ میں لے کر آئے ہوں۔ رہا ان کا وہ منقولہ یا غیر منقولہ مال و اسباب جو وہ میدان جنگ سے باہر چھوڑ آئے ہوں تو اس میں سے کوئی بھی چیز لینا امام کے لئے جائز نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: "ان باغیوں کے گھروں میں جو مال و اسباب پڑا ہے وہ ان کا ہے۔ اور جو کچھ وہ اپنے ساتھ تمہارے خلاف جنگ کے لئے لے کر آئے ہیں وہ تمہارے لئے مال غنیمت ہے" [۱۰] اسی بنا پر آپ نے اہل نہروان اور اہل بصرہ کی لشکر گاہوں کے مال و اسباب کو بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا تھا اور اس کے ماسوا کسی چیز سے تعرض نہیں کیا تھا۔ [۱۱] ایک شخص ایک قیدی پکڑ کر آپ کے پاس لایا تو آپ نے اس سے فرمایا: "تم اس کا ساز و سامان لے لو" [۱۲] یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل بصرہ کے گھروں میں رکھے ہوئے مال و اسباب سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کرتے اور انہیں ان کے مالکوں کے قبضے میں رہنے دیتے ہیں۔ صرف خراج کی وہ رقم جو بصرہ کے بیت المال میں تھی اسے لے کر سرکاری خزانے میں داخل کر دیتے ہیں۔ [۱۳] جہاں تک فوج کا معاملہ تھا تو اسے پوری طرح قابو میں رکھنا بہت مشکل تھا کیونکہ فوج کے بہت سے سپاہی ایسے تھے جو امیر کی حکم عدولی کرتے ہوئے اپنی من مانی کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں پر قابو پانے کے بعد یہ اعلان کر دیتے تھے کہ جو شخص بھی اپنی کوئی چیز امام کی فوج کے کسی شخص کے ہاتھ میں دیکھے وہ اس سے لے لے۔ جنگ جمل کے بعد یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک شخص نے اپنی ہانڈی حضرت علیؓ کی

فوج کے ایک سپاہی کے ہاتھ میں دیکھی جو اسے اس شخص کے گھر سے ملی تھی اور جسے وہ کھانا پکانے کی غرض سے لے آیا تھا، مالک نے اپنی ہانڈی کی شناخت کر کے اس شخص سے واپس لے لی۔ [۱۴]

نہروان کی جنگ کے بعد حضرت علیؓ نے اہل نہروان کے گھروں سے حاصل کردہ تمام چیزوں کی باقاعدہ تشہیر کرائی، چنانچہ تمام لوگوں نے اپنی اپنی چیزیں واپس لے لیں۔ صرف ایک ہنڈیا رہ گئی جس کا کوئی مالک تشہیر کےباوجود پیدا نہ ہوا۔ [۱۵] اگر مال ایسا ہوتا جس کا مالک مارا جاچکا ہوتا تو آپ وہ مال اس کے ورثاء کو دے دیتے۔ ابن حزمؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کسی مقتول کے مال کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔ [۱۶]

ب) باغیوں کے قیدی مرد اور عورتیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغیوں کے کسی گرفتار شدہ قیدی کو قتل کر دینا یا اسے غلام یا لونڈی بنالینا حلال نہیں جانتے تھے (دیکھئے لفظ اسر، فقرہ ۳) اسی طرح ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جنگ جمل کے بعد عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کے سلسلے میں لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا: "یہ کیا بات ہوئی کہ ان کا خون بہانا تو حلال ہے لیکن ان کا مال واسباب لے لینا حلال نہیں ہے"؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس اعتراض کی خبر ملی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: "تم میں سے کون یہ پسند کرے گا کہ ام المومنین عائشہؓ اس کے حصے میں آئیں!" یہ سن کر تمام لوگ خاموش ہو گئے۔ [۱۷]

## ۵۔ باغیوں کے ہاتھوں تلف ہونے والی اشیاء کا تاوان:

جنگ کے دوران باغیوں کے ہاتھوں جو جانی یا مالی نقصان ہوا ہو اس کا کوئی تاوان نہیں۔ اسی طرح باغیوں کے ہاتھ آیا ہوا مال بھی تاوان سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ ان پر تاوان ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں امیر کی اطاعت کی طرف لوٹنے سے متنفر کر دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے بصرہ کو باغیوں سے چھین کر اس پر قبضہ کر لیا تو آپ نے ان سے خراج وغیرہ کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جس پر ان باغیوں نے پہلے قبضہ کر لیا تھا۔ [۱۸]

## ۶۔ مقتول باغیوں کی نماز جنازہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اہل حق کے خلاف جنگ میں قتل ہونے والے باغیوں کی نماز جنازہ امام المسلمین پڑھائیں گے۔ جنگ جمل کے دن طرفین کے مقتولین کی نماز جنازہ آپ نے

پڑھائی تھی۔ [۱۹]

## بقر. گائیں

گایوں کی زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ. فقرہ ۹) اور حکومت کی طرف سے اس کی وصولی (دیکھئے لفظ زکوٰۃ. فقرہ ۱۵. جز الف)

گایوں میں دیت کی مقدار (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴. جز ب کا مسئلہ ۲)

ایک گائے کی قربانی میں سات حصوں کی شمولیت کا درست ہونا (دیکھئے لفظ ہدی. فقرہ ۲ جز ب)

## بلوغ. بالغ ہونا بلوغت

دیکھئے لفظ صغیر

### ۱۔ تعریف:

ایک انسان کا اپنی عمر کے اس مرحلے میں پہنچ جانا بلوغ کہلاتا ہے جہاں اسے تمام ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے اور جملہ تصرفات کا اہل سمجھا جاتا ہے۔

### ۲۔ بلوغت کیسے حاصل ہوتی ہے:

بلوغت کی دو قسمیں ہیں۔ بلوغت حقیقی اور بلوغت اعتباری:

الف) بلوغت حقیقی مرد کے آلہ تناسل سے بیداری یا خواب کی حالت میں منی کا اخراج ہوتا ہے اور عورتوں میں یہ بلوغت حیض یا حمل کے ذریعے متحقق ہوتی ہے۔

ب) بلوغت اعتباری میں ایک شخص کو بالغ تسلیم کر لیا جاتا ہے چاہے اسے بلوغت حقیقی حاصل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ بلوغت اعتباری درج ذیل امور سے ہوتی ہے:

۱) لڑکے کی عمر بارہ سال کی ہو جائے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

۲) زیر ناف سخت بال اگ آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب لڑکا بارہ برس کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ تمام فرائض اس پر جاری ہوں گے اور تفویض کردہ تمام حقوق اسے مل جائیں گے. لیکن یہ صورت حال فی ما بینہ وبین اللہ ہوگی اور جب موئے زیر ناف ظاہر ہو جائیں گے تو اس پر حدود بھی جاری ہوں گے" [۲۰] شیعوں کا فرقہ زیدیہ اس اثر کا راوی ہے لیکن مجھے (صاحب کتاب کو) یہ اثر اہل سنت کے ہاں نہیں ملا۔

اسی وجہ سے زیدیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب بچہ بارہ برس کا ہو جائے تو اس کے تصرفات درست ہوں گے اور وہ اپنے تمام اعمال اور ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا، لیکن یہ صورت حال فی ما بینہ و بین اللہ ہوگی لیکن بندوں کے نزدیک وہ اسی وقت مکلف گردانا جائے گا جب اس کے موئے زیر ناف اگ آئیں گے۔ پس اگر وہ موئے زیر ناف ظاہر ہونے سے پہلے زنا کا ارتکاب کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں گنہگار تو ہو گا لیکن اس پر حد زنا جاری نہیں ہوگی لیکن اگر وہ موئے زیر ناف کے ظاہر ہونے کے بعد زنا کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں بھی مجرم ہو گا اور اس پر حد بھی جاری ہوگی۔

۴) صغیر کے قد کا پانچ بالشت تک پہنچ جانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب لڑکے کا قد پانچ بالشت ہو جائے تو اس پر حدود جاری ہوں گے" [۲۱]

## بنت: بیٹی

بیٹی کی میراث (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزھ کا مسئلہ ۴)

## بنت ابن: پوتی

پوتی کی میراث (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزھ کا مسئلہ ۷)

## بنو تغلب: بنی تغلب

نصاریٰ بنی تغلب کی عورتوں سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جزالف کا مسئلہ ۲ جزز)

نصاریٰ بنی تغلب کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جزح)

## بہیمہ: چوپائے

دیکھئے لفظ حیوان

## بول: پیشاب

۱۔ پیشاب کی نجاست (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲)

۲۔ پیشاب کرنے کی وجہ سے وضو کا ٹوٹ جانا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جزالف)

۳۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا: مرد کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نجاست سے بچاؤ کے متعلق اطمینان ہو۔ حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا

تھا۔ [۲۲] ابوظبیان سے روایت ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تھا۔ [۲۳] (دیکھئے لفظ تخلّی ، فقرہ ۲)

**بیت : گھر**

کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے کے گھر میں اجازت لئے بغیر یا اس کی عدم موجودگی میں داخل ہو۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور حضرت علیؓ کو موجود نہ پا کر واپس ہو گئے۔ پھر دوسری دفعہ آ کر اجازت مانگی تو حضرت علیؓ مل گئے۔ گھر میں داخل ہو کر حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ سے کسی ضرورت پر گفتگو کی، حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ضرورت اس خاتون (میری بیوی) تک تھی؟" انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں" حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: "ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کی عدم موجودگی میں عورتوں کے گھروں میں داخل ہونے سے روکا ہے" [۲۴]

**بیت المال : بیت المال**

**۱۔ بیت المال کے ذرائع آمدنی:**

مسلمانوں کے بیت المال کی آمدنی کے اصل ذرائع فیئے (جزیہ، خراج، غنائم وغیرہ) اور زکوٰۃ کی مدات ہیں (دیکھئے لفظ فیئے اور لفظ زکوٰۃ)۔

فیئے سے حاصل ہونے والی آمدنی کو زکوٰۃ سے حاصل شدہ آمدنی کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا بلکہ ان دونوں کا حساب کتاب الگ الگ رکھا جائے گا اور بیت المال میں ان کی جگہیں بھی الگ الگ مقرر ہوں گی۔ تاکہ زکوٰۃ کی مستقل حیثیت فیئے سے متمیز رہے۔

**۲۔ بیت المال کے اخراجات کی مدات** 

سرکاری ملازمین مثلاً حکام، سالاران عساکر اور فوج وغیرہ کی تنخواہیں (دیکھئے لفظ قضاء فقرہ ۹)

مختلف جگہوں سے ملنے والے لاوارث بچوں کے اخراجات کی کفالت (دیکھئے لفظ لقیط ، فقرہ ۲)

قیدیوں کے اخراجات (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۲)

فقراء و مساکین اور مسافروں کے اخراجات ( دیکھئے لفظ غنیمہ ، فقرہ ۳ جز ب )

ایسے مقتول کی دیت کی ادائیگی جس کا قاتل نامعلوم ہو ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱. جز ب کا مسئلہ ۲ جز الف )

باغیوں کے ایسے افراد کی دیت کی ادائیگی جو فرار ہوتے ہوئے یا زخمی حالت میں امام کے فوجیوں کے ہاتھوں قتل ہو جائیں ( دیکھئے لفظ بغی ، فقرہ ۲، جز د )

۳۔ مسلمانوں کے بیت المال میں چوری کرنا. ( دیکھئے لفظ سرقہ ، فقرہ ۳. جز الف کا مسئلہ ۱ )

## بیضہ : انڈہ

مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلا ہوا انڈا کھالینا ( دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۱۰ )

مردہ جانور کے انڈوں کی نجاست ( دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱ جز ب کا مسئلہ ۵ )

مرد کے خصیوں کو نقصان پہنچانے والا جرم ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ب کا مسئلہ ۳ جز ب )

محرم اگر شترمرغ یا کبوتر کے انڈے ضائع کر دے تو اس کا جرمانہ کیا ہو گا؟ ( دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز ج )

## بیع : فروخت

ہم بیع کے متعلق مندرجہ ذیل نکات پر بحث کریں گے:

(۱) تجارت سے متعلق شرعی احکامات کی تعلیم کا لازمی ہونا۔ (۲) بیع کے ارکان ( مشتری اور بائع، فروخت ہونے والی چیز، قیمت، الفاظ ) ۔ (۳) بیع سلم

### ۱۔ تجارت سے متعلق احکام شرعیہ کی تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

جو شخص تجارت کے میدان میں قدم رکھنا چاہتا حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے ایسا کرنے سے پہلے اس پر تجارت سے متعلق احکام شرعیہ کی تعلیم حاصل کرنا لازم کر دیتے تھے۔ ایک شخص آپ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا: "امیر المومنین، میں تجارت کرنا چاہتا ہوں، میری کامیابی کے لئے اللہ سے دعا کیجئے" آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کر لی ہے؟" وہ کہنے لگا: "اچھا! کیا یہ بھی تجارت کا ایک حصہ ہے؟" آپ نے جواباً کہا: "ارے بےوقوف، پہلے دین کی سمجھ پھر تجارت! جس شخص نے خرید و فروخت کی اور اس سلسلے میں اللہ کے دین سے رہنمائی حاصل نہ کی تو وہ سود کے کیچڑ میں پھنسا کہ پھنسا" [۲۵]

۲۔ ارکان بیع:

بیع کے مراحل کی تکمیل کے لئے فروخت کنندہ، خریدار، فروخت ہونے والی چیز، قیمت اور سودے کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔

متعاقدان یعنی فروخت کنندہ اور خریدار:

الف) بعض دفعہ خرید و فروخت کوئی شخص خود کرتا ہے اور بعض دفعہ کوئی دوسرا اس کے لئے یہ کام کرتا ہے۔ اگر دوسرا شخص اس کے لئے یہ کام کر رہا ہو تو یا تو وہ اس کی اجازت سے کر رہا ہے (دیکھئے لفظ وکالہ) یا بغیر اجازت کے۔

۱) اگر اجازت کے بغیر ہو تو پھر یہ خرید و فروخت یا تو ولایت (تصرف کا قانونی حق) کے بغیر ہو گی جیسے فضولی کی خرید و فروخت (دیکھئے لفظ فضولی) یا ولایت کی وجہ سے ہو گی مثلاً عدالت اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والے قرضدار کے مال کو قرض کی ادائیگی کی خاطر فروخت کر دے۔ (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جزج)

۲) بائع اور مشتری دونوں سے متعلق فقہاء نے کچھ شرطوں کا ذکر کیا ہے لیکن ہمیں یہ شرطیں حضرت علیؓ سے کسی روایت میں نہیں ملیں۔

۳) امیرالمومنین کی خرید و فروخت (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جزک)

ب) فروخت ہونے والی چیز (مبیع)۔ مبیع میں درج ذیل شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

۱) یہ کہ وہ مسلمانوں کے نزدیک مال ہو۔ اگر وہ مسلمانوں کے نزدیک مال نہ ہو تو اس کی فروخت درست نہیں۔ اس لئے خمر، خنزیر اور انسانی فضلے کی فروخت درست نہیں ہے کیونکہ یہ مال کے زمرے میں نہیں آتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور نے ہمیں خمر، خنزیر اور انسانی فضلے کی بیع سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہ مردار ہیں" [۲۶] حضرت علیؓ نے ایک دفعہ زرارہ (کوفے کا ایک محلّہ یا گاؤں) کی طرف نظر دوڑائی اور پوچھا کہ یہ کیسا گاؤں ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس گاؤں کا نام زرارہ ہے یہاں کپڑا بننے کا کام ہوتا ہے اور شراب کی خرید و فروخت بھی ہوتی ہے، آپ نے پوچھا کہ وہاں تک جانے کا کونسا راستہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا "باب الجسر سے" ایک شخص نے عرض کیا کہ ہم امیرالمومنین کے لئے کوئی کشتی لے آتے ہیں جس میں بیٹھ کر یہاں سے زرارہ تک پہنچ جائیں گے۔ پل کے راستے جانے کی ضرورت نہیں ہو گی، لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ

بیگار ہو گی اور ہمیں کسی سے بیگار لینے کی ضرورت نہیں۔ آؤ پل تک چلیں۔ پھر آپ پیدل روانہ ہو گئے اور زرارہ پہنچ گئے۔ پھر آپ نے آگ لانے کا حکم دیا اور فرمایا: "گاؤں میں آگ بھڑکا دو تاکہ ایک بری چیز (آگ) دوسری بری چیز (شراب) کو کھا جائے۔ گاؤں کے مغربی حصے سے آگ لگی یہاں تک کہ خواستانی جبر و نا (کسی شخص یا جگہ کا نام) کے باغ تک پہنچ گئی۔ [۲۷]

آزاد انسان کو فروخت کر دینا جائز نہیں کیونکہ وہ مال نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے آزاد انسان کے فروخت کنندہ کو دردناک سزا دی تھی۔ آپ نے ایک شخص کے متعلق فیصلہ دیا جس نے اپنی آزاد بیوی کو بیچ دیا تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ [۲۸] ایک شخص نے دوسرے آزاد شخص کو فروخت کر دیا اور دونوں نے مل کر قیمت آدھی آدھی تقسیم کر لی۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ فروخت شدہ شخص اس غلط سودے کی وجہ سے غلام نہیں بنے گا اور فروخت کنندہ کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ [۲۹]

ام ولد نہ اپنے آقا کی موت سے پہلے آزاد ہوتی ہے اور نہ موت کے بعد اس لئے اس کی فروخت جائز ہے۔ اگر اس کا بچہ بھی ہو تو اسے اس بچے کے حصے میں سے آزاد کر دیا جائے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری اور حضرت عمرؓ کی رائے ام ولد قسم کی لونڈیوں کو نہ فروخت کرنے کے بارے میں ایک جیسی تھی۔ پھر میری رائے بدل گئی کہ انہیں فروخت کیا جا سکتا ہے۔ [۳۰] مسند زید میں ہے کہ حضرت علیؓ اس قسم کی لونڈیوں کی فروخت کو جائز سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر اس کا آقا مر جائے اور اس کے بطن سے بچہ ہو تو یہ اپنے بچے کے حصے سے آزاد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس کا بچہ اپنے باپ کی میراث میں اس کے ایک حصے کا مالک بن جائے گا۔ اور اگر اس کا بچہ نہ ہو تو اسے فروخت کیا جا سکے گا۔ [۳۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے وصیت نامے میں یہ لکھا تھا "میری لونڈیاں جن کے ساتھ میں شب باشی کرتا ہوں، انیس ہیں، جن کی اولاد ہے وہ ام ولد ہیں۔ اور کچھ حاملہ ہیں اور کچھ بے اولاد ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس جنگ میں میں کام آ گیا تو ان میں سے جو بے اولاد ہیں اور حاملہ بھی نہیں ہیں وہ لوجہ اللہ آزاد ہو جائیں گی اور کسی کو ان پر کوئی اختیار نہیں ہو گا۔ اور جو حاملہ یا صاحب اولاد ہیں تو انہیں ان کی اولاد کے لئے روک لیا جائے گا اور یہ اپنی اولاد کے حصے میں سے آزاد ہوں گی اور اگر کسی کا بچہ مر جائے اور وہ خود زندہ ہو تو وہ لوجہ اللہ آزاد ہو جائے گی۔

میں نے اپنی انیس لونڈیوں کے بارے میں یہ فیصلہ کیا ہے اور اللہ سے مدد کا خواستگار ہوں اور اس وصیت نامے پر ھیاج بن ابی سفیان اور عبید اللہ بن ابی رافع کے بطور گواہ دستخط ہیں اور اس کی تاریخ کتابت جمادی سن ۳۷ ہجری ہے۔ [۳۲]

حضرت علیؓ کے نزدیک مکاتب کا اتنا حصہ آزاد ہو جائے گا جتنے حصے کی اس نے ادائیگی کر دی ہوگی، اور باقیماندہ حصہ جس کی ادائیگی نہیں کی ہوگی غلام رہے گا۔ [۳۳] اس بنا پر اس کے غلام حصے کی فروخت درست ہو گی (دیکھئے لفظ رق فقرہ ۴)

رہی مدبر (ایسا غلام جسے اس کا آقا یہ کہہ دے کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو) کی فروخت تو دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۳، جزج

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فروخت ہونے والی چیز فروخت کنندہ کی ملکیت ہو اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ وقف شدہ اراضی کی بیع کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس لئے کہ فروخت کنندہ کو اس کی ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ [۳۴] لیکن مسلمانوں کے جن اموال پر دشمن کا قبضہ ہو جاتا ان کی فروخت کی اجازت دیتے تھے کیونکہ دشمن اپنے قبضہ کی وجہ سے ان کا مالک ہو جاتا ہے۔ [۳۵]

۳) تیسری شرط یہ ہے کہ فروخت ہونے والی چیز معلوم ہو، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیع غرر (ایسا سودا جس میں فروخت کی جانے والی چیز یا اس کی قیمت کے غیر معلوم ہونے کی وجہ سے دھوکے کا امکان ہو) سے منع فرمایا۔ اگر فروخت ہونے والی چیز دیکھ لی جائے تو وہ معلوم کہلائے گی، اسی لئے کسی چیز کو دیکھ لینے کے بعد اندازے سے اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "اٹکل اور اندازے سے کسی چیز کو فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ ماپ تول سے اس کی مقدار متعین نہ کی جائے" [۳۶]

لونڈی بھی ایک بکاؤ مال سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے خریدار کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کا اس طرح جائزہ لے کہ جس سے اس کے متعلق اس کی لاعلمی ختم ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے لونڈی کی فروخت کے سلسلے میں پوچھا کہ آیا اس کی پنڈلی، سرین اور پیٹ پر نظر ڈالی جا سکتی ہے! آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ لونڈی پر ذاتی شرف کی چادر تو ہوتی نہیں، اور بازار میں اس لئے کھڑی ہوتی ہے کہ اس کا مول تول کیا جائے۔ [۳۷]

۴) مبیع (فروخت ہونے والی چیز) کے ایک متعین حصے کو سودے سے مستثنیٰ کرنا جائز ہے۔ اگر اس حصے کی علیحدگی ممکن ہو تو اسے علیحدہ کر کے فروخت کنندہ کو دے دیا جائے گا اور اگر علیحدگی ناممکن ہو تو فروخت کنندہ کو اس کی قیمت مل جائے گی۔ ایک قبیلے کے کسی شخص نے اپنی بیمار اونٹنی کو فروخت کر دیا اور اس کے ثنایا (اوپر نیچے کے سامنے کے دو دو دانت) کے استثناء کی شرط لگائی۔ اونٹنی ٹھیک ہو گئی اسے اونٹنی کے دانت حاصل کرنے کی رغبت پیدا ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر سارا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ علیؓ کے پاس جا کر ان سے اپنا قصہ بیان کرو، چنانچہ وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم دونوں (فروخت کنندہ اور خریدار) بازار میں اسے لے جاؤ اور مول تول کراؤ۔ جب اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگ جائے تو اس کی قیمت سے اس کے ثنایا کی قیمت فروخت کنندہ کو دے دو۔ [۳۸] اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے ثنایا کا حساب اس کی کل قیمت سے لگا کر دے دو۔ [۳۹]

۵) مبیع کے لئے کئے گئے سودے میں اس کے توابع (ملحقہ اشیاء) بھی شامل ہوتے ہیں، لیکن غلام کا کمایا ہوا مال اس کے توابع میں شمار نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ سودے میں شامل نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص نے ایسا غلام فروخت کیا جس کا کمایا ہوا مال بھی ہو تو وہ مال اس کے آقا یعنی فروخت کنندہ کا ہو گا، الا یہ کہ خریدار سودے میں شامل کرنے کی شرط لگا دے" [۴۰]

۶) خریدار کے لئے جائز ہے کہ وہ فروخت کنندہ سے فروخت کی ہوئی شے میں مزید اضافے کے لئے کہے۔ پھر فروخت کنندہ کی مرضی ہو گی۔ چاہے تو اس میں اضافہ کر دے اور چاہے تو نہ کرے۔ اگر اضافہ کر دے تو بہتر ہو گا اس لئے کہ بائع کا یہ رویہ کاروبار میں اس کی وسعت قلبی ظاہر کرتا ہے۔ حضرت علیؓ کا گزر ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جو قصاب سے گوشت خرید رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی کہ ایک آدھ بوٹی اور ڈال دو، حضرت علیؓ نے قصاب سے کہا: "اسے ایک آدھ زائد بوٹی ڈال دو اس سے تمہاری بکری میں اور برکت ہو گی" [۴۱]

۷) اگر مسلمان کفار کے مال و اسباب کو بطور مال غنیمت حاصل کر لیں تو اس مال غنیمت کو دوبارہ ان کافروں کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں۔ حضرت علیؓ کے پاس عجمیوں کا ایک برتن لایا گیا جس پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے، آپ نے اسے توڑ کر مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا

ارادہ کیا۔ کچھ عجمی چودھری بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ''اگر اسے توڑ دیا گیا تو اس کی قیمت کچھ نہیں رہے گی۔ اسے آپ ہمیں دے دیں۔ ہم آپ سے اسے مہنگے داموں لے لیں گے۔'' آپ نے جواب میں فرمایا: ''اللہ نے اس برتن کو تمہاری ملکیت سے چھین لیا ہے میں دوبارہ اسے تمہاری ملکیت میں دے نہیں سکتا۔'' پھر آپ نے اسے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ [۴۲] (دیکھئے لفظ غنیمہ فقرہ ۲، جز د)

۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ غلام کا سودا کرتے وقت اسے اس کی ماں یا باپ سے جدا نہ کیا جائے. حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بچے اور اس کی ماں میں علیحدگی کر دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس سے روک دیا تھا اور بیع ختم کر دی تھی۔ [۴۳]

۹) اگر فروخت کی ہوئی چیز میں کوئی عیب ظاہر ہو جائے تو خریدار کو اس عیب کی بنا پر اس چیز کو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر اس چیز میں کوئی کمی یا بیشی پیدا ہو جائے تو وہ پھر ایسا نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی، اس کے ساتھ ہم بستری کی اور پھر اس میں عیب ظاہر ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اس کے متعلق فیصلہ دیا کہ اب وہ لونڈی واپس نہیں ہوگی، البتہ عیب کی جو قیمت لگے گی وہ واپس کر دی جائے گی۔ [۴۴]

۱۰) ایسے مال کی فروخت جو ابھی فروخت کنندہ کے قبضے میں نہ آیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی چیز کی فروخت سے منع کرتے تھے جو ابھی قبضے میں نہ آئی ہو۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے: (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کی فروخت سے منع فرمایا ہے جب تک اسے قبضہ میں نہ لیا جائے۔ اسی طرح خمس کی فروخت سے جب تک اسے سمیٹ نہ لیا جائے) [۴۵] غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ اس قسم کے سودے میں فروخت شدہ چیز کی خریدار کو حوالگی معرض خطر میں رہتی ہے۔

۱۱) ایسی چیزیں جن کی ماپ تول ہو سکتی ہو. حضرت علی رضی اللہ عنہ ماپ تول کے بغیر ان کی فروخت سے منع فرماتے تھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ فروخت شدہ چیز کی مقدار طے شدہ مقدار سے کم ہو جائے. آپ فرمایا کرتے تھے: ''جب تم ماپ تول والی کوئی چیز خریدو اور اسے اپنے قبضے میں لے آؤ تو جب تک تم خود ماپ نہ لو یا وزن نہ کر لو اس وقت تک اسے فروخت نہ کرو'' [۴۶]

ج) الثمن: (قیمت)

۱) سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر وہ چیز جس کی قیمت لگ سکتی ہو وہ فروخت ہونے والی چیز کا ثمن، یعنی قیمت بن سکتی ہے۔ سامان کے مالک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے اس مال (قیمت) کو پوشیدہ رکھے اور سامان کو آزادانہ طور پر ایسی قیمت کے بدلے فروخت کر دے جس پر طرفین متفق ہو جائیں. سامان والے کو یہ بھی اختیار ہے کہ سامان کی قیمت خرید بتا دے اور پھر طرفین قیمت خرید پر، یا اس سے کم یا اس سے زیادہ پر سودا کرنے پر متفق ہو جائیں. ایک بوڑھے کی روایت ہے وہ کہتا ہے۔ "میں نے حضرت علیؓ کے جسم پر ایک موٹی چادر دیکھی. آپ نے فرمایا: میں نے یہ چادر پانچ درہم میں خریدی ہے. اب جو شخص مجھے ایک درہم منافع دے گا میں اس کے ہاتھ اسے فروخت کر دوں گا۔ [۴۷]

۲) قیمت کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے تا کہ بعد میں تنازعہ کی کوئی صورت نہ رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیع غرر (ایسا سودا جس میں مبیع یا ثمن نا معلوم ہونے کی وجہ سے دھوکے کی گنجائش ہو) سے منع فرمایا ہے۔ [۴۸]

۳) ایک چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے فروخت کرنا: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے۔ گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، خرما کو خرما کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے جب کہ مقداروں میں کمی بیشی ہو فروخت کرنا جائز نہیں خواہ یہ لین دین نقد اور دست بدست ہو. اسی طرح اگر مقداریں برابر ہوں لیکن سودا ادھار ہو اور فوری ادائیگی نہ ہو تو بھی جائز نہیں۔ اور جو شخص درج بالا صورتوں میں سے کسی صورت کو اختیار کرتے ہوئے سودا فروخت کرے گا وہ سود خوری میں مبتلا ہو گا اور اس کی یہ فروخت حرام ہو کر فسخ ہو جائے گی۔ [۴۹] یہ اصول حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تر کھجوروں کو خشک کھجوروں (خرما) کے بدلے فروخت کرنا ناپسند کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خشک ہو کر کم ہو جائیں گی۔ [۵۰] ایک شخص نے آپ سے دو درہموں کے بدلے ایک درہم فروخت کرنے کے متعلق مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو فوری سود ہے۔ [۵۱] ہمدان کے ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ "امیر المومنین، میرے پاس چاندی کے دو سکے ہیں جو چل نہیں رہے. میں ان سکوں کو چاندی کی کم و بیش مقدار سے بھنا نہ لوں؟" آپ نے جواب دیا کہ یہ فوری سود ہے۔ پھر فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کے پاس چاندی کے سکے ہوں جو چلتے نہ ہوں تو ان کے بدلے میں سونا خرید لے۔ اور پھر سونے

کے بدلے میں جو چاہے خرید لے" [۵۲] لیکن جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس قاعدے کو ہر ماپ تول والی چیز کے لئے عام کر دیا ہے۔ آپ ماپ تول والی کسی بھی چیز کو اس کی ہم جنس چیز کے بدلے کمی بیشی کر کے دست بدست فروخت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے. اسی طرح مساوی مقدار کی دو ہم جنس چیزوں کی خرید و فروخت ادھار کی صورت میں جائز نہیں قرار دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی خرید و فروخت کرتا تو حضرت علیؓ کے نزدیک سود لینے دینے کا مرتکب ہوتا۔ [۵۳] لیکن اگر وہ چیز ماپ تول کے زمرے میں نہ آتی اور اسے اس کی ہم جنس چیز کے بدلے فروخت کیا جاتا تو آپ سے ایک روایت کے مطابق اس میں تفاضل (مقداروں میں کمی بیشی) اور نسیہ (ادھار) دونوں جائز ہوتے۔ حسن بن محمد بن علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک اونٹ جس کا نام عصیفیر تھا بیں اونٹوں کے بدلے میں ادھار فروخت کیا۔ [۵۴] آپ کا قول ہے: "کپڑوں کا ایک جوڑا دو جوڑوں کے بدلے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں" [۵۵] دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے سودے میں تفاضل کو تو جائز قرار دیا لیکن ادھار کو حرام قرار دیا۔ سعید بن المسیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار فروخت کرنے کو ناپسند کیا۔ [۵۶] شاید حضرت علیؓ سے پہلی روایت سب سے صحیح روایت ہے۔

اگر ایک چیز دوسری جنس کی چیز کے ساتھ اس طرح ملائی جائے کہ دوسری چیز پہلی پر غالب آ جائے تو حضرت علیؓ ایسی چیز کو اس کی جنس سے خارج سمجھتے اور اس صورت میں مقداروں میں کمی بیشی کے ساتھ اس چیز کی بیع اپنی ہم جنس چیز کے بدلے میں جائز ہو جاتی۔ مغیرہؓ بن حنین سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن خطبہ دے رہے تھے کہ دوران خطبہ ایک شخص آ کر آپ سے کہنے لگا کہ امیر المومنین، ہمارے علاقے میں کچھ لوگ سود کھاتے ہیں. آپ نے پوچھا: "وہ کس طرح؟ اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ سونے چاندی کی ملاوٹ سے بنے ہوئے پیالوں کو چاندی کے سکوں کے بدلے فروخت کرتے ہیں، آپ نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور پھر فرمایا کہ "نہیں" یعنی اس میں کوئی حرج نہیں۔ [۵۷] ہم نے جو یہ کہا کہ "حضرت علیؓ اس چیز کو اس کی جنس سے خارج سمجھتے تھے" اور یہ نہیں کہا جیسا کہ بہت سے فقہا کہتے ہیں کہ آپ دو مختلف جنسوں کی مخلوط چیز کو جب اس کی ہم جنس چیز کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا جائز قرار دیتے تو ایسی صورت میں بکنے والی چیز اپنی ہم جنس چیز کے ساتھ

مقدار میں مساوی ہو جاتی۔ اور اس کا باقیماندہ حصہ دوسری چیز کے باقیماندہ حصے کے بالمقابل ہو جاتا۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں یہ شرط لگانی پڑتی کہ ثمن (یعنی دینار یا درھم) بکنے والی چیز میں پائے جانے والے سونے اور چاندی سے مقدار میں زیادہ ہو۔ حالانکہ حضرت علیؓ ایسی صورت میں یہ شرط نہیں لگاتے تھے۔ آپ نے عمروؓ بن حریث کے ہاتھوں سونے سے بنی ہوئی دھاریوں والی زرہ چار ہزار درہم میں ادھار ــــ بیت المال سے وظائف ملنے کی مدت تک کے لئے ــــ فروخت کی تھی۔ اور اس زمانے میں وظائف ملنے کی مدت مقرر ہوتی تھی۔ [۵۸] ایک روایت میں ہے کہ عمروؓ بن حریث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم میں ایک ریشمی کپڑا خریدا۔ اس نے پھر اسے جلا دی یعنی چمکا دیا۔ اور اس سے بیس ہزار درہم حاصل کئے۔ [۵۹] ان دو مثالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ایسے سودوں میں ثمن یعنی دینار و درہم کا سونے اور چاندی کی اس مقدار سے زیادہ ہونا ضروری نہیں جو بکنے والی چیز میں پائی جائے۔ (مترجم)

د) الصیغۃ: (سودا کاری کے لئے بولے جانے والے الفاظ)

ان الفاظ کے لئے یہ شرط ہے کہ ان میں ایجاب و قبول کے معانی پائے جائیں اور سودا کاری کو حتمی شکل دینے کا پہلو بھی موجود ہو۔ یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

بعض دفعہ عقد یعنی سودا کاری کے الفاظ میں شرطیں بھی پائی جاتی ہیں ہمیں اس سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت دستیاب نہیں ہوئی ہاں بیع سلم کی شرطوں کے متعلق جس میں قیمت کی ادائیگی تو فوری ہو جاتی ہے اور فروخت شدہ چیز کی حوالگی ایک مقررہ مدت تک کے لئے موخر کر دی جاتی ہے۔ ہمارے پاس حضرت علیؓ سے روایتیں موجود ہیں۔

## ۳۔ بیع سلم:

### الف) تعریف:

بیع سلم وہ بیع ہے جس میں قیمت کی ادائیگی فوری ہوتی ہے اور فروخت شدہ چیز کی حوالگی موخر ہوتی ہے، اور یہ فروخت کنندہ کے ذمہ ہوتی ہے۔

ب) بیع سلم کی شرطیں: بیع سلم کے انعقاد کے لئے تین شرطیں ہیں۔

۱) بکنے والی چیز کی ایسی وضاحت جس سے وہ پوری طرح ضبط میں آ جائے اور اس کے بعد کسی قسم کا کوئی تنازعہ پیدا ہونے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی بنا پر حیوان کے بیع سلم کے بارے میں حضرت

علیؓ سے مختلف روایتیں منقول ہیں۔ [۶۰] ایک روایت میں ہے کہ آپ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ دوسری روایت میں عدم جواز ہے۔ اس لئے کہ حیوان کے اوصاف کو الفاظ کے ذریعے منضبط کرنا مشکل ہے۔

۲) ثمن کی وضاحت اور اس کی فوری ادائیگی۔ اس لئے کہ بیع سلم کو مشروع کرنے کی غایت یہی ہے کہ ضرورت مند کی مالی ضرورت کو فوری طور پر پورا کیا جائے۔

۳) فروخت شدہ چیز کی حوالگی کی مدت کا تعین: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "نامعلوم مدت کے لئے بیع درست نہیں ہے" [۶۱] (دیکھئے لفظ اجل، فقرہ ۲)

ج) بائع کا فروخت شدہ چیز کی حوالگی میں ناکام رہنا:۔ جب فروخت کنندہ فروخت شدہ چیز خریدار کے حوالہ کرنے میں ناکام رہے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہو گا۔ یا تو وہ انتظار کرے یہاں تک کہ فروخت کنندہ فروخت شدہ چیز کو اس کے حوالہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ اور یا اپنا پیسہ بغیر کسی کمی بیشی کے واپس لے لے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس شخص نے خوردنی شے میں ایک مقررہ مدت تک حوالگی کی شرط پر سودا کیا اور رقم ادا کر دی، لیکن اسے وہ شے اس شخص کے پاس نہ ملی اور اس شخص نے یہ پیشکش کی کہ کوئی اور خوردنی شے آج کے بھاؤ پر لے لو تو اس کے لئے سوائے اس پہلی خوردنی شے کے اور کوئی چیز لینا درست نہیں ہو گا اور یا پھر وہ اپنی دی ہوئی قیمت واپس لے لے۔ اس کے لئے اس مقررہ نوعیت کے طعام کے سوا کوئی اور نوعیت کا طعام لینا درست نہیں ہے۔ [۶۲]

بیع سلم میں رہن رکھنا یا ضامن لینا

حضرت علیؓ نے بیع سلم میں رہن رکھنے یا ضامن لینے کو ناپسند کیا ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ بیع سلم میں رہن اور کفیل کو ناپسند کرتے تھے" [۶۳] وجہ اس کی یہ ہے کہ بیع سلم کی بنیاد سہولت کی فراہمی پر ہے اور رہن رکھنے یا ضامن دینے کا مطالبہ اس بیع کی مشروعیت کی حکمت کے منافی ہے۔

## بیعہ : بیعت

امام کی بیعت واجب ہے (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۲)

## بینہ : گواہ۔ دلیل

مدعی پر گواہوں کا پیش کرنا واجب ہے (دیکھئے لفظ قضاء فقرہ ۱۰ جزب)
گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر حق ثابت ہو جاتا ہے اور اس کے مطابق قاضی کے لئے فیصلہ دینا ضروری ہے۔ (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰ جزب اور (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جزح)

# حروف الباء

## - ب -

۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۰۴، طبقات ابن سعد جلد اول ص ۲۳

۲۔ مسند زید جلد پنجم ص ۳۷۹

۳۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۰۶

۴۔ حلیۃ الاؤلیاء جلد اول ص ۸۵

۵۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۱۷، المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۶، المغنی جلد ہشتم ص ۱۱۲، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۵۸، الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۵۴

۶۔ کتاب الخراج ص ۲۵۴

۷۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶۰، خراج ابی یوسف ص ۲۵۴، البدایۃ والنہایہ جلد ہفتم ص ۲۴۵، المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۰، مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴، مسند زید جلد چہارم ص ۶۶۲

۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۱۴

۹۔ البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۲۳۹

۱۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۳، مسند زید جلد چہارم ص ۶۶۲، خراج ابی یوسف ص ۲۵۴

۱۱۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۶۷

۱۲۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۴، خراج ابی یوسف ص ۲۵۵

۱۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۶۶

۱۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۱۵

۱۵۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۲۲

۱۶۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۰۰

۱۷۔ البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۲۴۵

۱۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۱۹

۱۹۔ البدایہ والنہایہ جلد ہفتم ص ۲۴۵

۲۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۰۴

۲۱۔ الاؤسط جلد اول ص ۲۵

۲۲۔ المجموع جلد دوم ص ۹۳

۲۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱

۲۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۳۷

۲۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۴۳۳

۲۶۔ مسند زید جلد سوم ص ۴۹۱

۲۷۔ کتاب الاموال ص ۹۶، المحلی جلد نہم ص ۹

۲۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۲

۲۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۴، ۱۹۵

۳۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۹۱

۳۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۹۵

۳۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۸۸

۳۳۔ المحلی جلد نہم ص ۳۳

۳۴۔ المغنی جلد دوم ص ۷۲۰

۳۵۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۶

۳۶۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۰۹

۳۷۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۶۱

۳۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۹۴، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۷

۳۹۔ المغنی جلد چہارم ص ۱۰۲، المحلی جلد ہشتم ص ۱۴۱

۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۹، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۳۲۶

۴۱۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۶۱

۴۲۔ المحلی جلد نہم ص ۲۹

۴۳۔ المغنی جلد چہارم ص ۴۶۶ اور جلد ہشتم ص ۲۲۴

۴۴۔ المحلی جلد نہم ص ۷۷

۴۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۴۹۱

۴۶۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۵۳

۴۷۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۳۳۰

۴۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۰۹

۵۰۔ المجموع جلد دہم ص ۳۵

۵۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۵۸

۵۱۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۲۴

۵۲۔ المحلی جلد ہشتم ص ۴۹۹

۵۳۔ المغنی جلد چہارم ص ۱۱

۵۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۲ الموطا جلد دوم ص ۶۵۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۲، ۱ المجموع جلد نہم ص

۵۴۔ المغنی جلد چہارم ص ۱۱، ص ۲۷۸

۵۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۷

۵۶۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۲

۵۷۔ المحلی جلد ہشتم ص ۴۹۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۴، المجموع جلد دہم ص ۲۵۲

۵۸۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۶۹، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۵

۵۹۔ المحلی جلد ہشتم ص ۵۰۱

۶۰۔ المحلی جلد نہم ص ۱۰۹

۶۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۱۹

۶۲۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۱۳

۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۲، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۹، المغنی جلد چہارم ص ۳۰۸، الروض النضیر جلد سوم ص ۶۱۶

# حرف التاء

## ( ت )

### تابع : پیچھے چلنے والا، جز

بیع میں تابع کا خود بخود داخل ہونا ( دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۲، جز ب کا مسئلہ ۵ )

### تافہ : معمولی، سطحی

کسی گری پڑی معمولی چیز کو اٹھا لینے پر اس کی تشہیر کی ضرورت نہیں ( دیکھئے لفظ لقطہ فقرہ ۲، جز الف )

معمولی چیز چرانے پر قطع ید نہیں ( دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۳ جز الف کا مسئلہ ۱ )

### تبذیر : بلا ضرورت خرچ کرنا

۱۔ تعریف :

کسی جائز مقصد کے بغیر مال کو ضائع کرنا نہ کہ اصلاح کی غرض سے خرچ کرنا تبذیر ہے ۔

۲۔ مبذر ( مال کو بلا مقصد اڑا ڈالنے والا ) پر پابندی :

حضرت علی رضی اللہ عنہ مبذر کے مالی تصرفات پر اس وقت تک کے لئے پابندی لگا دیتے تھے جب تک اس کی حالت کی اصلاح نہ ہو جائے۔ [1]

### تبرع : مفت دے دینا

۱۔ تعریف :

کسی عوض کے بغیر مالک بنا دینا تبرع کہلاتا ہے۔

۲۔ عقود تبرع کی قسمیں :

تبرع کے تحت سر انجام پانے والے معاملے کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ہبہ ہے ( دیکھئے لفظ ہبہ ) دوسری قسم صدقہ ( دیکھئے لفظ صدقہ ) تیسری قسم وصیت ( دیکھئے لفظ وصیہ ) چوتھی قسم وقف ( دیکھئے لفظ وقف ) پانچویں قسم اعارۃ ( اعارۃ دینا، دیکھئے لفظ اعارۃ ) چھٹی قسم قرض ( دیکھئے لفظ دین ) ساتویں قسم کفالت ( دیکھئے لفظ کفالۃ ) آٹھویں قسم اپنے حق کی وصولی

سے فارغ خطی (دیکھئے لفظ ابراء) نویں قسم غلام کو آزادی دے دینا (دیکھئے لفظ رق فقرہ ۴) وغیرہ ہے۔

۳۔ المتبرع: تبرع کرنے والا

ایسے شخص کا تبرع درست نہیں ہوتا جس کے تصرفات پر دیوانگی، کم سنی، غلامی، بے عقلی یا افلاس کی وجہ سے پابندی لگی ہو، لیکن مرض الموت میں گرفتار شخص کے تصرفات پر اگرچہ پابندی لگی ہو، تاہم اس کا تبرع درست ہوتا ہے۔ اسی طرح میدان جنگ میں دشمن کے سامنے صف آرا شخص اور درد زہ میں مبتلا عورت کا تبرع بھی درست ہے، بشرطیکہ ان تینوں قسم کے مذکورہ اشخاص کا تبرع ان کے ترکہ کے تہائی حصے سے زائد نہ ہو۔ اگر تہائی سے زائد ہوگا تو اس کا نفاذ صرف تہائی میں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیمار کو اپنے ترکہ کے تہائی میں سے غلام آزاد کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ [۲]

۴۔ لزوم تبرع:

تبرع کے ایسے تمام عقود جو ماپ تول کی چیزوں میں کئے جائیں وہ قبضے میں آنے کے بعد لازم ہوتے ہیں، لیکن ماپ تول کی چیزوں کے علاوہ دوسری اشیاء میں کئے جائیں تو ان میں قبضے میں لینے کی ضرورت نہیں ہوتی صرف عقد تبرع سے وہ لازم ہو جاتے ہیں۔ [۳] (دیکھئے لفظ ہبہ)

## تثاوب: جماہی لینا

نماز میں جماہی لینے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جزو)

## تجارۃ: تجارت

حاکم کا تجارت اور بازاروں میں سودے کرنے سے اپنا دامن پاک رکھنا (دیکھئے لفظ امارۃ فقرہ ۴، جزک)

## تجسّس: کھوج لگانا، تجسّس کرنا، جاسوسی کرنا

متجسس (جاسوس) کی تعزیر (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲ جزی)

## تجسیم: جسمانی ساخت کو ظاہر کرنا

نماز میں ستر کی تجسیم کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جزد کا مسئلہ ۱)

## تحکیم: فیصلہ کرنے کے لئے سپرد کرنا

میاں بیوی کی ناچاقی میں فیصلہ کسی کے سپرد کرنا (دیکھئے لفظ نکاح فقرہ ۸ جزو)

دونوں فیصلہ کرنے والوں کا طلاق دے دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ نمبر۱)

حرم میں شکار کرنے پر شکار کے بدلے کا فیصلہ کسی کے سپرد کرنا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ ۷)

## تحلی: زیور پہننا

دیکھئے لفظ حلی

## تحلیل: حلال قرار دینا، حلالہ کرانا

دیکھئے لفظ محلل

## تحیہ: سلام

دیکھئے لفظ سلام

تحیۃ المسجد کی نفل (دیکھئے لفظ صلاۃ)

## تخریب: تباہ کرنا، برباد کرنا

باغیوں کی تعمیرات کو تباہ کرنا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳، جزو)

## تخلی: بول وبراز کے لئے بیت الخلاء میں جانا

۱۔ بیت الخلاء میں جانے کی دعا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بیت الخلاء میں جانے لگتے تو یہ دعا پڑھتے:

بسم اللہ، اللھم انی اعوذبک من الرجس النجس الخبیث المخبث من الشیطن الرجیم۔ اللہ کے نام سے، اے اللہ میں گندے، ناپاک، پکے خبیث دھتکارے ہوئے شیطان سے تیری پناہ میں آتا ہوں) اور جب فراغت کے بعد بیت الخلاء سے باہر آتے تو یہ دعا پڑھتے (الحمد للہ الذی عافانی فی جسدی، الحمد للہ الذی اماط عنی الاذی: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے جسم کو عافیت و راحت عطا کی۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف دہ شے کو دور کر

دیا) [۴]

۲۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پیشاب کرنا مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ مقصد نجاست سے محفوظ رہنا ہے۔ اس لئے اگر نجاست سے محفوظ رہنا ممکن ہو توانسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح چاہے پیشاب کر سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔ ابوظبیان سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا ہے۔ [۵]

۳۔ بول و براز کرتے وقت قبلے کی طرف رخ کرنا :

جو شخص قضائے حاجت کا ارادہ کرے گا وہ یا تو کھلی جگہ میں یا پھر بیت الخلاء میں فراغت حاصل کرے گا۔

اگر کھلی جگہ میں قضائے حاجت کرے گا تو حضرت علیؓ کے نزدیک اس کا قبلہ رو ہونا مکروہ ہو گا، اس لئے کہ فرشتے ادائے صلوۃ میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کو پیشاب یا پاخانے سے فراغت کی حالت میں ان کی طرف منہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء میں گیا ہوا ہو تو اس کے لئے قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ بیت الخلاء چھوٹا کمرہ ہوتا ہے جس میں قبلہ نہیں ہوتا۔ [۶]

## تخییر : اختیار دینا

دیکھئے لفظ خیار

طلاق میں عورت کو اختیار دینا۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جزب کا مسئلہ ۲، ۳، ۴)

مفقود کی واپسی پر اسے اپنی بیوی اور مہر کی رقم میں سے ایک کا اختیار ملنا (دیکھئے لفظ مفقود فقرہ ۴)

## تداوی : علاج کرنا

حقنہ [۷] کے ذریعے علاج کرنا (دیکھئے لفظ حقنہ)

علاج کے دوران طبیب کے ہاتھوں مریض کا جسمانی نقصان (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲ جزز)

**تدبیر : مدبر بنانا**

اگر آقا اپنے غلام کی آزادی کو اپنی موت پر معلق کر دے تو اسے تدبیر کہتے ہیں۔ مثلاً وہ غلام سے یہ کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے

غلام کو مدبر بنانے کے احکامات (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۳)

**تدلیس : چھپانا**

کسی ایسی چیز کو جان بوجھ کر چھپانا جس کا ظاہر کرنا ضروری تھا، تدلیس کہلاتا ہے۔ اس بنا پر تدلیس میں دلچسپی کے کسی امر میں ایک جانب لاعلمی ہوتی ہے جب کہ دوسری جانب اس کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً فروخت کنندہ جان بوجھ کر فروخت ہونے والی چیز کے کسی عیب کو پوشیدہ رکھے۔ تدلیس کی بنا پر مدلس کے خلاف خیار (جس میں خریدار کو خریدی ہوئی شے واپس کر دینے کا اختیار ہوتا ہے) کے احکامات مرتب ہوتے ہیں (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ ۹)

**تراویح : تراویح**

تراویح کی نماز فرض نمازوں کے علاوہ ایک ایسی نماز ہے جو رمضان کے مہینے میں عشاء کی نماز کے بعد اور وتر سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۲۲)

**ترتیب : ترتیب**

نماز کے افعال کی ترتیب میں خلل ڈالنا اور اس کی وجہ سے واجب ہونے والے احکامات (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۳ جزب کا مسئلہ ج)

حج کے افعال کی ترتیب (دیکھئے لفظ حج)

وضو کے افعال کی ترتیب (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲ جزک)

غسل کے افعال کی ترتیب (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۳)

**ترکہ : ترکہ**

ترکہ وہ تمام منقولہ اور غیر منقولہ اموال جنہیں انسان چھوڑ کر وفات پا جاتا ہے

ترکہ کے احکام (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲)

**تزویر : کسی پر جھوٹ باندھنا، جھوٹ کی طرف نسبت کرنا**

جھوٹی گواہی دینا ان بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے جن کا ذکر شارع علیہ اصلوۃ والسلام نے واضح الفاظ میں کیا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی اس کے متعلق یہی مسلک ہے۔ حضرت علیؓ کی ذات سے یہ بہت دور کی بات ہے کہ آپ نص شارع کی مخالفت کریں۔ آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے خلاف دو شخصوں نے چوری کی گواہی دی۔ اسی دوران میں آپ لوگوں کے امور طے کرنے میں لگ گئے. پھر آپ نے جھوٹے گواہوں کے متعلق تہدید آمیز کلمات کہتے ہوئے فرمایا. "اگر میرے پاس کوئی جھوٹی گواہی دینے کے لئے آئے گا تو میں اس کے ساتھ بہت سختی سے پیش آؤں گا, لوگوں سے فارغ ہو کر آپ نے دونوں گواہوں کو طلب کیا تو وہ وہاں سے کھسک گئے تھے۔ اس سے آپ نے چوری کے الزام میں ماخوذ شخص کو جانے دیا۔ [۸] آپ نے ایک جھوٹے گواہ کو پکڑ کر اسے تعزیری سزا دی تھی اور پھر اس کے قبیلے میں اسے پھرا کر اس کی تشہیر کرائی تھی اور لوگوں کو اسے گواہ بنانے سے روک دیا تھا۔ [۹] آپ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی جھوٹے گواہ کو پکڑ لیتے تو اس کے قبیلے والوں کو بلا کر کہتے کہ یہ جھوٹا گواہ ہے اسے اچھی طرح پہچان لو۔ [۱۰] (دیکھئے لفظ شہادہ, فقرہ ۳)

## تستر: پردہ ڈالنا

دیکھئے لفظ حجاب

غسل کرتے وقت پردہ کرنا (دیکھئے لفظ غسل, فقرہ ۵)

ایسے مجرم کے جرم پر پردہ ڈالنا جس پر حد واجب ہوتی ہو (دیکھئے لفظ حد, فقرہ ۴ جزح)

## تسری: لونڈی سے وطی کرنا

### ۱۔ تعریف:

انسان کا اپنی اس لونڈی سے وطی کرنا جس میں کسی اور کا حق نہ ہو

### ۲۔ تسری کرنے والا:

تسری کرنے والے آقا کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مرد ہو۔ اس لئے عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے غلام سے تسری کرے۔ ایک عورت اپنے خاوند کے غلام کے ایک حصے کی وارث ہوئی۔ جب یہ معاملہ حضرت علیؓ تک پہنچا تو آپ نے غلام سے پوچھا کہ آیا اس نے اس عورت سے ہم بستری کی اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا. "اگر تو نے اس سے ہم بستری کر لی ہوتی

تو میں تجھے پتھر مار مار کر سنگسار کر دیتا" پھر عورت سے فرمایا: "اب یہ تیرا غلام ہے۔ اگر تو چاہے تو اسے فروخت کر دے اور اگر چاہے تو ہبہ کر دے یا اگر چاہے تو اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے" [۱۱]

۳۔ جس لونڈی سے تسری کی جائے:

لونڈی سے تسری کے جواز کے لئے مندرجہ ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

الف) تسری کرنے والے آقا کو اس لونڈی کی ملکیت تامہ حاصل ہو۔ اس لئے کوئی مشترک لونڈی سے تسری نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی مال غنیمت کے خمس میں آنے والی لونڈی سے ایسا کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے جلد بازی کرتے ہوئے خمس میں آنے والی لونڈی سے ہم بستری کر لی اور کہنے لگا کہ میرا خیال تھا کہ یہ لونڈی مجھے ملے گی، حضرت علیؓ نے اس لونڈی میں اس کا حق تسلیم کرتے ہوئے اسے کوڑے نہیں لگائے اور نہ اس پر حد جاری کی۔ [۱۲] آپ نے ملکیت کے شبہ کی بنا پر اس سے حد ساقط کر دی تھی۔

شوہر کے لئے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی بیوی کی ملکیت اس کی ملکیت سے بالکل جدا ہوتی ہے۔ اس لئے بیوی کی لونڈی اس کے حق میں بالکل اجنبی ہوتی ہے۔ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کر لی ہے، حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس سے فرمایا "اللہ نے تجھ پر پردہ ڈال دیا ہے اس لئے تو بھی پردہ رکھ"۔ یہ خبر حضرت علیؓ کو ملی تو آپ نے فرمایا: "اگر یہ شخص جو ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا، اگر میرے پاس مسئلہ پوچھنے آتا تو پتھر مار مار کر میں اس کا سر چکنا چور کر دیتا" [۱۳]

ایک عورت نے حضرت علیؓ سے شکایت کی کہ اس کے شوہر نے اس کی لونڈی سے ہم بستری کر لی۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا: "اگر تمہاری بات درست ہوئی تو ہم اسے سنگسار کر دیں گے اور اگر غلط ہوئی تو ہم تمہیں کوڑوں کی سزا دیں گے" [۱۴]

ابن ابی شعیب کی یہ روایت کہ ایک شخص اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم آغوش ہو گیا اور حضرت علیؓ نے اسے حد کی معافی دے دی تو اس کی تاویل یہ ہے کہ دراصل وہ شخص اس کی تحریم سے ناواقف تھا اور یہی شبہ اس سے حد کی معافی کے لئے کافی تھا۔

ب) وہ لونڈی ایسی ہو کہ حرہ یعنی آزاد ہونے کی صورت میں اس آقا سے اس کا نکاح درست

ہو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: "تمہاری لونڈیوں میں سے تم پر وہ رشتے حرام ہیں جو آزاد عورتوں میں سے تم پر حرام ہیں۔ سوائے تعداد کے" [۱۵] (یعنی آزاد عورتوں سے نکاح میں تعداد کی حد ہے۔ لونڈیوں کے لئے کوئی حد نہیں۔ مترجم) درج بالا قول کی بنا پر اس کے لئے:

۱) اپنی اس لونڈی سے وطی جائز نہیں جو کسی اور کے نکاح میں ہو۔ کیونکہ نکاح کی وجہ سے اس لونڈی کی شرمگاہ اب اس کے شوہر کے لئے مختص ہو گئی۔

۲) اپنی اس لونڈی سے بھی وطی جائز نہیں جو طلاق کی وجہ سے اس پر حرام ہو گئی تھی، مثلاً کسی نے لونڈی سے نکاح کیا اور اسے طلاق مغلظہ دے دی۔ پھر اسے خود خرید لیا۔ اب اس کے لئے اس سے وطی کرنا جائز نہیں۔ ایک شخص کے پاس ایک لونڈی تھی جو اس کی بیوی تھی۔ اس نے اسے دو طلاقیں دے دیں، پھر اسے خرید لیا، حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کیا اب وہ اس سے قربت کر سکتا ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "یہ لونڈی اس کے لئے حلال نہیں" [۱۶]

۳) ایسی لونڈی سے ہم بستری جس کی بہن سے بھی ہم بستری کرتا ہو۔ اس کے لئے وہ ہم بستری اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ پہلی لونڈی کو فروخت نہ کر دے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اس کے پاس دو لونڈیاں (جو رشتے میں بہنیں ہیں) ایک سے تو وہ ہم بستری کرتا ہے۔ اب دوسری سے کرنا چاہتا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: اس وقت تک نہیں جب تک وہ پہلی کو اپنی ملکیت سے نہ نکال دے" [۱۷]

ایسی دو لونڈیوں کے متعلق حضرت علیؓ سے ایک روایت یہ ہے: "قرآن کی ایک آیت ان دونوں سے وطی کو حلال قرار دیتی ہے اور دوسری آیت حرام ٹھہراتی ہے۔ اس لئے نہ میں اس کا حکم دوں گا، نہ اس سے روکوں گا، نہ حلال ٹھہراؤں گا نہ حرام قرار دوں گا اور نہ ہی میں اور نہ میرے اہل خاندان ایسا کرتے ہیں" [۱۸]

اس روایت کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے اس قول سے رجوع کر کے تحریم کا قول اختیار کر لیا تھا

### ۴۔ تسری کے نتائج:

تسری کے کچھ نتائج مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف) حرمت مصاہرت کا ثبوت: جب کوئی کسی لونڈی سے تسری کرے گا تو اس پر اس لونڈی کی ماں اور بیٹی دونوں حرام ہو جائیں گی۔ اسی طرح اس لونڈی پر آقا کی اصل اور فرع دونوں حرام ہو جائیں گی۔ اس پر سب کا اجماع ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

ب) اگر تسری کی وجہ سے لونڈی اپنے آقا سے حاملہ ہو جائے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو یہ لونڈی بچے کی وجہ سے ام ولد بن بجائے گی (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۲)

ج) شب باشی اور نفقہ میں بیویوں اور لونڈیوں کے درمیان مساوات قائم کرنا ضروری نہیں۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸ جزالف کا مسئلہ ۳)

## تسمیہ: بسم اللہ پڑھنا

دیکھئے لفظ بسملہ

## تشریق:

(عید کی نماز، اس لئے کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، دھوپ میں گوشت خشک کرنا)

### ۱۔ تعریف:

ایام تشریق دسویں ذی الحجہ سے متصل تین دنوں کو کہا جاتا ہے، اس لئے کہ ان دنوں میں لوگ قربانی کا گوشت دھوپ میں خشک کرتے تھے۔

### ۲۔ تکبیرات تشریق:

الف) تکبیرات تشریق کی جگہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ شہروں اور دیہات میں تکبیرات تشریق کہنے کا حکم دیتے تھے، صحرانشینوں اور بدوؤں پر کوئی تکبیر تشریق نہیں۔ آپ فرماتے تھے: "جمعہ اور تشریق صرف شہر کے لئے ہے جہاں آبادی ہوتی ہے" [۱۹]

ب) اس کے ایام: تکبیرات تشریق کی ابتدا یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے ہوتی ہے۔ پھر ہر فرض نماز کے بعد کہی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ تشریق کے آخری دن، یعنی تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز تک جاری رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یوم عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے تکبیرات تشریق پڑھنا شروع کرتے اور ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے۔ یہاں تک کہ تیرھویں تاریخ کی نماز عصر کے بعد پڑھ کر پھر یہ

سلسلہ منقطع کر دیتے۔ [۲۰]

ج) تکبیر کے الفاظ: تکبیر تشریق میں جن کلمات کا کہنا ضروری ہے وہ یہ ہیں:

(اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الااللہ، واللہ اکبر، واللہ اکبر، وللہ الحمد) [۲۱]

۳۔ ایام تشریق کے روزے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱)

## تشہد: تشہد میں بیٹھنا

نماز میں تشہد پڑھنا اور اس کے الفاظ (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۸، جزء ل، ')

مسبوق [۲۲] کا تشہد نہ پڑھنا جب کہ تشہد کے وقت وہ جماعت میں شامل ہوا ہو (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵ جزء ھ کا مسئلہ ۷ جزء ج)

## تشہیر: رسوا کرنا

تشہیر کے ذریعے تعزیری سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۳ کا جزء ج)

## تصادم: آپس میں ٹکرا جانا

گھوڑ سواروں وغیرہ کے آپس میں ٹکرا جانے کی جنایت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزء ب کا مسئلہ ۱)

## تطوع: رضاکارانہ کام

انسان کا ایسا کام کر لینا جو اس پر فرض نہ ہو تطوع کہلاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ نافلہ)

## تطیب: خوشبو لگانا

دیکھئے لفظ طیب

## تعریض: تعریض کرنا، کسی دوسرے پر ڈھال کے بات کرنا

۱۔ تعریف:

تعریض۔ انسان کا اپنے مافی الضمیر کو اشاروں میں بیان کرنا، تصریح نہ کرنا

۲۔ اس کا حکم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ تعریض کو تصریح کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اس لئے آپ:

الف) اس شخص کو تعزیری سزا دیتے جو اشارۃً کسی پر زنا کا الزام لگاتا اور اس پر حد قذف جاری نہ کرتے۔ مسند زید میں ہے کہ حضرت علیؓ تعریض میں تعزیر لگایا کرتے تھے[۲۳] اور فرماتے: "جس نے تعریض کی اسے ہم کوڑے پیش کریں گے" [۲۴] یعنی تعزیر لگائیں گے۔

ب) آپ نے پیغام نکاح دینے میں تعریض کی اجازت دے دی تھی، جب کہ عورت بالفعل عدت میں ہوتی۔ آپ کا یہ عمل ارشاد الٰہی کے مطابق تھا

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (البقرہ۔ ۲۳۵)

اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اشاروں میں (عدت گزارنے والی عورتوں کو) پیغام نکاح دو۔

## تعزیر: سزا دینا۔ تادیب کرنا

### ۱۔ تعریف:

تعزیر ایسے جرم کے ارتکاب پر جس کی حد شریعت نے مقرر نہ کی ہو، سزا دینا

### ۲۔ جرم اور مجرم کے لحاظ سے تعزیری سزا کی نسبت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جرم اور سزا میں تناسب و تطابق کے قائل تھے، یعنی اگر جرم بڑا ہوتا تو اس کی سزا بھی سخت ہوتی اسی لئے آپ کا قول ہے: "جس شخص نے داؤد علیہ السلام پر زنا کا الزام لگایا میں اسے دو حد کے برابر کوڑے لگاؤں گا" [۲۵]

چونکہ ذخیرہ اندوزی پر انگیخت ہوس زر اور حرص دنیا کی بنا پر ہوتی ہے اس لئے اس کی سزا ایسی ہونی چاہئے جو ہوس زر کے مارے ہوئے اس ذخیرہ اندوز کو منافع سے محروم کر دے۔ اس بنا پر حضرت علیؓ ذخیرہ اندوزی کی سزا ذخیرہ شدہ مال کو تلف کر کے دیتے تھے (دیکھئے لفظ احتکار فقرہ ۲)

چونکہ شراب ام الخبائث اور ہر رذالت کی جڑ ہے اس لئے اس کے استعمال اور اس کی تجارت کے قلع قمع کرنے میں کوئی تساہل برتنا نہیں چاہئے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اس گاؤں کو آگ لگا دی تھی جو شراب کی تجارت کے لئے مشہور تھا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۱ جزب)

چونکہ ایک بد کار اور فسق و فجور میں مبتلا شخص لوگوں کی ضروریات کے آڑے آتا ہے اور لوگوں کے لئے اس سے کنارہ کشی مشکل ہوتی ہے۔ اس لئے معاشرہ سے ایسے شخص کو پرے کر دینا ضروری ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ اس بنا پر حضرت علیؓ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب کسی قبیلے یا گروہ میں ایسا بد کار اوباش انسان ہوتا تو اسے قید کر دیتے۔ [۲۶]

۳۔ تعزیر کے طریقے:

تعزیر کے طریقے متعین نہیں ہیں۔ عدالت یا قاضی گہری نظر سے اس کا جائزہ لے گا کہ وہ کون سی تعزیری سزا ہے جو مجرم کو آئندہ جرم کرنے سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے! پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جرم کی سنگینی اور مجرم کی حالت میں تناسب کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ اس کے بعد قاضی یا عدالت اس کے لئے سزا تجویز کرے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے تعزیری جرائم میں سزاؤں کے لئے درج ذیل طریقے اختیار کئے:

الف) تہدید۔ دھمکانا۔ حضرت علیؓ بعض دفعہ مجرم کو صرف دھمکا کر چھوڑ دیتے اور کوئی سزا نہ دیتے (دیکھئے لفظ تہدید)

ب) کوڑے لگانا۔ حضرت علیؓ اکثر تعزیری سزائیں کوڑے لگا کر دیتے تھے، آپ نے روزہ خور، اجنبی عورت کے ساتھ ایک ہی بستر پر پکڑے جانے والے شخص اور گواہی چھپانے والے گواہوں وغیرہ کو کوڑے لگا کر تعزیری سزائیں دیں۔ جیسا کہ اس بحث کے فقرہ ۵ میں اس کی تفصیل آئے گی۔

ج) رسوا کرنا۔ حضرت علیؓ جھوٹے گواہ کو بذریعہ تشہیر رسوا کر کے تعزیری سزا دیتے تھے (دیکھئے لفظ تزویر)

د) قید کرنا: آپ کثرت سے قید کی سزائیں دیتے تھے اور اگر کوئی اوباش شخص کسی قبیلے میں ہوتا تو اسے تعزیری سزا کے طور پر قید کر دیتے (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲)۔

ھ) قید خانہ میں پابہ زنجیر کرنا: بعض دفعہ آپ بد کار اور فاسق و اوباش انسان کو قید خانہ میں پابند سلاسل کر دیتے جسے اقفال کہا جاتا تھا اور پھر اس کے لئے ایک شخص مقرر ہوتا جو نماز کے اوقات میں ان بیڑیوں کو ایک طرف سے کھول دیتا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۵ کا جزز)

و) طلاق رجعی میں بیوی سے رجوع کو کالعدم قرار دینا: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے کر زبانی طور پر اس سے رجوع کر لیا اور دو گواہ بھی بنا لئے، گواہوں سے کہہ دیا کہ اس

بات کو راز رکھیں، پھر عدت گزر گئی اور یہ دونوں گواہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہو گئے۔ آپ نے گواہوں کو جھوٹی گواہی کے الزام میں کوڑے لگائے اور شوہر کی رجعت تعزیری سزا کے طور پر تسلیم نہیں کی۔ [۲۷]

ز) گندگی میں غوطے دینا: ایک شخص ایک عورت کے پلنگ کے نیچے سے پکڑا گیا۔ اسے حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور الٹا کر کے گندی جگہ میں غوطہ دو کیونکہ یہ اس سے بھی زیادہ بری جگہ میں تھا۔ [۲۸]

ح) جرم کے مواد، ٹھکانوں اور متعلقہ اشیاء کو تباہ کر دینا: آپ نے ذخیرہ شدہ اشیاء کو آگ لگا کر تلف کرا دیا تھا (دیکھئے لفظ احتکار فقرہ ۲) اسی طرح اس گاؤں کو آگ لگا دی تھی جو شراب کی تجارت کا بڑا اڈہ تھا (دیکھئے لفظ اشربہ فقرہ ۱۰ کا جزب)

ط) گردن اڑا دینا: حضرت علیؓ کے نزدیک بعض دفعہ جرم کی سنگینی اور اس کی وسعت اس نوعیت کی ہوتی کہ اس کی سزا میں مجرم کی گردن اڑا دی جاتی۔ مثلاً جھوٹی احادیث کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے کا جرم۔ کیونکہ اس عمل سے نہ صرف اسلام کا روشن چہرہ داغدار ہو جاتا، بلکہ اہل اسلام کے لئے اللہ کے پسندیدہ دین اسلام سے انحراف کا دروازہ کھل جاتا۔ اس لئے آپ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑے گا یعنی آپ سے جھوٹی حدیث روایت کرے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی" [۲۹]

۴۔ حد اور تعزیر دونوں سزاؤں کو یکجا کر دینا:

بعض دفعہ ایک جرم کی وجہ سے مجرم کو حد اور تعزیر دونوں کی سزا دی جاتی ہے۔ نجاشی حارثی شاعر نے ماہ رمضان کے دوران شراب نوشی کی۔ حضرت علیؓ نے اسے گرفتار کر کے شراب خوری کی حد کی بنا پر اسی کوڑے لگائے اور پھر اسے قید کر دیا۔ پھر اگلے دن بندی خانے سے نکال کر بیس کوڑے اور لگائے اور فرمایا: "میں نے تمہیں یہ بیس کوڑے رمضان میں روزہ نہ رکھنے اور اللہ کی شان میں گستاخی کرنے کی سزا کے طور پر لگائے ہیں" [۳۰]

۵۔ بعض جرائم جن کی حضرت علیؓ نے تعزیری سزائیں دی تھیں:

الف) رمضان کی روزہ خوری: شراب خوری کی ایک مقررہ سزا ہے لیکن احترام رمضان کی زنا یا

شراب خوری جیسے جرائم کے ذریعہ خلاف ورزی ایک بڑا ہی سنگین فعل ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے حد خمر جاری کرنے کے علاوہ بیس کوڑے بھی لگائے جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔

ب) مرد کا اجنبی عورت کے بستر پر کسی پردہ وغیرہ کی رکاوٹ کی موجودگی کے بغیر پہنچ جانا: اس جرم کی سزا حضرت علیؓ نے یہ دی کہ دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگائے۔ [۳۱]
تین آدمیوں نے ایک مرد اور عورت کے خلاف ارتکاب زنا کی گواہی دی، چوتھے گواہ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک ہی بستر پر دیکھا تھا، اگر یہ زنا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ حضرت علیؓ نے تینوں گواہوں کو حد قذف کے طور پر کوڑے لگائے اور مرد اور عورت کو تعزیری سزا دی۔ [۳۲]

ج) شبہ یا ثبوت میں نقص کی وجہ سے حد کا ساقط ہو جانا: اگر کسی انسان پر کسی حد کے ثبوت کے لئے دلائل مل گئے لیکن شبہ کی بنا پر حد جاری نہیں ہو سکی تو اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔
حضرت علیؓ کے سامنے چوری کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے چور سے چوری کی کیفیت پوچھی، اس نے ایسی کیفیت بتائی جس سے قطعی یہ جرم لازم نہیں آتا تھا۔ اس لئے آپ نے کوڑے لگا کر اسے چھوڑ دیا۔ [۳۳]
ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے کسی کے گھر نقب زنی کی تھی، لیکن چوری کا مال باہر نہیں نکالا تھا آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا اور تعزیراً چند کوڑے لگا کر چھوڑ دیا۔ [۳۴]
(دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳ جز الف)

د) شراب کی تجارت: ربیعہ بن زکار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؓ نے ایک گاؤں کی طرف نظر دوڑا کر پوچھا کہ یہ کیسا گاؤں ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ زرارہ گاؤں ہے۔ یہاں کپڑا بنا جاتا اور شراب فروخت ہوتی ہے، آپ نے وہاں پہنچ کر آگ منگوائی اور گاؤں کو آگ لگا دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: "خبیث چیز کا ایک حصہ دوسرے حصے کو کھا جاتا ہے" اور سارا گاؤں جل گیا۔ [۳۵]

ھ) ذخیرہ اندوزی: حضرت علیؓ نے اس کی سزا ذخیرہ شدہ تمام مال کو آگ لگا کر دی تھی (دیکھئے لفظ احتکار، فقرہ ۲)

و) گواہی کا اخفا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے رجوع کر لیا۔ اس رجوع پر

خفیہ طور سے دو گواہ بنائے اور ان سے اسے راز رکھنے کے لئے کہا۔ دونوں گواہوں نے یہ بات چھپائے رکھی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی۔ یہ دونوں میاں بیوی حضرت علیؓ کے پاس پہنچے، آپ نے گواہوں پر الزام عائد کر کے انہیں کوڑے لگائے اور شوہر کی رجعت کو تسلیم نہیں کیا۔ [۳۶]

ز) اوباشی اور بدکرداری: اگر کسی قبیلے یا قوم میں اوباش اور بدکردار قسم کا کوئی شخص ہوتا تو آپ اسے قید کر دیتے، اگر اس کا مال ہوتا تو وہ اس پر خرچ ہوتا ورنہ بیت المال سے اس کے اخراجات ادا کئے جاتے۔ آپ فرماتے "مسلمانوں سے ایک برائی کو مقید کر دیا گیا ہے۔ اب اس پر مسلمانوں کے بیت المال سے خرچ کیا جائے گا" [۳۷] آپ اوباشوں کو پابند سلاسل کر دیتے، جسے اقفال کہا جاتا تھا اور ایک شخص کی ڈیوٹی لگا دیتے کہ وہ نماز کے اوقات میں ان کی زنجیروں کو ایک طرف سے کھول دیا کرے۔ [۳۸]

ح) اسلام کے چہرے کو جان بوجھ کر مسخ کرنا اور اس کے نشانات کو بدلنا: لوگ وضعی حدیثیں روایت کر کے قبیح حرکت کے مرتکب ہوتے تھے، آپ نے اس کی سزا قتل رکھی تھی اور اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جھوٹی حدیث روایت کرے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ [۳۹]

ط) انبیاء کی ذات پر کیچڑ اچھالنا: آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگائے گا میں اسے دو حد کے برابر کوڑے لگاؤں گا۔ [۴۰]

ی) لوگوں کے خفیہ حالات معلوم کرنے کی ٹوہ میں رہنا: حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جسے ایک عورت کے پلنگ کے نیچے سے پکڑا گیا تھا، آپ نے حکم دیا کہ اسے کسی گندگی کی جگہ میں الٹا لٹکا دو کیونکہ یہ اس سے بھی زیادہ بری جگہ میں تھا۔ [۴۱]

ک) جھوٹی گواہی: آپ نے اس پر کوڑوں اور تشہیر (رسوا کر کے گلی کوچوں میں پھرانا) کی سزا دی تھی (دیکھئے لفظ تزویر)

ل) فسق و فجور کی اشاعت اور لوگوں میں فسق و فجور کی باتیں کرنا: آپ نے فرمایا تھا: "جس شخص نے زنا کی کسی واردات کو لوگوں میں بیان کیا تو باوجود سچا ہونے کے اسے سزا ملے گی۔ [۴۲]

م) ایسے شخص کی سزا جس نے اشارۃً بھی دوسرے پر زنا کا الزام لگایا ہو۔ (دیکھئے لفظ

قذف، فقرہ ۳ جز الف ) اور ( دیکھئے لفظ تعریض، فقرہ ۲، جز الف )

۶۔ تعزیر میں ذمہ داری :

الف ) یہ اصول تو معروف ہے کہ جو شخص حد لگنے کے دوران کوڑوں کی مار سے مر جائے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا یعنی اس کی کوئی دیت نہیں اس لئے کہ حدود اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں لیکن جو شخص تعزیری سزا پانے کے دوران مر جائے تو اس کی دیت ادا کرنی پڑے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "کسی شخص پر حد جاری کرنے کے دوران میں اس کی موت سے میرے دل کو کوئی صدمہ محسوس نہیں ہوتا ماسوائے شرابی کے۔ اگر وہ سزا کے دوران مر جائے تو میں اس کی دیت ادا کروں گا۔ وہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرابی کی سزا جاری نہیں کی تھی" [۴۳]

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حد خمر میں کوڑے لگنے کی وجہ سے موت کی بنا پر دیت کے ذریعے تاوان ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے کہ اس حد کے نفاذ میں اجتہاد کو بھی دخل تھا تو پھر تعزیری سزا سے مرنے والے کے تاوان کا وجوب بطریق اولیٰ ہو گا۔

ب ) دیت کون ادا کرے؟ بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ دیت کس کی طرف سے ادا کی جائے گی؟ بیت المال سے یا قاضی کے عاقلہ ( جدی رشتہ دار ) سے بیہقی کی روایت [۴۴] میں راوی گڑ بڑا گیا اور یہ ضبط نہ کر سکا کہ آیا حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ دیت بیت المال پر واجب ہو گی یا یہ فرمایا کہ دیت امام کے جدی رشتہ داروں پر عائد ہو گی۔ لیکن زید بن علیؒ نے اپنی مسند میں جو روایت کی ہے اس میں جرم کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے بیت المال پر دیت واجب کی ہے، چنانچہ حضرت علیؓ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے: "جو شخص حد خمر لگنے کی وجہ سے مر جائے تو اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کی جائے گی، ہماری سمجھ میں یہی بات آئی ہے۔ [۴۵]

## تعویض : بدلہ میں دینا

دیکھئے لفظ ضمان

## تعییر : عار دلانا

کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی ایسی معصیت کا ذکر کرتا پھرے جس کا اس نے ارتکاب

کرنے کے بعد توبہ کر لی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے "جس نے زنا کی بات لوگوں میں پھیلائی تو باوجود سچ بولنے کے اسے سزا دی جائے گی" [۴۶]

## تعزیہ : تعزیت کرنا

اہل میت سے اظہار تعزیت کرنا (دیکھو لفظ موت، فقرہ ۷، جزح)

## تغریر : دھوکا دینا۔ ہلاکت کے لئے پیش کرنا

### ۱۔ تعریف :

تغریر فریقین معاملہ میں سے فریق اول کا کوئی ایسا قدم اٹھانا جس کے ذریعے وہ فریق ثانی کو ایک خاص قدم اٹھانے پر اس طرح آمادہ کرے کہ اگر فریق اول کی طرف سے وہ اقدام نہ ہوتا تو فریق ثانی کو اس خاص اقدام کی ضرورت ہی پیش نہ آتی

### ۲۔ اس کے اثرات :

الف) معاملات یعنی لین دین میں تغریر سے سودے کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

ب) حلال و حرام میں تغریر سے اس حرکت کے مرتکب کو سزا دینا لازم ہو جاتا ہے۔

ج) ایسی چیز میں تغریر جس کا مادی تاوان ہو سکتا ہو، اس کا تاوان مغرر (تغریر کی حرکت کا مرتکب) پر واجب ہو گا۔

الروض النضیر میں ہے کہ ایک شخص نے ایک شامی شخص سے اپنی بیٹی بیاہ دی جو اس کی مہر والی بیوی کے بطن سے تھی، لیکن رخصتی کے وقت اپنی ایک دوسری بیٹی جو ایک لونڈی کے بطن سے تھی اس شخص کے حوالے کر دی، اس شخص نے لڑکی سے ہم بستری کرنے کے بعد اس سے پوچھا کہ تو کس کی بیٹی ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں لونڈی کی لڑکی ہوں، یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ میں نے تیرے باپ سے اس لڑکی کا نکاح لیا تھا جو اس کی مہر والی بیوی کے بطن سے تھی۔ یہ معاملہ حضرت معاویہ کے پاس فیصلے کے لئے پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایک عورت کی بجائے دوسری مل گئی، آپ کے پاس جو شام کے معززین بیٹھے تھے انہوں نے بھی یہی کہا، لیکن اس شخص نے حضرت معاویہ سے کہا کہ ہمارا جھگڑا حضرت علیؓ کے پاس فیصلے کے لئے بھیج دیجئے، حضرت معاویہ نے اس کی اجازت دے دی، یہ شخص اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے زمین سے مٹی

اٹھائی اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اس جھگڑے کا فیصلہ کرنا زمین سے یہ مٹی اٹھانے سے بھی آسان ہے۔ تو نے جس لڑکی سے ہم بستری کی ہے اس کے لئے مہر ادا کیا ہے، اب یہ اس لڑکی کے باپ کے ذمہ ہے کہ تمہاری مہر والی رقم کے بدلے میں جو تم نے موجودہ لڑکی کے لئے ادا کی ہے، اپنی دوسری لڑکی کو تمہارے لئے رخصت کر دے۔ لیکن اب تم اس دوسری لڑکی سے ہم بستری نہ کرنا جب تک کہ اس موجودہ لڑکی کی عدت ختم نہ ہو جائے. راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے اس باپ کو کوڑے لگائے یا کوڑے لگانے کا ارادہ کر لیا۔ [۴۷]

اسی طرح کا ایک اور فیصلہ حضرت علیؓ سے دو شخصوں کے بارے میں مروی ہے جنہوں نے دو عورتوں سے شادی کی لیکن ہر عورت کی رخصتی دوسری کے شوہر کے گھر ہو گئی۔ [۴۸] اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہوا کہ ایک شخص نے ایک لونڈی سے اسے حرہ سمجھتے ہوئے نکاح کر لیا، جس سے اس کے ہاں اولاد ہو گئی. آپؓ نے فیصلہ دیا کہ اس کی اولاد آزاد ہے لیکن باپ پر اپنی اولاد کے فدیئے کی رقم واجب ہو گی [۴۹] اور خاوند نے جو رقم مہر میں دی تھی اور جو رقم اپنی اولاد کے فدیہ میں دے گا یہ دونوں رقمیں اس شخص سے وصول کرے گا جس نے اسے دھوکا دیا تھا اور لونڈی کو آزاد عورت کہہ کر اس کا نکاح اس سے کرا دیا تھا۔ [۵۰] (دیکھئے لفظ استحقاق، فقرہ ۲)

## تفریق : جدا کر دینا۔ علیحدہ کر دینا

میاں بیوی کے درمیان علیحدگی (دیکھئے لفظ طلاق)

میاں بیوی کے درمیان علیحدگی پر تعزیر (دیکھئے تعزیر، فقرہ ۳ جزو)

## تفلیس : مفلس کر دینا، مفلس قرار دینا

دیکھئے لفظ فلس

## تقادم : پرانا ہونا، کافی وقت گزر جانا

تقادم کی بنا پر حق ارتفاق حاصل ہو جانا (دیکھئے لفظ ارتفاق. فقرہ ۳ جزح)

## تقبیل : بوسہ لینا

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے شخص کا بوسہ لینا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۵، جزب کا مسئلہ ۴) اور اس

کا جرمانہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جز ح)

روزہ دار اور وضو والے شخص کا بوسہ لینا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱ جز ب) اور (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۵، جز ب)

## تقیید : پابہ زنجیر کرنا

قید میں پابہ زنجیر کرنا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۳، جز ھ)

## تکبیر : اللہ اکبر کہنا

نماز میں تکبیر کہنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز الف کا مسئلہ و)

تحریمہ کے لئے امام کی تکبیر کب ہونی چاہئے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز د کا مسئلہ ۶)

نماز عید میں زائد تکبیریں (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۱۹، جز ط کا مسئلہ ۲)

تکبیر تشریق (دیکھئے لفظ تشریق، فقرہ ۲)

عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں تکبیر پڑھنا (دیکھئے لفظ عید فقرہ ۴)

## تلاوۃ : تلاوت کرنا

سجدۂ تلاوت (دیکھئے لفظ قرآن فقرہ ۵)

## تلبیہ : لبیک اللہم لبیک الخ کہنا

حج میں تلبیہ (لبیک اللہم لبیک الخ) کہنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶)

## تلف : ضائع ہو جانا

دیکھئے لفظ اتلاف

## تمتع : فائدہ اٹھانا، حج تمتع کرنا

حج میں تمتع یہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان حج کے مہینوں میں عمرہ کرے، پھر احرام کھول دے اور پھر حج کرے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز ب کا مسئلہ ۲)

## تمثال : مجسمہ

دیکھئے لفظ صورۃ

## تنفیل : زائد دینا

اگر امیر لشکر کسی مجاہد کو مال غنیمت میں اس کے حصے سے کچھ زائد دے دے تو اسے تنفیل کہتے ہیں۔ تنفیل غنیمت سے پہلے ہوتا ہے اور غنیمت کی تقسیم کے بعد کسی کو کوئی چیز اس کے حصے سے زائد نہیں دی جا سکتی۔ [۵۱] کیونکہ مال غنیمت پر اس وقت غنیمت حاصل کرنے والوں کا حق ہو جاتا ہے۔

## تہدید : دھمکانا

امیر کے لئے جائز ہے کہ کسی کو اس کی اصلاح کی خاطر ایسی سزا کی دھمکی دے جس کی تنفیذ کا اس کے دل میں ارادہ نہ ہو۔ قبیلہ ثقیف کے ایک شخص سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عکبرا کا عامل مقرر کیا ہے اور مجھ سے اس علاقے کے لوگوں کے سامنے فرمایا کہ شہروں سے باہر رہنے والے لوگ دھوکے باز ہوتے ہیں۔ اس لئے تم ان سے دھوکہ نہ کھانا اور ان سے سرکاری رقمیں پوری پوری وصول کرنا۔ پھر فرمایا، تم ابھی جاؤ پھر میرے پاس آنا، جب میں آپ کے پاس واپس آیا تو مجھ سے فرمایا، میں نے ان لوگوں کے سامنے جتنی باتیں تم سے کی تھیں وہ محض ان لوگوں کو سنانے کی خاطر کی تھیں، لیکن اب سنو! ایک درہم کی وصولی کے لئے بھی کسی کو نہ مارنا۔ اور نہ کسی کو تنگ کرنا اور ان سے ایک بکری یا گائے بھی یونہی نہ لینا، ہمیں تو ان سے عفو کی وصولی کا حکم دیا گیا ہے، تم جانتے ہو عفو کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب ہے "استطاعت" [۵۲] (یعنی ہمیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ ہم زبردستی ان سے وصولی کرتے پھریں بلکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان کی استطاعت کے مطابق ان سے وصولی کریں۔ مترجم)

حضرت علیؓ نے جھوٹی گواہی دینے والے کو دھمکایا تھا، دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴ کا جز ح) تہدید بھی تعزیر کا ایک ذریعہ ہے (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۳، جز الف)

دھمکا کر کسی کام پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳)

## توبہ : توبہ

راہزنوں کا توبہ کرنا (دیکھئے لفظ حرابہ، فقرہ ۳)

## تیامن : دائیں طرف سے کام شروع کرنا

وضو میں دائیں طرف کے ہر عضو کا بائیں سے پہلے دھونا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴ جز ل کا مسئلہ

(۲

## تیمّم : تیمّم کرنا

### ۱۔ تیمّم کی اجازت کن اعذار کی بنا پر ملتی ہے ؟

درج ذیل اعذار کی بنا پر تیمّم کی اجازت ہو جاتی ہے:

الف) پانی کا میسر نہ آنا۔ حضرت علیؓ نے جنبی (جسے طہارت حاصل کرنے کے لئے غسل کی ضرورت ہو) کے متعلق جسے پانی نہ مل رہا ہو، فرمایا: ”وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے“ [۵۳] آپ نے باری تعالیٰ کے ارشاد (وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ. اور نہ جنبی مگر راستہ عبور کرنے والے) کی یہ تاویل کی کہ اس سے مراد مسافر ہے، جب اسے پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے[۵۴]

ب) جب کسی کے پاس پانی تو ہو لیکن اسے اس کے پینے وغیرہ کی ضرورت ہو. حضرت علیؓ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص صحرا میں جنبی ہو جائے اور اس کے پاس تھوڑا سا پانی ہو تو وہ اس پانی کو بچالے اور پاک مٹی پر تیمّم کر لے“ [۵۵]

ج) پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ:۔ جب پیاس کے خوف سے تیمّم کی اجازت ہو جاتی ہے تو پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کے اندیشے کی وجہ سے بطریق اولیٰ تیمّم کی اجازت ہو گی۔

۲۔ تیمّم کے ذریعے حدث اصغر (جس میں طہارت کے لئے وضو کی ضرورت ہو) اور حدث اکبر (جس میں غسل کی ضرورت ہو) سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

حضرت علیؓ کے نزدیک تیمّم حدث اصغر اور حدث اکبر کو ساقط کر دیتا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا : اور نہ جنبی مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ تم غسل کر لو) کی تاویل میں فرمایا: ”جب کوئی شخص جنبی ہو جائے اور اسے پانی نہ ملے تو تیمّم کر کے نمازیں پڑھے حتیٰ کہ اسے پانی مل جائے، جب پانی مل جائے تو غسل کرے“ [۵۶] آپ کا قول ہے: ”جب کوئی شخص جنابت کی وجہ سے تیمّم کرے پھر اسے پانی مل جائے تو غسل کرے“ [۵۷]

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات ناپسند کی ہے کہ ایک شخص کے پاس پانی نہ ہو اور وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اور پھر طہارت کے لئے تیمّم کرے۔ [۵۸]

۴۔ تیمّم کے لئے آخر وقت تک تاخیر کرنا:

جس شخص کو تیمّم کی ضرورت ہو تو اسے چاہئے کہ پانی حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب تم جنبی ہو جاؤ تو پانی حاصل کرنے کی اپنے تئیں پوری کوشش کرو، اگر پانی کے حصول کی قدرت نہ ہو تو پھر تیمّم کر کے نماز پڑھ لو" [۵۹] اگر اسے پانی نہ ملے تو آخر وقت تک انتظار کرے کہ کوئی پانی والا آ جائے، پھر اگر صرف اتنا وقت باقی رہ جائے کہ وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب تک نماز کا وقت نکل جانے کا خوف نہ ہو اس وقت تک وہ پانی ملنے کا انتظار کرے" [۶۰] آپ کا یہ قول بھی ہے: "جب اسے پانی نہ ملے تو آخر وقت تک تیمّم کو موخر رکھے" [۶۱] آپ نے فرمایا: "وہ آخر وقت تک انتظار کرے گا۔ اگر پانی مل گیا تو وضو کرے گا، اگر نہیں ملا تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے گا، اگر نماز پڑھنے کے بعد پانی مل گیا تو غسل کرے گا اور نماز نہیں لوٹائے گا" [۶۲]

۵۔ ہر نماز کے لئے تیمّم کرنا:

حضرت علیؓ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہر نماز کے لئے تیمّم کرے گا" [۶۳] لیکن آیا اس سے یہ مراد ہے کہ ہر فریضہ صلوۃ کے لئے تیمّم واجب ہے یا ہر وقت صلوۃ کے لئے؟ المغنی میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کا مسلک یہ تھا کہ ہر وقت صلوۃ کے لئے تیمّم کرے گا [۶۴] امام نووی کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کا مسلک یہ تھا کہ ہر فریضہ صلوۃ کے لئے تیمّم کرے گا۔ [۶۵] ہر روایت کنندہ نے اپنے اپنے مسلک کی تائید حضرت علیؓ کے ان اقوال سے حاصل کی ہے۔

۶۔ تیمّم کی کیفیت:

جب کوئی شخص تیمّم کرنے کا ارادہ کر لے تو نیت سے اس کی ابتدا کرے گا۔ تیمّم میں نیت شرط ہے۔ اس کے بغیر تیمّم نہیں ہو گا۔ [۶۶] پھر اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر مار کر اپنے چہرے پر مل لے، پھر دوبارہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔ [۶۷] حضرت علیؓ کا یہی مشہور مسلک ہے ابن قدامہ نے آپ سے حکایت کی ہے کہ، تیمّم میں ایک دفعہ زمین پر ہتھیلی مار کر چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کر لیا جائے [۶۸] لیکن آیا دونوں ہاتھوں کا مسح کہنیوں تک ہونا چاہئے یا پہنچوں تک؟ تو اس کے متعلق حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ تیمّم میں اپنے ہاتھوں کا پہنچوں تک مسح کرے، آپ نے فرمایا: "تیمّم میں دو ضرب ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے

اور دوسری پہنچوں تک ہاتھوں کے لئے" [۶۹]
دوسری روایت بھی ہے کہ وہ کہنیوں تک مسح کرے گا۔ آپ کا قول: تیمّم میں دو دفعہ ہتھیلیوں کو زمین پر مارنا ہے، ایک دفعہ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری دفعہ مار کر دونوں ہاتھوں (کہنیوں تک) پر پھیر لے" [۷۰] ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "تیمّم میں دو ضرب ہیں۔ ایک ضرب چہرے کے مسح کے لئے اور دوسری ضرب کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے" [۷۱]

۷۔ تیمّم کو توڑنے والی چیزیں:۔

ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا یا غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اس سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ تیمّم بدل ہے اور جو چیز اصل کو توڑ دے وہ بدل کو بھی توڑ دیتی ہے نیز اگر تیمّم کرنے والا پانی دیکھ لے اور اسے پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہو جائے تو اس سے بھی تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص جنابت کی وجہ سے تیمّم کرے، پھر اسے پانی مل جائے تو وہ غسل کر لے" [۷۲]

۸۔ تیمّم کرنے والے کا وضو کرنے والوں کی امامت کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے کہ تیمّم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت کرے، آپ کا قول ہے: "تیمّم کرنے والا وضو کرنے والوں کی امامت نہ کرے" [۷۳] (دیکھئے لفظ صلوۃ فقرہ ۱۵، جز د کا مسئلہ ۱۰)

# حرف التاء

## ۔ ت ۔

۱۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۷
۲۔ المحلی جلد نہم ص ۳۵۱
۳۔ المغنی جلد پنجم ص ۵۹۲ اور ۵۹۴
۴۔ الروض النضیر جلد اول ص ۴۱۲
۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱
۶۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۳۷
۷۔ حقنہ .وہ دوا جو مریض کے مقعد سے پیٹ صاف کرنے کے لئے چڑھائی جائے۔ آج کل انجکشن کو حقنہ کہتے ہیں۔ (مترجم)
۸۔ خراج ابی یوسف ص ۲۱۰
۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۷۶
۱۰۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۴۲، کنزالعمال رقم ۱۷۸۰۴
۱۱۔ کنزالعمال ۱۳۶۰۵
۱۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۵۸، مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۸
۱۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۴، ۳۴۶، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار ص ۲۰۴
۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۹ ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۷، کنزالعمال ۱۳۶۰۰، المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۶
۱۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۷۱
۱۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۴۷، کنزالعمال ۲۸۰۵۶، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۷۶
۱۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۲، الموطا جلد دوم ص ۵۳۹، المحلی جلد نہم ص ۵۲۳، الاشراف جلد اول ص ۵۵، وسنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۶۴، مسند زید جلد سوم ص ۵۷۰
۱۸۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۹۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۲، المحلی جلد نہم ص ۵۲۲، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۶۴ المغنی جلد ششم ص ۵۸۴
۱۹۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۳۴۰
۲۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۴، سنن بیہقی جلد سوم ص ۳۱۴ خراج ابی یوسف ص ۲۳۵، کنزالعمال رقم ۱۲۷۵۵، المجموع جلد پنجم ص ۴۰ اور ۴۴، المغنی جلد دوم ص ۳۹۳
۲۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۴ ب، مسند زید جلد دوم ص ۳۴۳ کنزالعمال ۱۲۷۵۴
۲۲۔ مسبوق وہ مقتدی ہوتا ہے جو جماعت میں اس وقت آکر شامل ہو جب امام نماز کی ایک یا کچھ رکعتیں ادا کر چکا ہو۔

(مترجم)

۲۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۳
۲۴۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۷۷
۲۵۔ المحلی جلد گیارہ ص ۴۰۹
۲۶۔ خراج ابی یوسف ۱۷۹
۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۲۸۔ المحلی جلد گیارہ ص ۴۰۴
۲۹۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۳۰۸
۳۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۳۱، جلد ہفتم ص ۳۸۲، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۲، المحلی جلد ششم ص ۱۸۴ خراج ابی یوسف ص ۱۹۷، المغنی جلد ہشتم ص ۳۲۵
۳۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۰۱، المحلی جلد گیارہ ص ۴۰۳، کنزالعمال ۱۳۶۰۱
۳۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۵ اور ۴۰۱ کنزالعمال ۱۳۶۰۲
۳۳۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۳۲، کنزالعمال ۱۳۹۱۶
۳۴۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۹، کنزالعمال رقم ۱۳۹۱۱
۳۵۔ الاموال ص ۹۶، کنزالعمال ۱۳۷۴۴
۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳ ب، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۳۷۔ خراج ابی یوسف ص ۱۷۹
۳۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۹
۳۹۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۳۰۸
۴۰۔ المحلی جلد گیارہ ص ۴۰۴
۴۱۔ المحلی جلد گیارہ ص ۴۰۴
۴۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۱
۴۳۔ صحیح بخاری کتاب الحدود، باب الضرب بالجرید والنعال، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۸ المغنی جلد ہشتم ص ۳۲۶
۴۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۲۳
۴۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۳
۴۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۱
۴۷۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۳۰۵
۴۸۔ المغنی جلد ششم ص ۵۴۶، المحلی جلد دہم ص ۱۱۶

۴۹۔ المغنی جلد دوم ص ۵۱۸

۵۰۔ المغنی جلد ششم ص ۵۲۱، ۵۲۲

۵۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۴۸

۵۲۔ کنزالعمال ۱۴۳۴۶، الاموال ص ۴۴، خراج ابی یوسف ص ۱۶، حلیۃ الاولیا جلد اول ص ۸۲، تاریخ ابن عساکر جلد سوم ص ۱۹۸

۵۳۔ مسند زید جلد اول ص ۴۶۴

۵۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶، المغنی جلد اول ص ۱۴۶

۵۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸ب، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۳۴، المغنی جلد اول ص ۴۵۸، کنزالعمال ۲۷۵۵۷، کشف الغمہ جلد اول ص ۶۳

۵۶۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۱۶

۵۷۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۲۹

۵۸۔ المجموع جلد دوم ص ۲۲۷، المحلی جلد دوم ص ۱۴۲، الروض النضیر جلد اول ص ۴۷۹

۵۹۔ عبدالرزاق جلد اول ۲۴۲، کنزالعمال ۲۷۵۵۴

۶۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۴۴

۶۱۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۴۴، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۳۳، کنزالعمال ۲۷۵۵۱، المحلی جلد دوم ص ۱۲۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶ب، المغنی جلد اول ص ۲۴۳

۶۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۱

۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶ب، المغنی جلد اول ص ۲۶۳، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۲۱، کنزالعمال ۲۷۵۵۳

۶۴۔ المغنی جلد اول ص ۲۶۳

۶۵۔ المجموع جلد دوم ص ۳۲۴

۶۶۔ المغنی جلد اول ص ۱۱۰

۶۷۔ طرح التثریب جلد دوم ص ۱۰۰، المجموع جلد دوم ص ۲۲۹، الاعتبار ص ۶۱، عبدالرزاق جلد اول ص ۲۱۳، المحلی جلد دوم ص ۱۵۶، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۱۲، الروض النضیر جلد اول ص ۴۶۰، کنزالعمال ۲۷۵۵۲

۶۸۔ المغنی جلد اول ص ۲۴۴

۶۹۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۱۳، المحلی جلد دوم ص ۱۵۶، الاعتبار ص ۶۱، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۱۲، الام جلد ہفتم ص ۱۶۳

۷۰۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۱۲

۷۱۔ الروض النضیر جلد اول ص ۴۶۰، کنزالعمال ۲۷۵۵۲

۷۲۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۲۹ اور ۲۴۲ مسند زید جلد اول ۴۶۴

۷۳۔ المحلی جلد دوم ص ۱۴۳، الروض النضیر جلد اول ص ۴۷۱، کنزالعمال ۲۷۵۵۸

# حرف الثاء

## ث

### ثمن : قیمت

بیع میں ثمن (دیکھئے. لفظ بیع. فقرہ ۲. جزج)

### ثوم : لہسن

کچا لہسن کھانے کی کراہت (دیکھئے لفظ طعام. فقرہ ۱۱)

### ثیاب : کپڑے

دیکھئے لفظ لباس

دیت میں کپڑے کے جوڑوں کی مقدار (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴. جزب کا مسئلہ ۲)

# حرف الجیم

## ج

**جبیرة : ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لئے بندھی ہوئی لکڑی یا پٹی**

جبیرہ پر مسح کرنا ( دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جزی )

**جراد : ٹڈیاں**

ٹڈیوں کا کھانا حلال ہے۔ ( دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۵ )

**جرح : زخم**

زخم کی قسمیں اور ان کے احکامات ( دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۱ جزج ) اور ( دیکھئے جنایہ فقرہ ۴، جزب کا مسئلہ ۳ ) جس شخص کے بدن پر زخم ہوں اس کا غسل ( دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲ )

**جزاء : بدلہ**

احرام کی خلاف ورزیوں پر واجب ہونے والے جرمانے ( دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵ جزج نیز دیکھئے لفظ عقوبہ )

**جزیہ : جزیہ**

۱۔ تعریف:

اسلامی حکومت میں سکونت پذیر کافروں پر عائد ہونے والے سالانہ ٹیکس کو جزیہ کہتے ہیں۔

۲۔ کن لوگوں سے جزیہ لیا جاتا ہے:

الف ) اہل کتاب یعنی یہود، نصاریٰ اور مجوس سے جزیہ لیا جائے گا بشرطیکہ ان کے ساتھ عقد ذمہ ہو چکا ہو۔ یہود و نصاریٰ تو پکے اہل کتاب ہیں۔ رہے مجوس تو وہ بھی اہل کتاب ہیں۔ لیکن یہ کتاب کو چھوڑ چکے ہیں۔ اس لئے جہاں تک ذمی بنانے کا تعلق

ہے ان کے ساتھ بھی یہود و نصاریٰ جیسا سلوک کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مجھے مجوسیوں کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات ہیں۔ ان کے پاس علم تھا جسے یہ سکھاتے تھے اور کتاب بھی تھی جسے یہ پڑھتے پڑھاتے تھے، ایک دفعہ ان کے بادشاہ نے نشے کی حالت میں اپنی بیٹی اور اپنی بہن سے بدکاری کی۔ اس کی سلطنت کے بعض لوگوں کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ جب وہ ہوش میں آیا تو وہ اس پر حد جاری کرنے کے لئے پہنچ گئے لیکن یہ اڑ گیا اور اپنے اہل مملکت سے کہنے لگا: "تمہیں حضرت آدم کے دین سے بہتر کوئی دین نظر آتا ہے، اور حضرت آدم نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح کرا دیا تھا۔ اس لئے میں بھی دین آدم پر ہوں" یہ سن کر بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے اور مخالفین کا مقابلہ کر کے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس حرکت پر ان سے راتوں رات کتاب اٹھالی گئی اور ان کے سینوں سے علم چھین لیا گیا۔ اس لئے یہ مجوس اہل کتاب ہیں۔ اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور میرا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی جزیہ لیا تھا" [۱]

ب) ذمی کے غلام پر بھی جزیہ عائد ہو گا اور اس کی ادائیگی اس کا آقا کرے گا۔ [۲]

ج) فقیر سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ان کی استطاعت کے مطابق وصولی کریں" [۳]

### ۳۔ جزیہ کی مقدار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ کسی شخص پر اتنا جزیہ نہ لگایا جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ بنی ثقیف کے ایک شخص سے منقول ہے: "مجھے حضرت علیؓ نے عکبرا کا عامل بنایا اور اس علاقے کے لوگوں کے سامنے مجھ سے فرمایا: "دیہاتی لوگ دھوکے باز ہوتے ہیں تم ان سے دھوکہ نہ کھانا اور ان سے پوری پوری وصولی کرنا"۔ پھر مجھ سے کہا کہ ابھی جاؤ، پھر آنا، جب میں دوبارہ آیا تو فرمایا: "میں نے جو کچھ تمہیں کہا تھا وہ صرف ان لوگوں کو سنانے کے لئے کہا تھا، اب اصل بات سنو، ایک درہم کی وصولی کے لئے بھی کسی کو نہ مارنا، کسی کو تنگ نہ کرنا، کسی سے کوئی بکری یا گائے زبردستی نہ لینا، ہمیں تو ان سے عفو کی وصولی کا حکم دیا گیا ہے، تمہیں معلوم ہے عفو کیا ہے؟ عفو کا مطلب ہے "حسب استطاعت" [۴]

حضرت علیؓ نے جزیہ کی وہی رقم برقرار رکھی جو پہلے سے چلی آ رہی تھی، خوشحال ذمیوں پر

اڑتالیس درہم، متوسط پر چوبیس درہم اور تنگ دستوں پر بارہ درہم سالانہ [۵]

## ۴۔ جزیہ کی وصولی میں آسانی:

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دے رکھا تھا کہ زکوٰۃ کی وصولی میں سختی نہ کی جائے اس لئے کہ اگر اسلامی حکومت کو ایک درہم یا ایک دینار کا خسارہ ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے دل اسلامی حکومت کی محبت میں دھڑکنا چھوڑ دیں اور اسلام کے انصاف کی گواہی نہ دیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں سہولت سے بڑھ کر حضرت علیؓ جزیہ کی ادائیگی میں سہولت دیتے تھے، آپ ہر قوم سے جو اس کے پاس ہوتا بطور جزیہ قبول کر لیتے تھے اور ان پر درہم و دینار کی ادائیگی ضروری قرار نہیں دیتے تھے۔ آپ اہل حرفہ سے اس کی بنی ہوئی چیز لے لیتے۔ گندم والے سے گندم، مال والے سے مال اور رسیوں والوں سے رسیاں لے لیتے۔ پھر چودھریوں کو بلا کر انہیں سونا چاندی دیتے جو وہ لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے۔ پھر آپ ان سے فرماتے: "یہ چیزیں بھی لے کر آپس میں تقسیم کر لو" وہ کہتے کہ ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے، تو آپ فرماتے: "تم نے بہترین مال (سونا چاندی) خود لے لیا اور بدترین چیزیں میرے ذمہ چھوڑ دیں، تمہیں یہ سامان اٹھانا ہو گا" [۶]

## ۵۔ جزیہ معاف کر دینا:

موت کی وجہ سے جزیہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان ہونے کی وجہ سے بھی یہ ساقط ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص مسلمان ہو جائے اور اس کی زمین ہو تو اس سے جزیہ معاف ہو جائے گا اور خراج لیا جائے گا" [۷] حضرت علیؓ کے زمانے میں ایک چودھری مسلمان ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا: "اگر تو اپنی زمین پر سکونت پذیر رہے گا تو ہم تجھ سے جزیہ ہٹا لیں گے اور اسے خراج کی صورت میں تیری زمین سے لیں گے اور اگر تو وہاں سے کہیں اور چلا جائے گا تو پھر تیری زمین کے ہم زیادہ حقدار ہوں گے" [۸]

اسی طرح فقر کی بنا پر جزیہ ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کے وجوب کے لئے مالداری شرط ہے۔

## جعالہ : حق الخدمت

۱۔ تعریف :

جعالہ اس متعین معاوضہ کو کہتے ہیں جو کسی متعین یا غیر متعین کام پر مقرر کر دیا جائے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ "جو شخص میرا گھوڑا تلاش کر کے لائے گا اسے ایک دینار دیا جائے گا" اس تعریف سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حق الخدمت مقرر کرنا ایک جائز عقد ہے لیکن یہ لازم نہیں ہوتا۔ اس میں ایجاب ہی کافی ہوتا ہے اور قبول کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس میں کام کو قبول کرنے والا نامعلوم ہوتا ہے۔

۲۔ کوئی شخص کسی ایسے کام پر جس کے لئے کوئی حق الخدمت مقرر نہ کیا گیا ہو کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہوتا سوائے اس شخص کے جو بھاگے ہوئے غلام کو پکڑ کر اس کے آقا کو واپس کر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روایت کے مطابق ایسے شخص کے لئے حق الخدمت مقرر کیا ہے۔ [۹] البتہ اس حق الخدمت کی مقدار کے بارے میں آپ سے روایتیں مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایسے شخص کے لئے ایک دینار یا بارہ درہم حق الخدمت مقرر کیا ہے۔ [۱۰] ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر ایسا شخص تین دن کی مسافت سے غلام پکڑ کر لائے تو اسے چالیس درہم ملیں گے۔ اور اگر اس سے کم مسافت ہو تو کچھ تھوڑا بہت دے دیا جائے گا۔ [۱۱] دوسری روایت میں ہے کہ ایسی صورت میں اسے کچھ نہیں ملے گا اور اس کا یہ کام مسلمانوں کے آپس میں ایک دوسرے کے لئے کام کرنے کے ضمن میں آئے گا۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت علیؓ سے بھاگے ہوئے غلام کے بارے میں روایت کی ہے کہ : "مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھاگے ہوئے غلام کو واپس کریں گے" [۱۲] (دیکھئے لفظ اباق فقرہ ۲)

## جفاف : خشک ہو جانا

زمین خشک ہو جانے پر پاک ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۲)

## جلد : کوڑے لگانا

۱۔ جالد : کوڑے لگانے والا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوڑے مارنے کے لئے ایسا آدمی منتخب کرتے تھے جو نہ بہت طاقتور ہوتا اور نہ ہی کمزور قسم کا مریل انسان تاکہ اس کی ضرب درمیانے درجے کی ہو۔

## ۲۔ کوڑا:

آپ درمیانے درجے کا کوڑا منتخب کرتے جو نہ بہت ہی سخت ہوتا اور نہ بہت ہی نرم۔ ایک شرابی آپ کے پاس لایا گیا، آپ نے اس کے لئے تین کوڑوں میں سے درمیانے درجے کا کوڑا منگوایا۔ اس میں پھل لگے ہوئے تھے۔ آپ نے اس سے پھل اتروا کر اسے دو پتھروں کے درمیان زور زور سے مارا پھر اسے ایک شخص کے حوالے کر کے اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جسم کے ہر عضو کو اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ [۱۳]

## ۳۔ کوڑے مارنے کی کیفیت:

الف) قاذف (زنا کا الزام لگانے والا) کے سوا کسی کوڑے کھانے والے کے جسم سے کپڑے اتارے نہیں جائیں گے اور نہ ہی زیر جامہ. اگرچہ وہ روئی دار کیوں نہ ہو۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا: "قاذف سے چادر نہیں اتاری جائے گی" [۱۴] آپ نے ایک شخص کو کسی حد میں بٹھا کر کوڑے لگائے اور اس کے جسم پر قسطلان کی بنی ہوئی چادر تھی.[۱۵] ایک لونڈی کو بدکاری کی بنا پر کوڑے لگائے۔ اس کے کپڑوں کے نیچے لوہے کی زرہ تھی جو اس کے رشتہ داروں نے پہنا رکھی تھی۔ پھر اسے بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ [۱۶] حد قذف کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے: "قاذف کو اس کے کپڑوں میں کوڑے لگائے جائیں گے اور اس کے جسم سے روئی دار اور چمڑے دار کپڑے اتار لئے جائیں گے۔ [۱۷]

ب) اصولی طور پر مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر کوڑے لگانے چاہئیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت کو بٹھا کر اور مرد کو کھڑا کر کے کوڑے لگائے جائیں گے" [۱۸] لیکن اگر مرد کو بٹھا کر کوڑے لگائے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو بٹھا کر کوڑے لگائے تھے۔ [۱۹]

ج) اس کے ہاتھ باندھے نہیں جائیں گے بلکہ کھلے چھوڑ دئے جائیں گے تاکہ کوڑوں کی ضرب سے اپنا بچاؤ کر سکے۔ ایک شخص کو شراب پینے پر پکڑ کے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے جلاد سے کہا: "اسے کوڑے لگاؤ اور اس کے ہاتھ چھوڑ دو تاکہ یہ ان کے ذریعہ اپنا بچاؤ کر سکے" [۲۰]

د) کوڑوں کی ضربات کو اس کے پورے جسم پر بکھیر دیا جائے گا لیکن چہرہ اور نازک اعضا مثلاً شرمگاہ وغیرہ ان ضربات سے محفوظ رکھے جائیں گے۔ ایک شخص کو حضرت علیؓ کے

پاس لایا گیا جسے کسی حد میں کوڑے لگنے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر عضو کو اس کا حصہ دیا جائے لیکن چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ لگائے جائیں۔ [۲۱] یہ کسی حد میں لگنے والے کوڑوں کی کیفیت تھی، لیکن اگر تعزیر میں کوڑے لگنے ہوں تو اس کا دارومدار قاضی یا عدالت کی رائے پر ہے کہ وہ کس طرح کوڑے لگوائے کہ جس کے نتیجے میں مجرم کو جرم سے باز رکھا جا سکے (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۳، جزب)

۴۔ وہ جرائم جن پر کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے:

مندرجہ ذیل جرائم پر کوڑوں کی سزا دی جائے گی:

شراب نوشی، (دیکھئے اشربہ، فقرہ ۴)، قذف (دیکھئے قذف، فقرہ ۵) غیر محصن کا ارتکاب زنا (دیکھئے لفظ زنا فقرہ ۵، جز الف مسئلہ ۲) ایسے جرائم پر بھی کوڑوں کی سزا دی جائے گی جن کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہ ہو لیکن قاضی یا عدالت کی رائے میں کوڑوں کی یہ سزا مجرم کو جرم سے باز رکھ سکتی ہو۔ (دیکھئے لفظ تعزیر)

۵۔ المجلود: جسے کوڑے لگائے جائیں:

آزاد کو پوری حد لگائی جائے گی لیکن غلام کے لئے کوڑوں کی سزا آدھی ہوگی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جزب) مکاتب کو حد میں اسی حساب سے کوڑے لگائے جائیں گے جس قدر اس نے کتابت کی رقم ادا کر دی ہوگی۔ اگر اس نے کتابت کی آدھی رقم ادا کر دی ہوگی تو اسے آزاد کے آدھے اور غلام کے آدھے کوڑے لگیں گے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱، جزو) اور (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جزب)

## جلد: چمڑا

مردہ جانور کا چمڑا (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۵)

ایسے چمڑے جو کمائے جانے کے بعد پاک ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۳ جز۔ ب کا مسئلہ ۳)

مردہ وحشی درندوں کے اتارے ہوئے چمڑوں پر نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز ب)

## جلوس: بیٹھنا

نماز میں جلوس (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز ط، ل، م، ن)

نماز میں دوسرے سجدے کے بعد جلسہ استراحت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز ک)
دونوں سجدوں میں حالت جلوس کی دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز ی)
مسجد میں بیٹھنا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۵، جز ب)

## جماع : مجامعت کرنا

دیکھئے لفظ وطی

## جمعہ : جمعہ

جمعہ کے لئے غسل (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۲)
جمعہ کی نماز اور خطبہ جمعہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز د، ھ، و، ز، ح، ط، ی، ک)
سفر میں نماز جمعہ ترک کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز ز)
صرف جمعہ کے روز روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۲، جز ب)

## جنابہ : ناپاکی

### ۱۔ جنابت کی وجوہات :

جنابت، حیض (دیکھئے لفظ حیض)، نفاس (دیکھئے لفظ نفاس)، شہوت کے ساتھ انزال چاہے ادخال ہو یا نہ ہو۔ اور فرج یا دبر میں ادخال، چاہے انزال منی ہو یا نہ ہو سے ہوتی ہے۔

### ۲۔ جنابت والے پر کونسی چیزیں حرام ہوتی ہیں اور کونسی نہیں ہوتیں :

جنبی پر نماز اور تلاوت قرآن حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "ہر حال میں قرآن کی تلاوت کرو سوائے جنابت کی حالت کے" [۲۲] آپ کا یہ بھی قول ہے : "قرآن کی تلاوت کیا کرو جب تک تم میں سے کوئی جنبی نہ ہو، جب جنبی ہو قرآن کا ایک حرف بھی تلاوت نہ کرے، [۲۳] اس کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی ممنوع ہے" [۲۴] جنبی کے لئے مسجد سے گذرنا جائز ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ حالت جنابت میں مسجد میں سے گذرتے تھے۔ [۲۵] اگر جنابت حیض یا نفاس کی وجہ سے نہ ہو تو وہ روزہ بھی رکھ سکتا ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱) اور (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴)

۳۔ جنبی کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے جب وہ سونے، دوبارہ ہم بستری کرنے یا کھانے کا ارادہ کرے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حالت جنابت میں کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو نماز والا وضو کر لیتے[۲۶] آپ کا قول ہے: "جب آدمی جنبی ہو جائے اور کھانے یا سونے کا ارادہ کرے تو نماز والا وضو کر لے" [۲۷]

۴۔ جنبی مادی طور سے پاک ہوتا ہے، اگر کوئی دوسرا شخص اسے ہاتھ لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو جسم سے لگا کر حرارت حاصل کرے جب کہ خود تو غسل کر چکا ہو اور بیوی نے ابھی تک غسل جنابت نہ کیا ہو" [۲۸]۔

۵۔ رفع جنابت:

غسل یا تیمّم کے ذریعے جنابت دور ہوتی ہے۔ (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱ کا جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ تیمم، فقرہ ۲)

## جنازہ: جنازہ

دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۷

جنازہ کی نماز (دیکھئے لفظ صلاہ، فقرہ ۲۷)

معتکف کا نماز جنازہ کے لئے مسجد سے نکلنا (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۳ جز د)

## جنایہ: انسانی جان یا جسم یا اس کے کسی عضو یا حصے کو نقصان پہنچانے والا جرم

جنایت کے ارکان یہ ہیں، الجانی (مجرم)، المجنی علیہ (جس کے خلاف ارتکاب جرم کیا جائے)، نقصان دہ فعل اور نتائج جو یہ ہیں: دیت یا قصاص کے ذریعے تاوان، میراث سے محرومی اور کفارہ۔ ہم ان امور پر درج ذیل خاکے کے مطابق بحث کریں گے:۔

۱۔ الجانی:

(الف۔ جنایت حیوان، ب۔ جنایت انسان، مجرم کا نا معلوم ہونا، مجرم کا معلوم ہونا، مجرموں کا ایک سے زائد ہونا، جرم میں مددگار، جرم کا حکم دینے والا، بچے اور پاگل کا جرم، طبیب یا ڈاکٹر کا جرم، بادشاہ کا جرم، غلام کا جرم، یک چشم کا تندرست کی آنکھ کے خلاف جرم، زیادتی سہنے والے کا جرم، عورت کا جرم، ایسے شخص کا جرم جس کا عاقلہ نہ ہو، حد یا قصاص کا اپنی حد سے آگے بڑھ جانا)

۲۔ المجنی علیہ، یعنی جس کے خلاف جرم یا زیادتی کی جائے:

(الف۔ حیوان کے خلاف جرم، ب۔ غلام کے خلاف، ج۔ مکاتب کے خلاف، د۔ ذمی کے خلاف، ہ۔ حملہ آور کے خلاف، و۔ ایسے شخص کے خلاف جرم جو خود اپنے اوپر جنایت کا سبب بنا ہو۔ ز۔ کسی ایسے عضو کے خلاف جنایت جو پہلے ہی ناکارہ ہو، ح۔ مجنی علیہ کے کسی ایسے عضو پر جنایت کہ اس عضو کے ضائع ہو جانے سے مجنی علیہ اس منفعت سے جو اس عضو سے وابستہ تھی، مکمل طور پر محروم ہو جائے۔

۳۔ جرم کی نوعیت:

(الف۔ جان کے خلاف جرم، ب۔ جان سے کم یعنی کسی عضو کے خلاف جرم)

۴۔ سزا

(الف۔ قصاص، ب۔ دیت، ج۔ کفارہ)

۱۔ الجانی: مجرم۔ مجرم یا تو انسان ہو گا یا حیوان۔ اگر حیوان ہو گا تو اس صورت میں یا تو اس کے مالک نے اسے سنبھالنے میں غفلت اور سستی کی ہو گی یا نہیں۔

اگر مجرم انسان ہو گا تو اس نے جرم اپنی ذات کے خلاف کیا ہو گا یا غیر کے خلاف۔

اگر اس نے جرم اپنی ذات کے خلاف کیا ہو گا تو اس میں اس کے ساتھ دوسرا بھی شریک ہو گا یا نہیں۔

اگر اس نے کسی دوسرے کے خلاف جرم کیا ہو گا تو مجرم یا تو معلوم ہو گا یا نامعلوم۔

اگر مجرم معلوم ہو گا تو مقتول ایسی جگہ ملا ہو گا جہاں کے رہنے والوں اور مقتول کے درمیان کوئی دشمنی ہوگی یا دشمنی نہیں ہوگی۔

اگر مجرم معلوم ہو گا تو یا تو وہ تنہا ہو گا یا اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں گے۔ ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت علیؓ سے فتاویٰ منقول ہیں جو ہم پیش کریں گے:

الف) حیوان کا جرم: اگر انسان اپنے جانور کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرنے والا ہو گا تو اس حیوان کے جرم کی ذمہ داری اس کے مالک پر صرف اس کی قیمت کے دائرے کے اندر ہوگی اس سلسلے میں اس کی وہی حیثیت ہے جیسا کہ غلام کے سلسلے میں آقا کی حیثیت۔ یحییٰ بن سعید تیمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے بنی اسد کے ایک مکاتب غلام نے واقعہ سنایا:

"سواد کوفہ سے نقدہ (بکریوں کی ایسی نسل جس کے جسم میں بہت کم گوشت اور جس کی نشوونما انتہائی سست ہوتی ہے) قسم کی بکریاں لائی گئیں، جب میں بکریاں لے کر پل پر پہنچا تو بکر بن وائل کا ایک غلام ان بکریوں کے درمیان آ گیا، ایک بکری بھاگ کھڑی ہوئی اور اس نے اس شخص کو ٹکر مار کر دریا میں گرا دیا جہاں وہ ڈوب گیا۔ مجھے پکڑ لیا گیا۔ اس غلام کے آقا میرے آقا کے پاس آئے میرے آقا نے دو ہزار درہم بطور صلح انہیں پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ معاملہ حضرت علیؓ تک نہ لے جائیں، لیکن وہ نہ مانے، پھر ہم سب حضرت علیؓ کے پاس آ گئے، حضرت علیؓ نے مقدمہ سننے کے بعد اس مرنے والے غلام کے آقا سے کہا: "اگر تمہیں وہ بکری معلوم ہے جس کی ٹکر سے تمہارا غلام ہلاک ہو گیا تو اس بکری کو پکڑ لو، اگر وہ تمہیں معلوم نہ ہو تو اس جیسی بکری لے لو"۔ [۲۹]

اگر جانور کے مالک نے جانور کو مارا پیٹا ہو جس کی وجہ سے وہ بھاگتے ہوئے نقصان کر گیا ہو یا اس نے جانور کی حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو وہ اسکا پورا تاوان بھرے گا، چاہے تاوان کی رقم کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنا جانور مسلمانوں کے راستے یا ان کے کسی بازار میں کھڑا کر دیا اور پھر اس جانور کی اگلی یا پچھلی ٹانگوں سے کسی کا کوئی نقصان ہو گیا تو اس کا تاوان اس شخص پر ہو گا" [۳۰]

جب دو جانور آپس میں ٹکرا جائیں اور ایک مر جائے تو اگر قاتل وہی جانور ہو جس نے اس ٹکر میں پہل کی تھی تو اس کا مالک مقتول جانور کی پوری قیمت ادا کرے گا، کیونکہ ٹکر میں پہل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مالک نے اسے سنبھالنے میں کوتاہی کی تھی۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں ایک بیل نے ٹکر مار کر ایک گدھے کو مار ڈالا تھا۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ اگر بیل نے پہل کی ہو تو اس کے مالک پر گدھے کی قیمت کا تاوان عائد ہو گا اور اگر گدھے نے پہل کی ہو تو کوئی تاوان نہیں۔ [۳۱]

ب) انسان کی جنایت:

الف) انسان کا اپنی جان کو نقصان پہنچانا: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی نص نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو کہ اگر انسان اپنی جان یا اپنے کسی عضو کے خلاف جرم کر کے اسے نقصان پہنچاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اگرچہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ ایسی حرکت بالا جماع حرام ہے۔

لیکن اگر اس جرم میں کوئی اور شریک بھی ہو تو حضرت علیؓ دیت میں سے اس کے حصے کا تاوان اس شریک پر عائد کر دیتے تھے۔ تین لڑکیاں، ایک جگہ اکٹھی ہوگئیں، ایک لڑکی دوسری لڑکی کی گردن پر سوار ہوگئی۔ تیسری لڑکی نے شرارت سے سوار لڑکی کی چٹکی لی، وہ جو اچھلی تو سوار کرنے والی لڑکی گر پڑی جس کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مرگئی، حضرت علیؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا آپ نے مرنے والی کی دیت کے تین حصے کر کے دیت ان تینوں لڑکیوں کے جدی رشتہ داروں کے ذمے ڈال دی لیکن دیت کا تیسرا حصہ مرنے والی لڑکی کے رشتہ داروں سے وصول نہیں کیا کیونکہ اس لڑکی نے اپنی جان گنوانے میں خود حصہ لیا تھا۔ [۳۲]

ایک شخص نے کنواں کھدوانے کے لئے چار آدمی مزدوری پر رکھے، انہوں نے مل کر کنواں کھودا، بدقسمتی سے کنواں بیٹھ گیا اور چاروں اس میں دب گئے، اور ایک آدمی مٹی اور بقیہ تینوں آدمیوں کے بوجھ تلے دب کر ہلاک ہوگیا۔ مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا، آپ نے مرنے والے کی دیت کے چار حصے کر کے تینوں کے ذمہ ایک ایک حصہ لگا دیا اور چوتھے حصے کی ادائیگی ان پر نہیں ڈالی۔ [۳۳] یہ چوتھا حصہ اس مرنے والے کے اپنے فعل کے بالمقابل قرار دیا گیا اور اس کی ادائیگی کالعدم قرار دے دی گئی۔ اسی طرح یمن کا واقعہ تھا۔ چار آدمی شکار کے لئے بنے ہوئے گڑھے میں گرے ہوئے شیر کو دیکھنے لگے۔ ایک آدمی کا پاؤں پھسل گیا لیکن گرتے گرتے وہ دوسرے آدمی سے چمٹ گیا، دوسرا تیسرے سے اور تیسرا چوتھے سے چمٹ گیا، چاروں آدمی گڑھے میں گر گئے اور شیر نے سب کو ہلاک کر دیا۔ حضرت علیؓ نے چوتھے کے لئے پوری دیت، تیسرے کے لئے نصف دیت، دوسرے کے لئے تہائی، اور پہلے کے لئے چوتھائی دیت کی ادائیگی کا فیصلہ دیا۔ [۳۴]

تصادم کی وجہ سے پیش آنے والے حادثات جن میں دو میں سے ایک کی موت واقع ہو جائے۔ درج بالا قاعدے میں داخل نہیں ہیں۔ دو گھڑ سوار ایک دوسرے سے ٹکرائے اور ایک چل بسا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زندہ پر مرنے والے کی دیت ڈال دی۔ اگر دونوں مرجاتے تو ہر ایک اپنے دوسرے ساتھی کی دیت کا ضامن ہوتا۔ [۳۵]

۲) انسان کا دوسرے کو نقصان پہنچانے والا جرم:

الف) مجرم کا نامعلوم ہونا: جب مجرم نامعلوم ہو تو مقتول یا تو ایسی جگہ پایا جائے گا جہاں کے رہنے

والوں اور مقتول کے درمیان کوئی عداوت ہوگی، ایسی صورت میں قسامہ [۳۶] واجب ہوگا (دیکھئے لفظ قسامہ) اور یا اس کی لاش ویران جگہ ملی ہوگی یا وہ بھیڑ بھاڑ میں مارا گیا ہوگا اور قاتل نامعلوم ہوگا تو ان دونوں صورتوں میں اس کی دیت بیت المال (سرکاری خزانے) سے ادا کی جائے گی۔ اسود بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ ایک شخص کعبہ میں قتل کر دیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ [۳۷]

ایک شخص عرفات کی بھیڑ میں ہلاک ہو گیا، اس کے اہل خاندان حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوئے، آپ نے ان سے پوچھا کہ "تمہارے پاس اس کا ثبوت ہے کہ اسے کس نے ہلاک کیا ہے" حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا: "امیرالمومنین، ایک مسلمان کا خون یوں رائیگاں نہیں جانا چاہئے، اگر آپ کو اس کا قاتل معلوم ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی دیت بیت المال سے ادا کر دیجئے" [۳۸]

کوفہ کی جامع مسجد میں لوگوں کا اژدھام ہو گیا، جب بھیڑ ذرا چھٹ گئی تو پتہ چلا کہ ایک آدمی ہلاک ہو گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی دیت مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کر دی [۳۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جس کسی مقتول کی لاش کسی ویرانے میں ملے گی اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی تاکہ کسی مسلمان کا خون رائیگاں نہ جائے" [۴۰]

ب) مجرم کا معلوم ہونا، قصاص کے وجوب کی شرطیں، جب مجرم یعنی قاتل معلوم ہو اور اس سے یہ جرم جان بوجھ کر سرزد ہوا ہو۔ اور اس جرم کی سزا میں قصاص واجب ہو رہا ہو تو اس سے اس وقت تک قصاص نہیں لیا جائے گا جب تک اس میں درج ذیل شرطیں نہیں پائی جائیں گی:

اختیار۔ اس لئے کہ اکراہ کے تحت ہونے والے جرم کی کوئی سزا نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ اکراہ)

خون کی محفوظیت۔ اس لئے اس حربی (مسلمانوں سے برسرپیکار کافر) سے قصاص نہیں لیا جائے گا جو ہمارے ہاتھوں گرفتار ہو گیا ہو۔ اسی طرح اس باغی سے بھی نہیں جو بغاوت کے

دوران مسلمانوں کو قتل کرتا رہا پھر تائب ہو گیا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۵)

ج) مجرموں کا ایک سے زائد ہونا: اگر مجرم معلوم ہو تو وہ ایک ہو گا یا ایک سے زائد، پہلی صورت میں اس سے قصاص لیا جائے گا یا وہ دیت ادا کرے گا۔ یہ مسئلہ بالکل واضح ہے۔ اگر مجرمین کا گروہ ہو اور جرم ایسا ہو کہ دیت واجب ہوتی ہو تو پوری دیت ان سے وصول کی جائے گی، اس طرح کہ گروہ کا ہر فرد اپنے حصے کی دیت دے گا۔ لوگوں کی مختلف ٹولیوں نے ایک شیر کو پھانسنے کے لئے ایک شکاری گڑھا تیار کیا، شیر جب گڑھے میں پھنس گیا تو لوگ اسے دیکھنے کے لئے بھاگے اور گڑھے کے اوپر دھکم پیل شروع ہو گئی، ایک شخص کا پاؤں پھسلا اور گڑھے میں جا گرا لیکن گرتے گرتے وہ ساتھ والے شخص سے چمٹ گیا جس سے وہ بھی گر گیا، اس نے بھی گرتے گرتے ساتھ والے شخص کا سہارا لیا، وہ بھی گر گیا، اس طرح چار آدمی گڑھے میں گر گئے، شیر نے سب کو زخمی کر دیا پھر ایک شخص نے شیر کو نیزہ مارا اور چاروں کو گڑھے سے نکالا، ان میں سے کچھ تو گڑھے کے اندر ہی دم توڑ گئے تھے اور باقی زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے، حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس گڑھے پر موجود لوگوں سے پوری دیت، نصف دیت، تہائی دیت اور چوتھائی دیت وصول کی جائے، پھر آپ نے فیصلہ دیا کہ سب سے نچلے شخص کے ورثاء کو چوتھائی دیت دی جائے اس وجہ سے کہ اس سے اوپر تین آدمی ہلاک ہوئے تھے، نچلے سے اوپر والے کے لئے تہائی دیت اس لئے کہ اس سے اوپر دو آدمی ہلاک ہوئے تھے، اس سے اوپر والے کے لئے نصف دیت اس لئے کہ اس سے اوپر صرف ایک آدمی ہلاک ہوا تھا، آپ نے سب سے اوپر والے کے لئے پوری دیت دینے کا فیصلہ دیا تھا کیونکہ اس سے اوپر کوئی ہلاک نہیں ہوا تھا۔ یہ فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کی توثیق فرما دی تھی۔ [۴۱] اسی قبیل سے وہ فیصلہ بھی ہے جو آپ نے اس مقدمے میں دیا تھا جس میں تین آدمیوں نے آکر دو آدمیوں کے خلاف گواہی دی تھی کہ ان دونوں نے ایک بچے کو پانی میں ڈبو کر مار دیا ہے۔ ان دو آدمیوں نے تینوں گواہوں کے خلاف یہ گواہی دی کہ یہ حرکت ان تینوں نے کی ہے۔ حضرت علیؓ نے پوری دیت کے پانچ حصے کر کے تینوں پر اس کے دو حصوں اور دونوں پر اس کے تین حصوں کی ادائیگی واجب کر دی۔ [۴۲] اسی طرح کا وہ فیصلہ تھا جو آپ نے اس لڑکی کے بارے میں دیا تھا جو

ایک دوسری لڑکی کی گردن پر سوار ہو گئی تھی۔ ایک تیسری لڑکی نے اس کی چٹکی لی جس کی وجہ سے وہ اچھل پڑی، اچھلنے کی وجہ سے سوار کرنے والی لڑکی نیچے گری اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ حضرت علیؓ نے مرنے والی لڑکی کی دیت کے تین حصے کر کے ہر لڑکی کے ذمے ایک ایک حصہ واجب کر دیا۔ [۴۳] عبید بن قعقاع سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: "میں ان چار میں سے ایک تھا جنھوں نے مل کر پہلے شراب پی، پھر نشے میں ایک بڑی چھری لے کر ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ ہم پکڑے گئے اور حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ نے ہمیں قید کر دیا۔ ہمارے دو ساتھی مر گئے۔ ان کے ورثاء نے آکر حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ باقی ماندہ دو سے ان کا قصاص لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے اپنے اہل مجلس سے اس بارے میں پوچھا تو سب نے کہا کہ ان کا قصاص بقیہ دو سے لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے شک ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا ہو۔ آپ کے مصاحبوں نے جواب میں عرض کیا کہ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جانتا تو میں بھی کچھ نہیں ہوں۔ پھر اپنے بیٹے حضرت حسنؓ سے استفسار کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ تمام باتیں سن کر آپ نے دونوں مقتولوں کی دیت قبائل عرب کے ذمہ لگائی اور پھر زندہ رہ جانے والے دو مجروحین کے زخموں کی دیت وصول کی۔ [۴۴]

حضرت عمرؓ کے زمانے میں یمن میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک گروہ نے مل کر ایک بچے کو قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اس معاملے میں لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "امیرالمومنین، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کچھ لوگ مل کر ایک اونٹ چرا لیں اور پھر سب اس کا ایک ایک عضو لے لیں تو آپ چوری کی سزا کے طور پر ان سب کے قطع ید کا حکم دیں گے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: "ہاں" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے" [۴۵]

ایک شخص قتل ہو گیا، اس کے اولیاء نے دو شخصوں پر جو اس کے ساتھ تھے قتل کا الزام لگایا۔ شریحؒ نے ان سے کہا دو عادل گواہ پیش کرو کہ واقعی ان دونوں نے تمہارے آدمی کو قتل کیا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا حضرت علیؓ نے سب کچھ سن کر فرمایا: "شریح، تجھے تیری ماں روئے۔ اگر مقتول کے ساتھ دو عادل گواہ ہوتے تو وہ قتل ہی کیوں ہوتا!! پھر آپ دونوں آدمیوں کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے

بڑی نرمی سے پوچھ گچھ کرتے رہے، حتیٰ کہ دونوں نے قتل کے جرم کا اعتراف کر لیا۔ [۴۶] ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب المغنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو قتل کرنے کے جرم میں تین آدمیوں کی گردن اڑا دی تھی۔ [۴۷]

اگر مجرموں کے ساتھ کوئی نابالغ بچہ بھی ہو تو حضرت علیؓ کی رائے یہ ہے کہ اگر مجرموں نے بچے کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اسے اپنے ساتھ لے لیا ہو اور ارتکاب جرم میں اس سے مدد بھی لی ہو تو یہ لوگ اس بچے پر عائد شدہ جرمانے کا تاوان بھریں گے اور اگر انہوں نے بچے کے گھر والوں کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو اس کے جرمانے کا تاوان اس کے گھر والوں پر ہو گا۔ [۴۸] ہمیں حضرت علیؓ سے کوئی نص نہیں ملی جس سے پتہ چلے کہ آپ نے بچے سے مدد لینے والے مجرموں کی کیا سزا مقرر کی تھی۔

د) جرم میں مدد کرنے والا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جرم میں مجرموں کا مددگار خود بھی مجرم ہے۔ اس لئے آپ اسے سزا سے بری نہیں کرتے تھے۔ اگر یہ سزا مالی ہوتی تو آپ مجرم اور اس کے مددگار دونوں سے برابر کی وصولی کرتے۔ ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک شخص نے ایک یتیم بچی کی پرورش کی تھی، اس کی بیوی نے غیرت کھا کر کچھ عورتوں کو اکٹھا کیا۔ سب نے مل کر اس لڑکی کو پکڑ لیا اور اس عورت نے اس لڑکی کی اندام نہانی میں اپنی انگلی داخل کر کے اس کا پردہ بکارت چاک کر دیا اور جب شوہر گھر آیا تو اس سے کہہ دیا کہ اس لڑکی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ معاملہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا، حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ سے اس مسئلے کا حل پوچھا، انہوں نے کہا کہ "آپ امیرالمومنین ہیں آپ بتائیے" لیکن حضرت علیؓ نے زور دے کر فرمایا کہ "نہیں، تم بتاؤ۔" اس پر حضرت حسنؓ نے کہا: "پہلے تو اس عورت کو اس لڑکی کے ساتھ کی گئی زیادتی کی سزا کے طور پر کوڑے لگائے جائیں گے، پھر اس عورت اور اس کی شریک کار دوسری عورتوں پر جرمانے کے علاوہ اس لڑکی کے خاندان کی ایک عورت کے مہر کے برابر رقم واجب ہوگی" حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کے اس درست فیصلے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "اگر اونٹ کو چکی پیسنا سکھایا جائے تو وہ چکی پیسنے لگے گا" [۴۹] پھر آپ نے اس کے مطابق فیصلہ سنا دیا۔ [۵۰]

لیکن اگر جرم کی سزا قتل کی صورت میں ہوتی تو آپ مجرم اور اس کے مددگار دونوں سے

یکساں سلوک نہ کرتے. قتل کے مجرم کو تو سزائے موت دیتے اور مدد گار کو حبس دوام۔ آپ کے پاس دو شخص لائے گئے۔ ان میں سے ایک نے مقتول کو پکڑا تھا اور دوسرے نے اسے قتل کیا تھا. آپ نے قاتل کو قتل کر دیا اور جس نے پکڑا تھا اس سے فرمایا: "تو نے اسے موت کے لئے پکڑ رکھا تھا اب میں تجھے مرنے تک قید میں رکھوں گا۔ [۵۱] یہ چیز آپ کی نظروں میں قصاص کی صورت تھی۔

ھ) ارتکاب جرم کا حکم دینے والا: ہمیں اس سلسلے میں کہ آیا ارتکاب قتل پر مجبور کرنے والے پر بھی قصاص لازم آئے گا یا صرف ارتکاب کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا. حضرت علی کی رائے کسی روایت سے معلوم نہیں ہو سکی تاہم ہم حضرت علیؓ کے اس فیصلے سے آگاہ ہیں جو آپ نے ایسے شخص کے متعلق دیا تھا جس نے اپنے غلام کو ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور غلام نے اسے قتل بھی کر دیا تھا. آپ نے فرمایا: "غلام اپنے آقا کی تلوار اور کوڑے کی طرح ہے" یعنی آقا اپنی مرضی سے جو کام بھی چاہے اس سے لے سکتا ہے. آپ نے آقا کی گردن اڑانے اور غلام کو قید میں ڈال دینے کا حکم دیا تھا۔ [۵۲] (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳. جزج)

و) بچے اور دیوانے کی جنایت: ہر وہ جرم جو بچے یا دیوانے سے سرزد ہو اسے خطا تصور کیا جائے گا۔ چاہے اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو یا غلطی سے. حضرت علیؓ کا قول ہے: "بچے اور دیوانے کا عمد بھی خطا ہوتا ہے۔" [۵۳]

اگر کسی نے اسے جرم کرنے کا حکم دیا ہو یا ارتکاب جرم میں اس سے مدد لی ہو تو اگر یہ کام اس بچے کے گھر والوں کی اجازت سے ہوا ہو تو اس جرم کا تاوان اس کے گھر والوں کو بھرنا ہو گا اور اگر اجازت کے بغیر ہوا ہو تو پھر تاوان اس شخص کے ذمہ ہو گا جس نے اسے ایسا کرنے کو کہا تھا یا اس کی مدد حاصل کی تھی. خلاس بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایسا لڑکا جو ابھی پانچ بالشت کا نہیں ہوا، یعنی ابھی بلوغت کو نہیں پہنچا، اگر وہ ارتکاب جرم میں کسی کی مدد کرتا ہے تو وہ شخص تاوان بھرے گا جب تک کہ لڑکا بالغ نہ ہو، اور اگر لڑکے نے اپنے گھر والوں کی اجازت سے اس کی مدد کی تو اس شخص پر کوئی تاوان نہیں" [۵۴]

ز) طبیب کی جنایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ طبیب کی غلطی کی ذمہ داری اس پر ڈالتے تھے،

اگر کوئی مریض طبیب کی غلطی کی وجہ سے مر جاتا تو آپ طبیب پر اس کی دیت کی ادائیگی لازم کر دیتے۔ ایک دن آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے طبیبو، اے حیوانات کا علاج کرنے والو اور اے پیشہ طبابت اختیار کرنے والو، تم میں سے جو بھی کسی انسان یا جانور کا علاج کرے وہ اپنی جان کے چھٹکارے کا راستہ بھی رکھ لے، اگر اس نے کسی کا علاج کیا اور اپنے چھٹکارے کی کوئی سبیل نہ رکھی اور مریض یا جانور ہلاک ہو گیا تو اسے اس کا تاوان دینا پڑے گا" [۵۵]

ح) سلطان یا حاکم کی جنایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سلطان یا حاکم کو انسانوں میں سے ایک انسان سمجھتے تھے جو اپنے جرم کی پاداش کا اسی طرح سزاوار ہو گا جیسے دوسرے لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ بلحاظ عہدہ اپنی اس غلطی کا بھی ذمہ دار ہو گا جس کے اثرات لوگوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ اصول حضرت عمرؓ کے اس واقعے میں پوری طرح ظاہر ہوتا ہے جس میں آپ نے ایک عورت کو جس کی شہرت اچھی نہیں تھی اور اس کے ہاں لوگوں کا آنا جانا رہتا تھا، جو آپ کو پسند نہ تھا، اپنے پاس بلوایا، لوگوں نے اسے حضرت عمرؓ کے پاس جانے کے لئے کہا۔ وہ گھبرا کر سوچنے لگی کہ خدا خیر کرے۔ عمرؓ کے ہاں کیوں طلبی ہوئی ہے؟ پھر وہ چل پڑی۔ ابھی راستے میں تھی کہ ڈر گئی اور اس کا اسقاط ہو گیا، بچے نے دو چیخیں ماریں اور مر گیا، حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ بعض نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ آپ (حضرت عمرؓ) پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ خلیفہ کی حیثیت سے آپ کسی کی بھی تادیب کر سکتے ہیں۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے بھی رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اگر ان لوگوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہے تو ان کی یہ رائے غلط ہے، اور اگر آپ کی جانبداری کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے تو انہوں نے آپ کی خیر خواہی نہیں کی، میری رائے یہ ہے کہ بچے کی دیت آپ کے ذمہ ہے کیونکہ آپ نے ہی اسے اپنے پاس آنے کا پیغام بھیج کر اسے خوفزدہ کر دیا تھا، اس لئے اس کا اسقاط آپ کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بات تسلیم کرتے ہوئے انہیں اس بچے کی دیت قریش (یعنی حضرت عمرؓ کے جدی رشتہ داروں) سے وصول کرنے کی ہدایت کی۔ [۵۶]
اس لئے کہ ان (حضرت عمرؓ) سے غلطی سرزد ہو گئی تھی (جس کی وجہ سے اسقاط ہوا)
سلطان کی فوج کے کسی سپاہی کا کسی زخمی باغی کو قتل کر دینا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳ جز۔ د)

تعزیری سزا کی وجہ سے ہلاک ہو جانے والے کا تاوان (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۷)

ط) غلام کی جنایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر غلام آقا کے حکم کے بغیر کوئی جرم کرے گا تو اس کا آقا تاوان میں صرف اتنی ہی رقم دے گا جو اس غلام کی قیمت کے اندر اندر ہوگی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اس کا آقا اس کی قیمت سے زائد تاوان نہیں دے گا" [۵۷] آپ نے اس غلام کے متعلق فرمایا جس نے ایک آزاد کو قتل کر دیا تھا کہ اگر مقتول کے رشتہ دار چاہیں تو اسے اپنا غلام بنالیں۔ [۵۸]

اگر آقا نے اسے جرم کا حکم دیا ہو تو اس کا حکم بہ منزلہ اکراہ کے ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے غلام کو کسی شخص کو قتل کرنے کے لئے کہے تو غلام اس کی تلوار اور کوڑے کی طرح ہوتا ہے۔ اس جرم کی پاداش میں آقا کو سزائے موت دی جائے گی اور غلام کو قید میں ڈال دیا جائے گا۔ [۵۹]

ی) یک چشم کا تندرست کی آنکھ کو نقصان پہنچانے والا جرم: اگر یک چشم نے کسی کی آنکھ پھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں قصاص کا حکم (العین بالعین: آنکھ کے بدلے آنکھ) کے الفاظ سے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات معلوم تھی، اس لئے اس سے قصاص لیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں ہے۔ [۶۰]

ک) جس پر زیادتی کی جائے جوابی اقدام کے طور پر اس کا جرم: اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر زیادتی کرے اور زیادتی سہنے والے کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو کہ وہ زیادتی کا خاتمہ زیادتی کرنے والے کے خلاف جوابی قدم اٹھا کر کرے تو اس کے لئے ایسا کرنا درست ہے۔ اور اس کا یہ اقدام کسی قانونی گرفت میں نہیں آئے گا۔ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے ہاتھ پر کاٹ لیا، اس نے جو اپنا ہاتھ اس کے منہ سے چھڑانے کی کوشش کی تو اس کے سامنے کے دو دانت بھی ہاتھ کے ساتھ ہی باہر نکل آئے، حضرت علیؓ نے اس پر کوئی تاوان عائد نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ کیا یہ شخص اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رہنے دیتا کہ تم اسے اس طرح چبا ڈالتے جس طرح نر اونٹ چبا ڈالتا ہے؟ [۶۱]

اسی قبیل میں سے وہ صورت ہے کہ ایک شخص اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ دیکھ کر غصے سے پاگل ہو جاتا ہے اور اس شخص کو قتل کر دیتا ہے۔ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شامی شخص نے جس کا نام ابن خیبری تھا اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر

مرد کو دیکھ کر اسے قتل کر دیا یا شاید مرد عورت دونوں کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ کے لئے اس مسئلے کا حل مشکل ہو گیا۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو خط لکھ کر کہا کہ وہ یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھیں، جب انہوں نے حضرت علیؓ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: "کہ ایسے واقعات میری سرزمین یعنی عراق میں پیش نہیں آتے، میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم سچ سچ بتاؤ کہ یہ کہاں کا واقعہ ہے؟" اس پر حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے بتایا کہ دراصل شام سے حضرت معاویہ نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لئے لکھ کر بھیجا تھا۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں ابو الحسن ہوں، اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکا تو پھر اسے پوری سزا ملنی چاہئے۔ [۶۲]

اگر جھگڑنے والوں میں سے دونوں نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہو تو ہر شخص دوسرے کے نقصان کا ضامن ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ایک دوسرے کی جان کے درپے دونوں افراد میں سے ہر ایک دوسرے کے نقصان کا ضامن ہو گا" [۶۳] شعبی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے متعلق جو ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئے تھے اور پھر بعض قتل ہو گئے اور بعض زخمی، یہ فیصلہ دیا تھا کہ جو لوگ قتل ہو گئے تھے ان کی دیت ان لوگوں پر عائد کر دی جائے جو زخمی ہو گئے تھے، اور زخمیوں سے ان کے زخموں کی مقدار دیت کی رقمیں کم کر دی تھیں۔ [۶۴]

ل) عورت کی جنایت: اگر عورت مرد کے خلاف کوئی جرم کرے گی تو وہ اس میں ماخوذ ہو گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عورت اور مرد کے درمیان زن و شو کے تعلق کے باوجود زخموں اور قتل نفس یا اور کسی جرم کا قصاص لیا جائے گا بشرطیکہ عمداً ہو" [۶۵]

م) ایسے شخص کا جرم جس کا عاقلہ (جدی رشتہ دار) نہ ہو: اگر ایسا شخص غلطی سے کوئی جرم کرے تو اس کا جرمانہ بیت المال ادا کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے غلام کے بارے میں پوچھا گیا جس کا کوئی سرپرست یا آقا نہیں تھا اور اس نے جان بوجھ کر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا: "اسے قتل کے جرم میں قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر اس نے یہ قتل غلطی سے کیا ہے تو پھر تفتیش کی جائے گی کہ آیا اس نے کسی سے عقد موالات تو نہیں کیا؟ اگر اس نے عقد موالات کیا ہو گا تو اس کا تاوان اس عقد کرنے والے سے لیا جائے گا۔ اگر اس نے کسی سے عقد موالات نہیں کیا ہو گا تو پھر بیت المال سے تاوان ادا کیا جائے

گا۔ [۶۶]

ن) حد یا قصاص کی وجہ سے موت: اگر کسی کو حد لگی یا قتل نفس سے کم کسی جرم کا قصاص لیا گیا اور حد یا قصاص کا اثر اس کے اندرون جسم سرایت کر گیا جس کی وجہ سے حد لگنے یا قصاص لئے جانے کی وجہ سے مر گیا تو اس کی کوئی دیت نہیں ہے وہ دراصل حق کی بنا پر مارا گیا ہے۔ [۶۷]

۲۔ ا لمجنی علیہ: وہ شخص جس کے خلاف جرم کیا گیا ہو:

الف) حیوان کے خلاف جرم: اگر انسان کے ہاتھوں کسی جانور کو نقصان پہنچ جائے تو اسے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ ایک سانڈ ایک شخص پر حملہ آور ہو گیا۔ اس شخص نے تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس کا تاوان ادا کرو یہ ایک لا یعقل چوپایہ تھا" [۶۸] اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جب سانڈ نے اس پر حملہ کیا تھا تو وہ اسے کسی اور طریقہ سے بھگا سکتا تھا لیکن تلوار چلا کر اس کا خاتمہ کرنا ایک جرم تھا اسی بنا پر اسے تاوان بھرنے کا حکم دیا گیا۔

اگر جرم ایسا ہو جس سے جانور کے کسی عضو کو نقصان پہنچا ہو تو اس کے متعلق حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اسے انسانی عضو کا درجہ دیا جائے گا۔ شعبی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی آنکھ کو نقصان پہنچانے کے جرم میں اس کی قیمت کا نصف بطور تاوان وصول کیا تھا۔ [۶۹] ایک روایت میں ہے کہ عضو کے ضائع ہونے سے اس جانور کی قیمت میں جو کمی آ گئی ہے اتنی رقم بطور تاوان ادا کرے گا۔ عبدالکریم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جانور کی آنکھ کو نقصان پہنچانے کا تاوان اس کی قیمت کا چوتھا حصہ ہے۔ [۷۰]

ب) غلام کے خلاف جرم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بات مسلم تھی کہ اگر کوئی آزاد کسی غلام کی جان لے لے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "یہ بات سنت میں داخل ہے کہ آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا"۔ [۷۱] قاتل پر اس کی قیمت چاہے جتنی بھی ہو، لازم ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "غلام کی دیت اس کی قیمت ہے چاہے یہ قیمت آزاد کی دیت کو بھی (مقدار کے لحاظ سے) پیچھے چھوڑ جائے" [۷۲]

اگر غلام کے کسی عضو کو نقصان پہنچایا گیا ہو تو مجرم کو اس غلام کی مجموعی قیمت کے لحاظ سے اس عضو کی قیمت دینی ہوگی جس طرح آزاد کا اگر کوئی عضو ضائع کر دیا جائے تو مجموعی دیت کے لحاظ سے اس عضو کی رقم لازم آتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: غلاموں کے زخموں کا تاوان ان کی قیمت کے لحاظ سے اسی مقدار کا ہو گا جس طرح آزادوں کے زخموں کا تاوان ان کی دیت کے لحاظ سے ہوتا ہے" [۷۳] آنکھ کا تاوان اس کی قیمت کا نصف ہو گا اس طرح ہاتھ کا تاوان اس کی قیمت کا نصف ہو گا. اور ناک کا تاوان اس کی کل قیمت کے برابر ہو گا اور اس کی ملکیت اس کے آقا کی ہی رہے گی۔ [۷۴] نیز جان سے کم کے نقصان پر بھی کسی آزاد سے کسی غلام کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جان سے کم کے نقصان پر آزادوں اور غلاموں کے درمیان قصاص نہیں ہوتا۔ [۷۵]

ج) مکاتب کے خلاف جرم: حضرت علیؓ سے مکاتب کے بارے میں یہی اصول منقول ہے کہ وہ اپنے بدل کتابت میں جتنے حصے کی ادائیگی کر دے گا اتنے حصے کی اسے آزادی مل جائے گی۔ [۷۶] اس لئے اگر کوئی شخص اسے کوئی جسمانی نقصان پہنچائے گا تو جتنا حصہ اس کا آزاد ہو چکا ہو گا اس کا تاوان آزاد کی دیت کے حساب سے ادا کرے گا اور جتنا حصہ غلام ہو گا اس کا تاوان غلام کی قیمت کے حساب سے دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مکاتب کی دیت اسی قدر ہوگی جس قدر اس نے بدل کتابت کی ادائیگی کی ہوگی" [۷۷]

د) ذمی کے خلاف جرم: اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو جسمانی نقصان پہنچائے تو اس کا قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں: ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان سے کسی ذمی کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اس پر صرف اس کی دیت لازم ہوگی [۷۸] ایک اور روایت میں ہے کہ ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا، آپ نے فرمایا: ان ذمیوں نے جزیہ اس لئے ادا کیا ہے کہ ان کی جانیں اور ان کا مال ہماری جانوں اور ہمارے مال کی طرح محفوظ ہو جائیں" [۷۹] مسند زید میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ذمی کے بدلے ایک مسلمان کو سزائے موت دی تھی اور فرمایا تھا: "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کو نبھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہوں" [۸۰] ایک مسلمان آپ کے پاس لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا، گواہوں کے ذریعہ ثبوت مل جانے پر آپ نے اس مسلمان کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا. مقتول کے بھائی نے آکر کہا کہ میں نے اسے

معاف کر دیا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ شاید تمہیں ڈرایا دھمکایا گیا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا: "قاتل کو قتل کر دینے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آئے گا، مجھے اس کے رشتہ داروں نے معاوضہ دے دیا ہے، میں راضی ہو گیا ہوں" آپ نے فرمایا: تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ جو لوگ ذمی ہیں ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہے اور ان کی دیت ہماری دیت کی طرح ہے" [۸۱]

اگر ذمی کے قتل سے دیت لازم آ رہی ہو تو اس کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "یہودی، نصرانی اور ہر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے" [۸۲]

ھ) عورت کے خلاف جرم: اگر مرد کسی عورت پر حملہ آور ہو اور وہ ہلاک ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور عورت کے رشتہ دار قاتل کو آدھی دیت ادا کریں گے کیونکہ عورت کا تاوان مرد کے تاوان کا نصف ہوتا ہے۔ [۸۳]

لیکن اگر جرم جان لینے سے کم درجے کا ہو تو ایسی صورت میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی قصاص (برابری) نہیں ہوگی، حضرت علیؓ نے فرمایا: جان لینے سے کم کے جرم میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی قصاص نہیں" [۸۴] البتہ دیت واجب ہوگی اور یہ مرد کی دیت سے آدھی ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت کے زخموں کی دیت ہر قسم کے زخم میں مردوں کی دیت کا نصف ہوگی" یعنی جان اور جان سے کم ہر قسم کی دیت [۸۵] اس لئے کہ ان دونوں کی دیتیں مختلف ہوتی ہیں، اس لئے ان کا تاوان بھی مختلف ہوگا۔

و) جنین کے خلاف جرم: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنین کو جس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو، ضائع کرنے کے جرم میں ایک غلام یا ایک لونڈی دینے کا فیصلہ دیا ہے۔ [۸۶]

عبدالرزاق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ عبدالملک بن مروان نے جنین کے بارے میں یہ کہا کہ اگر وہ علقۃ (بستہ خون) ہو تو اس کی دیت بیس دینار، اگر لوتھڑا بن چکا ہو تو چالیس دینار، اگر ہڈیاں بھی پیدا ہو چکی ہوں تو ساٹھ دینار، اگر ہڈیوں پر گوشت بھی آ گیا ہو تو اسی دینار اور اگر اس کی خلقت مکمل ہو کر اس کے بال اگ آئے ہوں تو سو دینار۔ عبدالملک نے یہ فیصلہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی اسی قسم کا فیصلہ دیا تھا [۸۷] (دیکھئے لفظ اجہاض)

ز) سزائے موت پانے والے کے خلاف جرم: عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق میں ذکر کیا

ہے کہ ایک شخص حضرت یعلیٰ (حضرت عمرؓ کے ایک عامل) کے پاس آکر کہنے لگا کہ "یہ میرے بھائی کا قاتل ہے" حضرت یعلیٰ نے اس کو اس شخص کے حوالے کر دیا، اس نے تلوار اس کے جسم میں اتار دی اور سمجھ لیا کہ یہ مر چکا ہے حالانکہ ابھی اس میں تھوڑی سی جان باقی تھی، اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے اور اس کا علاج کیا جس سے اسے صحت ہو گئی، وہ شخص پھر حضرت یعلیٰ کے پاس آیا اور اپنی بات دہرائی۔ یعلیٰ نے اس سے کہا کہ میں نے تو اسے تمہارے حوالے کر دیا تھا، پھر کیا ہوا؟ اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ یعلیٰ نے متعلقہ شخص کو بلوایا اور دیکھا کہ وہ چل سکتا ہے اور زخم بھی بھر گئے ہیں۔ حضرت یعلیٰ نے اس شخص کی دیت لازم کر دی اور شکایت کنندہ سے کہا: "اگر تم چاہو تو اپنے لگائے ہوئے زخموں کی دیت اس شخص کو دے دو اور پھر اسے قتل کر دو ورنہ اسے چھوڑ دو۔" وہ شخص حضرت عمرؓ کے پاس چلا گیا اور حضرت یعلیٰ کے فیصلے کے خلاف اپیل کی، حضرت عمرؓ نے حضرت یعلیٰ کو فوری طور پر مدینہ پہنچنے کا حکم دیا۔ انہوں نے آکر حضرت عمرؓ سے ساری کہانی بیان کی، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے اس بارے میں مشورہ کیا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یعلیٰ نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ غرض حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت یعلیٰ کے فیصلے سے متفق ہو گئے کہ یا تو وہ دیت ادا کر کے اسے قتل کر دے اور چاہے تو چھوڑ دے اور قتل نہ کرے۔ [۸۸]

ح) حملہ آور کے خلاف اقدام: ایسا حملہ جس سے بچاؤ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اس کے خلاف جوابی قدم اٹھایا جائے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱ جز ب کا مسئلہ ۲، جز ک)

ط) اس شخص کے خلاف جرم جو اپنی ذات کے خلاف جرم کرنے کا خود سبب بن گیا: جیسا کہ چار آدمیوں اور شیر کے واقعہ میں پہلے گذر چکا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱ جز ب کا مسئلہ ۲، جز ج) حضرت علیؓ نے اس بارے میں جو فیصلہ دیا وہ بھی گذر چکا ہے۔

ی) کسی ناکارہ عضو کو نقصان پہنچانے کا جرم: مثلاً گونگے کی زبان، مفلوج ٹانگ، ہیجڑے یا نامرد کا عضو تناسل وغیرہ۔ حضرت علیؓ کی اس کے متعلق یہ رائے تھی کہ اس میں دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قبول کر لیا جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "گونگے کی زبان، لنگڑے کی ٹانگ، ہیجڑے کا عضو تناسل اور نامرد کے بارے میں ثالثی یعنی دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قابل قبول ہے" [۸۹]

ک) مجنی علیہ: (جس کے خلاف جرم کیا جائے) کے کسی ایسے عضو کو نقصان پہنچانے کا جرم جس سے اس عضو کی جنس منفعت ختم ہو جائے۔ کیونکہ اس کے جسم کا وہ دوسرا حصہ جس سے یہ منفعت حاصل ہو سکتی تھی پہلے ہی بیکار ہو مثلاً یک چشم کی درست آنکھ کو نقصان پہنچانے کا جرم، یا ایک مفلوج ہاتھ والے کے دوسرے درست ہاتھ کو نقصان پہنچانے کا جرم: ایسی صورت میں حضرت علیؓ نے بدلہ لینے والے کو یہ اختیار دیا ہے کہ یا تو وہ پوری دیت وصول کر لے یا مجرم کی ایک آنکھ پھوڑ دے۔ عبدالرزاق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یک چشم کو جس کی درست آنکھ کو جان بوجھ کر پھوڑ دیا گیا تھا، یہ اختیار دیا تھا کہ یا تو وہ پوری دیت وصول کر لے یا مجرم کی ایک آنکھ پھوڑ دے اور نصف دیت وصول کر لے۔ [۹۰]

۳۔ جرم یعنی جنایت کی نوعیت:

جرم یا تو جان لیوا ہو گا یا اس سے کم

الف) جان لیوا جرم: جان لیوا جرم کی چار قسمیں ہیں۔ عمد، شبہ عمد، خطا اور قائم مقام خطا۔

۱) قتل عمد (جان بوجھ کر قتل کرنا) اس میں ضرب کسی ہتھیار سے لگائی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قتل عمد ہتھیار سے ہوتا ہے" [۹۱] "تلوار یا لوہے سے قتل عمد ہوتا ہے" [۹۲] قتل عمد سے قصاص واجب ہو جاتا ہے اگر مقتول کے رشتہ دار معاف نہ کر دیں۔

۲) شبہ عمد: یعنی مشابہ عمد۔ اس میں ضرب ہتھیار کے سوا کسی اور چیز سے لگائی جاتی ہے مثلاً پتھر، لاٹھی وغیرہ۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "شبہ عمد موٹی لکڑی اور بڑے پتھر کی ضرب سے ہوتا ہے" [۹۳] ابن حزم کا قول ہے: "حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت کے سوا کسی اور صحابی سے شبہ عمد کے بارے میں کوئی روایت منقول نہیں ہے" [۹۴] شبہ عمد سے دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے جس کا عنقریب بیان آئے گا۔

۳) خطاً قتل کرنا: کسی انسان کو بلا قصد و ارادہ ضرب لگانا جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "خطا یا غلطی سے قتل کرنے کی یہ صورت ہے کہ قاتل کا ارادہ کسی اور کو مارنے کا ہو، لیکن غلطی سے ضرب دوسرے کو لگ جائے اور اس کی جان چلی جائے" [۹۵]

ایک آدمی نے اپنی ماں کو پتھر اٹھا کر مارا جس سے وہ مر گئی. مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے اس شخص کو دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور ماں کے ترکہ میں اسے کوئی حصہ نہیں دیا اور اس سے فرمایا کہ "ماں کی میراث میں تمہارا حصہ پتھر ہے" [۹۶] قتل خطا سے دیت واجب ہوتی ہے۔

۴) قتل قایم مقام قتل خطا: ایسا قتل جس میں مجرم قتل کا سبب بن گیا ہو۔ اس قسم کے قتل میں ذمہ داری عائد کرنے کے لئے تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

اول: مجرم نے کوئی کام سرانجام دیا ہو یا کسی کام کی انجام دہی سے باز رہا ہو۔

دوم: مجرم نے غلطی سے کوئی کام سرانجام دیا ہو یا غلطی سے کسی کام کے انجام دہی سے باز رہا ہو۔

سوم: اس کام کے انجام دینے یا باز رہنے اور موت کے درمیان سببیت کا تعلق ہو۔ اگر سببیت کا تعلق موجود نہ ہو گا تو مسئولیت بھی ختم ہو جائے گی۔ اس میں مجرم کے ارادے کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا جب تک اس کے فعل یا عدم فعل کے نتیجے میں کوئی نقصان کی صورت نہ پیدا ہوئی ہو۔ پس جو شخص مسلمانوں کی گذر گاہ میں کوئی کنواں کھودے اور اس میں کوئی انسان گر کر مر جائے تو اس پر اس کی دیت لازم ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس نے کوئی کنواں کھودا یا لکڑی کھڑی کر دی جس سے کسی انسان کی موت واقع ہو گئی تو وہ تاوان ادا کرے گا" [۹۷] دو شخصوں نے آ کر ایک شخص کے خلاف چوری کی گواہی دی، حضرت علیؓ نے اسے قطع ید کی سزا دے دی۔ پھر ان دونوں گواہوں میں سے ایک گواہ ایک تیسرے شخص کو حضرت علیؓ کے پاس لے کر آیا اور کہا کہ چوری اس نے کی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا "اگر تم دونوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوتا تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا"۔ پھر آپ نے ان دونوں کی تیسرے شخص کے خلاف گواہی کو کالعدم قرار دیتے ہوئے ان سے پہلے شخص کے ہاتھ کٹنے کا تاوان بھروا لیا۔ [۹۸]

ایک شخص نے دیوار پر چڑھے ہوئے ایک بچے کو پیچھے ہٹنے کے لئے آواز دی۔ بچہ پیچھے ہٹا اور گر کر مر گیا. حضرت علیؓ نے اس پر بچے کا تاوان عائد کر دیا۔ [۹۹] اس میں غلطی یہ ہوئی کہ اس شخص نے احتیاط نہیں کی، اسے یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے تھی کہ بچہ اس کی آواز سے ڈر جائے گا۔ اس طرح کا فیصلہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا تھا جب کہ آپ نے

ایک بدنام عورت کو، جس کے پاس لوگوں کا آنا جانا تھا اور یہ بات آپ کو ناپسند تھی، بلوابھیجا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہیں امیرالمومنین نے طلب کیا ہے۔ وہ یہ سن کر ڈر گئی اور کہنے لگی: "خدا خیر کرے، عمرؓ کا مجھ سے کیا کام!" پھر وہ آپ کی طرف چل پڑی۔ راستے میں خوف کے مارے دردِ زہ شروع ہو گیا، وہ ایک مکان میں داخل ہو گئی اور اسقاط حمل ہو گیا، بچے نے دو چیخیں ماریں اور مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس مسئلے کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا، بعض نے یہ کہا کہ اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں، آپ کو بحیثیت حاکم کے تادیب کرنے کا حق حاصل ہے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے، جب حضرت عمرؓ نے ان سے رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اگر ان حضرات نے اپنی رائے سے یہ مشورہ دیا ہے تو ان کی رائے غلط ہے، اور اگر آپ کی طرف داری میں بات کہی ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ پر اس کی دیت واجب ہے۔ آپ نے ہی اس عورت کو بلوا کر اسے خوف زدہ کر دیا تھا اور آپ کی طرف آتے ہوئے راستے میں اس کا اسقاط ہو گیا۔" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اس بچے کی دیت قریش سے وصول کر لیں کیونکہ اس بچے کی موت کا سبب حضرت عمرؓ بنے تھے [۱۰۰] اور قریش حضرت عمرؓ کے عاقلہ تھے۔

ب) ایسا جرم جو جان لیوا جرم سے کم درجے کا ہو: آثار و نتائج کے لحاظ سے اس جرم کی تین قسمیں ہیں:

۱) اعضاء کو کاٹ کر الگ کر دینا، مثلاً ہاتھ یا کان کاٹ دینا یا آنکھ نکال دینا وغیرہ۔

۲) کسی عضو کو ناکارہ بنا دینا، مثلاً بینائی ختم کرنا یا بہرہ کر دینا یا ہاتھ کو مفلوج کر دینا وغیرہ۔

۳) سر یا جسم کو لگنے والے زخم: شدت کے لحاظ سے ان زخموں کی ترتیب درج ذیل ہے:

حارصہ: وہ زخم جس سے جلد میں خراش آ جائے یعنی جلد تھوڑی سی پھٹ جائے۔ اگر یہ زخم جان بوجھ کر لگایا گیا ہے تو اس میں قصاص ہو گا، ورنہ دو عادل آدمیوں کا فیصلہ۔

دامعہ: جس زخم کے لگنے سے خون نکل تو آئے لیکن آگے نہ بہے، اس میں عمد کی صورت میں قصاص ہے ورنہ دو عادل آدمیوں کا فیصلہ۔

دامیہ: جس زخم سے خون بہنا شروع ہو جائے۔ اگر عمداً ہے تو قصاص لازم آئے

گا ورنہ دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قبول کیا جائے گا۔
باضعہ : وہ زخم جس سے گوشت کٹ جائے، اگر عمداً ہوگا تو قصاص ورنہ حکومت یعنی دو عادل آدمیوں کا فیصلہ۔
متلاحمہ : وہ زخم جو گوشت کو پھاڑ دے لیکن ہڈی کے اوپر باریک جھلی تک نہ پہنچے، اگر جان بوجھ کر لگایا گیا ہو تو قصاص واجب ہوگا ورنہ حکومت یعنی دو عادل آدمیوں کا فیصلہ۔
سمحاق : وہ زخم جو گوشت پھاڑ کر ہڈی کے اوپر والی جھلی تک پہنچ جائے اگر عمداً لگایا گیا ہو تو قصاص واجب ہوگا ورنہ حکومت، یعنی ثالثی ہوگی۔
موضحہ : اس زخم میں ہڈی نظر آنے لگتی ہے۔ اس زخم میں گہرائی ہوتی ہے۔
اگر عمداً ہو تو قصاص ورنہ دو عادل آدمیوں کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔
ہاشمہ : یہ زخم ہڈی کو توڑ دیتا ہے۔ لیکن ہڈی اپنی جگہ نہیں چھوڑتی۔ اس میں کوئی قصاص نہیں۔
منقلہ : اس زخم میں ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ چھوڑ دیتی ہے۔ اس میں بھی کوئی قصاص نہیں۔
آمہ : یہ سر کا زخم ہے جو سر کی ہڈی اور دماغ کی درمیانی جھلی تک جا پہنچتا ہے۔ اس میں بھی کوئی قصاص نہیں۔
دامغہ : یہ زخم سر کی ہڈی پھاڑ کر دماغ کو بھی پھاڑ دیتا ہے۔ اس میں کوئی قصاص نہیں۔
جائفہ : پیٹ کا یہ زخم جو انتڑیوں تک جا پہنچتا ہے اس میں بھی کوئی قصاص نہیں۔

۴) ہر وہ تکلیف اور ضرر جو ایک شخص دوسرے کے جسم کو پہنچاتا ہے مثلاً تھپڑ، کوڑے کی ضرب وغیرہ۔

## ۴۔ سزائیں :

مجرم کو ملنے والی سزائیں درج ذیل ہیں :

### الف) قصاص :

۱) قصاص لینے کا حق کسے حاصل ہے؟ : قصاص اس شخص کا حق ہے جس پر زیادتی کی گئی ہو، اگر جرم جان لیوا نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو، اگر جرم جان لیوا ہو تو یہ حق اس کے نسبی اور سببی رشتہ داروں کا ہے جن میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔ اگر قصاص کے حق دار

معاف کر دیں تو معافی درست ہوگی اور قصاص ساقط ہو جائے گا۔ اس سے پہلے ذمی کا واقعہ گذر چکا ہے جو ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور ثبوت بھی مل گیا تھا، حضرت علیؓ نے قاتل کو قتل کر دینے کا حکم بھی دے دیا تھا کہ مقتول کا بھائی آیا اور کہنے لگا کہ میں نے قاتل کو معاف کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ قاتل کے رشتہ داروں نے تمہیں ڈرایا دھمکایا تو نہیں ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ قاتل کے قتل ہو جانے سے میرا بھائی تو واپس نہیں آسکتا، ان لوگوں نے مجھے معاوضہ دے کر راضی کر لیا ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے معافی کی توثیق کر دی۔ [۱۰۱]

۲) قصاص جاری کرنے کی شرطیں: ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قصاص پر عمل درآمد کی جو شرائط روایتوں سے ملی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مجرم یعنی قاتل، بالغ اور صاحب اختیار ہو (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲ جزو) اور (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

جس کے خلاف قتل کا جرم ہوا ہو۔ وہ معصوم الدم ہو (یعنی اس کا خون بہانا حرام ہو) اس لئے اس شخص پر قصاص نہیں ہوگا جس کا خون حلال ہو مثلاً بغاوت کرنے والے (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳) اور نہ ہی اس پر قصاص ہوگا جس نے کسی سزائے موت پانے والے کو قتل کر دیا ہو (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز ز)

قاتل اور مقتول میں آزادی میں یکسانیت ہو، اس لئے اگر آزاد نے غلام یا مکاتب کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ ج) اسی طرح دین میں برابری ہو جیسا کہ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے، اس لئے کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز د)

ارتکاب قتل کا یہ جرم عمداً ہو، حضرت علیؓ کا قول ہے: جان بوجھ کر ارتکاب قتل کی سزا ہر صورت میں قصاص ہے" [۱۰۲] اس لئے اگر کسی شخص نے کسی کی آنکھ جان بوجھ کر پھوڑ دی ہو تو اس میں قصاص واجب ہے۔ حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو طمانچہ رسید کیا جس سے اس کی بینائی جاتی رہی لیکن آنکھ کی پتلی اپنی جگہ قائم رہی۔ اس سے قصاص لینے کا ارادہ ہوا لیکن قصاص لینے والوں کو اس کا طریقہ معلوم نہیں تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں طریقہ بتایا، اس کے چہرے پر روئی یا اونی

گدی رکھ دی گئی اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا پھر اس کی آنکھوں کے پاس آئینہ لا کر اس کے ذریعے سورج کا عکس اس کی آنکھوں میں ڈالا گیا۔ سورج کی چمک سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں. بینائی جاتی رہی اور آنکھوں کی پتلیاں اپنی جگہ قائم رہیں۔ [۱۰۳]

جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ یا ان کے رشتہ دار معاف نہ کریں (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ۱)

جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ حملہ آور نہ ہو کہ اس کے حملے سے بچاؤ کی صرف ایک صورت ہو کہ اس پر جوابی حملہ کیا جائے (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۱. جز ب کا مسئلہ ۲، جز ک)

یہ جرم کسی ایسے عضو پر نہ ہوا ہو جو پہلے ہی ناکارہ ہو چکا ہو مثلاً مفلوج ہاتھ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲. جز ز)

قصاص میں مماثلت ممکن ہو. اگر مماثلت ناممکن ہو تو پھر قصاص نہیں لیا جائے گا. اسی بنا پر دماغ کی جھلی تک پہنچنے والا زخم اور اسی طرح کے دوسرے زخموں مثلاً دماغ کو پھاڑ دینے والا زخم اور انتڑیوں تک پہنچنے والے زخم کا کوئی قصاص نہیں کیونکہ ان میں مماثلت ممکن نہیں. لیکن طمانچے کے قصاص کے بارے میں حضرت علیؓ سے صحیح روایت موجود ہے۔ [۱۰۴]

یہ جرم جنین پر اور اس وقت نہ ہوا ہو جب وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہو (دیکھئے لفظ اجھاض، فقرہ ۲)

۳) قصاص کا نفاذ کون کرے گا. قصاص کے نفاذ میں اصول تو یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری امام المسلمین پر ہے (دیکھئے لفظ امارہ. فقرہ ۴. جز ھ) لیکن امیر کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ قتل کے قصاص میں قاتل کو مقتول کے رشتہ داروں کے حوالے کر دے تاکہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کریں۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت یعلیٰ نے قاتل کو مقتول کے اولیاء کے حوالے کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے قاتل کو تلوار ماری اور وہاں سے چلا گیا۔ اس میں ابھی کچھ کچھ سانس باقی تھا کہ اس کے رشتہ دار اسے اٹھا کر لے گئے. اس کا علاج کرایا اور وہ صحت یاب ہو گیا (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۲. جز ز)

۴) قصاص کا سرایت کر جانا. اگر امام کسی شخص سے قصاص لے جو قتل سے کم ہو. پھر اس قصاص کا اثر اس کے جسم میں سرایت کر جائے جس سے وہ ہلاک ہو جائے تو اس کا خون رائیگاں

جائے گا، اس کی دیت بھی نہ ہوگی، حضرت علیؓ کا قول ہے : "جو شخص حد یا قصاص میں ہلاک ہو گیا اس کی کوئی دیت نہیں ادا کی جائے گی۔ دراصل وہ حق کی بنا پر مارا گیا ہے۔" [۱۰۵]

۵) قصاص کا ثبوت : قصاص کے ثبوت کے لئے وہی طریقے ہیں جو حد کے ثبوت کے لئے ہیں (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۴، جزب) اور (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جزو کا مسئلہ ۱)

ب) دیت (یعنی خون بہا) :

۱) دیت کب واجب ہوتی ہے : دیت مندرجہ ذیل حالات میں واجب ہوتی ہے :

اگر کسی ایسے شخص کو جان بوجھ کر قتل کر دیا جائے جس کا خون بہانا شرعاً حرام ہو۔ اور قصاص کے وجوب کے لئے شرائط نہ پائی جائیں جیسا کہ ہم اس کی تفصیل پہلے بیان کر آئے ہیں۔

اگر شبہ عمد یا خطأً یا قائم مقام خطا کی صورتوں میں قتل ہو۔

۲) جان کی دیت کی مقدار : دیت یا مغلظ ہوگی یا مخففہ یا غرہ، اس کی مقدار مختلف نہیں ہوتی، چاہے مقتول مسلمان ہو یا کافر۔

پہلی قسم : دیت مغلظ یہ قتل شبہ عمد میں واجب ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "قتل شبہ عمد میں دیت مغلظ واجب ہوگی اور قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا" [۱۰۶] اس کی مقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق بارہ ہزار درہم یا بارہ سو دینار یا سو اونٹ، یعنی تینتیس جذعہ (پانچ سالہ) تینتیس حقہ (چار سالہ) اور چونتیس ایک اور دو سال کی درمیانی عمر والے جو سب کے سب نر اور مادہ ہوں یا دو ہزار چار سو بکریاں ہوں یا دو سو چالیس گائیں ہوں یا کپڑوں کے ایک سو چالیس یمنی جوڑے ہوں۔ [۱۰۷]

دوسری قسم : دیت غیر مغلظ یہ دیت قتل خطا اور قائم مقام خطا میں واجب ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "قتل خطا میں دیت چاندی میں سے دس ہزار درہم، سونے میں سے ایک ہزار مثقال، اونٹوں میں سے سو اونٹ جن میں پچیس پانچ سالہ اونٹ، پچیس چار سالہ اونٹ، پچیس دو سالہ مادہ اور پچیس یک سالہ مادہ بچے، بکریوں میں سے دو سو بکریاں، گایوں میں سے دو سو گائیں اور کپڑوں کے جوڑوں میں سے دو سو یمنی جوڑے۔ [۱۰۸]

تیسری قسم : الغرۃ۔ غرہ (ایک غلام یا ایک لونڈی) جنین پر کئے گئے جرم میں واجب ہوتا ہے

(دیکھئے لفظ اجہاض، فقرہ ۲)

۴) جان لیوا جرم سے کم جرم کی دیت : یہ دیت یا زخم کی ہوگی یا کسی عضو کو کاٹ کر علیحدہ کرنے کی وجہ سے ہوگی یا کسی عضو کو ناکارہ کرنے کی ہوگی۔

الف) زخموں کی دیت : ذیل میں حضرت علیؓ سے منقولہ دیتوں کی تفصیل دی جاتی ہے:

حضرت علیؓ نے ہڈی کے اوپر کی جھلی تک پہنچنے والے زخم کی دیت چار اونٹ مقرر کی[۱۰۹]

جس زخم میں ہڈی ظاہر ہو جائے اس کی دیت پانچ اونٹ مقرر کی[۱۱۰]

جس زخم سے ہڈی ٹوٹ کر اپنی جگہ چھوڑ دے اس کی دیت پندرہ اونٹ مقرر کی[۱۱۱]

پیٹ میں آنتوں تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت مقرر کی[۱۱۲]

دماغ کے اوپر کی جھلی تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت مقرر کی[۱۱۳] اور اگر یہ زخم عمداً بھی لگایا جائے تو اس میں کوئی قصاص نہیں ہے۔[۱۱۴]

ب) عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر دینے کی دیت : حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر دینے کی دیت کا قاعدہ یہ ہے کہ آزاد انسان کی دیت اور غلام کی قیمت اس کے کٹے ہوئے عضو پر تقسیم کر دی جائے گی اور اس عضو کے حصے میں آنے والی رقم اس کا تاوان ہوگی۔ اگر عضو ایسا ہو جس کا جسم میں جوڑا نہ ہو تو ایسے عضو کی پوری دیت ادا کی جائے گی۔

اگر عضو کے جوڑے ہوں تو ہر عضو کے لئے نصف دیت واجب ہوگی۔ اگر عضو تین ہوں تو ہر ایک عضو کے لئے تہائی دیت واجب ہوگی، وقس علی ہذا۔ اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل فیصلے کئے:

زبان قطع کرنے پر پوری دیت کا فیصلہ[۱۱۵]

عضو تناسل قطع کرنے پر پوری دیت کا فیصلہ[۱۱۶] حشفہ یعنی عضو تناسل کے اگلے حصہ (سپاری) کو آپ ایک مستقل عضو سمجھتے تھے۔ اس لئے اس کے قطع پر دیت کا فیصلہ دیا[۱۱۷]

ناک جڑ سے کاٹنے پر پوری دیت کا فیصلہ[۱۱۸]

سر کے بال اکھیڑ دینے یا جلا دینے پر دیت کا فیصلہ[۱۱۹] ایک شخص گرم ہنڈیا لے کر گذر رہا

تھا کہ ہنڈیا ایک دوسرے شخص کے سر پر الٹ گئی جس سے اس کے بال جل گئے۔ معاملہ حضرت علیؓ تک پہنچا. آپ نے اسے ایک سال کی مہلت دی. اس دوران میں اس کے بال نہیں اگے اس لئے آپ نے بالوں کی دیت ہانڈی والے پر لازم کر دی[۱۲۰] ڈاڑھی کے بالوں کو نقصان پہنچانے پر بھی دیت کی ادائیگی کا فیصلہ دیا۔ خراج ابو یوسف میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کی ڈاڑھی مونڈ دی اور پھر ڈاڑھی کے بال نہیں اگے۔ آپ نے دیت دینے کا فیصلہ دیا۔ [۱۲۱]

دونوں ہونٹوں میں سے ہر ایک کو کاٹ لینے کی نصف دیت کا فیصلہ دیا[۱۲۲]

دونوں ٹانگوں میں سے ہر ایک کے قطع پر نصف دیت کا فیصلہ دیا[۱۲۳]

دونوں ہاتھوں میں سے ہر ایک کے قطع پر نصف دیت کا فیصلہ دیا۔ [۱۲۴]

خصیتین میں سے ہر ایک کے قطع پر نصف دیت کا فیصلہ دیا[۱۲۵]

دو کانوں میں سے ہر ایک کے قطع پر نصف دیت کا فیصلہ دیا[۱۲۶]

دونوں آنکھوں میں سے ہر ایک کے لئے نصف دیت کا فیصلہ دیا[۱۲۷]

انگلیوں میں سے ہر انگلی قطع کرنے پر دس اونٹوں کی دیت کا فیصلہ دیا،[۱۲۸] انگلی کے ہر پورے کو قطع کرنے کی دیت پوری انگلی کی دیت کا تہائی مقرر کیا، البتہ انگوٹھا اس اصول سے خارج ہے کیونکہ اس میں دو جوڑ ہیں ہر جوڑ کو قطع کرنے کی دیت پانچ اونٹ مقرر کئے۔ [۱۲۹]

ہر دانت کو اکھاڑ دینے کی دیت میں پانچ اونٹ دینے کا فیصلہ دیا۔ [۱۳۰]

عبدالکریم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے لونڈی کے بارے میں فیصلہ دیا تھا کہ اگر زبردستی اس کی عصمت دری کی گئی ہو تو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دیت کے طور پر دینا پڑے گا اور اگر باکرہ نہ ہو تو قیمت کا بیسواں حصہ[۱۳۱]

ج) کسی عضو کی کارکردگی معطل ہونے کی دیت : عضو کے اپنی جگہ باقی رہنے کے باوجود اگر اس کی کارکردگی جنایت کی بنا پر ختم ہو جائے تو یہ اس عضو کو کاٹ کر علیحدہ کر دینے کے مترادف ہو گا اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک عضو کا مقصد اس کی کارکردگی ہے جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لئے اس کی کارکردگی معطل ہونے کی صورت میں اس کی اتنی ہی دیت واجب ہونی چاہئے جتنی کہ اسے کاٹ کر جسم سے علیحدہ کرنے کی صورت میں ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے دانت کے متعلق فرمایا کہ اگر اسے نقصان پہنچایا جائے اور پھر

اس کے سیاہ پڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے. تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا۔ اگر ایک سال کے اندر اندر سیاہ پڑ گیا تو اس دانت کی پوری دیت واجب ہو جائے گی. بصورت دیگر اس کے لئے کوئی دیت نہیں[۱۳۲] آپ نے فرمایا: ہاتھ جب شل ہو جائے اور آنکھ جب سفید ہو جائے تو پھر ان کی دیتوں کا وجوب ہو گیا۔ [۱۳۳] ابن قدامہ نے المغنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی پشت توڑ دی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا تو اس میں دیت واجب ہوگی اگرچہ ایک دیت سے زائد واجب نہ ہوگی۔ اگر وہ چل پھر تو سکتا ہو لیکن بیوی سے ہم بستری نہ کر سکتا ہو تو اس میں بھی دیت واجب ہوگی کیونکہ ہم بستری ایسا نفع ہے جس کے حصول کا انسان قصد کرتا ہے اور اس کے عدم حصول کی بنا پر یہ خیال کیا جائے گا کہ گویا وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے۔ [۱۳۴]

اگر کسی کی کارکردگی کا ایک حصہ معطل ہو گیا تو مجرم کو دیت میں سے اس معطل حصے کی مقدار کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ حضرت علیؓ کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں ایک شخص نے دوسرے شخص کی زبان کو ضرب لگائی تھی جس کی وجہ سے اس کی گفتگو کا بعض حصہ واضح ہوتا اور بعض واضح نہیں ہوتا تھا. حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ حروف تہجی میں سے جتنے حروف کی ادائیگی اس کے لئے مشکل ہو گئی ہے دیت میں سے ان کی مقدار ادا کی جائے گی۔ [۱۳۵]

ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے اس کی بینائی گھٹ گئی، مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا. آپ نے مضروب آنکھ پر پٹی بندھوائی اور ایک شخص کو ایک انڈہ دے کر اسے اس جگہ تک جانے کے لئے کہا جہاں تک یہ شخص اپنی درست آنکھ سے دیکھ سکتا تھا، وہاں ایک لکیر لگا دی گئی. پھر پٹی درست آنکھ پر بندھوا کر انڈے والے سے کہا گیا کہ اس جگہ تک جائے جہاں تک یہ اپنی بیمار آنکھ سے دیکھ سکے. وہاں ایک لکیر کھینچ دی گئی پھر یہ سارا عمل ایک دوسری جگہ دہرایا گیا پھر دونوں مقامات پر فاصلوں کی پیائش کی گئی جو برابر نکلی. اس طریقے سے بینائی میں جتنی کمی ہو گئی تھی اس کا پتہ چل گیا اور آپ نے آنکھ کی دیت میں سے اتنا حصہ ادا کرنے کا حکم دیا. [۱۳۶]

د) اگر انسانی جسم میں ایک سے زائد عضو ہوں جن میں ایک کے سوا سب ناکارہ ہو چکے ہوں. اب کسی مجرم نے اسے نقصان پہنچانے والا جرم کیا تو وہ پوری دیت ادا کرے گا۔ اس لئے

کہ اس نے اس شخص کو اپنے اعضاء سے بالکل ہی فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا۔ عطاء نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے: "یک چشم کی تندرست آنکھ کی پوری دیت ہے" [۱۳۷]

۴) دیت کون ادا کرے گا؟ دیت کی ادائیگی دو طرح سے ہوتی ہے۔ بعض دیات تو ایسی ہوتی ہیں جو مجرم اپنے ذاتی مال میں سے ادا کرتا ہے اور اس میں اس کے جدی رشتہ دار شریک نہیں ہوتے۔ یہ وہ دیات ہیں جو عمداً جرم کرنے یا صلح یا اقرار کر لینے کی وجہ سے واجب ہوتی ہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "عمداً جرم کرنے یا صلح یا اعتراف کر لینے کی وجہ سے واجب ہونے والی دیتیں عاقلہ یعنی جدی رشتہ داروں کے ذمہ نہیں آتی ہیں" [۱۳۸]

اسی طرح اگر دیت کی مقدار پانچ اونٹوں سے کم ہو، اور وہ دانت اور ہڈی ظاہر کر دینے والے زخم کی دیت ہے، تو اسے مجرم خود اپنے ذاتی مال میں سے ادا کرے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو دیت دانت اور ہڈی ظاہر کر دینے والے زخم کی دیت سے کم ہو اسے جدی رشتہ دار ادا نہیں کریں گے" [۱۳۹]

بعض دیات کی ادائیگی میں مجرم کے ساتھ اس کے جدی رشتہ دار بھی شریک ہوتے ہیں (دیکھئے لفظ عاقلہ) اور یہ قتل خطاء قتل شبہ عمد اور قتل قائم مقام خطاء ہے۔

اگر مجرم کے جدی رشتہ دار نہ ہوں یا مجرم نامعلوم ہو تو ایسی صورت میں دیت کی ادائیگی بیت المال سے کی جائے گی کیونکہ حضرت علیؓ کی نظر میں بیت المال اس کے عاقلہ کے قائم مقام ہو جائے گا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۲، جزم)

۵) جن دیات کی بالاقساط ادائیگی جائز ہے: قتل عمد میں دیت مجرم کے مال سے فوری طور پر ادا کی جائے گی اور اس میں قسطوں کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن قتل شبہ عمد، قتل خطا اور قائم مقام خطا والے قتل میں دیت کی تین سالوں تک قسطوں میں ادائیگی جائز ہے [۱۴۰]

ج) کفارہ:

قتل خطاء کا کفارہ ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا ہے، اگر غلام نہ ہو تو پھر دو ماہ متواتر روزے رکھے، ارشاد باری ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ
مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ
مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ
مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ
فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء ـ ۹۲)

(کسی مومن کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کر دے مگر یہ کہ اس سے چوک ہو جائے. جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ کفارہ میں ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت مقتول کے اہل خاندان کے حوالے کرے. مگر یہ کہ اس کے اہل خاندان دیت معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے معاہدہ ہو تو اس کے اہل خاندان کو دیت دی جائے گی اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانا ہے۔

## جنون : دیوانگی

دیوانہ پر تمام تصرفات کی بندش (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۳)

دیوانی عورت کے نکاح کا فسخ ہو جانا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸ جز الف)

دیوانے کا ارتکاب جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۲، جز ب)

نیز (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۲، جز و)

دیوانے پر حد جاری نہ کرنا (دیکھئے حد، فقرہ ۳، جز الف کا مسئلہ ۱)

دیوانے کے مال میں وجوب زکوۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۲)

## جنین : جنین، شکم مادر میں بچہ

جنین کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ اجہاض)

جانور کے ذبح کے ساتھ اس کے جنین کا بھی ذبح ہو جانا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۲)

جنین کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ب)

## جہاد : جہاد

جہاد کے متعلق کچھ زیادہ معلومات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول نہیں ہوئی ہیں اور اس کی وجہ شاید داخلی شورشیں تھیں جنھوں نے آپ کو خارجی دشمنوں سے جہاد کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ اس لئے اس میدان میں آپ کے فتوے، فیصلے اور تصرفات بہت کم ہیں۔ بہرحال حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ ترک جہاد اور دنیا کی طرف میلان بہت بڑی ہلاکت ہے حضرت علیؓ سے اس آیت :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ

، (آل عمران ۔ ۱۴۹) (اے ایمان والو، اگر تم کافروں کا کہا مانو گے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے اور پھر تم گھاٹے میں پڑ جاؤ گے) کا مطلب پوچھا گیا کہ آیا اس سے مراد تعرب یعنی دیہات میں اقامت پذیر ہونا ہے؟ آپ نے فرمایا : "نہیں، اس سے مراد کھیتی باڑی ہے" [۱۴۱] حضرت علیؓ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ کھیتی باڑی میں مشغول ہو کر جہاد چھوڑ بیٹھنا ہے۔

### ۱۔ کسی فاسق کے جھنڈے تلے جہاد کرنا :

جہاد کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے امیر کے جھنڈے تلے جہاد کریں چاہے یہ امیر نیک ہو یا فاسق۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : حج اور جہاد کو کسی ظالم کا ظلم فاسد نہیں کرتا، جس طرح کہ فسق کا غلبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فاسد نہیں کرتا" [۱۴۲] (دیکھئے لفظ امارہ فقرہ ۶، جز ب)

### ۲۔ جہاد میں لشکر کی قیادت کسی اہل الرائے کے پاس ہونی چاہئے :

حضرت علی رضی اللہ عنہ لشکر کی قیادت کے لئے ہمیشہ کسی تجربہ کار بڑی عمر کے انسان کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ اس میں سمجھ اور تجربہ دو باتیں ہوتی ہیں، اور نوجوان کو باوجود طاقت اور جوش و جذبے کی موجودگی کے اس کام کے لئے منتخب نہیں کرتے تھے۔ علی بن ربیعہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں : "میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ میں اپنے چچا کے مقابلے میں زیادہ جری اور ڈٹ جانے والا ہوں، اس لئے مجھے ان کے عہدے پر متعین کر دیجئے" حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا : "بھتیجے، بوڑھے کی رائے نو عمر کی آنکھوں دیکھی سے بہتر ہوتی ہے" [۱۴۳] حضرت علیؓ کی بڑی خواہش

ہوتی کہ اہل الرائے آپ کے ساتھ ہوں۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ نے ایک دفعہ مروان اور اسود سے کہا: تم دونوں نے قیس بن سعد اور ان کی رائے اور تدبیروں سے علیؓ (حضرت علی) کی مدد کی ہے۔ بخدا اگر تم آٹھ ہزار لڑاکا جوانوں سے ان کی مدد کرتے تو میرے لئے یہ بات پہلی بات کی بہ نسبت زیادہ غصہ دلانے والی نہ ہوتی" [۱۴۴]

۳۔ جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے والی چالیں چلنا:

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ دشمن کو دھوکہ دینے والی جنگی چالیں کامیابی کی ایک بڑی بنیاد ہے اور یہ رائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق تھی۔ روایت میں ہے عمرو بن ود حضرت علیؓ کے مقابلے پر آیا تو آپؓ نے اس سے کہا: "میں دو آدمیوں سے بیک وقت مقابلے کے لئے میدان میں نہیں اترا ہوں" یہ سن کر عمرو نے پیچھے کی طرف دیکھا اور حضرت علیؓ نے اچھل کر اسے تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ وہ کہنے لگا کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: "جنگ میں تو دھوکہ ہی ہوتا ہے" [۱۴۵]

۴۔ میدان جنگ سے فرار:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کیا ہے کہ میدان جنگ سے فرار بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے قول کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی مزید تاکید کی ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ [۱۴۶]

جہاد میں نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۸)

جنگی قیدی (دیکھئے لفظ اسیر)

جنگ سے حاصل ہونے والا مال غنیمت (دیکھئے لفظ غنیمہ)

## جہالہ: جہالت، ناواقفیت

دیکھئے لفظ غرر

## جہل: لاعلمی، ناواقفیت

لاعلمی وہ شبہ ہے جو حد کو ساقط کر دیتا ہے (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز الف کا مسئلہ ۲)

جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس وارث کی موت پہلے واقع ہوئی ہے ایسی حالت میں تقسیم ترکہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز الف)

## جوار : پڑوس

مسجد کا پڑوسی کون ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵ جز الف)

پڑوس کی بنا پر حق شفعہ کا ثبوت (دیکھئے لفظ شفعہ، فقرہ ۲)

## جواہر: جمع جوہر، جواہرات

جواہرات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۴)

## جورب : موزہ، پایتابہ، جراب

وضو میں جرابوں پر مسح (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز ط کا مسئلہ ۲)

## جوع : بھوک

بھوکا رکھنا بھی اکراہ کا ایک ذریعہ ہے (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۲)

# حرف الجیم

## - ج -

۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۴۹۷
۲۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۱۰
۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۳۱
۴۔ کنزالعمال ۱۴۳۴۶، المغنی جلد ہشتم ص ۵۳۷۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۰۵، خراج یحییٰ بن آدم ص ۷۴
۵۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۳۱
۶۔ اموال ابی عبید ص ۴۴، المغنی جلد ہشتم ص ۵۰۴
۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۳۱۱ ب، کنزالعمال ۱۴۸۵
۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۳۱۱، مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۷۱، الاموال ص ۴۸
۹۔ المغنی جلد پنجم ص ۶۶۱
۱۰۔ المغنی جلد پنجم ص ۶۶۲، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۰۹
۱۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۶
۱۲۔ المحلی جلد ہشتم ص ۲۰۹
۱۳۔ کنزالعمال ۱۳۶۹۰، المغنی جلد ہشتم ص ۳۱۵
۱۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۴
۱۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۳
۱۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۵، الام جلد ہفتم ص ۱۸۰، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۴۸
۱۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۱
۱۸۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۵، کنزالعمال ۱۳۴۲۲، المغنی جلد ہشتم ص ۳۱۵
۱۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۵، ۳۷۳
۲۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۰، کنزالعمال ۱۳۶۸۹
۲۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۷۰، خراج ابی یوسف ص ۱۹۳، کنزالعمال ۱۴۳۲۱، المغنی جلد ہشتم ص ۳۱۳
۲۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸، الروض النضیر جلد اول ص ۴۹۴۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۸۹، المحلی جلد اول ص ۷۸، المجموع جلد دوم ص ۳۷۲
۲۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۳۶، سنن بیہقی جلد اول ص ۸۹، معرفہ السنن والاثار جلد اول ص ۳۵۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸، الروض النضیر جلد اول ص ۴۹۴، المجموع جلد اول ص ۱۷۱، المغنی جلد اول ص ۱۴۳
۲۴۔ المجموع جلد دوم ص ۸۰

۲۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴ ب

۲۶۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۸۰، کنزالعمال ۲۷۴۶۹

۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰ اب، المغنی جلد اول ۲۲۹، المجموع جلد اول ص ۱۷۱

۲۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۲۷۷، کنزالعمال ۲۷۴۶۸

۲۹۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۴۷

۳۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۰۰

۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۳ اب، المحلی جلد گیارہ ص ۵

۳۲۔ المغنی جلد ہفتم ص ۸۱۸، المحلی جلد گیارہ ص ۷

۳۳۔ المحلی جلد دہم ص ۵۰۵

۳۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۰۱، اخبار القضاۃ جلد اول ص ۹۵

۳۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۹۸، المغنی جلد ہشتم ص ۳۴۱

۳۶۔ قاتل نامعلوم ہونے کی صورت میں اس محلہ کے پچاس آدمی لئے جائیں گے جہاں مقتول کی لاش ملی ہوگی، وہ سب یہ قسم کھائیں گے کہ نہ انہوں نے قتل کیا ہے اور نہ ہی وہ قاتل کو جانتے ہیں۔ قسم کھالینے کے بعد وہ مقتول کی دیت بھر دیں گے۔ اس پورے عمل کو قسامہ کہتے ہیں۔ (مترجم)

۳۷۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۱، المحلی جلد دہم ص ۴۶۸، المغنی جلد ہفتم ص ۷۹۱

۳۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۷۹

۳۹۔ المحلی جلد دہم ص ۴۶۸، عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۱

۴۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۶، مسند زید جلد چہارم ص ۵۹۲

۴۱۔ اخبار القضاۃ جلد اول ص ۹۵، مسند زید جلد چہارم ص ۶۰۱

۴۲۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۶

۴۳۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۷

۴۴۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۷

۴۵۔ موسوعہ فقہ عمر لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ ۲ جزب، عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۷۷، سنن بیہقی جلد ہشتم ص ۴۱، الموطا جلد دوم ص ۸۷۱، تعلیق البخاری علی الدیات، المغنی جلد ہفتم ص ۶۴۹

۴۶۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۴۲

۴۷۔ المغنی جلد ہفتم ص ۶۷۱

۴۸۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۴

۴۹۔ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ تعلیم کے ہمہ گیر اثرات کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ تعلیم وہ چیز ہے جو انسان تو انسان اگر حیوان کو بھی دی جائے تو وہ اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے۔ حضرت علیؓ کی تعلیم کا ہی اثر تھا کہ

حضرت حسنؓ ایسے پیچیدہ مسئلوں میں ایسی درست رائے کا اظہار کرتے تھے۔ (مترجم)

۵۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۱۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۹، المحلی جلد گیارہ ص ۳۹۳، المغنی جلد ششم ص ۲۲۸

۵۱۔ المحلی جلد دہم ص ۵۱۲، عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۸۰ اور ۴۲۷، المغنی جلد ہفتم ص ۷۵۵، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۲۰

۵۲۔ المحلی جلد دہم ص ۵۰۸، المغنی جلد ہشتم ص ۷۵۷ اور ۷۸۲

۵۳۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۷۰، مسند زید جلد چہارم ص ۵۶۲

۵۴۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۴

۵۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۷۱

۵۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۵۸، سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۲۳، المحلی جلد گیارہ ص ۲۴، المغنی جلد ہفتم ص ۷۸۱ اور ۸۳۳

۵۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۹۰

۵۸۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۸۶

۵۹۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۷

۶۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۳۳، المحلی جلد دہم ص ۴۲۱

۶۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۸۷، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۵۵

۶۲۔ الموطا جلد دوم ص ۷۳۰، عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۳۳، المغنی جلد ہفتم ص ۶۴۹ اور جلد ہشتم ص ۳۳۲، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۱۹

۶۳۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۳

۶۴۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۴

۶۵۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۴۵۱

۶۶۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۷۹

۶۷۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۵۷، المحلی جلد گیارہ ص ۲۲، المغنی جلد ہفتم ص ۷۲۷، کنزالعمال ۱۳۴۳۳

۶۸۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۶۷

۶۹۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۵۰

۷۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۷۷، المحلی جلد دہم ص ۴۲۸

۷۱۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۵۸۳، المغنی جلد ہفتم ص ۶۵۸

۷۲۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۰، المحلی جلد ہشتم ص ۱۵۴

۷۳۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۶

۷۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۷۰، المغنی جلد ہشتم ص ۶۱

۷۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۶۳

۷۶۔ المحلی جلد نہم ص ۳۳

۷۷۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۱۰، مسند زید جلد چہارم ص ۵۹۱، المحلی جلد گیارہ ص ۵۱، المغنی جلد ہفتم ص ۷۹۹

۷۸۔ المحلی جلد دہم ص ۳۴۶، الاعتبار ص ۱۹۰، المغنی جلد ہفتم ص ۶۵۲

۷۹۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۵

۸۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۷۷

۸۱۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۵۷۸

۸۲۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۹۷، الروض النضیر جلد چہارم ص ۵۷۸

۸۳۔ المغنی جلد ہفتم ص ۶۷۹، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۶۲، الام جلد ہفتم ص ۱۷۶

۸۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۶۳

۸۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۹۷، خراج ابی یوسف ص ۱۹۰، الدرایہ جلد دوم ص ۲۷۶، مسند زید جلد چہارم ص ۵۶۸
المغنی جلد ہفتم ص ۷۹۷

۸۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۷۲

۸۷۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۵۵

۸۸۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۳۱

۸۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۸۸

۹۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۳۱

۹۱۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۷۱

۹۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۴۷

۹۳۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۸۰، ۲۷۸، المحلی جلد دہم ص ۳۸۴، مسند زید جلد چہارم ص ۵۴۷، الام جلد ہفتم ص
۱۷۶

۹۴۔ المحلی جلد دہم ص ۳۸۴

۹۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۴۷

۹۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۰۵

۹۷۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۹۳ اور جلد دہم ص ۲۷، المغنی جلد ہفتم ص ۸۲۲

۹۸۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۸۸ اور ۸۹، المغنی جلد ہفتم ص ۶۴۶، ۶۷۵، ۸۳۳

۹۹۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۳۱

۱۰۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۵۸، المحلی جلد گیارہ ص ۲۴، المغنی جلد ہفتم ص ۸۳۳

۱۰۱۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۵۷۸
۱۰۲۔ المحلی جلد دہم ص ۳۷۰
۱۰۳۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۲۸، المغنی جلد ہفتم ص ۷۱۵
۱۰۴۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۵۶
۱۰۵۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۲، المغنی جلد ہفتم ص ۷۲۷
۱۰۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۸۱
۱۰۷۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۵۴۱، عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۸۴، خراج ابی یوسف ص ۱۸۶، والام جلد ہفتم ص ۱۷۷
۱۰۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۴۱، الام جلد ہفتم ۱۷۶، خراج ابی یوسف ص ۱۸۶، المحلی جلد دہم ص ۳۹۰، عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۸۷، المغنی جلد ہفتم ص ۷۷۰ اور ۷۶۰
۱۰۹۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۱۲، اخبار القضاۃ جلد سوم ص ۱۳، المغنی جلد ہشتم ص ۵۵
۱۱۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۰۶
۱۱۱۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۱۸، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰
۱۱۲۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۶۹، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰
۱۱۳۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۱۶، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰
۱۱۴۔ المغنی جلد ہفتم ص ۷۰۹
۱۱۵۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۵۸، المحلی جلد ص ۴۴۳، ۴۴۸، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰، المغنی جلد ہشتم ص ۱۵
۱۱۶۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، اور جلد نہم ص ۳۷۱، المحلی جلد دہم ص ۴۴۸، ۴۴۹، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰
۱۱۷۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، المحلی جلد دہم ص ۴۴۹
۱۱۸۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۳۸، المحلی جلد دہم ص ۴۴۸ اور ۴۳۱، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰
۱۱۹۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۰
۱۲۰۔ المحلی جلد دہم ص ۴۴۳، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۱۹
۱۲۱۔ ابو یوسف رقم ۹۶۳
۱۲۲۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۴۳، المحلی جلد دہم ص ۴۴۶، ۴۴۸، مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰، المغنی جلد ہشتم ص ۱۴
۱۲۳۔ المحلی جلد دہم ص ۴۴۸، ۴۴۲، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۸۰، المغنی جلد ہشتم ص ۳۵

۱۲۴۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۸۰۔ المحلی جلد دہم ص ۴۳۸ اور ۴۴۸

۱۲۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۷۳۔ المحلی جلد دہم ص ۴۴۹

۱۲۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۲۳۔ المحلی جلد دہم ص ۴۴۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۸

۱۲۷۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۲۷۔ المحلی جلد دہم ص ۴۱۸۔ اور ۴۴۸

۱۲۸۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۔ اور جلد نہم ص ۳۸۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۵

۱۲۹۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۵

۱۳۰۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵ اور جلد نہم ص ۳۴۵۔ المحلی جلد دہم ص ۴۱۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰

۱۳۱۔ کنزالعمال رقم ۱۳۵۶۴

۱۳۲۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۴۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۸۱۔ المحلی جلد دہم ص ۴۱۶

۱۳۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۸۱

۱۳۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۲

۱۳۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۰۱

۱۳۶۔ المغنی جلد ہشتم ص ۴

۱۳۷۔ المحلی جلد دہم ص ۴۱۹۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵

۱۳۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۸

۱۳۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۵۰

۱۴۰۔ المغنی جلد ہفتم ص ۷۶۷، ۷۷۱، ۷۸۱

۱۴۱۔ السیرالکبیر لامام محمد بن الحسن بشرح السرخسی جلد اول ص ۱۹

۱۴۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۲۴

۱۴۳۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۱۳

۱۴۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۴۷۸

۱۴۵۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۰

۱۴۶۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۹۴

# حرف الحاء

## ح

### حارصہ : ایسا زخم جس سے جلد میں خراش پیدا ہو جائے

(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲ ب کا مسئلہ ا، جز۔ خ)

### حامل : حاملہ عورت

(دیکھئے لفظ حمل)

### حبس : قید کرنا، قید خانہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بانسوں سے گھرا ہوا ایک قید خانہ بنایا تھا جس کا نام نافع (مفید) رکھا گیا تھا، کچھ قیدی وہاں سے بھاگ نکلے، آپ نے اسے توڑ کر مٹی کی دیواروں کا دوسرا قید خانہ بنوایا جس کا نام ,مخیس، رکھا۔ آپؓ اکثر اس کے متعلق یہ رجزیہ شعر پڑھتے ۔

کیا تو مجھے بڑا باتدبیر اور ہوشیار نہیں پا رہا ہے
میں نے نافع قید خانہ کی ناکامی کے بعد مخیس نامی قید خانہ بنایا

قیدیوں کے اخراجات (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۲)

کسی کو محبوس کرنا بھی اکراہ (مجبور کرنا) کا ایک ذریعہ ہے (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۲)

کسی کو قید کرنا اسے تعزیری سزا دینے کی ایک صورت ہے (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲، جز۔ ز)

چور کو قطع ید کے بعد اس کی صحت کی دیکھ بھال کے لئے قید خانہ میں رکھنا (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵، جز۔ ب)

حد جاری کرنے کے بعد قید کرنا بھی ایک سزا ہے (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ الف)

تیسری مرتبہ چوری کرنے پر چور کو قید خانہ میں ڈال دینا (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵، جز۔ الف)

جلا وطن کرنے کی بجائے قید کر دینا (دیکھئے حرابہ، فقرہ ۲) اور دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز۔ ل کا مسئلہ ۲ جز۔ الف)

حبس دوام (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱ جزب کا مسئلہ ۲، جز۔ د) اور (لفظ سرقہ، فقرہ ۵، جز ا الف)
کسی کو چھان بین اور تحقیق کے لے قید کرنا (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جز۔ ھ) اور (لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز۔ ج)
جس شخص پر کوئی سزالازم ہو گئی ہو اسے اس کے نفاذ کے لئے قید کر دینا (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۴) اور (دیکھئے لفظ ردہ، فقرہ ۴، جز۔ د) اور (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز الف کا مسئلہ ۱، جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ح)
رہزنوں کو قید کر دینا (دیکھئے لفظ حرابہ، فقرہ ۲)
قرض دار کو قید کر دینا (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جز ھ)
فحاشی پھیلانے والے کو قید کر دینا (دیکھئے لفظ دعر)
قیدی کو پابہ زنجیر کر دینا (دیکھئے لفظ ردہ. فقرہ ۴، جز۔ د)

## حج : حج کرنا، حج

ہم حج پر بحث کو درج ذیل نکات میں سمیٹیں گے:
۱۔ تعریف، ۲۔ حج کن لوگوں پر فرض ہے، ۳۔ مواقیت. ۴۔ نیت اور حج کی نوعیت کی تعیین، ۵۔ احرام (الف۔ احرام کہاں سے شروع ہوتا ہے. ب۔ احرام باندھنے والے کو کن باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے، ج۔ احرام کی خلاف ورزیوں کی سزائیں)، ۶۔ تلبیہ، ۷۔ طواف قدوم، ۸۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی. ۹۔ عرفات میں وقوف، ۱۰۔ مزدلفہ میں، ۱۱۔ منیٰ میں، ۱۲۔ طواف افاضہ . ۱۳۔ دوبارہ منیٰ میں، ۱۴۔ طواف وداع، ۱۵۔ حیض والی عورت کا حج۔

### ۱۔ تعریف:

مسلمان کا مخصوص اوقات میں خاص مقامات پر مخصوص شعائر کی ادائیگی کا نام حج ہے۔

### ۲۔ حج کن لوگوں پر فرض ہے:

حج عاقل بالغ آزاد مسلمان پر فرض ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو۔
الف) اسلام کی شرط . اس لئے کہ شعائر اسلام صرف مسلمانوں پر واجب ہوتے ہیں۔
ب) آزادی کی شرط . اس لئے کہ حج بدنی اور مالی عبادتوں کا مجموعہ ہے اور غلام کسی مال کا مالک

نہیں ہوتا۔ اگر کوئی غلام غلامی کی حالت میں حج کر بھی لے تو آزادی ملنے کے بعد اس پر نئے سرے سے حج فرض ہو گا۔

ج) عقل اور بلوغ کی شرط : اس لئے کہ عقل تمام شرعی ذمہ داریوں کی بنیاد ہے اور بچے کی عقل ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ اس لئے اگر صغر سنی میں حج کر بھی لے تو بالغ ہونے کے بعد نئے سرے سے حج کرے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "جب بچہ حج کر لے تو جب تک بچہ ہے یہ حج اس کے لئے کافی ہو گا، پھر جب بالغ ہو جائے گا تو اس پر حج اسلام فرض ہو گا۔ اور جب غلام حج کرے گا تو جب تک وہ غلام رہے گا یہ حج اس کے لئے کافی ہو گا، جب آزاد ہو جائے گا تو اس پر حج اسلام فرض ہو گا" [۱]

د) استطاعت و قدرت کی شرط : اس لئے ہے کہ ارشاد باری ہے : وَلِلَّهِ عَلَى ٱلنَّاسِ حِجُّ ٱلْبَيْتِ مَنِ ٱسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران ۹۷) (اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے جسے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) اس استطاعت کی شرط میں مالی اور بدنی استطاعت اور راستے کا امن و امان شامل ہے۔ اس لئے انتہائی بوڑھا آدمی اور ہر ایسا آدمی جسے ایسی بیماری لگی ہو جس کی وجہ سے وہ حج پر نہ جا سکتا ہو اور اس کے پاس مال ہو، وہ اپنی طرف سے کسی کو حج پر بھیج دے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "ایسا بوڑھا شخص جو خود حج پر جانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اپنی طرف سے کسی کو حج پر جانے کے لئے تیار کرے اور وہ شخص اس کی طرف سے حج کر لے" [۲]

ایسی صورت میں یہ شرط نہیں کہ حج بدل پر جانے والا شخص پہلے سے حج کر چکا ہو۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ کسی شخص کی طرف سے حج بدل پر وہ شخص چلا جائے جس نے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو۔ [۳]

### ۳۔ مواقیت :

(حرم کے حدود سے باہر وہ مقامات جہاں سے احرام باندھے بغیر آگے جانا درست نہیں ہوتا)

حضرت علیؓ نے فرمایا : "مدینہ سے حج یا عمرہ کرنے والوں کے لئے میقات ذوالحلیفہ ہے جو شخص اپنے کپڑوں کو جسم پر رکھنا چاہے اور بیوی سے تلذذ جنسی حاصل کرنا چاہے تو وہ ذوالحلیفہ پہنچنے تک ایسا کر سکتا ہے۔ اہل عراق کے حج اور عمرہ کے لئے میقات مقام عقیق ہے۔ اور جو شخص چاہے عراق کی سمت سے آتے ہوئے مقام عقیق تک سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے اور بیوی سے قربت کر

سکتا ہے۔ اہل شام کے حج اور عمرہ کے لئے میقات جحفہ ہے جہاں تک اہل شام میں سے جو چاہے سلے ہوئے کپڑے پہن کر آ سکتا ہے اور بیوی سے قربت کر سکتا ہے۔ اہل یمن کے لئے حج اور عمرے کی میقات یلملم ہے۔ اور اہل نجد کے لئے حج اور عمرے کی میقات قرن المنازل ہے۔ اور وہ لوگ جو مواقیت کے اندر رہتے ہوں ان کے لئے میقات ان کا گھر ہے" [۴] یعنی وہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر روانہ ہو گا۔

۴۔ نیت :

الف) نیت میں شرط لگانا : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر حج پر جانے والا نیت کرتے وقت حج میں کوئی شرط لگائے تو اسے اس کی اجازت ہے۔ [۵] آپ نیت کے لئے یہ الفاظ ادا کرتے : "اے میرے اللہ میں حج یا (عمرہ کی صورت میں) عمرہ کی نیت کرتا ہوں، بشرطیکہ میں اس پر قادر ہو سکا ورنہ احرام کھول دینے میں کوئی حرج نہ ہو گا" [۶]

ب) حج کی نوعیت کی تعیین : حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد، تمتع، قران، اور یہ تمام صورتیں مشروع ہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا : "جس شخص نے حج نہیں کیا وہ اگر چاہے تو حج میں عمرے کو شامل کر کے (ایک ہی سفر میں) عمرہ ادا کرنے کا فائدہ اٹھا لے اور جو چاہے تو شروع ہی سے دونوں کو اکٹھا کر دے اور جو چاہے تو صرف حج کرے" [۷]

۱) افراد : احرام باندھنے کے وقت حج پر جانے والا صرف حج کا تلبیہ پڑھے تو یہ افراد ہو گا (مثلاً یوں کہے : لبیک اللھم لبیک بحج : اے اللہ میں حاضر ہوا، اے اللہ میں حج کی نیت کے ساتھ حاضر ہوا۔ مترجم) حضرت علیؓ کے نزدیک یہ سب سے زیادہ فضیلت والا حج ہے آپ فرماتے تھے : حج عمرے سے علیحدہ ادا کرو کیونکہ یہ صورت سب سے افضل ہے" ۔ [۸]

۲) تمتع : اس کی صورت یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت عمرہ کا تلبیہ پڑھے (مثلاً یوں کہے : لبیک اللھم لبیک بعمرۃ : حاضر ہوا اے اللہ، حاضر ہوا عمرے کی نیت کے ساتھ۔ مترجم) پھر حج کے مہینوں میں عمرے کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دے اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، یہاں تک کہ حج کا وقت آ جائے، پھر حج کا احرام باندھ لے۔

الف) حج تمتع کے بارے میں عسفان کے مقام پر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا : "جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس سے آپ کیوں روکتے ہیں" [۹] عبید بن عمیر سے روایت ہے

کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو حج تمتع سے منع کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "میں نے بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کیا ہے"۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس نے اکیلا حج کیا اس نے ٹھیک کیا اور جس نے تمتع کیا تو اس نے بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کیا"۔ [۱۰]

ب) حج تمتع کے لئے تین شرطیں ہیں:

اول: حج تمتع کرنے والا مکے کا رہنے والا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے: ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ ۱۹۶) (یہ حج کے سفر میں عمرے کی سہولت ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے حاضرباش (یعنی مکہ مکرمہ کے رہائشی) نہ ہوں۔

دوم: عمرہ بھی اسی سال کے (اشہر حج میں کیا جائے) جس سال وہ حج کرے۔

سوم: عمرہ ادا کرنے کے بعد حج تک حدود حرم سے باہر نہ نکلے۔ اگر نکل جائے گا تو وہ حج تمتع کرنے والا شمار نہیں ہوگا۔

ج) حج تمتع کرنے والے کا ہدی (یعنی قربانی کا جانور) متمتع پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے۔ ارشاد باری ہے: فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرہ۔ ۱۹۶) (جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کی ادائیگی کا فائدہ اٹھائے تو جو اسے میسر ہو قربانی دے) حضرت علیؓ نے فرمایا: "میسر آنے والی قربانی سے مراد ایک بکری ہے" [۱۱] اگر اسے قربانی میسر نہ ہو تو اس پر روزہ فرض ہوگا۔ ارشاد باری ہے: (جو شخص قربانی نہ پائے تو حج میں تین روزے رکھے اور سات روزے جب تم واپس آؤ، یہ پورے دس ہوگئے)

یہ ایام حج کے تین دن جن میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کا آخری دن یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ ہے۔ حضرت علیؓ اس آیت کریمہ: فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ (البقرہ ۱۹۶) کی تفسیر میں فرمایا: "اس کا آخری دن یوم عرفہ ہونا چاہئے" آپ کا یہ بھی قول ہے: "یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ سے ایک دن پہلے روزہ رکھو، پھر یوم الترویہ اور یوم عرفہ کے روزے رکھو" [۱۲]

اگر کوئی تین روزے مذکورہ بالا دنوں میں نہ رکھ سکا تو کیا ان دنوں کے بعد یہ روزے رکھے گا؟ حضرت علیؓ کی رائے یہ ہے کہ اس کے لئے ایام منیٰ (دسویں تا تیرھویں ذی الحجہ) میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایام تشریق ہیں اور ایام تشریق کھانے پینے

کے لئے ہیں، اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر متمتع یوم عرفہ تک روزے نہ رکھ سکا تو ایام تشریق گذر جانے کے بعد رکھے گا۔" [۱۳] اور فرمایا: "ایام تشریق کے بعد تین دن حرم میں روزے رکھے گا اور سات روزے واپس آکر رکھے گا" [۱۴]

۳) قران:

الف) قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کرنے کی ایک نیت کی جائے. اگر حج کی ابتدا کرنے کے بعد اس کے ساتھ عمرہ کو ملا لینے کا ارادہ کرے گا تو ایسا کرنے پر وہ قارن یعنی حج قران کرنے والا نہیں بنے گا۔ ابو نصر سلمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حج کا تلبیہ کہا پھر اس کے ساتھ عمرہ بھی ملا لینے کا ارادہ کیا. مجھے حضرت علیؓ مل گئے۔ میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا نہیں کر سکتے. ہاں اگر تم پہلے عمرے کا تلبیہ کہتے پھر اس کے بعد حج بھی ملا لینا چاہتے تو ملا سکتے تھے. لیکن حج شروع کرنے کے بعد اس کے ساتھ عمرہ نہیں ملا سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو مجھے کیا طریق کار اختیار کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک برتن میں پانی لے کر اسے اپنے سر پر ڈالو یعنی غسل احرام کرو. پھر حج اور عمرہ دونوں کے لئے احرام باندھ کر دو طواف کرو" [۱۵] اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قران کے کے لئے ضروری ہے کہ نیت کے وقت ہی اس کی ابتدا کی جائے۔

ب) قران مشروع ہے۔ مقدادؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقام سقیا میں گئے۔ حضرت علیؓ وہاں اپنی کچھ اونٹنیوں کو آٹا ملا ہوا پانی پلا رہے تھے۔ کہنے لگے، دیکھو، عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) حج قران کرنے سے روک رہے ہیں. حضرت علیؓ وہاں سے نکلے اور آپ کے بازوؤں پر آٹا ملے ہوئے پانی کا نشان موجود تھا. جسے وہ، بقول ان کے، بھلا نہیں سکے. آپ سیدھے حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے: "آپ لوگوں کو قران سے روک رہے ہیں؟" حضرت عثمانؓ نے جواباً کہا: "یہ میری رائے ہے" یہ سن کر حضرت علیؓ وہاں سے غصے میں یہ کہتے ہوئے. نکلے: لبیک اللھم لبیک بحج و عمرۃ معاً یعنی اے اللہ میں حاضر ہوا میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کر کے حاضر ہوا" [۱۶]

ابن ابی شیبہ نے مروان بن الحکم سے روایت کی ہے. ان کا کہنا ہے: "ہم حضرت عثمانؓ کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو حج اور عمرہ دونوں کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہ حضرت علیؓ ہیں. حضرت عثمانؓ وہاں آئے اور فرمایا: "تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اس سے لوگوں کو منع کر دیا ہے؟" حضرت علیؓ نے جواب دیا "کیوں

نہیں، لیکن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئے ہوئے فعل کو آپ کے قول کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا" [۱۷]

ج) قران کی کیفیت : قارن حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے ابتدا کرے گا اور دونوں کا تلبیہ کہے گا، پھر عمرہ کے لئے طواف اور سعی کرے گا، پھر حج کے لئے طواف اور سعی کرے گا۔ اور پھر حج کے افعال کی ادائیگی مکمل کرے گا، اس لئے اسے دو طواف اور سعی کرنے ہوں گے [۱۸] حضرت علیؓ کا قول ہے : "قارن دو طواف کرے گا" [۱۹]

حضرت علیؓ سے ایک روایت یہ ہے کہ قارن ایک طواف اور ایک سعی کرے گا۔ [۲۰] بیہقی کی یہ روایت کہ حضرت علیؓ نے قارن کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ دو طواف اور ایک سعی کرے گا تو اس کی تشریح خود بیہقی نے یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ بیت اللہ پہنچے گا تو طواف قدوم اور سعی بین الصفا والمروہ کرے گا پھر وہ بیت اللہ کا طواف زیارت کرے گا۔ [۲۱]

د) قران میں ہدی یعنی قربانی کا جانور : جو شخص حج قران کرے گا وہ ایک بکری کی قربانی دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ! "جو شخص حج اور عمرہ دونوں کو جمع کرنا چاہے یعنی قران کرے تو وہ اپنی قربانی کا جانور اپنے ساتھ ہانک کر لے جائے" [۲۲]

۵۔ احرام :

الف) احرام کی ابتدا کس جگہ سے کی جائے : واجب تو یہ ہے کہ بغیر احرام کے میقات سے آگے نہ جائے، اس لئے میقات ہی سے احرام واجب ہے [۲۳] لیکن افضل یہی ہے کہ حج پر جانے والا اپنے شہر ہی سے احرام باندھ لے، کیونکہ یہ حج کا تکمیلی قدم ہے۔ حضرت علیؓ نے قرآن مجید کی اس آیت (وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ : حج اور عمرہ اللہ کے لئے مکمل کرو) کی تفسیر اپنے اس قول سے کی ہے : "حج اور عمرہ کے اتمام کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے ہی ان دونوں کے لئے احرام باندھو" [۲۴] ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا : "میں نے کشتیوں، گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کیا ہے، میں کہاں سے احرام باندھوں" ؟ آپ نے اس سے کہا کہ علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاکر ان سے مسئلہ پوچھو" حضرت علیؓ نے اس سے کہا، جہاں سے تم نے ابتدا کی یعنی اپنے علاقے سے احرام باندھو [۲۵] حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ سے احرام باندھا تھا [۲۶] اس بات کی مزید وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے اس قول سے ہو جاتی ہے : "حج اور عمرہ کا اتمام یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے ہی احرام باندھو، اور میقات میں حج اور عمرہ کے سوا اور کسی چیز کی نیت نہ ہو۔ حج اور عمرہ کی تکمیل یہ نہیں ہے کہ تم تجارت یا اور کسی کام کی نیت سے گھر سے چل پڑو، یہاں تک کہ جب مکہ کے قریب پہنچو تو دل میں کہو "میں حج کر لوں یا عمرہ کر لوں" یہ ہے تو درست لیکن حج اور عمرہ کا اتمام اسی طرح ہو گا کہ تم گھر سے ان دو کاموں کے لئے نکلو۔ تمہارے سامنے ان دو کاموں کے سوا اور کوئی کام نہ ہو" [۲۷]

ب ) محرم کو جن باتوں سے رک جانا چاہئے : محرم کے لئے ضروری ہے کہ وہ درج ذیل باتوں سے اجتناب کرے :

۱ ) خشکی کا شکار اور شکار کا گوشت کھانا : محرم کے لئے شکار مارنا، اس کی طرف اشارہ کرنا، اس کی نشاندہی کرنا، اس کا تعاقب کرنا اور اس کا گوشت کھانا سب حرام ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "محرم شکار کو نہ قتل کرے گا، نہ اس کی طرف اشارہ کرے گا، نہ اس کی نشاندہی کرے گا، اور نہ اس کا پیچھا کرے گا" [۲۸] اگر اس نے مذکورہ بالا حرکات میں سے کسی حرکت کا ارتکاب کیا اور اس کے نتیجے میں اس کے اپنے ہاتھوں کوئی جانور ہلاک ہو گیا یا کسی غیر محرم نے ہلاک کر دیا تو یہ محرم ضامن ہو گا۔ [۲۹]

محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا بھی جائز نہیں ہے خواہ شکار خود اسی نے کیا ہو یا کسی غیر محرم شخص نے، اور خواہ یہ اس محرم کے لئے شکار کیا گیا ہو یا کسی دوسرے شخص کے لئے۔ [۳۰]

حارث بن نوفل مکہ میں حضرت عثمانؓ کے نائب تھے۔ لہٰذا جب حضرت عثمانؓ مکہ میں تشریف لے گئے تو حارثؓ نے مقام قدید پر آ کر آپ کا استقبال کیا۔ اس چشمہ پر آباد لوگوں نے چکور کا شکار کیا اور اس کو پکا کر حضرت عثمانؓ اور آپ کے ساتھیوں کو پیش کیا۔ آپ کے ساتھیوں نے یہ گوشت نہ کھایا اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا : یہ ایسا شکار ہے جو نہ ہم نے خود کیا ہے اور نہ اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، یہ ایسے لوگوں نے کیا ہے جو احرام میں نہیں تھے اور ہمیں کھانے کے لئے پیش کیا ہے۔ لہٰذا اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ پھر حضرت علیؓ کو پیغام بھیجا گیا اور حضرت علیؓ تشریف لائے تو آپ سے اس شکار کا ذکر کیا گیا جسے سن کر آپ سخت ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ میں ہر اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں

(کہ وہ گواہی دے) جو اس وقت موجود تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گورخر کے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا پیش کیا گیا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا: کہ ہم احرام میں ہیں اور کھانے سے انکار کر دیا تھا تو وہ گوشت ایسے لوگوں کو کھلایا گیا تھا جو احرام میں نہیں تھے۔ چنانچہ اس بات کی گواہی بارہ صحابہ کرام نے دی۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا: میں ہر اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں (کہ وہ گواہی دے) جو اس وقت موجود تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شترمرغ کے انڈے پیش کئے گئے تھے اور آپ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگ احرام میں ہیں، لہٰذا یہ ان لوگوں کو کھلائے جائیں جو محرم نہیں ہیں، چنانچہ اس بات کی بھی متعدد لوگوں نے گواہی دی جو تعداد میں بارہ سے کم تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے اس کھانے سے پہلو تہی اختیار کر لی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے اور یہ شکار ان مقامی لوگوں نے کھایا جو اس چشمہ پر آباد تھے۔ [۳۱] عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے بحالت احرام شکار کا کھانا ناپسند فرمایا تھا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ

(المائدہ - ۹۶)

[۳۲] تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ یہ تمہارے اور گذرنے والے قافلوں کے فائدہ کے لئے کیا گیا ہے۔ اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں ہو)

: بجو اگر محرم پر حملہ کرے اور محرم اسے قتل کر دے تو اس پر کچھ جرمانہ عائد نہیں ہو گا لیکن اگر غیر حملہ آور بجو اس کے ہاتھوں مارا گیا تو یہ شکار کے ضمن میں آئے گا اور اس کا ضمان واجب ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر بجو محرم پر حملہ کرے تو وہ اسے قتل کر دے لیکن اگر حملہ کرنے سے پہلے مار ڈالے تو اس پر یک سالہ بکری لازم آئے گی۔ [۳۳]

محرم کے لئے کالے ناگ، اژدھے، بچھو اور پاگل کتے کا ہلاک کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح ہر حملہ آور جانور کو ہلاک کر دینا بھی درست ہے [۳۴] اس کے لئے کوا مار دینا بھی جائز ہے [۳۵] اور اپنی اونٹنی سے چیچڑی نکالنا بھی درست ہے۔ [۳۶]

۲) محرم کے لئے ممنوعہ لباس: محرم کا لباس ایک ازار اور ایک چادر ہے۔ عام حالات میں اس کے لئے قمیص شلوار، موزے، پگڑی، ٹوپی یا زعفران یا ورس (ایک قسم کی گھاس جو تل کی مانند ہے۔ اس سے رنگائی کا کام لیا جاتا ہے) سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا جائز نہیں، لیکن اگر محرم کے پاس جوتے نہ ہوں تو وہ اپنی جرابوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہن سکتا ہے۔ اگر اس کے پاس ازار نہ ہو تو شلوار پہن سکتا ہے اور اگر چادر نہ ہو تو قمیص پہن سکتا ہے لیکن بازوؤں کو کھلا رکھے گا[۳۷] اگر محرم کپڑا پہننے پر مجبور ہو جائے اور اس کے پاس قبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ہو تو اسے الٹا کر لے۔ یعنی نچلا حصہ اوپر اور اوپر کا حصہ نیچے کر لے اور پھر پہن لے[۳۸] اور محرم کے لئے ہلکے گلابی رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے بشرطیکہ یہ رنگ زعفران یا ورس اور عصفر جیسے گھاس کا نہ ہو[۳۹] محمد بن علی بن الحسینؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفرؓ کے جسم پر حالت احرام میں دو ہلکے رنگ کے کپڑے دیکھے۔ آپ نے انہیں ٹوکا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں نہیں سمجھتا کہ کوئی آدمی ہمیں سنت کی تعلیم دے" یہ سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے[۴۰] محرم کے لئے سر ڈھانپنا جائز نہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "مرد کا احرام اس کے سر میں ہوتا ہے"[۴۱] البتہ عورت حالت احرام میں جس طرح کے کپڑے پہننا چاہے پہن سکتی ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو نہ لگی ہو۔ وہ موزے، شلوار اور لمبا چوغہ پہن سکتی ہے۔[۴۲] اگر اپنا چہرہ چھپانا چاہے تو ایک کپڑا چہرے پر لٹکا سکتی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ عورتوں کو حالت احرام میں نقاب اوڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ لیکن انہیں اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لینے کی اجازت تھی[۴۳] آپ نے عورتوں کو دستانے پہننے سے بھی منع فرمایا تھا[۴۴] محرم کے لئے انگوٹھی پہننا مباح ہے۔ اسماعیل بن عبد الملک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو حالت احرام میں انگوٹھی پہنے دیکھا تھا۔[۴۵]

۳) تیل اور خوشبو لگانا: حضرت علیؓ کا قول ہے: "محرم نہ تیل لگائے گا اور نہ خوشبو، اگر اس کا جسم کہیں سے پھٹ جائے تو کھانا کھانے سے ہاتھ میں لگی ہوئی چکنائی وہاں مل دے گا"[۴۶] اور اگر آنکھوں میں تکلیف ہو تو اس پر برف سے ٹکور کرے گا، زعفران کے قطرے نہیں ڈالے گا۔[۴۷]

۴) نکاح اور دواعی نکاح: محرم کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں، اگر وہ نکاح کرے گا تو اس کا نکاح رد کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "محرم نہ نکاح کرے گا اور نہ اس کے

ساتھ نکاح ہو گا، اگر وہ نکاح کر لے گا تو اس کا یہ نکاح باطل ہو گا" ایک روایت میں آپ نے فرمایا: "جس شخص نے حالت احرام میں شادی کی تو ہم اس سے اس کی بیوی چھین لیں گے" [۴۸] اگر اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا، حضرت علیؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا تھا جس نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور اسی دوران اپنی بیوی سے ہم بستر بھی ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "دونوں ارکان حج ادا کرتے جائیں گے یہاں تک کہ حج مکمل ہو جائے گا، پھر اگلے سال کا حج ان پر فرض ہو گا اور ہدی بھی (یعنی قربانی کا جانور)۔ پھر اگلے سال جب دونوں احرام باندھ کر تلبیہ شروع کریں گے تو ان کو علیحدہ کر دیا جائے گا اور حج کی تکمیل تک علیحدہ رہیں گے [۴۹] حج میں جس طرح جماع حرام ہے اسی طرح جماع پر ابھارنے والی حرکات بھی حرام ہیں۔ مثلاً بوسہ لینا وغیرہ، لیکن ان حرکات سے حج فاسد نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: محرم اگر اپنی بیوی کا بوسہ لے لے تو اس پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) ہے" [۵۰]

۵) محرم کا اپنے جسم کے کسی حصے کو الگ کر دینا مثلاً دانت، ناخن اور بال وغیرہ: حضرت علیؓ نے فرمایا: "محرم اپنا دانت یا ناخن نہیں اکھیڑے گا الا یہ کہ وہ اسے تکلیف دے رہے ہوں" [۵۱]

حضرت حسینؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ بیمار ہو گئے۔ عبداللہ بن جعفرؓ کا ان پر گذر ہوا، جب کہ وہ مقام سقیا میں بیمار پڑے تھے۔ عبداللہ بن جعفرؓ وہاں ان کی دیکھ بھال کے لئے ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ حج کے فوت ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا، انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت اسماءؓ بنت عمیس کو مدینے اطلاع بھیج دی اور خود آگے چلے گئے۔ وہ دونوں وہاں آ گئے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور حضرت علیؓ کے حکم سے سر مونڈ دیا گیا۔ پھر اسی جگہ حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کے لئے قربانی کی اور ان کی طرف سے اونٹ ذبح کیا۔ [۵۲]

۶) محرم کے لئے اپنے ہاتھ اور اپنا سر دھونا جائز ہے [۵۳] اس کے لئے پچھنے یا سینگی لگانا بھی مباح ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر محرم چاہے تو پچھنے لگا سکتا ہے" [۵۴]

ج) احرام کی خلاف ورزیوں کا جرمانہ:

صید یعنی شکار کا جرمانہ: ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب کا مسئلہ

۱) صید مارنے والا اور اس کا پتہ بتانے والا دونوں کا جرمانہ یکساں ہے۔
اگر محرم کوئی شکار مارے تو اس پر اسی قسم کا چوپایہ لازم آئے گا۔ اس میں مماثلت قیمت کے لحاظ سے نہیں ہوگی[۵۵] یہاں ان شکاروں کا ذکر ہوگا جن کی جزا کے بارے میں حضرت علیؓ سے ہم تک روایتیں پہنچی ہیں۔
حضرت علیؓ نے شترمرغ کے شکار پر ایک اونٹ دینے اور اس کے انڈوں کے لئے اونٹنی کا جنین دینے کا فیصلہ دیا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے شترمرغ کے انڈوں کے متعلق جنہیں محرم کے ہاتھوں نقصان پہنچتا ہے یہ فیصلہ دیا: تم نر اونٹ اپنی اونٹنیوں پر چھوڑ دو، پھر جب ان کے حمل ٹھہرنے کا یقین ہو جائے، یعنی ان اونٹنیوں کا حمل ظاہر ہو جائے تو تم ان انڈوں کی گنتی کرو جن کو تم نے نقصان پہنچایا ہے، پھر تم کہو کہ یہ میرا ہدی یعنی قربانی کا جانور ہے، پھر تم پر ضائع ہونے والے انڈوں کا کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ ابن عباسؓ کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ کے اس فیصلے سے حضرت معاویہ کو بڑا تعجب ہوا، لیکن اس میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے تعجب کی کونسی بات تھی، یہ تو صرف وہی رقم ہے جس کے بدلے انڈے بازار میں فروخت کئے جائیں گے اور پھر اس رقم کا صدقہ کر دیا جائے گا۔ [۵۶]
سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ وہ ہے جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سنایا تھا، پھر متعلقہ شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر سارا واقعہ سنایا تھا جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "علیؓ نے جو کچھ کہا وہ تم نے سن لیا۔ اب آؤ اس میں آسانی کی بات بھی سن لو، ہر انڈے کے بدلے ایک روزہ رکھ لو یا ایک مسکین کو کھانا کھلا دو" [۵۷]
آپ نے غیر حملہ آور بجو کو قتل کرنے پر ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ دیا تھا اور حملہ آور ہونے کی صورت میں محرم پر کوئی جرمانہ عائد نہیں کیا[۵۸]
ہرن کے قتل پر ایک بکری دینے کا فیصلہ دیا[۵۹]
حرم کے کبوتر کے بارے میں دو عادل آدمیوں کا فیصلہ، حضرت علیؓ نے ایک بکری دینے کے لئے کہا[۶۰] کبوتری کے ہر دو انڈوں کے بدلے میں ایک درہم دینے کا فیصلہ دیا۔ [۶۱]
سر مونڈنے کی سزا: حضرت علیؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے حالت احرام میں کسی تکلیف کی وجہ سے سر منڈوا دیا، فرمایا کہ وہ تین دن روزے رکھے اور اگر چاہے تو چھ

مسکینوں کو کھانا کھلائے، ہر مسکین کو نصف صاع کی مقدار دے اور اگر چاہے تو ایک بکری ذبح کرنے کی نذر مان لے[۶۲]

رہا مقام سقیا میں اپنے بیٹے حضرت حسینؓ کی طرف سے آپ نے جو اونٹ ذبح کیا تھا تو یہ آپ کی طرف سے تطوع تھا، یعنی یہ آپ کا رضا کارانہ نفلی اقدام تھا۔

جماع کی سزا: جو شخص حالت احرام میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرے گا اس کے بارے میں حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک پر ایک اونٹ ذبح کرنا لازم ہوگا[۶۳] اور مرد پر اگلے سال حج کرنا بھی فرض ہوگا جیسا کہ حج کے بحث میں گذر چکا ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب کا مسئلہ ۴)

بوسہ لینے اور شہوت سے ہاتھ لگانے کی سزا: حضرت علی نے فرمایا: "اگر محرم اپنی بیوی کا بوسہ لے لے تو اس پر ایک دم ہے یعنی ایک بکری[۶۴]

جو شخص کوئی جانور کسی جرم کے کفارہ کے طور پر ذبح کرے گا تو اس کے لئے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوگا، حضرت علیؓ کا قول ہے: نذر ماننے والا نذر کے جانور کا گوشت، محرم، شکار کے کفارے میں ذبح کئے جانے والے جانور کا گوشت نہ کھائے اسی طرح مساکین کے لئے ذبح کئے جانے والے جانور کا گوشت ذبح کرنے والا نہ کھائے۔[۶۵]

## ۲۔ تلبیہ:

احرام باندھنے کے ساتھ تلبیہ شروع جائے گا، فقہاء سلف میں سے کسی کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، لیکن تلبیہ کا آخری وقت کونسا ہے، تو اس بارے میں حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں۔ ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابن حزم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمرہ[۶۶] عقبہ پہنچنے تک تلبیہ پڑھتے رہے۔[۶۷] عکرمہؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں حسین بن علیؓ کے ساتھ عرفات سے واپس ہوا۔ میں نے انہیں تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا، یہاں تک کہ آپ جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار کر فارغ ہو گئے، پھر تلبیہ کہنا بند کر دیا، میرے استفسار پر آپ نے فرمایا: میں نے اپنے والد علیؓ بن ابی طالب کو دیکھا ہے کہ آپ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتے رہے اور پھر مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے" [۶۸]

امام نوویؒ نے المجموع میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ وقوف عرفات سے پہلے ہی تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے[۶۹] ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے اس روایت سے معارض ایک اور

روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کیا گیا کہ حضرت معاویہ نے عرفات کے دن تلبیہ کہنے سے منع کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خیمہ کے دو بانسوں کو پکڑ کر پورے زور سے تلبیہ کہا۔ پھر فرمایا: دراصل معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو معلوم تھا کہ حضرت علیؓ عرفہ کے دن تلبیہ کہتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت علیؓ کی مخالفت کرنا پسند کرتے ہوئے اس سے منع کر دیا" [۷۰]

ابن قدامہؒ نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ عرفہ کے دن زوال شمس تک تلبیہ کہتے تھے [۷۱]

۷۔ طواف قدوم :

الف) مکہ میں داخل ہوتے ہی محرم خانہ کعبہ میں آئے گا، اور حجراسود کو ہاتھ لگائے گا، تکبیر کہے گا اور اللہ کا ذکر کرے گا، پھر طواف قدوم کرے گا۔ جب حجراسود تک پہنچ جائے گا تو یہ ایک شوط (پھیرا) ہو گا۔ اسی طرح سات دفعہ چکر لگائے گا۔ اگر ہر شوط میں حجراسود کو ہاتھ لگانا ممکن ہو تو ہاتھ لگائے گا اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پہلے اور آخری شوط میں حجراسود کو ہاتھ لگائے گا۔ جب طواف مکمل کرے گا تو مقام ابراہیم میں آکر دو رکعتیں چار سجدوں کے ساتھ پڑھے گا۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد حجراسود کو ہاتھ لگا کر صفا اور مروہ کی طرف چلا جائے گا۔ [۷۲]

ب) طواف کے بارے میں شک : حضرت علیؓ کا قول ہے : "جب تم بیت اللہ کا طواف کرو اور تمہیں پتہ نہ ہو کہ پھیرے مکمل ہو گئے ہیں یا نہیں۔ تو جتنے پھیروں کے بارے میں شک ہو وہ مکمل کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ سات سے زائد پھیروں پر عذاب نہیں دے گا" [۷۳]

ج) طواف میں نسیان : حضرت علیؓ نے فرمایا : "ایک شخص بھول کر طواف کے آٹھ پھیرے لگا لیتا ہے، تو اسے چاہئے کہ چھ پھیرے اور کر لے تاکہ چودہ پھیرے مکمل ہو جائیں اور پھر چار رکعتیں پڑھ لے" [۷۴]

د) حجراسود کو ہاتھ لگانے پر پڑھی جانے والی دعا : حضرت علیؓ حجراسود کو ہاتھ لگاتے تو یہ دعا پڑھتے : اللھم ایمانا بک وتصدیقا بکتابک، ووفاء بعھدک واتباعا لسنۃ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۷۵] (اے اللہ، میں تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی

پیروی کرتے ہوئے حجر اسود کا استلام کرتا ہوں )

۸۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتدا صفا سے کر کے انتہا مروہ پر کرے گا۔ جب وادی کے درمیان پہنچے گا تو تیز چل کر اسے پار کرے گا۔ اگر کسی معذوری کی بنا پر وہ چلنے سے عاجز ہو تو سوار ہو کر گذرے گا۔ [۷۶]

۹۔ میدان عرفات میں وقوف۔

الف ) جب میدان عرفات کی طرف خروج کا وقت آجائے تو غسل کر لینا مستحب ہے۔ [۷۷]

ب ) وقوف عرفہ کا حکم : وقوف عرفہ فرض ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ جس شخص سے وقوف عرفہ رہ گیا اس سے حج رہ گیا۔ لیکن اگر لوگوں کے چلے جانے کے بعد بھی رات کے وقت وقوف کر لے تو اس کے لئے کافی ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا " جس شخص کو لوگوں کے ساتھ وقوف عرفہ کا موقعہ نہ مل سکا اور وہ رات کے وقت وہاں پہنچا اور اسے امام کے جانے سے پہلے لوگوں کی کسی جماعت کے ساتھ وقوف حاصل ہو گیا تو اسے حج مل گیا" [۷۸]

ج ) وقوف عرفہ کا وقت : ذی الحجہ کا نواں دن یوم عرفہ ہے جو زوال شمس سے شروع ہو کر غروب شمس تک رہتا ہے۔ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس سے پہلے وہاں سے چل پڑے۔

د ) عرفات میں ادا کئے جانے والے مناسک : لوگ اس دن طلوع شمس کے بعد عرفات کی طرف چلتے ہیں اور زوال کے بعد وہاں جمع ہوتے ہیں۔ پھر امام صاحب خطبہ دیتے ہیں اور ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ پھر لوگ عصر کے بعد غروب شمس تک ٹھہرتے ہیں اور اس کے بعد وہاں سے چل پڑتے ہیں۔ [۷۹] تعریف یعنی عصر سے غروب شمس تک قیام کے دوران لوگ اللہ کی طرف پوری توجہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ رحمت کی اور دعائیں قبول ہونے کی گھڑی ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : " جب تک میرا بس چلے میں اس جگہ کو نہیں چھوڑتا۔ اس لئے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا دن نہیں ہوتا جس میں لوگوں کو جہنم سے رہائی ملتی ہو۔ اور کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں یوم عرفہ سے بڑھ کر گردنیں جہنم سے آزاد ہوتی ہوں۔ اس لئے اس دن یہ دعا زیادہ سے زیادہ کرو۔ " اے اللہ جہنم سے میری گردن آزاد کر دے۔ اے اللہ میرے لئے رزق حلال میں وسعت پیدا

کر دے اور فاسق جن وانس کا رخ مجھ سے پھیر دے۔ اے اللہ یہی میری عمومی دعا ہے جو میں تجھ سے مانگتا ہوں" [۸۰]

۱۰۔ مزدلفہ میں:

جب یوم عرفہ کا سورج غروب ہو جائے تو لوگ مزدلفہ کی طرف چل پڑیں۔ امام صاحب عرفات میں مغرب اور عشا نہیں پڑھیں گے اور نہ ہی مزدلفہ کے راستے میں، بلکہ مغرب کی نماز مؤخر کر کے مزدلفہ میں اکٹھے ہونے کے بعد یہ دونوں نمازیں اکٹھی ادا کریں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مغرب اور عشاء اکٹھی مزدلفہ میں ادا کی تھیں۔ [۸۱]

پھر مزدلفہ میں رات گذاریں گے۔ حضرت علیؓ جب مزدلفہ میں نماز فجر ادا کر لیتے تو مشعر الحرام (مزدلفہ) کے نزدیک وقوف کرتے، یہاں تک کہ سورج نکلنے کے قریب ہو جاتا، پھر لوگ وہاں سے پورے سکون اور وقار کے ساتھ چل پڑیں گے [۸۲] مزدلفہ سے چلنا طلوع شمس سے پہلے ہوگا جس وقت دن کی سفیدی ظاہر ہو جائے گی۔ اس میں مشرکین کی مخالفت مقصود ہے کیونکہ مشرکین طلوع شمس سے پہلے نہیں چلتے تھے۔ جب سورج نکل آتا تو چل پڑتے اور کہتے: "ہلاک کرنے والا (سورج) نکل آیا" [۸۳]

۱۱۔ منیٰ میں:

مزدلفہ سے حجاج منیٰ کی طرف روانہ ہوں گے۔ ایام منیٰ کے پہلے دن — قربانی کے دن — حجاج ترتیب سے بہت سے مناسک ادا کریں گے جو یہ ہیں: جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، سر منڈانا اور پھر طواف افاضہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "یوم النحر میں سب سے پہلا کام رمی جمرہ ہے، پھر ذبح اور پھر حلق ہے اور اس کے بعد طواف زیارت ہے" [۸۴]

الف) جمرہ عقبہ کی رمی: حضرت علیؓ نے فرمایا: "ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو طلوع شمس کے بعد جمرہ عقبہ کو سات کنکریاں ماری جائیں گی۔ ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہی جائے گی، اور اس دن اس جمرہ کے سوا اور کسی جمرہ کو کنکریاں نہیں ماری جائیں گی" [۸۵]

ب) قربانی کرنا: اگر حاجی پر حج قران یا حج تمتع کی بنا پر یا احرام کی کسی خلاف ورزی کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی تو قربانی دینے کا یہی وقت ہوگا (دیکھئے لفظ ہدی) جب حاجی قربانی دے چکے گا تو پہلے مرحلے کے طور پر اس کا احرام کھل جائے گا۔

ج) بال منڈوانا یا کتروانا: قربانی دینے کے بعد بال منڈوانے یا کتروانے کے ساتھ اس کا احرام

کھل جائے گا۔ اگر بالوں کی تہیں جمی ہوں یا بال گوندھے یا بٹ دئے ہوئے ہوں تو ان کا کتروانا کافی نہ ہوگا۔ ان کا منڈوانا ضروری ہوگا[۸۶] عورت اپنے بال چھوٹے کر دے گی. سر نہیں منڈوائے گی۔ ترمذی اور نسائی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے روک دیا ہے۔

۱۲۔ طواف افاضہ (طواف زیارت):

جب حاجی بال اتروانے سے فارغ ہو جائے گا تو وہ مکہ کی طرف چل پڑے گا۔ وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف سات پھیروں میں کرے گا۔ اس میں نہ رمل (کندھے ہلا ہلا کر چلنا) کرے گا اور نہ ہی اضطباع (داہنی بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا) یہ طواف، طواف زیارت کہلاتا ہے۔ یہ فرض ہے۔ اس کا ترک جائز نہیں کیونکہ ارشاد باری ہے: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ[۸۷] (اور پرانے گھر (کعبہ) کا خوب طواف کریں)

اگر طواف زیارت بھول جائے تو اس کی قضا کرے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو شخص طواف زیارت بھول کر چلا جائے تو واپس آکر طواف کرے، اگرچہ اسے خراسان سے ہی کیوں نہ واپس آنا پڑے" [۸۸] جب حاجی طواف زیارت کر لے گا تو وہ تمام چیزیں بشمول بیویاں حلال ہو جائیں گی جو اس کے لئے بوجہ احرام ممنوع ہو گئی تھیں۔

۱۳۔ دوبارہ منیٰ میں:

جب حاجی طواف افاضہ کر لیں گے تو اسی دن، یعنی دسویں تاریخ کو واپس منیٰ آئیں گے، وہاں رات گذاریں گے، اور گیارہویں تاریخ کو زوال شمس کے بعد جمروں کو کنکریاں ماریں گے، ہر جمرہ کو سات کنکریاں ماریں گے۔ ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہیں گے۔ پہلے دو جمرہ کے پاس ٹھہر کر دعائیں مانگیں گے لیکن آخری جمرہ پر وقوف نہیں کریں گے۔ [۸۹]

۱۴۔ طواف وداع:

وطن واپسی سے پہلے حاجی بیت اللہ کا سات پھیروں کے ساتھ طواف کرے گا۔ اسے طواف وداع کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جو شخص حج کرے تو اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہونا چاہئے، سوائے حائضہ عورتوں کے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو اس طواف کے چھوڑنے کی اجازت دی تھی" [۹۰]

۱۵۔ حائضہ عورت کا حج:

حضرت علیؓ نے فرمایا: "حائضہ عورت وقوف عرفات کرے گی اور تمام مناسک بھی ادا کرے گی، وہ مشعر حرام (مزدلفہ) میں آئے گی، رمی جمار کرے گی اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کرے گی، البتہ جب تک حیض سے پاک نہیں ہوگی بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی" [۹۱]

## حجاب: پردہ

۱۔ حجاب بہ معنی ستر پوشی (دیکھئے لفظ عورہ)

۲۔ حجاب بہ معنی مردوں اور عورتوں کا عدم اختلاط

الف) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ عورت اپنی کسی ضرورت کے تحت کسی اجنبی مرد کے سامنے جا کر اس سے گفتگو کرے بشرطیکہ تنہائی نہ ہو۔ ایک دفعہ حضرت عمروؓ بن العاص حضرت علیؓ کے گھر آئے۔ دستک دی اور حضرت علیؓ کو موجود نہ پا کر واپس چلے گئے۔ دوبارہ آئے تو حضرت علیؓ مل گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ کی موجودگی میں آپ کی بیوی سے کسی مسئلے پر بات کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے یہاں آنے کا مقصد مجھ سے ملاقات نہیں، بلکہ اس عورت (میری بیوی) سے اس مسئلے پر گفتگو کرنا تھا؟ حضرت عمروؓ بن العاص نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خواتین کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر کہا: "ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جن کے شوہر گھر پر موجود نہ ہوں" (دیکھئے لفظ بیت) [۹۲]

ب) لیکن آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ عورت مجلسوں اور بازاروں میں مردوں کے درمیان چلے پھرے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں حبشیوں کے درمیان چلتی پھرتی ہیں۔ کیا تمہیں اس پر غیرت نہیں آتی؟ جس شخص کی غیرت ختم ہو جائے اس میں کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی"۔ [۹۳]

## حجامہ: حجامت، پچھنے یا سینگی لگانا

۱۔ تعریف:

زخم یا فصد کھولنے کی جگہ سے خون یا پیپ کو چوس لینا۔

۲۔ فصد کھلوانے یا سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱، جزو)

۳۔ روزے دار کا سینگی لگوانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)

۴۔ محرم کا سینگی لگوانا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب کا مسئلہ ۲)

۵۔ سینگی لگانے والے کی کمائی:

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ پچھنے لگانے کا کام ایک گھٹیا پیشہ ہے کیونکہ اس میں نجاست، یعنی خون سے آلودگی ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ اس پیشے سے حاصل شدہ کمائی کو غیر مشروع سمجھتے تھے، آپ کا قول ہے: "حجام کی کمائی حرام ہے" [۹۴]

## حجر، روک دینا، ممانعت

### ۱۔ تعریف:

کسی مشروع اور جائز وجہ کی بنا پر کسی شخص کو اس کے اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دینا حجر ہے۔

### ۲۔ حجر کی قسمیں:

حجر کی دو قسمیں ہیں:

الف) پہلی قسم: کسی مخصوص شخص کو اس کے مال میں اس کے تصرف قولی کے نفاذ سے روک دینا۔

اس قسم کی ممانعت کے چار اسباب ہیں، غلامی، صغر سنی، دیوانگی، بے عقلی اور دیوالیہ ہونا

۱) غلامی کی وجہ سے ممانعت آقا کے حق کی رعایت کی بنا پر کی جاتی ہے۔

۲) کم سنی کی بنا پر ممانعت کی وجہ کم سن کی اہلیت کا ناقص ہونا ہے، اس لئے کہ اس کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے ہاتھوں میں مال دے دینا دراصل مال کو ضیاع کے لئے پیش کر دینا ہوگا۔

۳) دیوانگی کی بنا پر ممانعت کی وجہ اہلیت کا فقدان ہے۔ ہمیں حضرت علیؓ سے ایسی روایتیں نہیں ملی ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ حضرت علیؓ نے اس قسم کے لوگوں پر بندش لگائی ہو، البتہ یہ بندش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے لگائی گئی تھی جس کی کوئی مخالفت ہم تک روایت کے ذریعے نہیں پہنچی [۹۵]

۴) سفہ یعنی مال کے تصرف میں بے عقلی کی وجہ سے ممانعت کے سلسلے میں حضرت علیؓ سے

روایت ثابت ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ حضرت زبیرؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ میں نے فلاں فلاں خریداریاں کی ہیں اور حضرت علیؓ کا ارادہ ہے کہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے کہہ کے مجھ پر پابندی لگوا دیں، حضرت زبیرؓ نے یہ سن کر کہا کہ خرید و فروخت میں میں بھی تمہارا شریک بن جاتا ہوں، ادھر حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور ان سے اس سلسلے میں گفتگو کی، جسے سن کر حضرت عثمانؓ نے یہ فرمایا کہ:
"میں اس شخص پر کیسے پابندی لگا سکتا ہوں جس کے شریک زبیر (رضی اللہ عنہ) ہیں" [۹۶]

بلاوجہ خرچ کرنا بھی سفہ میں داخل ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے بے جا مال اڑانے والے پر پابندی عائد کر دی تھی (دیکھئے لفظ تبذیر، فقرہ ۲)

۵) دیوالیہ ہونے کی بنا پر ممانعت کی وجہ: المغنی میں ابن قدامہ کی بحث کی روشنی میں قرض خواہوں کے حق کی رعایت ہے۔ جب اس پر پابندی لگ جائے گی تو اگر کسی قرض خواہ کو بعینہٖ اپنا وہی سامان مل جائے جو اس نے اس دیوالیہ کے ہاتھوں فروخت کیا ہو تو ایسی صورت میں اسے بیع کو فسخ کرنے اور اپنی چیز کو واپس لے لینے کا اختیار ہو گا۔ [۹۷]

ابن قدامہ کے سوا دوسرے اہل علم نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے کہ اگر خریدار کے دیوالیہ ہونے کے بعد فروخت کنندہ اپنی کوئی فروخت شدہ چیز بعینہٖ اس کے پاس پائے گا تو وہ اسے لے نہیں سکے گا بلکہ اس کی بھی حیثیت وہی ہوگی جو دوسرے قرض خواہ کی ہے۔ [۹۸]
یعنی وہ چیز اس دیوالیہ کے قبضے میں رہے گی اور اس چیز کا مالک دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ ایک تناسب سے اپنا حصہ وصول کرے گا۔

ب) دوسری قسم: اس میں کسی خاص شخص کو اس کے مال میں تہائی سے زائد مقدار کے اندر اس کے قولی تصرف کے نفاذ سے روک دیا جاتا ہے۔ اس کے اسباب میں سے ایک سبب وہ بیماری بھی ہے جو موت سے متصل ہو، یعنی مرض الموت (دیکھئے لفظ مرض، فقرہ ۴، ۵)

## الحجر الاسود: حجر اسود

حجر اسود کو ہاتھ لگانا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز۔ الف)

حجر اسود کو ہاتھ لگاتے وقت پڑھی جانے والی دعا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز۔ د)

## حد: حد کی سزا

۱۔ تعریف:

حدوہ شرعی سزا ہے جو مخصوص جرائم پر دی جاتی ہے۔ اس جرم کو بھی حد کہتے ہیں جس کے ارتکاب پر یہ سزا عائد ہوتی ہے۔

۲۔ حد جاری کرنے والا:

چونکہ حدود کا شبہات کی بنا پر سقوط ہو جاتا ہے اس لئے ان کا اثبات صرف قاضی کی عدالت میں ہوتا ہے۔ جب قاضی کی عدالت میں یہ ثابت ہو جائیں اور ان کی تنفیذ میں تجربہ کی ضرورت ہو مثلاً قطع ید، تاکہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے سزا کے اثرات جسم میں سرایت نہ کر جائیں تو اس صورت حال میں انہیں نافذ کرنے کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ اگر سزائیں ایسی ہوں جن پر عمل درآمد کے لئے کسی خاص تجربہ کی ضرورت نہ ہو تو ایسی صورت میں اصل یہ ہے کہ امام المسلمین خود انہیں جاری کرے تاہم امام کے سوا دوسرے کے لئے بھی اسے جاری کرنا جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کے بارے میں جس نے گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ دیکھا اور دونوں کو قتل کر دیا، فرمایا تھا: "یہ چار گواہ لے کر آتا بصورت دیگر اسے قتل کیا جائے گا" [۹۹]
اسی طرح آقا کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قسم کی حدود اپنے غلام پر جاری کر دے [۱۰۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں فرمایا تھا: "لوگو اپنے غلاموں پر حدود قائم کرو" [۱۰۱]

۳۔ المحدود: جس پر حد جاری کی جائے۔

الف) کسی پر حد جاری کرنے کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱) عاقل بالغ ہونا۔ اس لئے کسی کم سن یا دیوانے پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت علیؓ کا گذر ایک دیوانی عورت پر ہوا جسے زنا کی سزا میں سنگسار کیا جانا تھا، پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت عمرؓ کے حکم سے اسے سنگسار کیا جا رہا ہے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اسے واپس لے چلو اور خود حضرت عمرؓ کے پاس آکر فرمایا: "امیرالمومنین کیا آپ کو معلوم نہیں کہ تین قسم کے انسان مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ ایک دیوانہ جب تک اس کا دماغی توازن درست نہ ہو جائے، دوسرا خوابیدہ جب تک بیدار نہ ہو جائے اور تیسرا بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، " حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے، اس پر آپ نے اس دیوانی کو چھوڑ دیا اور مسرت سے بار بار اللہ اکبر کے الفاظ دہرانے لگے [۱۰۲] حضرت علیؓ

کا قول ہے : "جب لڑکا پانچ بالشت کا ہو جائے تو اس پر حدود جاری ہوں گے" [۱۰۳]

۲) اختیار کا ہونا : اس لئے مکرہ یعنی مجبور پر کوئی حد نہیں (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳)

۳) تحریم کا علم ہونا : اگر اسے اپنے فعل کے حرام ہونے کا علم نہ ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ لاعلمی کو ایسا شبہ نہیں سمجھتے تھے جو اسقاط حد کے لئے کافی ہو۔ حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ نے اسے شبہ تسلیم کرنے کا اعلان کیا۔ تو حضرت علیؓ نے اس پر غور کیا اور بالآخر حضرت عثمانؓ کی رائے سے متفق ہو گئے۔ اس کے پس منظر میں جو واقعہ پیش آیا تھا وہ یہ تھا کہ ایک شخص حاطب بن ابی بلتعہ نے بتایا کہ اس کی ایک لونڈی جس کا نام مرکوش ہے زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور وہ اپنے اس فعل قبیح کا علی الاعلان ذکر کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلے میں حضرت علیؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے مشورہ کیا۔ دونوں نے یہی رائے دی کہ اس پر زنا کی حد جاری ہوگی۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس فعل قبیح کی تحریم کا علم نہیں ورنہ وہ اس طرح علی الاعلان اسکا تذکرہ نہ کرتی۔ اور حد کا نفاذ صرف اس پر ہوتا ہے جسے حرمت کا علم ہو، حضرت عمرؓ آپ کی رائے سے متفق ہوئے اور اس لونڈی کی پٹائی کر کے اسے چھوڑ دیا، اسے سنگسار نہیں کیا[۱۰۴] مجھے (مصنف کتاب) یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ کی رائے سے پوری تسلی ہو گئی تھی اسی لئے اس کے خلاف حضرت علیؓ سے کوئی روایت منقول نہیں، بلکہ اس کے برعکس یہ منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی اصول کے مطابق فیصلے صادر فرمائے، ایک عورت آپ کی خدمت میں آکر کہنے لگی کہ میرے شوہر نے میری لونڈی کے ساتھ زنا کیا ہے، شوہر نے کہا کہ یہ سچ کہتی ہے اور میں نے ایسا اس لئے کیا کہ میری بیوی اور اس کا مال سب میرے لئے حلال ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے اسے جانے دیا اور اسے دوبارہ ایسی حرکت کرنے سے منع کر دیا، آپ نے اس پر حد اس کی لاعلمی کی وجہ سے جاری نہیں کی[۱۰۵] اور اس طرح آپ نے عملی طور پر لاعلمی کو ایسے شبہ کا درجہ دیا جو مجرم سے حد کو ساقط کرنے کے لئے کافی تھا[۱۰۶]

۴) اسلام : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اسلامی حدود صرف مسلمانوں پر نافذ کئے جائیں۔ اگر کافر کوئی ایسا جرم کرے جس پر حد لازم آتی ہو تو اسے اس کے اہل مذہب کے

حوالے کر دیا جائے جو اس پر اپنے مذہب کے مطابق حد جاری کریں۔ اسی لئے آپ کا قول ہے کہ ذمیوں پر حدود جاری نہ کئے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے حاکم کے سپرد کیا جائے جو ان پر حد کا نفاذ کرے:[۱۰۷] (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ ح)

ب) غلام کے حق میں حدود کی تنصیف: اگر غلام کوئی ایسا جرم کرے جس پر حد واجب ہوتی ہو تو اسے آزاد کو لگنے والی حد کی آدھی حد لگے گی بشرطیکہ وہ حد قابل تنصیف ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "غلام کو لگنے والی حد آزاد کی حد سے نصف ہوتی ہے۔[۱۰۸] عنقریب ہم اس پر تفصیل سے بحث کریں گے جب ہر حد پر علیحدہ علیحدہ گفتگو ہوگی۔ اگر غلام مکاتب ہو تو جس قدر اس نے بدل کتابت ادا کیا ہوگا اس کے دائرے میں آزاد کی طرح حد لگے گی اور جس قدر بدل کتابت کی ادائیگی نہیں ہوگی اس میں اسے غلام کی حد لگے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مکاتب کو اتنے حصے کے کوڑے لگیں گے جتنے حصے کی کتابت کی رقم اس نے ادا کی ہوگی"۔[۱۰۹] (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱ جز۔ د)

۴۔ وہ جرائم جن میں حدود واجب ہوتی ہیں:

الف) ان جرائم کی تعداد: جن جرائم پر حدود کا وجوب ہوتا ہے وہ یہ ہیں: زنا، دیکھئے لفظ زنا) ارتداد (دیکھئے لفظ ارتداد) رہزنی (دیکھئے لفظ قطع الطریق) چوری (دیکھئے لفظ سرقہ) زنا کی تہمت (دیکھئے لفظ قذف) اور شراب خوری (دیکھئے لفظ اشربہ)

ب) حدود کا اثبات: حدود کا اثبات گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز ز کا مسئلہ ۲)، اور (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز ح کا مسئلہ ۴) اور (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز و کا مسئلہ ز) اعتراف، (دیکھئے لفظ اقرار، فقرہ ۲ جز۔ ب) اور قرائن قویہ کے ذریعہ ہوتا ہے مثلاً نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو جانا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۴، جز۔ ج)، (دیکھئے لفظ قضاء فقرہ ۱)، (دیکھئے لفظ قرینہ، فقرہ ۴، جز۔ ح) اور حدود کا اثبات گواہی کے خلاف گواہی لانے سے نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴، جز۔ ح کا مسئلہ ۴)

ج) حدود میں پردہ پوشی:

۱) حدود والے جرائم کے بارے میں گفتگو کرنا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے یہ تھی کہ فاحشہ یعنی برائی کے بارے میں گفتگو اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا چرچا اس برائی کے پھیلنے کا ایک سبب ہوتا ہے، اس لئے کہ اس طرز عمل سے کمزور طبیعتوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی

ہے کہ لوگوں کی بڑی تعداد برائی میں مبتلا ہے۔ اس سے ان لوگوں کے دلوں سے برائی کا خوف جاتا رہتا ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو برائی کے بارے میں گفتگو اور اس کی اشاعت سے منع کرتے رہتے تھے اور انہیں سزا دینے کی دھمکی بھی دیتے رہتے. آپ اکثر فرماتے: "جس نے زنا کے کسی واقعہ کی اشاعت کی اسے سزا ملے گی چاہے وہ سچا ہی کیوں نہ ہو" [۱۱۰]

۲) نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ بھی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانوں میں لوگوں پر نیکی کا غلبہ تھا جو انہیں کسی برائی کی طرف قدم بڑھانے سے باز رکھتا تھا، الا یہ کہ نفس کی کمزوری یا لاعلمی کی وجہ سے ان سے کوئی غلط اقدام ہو جاتا۔ جن لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ان کے لئے ان کا ضمیر انہیں برائی سے روکنے کے لئے کافی ہوتا، اس لئے اس زمانے میں ایسے جرائم پر پردہ پوشی بہتر تھی جن میں حد واجب ہوتی، لیکن حضرت علیؓ کے زمانے میں فسق و فجور پھیل چکا تھا اور ایسے حالات پیدا ہو گئے تھے جو اس سے پہلے نہیں تھے نیز لوگ اپنے عقیدے کی کمزوری اور ہوا و ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر گناہ کا ارتکاب کر رہے تھے۔ اس صورت حال میں ان لوگوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کا کوئی جواز باقی نہیں رہ گیا تھا، بلکہ سزا ان کے حق میں بہتر تھی، حضرت علیؓ کو یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو یہ بتایا کہ میں نے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے اس سے فرمایا: "اللہ نے تم پر پردہ کیا تم بھی یہ پردہ قائم رکھو" حضرت علیؓ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ شخص ابن ام عبد یعنی عبداللہ بن مسعود کے پاس گیا تھا۔ اگر وہ میرے پاس مسئلہ پوچھنے آتا تو میں اس کا سر پتھروں سے کچل دیتا، ابن مسعودؓ کو پتہ نہیں ہے اب کیسے حالات پیدا ہو گئے ہیں" [۱۱۱]

## ۵۔ حدود کے تحت دی جانے والی سزائیں:

الف) حدود خالص حق اللہ ہیں، اس لئے:

۱) ان کے تحت دی جانے والی سزاؤں میں نہ امام المسلمین کمی کر سکتا ہے اور نہ کوئی اور. اگر کوئی شخص ایسی حرکت کرے گا تو یہ ظلم ہو گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "مجرم پر حد جاری کرنے کے بعد امام کے حکم سے اسے محبوس کرنا ظلم ہے" [۱۱۲] حضرت علیؓ نے

ایک مجرم کو کسی حد میں کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ کوڑا مارنے والے نے دو کوڑے زائد لگا دیئے، آپ نے اس مجرم کو جلاد سے دو زائد کوڑوں کا بدلہ دلوایا۔ [۱۱۳]

اگر مجرم کو حد کے علاوہ کسی اور جرم کے ارتکاب پر تعزیری سزا ملے تو یہ حد والی سزا میں اضافہ نہیں کہلائے گا، مثلاً ایک شخص نے رمضان میں شراب پی ہو تو اسے شراب خوری پر حد لگے گی اور احترام رمضان کی خلاف ورزی کی الگ تعزیری سزا دی جائے گی (دیکھئے اشربہ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

۲) ان سزاؤں میں کسی کی سفارش نہیں چلے گی جب امام المسلمین تک ان کا معاملہ پہنچ جائے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک چور کی سفارش کی، لوگوں نے کہا: "آپ ایک چور کی سفارش کر رہے ہیں؟" آپ نے جواب دیا: "ہاں، معاملہ امام المسلمین تک پہنچنے سے پہلے پہلے سفارش ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اگر امام معاف کر دے تو اللہ اسے معاف نہیں کرے گا" [۱۱۴]

۳) حدود کے نفاذ کے لئے کسی کو کارپرداز بنانا (دیکھئے لفظ وکالہ، فقرہ ۲)

ب) حد کے تحت ملنے والی سزا اس جرم کا کفارہ ہے: جب کسی مسلمان پر حد لگا دی جائے تو قیامت کے دن یہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "کسی نے کوئی گناہ کیا اور اس پر حد جاری کر دی گئی تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے" [۱۱۵] عبدالرحمٰنؒ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا جب آپ نے ایک عورت شراحۃ کو سنگسار کیا۔ میں نے کہا کہ یہ عورت کتنی بری موت مری ہے۔ یہ سن کر آپ نے مجھے ایک چھڑی لگائی جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی، میں نے کہا کہ آپ نے مجھے دکھ دیا؟ آپ نے فرمایا: "چاہے میری ضرب سے تمہیں تکلیف ہوئی لیکن سن لو، اس عورت کو اب کبھی عذاب نہیں ہو گا کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حدود کے تحت جو سزائیں نازل کی ہیں ان میں کسی کا نفاذ اگر کسی پر ہو جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ بن جاتی ہے جیسے ادلے کا بدلہ ہوتا ہے" [۱۱۶] حضرت علیؓ نے جب شراحہ نامی عورت کو سنگسار کیا تو لوگ اس پر لعنت بھیجنے لگے، آپ نے لوگوں کو اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "جس شخص پر حد جاری ہو جاتی ہے وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے جیسے کہ ادلے کا بدلہ ہوتا ہے" [۱۱۷]

ج) غلام کے حق میں حد کی تنصیف: اس پر پچھلے صفحات میں گفتگو کی گئی ہے (دیکھئے لفظ حد، فقرہ

۳ جز ب)

د) حد قائم کرنے کا وقت: اصول تو یہ ہے کہ حد کے نفاذ میں تاخیر نہ ہو، مگر جب حد گردن اڑا دینے یا سنگسار کرنے کی صورت میں ہو اور جسے حد لگنے والی ہو وہ حاملہ ہو تو ایسی صورت میں وضع حمل تک انتظار کیا جائے گا۔ کیونکہ امام المسلمین ارتکاب جرم کی وجہ سے اس حاملہ کو تو سزا دے سکتا ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ قابل دست اندازی امام نہیں ہے۔

اسی طرح اگر حد کوڑوں کی صورت میں ہو اور جسے حد لگنے والی ہو اس کی حالت ایسی ہو کہ کوڑے لگنے کی صورت میں اس کی موت یقینی ہو، ایسی صورت میں نفاذ حد میں تاخیر کر دی جائے گی، یہاں تک کہ وہ اس حالت سے نکل آئے۔ مثلاً نفاس والی عورت۔

امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لوگو! اپنے غلاموں پر حدود جاری کرو، چاہے وہ محصن ہوں یا غیر محصن اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی کے متعلق جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، مجھے حکم دیا کہ اس پر حد جاری کروں لیکن مجھے پتہ چلا کہ وہ ابھی ابھی نفاس سے نکلی ہے، مجھے ڈر پیدا ہوا کہ کہیں حد لگنے کی وجہ سے وہ مر نہ جائے، میں نے واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ساری حقیقت بیان کر دی۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے بہت اچھا کیا کہ اس حالت میں کوڑے نہیں لگائے، اب اسے اس وقت تک چھوڑ دو جب تک وہ صحت یاب نہ ہو جائے" [۱۱۸] جب حضرت علیؓ کے پاس شراحہ ہمدانیہ لائی گئی جس نے اعتراف زنا کر لیا تھا تو وہ اس وقت حاملہ تھی۔ آپ نے اسے قید خانے میں رکھا یہاں تک کہ وضع حمل ہو گیا۔ پھر اسے جمعرات کے دن باہر نکال کر سو کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن سنگسار کر دیا، آپ نے اسے اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جب تک کہ اس کے بچے کی نگہداشت کرنے والا مل نہ گیا۔ [۱۱۹] اس طرح بچے کی زندگی محفوظ ہو گئی۔

ھ) حد قائم کرنے کی جگہ:

۱) دارالحرب میں حد قائم کرنا: حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ دارالحرب میں حد جاری نہ کی جائے، تاکہ یہ چیز کمزور طبیعتوں والے لوگوں کے لئے بھاگ کر دشمن سے جا ملنے کا ذریعہ نہ بن جائے، اور تاکہ دشمن کو اس کی خبر نہ ہو جائے جس سے اسے اس عمل کو اپنی من مانی تشریح کا جامہ پہنانے اور اسے اپنے مفاد میں استعمال کرنے کا موقعہ مل جائے، ایک مسلمان نے ایک گھوڑا چرایا اور سرزمین روم میں چلا گیا، پھر مسلمانوں کے ساتھ واپس آگیا، لوگوں

نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ارض روم سے نکل نہ جائے اس وقت تک اس پر حد جاری نہ کی جائے'' [۱۲۰]

د) مسجد میں حد جاری کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کو حد جاری کرنے کے لئے استعمال میں لانا درست نہیں سمجھتے تھے کیونکہ اس طرح مسجد کے خون کی نجاست سے آلودگی کا خطرہ ہوتا اور بسا اوقات مجرم کی چیخ وپکار سے اس کے تقدس کو نقصان پہنچتا۔ آپ کے پاس ایک چور لایا گیا آپ نے قنبر کو حکم دیا کہ اسے مسجد سے باہر لے جا کر اس کا ہاتھ کاٹ دے [۱۲۱]

ہ) علانیہ حد جاری کرنا۔ حدود کے تحت دی جانے والی سزاؤں کی غرض وغایت یہ ہے کہ ایک طرف مجرم کو جرم کا اعادہ کرنے اور دوسری طرف لوگوں کو جرائم کرنے کے تصور سے روکا جائے اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب حد لوگوں کے سامنے لگائی جائے۔ اسی لئے ارشاد باری ہے۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور-۲) (اور ان دونوں یعنی زانی اور زانیہ کو ملنے والی سزا کو مسلمانوں کا ایک گروہ اپنی آنکھوں سے دیکھے) جب حضرت علیؓ نے شراحہ ہمدانیہ پر حد زنا جاری کی تو اس کے لئے بازار میں ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا اور اس گڑھے میں اسے بٹھا کر اسے سنگسار کیا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز الف) حضرت علیؓ نے درج بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ طائفہ سے مراد تین یا اس سے زائد انسان ہیں۔ [۱۲۲]

و) حدود کو ایک دوسرے میں مدغم کر دینا۔ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ اگر کئی سزائیں اکٹھی ہو جائیں تو انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہی تھی کہ اگر سزائیں ایک جنس کی ہوں تو انہیں ایک دوسرے میں مدغم کر کے جو سزا سب سے سخت ہو وہی دے دی جائے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک حبشی غلام لایا گیا جو شرابی اور زانی تھا۔ آپ نے اسے چالیس یا پچاس کوڑے لگائے۔ [۱۲۳]

ز) حدود کا جان لیوا بن جانا۔ اگر کسی کو قطع ید یا کوڑوں کی سزا دی گئی اور اس کا اثر اس کی جان تک پہنچ گیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی تو اس کا خون رائیگاں جائے گا، یعنی اس کی کوئی دیت وغیرہ نہیں ہوگی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: ''جو شخص کسی حد کے نفاذ کی وجہ سے مر گیا تو اس کی موت حد کی وجہ سے ہوئی اس لئے اس کی کوئی دیت نہیں'' [۱۲۴] آپ کا قول

ہے: "جب کسی انسان کو حد لگے اور وہ اس کے اثر سے مرجائے تو اس کی کوئی دیت نہیں کتاب اللہ کے تحت اس کی جان گئی ہے" [۱۲۵] اس حکم سے کوئی مستثنیٰ نہیں سوائے اس کے جو شراب نوشی کی حد لگنے کی وجہ سے مرگیا ہو. اس لئے کہ اس حد کے تعین میں اجتہاد کو دخل تھا۔ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی [۱۲۶] حضرت علی کا قول ہے: "حد لگنے کی وجہ سے کسی شخص کی موت کا مجھے افسوس نہیں ہوا سوائے شرابی کے، اگر وہ حد کی وجہ سے مرجاتا تو میں اس کی دیت ادا کر دیتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حد مقرر نہیں کی تھی" [۱۲۷]

ح) شبہ کی بناء پر حد کا ساقط ہو جانا: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حدود کے تحت سزائیں شبہات کی بناء پر ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب حد کے متعلق لعل اور عسی (ان الفاظ کا استعمال شک و شبہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے) سے کام لیا جائے تو حد معطل ہو جائے گی" [۱۲۸] جب ایک حد شبہ کی بناء پر ساقط ہو سکتی ہے تو اکراہ کی بنا پر بطریق اولیٰ ساقط ہو جائے گی (دیکھئے لفظ اکراہ فقرہ ۳، جز الف)

ط) حد کی تنفیذ کی کیفیت: کوڑے لگانے کی کیفیت (دیکھئے لفظ جلد)

ی) حد کی تنفیذ کے وقت گواہوں کی موجودگی: حضرت علی رضی اللہ عنہ گواہوں سے حد کے نفاذ کے وقت موجود رہنے یا نفاذ میں خود حصہ لینے کا مطالبہ کرتے تھے۔ آپ کسی چور کا ہاتھ کاٹنے سے پہلے گواہوں کو بلا کر چور کے پاس کھڑا کر دیتے پھر کچھ وقت گزارتے، اس کے بعد بھی اگر گواہ گواہی دے دیتے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے اور اگر گواہ آنے سے انکار کر دیتے تو آپ مجرم کو چھوڑ دیتے [۱۲۹] آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے خلاف دو آدمیوں نے چوری کی گواہی دی تھی، آپ نے حد جاری کرنے کے وقت دونوں گواہوں کو طلب کیا، وہ نہ ملے تو آپ نے اس شخص کو جانے دیا" [۱۳۰] آپ کا قول ہے: "زنا کی دو قسمیں ہیں، چھپ کر زنا، علانیہ زنا. چھپ کر زنا وہ ہے جس کی گواہی گواہ دیں اس لئے جب مجرم کو سنگسار کیا جائے تو یہ گواہ سب سے پہلے پتھر ماریں، پھر امام اور پھر لوگ" [۱۳۱]

و) شبہ کی بناء پر جس سے حد ساقط ہو جائے اسے تعزیری سزا دینا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶، جز۔ ح)

۶۔ حدود کے تحت آنے والے جرائم اور ان کی سزائیں:

حد خمر (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴)
حد قذف (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۵)
حد سرقہ (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵)
حد زنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز الف)
حد رہزنی (دیکھئے لفظ حرابہ، فقرہ ۲)
حد ارتداد (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۴)

## حداد : سوگ

عدت گزارنے والی عورت کا خوشبو اور زیب و زینت ترک کرنا اور اپنے گھر کے سوا کہیں اور رات نہ گزارنا حداد کہلاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۵، جز الف)

## حدث : حدث

۱۔ تعریف :
اگر انسان کو نجاست حکمیہ لاحق ہو جائے تو اسے حدث کہتے ہیں

۲۔ اس کی قسمیں :
اس کی دو قسمیں ہیں، حدث اکبر، حدث اصغر
الف) حدث اکبر
۱) اس کے اسباب یہ ہیں:
وطی کرنا چاہے انزال ہو یا نہ ہو
شہوت کے ساتھ انزال ہونا چاہے وطی ہو یا نہ ہو
حیض اور نفاس

۲) حدث اکبر کے احکامات :۔ اگر حدث اکبر وطی یا شہوت کے ساتھ انزال کی وجہ سے ہو تو اس سے نماز پڑھنا، مسجد میں ٹھہرنا، طواف کعبہ کرنا، قرآن کا پڑھنا اور چھونا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۲)، (صلاۃ، فقرہ ۵ جز الف)، (قرآن، فقرہ ۳) اگر حیض اور نفاس کی بنا پر حدث اکبر ہو تو درج بالا باتوں کے ساتھ ساتھ حیض اور نفاس والی عورت کی ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصے سے لذت اندوزی بھی ممنوع ہو جاتی ہے البتہ فوق الازار

اس کی اجازت ہوتی ہے۔ (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جزب)

۳) حدث اکبر کا دور ہونا۔ حدث اکبر غسل کے ذریعے دور ہوتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱) اور پانی نہ ملنے یا پانی کے استعمال سے معذوری کی صورت میں تیمم سے بھی حدث اکبر دور ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ تیمم، فقرہ ۲)

ب) حدث اصغر

۱) اس کا سبب۔ وضو توڑ دینے والا کوئی سبب حدث اصغر کا موجب ہے (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴)

۲) حدث اصغر کے احکامات۔ حدث اصغر لاحق ہونے پر نماز پڑھنا اور قرآن کو ہاتھ لگانا ممنوع ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵ جز الف) (قرآن، فقرہ ۲)

۳) حدث اصغر کا دور ہونا۔ حدث اصغر وضو کے ذریعے دور ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضو) اور پانی نہ ملنے یا پانی کے استعمال سے عجز کی صورت میں تیمم سے بھی یہ دور ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ تیمم، فقرہ ۱)

## حدیث شریف : حدیث شریف

دیکھئے لفظ سنۃ

## حرابہ : رہزنی

### ۱۔ تعریف:

حرابہ سے ہماری مراد رہزنی ہے۔ یعنی کوئی انسان علانیہ لوگوں کی جان و مال کے پیچھے پڑ جائے

### ۲۔ اس کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے حرابہ کی سزا یہ بیان فرمائی ہے

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ
فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم
مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ (المائدہ۔۳۳)

ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور

زمین میں فساد کرنے کی سعی کرتے ہیں صرف یہ ہے کہ انہیں تہ تیغ کیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے ) حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب ڈاکو رہزنی شروع کر دیں اور ہتھیار اٹھالیں اور بغیر اس کے کہ وہ کسی کا مال لے لیں یا کسی مسلمان کو قتل کر دیں، انہیں پکڑ لیا جائے تو انہیں قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، یہ ان کی جلا وطنی ہوگی. لیکن وہ اگر لوگوں کا مال چھین لیں۔ پھر پکڑے جائیں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں. لیکن اگر مال لوٹنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی جانیں بھی لیں تو ان کے پاؤں مخالف سمت سے کاٹ کر انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے. یہاں تک کہ وہ مر جائیں" [۱۳۲] اس کی توضیح یہ ہے کہ اگر محارب (ڈاکو، رہزن) آزاد ہو گا تو اس کا ایک ہاتھ پہنچے سے اور اس کے مخالف سمت کا پاؤں ٹخنے سے کاٹ دیا جائے گا اور اگر غلام ہو گا تو اس کے ایک ہاتھ کے پورے اور مخالفت سمت کا نصف قدم کاٹ دیا جائے گا [۱۳۳] (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵؛ ج، ب)

۳۔ رہزنوں کی توبہ اور اس کے نتائج:

اگر کوئی رہزن امام المسلمین کے ہاتھ آ جانے پر توبہ کرے گا تو اس توبہ کا کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہو گا. لیکن اگر امام المسلمین کے ہاتھ لگنے سے پہلے وہ توبہ کرے گا تو اس سے رہزنی کی حد ساقط ہو جائے گی، مگر قصاص ساقط نہیں ہو گا اور جو مال اس نے چھینا ہو گا اس کا تاوان بھی بھرے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر رہزن پکڑے جانے سے پہلے توبہ کر لیں گے. تو مال کا تاوان ادا کریں گے، ان سے قصاص لیا جائے گا اور ان پر حد جاری نہیں کی جائے گی" [۱۳۴] اس بارے میں ماوردی نے حضرت علیؓ کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ امان کے بغیر توبہ کر لینے والے رہزن کی توبہ اس سے نہ حد ساقط کرنے میں موثر ہو گی اور نہ حق ساقط کرنے میں" [۱۳۵] لیکن حضرت علیؓ سے یہ روایت کہ مسعر بن فدکی بھیس بدل کر حضرت علیؓ کے پاس آیا اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھ پڑھ کر توبہ کا طالب ہوا، حضرت علیؓ یہ کہتے رہے کہ ایسا آدمی توبہ کر لے. اس پر مسعر نے کہا: "اگرچہ وہ مسعر بن فدکی ہی کیوں نہ ہو؟" آپ نے فرمایا: "ہاں اگرچہ وہ مسعر بن فدکی ہی کیوں نہ ہو"۔ یہ سن کر اس نے کہا: "تو میں مسعر ہوں. مجھے امان دیجئے" آپ نے فرمایا "جا تجھے امان ہے" (یہ مسعر رہزنی کرتا اور عورتوں کی عزت سے کھیلتا تھا) [۱۳۶] تو یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی یحییٰ بن عبدالحمید حمانی ہے جس کے بارے میں ابن حزم نے کہا ہے کہ یہ انتہائی

ضعیف ہے۔ [۱۳۷] میزان الاعتدال میں اس کے بارے میں کہا ہے کہ امام احمدؒ نے اس کی توثیق کی ہے. لیکن جمہور ناقدین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اگر اس روایت کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس پر حد جاری کرنے سے اسے امان دیا تھا کیونکہ وہ تائب ہو کر آیا تھا۔ رہے لوگوں کے حقوق تو ان کا معاملہ لوگوں سے متعلق تھا۔

## حربی : برسرپیکار

۱۔ تعریف :

کافر حکومت کا وہ باشندہ جو اسلامی حکومت سے برسرپیکار ہو حربی کہلاتا ہے۔

۲۔ حربی کے احکام :

اہل کتاب حربی کا ذبیحہ حلال ہے (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز ب)

حربی عورت سے نکاح حرام ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز الف کا مسئلہ ۲، جز و)

حربی کے لئے وصیت ممنوع ہے (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۲، جز ج)

حربی کا خون اور اس کا مال مباح ہے (دیکھئے لفظ غنیمہ)

۳۔ حربی کا مسلمانوں کے امان میں آنا اور اس پر مرتب ہونے والے احکامات (دیکھئے لفظ امان)

## حرز : محفوظ جگہ

چوری میں قطع ید کے لئے محفوظ جگہ سے چرانے کی شرط (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۳)

## حرم : حرم

حرم مکہ اور قربانی کے جانور کا وہاں ذبح کرنا (دیکھئے لفظ مکہ) اور (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۴)

حرم مدینہ (دیکھئے لفظ مدینہ)

## حریر : ریشم، ریشمی لباس

مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننے کی حرمت (دیکھئے لفظ لباس، فقرہ ۱)

## حسبہ : احتساب

حسبہ سے مراد تاجروں اور صنعت کاروں کی کارکردگی کی نگرانی اور کھوٹ کی بیخ کنی ہے۔ حضرت علیؓ اس کا بہت اہتمام کرتے تھے اور منصب خلافت اور اس کی ذمہ داریاں اس کام کو بہ نفس نفیس سرانجام دینے سے آپ کو نہیں روکتی تھیں، جرموز کا کہنا ہے کہ "میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے کہ آپ گھر سے ایک درہ ہاتھ میں لئے ہوئے نکلتے اور بازار کا چکر لگا کر لوگوں کو خوف خدا اور حسن معاملہ کی تلقین کرتے اور فرماتے: "لوگو! ناپ تول میں کمی نہ کرو" اور فرماتے: "گوشت میں ہوا بھر کر فروخت نہ کرو" [۱۳۸]

## حشفہ: عضو تناسل کی سپاری

حشفہ ایک پورا عضو ہے، اور اسے نقصان پہنچانے پر پوری دیت لازم ہوتی ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴ جزب کا مسئلہ ۳، جزب)

## حضانہ: بچے کی پرورش

### ۱۔ تعریف:

بچے کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کے لئے اس پر حاصل شدہ حق کو حضانت کہتے ہیں

### ۲۔ بچے کی پرورش کا سب سے بڑھ کر حقدار:

ماں بچے کی پرورش کی سب سے بڑھ کر حقدار ہے۔ جب تک اس کی عمر نو سال کی نہ ہو جائے، اس کے بعد اگر پرورش کے سلسلے میں والدین میں تنازعہ ہو تو بچے کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کے ساتھ چاہے رہے۔ عمارہ بن ربیعہ جرمی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میرے والد جہاد کے لئے ایک سمندری مہم پر گئے اور شہید ہو گئے، میرے چچا مجھے لینے کے لئے آ گئے، میری والدہ یہ تنازعہ لے کر حضرت علیؓ کے پاس گئیں، ان کے ساتھ میرا کمسن بھائی بھی تھا، حضرت علیؓ نے مجھے تین باتوں کا اختیار دیا۔ میں نے اپنی ماں کے پاس رہنے کا فیصلہ کیا، لیکن میرے چچا اس پر راضی نہ ہوئے، حضرت علیؓ نے انہیں ایک مکا مارا اور درے کی ایک ضرب لگا کر فرمایا: "اور اس کم سن بچے کو بھی اختیار دیا جائے گا۔ جب یہ بالغ ہو جائے گا" [۱۳۹]

## حقنہ: انجکشن لگانا۔ مقعد کے راستے دوائی داخل کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ مقعد کے راستے دوائی داخل کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ [۱۴۰]

## حلف : قسم کھانا

### ۱۔ کس چیز کی قسم کھانا جائز ہے؟

صرف اللہ تعالیٰ یا اس کی کسی صفت یا اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم کی قسم کھانا جائز ہے۔
حضرت علیؓ جب قسم کھاتے تو یوں فرماتے: "قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کی تخلیق کی اور تمام جاندار پیدا فرمائے" [۱۴۱]

### ۲۔ قسم کا کفارہ:

قسم کا کفارہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے

فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ
مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ
(سورہ المائدہ ۔ ۸۹)

(تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جس شخص کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر اسے توڑ دو)

کھانا کھلانا جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے اس کے متعلق حضرت علیؓ کا قول ہے: "اوسط درجے کا کھانا روٹی گھی کے ساتھ یا روٹی زیتون کے تیل کے ساتھ، اور افضل درجے کا کھانا گوشت روٹی ہے اور سب سے کمتر درجے کا کھانا نمک کے ساتھ روٹی ہے" [۱۴۲] آپ نے فرمایا: "دودھ کے ساتھ روٹی اور زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی" [۱۴۳] (اوسط درجے کا کھانا ہے)

آیت مبارکہ میں جس اطعام یعنی کھانا کھلانے کا ذکر ہے اس سے مراد دو وقتوں صبح اور شام کا کھانا ہے[۱۴۴] اور اس کی کم سے کم مقدار فی مسکین نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) گندم یا ایک صاع جو یا کھجور ہے[۱۴۵] حضرت علیؓ کا قول ہے: "قسم کا کفارہ فی آدمی ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہے" [۱۴۶] آپ کا یہ قول بھی ہے: "قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ہر مسکین

کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور" [۱۴۷]

فقیر کو اس کی قیمت دینا جائز نہیں ہے۔ [۱۴۸]

کپڑے پہنانا تو اس سے مراد ہر مسکین کو اتنا کپڑا دینا ہے جسے پہن کر اس کے لئے نماز پڑھنا جائز ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "انہیں اتنا کپڑا دے دے جسے پہن کر ان کے لئے نماز ادا کرنا جائز ہو" [۱۴۹]

رہا غلام آزاد کرنا تو اس میں کافر غلام اور ام ولد کو آزاد کرنا بھی درست ہے (دیکھئے لفظ کفارۃ فقرہ جزء الف)

رہے تین دن کے روزے تو وہ متواتر رکھے گا اور بیچ میں ناغہ درست نہ ہو گا. حضرت علیؓ نے فرمایا: "قسم کے کفارہ کے تین دن کے روزوں میں ناغہ نہیں ہے" [۱۵۰]

۳۔ کفارے کا تعدد:

کفارہ میں اصل اعتبار مقام حلف کی وحدت کا ہے. اگر کسی نے ایک ہی جگہ بیٹھ کر متعدد قسمیں کھائیں تو اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہو گا۔ اگر اس نے مختلف جگہوں پر بیٹھ کر متعدد قسمیں کھائیں تو اس پر ان قسموں کی تعداد کے برابر کفارہ واجب ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر اس نے ایک ہی مجلس میں قسمیں کھائیں تو ایک کفارہ واجب ہو گا اور اگر اس نے متعدد مجلسوں میں متعدد قسمیں کھائیں تو کفارے بھی متعدد ہوں گے" [۱۵۱]

۴۔ قسامہ میں حلف اٹھانا (دیکھئے لفظ قسامہ، فقرہ ۳)

اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھانا (دیکھئے لفظ ایلاء)

قاضی یا عدالت کا گواہ اور مہتمم (جس پر کسی جرم کا الزام لگایا گیا ہو)

دونوں سے حلف لینا (دیکھئے لفظ قضا، فقرہ ۱۰ جزح کا مسئلہ د)

## حلی : زیور

مرد کے لئے سونے کے زیور پہننا ناجائز ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے" [۱۵۲]

کعبۃ اللہ کا زیور، یعنی آرائش (دیکھئے لفظ کعبہ، فقرہ ۲)

## حمالہ: ذمہ داری اٹھانا

سی شخص کا دو مخالف فریقوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے مالی ذمہ داری قبول کر لینا حمالہ کہلاتا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شخص اس رقم کی ادائیگی اپنے اوپر لازم کر لے جو دوسرے پر واجب ہو گئی تھی۔ (دیکھئے لفظ ضمان، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۳)

## حمام: غسل خانہ

حضرت علیؓ روزہ دار کے لئے حمام میں جانا ناپسند کرتے تھے، آپ کا قول ہے: "روزے کی حالت میں تم حمام میں نہ جاؤ" [۱۵۳]

اسی طرح آپ حمام میں قرآن پڑھنا بھی مکروہ [۱۵۴] سمجھتے تھے کیونکہ وہ گندگی اور میل کچیل کی جگہ ہے (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۳)

اگر آپ کے جسم کو حمام کا پانی لگ جاتا تو آپ غسل کر لیتے کیونکہ حمام کے پانی میں لوگوں کا پیشاب بھی شامل ہوتا ہے۔ اس لئے آپ احتیاطاً غسل کر لیتے تھے۔ (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱، جز ھ)

## حمل: حمل

### ۱۔ حمل کی کم سے کم مدت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس معاملے میں حضرت علیؓ نے کبار صحابہ مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ کی سوچ کی تصحیح کر دی تھی، حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کے ہاں چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو گیا تھا، حضرت عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کر لیا، اس کی بہن حضرت علیؓ کے پاس گئی اور عرض کیا کہ حضرت عمرؓ نے میری بہن کو سنگسار کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، میں آپ کو خداوند کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اگر آپ اس کے لئے کوئی عذر تلاش کر سکیں تو مجھے ضرور بتا دیجئے، حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا کہ اس کے لئے عذر نکل سکتا ہے، یہ سن کر اس عورت نے خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جس کی صدا حضرت عمرؓ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ فوراً حضرت عمرؓ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگی کہ علی رضی اللہ عنہ نے میری بہن کے لئے عذر تلاش کر لیا ہے،

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور پوچھا کہ اس عورت کے لئے کیا عذر ہو سکتا ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (البقرہ ۲۳۳): اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں گی) دوسری جگہ ارشاد ہے

(وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۔ الاحقاف ۔ ۱۵) اس کا حمل اور دودھ چھڑانا دونوں کی مدت تیس مہینے ہے)۔ اس لئے حمل کی مدت چھ ماہ اور دودھ چھڑانے کی مدت چوبیس ماہ یعنی دو سال ہوئی" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر عورت کو جانے دیا۔ [۱۵۵]

حضرت عثمانؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کے ہاں چھ ماہ میں بچہ پیدا ہو گیا تھا، آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ایسا حکم نہیں دے سکتے کیونکہ ارشاد باری ہے (وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا) (الاحقاف ۱۵) نیز ارشاد ہے (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۔ البقرہ ۔ ۲۳۳) اس لئے حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی جس کی وجہ سے اس عورت کو سنگسار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے پیچھے ایک آدمی دوڑایا لیکن جب وہ آدمی وہاں پہنچا تو عورت کو سنگسار کیا جا چکا تھا۔ [۱۵۶]

حاملہ مطلقہ عورت کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲ جزب کا مسئلہ ۱) اور اس حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جزب)

عدت گزارنے والی حاملہ عورت کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۴ جزالف)

حاملہ عورت پر اس کے حمل کی وجہ سے حد جاری نہیں ہوگی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز د)

حاملہ بیوی کو طلاق دینا طلاق بدعت ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۷)

حمل کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزالف)

حاملہ عورت اگر خون دیکھے (دیکھئے لفظ استحاضہ، فقرہ ۱)

طلاق رجعی پانے والی حاملہ بیوی سے رجوع جب تک اسکے ہاں بچہ نہ ہو (دیکھئے لفظ رجعہ، فقرہ ۲ جزب کا مسئلہ ۲)

ثبوت نسب کیلئے ہم بستری کے دوران حمل ٹھہر جانے کی شرط (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جزالف کا مسئلہ ۲)

## حمیل:

۱۔ تعریف:
حمیل اس بچے کو کہتے ہیں جسے کوئی قیدی عورت اس دعوے کے ساتھ گود میں اٹھائے ہوئے ہو کے یہ اس کا بچہ ہے۔

۲۔ حمیل کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴ جزب کا مسئلہ ۱)

## حنوط: کافور ملنا

میت اور اس کے کفن کو کافور ملنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۶)

## حوالہ: حوالہ کرنا

(حوالہ میں قرض کو دوسرے کے حوالے کرنا ہوتا ہے، اس دوسرے کو محال علیہ اور قرض کو محال بہ کہتے ہیں۔ مترجم)

حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب کوئی شخص اپنے قرض کو دوسرے کے حوالے کر دے تو اب یہ اپنے قرض کی وصولی کے لئے پہلے مقروض سے رجوع نہیں کرے گا جب تک کہ وہ دوسرا شخص جس کے حوالے قرض کیا گیا ہے (محال علیہ) دیوالیہ نہ ہو جائے یا اس کی موت واقع نہ ہو جائے۔

سعیدؒ بن المسیب سے ایک روایت ہے کہ سعیدؒ کے والد مسیب کا کسی پر دو ہزار درہم کا قرض تھا، ایک دوسرا شخص بھی تھا جس کا حضرت علیؓ پر اتنا ہی قرض تھا۔ اس شخص نے مسیب سے کہا: "میں تمہیں (یعنی تمہارے قرض کو) علی (رضی اللہ عنہ) کے حوالہ میں دیتا ہوں اور تم مجھے (یعنی میرے قرض کو) فلاں شخص کے حوالے میں دے دو" (یعنی حضرت علیؓ سے میں اپنا قرض وصول نہیں کرتا، بلکہ تم اپنا قرض جو فلاں شخص پر ہے حضرت علیؓ سے وصول کر لو، میں اپنا قرض تمہارے مقروض سے وصول کر لوں گا۔ مترجم) چنانچہ دونوں راضی ہو گئے مسیب نے تو حضرت علیؓ سے وصولی کر لی لیکن اس شخص کا مال تلف ہو گیا جس کے حوالہ حضرت علیؓ کے قرض خواہ کا قرض کیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا: "اللہ اسے ہلاک کرے۔" [۱۵۷]
اس روایت اور ہمارے بیان کردہ اصول حوالہ کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ مسیب بری الذمہ ہو گئے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کی زبان سے نکلا ہوا کلمہ اس نقصان پر اظہار تاسف کے لئے ہو جو محال (وہ قرض خواہ جس کے

قرض کی ادائیگی اصل مقروض سے ہٹا کر کسی اور کے حوالے کر دی گئی ہو) کو اٹھانا پڑا۔

## حوت : مچھلی

تمام مچھلیاں ذبح شدہ ہیں (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۵)

## حیازۃ : سمیٹ لینا، قبضہ میں کرنا

مباح یعنی جائز اور حلال چیزوں پر ملکیت ان کو اپنے قبضے میں کرنے سے ہوتی ہے (دیکھئے لفظ ملکیہ، فقرہ ۱، جزب کا مسئلہ ۴)

اگر مدعی اور مدعی علیہ کے پیش کردہ ثبوت میں تعارض ہو تو اس شخص کے پیش کردہ ثبوت کو ترجیح دی جائے گی جس کے قبضے میں متنازعہ فیہ مال ہو (دیکھئے لفظ قضاء فقرہ ۱۰، جزب کا مسئلہ ۴)

## حیض : حیض

۱۔ تعریف :

حیض وہ خون ہے جو ایک ایسی بالغ عورت کے رحم سے خارج ہو جسے کوئی بیماری نہ ہو، اور نہ حمل اور نہ ہی وہ عمر کے اس حصے میں پہنچ چکی ہو جہاں حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔

۲۔ حیض کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت اور دو حیضوں کے درمیان طہر یعنی پاکی کی کم سے کم مدت :

اس بارے میں حضرت علیؓ کا کوئی قول صریح ہمارے ہاتھ نہیں لگا، لیکن آپ کے پاس ایک شخص آیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ اسے ایک ماہ یا پینتیس دنوں میں تین حیض آ گئے، حضرت علیؓ نے قاضی شریح سے فیصلہ دینے کے لئے کہا، چنانچہ شریح نے کہا۔ "اگر یہ عورت اپنے اہل خاندان میں سے ایسی عادل عورتیں جنکی سچائی اور عدل پر اس کے شوہر کو اطمینان ہو، بطور گواہ پیش کر دے کہ اس نے نماز حرام کر دینے والا خون (حیض کا خون) دیکھا ہے اور ہر حیض کے اختتام پر یہ غسل کر کے نمازیں پڑھتی رہی ہے تو پھر اس کی عدت گزر گئی ورنہ یہ جھوٹی ہے" یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا" [۱۵۸] یہ بات اسی وقت درست ہو سکتی ہے جب حضرت علیؓ نے حیض کی کم سے کم مدت ایک دن ایک رات اور دونوں حیضوں کے درمیان طہر کی کم سے کم مدت تیرہ دن مقرر کی ہو۔

### ۳۔ حیض کا خون:

حیض کا خون کالے رنگ کا تازہ خون ہوتا ہے، حائضہ زرد یا گدلے رنگ کا جو خون دیکھتی ہے وہ حیض نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت گوشت کے دھوون یا نکسیر کے قطرے جیسے یا اس سے کم وبیش کسی رنگ کا خون دیکھے تو اس پر پانی چھڑک کر اسے صاف کر لے۔ پھر وضو کر کے نماز پڑھ لے، اور جب تک تازہ خون نہ دیکھے اس وقت تک غسل نہ کرے، کیونکہ یہ رحم میں شیطان کی ٹھوکر ہوتی ہے" [۱۵۹]

### ۴۔ حیض والی عورتوں کے لئے ممنوعات:

الف) حائضہ کے لئے نماز اور روزہ ممنوع ہے، لیکن پاک ہونے کے بعد روزوں کی قضا کرے گی نمازوں کی نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "حیض والی عورت روزوں کی قضا کرے گی، اور نمازوں کی قضا نہیں کرے گی" [۱۶۰] اگر وہ مغرب سے پہلے پاک ہو جائے تو ظہر اور عصر کی قضا پڑھے گی اور اگر وہ فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو مغرب اور عشاء کی قضا کرے گی[۱۶۱]

ب) حیض والی عورت کے جسم کا وہ حصہ جو ازار کے نیچے ہے اس سے تلذذ حاصل کرنا ممنوع ہے۔ اس بارے میں حضرت علیؓ کا قول ہے: "ازار کے اوپر سے کوئی ممانعت نہیں" [۱۶۲] تاہم اگر اس نے ماتحت الازار تلذذ حاصل کر لیا تو اس پر کوئی کفارہ نہیں لیکن اسے توبہ استغفار ضرور کرنا چاہیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہم بستری کرے تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے"؟ حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا: "اس پر کوئی کفارہ نہیں، البتہ وہ توبہ استغفار کرے" [۱۶۳]

ج) حائضہ کے لئے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا، اسے اٹھانا، اسے پڑھنا اور مسجد میں ٹھہرنا سب ممنوع ہے۔ اس لئے کہ وہ ناپاکی کی حالت میں ہوتی ہے، البتہ اس کے لئے مسجد سے گزرنا جائز ہے (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۲)

د) حائضہ کا حج کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۵)

ھ) حائضہ پر غسل واجب ہونا (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱۰، جز الف کا مسئلہ ۳)

و) طلاق کی عدت کے متعلق اس کے قول کا معتبر ہونا (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲ جز الف کا مسئلہ ۲، جز۔ الف)

۵۔ حالت حیض میں عورت کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جزو کا مسئلہ ۳)

## حیلہ : حیلہ، تدبیر

زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۹ جز د)

## حین : مدت

حضرت علیؓ نے فرمایا: "لفظ 'حین' سے حاصل ہونے والی مدت چھ ماہ ہے" [۱۶۴] (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۳، جز د)

## حیہ : سانپ

سانپوں کو ہلاک کرنا (دیکھئے لفظ حیوان، فقرہ ۱)

## حیوان : جانور

۱۔ کن جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہے:

حضرت علیؓ طفیہ (ایک خبیث قسم کے) سانپ کو مار ڈالنے کا حکم دیتے تھے [۱۶۵] (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز ب کا مسئلہ ۲)

۲۔ جانوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا:

حضرت علیؓ نے تین آدمیوں کو ایک خچر پر سوار دیکھ کر فرمایا: "تم میں سے ایک اتر جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے آدمی پر لعنت بھیجی ہے" [۱۶۶]

۳۔ کن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے؟ (دیکھئے لفظ طعام، فقرات ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰)

کسی جانور کا کسی کو نقصان پہنچانا (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۱، جز الف) اور کسی انسان کا کسی جانور کو نقصان پہنچانا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز الف)

جانور کے ذریعے شکار کرنا (دیکھئے لفظ صید، فقرہ ۳)

کسی لاوارث جانور کو پکڑ کر لے جانا (دیکھئے لفظ لقطہ، فقرہ ۲، جز ب)

کسی جانور کا کنویں میں گر کر مر جانا (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۲، جز ب)

حلال جانوروں کا پیشاب (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز ب کا مسئلہ ۲)

جانور کا جھوٹا (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۵)
مردہ جانور کی نجاست (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲، جزب کا مسئلہ ۵)
کون سے جانور نجس العین ہیں؟ (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲ جزب کا مسئلہ ۴)

# حرف الحا

## - ح -

۱۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۹۶
۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۴، المحلی جلد ہفتم ص ۶۱، المجموع جلد ہفتم ص ۸۰، المغنی جلد سوم ص ۲۲۸
۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۹
۴۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۱۳۸
۵۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار ص ۱۵۳
۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۰، المحلی جلد ہفتم ص ۱۱۳
۷۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۴۶
۸۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۵، کنزالعمال ۱۲۴۵۳، المجموع جلد ہفتم ص ۱۴۰
۹۔ المغنی جلد سوم ص ۲۷۸
۱۰۔ کنزالعمال ۱۲۴۸۰، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۱
۱۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۳، الموطا جلد اول ص ۳۸۶، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۴
۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۶
۱۳۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۵، المغنی جلد نہم ص ۴۷۹
۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۴ب، المغنی جلد سوم ص ۴۷۸
۱۵۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۴۸، المغنی جلد سوم ص ۴۸۴
۱۶۔ الموطا جلد اول ص ۳۳۶، کنزالعمال ۱۲۴۶۵
۱۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۲ب، المغنی جلد سوم ص ۲۷۶
۱۸۔ المجموع جلد ہشتم ص ۶۹
۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۳، آثار ابی یوسف رقم ۴۸۳، ۴۸۴
۲۰۔ المحلی جلد ہفتم ص ۱۸۴
۲۱۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۰۸، کنزالعمال ۱۲۴۶۴
۲۲۔ المحلی جلد ہفتم ص ۱۰، المغنی جلد سوم ص ۴۶۸
۲۳۔ المغنی جلد سوم ص ۲۶۶
۲۴۔ المحلی جلد ہفتم ص ۷۵، المغنی جلد سوم ص ۲۶۵، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۳۰ اور جلد چہارم ص ۳۴۱، مسند زید جلد سوم ص ۱۴۴، المجموع جلد ہفتم ص ۲۰۱، آثار ابی یوسف رقم ۴۸۴
۲۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۷۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۴

۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۲، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۰۳

۲۷۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۲۱۸

۲۸۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۲۱

۲۹۔ المغنی جلد سوم ص ۳۰۹، المجموع جلد ہفتم ص ۳۳۷

۳۰۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۵۰، المغنی جلد سوم ص ۳۱۲، المجموع جلد ہفتم ص ۳۳۱

۳۱۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۸۲، سنن ابی داؤد فی المناسک، باب لحم الصید للمحرم، المغنی جلد سوم ص ۳۱۲

۳۲۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۲۷

۳۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۱، ۲۰۳، الام جلد ہفتم ص ۱۷۱

۳۴۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۶۹

۳۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۴ب، الروض النضیر جلد سوم ص ۲۶۹

۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۸، المحلی جلد ہفتم ص ۲۴۴

۳۷۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۱۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۵، المحلی جلد ہفتم ص ۸۱، کنز العمال رقم ۱۲۸۸۳، المغنی جلد سوم ص ۳۰۱

۳۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۶ب، الروض النضیر جلد سوم ص ۲۱۲، کنز العمال ۱۲۸۸۴

۳۹۔ المحلی جلد دوم ص ۸۲

۴۰۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۶۰

۴۱۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۱۸

۴۲۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۱۶

۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۱ب اور ۱۸۳

۴۴۔ المحلی جلد ہفتم ص ۸۲، المغنی جلد سوم ص ۳۲۹

۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۱ب

۴۶۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۵۷

۴۷۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۶۵

۴۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۴، المحلی جلد ہفتم ص ۱۹۹، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۶۶ اور جلد ہفتم ص ۲۱۳، کنز العمال ۱۲۸۴۵، المجموع جلد ہفتم ص ۲۹۰

۴۹۔ الموطا جلد اول ص ۳۸۱، المحلی جلد ہفتم ص ۱۸۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۵ب، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۶۷ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۵۰، کنز العمال ۱۲۸۱۵، المجموع جلد ہفتم ص ۳۸۰، المغنی جلد سوم ص ۳۶۵ کشف الغمہ جلد دوم ص ۲۲۰

۵۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۳ب، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۶۸، کنز العمال ۱۲۷۹۸

۵۱۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۶۵
۵۲۔ الموطا جلد اول ص ۳۸۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۷ب، المحلی جلد ہفتم ص ۲۱۳، ۲۰۵، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۱۸، المغنی جلد سوم ص ۴۹۸ اور ۵۴۵
۵۳۔ المغنی جلد سوم ص ۲۹۹
۵۴۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۶۷
۵۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۲۴
۵۶۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۲۲، المحلی جلد ہفتم ص ۲۳۴
۵۷۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۰۸
۵۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۷، ۱۹۱ اور ۲۰۳، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۰۳، المحلی جلد ہفتم ص ۲۲۷، الروض النضیر جلد سوم ص ۲۲۶، المجموع جلد ہفتم ص ۴۰۱، المغنی جلد سوم ص ۵۱۰
۵۹۔ المغنی جلد سوم ص ۵۰۹ اور ۵۱۱، الروض النضیر جلد سوم ص ۲۲۶
۶۰۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۱۸
۶۱۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۱۸ اور ۴۲۰، المجموع جلد ہفتم ص ۳۳۹
۶۲۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۴۸
۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۵ب
۶۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۳ب، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۶۸، کنزالعمال ۱۲۷۹۸
۶۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۶ب
۶۶۔ منیٰ میں کافی کافی فاصلوں پر تین ستون بنے ہوئے ہیں۔ ان کو جمرات کہا جاتا ہے۔ پہلے کو جمرہ اولیٰ، دوسرے کو جمرۂ وسطی اور تیسرے اور آخری کو جمرۂ عقبہ کہا جاتا ہے۔ (مترجم)
۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۷ اور ۱۹۵، المحلی جلد ہفتم ص ۱۳۶، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۳۸
۶۸۔ سنن بیہقی جلد پنجم ص ۱۳۸
۶۹۔ المجموع جلد ہشتم ص ۱۴۹
۷۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۵
۷۱۔ المغنی جلد سوم ص ۴۳۱
۷۲۔ مسند زید بن علی جلد سوم ص ۱۶۴
۷۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۸ب
۷۴۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۶۹، عبدالرزاق جلد پنجم ص ۵۰۱
۷۵۔ المجموع جلد ہشتم ص ۳۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۵، کنزالعمال ۱۲۵۱۹
۷۶۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۱۷۵

۷۷۔ المغنی جلد سوم ص ۴۰۹، الام للشافعی جلد ہفتم ص ۱۶۳
۷۸۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۸۳
۷۹۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۱۸۰
۸۰۔ کنزا لعمال رقم ۱۲۵۶۵
۸۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۹، المحلی جلد ہفتم ص ۱۲۷، ۱۲۸، مسند زید جلد سوم ص ۱۸۷
۸۲۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۸۷
۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۳
۸۴۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۴۴
۸۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۹۴
۸۶۔ کنزا لعمال رقم ۱۲۷۳۳
۸۷۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۰۲
۸۸۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۰۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۵
۸۹۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۹۴
۹۰۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۰۹
۹۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۷۵
۹۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۳۷
۹۳۔ المغنی جلد ہفتم ص ۲۷
۹۴۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۵
۹۵۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب لفظ حجر
۹۶۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۶۱، المحلی جلد ہشتم ص ۲۸۴ اور ۲۸۵، مسند زید جلد چہارم ص ۱۶۲، المغنی جلد چہارم ص ۴۶۹، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۶۸
۹۷۔ المغنی جلد چہارم ص ۴۰۹
۹۸۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۶۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۳، المحلی جلد ہشتم ص ۱۸۶، مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۴، بدایۃ المجتہد جلد دوم ص ۲۸۷
۹۹۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۴۷
۱۰۰۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۷۶
۱۰۱۔ صحیح مسلم، سنن ترمذی باب الحدود
۱۰۲۔ سنن بیہقی جلد ہشتم ص ۲۶۴، سنن ابی داؤد باب الحدود رقم ۴۳۹۹، المغنی جلد ہشتم ص ۱۹۴
۱۰۳۔ الاوسط جلد اول ص ۲۵

۱۰۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۰۵

۱۰۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۰۵، کنزالعمال رقم ۱۲۵۷۸، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰

۱۰۶۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۵

۱۰۷۔ السیرالکبیر شرح سرخسی جلد اول ص ۳۰۶

۱۰۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۳

۱۰۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۱۰

۱۱۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۱

۱۱۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۰

۱۱۲۔ کنزالعمال رقم ۱۳۴۲۴

۱۱۳۔ کنزالعمال رقم ۱۳۰۰۳

۱۱۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۳ب

۱۱۵۔ کنزالعمال ۱۳۹۹۷

۱۱۶۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۳۷

۱۱۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴

۱۱۸۔ صحیح مسلم کتاب الحدود، باب تاخیر الحد عن النفساء، ترمذی، المغنی جلد ہشتم ص ۱۷۲، ۱۷۶

۱۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۶، کنزالعمال ۱۳۴۹۱، مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۵، ۴۸۶

۱۲۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۱۹۸

۱۲۱۔ خراج ابی یوسف ص ۲۱۲، المغنی جلد ہشتم ص ۳۱۶

۱۲۲۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۶۴

۱۲۳۔ کنزالعمال ۱۳۴۳۲

۱۲۴۔ کنزالعمال ۱۳۴۳۳

۱۲۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۵۷

۱۲۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۰۳، سنن بیہقی جلد سوم ص ۱۲۳

۱۲۷۔ صحیح بخاری کتاب الحدود، مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر، سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۲۳، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۰ اور جلد نہم ص ۴۵۷، المحلی جلد گیارہ ص ۲۲، المغنی جلد ہفتم ص ۲۷ اور جلد ہشتم ص ۳۲۶

۱۲۸۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۲۵، المحلی جلد گیارہ ص ۷۷ اور ۲۶۶ المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱

۱۲۹۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۴۳، کنزالعمال ۱۳۹۰۸

۱۳۰۔ ابن ابی شیبہ

۱۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۶، مسند زید جلد چہارم ص ۲۷۶، کنزالعمال ۱۳۴۹۱،
المغنی جلد ہشتم ص ۱۵۹ اور ۲۱۱

۱۳۲۔ مسند زید جلد پنجم ص ۳۰

۱۳۳۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۵۷

۱۳۴۔ مسند زید جلد پنجم ص ۳۰

۱۳۵۔ الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶۳

۱۳۶۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۰۱

۱۳۷۔ المحلی جلد نہم ص ۵۰۵

۱۳۸۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۸

۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۵ ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۵۶، کنزالعمال ۱۴۰۳۱، المحلی جلد دہم ص ۳۲۸،
المغنی جلد ہفتم ص ۶۱۴ اور جلد نہم ص ۱۴۲

۱۴۰۔ کنزالعمال رقم ۲۸۴۹۰

۱۴۱۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۱۱۴

۱۴۲۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۱۰۰، المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۷

۱۴۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۸۹

۱۴۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۷، الروض النضیر جلد سوم ص ۱۰۰

۱۴۵۔ المحلی جلد ہشتم ص ۳۷

۱۴۶۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۵۰۸، الروض النضیر جلد سوم ص ۱۰۰

۱۴۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۷

۱۴۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۷

۱۴۹۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۰۰

۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۸ ب، المغنی جلد ہشتم ص ۲۵۷

۱۵۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۷۴

۱۵۲۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۲۴

۱۵۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۷، المحلی جلد ششم ص ۲۲۶، کنزالعمال ۲۴۳۵۶

۱۵۴۔ التبیان من آداب حملۃ القرآن للنووی ص ۴۴

۱۵۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۵۰، ۳۴۹، سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۲، المغنی جلد ہفتم ص ۷۷۴ اور جلد نہم ص
۵۲۸

۱۵۶۔ الموطا جلد دوم ص ۸۲۵، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۲

۱۵۷۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۰۹، الروض النضیر جلد چہارم ص ۷۰

۱۵۸۔ المحلی جلد دوم ص ۲۰۲، المغنی جلد اول ص ۳۱۰

۱۵۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵ب، المحلی جلد دوم ص ۱۶۷، عبدالرزاق جلد اول ص ۳۰۲، کنز العمال رقم ۲۷۷۳۳

۱۶۰۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۰۵

۱۶۱۔ الروض النضیر جلد اول ص ۵۰۶

۱۶۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۹۲ب

۱۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۹

۱۶۴۔ المحلی جلد ہشتم ص ۵۷، سنن بیہقی جلد دہم ص ۶۱

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۰ب

۱۶۶۔ کنز العمال ۲۵۶۴۱ (مراسیل ابی داؤد سے منقول)

# حرف الخاء

# خ

## خاتم : انگوٹھی

### ۱۔ انگوٹھی کس انگلی میں پہننا چاہیے :

حضرت علیؓ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس انگلی یعنی انگوٹھے، درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے" ایک روایت میں ہے: "انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی" [۱] اس بنا پر انگوٹھی سب سے چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں پہننا چاہیے۔ ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ [۲]

### ۲۔ انگوٹھی کا نقش :

حضرت علی رضی اللہ عنہ انگوٹھی پر اللہ کے نام کا نقش کھدانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کی انگوٹھی کا نقش تعالیٰ اللہ الملک (بلند و برتر ہے اللہ جو بادشاہ ہے) تھا [۳] شامیوں کے ساتھ صلح میں جو انگوٹھی آپ نے بطور مہر استعمال کی تھی اس کا نقش محمد رسول اللہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) تھا [۴]

### ۳۔ سونے کی انگوٹھی پہننا :

مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے" [۵]

۴۔ وضو کرتے ہوئے انگوٹھی کو حرکت دینا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۳، جزب)

احرام والے شخص کا انگوٹھی پہننا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب کا مسئلہ ۲)

## خادم : خادم، نوکر

عورت کے نوکر یا نوکرانی کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ. فقرہ ۳. جز الف)

## ختان : ختنہ کرانا

حضرت علیؓ نے فرمایا: "دس چیز سنت انبیاء ہیں: کلی کرنا. ناک میں پانی ڈالنا. ڈاڑھی بڑھانا. سر میں کنگھی کرنا. مسواک کرنا. ناخن کترنا. بغل کے بال اکھیڑنا. موئے زیر ناف مونڈنا. ختنہ کرانا اور استنجا کرنا" [۶]

اس شخص کی نماز جنازہ جس نے ختنہ نہ کرایا ہو (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۲۷. جز و کا مسئلہ ۴)

## خدعہ : دھوکا، چال

جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے والی چال چلنا (دیکھئے لفظ جہاد۔ فقرہ ۳)

## خدمہ : خدمت، کام کاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گھر کے کام کاج اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر کے کام کاج کرنے کا فیصلہ دیا [۷]

عورت کے خادم کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ. فقرہ ۳. جز الف)

## خراج : خراج

### ۱۔ تعریف :

بزور شمشیر فتح ہونے والی اراضی پر امام المسلمین کی طرف سے لگائے گئے ٹیکس کو خراج کہتے ہیں

### ۲۔ خراج مفتوحہ اراضی کا ٹیکس ہے :

بزور شمشیر فتح ہونے والی اراضی وہ ہیں جنہیں امام المسلمین فاتحین میں تقسیم نہ کرے بلکہ مالکوں کے قبضے میں رہنے دے اور ان پر ٹیکس (خراج) عائد کر دے. اس لئے خراج وہ ٹیکس ہے جو عین اراضی پر لگایا جاتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ ان اراضی پر عمومی ملکیت ہوتی ہے. چاہے یہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوں یا غیر مسلموں کے۔ اس لئے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کا طریق کار یہ تھا کہ اگر اہل سواد میں سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا اور اپنی زمین پر رہنا چاہتا تو اسے خراج کی ادائیگی کے بدلے وہاں رہنے دیتے۔ [۸]

۳۔ ایک زمین پر عشر اور خراج کو اکٹھا کر دینا:

معروف تو یہی ہے کہ خراج زمین کا ٹیکس ہے اور عشر زمین کی پیداوار کا ٹیکس، یعنی زکوٰۃ ہے۔ ذمی عشر ادا کرنے کا مکلف نہیں ہے۔ اس لئے کہ عشر اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ اگر خراجی زمین میں مقیم مسلمان پر خراج کے ساتھ ساتھ عشر کی ادائیگی بھی لازم کر دی جائے تو اس پر ذمی کے مقابلے میں زیادہ بوجھ پڑ جائے گا. حالانکہ مالیت کے لحاظ سے دونوں کی زمینیں مساوی ہوتی ہیں، اس لئے حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ مسلمان پر عشر اور خراج دونوں کا بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ اس سے صرف خراج وصول کیا جائے اور عشر کی معافی دے دی جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

"ایک زمین پر عشر اور خراج جمع نہیں ہو سکتے. جب وہ زمین کا خراج ادا کر دے تو باقیماندہ پر کوئی چیز عائد نہیں ہوگی. چاہے وہ سو وسق کیوں نہ ہو" [۹] یحییٰ بن آدم نے حضرت علیؓ کے طریق کار کو یوں بیان کیا ہے کہ "حضرت علیؓ خراجی زمین سے خراج کے سوا اور کچھ نہیں وصول کرتے تھے" [۱۰]

۴۔ خراج کی مقدار:

حضرت علی گندم کی گھنی فصل والی خراجی زمین سے فی جریب ۲ ۱/۳ درہم اور ایک صاع گندم، متوسط فصل والی زمین سے فی جریب ۲ درہم اور ہلکی فصل والی سے فی جریب ایک درہم خراج وصول کرتے تھے. اگر کھجور کے درخت یا عام درخت ہوتے تو فی جریب دس درہم۔ اسی طرح اگر گنا یا انگور کی کاشت ہوتی تو فی جریب دس درہم خراج وصول کرتے [۱۱] مصعبؓ بن یزید انصاری سے روایت ہے. وہ کہتے ہیں: "امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے مجھے مدائن کے چار دیہات بھقباذات. نہرشیر. نہرملک اور نہرجوبر کی طرف خراج کی وصولی کے لئے بھیجا۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ گھنی فصل والی زمین سے فی جریب ڈیڑھ درہم، متوسط سے ایک درہم اور ہلکی سے ۲/۳ درہم خراج وصول کروں۔ آپ نے مجھے یہ بھی حکم دیا کہ کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں کی صورت میں فی جریب دس درہم وصول کروں اور ایسے باغات سے جن میں کھجور کے درخت اور عام درخت ہوں فی جریب دس درہم وصول کروں اور کھجور کے ایسے درخت جو دیہات سے دور الگ تھلگ ہوں انہیں راہ گیروں کے لئے چھوڑتے ہوئے کوئی وصولی نہ کروں نیز کھیرے. ککڑی اور خرنوب (ایک درخت کا نام) پر بھی کوئی وصولی نہ کروں اور انہیں ان کے مالکوں کے لئے چھوڑ دوں۔ [۱۲]

درج بالا دونوں روایتوں میں گندم کی کاشت والی زمین کے خراج کے متعلق اختلاف ہے کیونکہ پہلی روایت میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علیؓ درہموں کے ساتھ گندم بھی وصول کرتے تھے، جب کہ دوسری روایت میں راوی نے صرف دراہم کا ذکر کیا ہے اور گندم کا ذکر نہیں ہے، لیکن گندم کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ خراج کے طور پر گندم وصول نہیں کرتے تھے۔

۵۔ خراج کی وصولی میں نرمی برتنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال کے تحت کہ بعض دفعہ کاشتکاری کے لئے موسم سازگار نہیں ہوتا۔ خراج کی وصولی میں نرمی برتنے کا حکم دیتے تھے۔ قبیلہ ثقیف کا ایک شخص راوی ہے کہ مجھے آپ نے عکبرا کے علاقے میں خراج کی وصولی کے لئے متعین کیا اور اس علاقے کے لوگوں کے سامنے مجھے ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ میں ان سے خراج کی پوری رقمیں وصول کروں اور اس سلسلے میں نہ کوئی چھوٹ دوں اور نہ کسی قسم کی کمزوری دکھاؤں، پھر مجھ سے ظہر کے وقت آنے کے لئے کہا۔ جب میں دوبارہ آیا تو آپ نے فرمایا: "میں نے تم سے ان لوگوں کے سامنے جو باتیں کہی ہیں وہ کہنے کی نہ تھیں، کیونکہ یہ لوگ بہت دھوکے باز اور فریبی ہیں، لیکن اب تمہیں ان کے ساتھ طرز عمل کے بارے میں حکم دیتا ہوں۔ اگر تم اس حکم کے مطابق عمل کرو گے تو ٹھیک ہے ورنہ خدا کے یہاں میری بجائے تم پکڑے جاؤ گے، اگر مجھے تمہاری طرف سے میرے حکم کی خلاف ورزی کی کوئی بات پہنچے گی تو میں تمہیں معزول کر دوں گا۔ ان سے ہرگز وہ غلہ نہ لینا جسے وہ بطور خوراک استعمال کرتے ہیں اور ایک درہم کی وصولی کے لئے کسی کو ایک کوڑا بھی نہ لگانا اور نہ ہی برا بھلا کہنا۔ ہمیں ایسا کرنے کا حکم نہیں ملا ہے۔ ان سے وہ جانور ہرگز نہ لینا جن پر یہ کام کرتے ہیں۔ ہمیں تو حکم ملا ہے کہ ہم ان کے زائد مال سے وصول کریں" میں نے عرض کیا: "پھر تو میں جس طرح خالی ہاتھ جاؤں گا اسی طرح آپکے پاس خالی ہاتھ واپس آ جاؤں گا" آپ نے فرمایا: "چاہے ایسا ہی کیوں نہ ہو" [۱۳]

## خسارہ: خسارہ، نقصان

مضاربت (ایسی تجارت جس میں سرمایہ ایک کا ہو اور کام دوسرے کا) میں تمام نقصانات کا بوجھ راس المال پر ہوتا ہے (دیکھئے لفظ مضاربہ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

شراکت میں تمام نقصانات کو حصہ داروں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ شرکہ، فقرہ ۲)

**خشوع : جھک جانا، عاجزی کا اظہار کرنا**

نماز میں خشوع (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ م)

**خصاء : خصی کر دینا، فوطے نکال دینا**

خصی (وہ شخص جس کے فوطے نکال دیے گئے ہوں) کی شادی (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ د)

فوطے نہ ہونے کی بنا پر طلاق (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

ایسے شخص کو کسی آزاد مسلمان عورت سے نکاح کرنے سے روک دینا (دیکھئے لفظ نکاح فقرہ ۳ جز۔ د)

**خضاب : خضاب**

بالوں کو خضاب لگانا (دیکھئے لفظ شعر، فقرہ ۲)

**خطا : غلطی**

غلطی سے قتل کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳ جز۔ الف کا مسئلہ ۴)

غلطی سے کئے گئے جرم کا تاوان دیت کی صورت میں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ الف کا مسئلہ ۳)

گواہوں کا گواہی میں غلطی کی بنا پر تاوان بھرنا (دیکھئے لفظ شہادہ، فقرہ ۴ جز۔ ی، لفظ سرقہ، فقرہ ۴)

**خطبہ : خطبہ**

خطبہ جمعہ (دیکھئے لفظ صلاہ، فقرہ ۱۶، جز۔ ز)

خطبہ کے دوران نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاہ، فقرہ ۱۶، جز۔ ح)

عید کا خطبہ (دیکھئے لفظ صلاہ، فقرہ ۱۹ جز۔ ک)

خطبہ کے دوران گفتگو (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ز)

**خطبہ : پیغام نکاح دینا**

عورت کو پیغام نکاح دینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲)

## خف : جراب

وضو میں جرابوں پر مسح (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۲، جز۔ ط کا مسئلہ ۲)

## خل : سرکہ

دیکھئے اشربہ، فقرہ ۱ کا جز۔ ح۔

## خلع : خلع کرنا

### ۱۔ تعریف :

خلع اس طلاق کو کہتے ہیں جو مرد، عورت سے معاوضہ لے کر اسے لفظ خلع، طلاق یا ان کے ہم معنی کسی لفظ سے دیتا ہے۔

### ۲۔ خلع کب حلال ہے :

خلع اس صورت میں مشروع ہوتا ہے جب کہ عورت کی جانب سے کوتاہی ہوتی ہو[۱۴] حضرت علیؓ نے خلع کو مشروع کرنے والے اسباب کو تین باتوں میں محصور کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا : "تین باتیں خلع کو حلال کر دیتی ہیں، جب کہ عورت تمہارے مال کو برباد کرے، یا تمہارے بلانے کے باوجود تمہارے پاس آنے سے انکار کر دے یا تمہاری اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے[۱۵] ان کے علاوہ آپ کچھ اور بھی اسباب گنوا سکتے ہیں چنانچہ فرمایا : "اگر عورت یوں کہے کہ میں تمہارے لئے غسل جنابت نہیں کروں گی یا تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی یا کسی کا احترام نہیں کروں گی، تو ایسی صورت میں مرد کے لئے خلع قبول کر لینا بہت اچھی بات ہوگی" [۱۶]

### ۳۔ بدل خلع :

مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ خلع کے معاوضے کے طور پر اس سے زیادہ لے جتنا کہ اس نے مہر میں عورت کو دیا تھا، حضرت علیؓ نے بدل خلع کے متعلق فرمایا : "مرد، عورت سے اس سے زیادہ نہیں لے گا جتنا کہ اس نے مہر میں دیا تھا" [۱۷]

### ۴۔ خلع طلاق بائن ہے :

جب زوجین کے درمیان خلع ہو جائے تو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی[۱۸] حضرت علیؓ نے فرمایا "اگر مرد نے طلاق کے لئے پیسے لئے تو یہ ایک طلاق ہوگی" [۱۹] آپ کا قول ہے :

"جب مرد اپنی گردن سے عورت کا معاملہ اتار دے تو اس سے ایک طلاق ہوگی چاہے اس طریقے کو عورت ہی نے پسند کیوں نہ کیا ہو" [۲۰]

۵۔ **خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت :**

خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت مطلقہ عورت کی عدت کی طرح ہے (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۳)

۶۔ **خلع حاصل کر کے عدت گذارنے والی عورت کا نان و نفقہ :**

خلع کی وجہ سے عدت گذارنے والی عورت کے لئے نہ نان و نفقہ ہے اور نہ سکونت۔ اس لئے کہ طلاق کا معاوضہ شوہر کو ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نان و نفقہ اور سکونت کے حق سے دست بردار ہو رہی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : خلع والی عورت کے لئے نہ نفقہ ہے اور نہ سکونت" [۲۱]

## خلوۃ : تنہائی

۱۔ مرد کے لئے کسی نا محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے گھر جانا درست ہے جب کہ گھر میں اس کے سوا اور کوئی نہ ہو۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص حضرت علیؓ کے گھر گئے، دستک دی اور حضرت علیؓ کو موجود نہ پاکر واپس چلے گئے، پھر دوبارہ گئے دستک دی تو اس دفعہ حضرت علیؓ مل گئے، حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ سے کسی امر پر گفتگو کی اور واپس جانے لگے، تو حضرت علیؓ نے ٹوکا اور فرمایا : "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ضرورت صرف اس عورت (میری بیوی) تک تھی" ؟ حضرت عمروؓ بن العاص نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا : "حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسی عورتوں کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جن کے شوہر گھر پر نہ ہوں" حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا : ہاں، حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ایسی عورتوں کے پاس جانے سے منع فرما دیا ہے جن کے شوہر گھر پر نہ ہوں" [۲۲]

۲۔ عقد نکاح کے بعد خلوۃ صحیحہ کے ساتھ مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶ ، جز د)

## خمار : اوڑھنی، دوپٹہ

وضو میں اوڑھنی پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ز کا مسئلہ ۲)

## خمر: شراب

شراب کی تعریف، اس کی حرمت اور اس کی تجارت (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ا، اور (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ا)

شراب نوشی کرنے والے کی سزا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴) اور اس کی تجارت کرنے والوں کی سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶ جز۔ د)

## خمیس: جمعرات

جمعرات کا روزہ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۸ جز۔ ح)

## خنثیٰ: مخنث

### ا۔ تعریف:

خنثیٰ وہ شخص ہے جس میں مردانہ اور زنانہ دونوں اعضائے تناسل موجود ہوں

### ۲۔ خنثیٰ کے احکام:

خنثیٰ کے پیشاب کے راستے کو دیکھا جائے گا اگر مردانہ عضو تناسل سے پیشاب کرے گا تو اس پر مرد کے احکامات لگائے جائیں گے۔ اگر پیشاب زنانہ عضو تناسل سے ہوگا تو اس پر عورتوں والے احکامات لگائے جائیں گے۔

خنثیٰ کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ د)

## خنزیر: سور

سور نجس عین ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ا، جز۔ ب کا مسئلہ ۴) اور جو جانور نجس عین ہو اس کا نہ بیچنا درست ہے اور نہ اس کا گوشت کھانا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب) حضرت علیؓ نے فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شراب، سور اور انسانی فضلے کی بیع سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مردار ہیں" [۲۳]

خنزیر کا جھوٹا (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۲۸)

## خوف : ڈر

صلوۃ خوف (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۸)

## خیار : اختیار

۱۔ خیار شرط : (سودا کرتے وقت کوئی شرط لگانا) :

حضرت علیؓ نے فرمایا : "تمام مسلمان اپنی اپنی شرطوں کے ساتھ ہیں" [۲۴] (یعنی آپس کے لین دین میں وہ جو جائز شرطیں لگائیں گے ان کا اعتبار کیا جائے گا۔ مترجم)

۲۔ خیار مجلس : (سودا کرتے وقت اس مجلس کے اختتام تک کوئی شرط لگا دینا)

نووی نے المجموع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بائع اور مشتری کے لئے خیار مجلس کا ثبوت نقل کیا ہے۔ [۲۵]

۳۔ خیار العیب : (فروخت شدہ چیز میں کسی عیب کے ظاہر ہونے پر فسخ بیع کا اختیار) :

الف) عیوب کی دو قسمیں ہیں، پیدا ہو کر دور ہو جانے والے عیوب، لازم اور قائم رہنے والے عیوب۔

پہلی قسم کے عیوب ایسے نہیں ہیں جن کی وجہ سے بیع کو رد کر دینے کا اختیار مل جائے۔ اسی لئے حضرت علیؓ فروخت شدہ چیز کو کسی عارضی عیب کے پیدا ہو جانے پر واپس نہیں کرتے تھے جب تک اس عیب کا مستقل ہونا ثابت نہ ہو جاتا، یہی وجہ ہے کہ آپ فروخت شدہ لونڈی جسے جذام یا کوئی اور بیماری ہو، کی واپسی کے لئے ایک سال کی مہلت دیتے تھے [۲۶]

ب) فروخت شدہ لونڈی کے ساتھ ہم بستری کرنے کے بعد اسے واپس کرنے کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے چاہے ہم بستری عیب کے علم میں آنے سے پہلے ہوئی ہو کیونکہ وطی ایک طرح کی جنایت ہے اور ملک غیر میں جنایت پر سزا لازم آتی ہے جو وطی کی صورت میں "حد" ہے یا مال دینا پڑتا ہے جو مہر کی رقم ہے۔ چنانچہ لازم آیا کہ (وطی کے بعد) عیب کی بنا پر اسے واپس نہ کیا جا سکے۔ جیسا کہ اگر لونڈی باکرہ ہوتی تو وطی کے بعد اسے واپس کرنے کا اختیار ساقط ہو جاتا [۲۷] حضرت علیؓ سے صحیح روایت کی بنا پر وطی کے بعد عیب کی بنا پر لونڈی کی واپسی کی ممانعت ثابت ہے۔ [۲۸]

لیکن کیا خریدار فروخت کنندہ سے اس نقصان کا معاوضہ وصول کرے گا یا نہیں ؟ اس کے متعلق حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں ۔

پہلی روایت میں ہے کہ نقصان کا معاوضہ نہیں وصول کرے گا۔ حضرت علیؓ سے ضحاک نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب لونڈی سے ہم بستری کر لی تو یہ لونڈی اس کے لئے واجب ہوگئی، اگر وطی کے بعد اس میں کوئی عیب پایا تو اسے واپس نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی معاوضہ لے گا" [۲۹]

دوسری روایت ہے کہ خریدار فروخت کنندہ سے نقصان کا معاوضہ وصول کرے گا۔ ایسی لونڈی جس سے خریدار ہم بستری کرے اور پھر اسے اس میں کوئی عیب نظر آئے، اس مسئلے کے متعلق آپ نے فرمایا: "یہ خریدار کے مال میں سے ہے۔ اور اب خریدار فروخت کنندہ سے اس لونڈی کی صحت اور بیماری کے حالتوں میں قیمت کا فرق وصول کرے گا" [۳۰]

(دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

ج) ایسے عیوب جن سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸)

۴۔ خیار بلوغ: (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳)

۵۔ مفقود کی واپسی پہ اسے یہ اختیار ملے گا کہ یا تو وہ اپنی بیوی کو قبول کر لے جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا یا مہر کی رقم واپس لے لے (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۴)

## خیانہ: خیانت، بے ایمانی

### ۱۔ تعریف:

امانت میں گڑ بڑ کرنا خیانت ہے۔ مثلاً ودیعت (امانت رکھی ہوئی چیز) وغیرہ کا انکار کر دینا

### ۲۔ اس کی سزا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چوری کے جرم میں قطع ید کے لئے یہ شرط عائد کر دی تھی کہ چوری محفوظ جگہ سے کی جائے اور خفیہ ہو۔

خیانت میں نہ تو محفوظ جگہ سے کوئی چیز اٹھائی جاتی ہے اور نہ یہ خفیہ ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ نے اس میں قطع ید کا حکم نہیں دیا اور فرمایا: "خیانت کرنے والے اور اچک کر لے بھاگنے والے کے لئے

قطع ید نہیں ہے۔ [۳۱]

## خیل: گھوڑے

گھوڑوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۹ جز۔ ح)

# حرف الخاء

## - خ -

۱۔ المحلی جلد چہارم ص ۵۰، کنزالعمال ۱۱۷۴۱

۲۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۳۰

۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۴۷، طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۳۱

۴۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۳۰

۵۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۲۴

۶۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲

۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۹

۸۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۱۴۱، خراج یحییٰ بن آدم ص ۱۶۸

۹۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۳۵

۱۰۔ خراج یحییٰ بن آدم ص ۱۲۸

۱۱۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۳۱

۱۲۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۳۱

۱۳۔ الاموال ابی عبید ص ۴۴، خراج ابی یوسف ص ۱۶، تاریخ ابن عساکر جلد سوم ص ۱۹۸، الاثر رقم ۱۲۴۹، حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۸۲

۱۴۔ المغنی جلد ہفتم ص ۵۲

۱۵۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۹۷

۱۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۴ب

۱۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۵۰۳، المحلی جلد دہم ص ۲۴۰، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۲۲، المغنی جلد ہفتم ص ۵۳، کنزالعمال ۱۵۲۷۴

۱۸۔ المغنی جلد ہفتم ص ۵۸

۱۹۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۸۲، کنزالعمال ۱۵۲۷۲، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۱۹

۲۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۴ب

۲۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۴

۲۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۳۷

۲۳۔ مسند زید جلد سوم ص ۴۹۱

۲۴۔ المحلی جلد ہشتم ص ۴۱۴

۲۵۔ المجموع جلد نہم ص ۱۹۶

۲۶۔ المحلی جلد ہشتم ص ۳۸۳، تکملۃ المجموع جلد بارہ ص ۲۲۶

۲۷۔ المغنی جلد چہارم ص ۱۴۵

۲۸۔ المحلی جلد ہشتم ص ۸۲، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۱

۲۹۔ المحلی جلد نہم ص ۷۷، تکملۃ المجموع جلد بارہ ص ۲۲۸

۳۰۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۵۲، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۳۲۲، المحلی جلد نہم ص ۷۷، مسند زید جلد سوم ص ۵۲۸

۳۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۶، کنزالعمال ۱۳۹۱۹

# حرف الدال

## د

**دامعہ :** ایسا زخم جس میں خون تو نکلے لیکن اپنی جگہ سے نہ بہے
(دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۳. جزب کا مسئلہ ۱ جزج)

**دامغہ :** سر کا زخم جو دماغ تک جا پہنچے اور دماغ کو پھاڑ دے
(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۱ جزج) اور (جنایہ، فقرہ ۴، جزالف کا مسئلہ ۲)

**دامیہ :** ایسا زخم جس سے خون بہہ پڑے
(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۱ جزج)

**دباغ : دباغت، چمڑا رنگنا**

۱۔ تعریف :
جانور کی کھال سے کسی طریقے سے رطوبت خشک کر دینا

۲۔ دباغت کے ذریعے کھالوں کو پاک کرنا (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۳)

**دبر : مقعد**

دبر میں وطی کرنا (دیکھئے لفظ لواطہ)

**دعاء : دعا**

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ جن میں سے کچھ کا ابن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ میں ذکر کیا ہے (ص ۱۴۹ ب جلد دوم، مخطوطہ استنبول) اس مخطوطہ نسخے پر ہم نے زیادہ اعتماد کیا ہے، یہاں ہم چند دعائیں نقل کرتے ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تاریخ کا چاند دیکھ کر یہ دعا مانگتے: اے اللہ میں تجھ سے اس ماہ کی بھلائی،

اس کی فتح و نصرت، اس کی برکت، اس کا رزق، اس کا نور، اس کی طہارت، اور اس کی ہدایت مانگتا ہوں اور میں اس کے شر، اس میں ظہور پذیر ہونے والے شر اور اس کے بعد آنے والے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں" [۱]

۲۔ آپ بازار میں داخل ہونے والے شخص کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے: "جب تم بازار میں داخل ہونے لگو تو یہ پڑھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے اللہ پر توکل کیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔ اے اللہ جھوٹی قسم، خسارے کے سودے، اور اس بازار کے دائرے میں آنے والے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں" [۲]

۳۔ آپ فرماتے: بندے کے منہ سے نکلا ہوا کوئی کلمہ ان کلمات سے بڑھ کر اللہ کو پسند نہیں ہے: اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ میں صرف تیری عبادت کرتا ہوں، تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اے اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، میرے گناہ بخش دے، بے شک تیرے سوا گناہوں کو اور کوئی نہیں بخش سکتا ہے" [۳]

۴۔ آپ دعا مانگتے: اے اللہ، اپنی رضا عنایت کر کے سیدھے راستے کی ہدایت دے اور کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا کر کے ہمیں انصاف کے اصول پر ثابت قدم رکھ، اس طرح کہ ہم ہدایت دینے والے اور ہدایت یافتہ ہوں۔ راضی ہونے والے اور راضی کئے گئے ہوں، نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے" [۴]

۵۔ آپ کی چند دعائیں یہ ہیں: اے اللہ میں تجھ سے تیری رحمت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو ہر چیز سے وسیع ہے، تیری جبروت کا واسطہ دے کر جو ہر چیز پر غالب ہے۔ تیری عظمت کا واسطہ دے کر جو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے، تیری حکومت کا واسطہ دے کر جو ہر چیز میں موجود ہے، تیری قوت کا واسطہ دے کر جس کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی۔ تیرے نور کا واسطہ دے کر جس سے ہر چیز روشن ہوئی، تیرے علم کا واسطہ دے کر جس نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، تیرے نام کا واسطہ دے کر جو ہر چیز سے بلند ہے اور تیری ذات کا واسطہ دے کر جو ہر چیز کی فنا کے بعد باقی رہنے والی ہے، اے نور، اے قدوس (تین دفعہ) اے سب اولوں کے اول اور اے سب آخروں کے آخر، اے اللہ، اے ارحم الراحمین، میرے گناہ بخش دے جو تیرے انتقام کو دعوت دینے والے ہیں اور میرے لئے باعث ندامت ہیں، میرے وہ گناہ بخش دے جو تیری طرف سے ملنے والے میرے حصوں کو روکنے والے اور تیری نعمتوں کا رخ موڑ دینے والے ہیں، ایسے گناہ جو

آفت نازل کرنے والے اور دشمنوں کو راہ دکھانے والے ہیں، ایسے گناہ جو آسمان سے بارش کو روک دینے والے اور دعاؤں کو واپس کر دینے والے ہیں اور ایسے گناہ جو مجھے جہنم کی آگ میں اتارنے والے ہیں" [۵]

۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند دعائیہ کلمات یہ ہیں: "اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جن کے اعمال سے تو راضی ہوا، جن کی امیدیں قلیل اور عمریں طویل ہیں اور جنہیں تو موت کے بعد حیات طیبہ عطا کرے گا، اے اللہ میں تجھ سے وہ نعمت مانگتا ہوں جو کبھی ختم نہ ہو اور وہ خوشی مانگتا ہوں جو کبھی واپس نہ جائے، اور تجھ سے جنت الخلد میں تیرے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معیت مانگتا ہوں، اے اللہ مجھے اپنی وہ انتہائی محبت عطا کر کہ جس کی وجہ سے میرا دل ہر وقت تجھ سے ڈرتا رہے، میری آنکھوں سے آنسو نکلتے رہیں۔ میرے رونگٹے کھڑے ہوتے رہیں، میرے پہلو زمین سے نہ لگیں اور جس کا اثر میں اپنے دل میں محسوس کرتا رہوں۔ اے اللہ میرے دل کو نفاق سے، میرے سینے کو کھوٹ سے، میرے اعمال کو ریاکاری سے، میری آنکھوں کو بدنظری سے اور میری زبان کو جھوٹ سے پاک کر دے، اے اللہ میرے دل و گوش میں برکت عطا فرما۔ میری توبہ قبول کر، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں جس کے نور سے ساتوں آسمان روشن ہو گئے، تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور اولین و آخرین کے معاملات درست ہو گئے، اس بات سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو، یا تیرا غصہ اترے، اس بات سے کہ میں تیری رہنمائی حاصل کرنے کے بعد پھر اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ جاؤں اور کافروں کے متعلق یہ کہوں کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی راہ زیادہ سیدھی ہے۔ اے میرے اللہ تو مجھ پر احسان کرنے والا، شفقت کرنے والا، رحم کرنے والا اور میری حاجات سے ہمدردی رکھنے والا بن جا۔ اے اللہ مجھے بخش دے اے بخشنے والے، میری توبہ قبول کر اے توبہ قبول کرنے والے، مجھ پر رحم فرما اے رحم کرنے والے، میری مدد فرما اے مدد کرنے والے، اے اللہ مجھے دنیا سے بے رغبتی اور عبادت میں سرگردانی عطا کر، اور مجھے ایسی گواہی (کلمہ شہادت) پر اپنے پاس بلا جس کی بشارت اس کے خوف اور جس کی خوشی اس کے ڈر سے سبقت کر چکی ہے۔ اے اللہ مجھے موت کے وقت چہرے کی بشاشت اور رونق اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور موت کی راحت عطا کر، اے اللہ مجھے قبر میں گویائی کی درستی، منظر سے آسودگی، اور منزل (قبر) کی وسعت عطا کر، اے اللہ قیامت میں مجھے ایسے مقام پر

کھڑا کر جہاں میرا چہرہ چمک اٹھے۔ میری گفتگو استوار رہے۔ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ مجھے سکون حاصل ہو اور میں تیری ذات کا ایسا مشاہدہ کر سکوں جس سے میری عزت افزائی اعلیٰ علیئین میں درجہ کمال کو پہنچ جائے کیونکہ تیری نعمت کے ذریعے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں، اے اللہ میں فطری کمزوری کی بنا پر کمزور ہوں، میں برداشت نہیں کر سکتا، میں نہیں چاہتا مگر وہی کچھ جو تو چاہے، پس تیرا منشا میرے لئے یہی ہو کہ میں سیدھا رہوں" [۶]

۷۔ آپ نماز کے بعد یہ دعا مانگتے: "تیرا نور مکمل ہوا اور تو نے ہدایت دی پس تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں۔ اور تیرا حلم عظیم ہوا اور تو نے معاف کیا، پس تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں اور تو نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہر ایک کو عطا کیا، پس تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں۔

اے ہمارے

پروردگار تیری ذات سب سے بڑھ کر عزت والی ذات ہے اور تیرا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور تیری عطا سب سے افضل اور دلکش ہے، اے ہمارے پروردگار ہم فرمان بجالاتے ہیں اور تو اس کی قدر کرتا ہے، ہم نافرمانی کرتے ہیں اور تو معاف کرتا ہے۔ تو مضطر کی پکار سنتا ہے، اور تکلیف دور کرتا ہے، بیمار کو شفا دیتا ہے اور پریشانی سے نجات دیتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے اور جس کے گناہ چاہے بخش دیتا ہے، کوئی شخص تیری نعمتوں کا بدلہ دے نہیں سکتا اور کسی بیان کرنے والے کا بیان تیرے انعامات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ [۷]

۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وضو سے فراغت پر دعا (دیکھئے لفظ وضوء فقرہ ۲، جز۔ س)
سفر پر نکلتے وقت آپ کی دعا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۱)
مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کی دعا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۵، جز۔ الف)
نماز میں دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۹، جز۔ ب)
حجر اسود کو ہاتھ لگانے یا بوسہ دینے کی دعا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز۔ د)
وقوف عرفہ کی دعا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۹ جز۔ د)
قربانی کا جانور ذبح کرنے کی دعا (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۹)

## دعر: اوباشی

دعر اوباشی اور فسق و فجور کو کہتے ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر کسی قبیلے یا قوم میں کوئی اوباش ہوتا تو اسے قید کر

دیتے، اگر اس کا مال ہوتا تو اس سے اس کے اخراجات پورے کرتے اور اگر مال نہ ہوتا تو بیت المال سے خرچ کرتے۔ آپ نے فرمایا: "مسلمانوں سے اس اوباش کی اوباشی کو دور رکھا جائے گا اور ان کے بیت المال سے اس کے اخراجات پورے کئے جائیں گے" [۸] (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ٦ جز۔ ز) اور (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۲)

## دعویٰ : دعویٰ

دیکھئے لفظ قضاء

## دعوۃ : دعوائے نسب کرنا

اس کے ذریعے نسب کا ثابت ہو جانا (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ د)

## دفاع : مدافعت کرنا

اپنا دفاع کرتے ہوئے کسی کو نقصان پہنچانے والا جُرم کرنا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ک)

## دفن : دفن کرنا

میت کی تدفین (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱)

## دم : خون

خون نکلنے کی وجہ سے وضو کا ٹوٹ جانا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ الف کا مسئلہ ۲)

حیض کا خون (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۳)

حمل کے دوران نکلنے والا خون استحاضہ ہے (دیکھئے لفظ استحاضہ، فقرہ ۱)

دم استحاضہ کی کیفیت (دیکھئے لفظ استحاضہ، فقرہ ۲)

## دین : دین

دیکھئے لفظ اسلام

## دَین : قرض

۱۔ تعریف :

دین وہ مال ہے جو کسی کے ذمہ ثابت ہو

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "قبر کا عذاب تین باتوں سے ہوتا ہے، پیشاب کے چھینٹوں سے، قرض سے، اور چغلی سے" [۹]

۳۔ وصیت پر قرض کا مقدم ہونا:

جب انسان مر جائے اور اس پر قرض ہو، اور اس نے وصیتیں بھی کی ہوں لیکن ترکہ میں ان تمام چیزوں کی گنجائش نہ ہو تو قرض کی ادائیگی کو وصیت کے نفاذ پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖ (النساء۔ ۱۲) وصیت کے بعد جو تم کرتے ہو یا قرض کے بعد اور فرمایا: "تم میں سے جو لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہیں وہ سن لیں کہ اللہ تعالیٰ نے وصیت کے نفاذ سے پہلے ادائے دین کا حکم دیا ہے" [۱۰] (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۲)

۴۔ غلام کا قرض:

حضرت علیؓ نے اس غلام کے بارے میں جس پر قرض تھا اور پھر اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا یہ فیصلہ دیا کہ آقا اس کے قرض کا ضامن ہے اگر اسے اس قرض کا علم ہو، اگر آزاد کرتے وقت اسے قرض کا علم نہ ہو تو وہ قرض خواہوں کے لئے اس غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ [۱۱] یعنی قرض کے متعلق لاعلمی کی صورت میں آقا غلام کی قیمت سے زیادہ رقم کا ضامن نہیں ہو گا۔ جس طرح کہ غلام کی جنایت کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

۵۔ قرض کی ادائیگی:

الف) جب ایک انسان کا دوسرے انسان کے ذمے مال ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو اور قرض خواہ کے پاس اپنے قرض کا ثبوت بھی موجود نہ ہو، لیکن قرض دار کا کوئی مال اس کے ہاتھ آ جائے جس سے اس کا پورا قرض یا اس کا کوئی حصہ وصول ہو جائے، تو قرض خواہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا حق وصول کر لے۔ [۱۲]

ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ایک شہر میں قرض دے اور اس کی وصولی دوسرے شہر میں کرے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں راستے کے خطرات سے بچاؤ کا

فائدہ ہے۔

ج) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ اگر مقروض قرض کی ادائیگی سے انکار کر دیتا یا قرض کی رقم برباد ہو جاتی تو آپ مقروض کا سامان وغیرہ بیچ کر قرض ادا کر دیتے، زید بن علی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ جب دیوالیہ اپنا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیتا یا اس کا مال برباد ہو جاتا تو آپ اس کا سامان وغیرہ بیچ کر قرض ادا کر دیتے۔ [۱۳] اگرچہ قرض خواہ بعینہٖ اپنا مال دیوالیہ مقروض کے پاس پالیتا۔ (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف کا مسئلہ ۵)

د) دیوالیہ مقروض کے لین دین پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر فقرہ ۲، جز۔ الف کا مسئلہ ۵)

ھ) مقروض کو قید کر دینا: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا مقروض لایا جاتا جو اپنا قرض ادا نہ کرتا تو آپ اسے قید کر دیتے یہاں تک کہ اس کا معاملہ عیاں ہو جاتا۔ اسی پر عبدالرزاق کی وہ روایت محمول کی جائے گی جو انہوں نے درج کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرض کی وجہ سے مقروض کو قید کر دیتے تھے [۱۴] اور جب یہ ظاہر ہو جاتا کہ اس کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو اسے قید سے باہر نکال دیتے اور اس سے فرماتے: "جب تمہارے پاس مال آجائے تو اسے اپنے قرض خواہوں میں تقسیم کر دینا" [۱۵] آپ کا قول ہے: "قید صرف اس لئے ہے کہ امام المسلمین کے سامنے قیدی کا حال واضح ہو جائے، اگر اس کے بعد بھی اسے قید میں رکھا گیا تو یہ اس پر ظلم ہوگا" [۱۶] آپ کا قول ہے: "کسی شخص کو یہ بات معلوم کر لینے کے بعد بھی قید میں رکھنا کہ اس پر کیا کچھ قرض ہے، ایک قسم کا ظلم ہے" [۱۷] عبداللہ بن عمیر سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مقروض کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس آتا اور کہتا کہ اسے قید کر دیجئے تو آپ پوچھتے کہ آیا اس کے پاس کوئی مال ہے؟ اگر جواب میں قرض خواہ یہ کہتا کہ ہاں مال تو ہے لیکن اس نے اسے چھپا دیا ہے تو آپ اس سے کہتے کہ اپنے اس دعوے کا کہ اس نے اپنا مال چھپا دیا ہے کوئی ثبوت پیش کرو ورنہ ہم اس مقروض سے اس بات کا حلف لیں گے کہ اس نے اپنا کوئی مال چھپایا نہیں ہے" [۱۸]

۶۔ قرض کی زکوٰۃ:

(دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۶)

## دیہ : دیت

۱۔ احکامات دیت: (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

۲۔ دیت کی وراثت: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مقتول کی دیت اس کے تمام دوسرے اموال کی طرح ترکہ میں ورثاء کو مل جائے گی

آپ سے یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ دیت کی وراثت صرف ان ورثاء کو حاصل ہوگی جو اس کی طرف سے اس کے عاقلہ ہیں[۱۹] دیت ترکے میں شامل ہے۔ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۳، جز ج)

جو شخص بھیڑ بھاڑ میں قتل ہو گیا اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲ جز۔ الف)

دیت کا واجب ہونا اگر کسی نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تو اس پر دیت واجب ہوگی (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۳، جز۔ الف)

قسامہ میں دیت کا وجوب (دیکھئے لفظ قسامہ، فقرہ ۴)

مکاتب کی دیت (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱، جز۔ و)

# حرف الدال

## ۔ د ۔

۱۔ کنزالعمال ۲۴۳۱۰

۲۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۳۱۲

۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۴۹

۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۴۹

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۴۹ب

۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۴۹ب

۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۶۳

۸۔ خراج ابی یوسف ص ۱۷۹، مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۹

۹۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۹۴

۱۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۶۷

۱۱۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۶۹

۱۲۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۸۱

۱۳۔ المغنی جلد چہارم ص ۳۲۰

۱۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۷

۱۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۰۶

۱۶۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۵۳

۱۷۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۶۹ اور ۱۷۱

۱۸۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۷۱

۱۹۔ المغنی جلد ششم ص ۳۲۰

# حرف الذال

## ذ

### ذباب : مکھی

مردہ مکھی نجس نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ز)

### ذبح : ذبح کرنا

۱۔ ذبح کرنے والا :

الف) مسلمان کا ذبیحہ : اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ ہر حال میں حلال ہے۔ بشرطیکہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا ہو جیسا کہ زیدؒ بن علی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ : "مسلمانوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ جب وہ اللہ کا نام لیں" [۱]
جنبی کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۱، جز۔ و)

ب) اہل کتاب، یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کا ذبیحہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متفقہ روایت ہے کہ یہودی اور نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے۔ اگر ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام لے، لیکن اگر وہ اللہ کا نام نہ لے تو کیا اس ذبیحہ کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟
نووی نے المجموع میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کا مذہب یہ تھا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ اللہ کا نام لیں یا نہ لیں، جب تک قرائن سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ انہوں نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہے۔ جیسا کہ اگر وہ غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کریں یا کسی بت وغیرہ پر چڑھاوے کے طور پر ذبح کریں [۲] حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ : "جب یہ سنو کہ یہود و نصاریٰ ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کا گوشت نہ کھاؤ، اگر تم یہ نہ سنو تو پھر کھالو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذبیحہ حلال کر دیا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں" [۳] آپ کا قول ہے : "جب تم کسی نصرانی کو ذبح کرتے وقت مسیح کا نام لیتے ہوئے سنو تو نہ کھاؤ، اور اگر نہ سنو تو کھالو" [۴] یہ روایت نووی کی بیان کردہ روایت کی

اپنے منطوق (الفاظ کے ظاہری معنی) کے لحاظ سے تائید کرتی ہے۔

ابن قدامہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے: کتابی کا عمداً ترک تسمیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ ایسا ذبیحہ نہ کھایا جائے جس کو ذبح کرتے وقت کتابی نے جان بوجھ کر اللہ کا نام لینا ترک کیا ہو۔ امام نووی نے حضرت علیؓ سے اس کا بھی ذکر کیا ہے[۵] لیکن عبدالرزاق نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، اگرچہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ اہل کتاب ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے جب ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا تو اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ ذبح کرتے وقت کیا کہتے ہیں" [۶] لیکن فقہاء نے حضرت علیؓ سے یہ قول نقل نہیں کیا ہے، اس لئے یہ روایت حضرت علیؓ سے صحیح نہیں ہے۔ جب ہم عبدالرزاق کی بیان کردہ روایت اور احکام القرآن جصاص کی نقل کردہ روایت کے درمیان مقارنہ کرتے ہیں تو ہمیں ان دونوں روایتوں میں لفظی تطابق نظر آتا ہے۔ جس سے ان دونوں روایتوں کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ دراصل دوسری روایت میں جسے عبدالرزاق نے نقل کیا ہے۔ قلب (لفظی الٹ پھیر) کیا گیا ہے۔ راوی نے جو غیر فقیہ معلوم ہوتا ہے، بجائے اس کے کہ یہ کہا ہوتا کہ (ان اہل الکتاب لا یذکرون علی ذبائحھم اللہ: اہل کتاب اپنے ذبائح پر اللہ کا ذکر نہیں کرتے) اس نے یہ کہہ دیا (ان اہل الکتاب یذکرون علی ذبائحھم غیر اللہ: اہل کتاب اپنے ذبائح پر غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں) لیکن حقیقت میں یہ پہلی روایت کا جسے جصاص نے نقل کیا ہے، منطوق ہے۔ اس بارے میں ہمارا خیال یہی ہے باقی واللہ اعلم!

حضرت علیؓ نے کتابی کے ذبیحہ کی حلت کے سلسلے میں یہ فرق نہیں کیا کہ آیا وہ کتابی ذمی ہے یا حربی، آپ سے حربی نصرانیوں کے ذبیحہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں[۷]

ج) بنی تغلب کے نصاریٰ کا ذبیحہ: حضرت علیؓ کے خیال میں بنی تغلب کے نصاریٰ، نصرانیت کی تعلیمات کو چھوڑ چکے تھے، اور شراب نوشی کے لئے عیسائیت کی طرف سے مہیا کردہ جواز سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے، اسی لئے شراب نوشی ان کی گھٹی میں پڑی تھی، یہ بات ایک مذہب کے کسی پیروکار کے شایان شان نہیں تھی اس لئے حضرت علیؓ ان کے ذبیحہ کو حلال

نہیں سمجھتے تھے[۸] عبیدہ سلمانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بنی تغلب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ، اس لئے کہ عیسائیت سے ان کا تعلق صرف شراب نوشی کی حد تک رہ گیا ہے" [۹]

د) مجوسی کا ذبیحہ: مجوسیوں کا ہر قسم کا ذبیحہ حرام ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مجوسیوں کے پکے ہوئے کھانے میں کوئی حرج نہیں البتہ ہمیں ان کے ذبیحہ سے روک دیا گیا ہے" [۱۰] ان کے ہاں پکے ہوئے کھانے میں اس وقت تک مضائقہ نہیں جب تک اس میں ان کا ذبیحہ شامل نہ ہو (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۱۴) جب مجوسیوں کا ذبیحہ حلال نہیں تو مشرکوں کا ذبیحہ بطریق اولیٰ حلال نہیں ہو گا۔

ھ) مرتد کا ذبیحہ: جو شخص مرتد ہو کر کسی اور مذہب میں داخل ہو گیا تو اس کے ذبیحہ پر اسی مذہب کے ذبیحہ کا حکم نافذ ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص نے جس قوم سے دوستی کی اس کا شمار انہیں میں ہو گا" اس بنا پر مرتد کے ذبیحہ کا حکم اہل کتاب کے دین کے مطابق لگایا جائے گا۔ [۱۱]

و) قربانی کا جانور ذبح کرنا: چونکہ نسک یعنی قربانی یا ہدی کے جانور کو ذبح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے، اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ کوئی غیر مسلم یہ کام سرانجام دے، اس لئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان کے نسک کو یہودی اور نصرانی ذبح نہیں کرے گا [۱۲]

## ۲۔ المذبوح: ذبح ہونے والا جانور

الف) ذبح ہونے والے جانور کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ذبح ہونے تک زندہ ہو تاکہ اس کا کھانا حلال ہو۔ اگر وقت ذبح زندہ نہ ہو تو اس کا کھانا حلال نہیں۔ اس کی زندگی کی نشانی یہ ہے کہ وہ حرکت کرتا ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر جانور دم ہلاتا ہو، یا پیر اٹھاتا ہو اور اس کی آنکھیں حرکت کرتی ہوں تو وہ ذبیحہ ہے" [۱۳] آپ نے فرمایا: "جو جانور چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر یا کسی درندے کا لقمہ بن کر اس حالت میں پایا جائے کہ وہ اپنا اگلا یا پچھلا پاؤں ہلا رہا ہو تو اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھالو" [۱۴]

ب) اگر جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلے یا ذبح شدہ جانور کی حرکت کی وجہ سے اس میں بھی حرکت ہو تو ذبح کئے بغیر اس کا کھانا حلال ہے۔ اور اگر اس میں ابھی

بال نہ اگے ہوں تو اس کا کھالینا بطریق اولیٰ جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر اونٹنی کے جنین کے بال نکل آئے ہوں تو اسے کھالو، کیونکہ ماں کے ذبح ہونے کے ساتھ وہ بھی ذبح ہو گیا" [۱۵]

۳۔ آلہ ذبح:

حضرت علی رضی اللہ عنہ لوہے کے کسی تیز دھار دار آلے سے جانور ذبح کرنا پسند کرتے تھے۔ اس کے سوا کسی اور چیز سے ذبح کرنا آپ کو پسند نہ تھا، کیونکہ اس طریقے سے جانور کو تکلیف پہنچتی ہے۔ زیدؒ بن علی نے مسند زید میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ناخن، دانت، ہڈی اور بانس کے چھلکے سے جانور ذبح کرنا ناپسند کیا ہے اور صرف لوہے کے تیز دھار دار آلے سے ذبح کو پسند کیا ہے" [۱٦]

۴۔ ذبح کی کیفیت:

دو طرح کے جانور ہوتے ہیں۔ پالتو، جنگلی

الف) جنگلی جانور کے ذبح کا طریقہ: اگر جانور جنگلی ہو —— چاہے شروع سے جنگلی ہو یا پہلے پالتو تھا اور پھر جنگل میں بھاگ گیا ہو یا کوئی جانور کنویں میں گر پڑا ہو اور اب اس کی گردن پر چھری پھیرنا مشکل ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں ایسا جانور شکار کے حکم میں ہو گا، یعنی اس کے جسم کا ہر حصہ مقام ذبح ہو جائے گا [۱۷] حضرت علیؓ نے ایک بھاگے ہوئے اونٹ کے بارے میں جسے ایک شخص نے نیزہ مار کر زخمی کر دیا تھا، یہ فرمایا: "اس کا گوشت کھالو اور میرے لئے ایک ران کا تحفہ بھیج دینا" [۱۸] مسروق سے روایت ہے کہ ایک اونٹ ایک کنویں میں لڑھک گیا اور نچلا حصہ اوپر ہو گیا، ہم نے حضرت علیؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "اس کے اعضاء علیحدہ علیحدہ کاٹ کر کھالو" [۱۹] ابو راشد سلمانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کوفہ سے اپنی خاندانی چراگاہ میں اونٹوں کو چرا رہا تھا۔ ایک اونٹ نشیب میں لڑھک گیا۔ میں نے کمر کی جانب سے اسے ذبح کر دیا، پھر آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی آپ نے فرمایا: "میرے لئے ران بطور تحفہ بھیج دینا" [۲۰]

ب) گھریلو یا پالتو جانور کے ذبح کا طریقہ: پالتو جانور کو درج ذیل طریقے سے ذبح کیا جائے:

۱) قبلہ رخ لٹانا: حنبش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ جانور ذبح کرتے وقت قبلہ رو لٹاتے تھے۔ [۲۱]

۲) بسم اللہ پڑھنا اور دعا مانگنا: حضرت علیؓ جب جانور کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتے تو یہ دعا

پڑھتے (میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر دیا ہے، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، ہر طرف سے یکسو ہو کر. اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں، بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں، اے اللہ یہ قربانی تیرے حکم سے ہے اور تیرے لئے ہے، بسم اللہ واللہ اکبر) [۲۲]

۳) گلے پر چھری پھیرنا: اگر اسے جان بوجھ کر گدی کی طرف سے چھری پھیر کر ذبح کیا گیا تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا [۲۳] اور شاید مسند زید میں درج شدہ روایت کا بھی یہی مطلب ہو جس میں نقل کیا گیا ہے کہ "حضرت علیؓ اسے مکروہ سمجھتے کہ ذبح کرتے وقت چھری جانور کے نخاع یعنی حرام مغز تک پہنچا دی جائے یہاں تک کہ جانور ختم ہو جائے" [۲۴]

۴) ایک ہی ضرب سے سر علیحدہ کر دینا: اگر ذبح کرتے وقت ایک ہی مرتبہ میں سر جدا کر دے تو اس کا گوشت کھایا جائے گا [۲۵] قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے اس مرغی کے بارے میں فرمایا جس کا سر ذبح کرتے وقت جدا کر دیا گیا تھا کہ "یہ ذبح بڑی تیزی سے ہوا ہے" یعنی اسے کھالو [۲۶] جعفر بن عون نے ذبح کرنے کی خاطر اونٹ کی گردن پر تلوار ماری تو وہ علیحدہ ہو گئی، حضرت علیؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: "ذبح بڑی تیزی سے ہوا ہے" [۲۷]

۵) اگر سر کے سوا کوئی اور عضو جسم سے علیحدہ کر دیا جائے اور جانور ابھی زندہ ہو تو اس عضو کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "زندہ جانور کا اگر کوئی عضو مثلاً اگلی ٹانگ، پچھلی ٹانگ، یا سرین وغیرہ کاٹ کر علیحدہ کر دیا جائے تو اسے نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ یہ مردار ہے" [۲۸]

### ۵۔ جس جانور کو فخریہ ذبح کیا گیا ہو:

حضرت علیؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جسے فخریہ ذبح کیا گیا ہو۔ آپ کی رائے تھی کہ جانور کو محض اللہ کے لئے ذبح کیا جائے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کے لئے نامزد کئے جانے والے جانوروں کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔ جارود بن ابی سبرہ کہتے ہیں: "بنی ریاح کا ایک شخص تھا جو ابن وثیل کہلاتا تھا اور اصل نام سحیم تھا، یہ شاعر بھی تھا، اس نے مشہور شاعر فرزدق کے باپ سے کوفہ سے باہر ایک چشمے پر مباہات کے طور پر یہ شرط لگائی کہ جب اونٹ پانی پینے کے لئے چشمے پر

آئیں گے تو دونوں میں سے ہرایک اپنے ایک ایک سو اونٹ ذبح کرے گا، چنانچہ اونٹوں کی آمد پر دونوں نے تلواریں پکڑلیں اور لگے اونٹوں کی کوچیں کاٹنے. کوفہ میں جب اس بات کی اطلاع پہنچی تو لوگ گدھوں پر سوار گوشت حاصل کرنے کے لئے چل پڑے. حضرت علیؓ کوفہ میں تھے. جب آپ کو پتہ چلا تو آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے استعمال میں رہنے والی مادہ خچر پر سوار ہو کر نکلے اور پکار پکار کر لوگوں سے فرمانے لگے. "لوگو! یہ گوشت نہ کھاؤ کیونکہ ان جانوروں کو غیراللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہے۔" [۲۹]

## ذراع : بازو

نماز میں سجدہ کرتے وقت دونوں بازوؤں کو زمین پر رکھنے کی کیفیت اور انہیں زمین پر بچھا دینے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ھ کا مسئلہ ۲) اور (لفظ صلاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ن)

## ذکر اللہ : اللہ کا ذکر

دیکھئے لفظ دعاء

## ذکر : ذکر، مردانہ عضو تناسل

اگر وضو والے شخص کا ہاتھ اس کے ذکر کو لگ جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۷، جز۔ ج)

ذکر کو نقصان پہنچانے والے جرم کی کیا سزا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳، جز ب)

## ذمہ : ذمی بنانا

### ۱۔ تعریف :

وہ عہد جو اہل کتاب اور ان کی طرح کے دوسرے لوگوں سے کیا جاتا ہے جس کی بنیاد پر انہیں اسلامی حکومت کی رعایا تسلیم کر لیا جاتا ہے. ذمہ کہلاتا ہے۔

### ۲۔ ذمہ کی قسمیں :

الف) پہلی قسم وہ ہے جو کافروں اور مسلمانوں کے درمیان صلح کی بنا پر ہو جاتی ہے۔ اس پر عمل صلح نامے کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ جس پر فریقین اتفاق کر چکے ہوتے ہیں۔

ب) دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان ان لوگوں سے کرتے ہیں جن کا علاقہ بزور قوت فتح کر لیا جاتا

ہے۔ حضرت علیؓ نے ذمہ کی ان دونوں قسموں پر عملدر آمد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار کو اپنایا اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب "فقہ عمرؓ بن الخطاب" میں (لفظ ذمہ) کے تحت اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

ج) تیسری قسم وہ امان ہے جو امیر المومنین کے پاس آنے والے غیر ملکی قاصدوں نیز تاجروں اور اسلامی تعلیمات سے روشناس ہونے کی غرض سے آنے والوں کو دی جاتی ہے۔ (دیکھئے لفظ امان، فقرہ ۲)

۳۔ عقد ذمہ کن لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے:

عقد ذمہ صرف عرب و عجم کے یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے اور عجم کے مشرکوں سے کیا جاتا ہے، لیکن مشرکین عرب سے اسلام یا تلوار کے سوا اور کوئی چیز قابل قبول نہیں۔ رہے مشرکین عجم تو ان سے جزیہ لیا جائے گا۔ عرب و عجم کے اہل کتاب اگر مسلمان ہونے سے انکار کر دیں اور ذمی بننا قبول کر لیں تو ہم ان سے جزیہ قبول کر لیں گے۔ [۳۰] ایسی صورت میں عقد ذمہ متعلقہ لوگوں کو دائمی امان دینے کا سبب بن جائے گا۔ (دیکھئے لفظ امان، فقرہ ۲، جز۔ الف)

۴۔ اہل ذمہ پر عائد شدہ ذمہ داریاں یا فرائض:

ذمیوں کے فرائض مندرجہ ذیل ہیں:

الف) جزیہ ادا کرنا۔ (دیکھئے لفظ جزیہ، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ب) کئے گئے معاہدوں کی پوری پابندی کرنا اور مملکت اسلامیہ کے عمومی قوانین پر پوری طرح عمل پیرا ہونا۔

ج) ان اراضی کا خراج ادا کرنا جو ان کے قبضے میں رہنے دی گئی ہوں۔ (دیکھئے لفظ خراج)

د) انہیں مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے کسی چیز کی خریداری کی اجازت نہیں۔ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۷)

ھ) اپنے تجارتی مال کا دسواں حصہ بطور عشر ادا کرنا جب تجارتی مال کے ساتھ ان کا مسلمانوں کے علاقے سے گزر ہو۔ (دیکھئے لفظ عشرہ)

۵۔ اہل ذمہ کے حقوق:

اہل ذمہ کو جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے حقوق حاصل ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ان ذمیوں نے اپنا مال اس لئے خرچ کیا ہے کہ ان کا خون ہمارے خون اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح محفوظ ہو جائے۔" [۳۱]

۶۔ عہد ذمہ کا ٹوٹنا:

اگر اہل ذمہ اپنے اوپر عائد شدہ فرائض کی خلاف ورزیاں کریں گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ عہد ذمہ کو توڑ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بنو تغلب کے عیسائیوں سے عہد ذمہ کیا تھا تو ان پر یہ لازم کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔ [۳۲] لیکن انہوں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے حضرت علیؓ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے موقعہ کے انتظار میں رہے۔ آپ کہا کرتے تھے: "اگر مجھے بنی تغلب سے نبٹنے کی فرصت مل گئی تو ان کے لئے میرے ذہن میں ایک لائحہ عمل ہے۔ ان کے تمام لوگوں کو قتل کر دوں گا جو جنگ میں حصہ لینے کے قابل ہوں گے اور ان کی آل اولاد کو قیدی بنالوں گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو نصرانی بنا کر عہد ذمہ کو توڑ دیا۔" [۳۳]

اگر ان کی طرف سے اسلام یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہوئی یا انہوں نے کسی مسلمان پر زیادتی کی تو ان کی یہ حرکت عہد ذمہ کو توڑ ڈالنے کے مترادف ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو ذمی کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گا ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ ہم نے ان کے ساتھ عہد ذمہ اس شرط پر کیا ہے کہ وہ کسی نبی کے خلاف دشنام طرازی نہ کریں اور نہ ہی ہماری عورتوں سے نکاح کریں۔" [۳۴]

۷۔ ذمی کے ذبیحہ کا حکم (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱)

قربانی کا جانور کوئی ذمی ذبح نہیں کرے گا (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۲، جز۔ ح)

ذمی پر حد زنا جاری نہیں کی جائے گی (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ذمی کو جسمانی نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ د)

## ذھب: سونا

مرد کے لئے سونا پہننا (دیکھئے لفظ لباس، فقرہ ۱) اور (دیکھئے لفظ خاتم، فقرہ ۳)

سونے کا ملمع کی ہوئی چیز کو سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۷)

سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۷) اور (لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ب)

## ذوالحجہ: ذی الحجہ کا مہینہ

ذی الحجہ کے مہینے میں قضاء روزے رکھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱، جز۔ ھ)

# حرف الذال

## - ذ -

۱۔ الروض النضیر شرح مسند زید جلد سوم ص ۳۶۹

۲۔ المجموع جلد نہم ص ۸۰

۳۔ احکام القرآن للجصاص جلد اول ص ۱۲۵

۴۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۱۱

۵۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۸۱، المجموع جلد نہم ص ۸۰

۶۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۱۸

۷۔ السیرالکبیر بشرح السرخسی جلد اول ص ۱۴۸، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۸۴ اور جلد ہفتم ص ۱۸۸

۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۱۷، المجموع جلد نہم ص ۸۰

۹۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۱۸، مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۸۵۔ جلد ششم ص ۲۷ اور جلد ہفتم ص ۱۸۶، الروض النضیر جلد سوم ص ۳۶۹، کنزالعمال رقم ۱۵۶۵۱، تفسیر طبری جلد نہم ص ۵۶۷، تفسیر قرطبی جلد ششم ص ۴۸، احکام القرآن للجصاص جلد سوم ص ۳۲۳

۱۰۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۵، الروض النضیر جلد سوم ص ۳۶۹، ۳۷۰، کنزالعمال رقم ۲۷۵۳۹، المغنی جلد ششم ص ۵۷۰

۱۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۳۲، المحلی جلد ہفتم ص ۴۵۵، الرد علی سیر الاوزاعی ص ۱۱۶

۱۲۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۴

۱۳۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۹۹، المحلی جلد ہفتم ص ۴۵۸

۱۴۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۵۹، مسند زید جلد سوم ص ۳۸۵، المجموع جلد نہم ص ۹۵

۱۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۱۹، مسند زید جلد سوم ص ۳۷۹، المغنی جلد ہشتم ص ۵۷۹، کشف الغمہ جلد اول ص ۲۳۹

۱۶۔ مسند زید جلد سوم ص ۳۶۷

۱۷۔ المجموع جلد نہم ص ۱۳۱، المغنی جلد ہشتم ص ۴۶۶

۱۸۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۶۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۸ ب۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۴۶، مسند زید جلد سوم ص ۳۸۲

۱۹۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۴۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۹ ب

۲۰۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۴۷

۲۱۔ کنزالعمال رقم ۱۵۶۳۸

۲۲۔ کنزالعمال ۱۵۶۳۹

۲۳۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۷۸

۲۴۔ مسند زید جلد سوم ص ۳۱۶

۲۵۔ المجموع جلد نہم ص ۴۹

۲۶۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۴۳، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۹۱، مسند زید جلد سوم ص ۳۸۹

۲۷۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۴۶۵، المحلی جلد ہفتم ص ۴۴۳

۲۸۔ مسند زید جلد سوم ص ۳۸۴

۲۹۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۱۸

۳۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۴۰

۳۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۳۷۵، بدائع الصنائع جلد ہفتم ص ۱۱۱

۳۲۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ ذمہ، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۲، جز ب

۳۳۔ اموال ابی عبید ص ۵۴۲، سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۱۷، المغنی جلد ہشتم ص ۵۱۳

۳۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۳۷

# حرف الراء

## ر

### راس : سر

سر کے بالوں میں کنگھی کرنا (دیکھئے لفظ شعر، فقرہ ۱)

وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ز)

### ربا : سود، ربٰو

ربا کی دو قسمیں ہیں:

اول : ربا النسیئۃ (ادھار کا سود) اس میں قرض پر سود کی ادائیگی قرض کی مدت کے بالمقابل ہوتی ہے۔ چونکہ اس صورت میں اصل قرض سے زائد رقم کے سود ہونے میں کوئی ابہام نہیں اسی لئے ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملی. لیکن اس مسئلہ میں دراصل کسی روایت کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔

دوم : ربا الفضل اس میں ماپ تول کے تحت آنے والی اشیاء کو ہم جنس اشیاء کے بدلے میں کمی بیشی کیساتھ فروخت کیا جاتا ہے. ہم نے بیع پر بحث کرتے ہوئے اس پر پوری روشنی ڈالی ہے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ج کا مسئلہ ۳)

### ربح : منافع

مضاربت (سرمایہ ایک کا اور کام دوسرے کا) میں منافع کی تقسیم (دیکھئے لفظ مضاربہ، فقرہ ۲، جز۔ الف) اسی طرح شراکت میں منافع کی تقسیم (دیکھئے لفظ شرکہ، فقرہ ۲)

### ربیبہ : سوتیلی لڑکی

ربیبہ کا اپنی ماں کے شوہر (سوتیلے باپ) کے لئے حرام ہونا (دیکھئے لفظ نکاح فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۱، جز۔ ب)

## رجعی : قابل رجوع

طلاق رجعی ( دیکھئے لفظ طلاق. فقرہ ۶. جز۔ الف )

## رجعہ : رجعت

### ۱۔ تعریف :

طلاق رجعی ختم کر کے عورت کو دوبارہ حصار زوجیت میں لے آنا رجعت کہلاتا ہے۔

### ۲۔ اس کی شرائط :

رجوع کی صحت کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے :

الف ) رجوع طلاق رجعی میں ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "جب کوئی شخص بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے تو اس کے لئے رجوع کرنا حلال ہے" [۱]

ب۔ ۱ ) رجوع اس سے پہلے ہو جانا چاہئے کہ عورت اپنی عدت کے آخری حیض سے پاک ہو کر اور غسل کر کے نماز پڑھنے کے قابل ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے اس مرد کے متعلق جس نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دی تھیں فرمایا : "شوہر کے لئے بیوی سے رجوع کرنا اس وقت تک حلال ہے جب تک کہ وہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر غسل نہ کر لے اور اس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہ ہو جائے" [۲]

۲ ) اگر مطلقہ عورت حاملہ ہو تو شوہر کو بچے کی پیدائش سے پہلے پہلے رجوع کا حق ہے۔ پیدائش کے بعد رجوع کا حق ساقط ہو جائے گا اور عورت بائن ( مستقل طور پر علیحدہ ) ہو جائے گی۔ اگر عورت کے بطن میں دو بچے ہوں تو رجوع کا حق دوسرے بچے کی پیدائش تک رہتا ہے. حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے متعلق جس نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی، اس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرے کی پیدائش ابھی باقی تھی فرمایا : "یہ شوہر اس عورت کا سب سے زیادہ حقدار ہے جب تک وہ دوسرے بچے کو جنم نہیں دے لیتی" [۳]

۳ ) اگر شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی لیکن عورت کو عدت گذرنے کے بعد اس کی اطلاع ملی تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ عبدالرزاق کی روایت ہے کہ ایک عورت جسے ایک یا دو طلاق رجعی مل چکی ہوں لیکن اسے اس کی اطلاع عدت گذرنے کے بعد ملی ہو آیا اس کا

شوہر اس سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ نیز وہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (جیسا کہ کچھ اہل علم کا یہ قول ہے کہ ایسی عورت کی عدت اسے طلاق کی اطلاع ملنے کے دن سے شروع ہو گی) اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے اور شوہر کو رجوع کرنے کا حق بھی نہیں ہو گا۔ اہل علم کے دونوں گروہوں کا اس پر اتفاق ہے[۴]

ج) عورت کو شوہر کے رجوع کا علم ہونا: رجوع کی صحت کے لئے یہ کوئی شرط نہیں کہ عورت کو بھی اس کا علم ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر طلاق دینے کے بعد شوہر نے رجوع کر لیا اور اس پر گواہ بھی قائم کر دے تو یہ مطلقہ اس کی بیوی ہو گی چاہے اسے اس کا علم ہو یا نہ ہو" [۵] اگر عدت گذر جانے پر عورت لاعلمی کی بنیاد پر کسی اور سے نکاح کر لے، پھر پہلا شوہر آکر رجوع کا دعویٰ کرے اور اس کے لئے ثبوت بھی پیش کرے تو یہ عورت اس پہلے شوہر کی ہو جائے گی۔ [۶]

حضرت علیؓ کے زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی، شوہر غائب تھا، اس نے رجوع کر لیا عورت کو معلوم نہ ہو سکا اور شوہر کا خط آنے سے پہلے ہی اس نے دوسری شادی کر لی۔ جب حضرت علیؓ کے پاس یہ مسئلہ لایا گیا تو آپ نے فیصلہ دیا یہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے چاہے دوسرے شوہر نے اس سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو[۷] اگر ایک طرف رجوع کی صحت کے لئے عورت کے علم میں اس کا آنا ضروری نہیں ہے تو دوسری طرف شوہر کے لئے جان بوجھ کر رجوع کے معاملہ کو چھپانا بھی درست نہیں ہے، یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ حضرت علیؓ ایسی صورت میں شوہر کے رجوع کے حق کو نہ صرف ساقط کر دیتے تھے بلکہ شوہر کی تادیب بھی کرتے۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے رجوع کر لیا اور دو آدمیوں کو خفیہ طور پر اس پر گواہ بھی بنا لیا، اور ان سے راز داری کا وعدہ لے لیا۔ ان دونوں گواہوں نے عورت کی عدت گزرنے تک اس بات کو چھپائے رکھا پھر حضرت علیؓ کے پاس مقدمہ لے کر آ گئے۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں گواہوں کو ملزم ٹھہرا کر انہیں کوڑے لگائے اور شوہر کے رجوع کو تسلیم نہیں کیا[۸] مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ نے دونوں گواہوں اور شوہر تینوں کو کوڑے لگائے، اس لئے کہ انہوں نے یا تو طلاق اور یا پھر رجوع کو چھپایا تھا[۹]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ زیادہ راجح ہے کہ گواہوں نے رجوع کے معاملے کو چھپایا تھا۔ یہی مسلک حضرت عمرؓ بن خطاب کا تھا (دیکھئے کتاب موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب لفظ رجعہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۳۔ رجوع کی تکمیل کیسے ہوتی ہے:

رجوع قول کے ذریعے مکمل ہوتا ہے مثلاً یوں کہے کہ "میں نے تجھ سے رجوع کر لیا" خط قائمقام قول کے ہوتا ہے۔ اگر خط موصول ہونے سے پہلے پہلے عورت نے کسی اور سے شادی کر لی اور اس کا نکاح ثانی فسخ ہو جائے گا اور وہ پہلے مرد کی بیوی رہے گی جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اگر رجوع کی تکمیل قول کے ذریعے درست ہے تو پھر فعل یعنی ہم بستری کے ذریعے بطریق اولیٰ درست ہو گی۔

## رِجل : ٹانگ، پاؤں

وضو میں دونوں پاؤں کا دھونا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ط)

ٹانگ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ب)

## رَجم : سنگسار کرنا

زانی جب کہ محصن ہو، اسے رجم کی سزا ملے گی اور اس سزا کی کیفیت (دیکھئے لفظ زنا فقرہ ۵، جز۔ الف)

سنگسار شدہ انسان کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ و کا مسئلہ ۳)

## رِحم : عورت کا رحم، رشتہ داری

۱۔ حضرت علیؓ نے صلہ رحمی کو ترجیح دیتے ہوئے یہ فرمایا: "اگر میں بازار سے ایک صاع خوردنی اشیاء خرید کر اپنے چند بھائیوں کو کھانے پر جمع کر لوں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ تمہارے بازار میں جا کر کوئی غلام خرید کروں اور پھر اسے آزاد کر دوں" [۱۰]

۲۔ ذوی الارحام کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۱) اور (لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج)

کن کن رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱ کا نصف اول)

ذو الارحام اگر ایک دوسرے کے مالک ہو جائیں تو وہ آزاد ہو جاتے ہیں (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۳)

رشتہ دار کو ہبہ میں دی ہوئی کسی چیز کا واپس لے لینا (دیکھئے لفظ ہبہ، فقرہ ۴)

## رد : واپس کرنا

ورثہ پر باقیماندہ ترکہ کو لوٹانا (یعنی حصوں کی نسبت سے لوٹانا) (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۶)

## ردۃ : ارتداد

### ۱۔ تعریف :

مسلمان کا دائرہ اسلام سے نکل جانا یا قولی یا اعتقادی طور پر کوئی ایسا قدم اٹھانا جو اسے دائرہ اسلام سے نکال دے۔ ہم نے ارتداد کی تعریف میں مسلم یعنی مسلمان ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک دین اسلام کے سوا دوسرے ادیان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کر لینا ارتداد نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایک یہودی یا عیسائی لایا گیا جو اپنا مذہب چھوڑ کر زندیق بن گیا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ایک جھوٹے مذہب کو ترک کر کے دوسرے جھوٹے مذہب کی طرف جانے دو" ایک روایت میں ہے: "اسے ایک کفر سے نکل کر دوسرے کفر میں جانے دو" [۱۱]

### ۲۔ کن باتوں سے انسان مرتد ہو جاتا ہے :

الف) ایک مسلمان اگر اللہ کے مقام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مرتبے کو کم کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس نے ہمارے نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سب وشتم کیا ہم اسے قتل کر دیں گے" [۱۲]

ب) اگر کوئی مسلمان قطعی طور پر ثابت شدہ کسی حکم شرع مثلاً نماز، زکوۃ وغیرہ پر عملدر آمد سے اس کو فرض نہ مانتے ہوئے انکار کر دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ جب بعض قبائل عرب نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے اسی طرح قتال کیا جس طرح کہ مرتدین سے کیا جاتا ہے اور آپ کے اس اقدام پر کسی صحابی کی طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوا۔

ج) اگر کوئی مسلمان شریعت کے قطعی طور پر بات شدہ کسی حکم پر عملدر آمد سے انکار پر کافر ہو

سکتا ہے تو اگر وہ ضروریات دین (دین کے بنیادی عقائد و اعمال) کا سرے سے ہی انکار کر دے تو بطریق اولیٰ کافر ہو جائے گا۔ اس کی مثال حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا ہے۔ درحقیقت یہ دین میں ایسا سلسلہ چلانا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔
محارب بن دثار سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ نے شام میں شراب نوشی کی۔ شام کے حاکم حضرت یزید بن ابی سفیان نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ آیت پڑھ دی لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا (جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، جو انہوں نے کھا پی لیا) حضرت عمرؓ نے ان کے متعلق یزید بن ابی سفیان کو لکھا کہ اگر میرا خط تمہیں دن کے وقت پہنچے تو ان لوگوں کو میرے پاس بھیجنے میں رات ہونے کا انتظار نہ کرنا اور اگر رات کو پہنچے تو دن ہونے کا انتظار نہ کرنا تاکہ یہ لوگ اللہ کے بندوں کو آزمائشوں میں نہ ڈال سکیں، چنانچہ یزید نے سب کو پکڑ کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا اور حضرت علیؓ سے ان کی رائے پوچھی۔ آپ نے فرمایا: "میری رائے یہ ہے کہ انہوں نے دین میں وہ راہ نکالی ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے اگر یہ کہیں کہ شراب حلال ہے تو انہیں قتل کر دیجئے۔ کیونکہ اس طرح وہ اللہ کی حرام کردہ چیز کی حلت کے قائل ہو گئے۔ اگر یہ کہیں کہ شراب حرام ہے تو پھر انہیں اسی کوڑے لگائیے، کیونکہ انہوں نے اللہ پر بہتان طرازی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے پر بہتان طرازی کی حد (اسی کوڑے) سے آگاہ فرما دیا ہے۔" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر انہیں اسی اسی کوڑے لگائے۔" [۱۳]

د) ترک صلوٰۃ کی وجہ سے مرتد ہو جانا (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۲)

ھ) باغیوں کا بغاوت کی وجہ سے کافر نہ ہونا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۲)

۳۔ مرتد کو توبہ کی ترغیب دینا:

الف) مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات منقول ہیں ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے۔ آپ کا قول ہے: "مرتد کو تین بار توبہ کرنے کی ترغیب دی جائے گی۔ وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔" [۱۴] آپ مرتد کو تین بار توبہ کرنے کے لئے کہتے اگر وہ توبہ کر لیتا تو چھوڑ دیتے ورنہ اس کی گردن اڑا دیتے [۱۵] آپ نے مستورد عجلی کو توبہ کی ترغیب دی جب وہ نہ مانا تو آپ نے اسے قتل کر

دیا[۱۶] آپ کے پاس ایک بوڑھا لایا گیا جو عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور پھر مرتد ہو گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تو شاید اس لئے مرتد ہو گیا ہے کہ تجھے کوئی جائداد ملنے والی ہے۔ اسے حاصل کر کے تو پھر مسلمان ہو جائے گا۔" اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: "شاید تو نے کسی عورت کو پیغام نکاح دیا ہے، عورت کے رشتہ داروں نے نکاح سے انکار کر دیا ہے۔ اب تو نکاح کے بعد پھر مسلمان ہو جائے گا۔" اس نے پھر نفی میں جواب دیا اس پر آپ نے اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا: "اس وقت تک نہیں جب تک مسیح (علیہ السلام) کے سامنے پیش نہ ہو جاؤں۔" یہ سن کر آپ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دے دیا۔ [۱۷] ایک شخص جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گیا تھا آپ اسے ایک ماہ تک توبہ کی ترغیب دیتے رہے جب وہ نہ مانا تو اس کی گردن اڑا دی گئی۔ [۱۸]

درج بالا واقعات سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ بعض دفعہ تین دفعہ کہہ کر اور بعض دفعہ ایک ماہ تک مرتد کو توبہ کی ترغیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ گمان غالب ہو جاتا کہ یہ اب اسلام کی طرف نہیں لوٹے گا تو پھر اس کی گردن مارنے کا حکم صادر کرتے۔

کشف الغمہ میں شعرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول (مرتد کو تین بار توبہ کی ترغیب دی جائے گی) کی جو یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد "تین مرتبہ مرتد ہونا ہے" [۱۹] اس سے ہم متفق نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ یہ تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایات سے مطابقت نہیں رکھتی۔

ب) ایک بات جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارتداد سے توبہ کی ترغیب دینے کے معاملہ میں کھلم کھلا ارتداد کا اظہار کرنے والے مرتد اور باطنی طور پر کفر اور ظاہراً اسلام کا دعویٰ کرنے والے زندیق (بے دین) کہ جس کے کفر کا ثبوت بھی مل چکا ہے، کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے۔ [۲۰] عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ نے حضرت علیؓ کو دو مسلمانوں کے متعلق لکھا کہ یہ زندیق (بے دین) ہو گئے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ ان سے توبہ کرنے کے لئے کہو، اگر نہ مانیں تو قتل کر دو۔ [۲۱]

تاہم ابن قدامہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ مرتد کو تو توبہ کی ترغیب دی جائے گی لیکن زندیق کو توبہ کی ترغیب نہیں دی جائے گی۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جو عیسائی ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے توبہ کرنے کے لئے کہا، اس نے انکار کر دیا جس پر اس کی گردن اڑا دی گئی۔ ایک گروہ کو آپ کے پاس لایا گیا جو نمازیں تو پڑھتے تھے لیکن زندیق تھے جس کی عادل گواہوں نے شہادت بھی دی۔ انہوں نے بے دینی سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا دین تو صرف اسلام ہے۔ آپ نے ان لوگوں سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا اور ان کی گردن اڑا دی۔ پھر آپ نے فرمایا: "تمہیں معلوم ہے کہ میں نے نصرانی کو کیوں توبہ کی ترغیب دی تھی؟ میں نے اس لئے ایسا کیا تھا کہ اس نے اپنے دین کا اظہار کر دیا تھا، لیکن زندیقوں کا یہ ٹولہ جس کے خلاف ثبوت بھی مہیا ہو گیا تھا، اسے میں نے اس لئے قتل کر دیا کہ یہ انکاری تھے حالانکہ ان کے خلاف گواہی قائم ہو چکی تھی۔" [۲۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے بہت صائب تھی، کیونکہ زندیق تو پہلے ہی اظہار اسلام کر رہا ہے اس کی توبہ اظہار اسلام سے ہو سکتی ہے جو پہلے ہی حاصل ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کے کفر پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ اب وہ جو اظہار اسلام کر رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کوئی چال پوشیدہ ہو۔

۴۔ ارتداد کی سزا:

الف) اس پر سب کا اجماع ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے، اس کے متعلق حضرت علیؓ سے قولاً و عملاً بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ [۲۳]

ب) قتل کی یہ سزا تمام مرتدین پر جاری کی جائے گی، چاہے وہ افراد ہوں یا گروہ۔ حضرت علیؓ نے معقل سلمی کو بنی ناجیہ کی طرف روانہ کیا۔ معقل نے انہیں تین گروہوں میں بٹا ہوا پایا۔ ایک گروہ وہ تھا جو پہلے عیسائی تھا پھر مسلمان ہو گیا، دوسرا گروہ عیسائیت پر قائم رہا اور تیسرا گروہ مسلمان ہونے کے بعد عیسائیت کی طرف لوٹ گیا تھا۔ معقل نے اپنے ساتھیوں کے لئے ایک نشانی مقرر کر دی اور حکم دیا کہ جب تم یہ نشانی دیکھو تو تیسرے گروہ کے لوگوں کو تلواروں پر رکھ لو، جب معقل نے وہ نشانی بلند کی تو اس کے ساتھیوں نے انہیں تلواروں پر رکھ لیا۔ ان کے لڑنے والے مرد قتل ہو گئے، عورتیں اور بچے گرفتار ہو گئے۔ معقل نے ان گرفتار شدہ عورتوں اور بچوں کو مسقلہ کے ہاتھوں ایک لاکھ میں فروخت کر

دیا۔ مستقلہ نے پچاس ہزار نقد ادا کر دیئے اور پچاس ہزار ادھار کر لئے۔ حضرت علیؓ نے اس کی توثیق کر دی۔ پھر مستقلہ بھاگ کر حضرت معاویہ کے پاس چلا گیا، حضرت معاویہ نے ان عورتوں اور بچوں کو آزاد کر دیا جس کی حضرت علیؓ نے بھی توثیق کر دی۔ معقل مستقلہ کے گھر گئے وہاں ہر طرف پراگندگی تھی۔ اس کے بعد بھاگے ہوئے لوگ بھی واپس معقل کے پاس آ گئے۔ معقل نے ان سے کہا کہ تمہارا آدمی (مستقلہ) تمہارے دشمن (حضرت معاویہ) کے پاس بھاگ گیا ہے۔ اگر تم اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ تو میں تمہیں تمہارا حق دلادوں گا۔" [۲۴]

ج) اس واقعہ سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک مرتد عورت کا قتل جائز نہیں تھا، اس لئے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کو گرفتار تو کیا اور انہیں قتل نہیں کیا۔ ابن قدامہ نے بھی حضرت علیؓ سے یہی روایت کی ہے کہ مرتد عورت کو قیدی بنا لیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔[۲۵]

د) مرتد کو کس طرح قتل کیا جائے: مرتد کے قتل پر اجماع کے باوجود اس کے قتل کی کیفیت کی تحدید نہیں کی گئی ہے، لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں مرتد کو اس طرح قتل کیا جائے کہ وہ دوسروں کے لئے عبرت بن جائے اور کسی کو ایسا قدم اٹھانے کی جرات نہ رہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کبھی تو تلوار سے گردن اڑا دینے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے محمد بن ابی بکرؓ کو لکھا کہ مرتدین کی گردنیں اڑا دی جائیں [۲۶] اور کبھی قدموں تلے روندنے اور لات مار مار کر مار ڈالنے کا حکم دیتے ہیں۔ ابو عمرو شیبانی سے مروی ہے کہ بنو عجلان کا ایک شخص عیسائی ہو گیا، عیینہ ابن فرقد سلمی نے حضرت علیؓ کو لکھ بھیجا۔ آپ نے لکھا کہ اسے میرے پاس بھیج دو، یہ شخص گھنے بالوں والا تھا اور اونی کپڑے پہن رکھے تھے، جب اسے زنجیروں میں جکڑ کر آپ کے سامنے لا کر ڈال دیا گیا تو آپ نے اس سے طویل گفتگو کی اور وہ چپ رہا، آخر میں اس نے کہا: "مجھے آپ کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں" اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت علیؓ اپنے جگہ سے اٹھے اور اسے پاؤں سے روند ڈالا۔ لوگ بھی یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور اسے اپنے قدموں تلے کچل دیا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کی بات سن کر اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی، لوگ بھی شروع ہو گئے یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ [۲۷]

بعض دفعہ آپ مرتد کو جلا ڈالنے کا حکم دیتے لیکن تمام روایتوں کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے یہ دیکھا کہ آگ میں جلانے کی سزا ان مرتدین کو دی جاتی تھی جو زندیق نہ ہوتے، انہیں قتل کر کے ان کی لاشیں آگ میں جلا دی جاتیں ۔ جیسا کہ مستورد عجلی کے ساتھ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش کو آگ لگوا دی، [۲۸] شاید حضرت علیؓ نے مستورد کی لاش اس خیال سے جلا دی تھی کہ کہیں اس کے قبیلے کے لوگ قبر کھود کر اسے نکال نہ لے جائیں کیونکہ انہوں نے ایک بڑی رقم کے عوض اس کی لاش حاصل کرنے کی کوشش کی تھی جسے حضرت علیؓ نے مسترد کر دیا تھا۔ سنن بیہقی اور محلیٰ ابن حزم میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مستورد کو توبہ کر لینے کی ترغیب دی، لیکن اس کے انکار پر آپ نے اس کی گردن اڑا دی، پھر عیسائیوں نے اس کی لاش حاصل کرنے کے لئے تیس ہزار کی پیشکش کی جسے حضرت علیؓ نے ٹھکرا دیا اور لاش نذر آتش کر دی۔ [۲۹]

اسی طرح آپ نے ان لوگوں کو بھی قتل کر کے ان کی لاشیں نذر آتش کر دی تھیں جنہوں نے آپ کی الوہیت کا اعلان کیا تھا۔ ابن عساکر کی روایت ہے کہ کچھ اہل تشیع آپ کے پاس آکر کہنے لگے کہ آپ "ھو" (وہ یعنی خدا۔ نعوذ باللہ) ہیں، حضرت علیؓ نے یہ سن کر پوچھا کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے جواب میں پھر یہی کہا، حضرت علیؓ نے غصے سے پوچھا کہ بتاؤ میں کون ہوں؟ اس پر وہ بک پڑے کہ آپ ہمارے پروردگار ہیں، آپ ہمارے پرودگار ہیں (نعوذ باللہ) یہ سن کر حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: "توبہ کرو اسلام کی طرف واپس ہو جاؤ۔" انہوں نے انکار کیا، آپ نے ان سب کی گردنیں اڑا دیں، اور ان کی لاشوں کو زمین پر پھینک دیا، پھر قنبر سے لکڑیوں کا گٹھا لانے کے لئے کہا اور انہیں آگ لگا دی۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ شعر تھا۔

جب میں نے ان لوگوں میں ایک ناپسندیدہ بات دیکھی
میں نے قنبر کو بلایا اور انہیں نذر آتش کر دیا [۳۰]

یہی سلوک آپ نے ان لوگوں کے ساتھ کیا تھا جو ظاہراً اسلام کا دعویٰ کرتے تھے لیکن خفیہ طور پر کافرانہ اعمال بد کے مرتکب ہوتے اور لوگوں کو ان کی دعوت بھی دیتے۔ جب یہ لوگ پکڑے گئے تو آپ انہیں لے کر بازار میں آئے، گڑھے کھودنے کا حکم دیا، پھر ان سب کو قتل کر کے ان گڑھوں میں پھینک کر ان میں آگ لگا دی، [۳۱] مسند زید

میں ہے کہ انہیں زندہ ان گڑھوں میں پھینکوا کر آگ لگا دی۔ [۳۲] شاید آپ نے انہیں قتل کرنے کی یہ تمام صورتیں اختیار کی تھیں۔

ایک شخص نے آکر حضرت علیؓ کو یہ اطلاع دی کہ فلاں خاندان کے پاس ایک بت ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ فوراً اٹھ کر چل پڑے اور اس گھر پر پہنچ گئے، آپ نے لوگوں سے کہا کہ گھر میں داخل ہو کر اس کی تلاشی لیں۔ وہ سنگ مرمر کا ایک بت باہر لے آئے۔ حضرت علیؓ نے پورے گھر کو شعلوں کے حوالے کر دیا [۳۳] سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے زندیقوں (بے دینوں) کو بازار میں آگ سے جلا دیا تھا، جب انہیں آگ لگا دی تو فرمایا: "صدق اللہ ورسولہ. اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا" پھر واپس چلے گئے۔ [۳۴]

حضرت علیؓ کے زمانے میں ایسے لوگ بھی تھے جو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اور بیت المال سے نقد و جنس بھی پاتے تھے لیکن خفیہ طور پر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ پکڑے گئے اور حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے انہیں مسجد میں بٹھایا یا شاید جیل خانہ میں رکھا پھر لوگوں سے فرمایا: "لوگو! اس قوم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، جو بیت المال سے نقد و جنس وصول کرتے ہیں اور پھر بتوں کی پرستش کرتے ہیں؟" لوگوں نے آپ کو انہیں قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا: "میں ان کے ساتھ وہی کچھ کروں گا جو ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا" پھر آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔ [۳۵]

ھ) جب امام کسی مرتد کو قتل کر دے تو اسے خود دفن کرے اور اس کی لاش اس کے خاندان والوں کے حوالے نہ کرے جس طرح کہ مستورد کے واقعہ سے ظاہر ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

### ۵۔ مرتد کی میراث:

(دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ح، کا مسئلہ ۲، جز۔ د)

مرتد کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز۔ ھ)

## رسول: قاصد۔ پیغامبر

امیر المومنین کے پاس آنے والے غیر ملکی قاصد کو امان دینا (دیکھئے لفظ امان، فقرہ ۲، جز۔ ب کا

مسئلہ ۳)

## رسول اللہ : اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے جھوٹی حدیثیں گھڑ کر بیان کرنے والوں کو قتل کرا دیا۔ (دیکھئے لفظ سنہ)

مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سلام کہنا (دیکھئے لفظ سلام، فقرہ ۱۰)

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف سب و شتم کرے وہ کافر ہے (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۲)

## رش : پانی کا چھڑکاؤ کرنا

ایسا لڑکا جو ابھی ٹھوس غذا کھانے کے قابل نہیں ہوا اس کے پیشاب پر پانی چھڑک کر پاک کیا جا سکتا ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۳، جزء ب کا مسئلہ ۲)

## رضاع : رضاعت

کسی غیر کے بچے کو اپنے بچے کے ساتھ دودھ پلانا

### ۱۔ رضاعت کی شرطیں :

رضاعت کے احکام اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہیں:

الف) عمر کی شرط : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رضاعت پر مرتب ہونے والے احکامات کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ رضاعت بچے کے فطام یعنی دودھ چھوڑنے سے قبل ہو۔ آپ کا قول ہے:

"دودھ چھوڑنے کے بعد کوئی رضاعت نہیں" [۳۶] آپ نے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دو سال عمر کی حد مقرر کی ہے، جس بچے نے اپنی عمر کے پہلے دو سالوں میں دودھ پیا اس کے لئے رضاعت کے احکامات ثابت ہوں گے اور جس نے دو سال کی عمر کے بعد دودھ پیا اس کی رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ آپ کا قول ہے: "رضاعت کے دو سال ہیں۔ اس لئے جس نے دو سالوں کے درمیان دودھ پیا اس کے لئے حرمت کے احکامات ثابت ہوں گے۔ اگر دودھ پلانا دو سالوں کے بعد ہو گا تو اس کے لئے احکامات ثابت نہیں ہوں گے" [۳۷]

حضرت علیؓ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ بڑے آدمی کی رضاعت کا اسی طرح اعتبار ہو گا جس طرح چھوٹے بچے کی رضاعت کا۔ عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا تھا، اسی طرح ابن حزم نے المحلی میں یہی روایت اس شخص کے آزاد کردہ غلام سالم بن ابی الجعد سے کی ہے کہ ان کے والد نے بتایا کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ پوچھا تھا کہ میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جس نے مجھے اس وقت دودھ پلایا تھا جب میں بڑا ہو چکا تھا، میں نے علاج کی خاطر اس کا دودھ پیا تھا، حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "اس سے نکاح نہ کر" آپ نے اسے اس نکاح سے روک دیا[۳۸] یہ روایت مضطرب[۳۹] ہے۔ اسی لئے فقہاء نے حضرت علیؓ سے یہ قول نقل نہیں کیا ہے۔

ہم چاہے اس بات کے قائل ہوں کہ بڑی عمر کے آدمی کو دودھ پلانے پر حرمت کے احکامات مرتب ہو جاتے ہیں یا نہ ہوں ایک بات واضح ہے کہ اس رضاعت کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا اگر اس کا مقصد کوئی چال چلنا یا کوئی حیلہ کرنا ہو۔ مثلاً ایک شخص کی پہلی بیوی اسے اس کی دوسری بیوی کا دودھ پلادے تاکہ وہ اس پر حرام ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر اس کی بیوی اسے اس کی لونڈی کا دودھ پلا دے یا لونڈی اسے اس کی بیوی کا دودھ پلا دے تاکہ وہ اس پر حرام ہو جائے تو اس سے وہ اس پر حرام نہیں ہو گی" [۴۰]

ب) دودھ کا بچے کے پیٹ میں داخل ہونے کی شرط: رضاعت کے لئے دودھ کا بچے کے پیٹ میں داخل ہونا شرط ہے، اس میں دودھ چوسنے کی تعداد کی کوئی قید نہیں ہے۔ اگر بچے نے ایک دفعہ دودھ چوسا اور دودھ اس کے معدے میں پہنچ گیا تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "رضاعت چاہے قلیل ہو یا کثیر اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے" [۴۱] ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ تین دفعہ سے کم چوسنے میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ [۴۲] لیکن مجھے یہ روایت ابن کثیر کے سوا اور کہیں نہیں ملی۔

۲۔ اثبات رضاعت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اثبات رضاعت کے لئے گواہوں کی اسی تعداد کی شرط لگاتے تھے جو کسی غیر

کے خلاف گواہی دینے کے لئے مقرر ہے، اس لئے آپ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے اور اس گواہی کی بناد پر زوجین میں تفریق کا حکم نہیں صادر کرتے تھے[۴۳] بکیر بن قائد سے روایت ہے کہ ایک عورت ایک شخص کے پاس آکر کہنے لگی کہ میں نے تمہیں اور تمہاری بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے، وہ شخص حضرت علیؓ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا: "تمہاری بیوی تمہاری ہے۔ کوئی شخص اسے تم پر حرام نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر تم شک و شبہ سے بچنے کی خاطر علیحدہ ہو جاؤ تو یہ افضل ہے" [۴۴]

۳۔ رضاعت کے احکامات:

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ قول (یحرم فی الرضاع ما یحرم من النسب: رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں) رضاعت پر مرتب ہونے والے احکامات کی بہترین تعبیر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ ارشاد حرمت نظر، لمس اور نکاح سب کو شامل ہے جیسا کہ یہ ان رشتہ داروں کی بھی نشاندہی کرتا ہے جو حرمت رضاعت میں داخل ہیں، تاہم حضرت علیؓ کا قول ہے: "اس عورت سے نکاح نہ کرو جسے تمہارے بھائی کی بیوی یا تمہارے باپ کی بیوی یا تمہارے بیٹے کی بیوی نے دودھ پلایا ہو" [۴۵] اگر کسی نے ان مذکورہ بالا عورتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ لاعلمی کی بناپر نکاح کر لیا تو علم ہوتے ہی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور مہر کی رقم بھی ادا کر دی۔ ابھی اس نے ہم بستری نہیں کی تھی کہ اسے پتہ چل گیا کہ یہ عورت اس کی رضاعی بہن ہے۔ حضرت علیؓ نے فتویٰ دیا کہ عورت مہر کی رقم واپس کر دے اور دونوں میں جدائی ہو جائے۔ [۴۶]

آپ کا قول ہے: "اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماں اور رضاعی بہن کو حرام کر دیا ہے" [۴۷] یعنی ان سے نکاح حرام ہے۔

## رفق: نرمی

جانوروں کے ساتھ نرمی (دیکھئے لفظ حیوان، فقرہ ۴)

ٹیکس کی وصولی میں نرمی (دیکھئے لفظ خراج، فقرہ ۵)

## رق: غلامی

ہم رق کے سلسلے میں درج ذیل عنوانوں کے تحت بحث کریں گے:

۱۔ مکاتب، ۲۔ ام الولد، ۳۔ مدبر، ۴۔ آزادی، ۵۔ متفرق احکام

۱۔ مکاتب :

الف) تعریف : آقا اور غلام کے درمیان طے پانے والا عقد، مکاتبت کہلاتا ہے، جس میں آقا اپنے غلام کو مالی معاوضہ کے بدلے آزاد کر دیتا ہے۔ آزاد ہونے والا غلام مکاتب کہلاتا ہے۔

ب) کتابت کا بدل یعنی معاوضہ : بدل کتابت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مال ہو یا اس کی قیمت مال کے ذریعے لگائی جا سکتی ہو۔ مثلاً منفعت وغیرہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض غلاموں کے ساتھ عقد کتابت کر کے منفعت کو بدل کتابت مقرر کیا تھا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ آقا بدل کتابت خود وصول کرے یا کسی اور شخص کو دینے کی شرط لگا دے۔ حضرت علیؓ نے اپنے بعض غلام مکاتب بنائے تھے اور بدل کتابت کو دوسرے کے لئے منفعت کے طور پر مقرر کرنے کی شرط لگائی تھی۔ عمروؓ بن دینار کہتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین صدقہ بعدالموت کے طور پر راہ خدا میں دے دی تھی اور اپنے بعض غلام اس شرط کے ساتھ آزاد کر دیئے تھے کہ وہ اس زمین پر پانچ سال تک کام کرتے رہیں گے۔ [۴۸]

ج) ایسے شخص کو مکاتب بنانا جس کے پاس کوئی مال نہ ہو : ارشاد باری ہے: وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا (النور۔۳۳) (اور تمہارے غلاموں میں سے جو عقد کتابت کرنا چاہتے ہوں انہیں مکاتب بنالو اگر تمہیں ان کے اندر کوئی بھلائی نظر آئے) حضرت علیؓ کے نزدیک بھلائی سے مراد مال نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے اس غلام کی کتابت کو درست قرار دیا جس کے پاس کوئی مال نہ ہو۔ ایک مسلم غلام نے آپ سے پوچھا: "کہ میں عقد کتابت کر لوں جبکہ میرے پاس کوئی مال نہیں؟" حضرت علیؓ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "ہاں، کر لو" [۴۹]

ابو التیاح سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں عقد کتابت کرنا چاہتا ہوں، آپ نے پوچھا: "تمہارے پاس کوئی شے ہے؟" اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے لوگوں کو اکٹھا کر کے اس کی اعانت کے لئے کہا، لوگوں نے اس کے لئے پیسے اکٹھے کر دیئے، اسے بدل کتابت کے لئے جتنی رقم چاہئے تھی اس سے زائد جمع

ہو گئی وہ زائد رقم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور اس کا مصرف پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ان غلاموں میں لگا دو جنہوں نے اپنے آقاؤں کے ساتھ عقد کتابت کیا ہو۔ [۵۰]

د) مکاتب کی اعانت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ آقا پر بدل کتابت کے سلسلے میں مکاتب کی اعانت واجب ہے[۵۱] آپ نے اس اعانت کی حد بدل کتابت کا چوتھائی حصہ مقرر کیا تھا، قرآن کریم کی آیت: وَءَاتُوهُم مِّن مَّالِ ٱللَّهِ ٱلَّذِىٓ ءَاتَىٰكُمْ (النور۔ ۳۳) (اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد بدل کتابت کا چوتھائی حصہ ہے[۵۲] ابو عبدالرحمٰن سلمی نے اپنے ایک غلام کو چار ہزار پر مکاتب بنا دیا اور پھر آخری قسطوں کے دوران ایک ہزار چھوڑ دیا اور کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے آیت (وَءَاتُوهُم مِّن مَّالِ ٱللَّهِ ٱلَّذِىٓ ءَاتَىٰكُمْ) (النور۔ ۳۳) کی تفسیر میں یہ سنا ہے کہ اس سے مراد اس رقم کا چوتھائی حصہ ہے جس کے بدلے تم کسی غلام کو مکاتب بناؤ[۵۳]

یہ اعانت جس طرح بدل کتابت کی آخری قسطوں میں چھوٹ دے کر ہو سکتی ہے[۵۴] اسی طرح وہ رقم یا چیز دے کر بھی ہو سکتی ہے جو بدل کتابت کے قائم مقام بن سکتی ہو، اگر مکاتب لوگوں کے عطیات سے بدل کتابت ادا کر دے اور اس کے پاس رقم بچ جائے تو یہ رقم وہ دوسرے مکاتبین کو دے دے تاکہ وہ اپنے اپنے بدل کتابت کی ادائیگی میں اس سے فائدہ اٹھا سکیں جیسا کہ ابوالتیاح یا ابن التیاح کے متعلق گزشتہ سطروں میں گذر چکا ہے کہ وہ لوگوں کے عطیات سے اپنا بدل کتابت ادا کر کے بچ جانے والی رقم لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں آیا اور اس کا مصرف پوچھا تو آپ نے فرمایا اسے دوسرے مکاتبین کو دے دو[۵۵]

ھ) مکاتب کا بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز رہنا: اگر مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو تو دوبارہ غلامی میں چلا جائے گا، لیکن اسے عاجز کب شمار کیا جائے گا؟

۱) اگر وہ بدل کتابت کی ادائیگی سے اپنے عجز کا اعلان کر دے تو اسے عاجز تسلیم کر کے دوبارہ غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

۲) اگر وہ مسلسل دو قسطیں ادا کرنے سے قاصر ہو جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب

مکاتب عاجز ہو جائے اور ایک قسط کو دوسری قسط میں داخل کر دے تو اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا" [۵۶] ایک روایت میں آپ نے فرمایا: "جب اس پر کتابت کی رقم کی دو مسلسل قسطیں ادائیگی سے رہ جائیں تو اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا" [۵۷] پھر آیا اسے عاجز قرار دینے کے فوراً بعد غلامی میں دھکیل دیا جائے گا یا اسے وقت دیا جائے گا تاکہ باقی رہ جانے والی قسطوں کا تدارک کر سکے؟ پھر اگر تدارک کر لے تو اس کی کتابت باقی رہے گی اور اگر اس کا تدارک نہ کر سکے اور باقی رہ جانے والی قسطیں ادا نہ کرنے کی وجہ سے بالآخر عاجز قرار دے دیا جائے تو اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا؟

ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو روایات نقل کی ہیں ان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اگر وہ دو قسطیں ادا کرنے سے عاجز رہے تو اسے واپس غلام بنالیا جائے، ایک روایت میں ہے کہ اسے فوراً غلام نہیں بنایا جائے گا بلکہ دو سال تک اسے دوڑ دھوپ کرنے کا موقعہ دیا جائے گا تاکہ اپنی کوتاہی کا تدارک کر لے۔ اگر تدارک کر لیا تو آزاد ہو جائے گا اور اگر کوشش میں کامیاب نہ ہوا تو دوبارہ غلام بن جائے گا۔ خلاس بن عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب مکاتب ادائیگی سے عاجز آ جائے تو اسے دو سال تک دوڑ دھوپ کر لینے کی مہلت دی جائے گی پھر، اگر وہ ادائیگی کر دے تو فبہا ورنہ دوبارہ غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا" [۵۸]

و) مکاتب کے آزاد ہونے کا وقت: مکاتب کے آزاد ہونے کے وقت کے متعلق حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ بدل کتابت کی پہلی قسط کی ادائیگی کے ساتھ ہی وہ آزاد ہو جائے گا، اس سے یہ نتیجہ مرتب ہو گا کہ اگر وہ مر جائے اور اتنا مال چھوڑ جائے جس سے بدل کتابت کی ادائیگی بھی ہو جائے اور کچھ بچ رہے۔ ایسی صورت میں اس کے ورثاء بدل کتابت کی باقیماندہ رقم اس کے آقا کو ادا کر دیں گے اور جو بچ رہے گا اسے خود لے لیں گے [۵۹] حکم بن عتیبہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "مکاتب کو پہلی قسط کی ادائیگی کے ساتھ ہی آزادی مل جاتی ہے" [۶۰] عطاء نے حضرت علیؓ سے ایسے مکاتب کے بارے میں روایت کی ہے جو وفات پا گیا ہو اور اس کی آزاد اولاد پیچھے رہ گئی ہو کہ: "بدل کتابت کی باقیماندہ رقم اس کے ترکہ میں سے ادا کی جائے گی اور اس سے جو رقم زائد بچ جائے وہ اس کی اولاد کی میراث ہو گی" [۶۱] محمد بن ابی بکرؓ نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ ایک مکاتب مر

گیا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے بدل کتابت کی باقیماندہ رقم اور آزاد اولاد چھوڑی ہے، حضرت علیؓ نے جواب میں لکھا کہ اس کے ترکہ میں سے اس کی کتابت کی باقیماندہ رقم ادا کی جائے گی اور اگر کچھ بچ جائے تو یہ اس کی اولاد کی ہوگی" [۶۲]

دوسری روایت میں ہے کہ اگر مکاتب آدھی رقم ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور باقی کا وہ مقروض ہوگا۔ آپ کا قول ہے: "اگر مکاتب نصف رقم ادا کر دے تو وہ (باقیماندہ رقم کا) مقروض ہوگا۔ [۶۳]

تیسری روایت میں ہے کہ مکاتب رقم کا جس قدر حصہ ادا کرے گا اتنے ہی حصے کی اسے آزادی مل جائے گی۔ اگر وہ بدل کتابت کی چوتھائی کی ادائیگی کر دیتا ہے تو اس کا چوتھا حصہ آزاد ہو جائے گا، اگر ثلث کی ادائیگی ہوگی تو ثلث آزاد ہو جائے گا۔ اگر نصف کی ادائیگی ہوئی تو نصف حصہ آزاد ہو جائے گا۔ وعلی ہذاالقیاس، حضرت علیؓ کا قول ہے: "مکاتب جتنے حصے کی ادائیگی کر دے گا اتنا حصہ آزاد ہو جائیگا اور جتنے حصے کی ادائیگی باقی ہوگی اتنا حصہ غلام رہے گا" [۶۴] اس بنا پر وہ اس کی ادائیگی کی مقدار کے مطابق اس کی میراث تقسیم ہوگی اور حد کی وجوب کی صورت میں اسی قدر اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور اسی قدر اس پر عائد شدہ قرض کی ادائیگی واجب ہوگی۔ اگر اس نے بدل کتابت کا تہائی حصہ ادا کر دیا ہے پھر اس پر کوڑوں کی حد واجب ہو گئی تو اسے ایک تہائی کوڑے آزاد کی حد کے طور پر اور دو تہائی کوڑے غلام کی حد کے طور پر لگائے جائیں گے۔ اگر اسے جسمانی نقصان پہنچانے کا جرم کسی سے سرزد ہو گیا تو مجرم اس کی تہائی دیت آزاد کی دیت کے طور پر اور دو تہائی دیت غلام کی دیت کے طور پر ادا کرے گا۔ اگر وہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اس کا آقا ترکے کا دو تہائی لے لے گا کیونکہ ابھی اس کے دو تہائی حصوں کا آزاد ہونا باقی تھا اور باقیماندہ ثلث اس کے ورثاء کو دے دے گا کیونکہ بدل کتابت کے تہائی حصہ کی ادائیگی کی وجہ سے اس کا تہائی حصہ آزاد ہو چکا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مکاتب کی میراث اس کی ادائیگی کی مقدار کے حساب سے ہوگی اور اسی مقدار کے لحاظ اسے کوڑے لگیں گے اور اس کی دیت بھی اسی مقدار کے مطابق ہوگی" [۶۵]

ز) مکاتب کی وراثت: اس پر ہم پچھلے پیرے میں گفتگو کر چکے ہیں۔

ح) مکاتب کی فروخت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

ط) اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۳)
ی) مکاتب کے خلاف جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

۲۔ ام ولد:

الف) تعریف: ام ولد وہ لونڈی ہے جس سے اس کے آقا نے ہم بستری کی ہو جس کے نتیجے میں اس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو گیا ہو جس کے نسب کا اقرار آقا نے کر لیا ہو۔

ب) ام ولد کا آزاد ہو جانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پہلے رائے یہ تھی کہ لونڈی سے آقا ہم بستری کر لے جس کے نتیجے میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے اور آقا اس کے نسب کا اقرار بھی کر لے تو اتنی بات سے وہ لونڈی آزاد نہیں ہو گی بلکہ لونڈی رہے گی، اس کا آقا فروخت کر سکتا ہے اور ہبہ کر سکتا ہے جب تک اسے آزاد نہ کرے۔ [٦٦]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس رائے کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت علیؓ سے اس پر باقاعدہ مباحثہ کیا، کیونکہ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ لونڈی جب ام ولد بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتی ہے [٦٧] بالآخر حضرت علیؓ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کے ہم نوا ہو گئے۔ آپ خود فرماتے ہیں: "عمر (رضی اللہ عنہ) نے امہات اولاد کی فروخت کے متعلق مجھ سے مباحثہ کیا۔ میں کہتا تھا کہ اسے فروخت کیا جا سکتا ہے، حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ نہیں فروخت کیا جا سکتا، پھر حضرت عمرؓ مجھ سے مسلسل تبادلہ خیال کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے ان کے قول کو تسلیم کر لیا، جب خلافت کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں آئی تو میری رائے پھر یہ ہو گئی کہ انہیں فروخت کیا جا سکتا ہے" [٦٨] ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے خطبہ میں فرمایا: "حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ امہات اولاد کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا، ہم دونوں اس پر متفق ہو گئے کہ وہ آزاد ہو جاتی ہیں، حضرت عمرؓ یہی فیصلہ دیتے رہے، پھر خلافت حضرت عثمانؓ کو ملی وہ بھی ساری زندگی یہی فیصلہ دیتے رہے، پھر خلافت مجھے ملی تو میری رائے یہ ہو گئی کہ انہیں غلامی میں رکھا جائے"، یہ سن کر عبیدہ سلمانی کہنے لگے: "آپ کی اور حضرت عمرؓ کی متفقہ رائے مجھے آپ کی تنہا رائے سے زیادہ پسند ہے" یہ سن کر حضرت علیؓ ہنس پڑے۔ [٦٩]

اس بنا پر اگر ام ولد کا آقا اسے کسی اور کو ہبہ کرنا چاہے تو اس کا ہبہ درست ہو گا کیونکہ وہ ابھی اس کی مملوکہ ہے۔ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہنے لگا: "امیر المومنین!

میری ایک لونڈی ہے جس کے بطن سے میرا ایک بچہ بھی پیدا ہو گیا ہے، کیا میں اسے اپنے بھائی کو ہبہ کر سکتا ہوں؟" حضرت علیؓ نے اثبات میں جواب دیا، چنانچہ اس نے ہبہ کر دیا، اس کے بھائی سے بھی اس لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا اور بھائی یہی مسئلہ حضرت علیؓ سے پوچھنے آ گیا کہ وہ اس لونڈی کو اپنے ایک دوسرے بھائی کو بطور ہبہ دے سکتا ہے؟ آپ نے اجازت دے دی، اس تیسرے سے بھی اس لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ [۷۰]

اسی بنا پر جب اس کا آقا مر جائے گا اور اس لونڈی سے پیدا ہونے والا آقا کا بچہ زندہ ہو گا تو ترکہ میں سے جتنا حصہ اس بچے کا ہو گا، اس لونڈی یعنی بچے کی ماں کو اتنے حصے کی آزادی مل جائے گی۔ مسند زید میں ہے: "حضرت علیؓ امہات اولاد کی فروخت کو درست سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: "جب اس کا آقا مر جائے اور اس آقا سے اس لونڈی کے ہاں بچہ ہو تو اسے ترکہ میں سے بچہ کے حصے کی مقدار اسے آزادی مل جائے گی، اس لئے کہ بچہ بھی اس کے ایک حصے کا مالک ہو گیا ہے۔ اگر اس کا بچہ نہ ہو تو اسے فروخت کر دیا جائے گا" [۷۱]
(دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس رائے سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت عمرؓ کی رائے اختیار کر لی تھی۔ ابن قدامہ نے کہا: "حضرت عمرؓ کی رائے کی مخالفت سے حضرت علیؓ کا رجوع مروی ہے، عبیدہ سلمانی کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے اور قاضی شریح کو یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں اسی طرح فیصلے کرو جیسا کہ پہلے کرتے آئے ہو، کیونکہ مجھے اختلاف پسند نہیں ہے [۷۲] میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ اس رجوع کی بات سے مجھے اختلاف ہے، کیونکہ حضرت علیؓ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ قاضیوں کو ایک عام ہدایت دے رہے ہیں، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ نے اپنی وفات سے دو سال چند ماہ پہلے ۳۷ھ میں جو وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس سے بھی ہماری بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس وصیت نامہ میں یہ درج تھا:
"میری لونڈیاں جن کے ساتھ شب باشی کرتا ہوں تعداد میں انیس ہیں، ان میں بعض ام ولد ہیں جن کے ساتھ بچے ہیں، اور بعض حاملہ ہیں اور بعض کے کوئی اولاد نہیں ہے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس جنگ میں مجھے کچھ ہو جائے تو جو لونڈیاں غیر حاملہ یا بے اولاد ہیں وہ سب لوجہ اللہ آزاد ہو جائیں گی، کسی کو ان پر کوئی حق نہیں ہو گا۔ اور جو حاملہ یا صاحب اولاد

ہیں تو وہ اپنی اولاد کے لئے مقید ہوں گی اور اپنی اولاد کے حصے میں آنے کی وجہ سے آزاد ہو جائیں گی. اگر ان کی زندگی میں ان کا بچہ فوت ہو جائے گا تو وہ لوجہ اللہ آزاد ہو جائیں گی. یہ میری انیس لونڈیوں کے متعلق مربوط فیصلہ ہے. واللہ المستعان. گواہ شد ہیاج ابن ابی سفیان گواہ شد عبید اللہ بن ابی رافع. تاریخ تحریر جمادی ۷۳ھ [۷۳]

ج) ام ولد کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۴. جزء ب)

۳۔ مدبر:

الف) تعریف. اگر آقا اپنے غلام کو کہہ دے کہ تو میری وفات کے بعد آزاد ہے تو اسے تدبیر کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مدبر کہتے ہیں۔

ب) تدبیر کی حقیقت. اگر ہم تدبیر کے عمل پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حقیقت میں وصیت ہے. اس لئے اس میں غلام کو اس کی ذات کا مالک بنا دینا ہوتا ہے جس کا تحقق آقا کی موت کے بعد ہوتا ہے. اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے وصیت کی حیثیت دے کر ترکہ کی تہائی میں اس کا حساب کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے: "مدبر تہائی میں سے ہوتا ہے" [۷۴]

ج) مدبر کی فروخت. حضرت علیؓ مدبر غلام کی فروخت کی اجازت نہیں دیتے تھے. آپ کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا. "میں نے اپنے غلام سے کہہ دیا کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے تو تو آزاد ہے, کیا اب میں اسے فروخت کر سکتا ہوں؟" آپ نے نفی میں جواب دیا, اس پر اس نے کہا کہ اس نے شرارت کی ہے. آپ نے جواب دیا کہ اس کی شرارت کا بوجھ اس کی ذات پر ہے. تم بہر حال اسے فروخت نہیں کر سکتے" [۷۵]

د) مدبر لونڈی کا بچہ. مدبر لونڈی کا بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔ ماں کے آزاد ہونے کے ساتھ یہ بھی آزاد ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے. "مدبر لونڈی کا بچہ وہی حیثیت رکھتا ہے جو اس کی ماں رکھتی ہے" [۷۶]

۔ غلام آزاد کرنا:

الف) آزادی کس طریقے سے ملتی ہے: مندرجہ ذیل طریقے ہیں جن سے ایک غلام کو آزادی مل جاتی ہے:

ا) قول کے ذریعے. مثلاً آقا اپنے غلام سے کہے کہ تو آزاد ہے۔

۲) بدل کتابت کی ادائیگی کے ذریعے (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱، جز۔ و)
۳) ایسے رشتہ کی ملکیت کے ذریعے جو محرم ہو. اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم کو خرید لے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

ب) آزادی دینے والا: کسی کو آزادی دینا نیکی اور صدقہ ہے۔ اس لئے اس میں شرط ہے کہ آزادی دینے والے (معتق) میں تبرع یعنی صدقہ کی اہلیت بھی پائی جاتی ہو (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۳) اس لئے حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو شخص اپنے غلام کو اپنی موت کے وقت آزاد کر دے اور قرض بھی چھوڑ جائے. درانحالیکہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو تو اس غلام سے اس کی قیمت کی حد تک کام کرایا جائے گا" [۷۷] اسی طرح اس میں یہ شرط بھی ہے کہ وہ جس وقت آزاد کرنے کے لئے اپنی زبان سے الفاظ کہے اس وقت وہ اس غلام کا مالک ہو. اگر وہ یوں کہے کہ اگر میں فلاں غلام کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہے، پھر وہ اس کا مالک ہو جائے تو وہ غلام آزاد نہیں ہو گا۔ [۷۸]

آقا خواہ مذاق میں اپنے غلام کو آزاد کرنے کے لئے لفظ منہ سے نکالے یا سنجیدگی میں غلام آزاد ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "چار چیزیں ایسی ہیں جن میں کوئی مذاق نہیں. نکاح، طلاق، عتق، اور صدقہ" . ایک روایت میں صدقہ کی بجائے نذر کا لفظ ہے [۷۹] (دیکھئے لفظ ہزل، فقرہ ۳)

مرض الموت میں گرفتار انسان کا اپنا غلام آزاد کرنا (دیکھئے لفظ مرض، فقرہ ۴)

مرض الموت میں گرفتار انسان کا آزادی دینے کی خاطر کسی غلام کی خریداری (دیکھئے لفظ مرض، فقرہ ۵)

ج) آزاد شدہ غلام:

۱) اپنے غلام کو چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم آزاد کرنا جائز ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عیسائی یا یہودی غلام کو آزاد کر دیا تھا۔ [۸۰]
۲) لیکن حضرت علیؓ نے ولد الزنا کو آزاد کرنا مکروہ سمجھا ہے [۸۱] شاید یہ کراہت کفارہ میں غلام آزاد کرنے کے متعلق ہو. ابراہیم نخعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے۔ [۸۲]

۳) انسان کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دے اور باقی اپنی ملکیت میں رکھے، حسنؒ بصری کی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انسان اپنے غلام کا جتنا حصہ

چاہے آزاد کر دے۔ [۸۳]

الروض النضیر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: "آقا اپنے غلام کا جتنا حصہ چاہے آزاد کر دے اور جتنا حصہ چاہے غلام رکھے" [۸۴] اب سوال یہ ہے کہ غلام کا وہ حصہ جسے آزادی نہیں ملی آیا وہ اسی طرح غلام رہے گا یا اس کی قیمت کے لئے غلام سے کام کرایا جائے گا؟ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ غلام سے کام کرایا جائے گا، اگر غلام محنت مزدوری کر کے اس حصے کی قیمت ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنے غلام کا نصف حصہ آزاد کر دے تو اتنا حصہ آزاد ہو جائے گا اور پھر غلام سے باقی قیمت کی ادائیگی کے لئے کام کرایا جائے گا" [۸۵]

اگر دو اشخاص ایک غلام میں حصہ دار ہوں اور ایک حصہ دار نے پورا غلام آزاد کر دیا تو وہ اپنے حصہ دار کو قیمت ادا کرے گا۔ حضرت علیؓ نے اس غلام کے بارے میں جس کے دو حصے دار ہوں اور ایک نے اسے آزادی دے دی فرمایا: "انصاف کے ساتھ اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور آزادی دینے والا حصہ دار اپنے دوسرے حصے دار کی قیمت کا ضامن ہو گا" [۸۶]

جس غلام کا بعض حصہ آزاد ہو تو وہ اپنی آزادی کی مقدار کے مطابق وارث ہو گا، دوسروں کو وارث بنائے گا اور دوسرے رشتہ داروں کو محروم بھی کر سکے گا۔ [۸۷]

## ۵۔ غلام کے احکامات:

بچے کا غلامی میں ماں کے تابع ہونا اور اس بچے کا آقا کی ملکیت ہونا (دیکھئے لفظ استحقاق، فقرہ ۲)

نماز میں لونڈی کی ستر پوشی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ د کا مسئلہ ۲)

اگر آزاد افراد کی میتوں کے ساتھ غلاموں کی میتیں بھی ہوں تو نماز جنازہ ادا کرتے وقت غلاموں کی میتوں کو رکھنے کی ترتیب (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۳۷، جز۔ و کا مسئلہ ۶)

غلاموں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۳) اور (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ح)

آقا کا اپنے غلاموں کا صدقہ فطر ادا کرنا (دیکھئے لفظ صدقہ، فقرہ ۴)

غلام کا حج کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جز۔ ب)

غلام پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف کا مسئلہ ۱)

غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ و)

لونڈی سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ج)

آزاد بیوی ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا یا اس کا عکس (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ ح)

آزاد بیوی اور لونڈی کے درمیان شب باشی کی تقسیم (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸، جز۔ الف کا مسئلہ ۲)

عورت کا اپنے غلام سے نکاح کر لینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ ج) اور (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ ط)

آقا کا اپنی لونڈی کی آزادی کو اس کے لئے مہر قرار دینا (دیکھئے لفظ نکاح فقرہ ۲، جز۔ ج)

لونڈی کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنا (دیکھئے لفظ عزل)

لونڈی کے ساتھ تسری کرنا یعنی ہم بستری کرنا (دیکھئے لفظ تسری)

لونڈی کو طلاق دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۵، جز۔ الف)

لونڈی کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

لونڈی کا استبراء رحم (دیکھئے لفظ استبراء)

مسلمانوں کے گرفتار کئے ہوئے قیدیوں کی ذمیوں کے ہاتھ فروخت کی ممانعت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۷)

فروخت کرتے وقت غلاموں اور لونڈیوں کو ان کے محرموں سے جدا کرنے کی ممانعت (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۸)

غلام یا لونڈی کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

رقیق (غلام یا لونڈی) کا قرض (دیکھئے لفظ دین)

رقیق کے حق میں حدود کی تنصیف (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز۔ ب)

آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۲)

رقیق کے حق میں حد زنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ الف)

کفارہ میں غلام آزاد کرنا (دیکھئے لفظ کفارہ، فقرہ ۳، جز۔ الف) اور (لفظ ظہار، فقرہ ۳، جز۔ ب)

ولاء عتق یعنی آزادی دینے کی بنا پر آقا کو حاصل ہونے والا ولاء (دیکھئے لفظ ولاء فقرہ ۲)

غلام کا میراث سے محروم ہونا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج کا مسئلہ ۳)

غلام کسی کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج کا مسئلہ ۴)
غلام کی جنایت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ط)
غلام کو جسمانی نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

## رقبی :

(کسی کو مکان وغیرہ اس شرط پر دینا کہ اگر میں تم سے پہلے مرجاؤں تو یہ مکان تمہارا ہو گا اور اگر تم پہلے مر گئے تو میں یہ مکان واپس لے لوں گا)
دیکھئے لفظ ہبہ، فقرہ ۴

## رکاز : دفینہ

### ۱۔ تعریف :

اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت کے مدفون مال کو رکاز کہتے ہیں۔

### ۲۔ رکاز کی ملکیت :

رکاز کی ملکیت اس شخص کی ہو گی جس کی زمین میں یہ پایا جائے نہ کہ جسے یہ اچانک مل جائے۔ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا۔ "مجھے نواحی علاقے میں ایک کھنڈر سے پندرہ سو درہم ملے ہیں" حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں اس کے متعلق واضح فیصلہ کروں گا۔ اگر تم نے اسے ایسی جگہ پایا ہے جس کا خراج دوسرے گاؤں والے ادا کرتے ہیں تو یہ مال ان کا ہو گا اور اگر تمہیں ایسی جگہ سے ملا ہے جس کا خراج دوسرے گاؤں والے ادا نہیں کرتے تو پھر اس کے چار حصے تمہیں ملیں گے اور پانچواں حصہ ہمارا ہو گا۔ پھر یہ پانچواں حصہ بھی تمہارا ہو گا۔ تم اسے اپنے خاندان کے غریبوں میں تقسیم کر دو گے" [۸۸]

### ۳۔ رکاز میں حق اللہ :

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ رکاز میں پانچواں حصہ زکوٰۃ ہے جسے زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا، اور چار حصے اس شخص کے ہوں گے جس کی زمین میں یہ پایا گیا ہو گا یا جس نے اسے دریافت کیا ہو گا جیسا کہ اوپر ہم نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے لفظ رکاز فقرہ ۱۱)
حکومت کا رکاز کی زکوٰۃ وصول کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ الف)

## رکوع : رکوع کرنا، جھکنا :

نماز میں رکوع کرنا (دیکھئے لفظ رکوع، فقرہ ۸، جز۔ ح)

## رمضان : رمضان کا مہینہ

ہلال رمضان کا اثبات (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳، جز۔ الف)

صیام رمضان کی فرضیت (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)

رمضان کے احترام کی خلاف ورزی کی سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۵، جز۔ الف)

رمضان میں قیام اللیل بصورت تراویح (دیکھئے لفظ التراویح، فقرہ ۲۲)

ماہ رمضان میں سفر کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۲، جز۔ ح)

## رھن : گروی رکھنا، رہن رکھنا

### ۱۔ تعریف :

کسی عین (شے) کے ذریعہ قرض کی توثیق کرنا رہن کہلاتا ہے۔

### ۲۔ مرہون (رہن شدہ چیز)

مرہون کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ایسی چیز ہو جس کی فروخت ممکن ہو تاکہ مستقبل میں اسے فروخت کر کے اپنا حق وصول کیا جاسکے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مرہون مرتہن یعنی قرض خواہ کے قبضہ میں ہو۔ ارشاد باری ہے (فرھان مقبوضه : پھر رہن بالقبض پر معاملہ کرو)

لقطہ (اٹھائی ہوئی شے) کا رہن رکھ دینا، پہلے اس سے کہ تشہیر کا ایک سال بھی گذرا نہ ہو (دیکھئے لفظ لقطہ، فقرہ ۲، جز۔ ب کا مسئلہ ۲)

### ۳۔ رہن کا ضائع ہو جانا :

رہن کے ضائع ہونے کی تین میں سے ایک وجہ ہو سکتی ہے : اول یا تو مرتہن کی زور و زبردستی کی وجہ سے ضائع ہوا ہو یا حفاظت میں اس کی کوتاہی کی وجہ سے۔ دوم یا اس کی ضیاع میں مرتہن کی تعدی یا کوتاہی کو کوئی دخل نہیں تھا۔ سوم یا وہ کسی آفت سماوی کی وجہ سے ضائع ہوئی ہے۔

اگر پہلی صورت ہوگی تو مرتہن اس کی قیمت کا ضامن ہو گا، چاہے اس کی جتنی بھی قیمت ہو[۸۹]

اگر تیسری صورت ہو مثلاً سیلاب یا آتش زدگی وغیرہ تو رہن کے ضائع ہونے سے قرض ختم

ہو جائے گا، چاہے قرض کی رقم جتنی بھی ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر رہن میں قرض کی رقم سے زیادہ گنجائش ہو اور اسے آفت سماوی ضائع کر دے تو رہن اس قرض کے بدلے میں ہے" [۹۰]

اگر رہن ضائع ہو جائے اور اس کے ضائع ہونے میں مرتہن کی تعدی یا آفت سماوی کو کوئی دخل نہ ہو تو اس کا تاوان مرتہن پر ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

اول: اگر رہن قرض کے مساوی ہو تو اس کے ضائع ہونے سے قرض کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

دوم: اگر رہن کی قیمت قرض کی رقم سے کم ہو تو اس کے ضائع ہونے سے قرض کی اتنی رقم ختم ہو جائے گی جو اس رہن کی قیمت کے مساوی ہو گی۔ بقیہ قرض کے لئے مرتہن راہن (مقروض) کا پیچھا کرے گا۔ درج بالا دونوں صورتوں کے لئے حضرت علیؓ سے منقولہ روایتیں متفقہ ہیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ [۹۱]

سوم: اگر رہن کی قیمت قرض کی رقم سے زیادہ ہو اور رہن ضائع ہو جائے تو اس کے تاوان کے سلسلے میں حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ رہن پورے قرض کو ختم کر دے گا اور راہن مرتہن سے کچھ نہیں لے گا۔ اس لئے کہ رہن کی زائد قیمت مرتہن کے ہاتھوں میں امانت تھی اور یہ امانت مرتہن کی کسی مداخلت کے بغیر ضائع ہو گئی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی تاوان نہیں۔ [۹۲]

دوسری روایت میں ہے کہ مرتہن رہن کی زائد رقم راہن کو واپس کر دے گا جیسا کہ رہن کی قیمت قرض کی رقم سے کم ہونے کی صورت میں راہن مرتہن کو باقیماندہ قرض کی رقم واپس کرتا۔ حضرت علیؓ نے ضائع ہو جانے والے رہن کے بارے میں فرمایا: "راہن اور مرتہن زائد رقم کے لئے ایک دوسرے سے رجوع کریں گے" [۹۳]

ابن حزم نے کہا کہ یہ روایت جس میں زائد رقم کے لئے ایک دوسرے سے رجوع کرنے کا حکم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح ترین روایت ہے۔ یہی بات بیہقی نے سنن بیہقی میں کہی ہے۔

۴۔ المرہون بہ: جس چیز کے بدلے میں رہن رکھا جائے۔

حضرت علیؓ نے بیع سلم میں رہن رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ سے بیع سلم کے سوا اور دوسرے حقوق کے لئے رہن رکھنے کی کراہت منقول نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۳، جز۔ د)

# حرف الراء

## ۔ ر ۔

۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۱۵، ۳۱۶
۲۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۱۵، ۳۱۶، المحلی جلد دہم ص ۲۵۸، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۶، ۲۸۰، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۱ ب، مسند زید جلد چہارم ص ۳۴۱
۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۰، کنزالعمال ۲۸۰۷۱، مسند زید جلد چہارم ص ۳۵۵
۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۳۹
۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۲، المغنی جلد ہفتم ص ۲۹۴
۶۔ المغنی جلد ہفتم ص ۲۹۴
۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۱۴، المحلی جلد دہم ص ۲۵۵، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۷۳، کنزالعمال ۲۷۹۳۱، آثار ابی یوسف رقم ۵۹۷
۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳ ب، المحلی جلد دہم ص ۲۵۵
۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۲۶
۱۰۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۵۰
۱۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۸ اور جلد دہم ص ۳۱۹
۱۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۳۷
۱۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۸، المحلی جلد گیارہ ص ۲۸۷، المغنی جلد ہشتم ص ۳۰۴
۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷، المغنی جلد ہشتم ۱۲۴
۱۵۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۵۲
۱۶۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۰۵، جلد دہم ص ۱۷۰، المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۰، خراج ابی یوسف ص ۲۱۶
۱۷۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۰۴، جلد دہم ص ۳۳۹ اور ۱۶۹، المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۰، ۱۹۷
۱۸۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۶۴، المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۱، کنزالعمال ۱۴۷۴، مسند زید جلد چہارم ص ۵۳۴، مسند زید میں عبارت ہے کہ وہ شخص مسلمان ہونے کے ایک ماہ بعد کافر ہو گیا۔
۱۹۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۴۶
۲۰۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۲۶
۲۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۲ اور جلد دہم ص ۱۷۰
۲۲۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۴۱
۲۳۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۰۴، ۱۰۵ اور جلد دہم ص ۱۶۴، ۱۶۹ اور ۳۳۹، المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۸، المغنی جلد ہشتم ص ۱۴۱، مسند زید جلد چہارم ص ۵۳۴

۲۴۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۷۱
۲۵۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۲۳
۲۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۲، جلد ہشتم ص ۳۹۵ اور جلد دہم ص ۱۷۰
۲۷۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۸۹، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷، کنزالعمال ۱۴۰۷۷، کنزالعمال میں لکھا ہے کہ یہ شخص مستور دعجلی تھا۔
۲۸۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۰، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۴
۲۹۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۵۴، المحلی جلد گیارہ ص ۱۹۰
۳۰۔ تاریخ دمشق لابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب رقم ۱۲۱۷
۳۱۔ الام جلد ہفتم ص ۱۸۲، الاعتبار ص ۱۹۵
۳۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۳۲
۳۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷ب
۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷ب
۳۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷ب
۳۶۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۱۶ اور جلد ہفتم ص ۴۶۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۲ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۶۱، المحلی جلد دہم ص ۱۸، کنزالعمال ۱۵۷۰۰
۳۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۱۱، کنزالعمال ۱۵۶۹۶، المغنی جلد ہفتم ص ۵۴۲، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۸۳
۳۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۶۱، المحلی جلد دہم ص ۹ اور ۱۹
۳۹۔ اگر حدیث کے متن یا سند میں ایسا اختلاف ہو کہ اس کی ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے تو یہ حدیث مضطرب ہو گی۔ (مترجم)
۴۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۶۱، المحلی جلد دہم ص ۹، کنزالعمال ۱۵۶۹۸
۴۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۲۲، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۵۷، المحلی جلد دہم ص ۱۲، اخبار القضاۃ جلد دوم ص ۲۰۴، الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۱۶، المغنی جلد ہفتم ص ۵۳۶، کنزالعمال ۱۵۶۹۶
۴۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۴۶۹
۴۳۔ المحلی جلد نہم ص ۴۰۰
۴۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۴
۴۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۲
۴۶۔ کنزالعمال رقم ۱۴۵۰۴
۴۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۳۳
۴۸۔ المحلی جلد نہم ص ۱۸۶، مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۸۲ اور جلد نہم ص ۱۶۹
۴۹۔ المغنی جلد نہم ص ۲۲۲

۵۰۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۲۰، کنزالعمال ۲۹۷۸۸، مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۷۳، عبدالرزاق میں ابو التیاح کی بجائے ابن التیاح ہے۔

۵۱۔ المغنی جلد نہم ص ۴۲۴

۵۲۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۷۶، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۳۹، المغنی جلد نہم ص ۴۲۵، الاشراف جلد دوم ص ۹۲، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۲۸۸

۵۳۔ المحلی جلد نہم ص ۲۴۷

۵۴۔ المحلی جلد نہم ص ۲۴۷، المغنی جلد نہم ص ۲۱۸

۵۵۔ الاشراف لابن المنذر جلد اول ص ۱۰۶

۵۶۔ المحلی جلد نہم ص ۲۴۱

۵۷۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۴۲، الروض النضیر جلد پنجم ص ۱۳۷

۵۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۴۲، المحلی جلد نہم ص ۲۴۱، الاشراف جلد دوم ص ۱۰۴

۵۹۔ المغنی جلد ششم ص ۲۶۸، اور جلد نہم ص ۴۳۰

۶۰۔ المحلی جلد نہم ص ۲۳۰، المغنی جلد ششم ص ۲۶۸

۶۱۔ المحلی جلد نہم ص ۲۳۸

۶۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۲، اور جلد ہشتم ص ۳۹۱ اور ۳۹۵، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۳۱

۶۳۔ کنزالعمال ۲۹۷۹۲، المغنی جلد نہم ص ۴۲۰ اور جلد ششم ص ۲۶۸

۶۴۔ المحلی جلد نہم ص ۳۳، ۲۴۱ اور جلد ششم ص ۱۳۷، آثار ابی یوسف رقم ۸۶۰، مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۰۶، ۴۱۰، المغنی جلد نہم ص ۴۲۰، ۴۳۱، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۳۱

۶۵۔ المحلی جلد ششم ص ۱۳۷، جلد نہم ص ۳۳، ۲۳۰، ۲۳۹ اور ۲۴۱، کنزالعمال رقم ۲۹۷۹۰، ۲۹۷۹۴، ۲۹۷۸۹، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۱۰، المغنی جلد ششم ص ۲۶۸، اور جلد نہم ص ۴۲۰

۶۶۔ المغنی جلد ششم ص ۳۵۷، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۹۱

۶۷۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، لفظ رق، فقرہ ۴، جزب

۶۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۴۳

۶۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۹۱، اخبار القضاۃ جلد دوم ص ۳۹۹، المغنی جلد نہم ص ۵۳۱، المحلی جلد نہم ص ۲۱۷، الاشراف جلد دوم ص ۱۲۴، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱۷۵

۷۰۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۶۰۱

۷۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۹۵

۷۲۔ المغنی جلد نہم ص ۵۳۳

۷۳۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۸۸، المحلی جلد نہم ص ۲۱۸، المغنی جلد نہم ص ۵۲۷

۷۴۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۳۷، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۱۴، کنزالعمال رقم ۲۹۷۶۵، المغنی جلد نہم ص ۳۸۷،

الاشراف جلد دوم ص ۱۱۶

۷۵۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۶۰۲

۷۶۔ المحلی جلد نہم ص ۳۹

۷۷۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۶۴

۷۸۔ المغنی جلد ہشتم ص ۷۱۹

۷۹۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴، المغنی جلد ششم ص ۵۳۵

۸۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۰ب

۸۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۰

۸۲۔ موسوعہ فقہ ابراہیم نخعی لفظ کفارہ، فقرہ ۲، جز الف کا مسئلہ ۵

۸۳۔ المحلی جلد نہم ص ۲۰۰

۸۴۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۱۳۰، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۷۴

۸۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۴۹، المحلی جلد نہم ص ۲۰۰

۸۶۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۳۰

۸۷۔ المغنی جلد ششم ص ۲۶۹

۸۸۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۵۶، الاموال ص ۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۱

۸۹۔ المغنی جلد چہارم ص ۳۹۶

۹۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۴۳، کنز العمال رقم ۱۵۷۴۸، الروض النضیر جلد ششم ص ۱۹، المحلی جلد ہشتم ص ۹۷

۹۱۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۴۳، کنز العمال ۱۵۷۵۱، ۱۵۷۴۸، الروض النضیر جلد ششم ص ۱۸

۹۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۳۹، سنن بیہقی جلد ششم ص ۴۳، المحلی جلد ہشتم ص ۹۶ اور ۹۷، کنز العمال رقم ۱۵۷۴۹، الروض النضیر جلد ششم ص ۱۹

۹۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۲، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۹

# حرف الزاء

## ز

### زرع : فصل

فصل کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۰)

حکومت کی طرف سے فصلوں کی زکوٰۃ کی وصولی (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ الف)

باغیوں کی فصلوں کو تباہ کرنا (دیکھئے لفظ بغی ، فقرہ ۳، جز۔ و)

### زعفران : زعفران

جس خوشبو میں زعفران کی آمیزش ہو اس کے استعمال کی کراہت (دیکھئے لفظ طیب)

زعفران کو بطور تیل اور بطور سرمہ استعمال کرنے کی کراہت (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۵، جز۔ ب کا مسئلہ ۳)

### زکاۃ : زکوٰۃ

ہم درج ذیل نکات کے تحت زکوٰۃ پر بحث کریں گے:

۱۔ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، ۲۔ زکوٰۃ کا وجوب مال پر ہے نہ کہ شخص پر، ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنے والا، ۴۔ کن اموال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ۵۔ مال پر زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط ۶۔ قرض کی زکوٰۃ ۷۔ سونے کی زکوٰۃ، ۸۔ چاندی کی زکوٰۃ، ۹۔ مویشیوں کی زکوٰۃ (ھ۔ اونٹ، و۔ گائیں، ز۔ بھیڑ بکریاں، ح۔ گھوڑے اور غلام) ۱۰۔ فصل کی زکوٰۃ، ۱۱۔ رکاز کی زکوٰۃ، ۱۲۔ معدن کی زکوٰۃ، ۱۳۔ شہد کی زکوٰۃ، ۱۴۔ جواہرات کی زکوٰۃ، ۱۵۔ زکوٰۃ کی وصولی، ۱۶۔ مصارف زکوٰۃ)

#### ۱۔ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے:

ہم پورے یقین کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ قوموں میں فقراء بھی ہوں گے اور اغنیاء بھی۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ فقراء کے

فقر کو دور کرنے کے لئے ان کے ہم عصر اغنیاء کے مال کی ایک متعین مقدار کی ضرورت ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مال میں ان فقراء کے لئے وہ متعین مقدار لازم کر دی، اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ وہ متعین مقدار امت پر گذرنے والے مخصوص حالات میں پوری طرح کافی نہیں ہوگی، تاہم یہ فرض کردہ مقدار کفایت کی حد تک ضرور پہنچے گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر ان کے اموال میں اتنی مقدار فرض کر دی ہے، جو ان کے فقراء کے لئے کافی ہو، اس لئے اگر فقراء بھوکے یا ننگے رہے یا مشقتوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اغنیاء کا ان کی کنجوسی کی بنا پر قیامت کے دن محاسبہ کرے اور انہیں عذاب دے۔"[۱] زکوٰۃ کی عدم ادائیگی سے معاشرہ پر مرتب ہونے والے انتہائی برے اثرات کی بنا پر حضرت علیؓ نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر لعنت بھیجنے کو حلال قرار دیا ہے۔ آپ کا قول ہے:

"صدقہ ادا نہ کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے" [۲]

۲۔ زکوٰۃ کا وجوب مال پر ہوتا ہے نہ کہ شخص پر:

جب ہم باری تعالیٰ کے اس ارشاد: فِىٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ (المعارج۔ ۲۴۔ ۲۵) (اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے ایک معلوم حق ہے) کو غور سے پڑھیں تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ زکوٰۃ کی فرضیت اغنیاء کے اموال پر ہے نہ کہ ان کی ذات پر۔ اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک فرض مالی ہے نہ کہ فرض شخصی تو اس سے ہماری مراد یہی ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس آیت کریمہ سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ اس لئے جہاں کہیں بھی آپ کو مال نظر آتا اور اس میں شرائط وجوب پائی جاتیں تو آپ اس کی زکوٰۃ وصول کر لیتے۔ اسی بنا پر کم سن اور دیوانے کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے[۳] باوجود اس کے کہ یہ مکلف نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ ابو رافعؓ کی اولاد کے مال کی زکوٰۃ نکالا کرتے تھے، یہ اولاد یتیموں کی حیثیت سے آپ کے زیر سایہ پرورش پا رہی تھی۔[۴] عبداللہ بن ابی رافعؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "حضرت علیؓ نے ہماری ایک زمین اسی ہزار میں فروخت کی، جب ہم نے یہ رقم لینی چاہی تو وہ کم نکلی، اس پر آپ نے ہمیں بتایا کہ میں اس رقم کی زکوٰۃ نکالا کرتا تھا اسی لئے اس میں کمی آ گئی، ہم اس وقت یتیم تھے اور آپ کی کفالت میں تھے[۵] اسی وجہ سے مال ضمار (ایسا مال جس کی واپسی کی کوئی امید نہ ہو) پر زکوٰۃ واجب نہیں، یعنی یہ ضائع شدہ مال ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ نہیں[۶]

۳۔ زکوٰۃ نکالنے والا:

زکوۃ صرف آزاد مسلمان پر واجب ہوتی ہے جس کے مقابلے میں غیر مسلم پر جزیہ عائد ہوتا ہے، چاہے یہ مسلمان چھوٹا ہو یا بڑا، عاقل ہو یا دیوانہ۔ زکوۃ غلام پر واجب نہیں ہوتی، اس لئے کہ غلام اور اس کی ہر چیز اس کے آقا کی ملکیت ہوتی ہے، اسی طرح زکوۃ ام ولد پر واجب نہیں ہوتی جب تک وہ آزاد نہ ہو جائے، اور یہی حکم مدبر کا بھی ہے، رہا مکاتب تو اس پر اسی نسبت سے زکوۃ واجب ہے، جس نسبت سے اسے آزادی مل چکی ہو۔ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱، جز۔ و) ایک روایت میں ہے کہ مکاتب کو اسی نسبت سے آزادی مل جائے گی جس نسبت سے اس نے ادائیگی کی ہوگی۔ فرض کریں کہ اس نے بدل کتابت کا تیسرا حصہ ادا کر دیا ہے، تو اس کا تیسرا حصہ آزاد ہو جائے گا، اب وہ اپنے مال کے تہائی حصے کی زکوۃ نکالے گا۔

۴۔ جن اموال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے:

تتبع اور تلاش کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نقود، مویشیوں (بھیڑ بکریاں گائیں اور اونٹ) ماسوائے گھوڑوں اور غلاموں کے کہ ان پر زکوۃ نہیں، فصلوں، ماسوائے شہد کے کہ اس پر زکوۃ نہیں، اور معدن (کان سے نکلنے والی چیز) پر زکوۃ واجب کرتے تھے، تاہم جواہرات پر زکوۃ نہیں، ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے، ہمیں ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ نے مال تجارت پر بھی زکوۃ واجب کر دی تھی لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے ایسا کیا تھا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ زکاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ح) اور حضرت علیؓ سے اس بارے میں کوئی اختلاف یا معارضہ منقول نہیں ہے۔

۵۔ مال پر وجوب زکوۃ کی شرطیں:

حضرت علیؓ مال پر وجوب زکوۃ کے لئے درج ذیل شرطیں عائد کرتے تھے۔

الف) مال نصاب کی حد کو پہنچ چکا ہو۔ ہم اس کے متعلق اموال کی مختلف اقسام کے تحت بحث کریں گے۔

ب) مال ایسے قرض سے خالی ہو کہ اگر قرض کی رقم اس سے منہا کر دی جائے تو مال نصاب سے کم رہ جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے۔ "اگر تم نے کسی کو ادھار پیسے دئے ہیں اور دوسری طرف تم پر قرض بھی ہے تو اپنے ذمے جو قرض ہے اس کی رقم منہا کر کے باقیماندہ مال کی زکوۃ نکالو اور جو رقم تم نے دوسرے کو قرض دی ہے اس کی بھی زکوۃ نکالو" [۷]

ج) مال میں نمو یعنی بڑھنے کی استعداد ہو۔ اگر مال ایسا نہ ہو یعنی نامی نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ سونا، چاندی اور نقود کو طبعی طور پر مال نامی تسلیم کیا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑھنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اس لئے ان پر بہرصورت زکوٰۃ واجب ہے، چاہے ان کی ملکیت رکھنے والا انہیں بڑھا رہا ہو یا نہیں۔ رہے مویشی تو اگر انہیں بڑھانے کے لئے پالا گیا ہو تو ان پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر کام لینے کے لئے انہیں رکھا گیا ہو تو ان پر زکوٰۃ نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایسی گائیں اور بیل جن سے کام لیا جاتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں" [۸] آپ نے فرمایا: "بوجھ ڈھونے اور کام کرنے والے اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں" [۹]

د) سال کا گذرنا:

۱) نقود، مویشیوں اور اموال تجارت پر زکوٰۃ کے وجوب کے لئے حولان حول یعنی سال کا گذرنا شرط ہے، لیکن فصل کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "کسی مال پر کوئی زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گذر جائے" [۱۰]

۲) سال کے درمیان حاصل ہونے والے مال کی زکوٰۃ: جو مال کسی کو ملتا ہے اس کی صورتیں درج ذیل ہیں:

اول: ایک شخص کے پاس پہلے سے مال موجود تھا لیکن نصاب سے کم تھا، پھر اسے اسی جنس کا اور مال مل گیا جس سے نصاب پورا ہو گیا تو اس پر اسی وقت سے زکوٰۃ واجب ہوگی اور اس کا سال بھی اسی وقت سے شروع ہو گا، جب اس کا نصاب مکمل ہوا، چنانچہ اگر اس پر سال گذر جائے اور نصاب باقی رہے یعنی مال نصاب سے کم نہ ہو جائے یا نصاب سے زیادہ رہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اس مسئلے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "جسے مال ملا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ سال نہ گذر جائے، جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم ہے، اور اگر دو سو سے کم ہو جائے تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں، اگر دو سو درہم سے بڑھ جائے تو اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہوگی" [۱۱]

دوم: حاصل ہونے والا مال اس کے پاس پہلے سے موجود مال کا منافع یا اضافہ ہو۔ ایسا مال اصل مال کے ساتھ ضم کر دیا جائے گا اور اسے اصل مال کا ایک حصہ سمجھا جائے گا اور اس حاصل ہونے والے مال کے سال کی ابتدا بھی اس وقت سے ہوگی جس وقت سے اصل مال

کی ہوئی تھی۔
سوم: دوران سال حاصل ہونے والا مال اس جنس کا نہ ہو جس جنس کا مال اس کے پاس پہلے سے موجود تھا، مثلاً اس کے پاس بکریاں تھیں اور پھر دوران سال اسے اونٹ مل گئے، اب اونٹوں کو سال کے حساب کے لئے بکریوں کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا، بلکہ اونٹوں کا سال اس وقت سے شروع ہو گا جب سے یہ ہاتھ آئے ہوں گے۔ [۱۲]
چہارم: اس کے پاس پہلے ایک مال کا پورا نصاب یا اس سے زائد موجود ہو اور دوران سال اسی قسم کا اور مال ہاتھ آ جائے تو اس نئے مال کا سال اس وقت سے شروع ہو گا جب سے یہ ہاتھ آیا تھا۔ اور اس کے اصل مال کے ساتھ اسے ضم نہیں کیا جائے گا، اس پر حضرت علیؓ سے منقول روایت کا عموم دلالت کر رہا ہے، آپ کا قول ہے: "جس شخص کو مال ہاتھ آیا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں جب تک سال گذر نہ جائے" [۱۳]

ھ) مویشیوں کے لئے چرنا: مویشیوں پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہو گی جب وہ سائمہ ہوں گے یعنی چراگاہوں میں چرتے رہے ہوں گے اور ان کی نسل کشی بھی ہو رہی ہو گی، اگر انہیں ایک جگہ باندھ کر چارہ ڈالا جاتا ہو یا ان سے کام لیا جاتا ہو اور نسل کشی نہ ہو تو ان پر زکوٰۃ نہیں۔ مویشیوں کے لئے چرنے کی شرط ایک اجماعی مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ [۱۴]

۶۔ قرض کی زکوٰۃ:

الف) قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرض کی زکوٰۃ قرض دینے والا جو صاحب مال ہے ادا کرے گا، مقروض پر کوئی زکوٰۃ نہیں [۱۵]

ب) قرض کی قسمیں: قرض کی دو قسمیں ہیں۔ اول دین مضمون، یعنی ایسا قرض جن کی واپسی کی ضمانت دی گئی ہو، دوم دین غیر مضمون، یعنی ایسا قرض جس کی واپسی کی ضمانت نہ ہو مثلاً تنگ دست یا انکاری یا ٹال مٹول کرنے والے کو دیا ہوا قرض۔ اسے دین مظنون (جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وصول ہو گا یا نہیں ہو گا) کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں قسموں کے قرضوں میں صاحب مال یعنی قرض دینے والے پر زکوٰۃ واجب کرتے تھے، تاہم دین مضمون، میں چاہے تو سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور اسے یہ حق بھی حاصل ہے کہ وصولی تک زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کر دے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر

تمہارا کسی پر قرض ہے اور تم پر کسی کا قرض ہے تو اس کا اپنے اوپر قرض سے حساب کرو، اگر تمہارے پاس تم پر عائد شدہ قرض سے زائد رقم ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا کرو، نیز اپنے دیے ہوئے قرض کی بھی زکوٰۃ ادا کرو اور اگر اس کی زکوٰۃ میں وصولی تک تاخیر کرنا چاہو تو تمہیں اس کی اجازت ہے" [۱۶] رہا دین مظنون (ایسا قرض جس کی وصولی مشکوک ہو) تو اس کی زکوٰۃ اس وقت ادا کی جائے گی جب قرض کی رقم قبضے میں آ جائے گی۔ جب قبضے میں آ جائے گی تو گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، حضرت علیؓ نے دین مظنون (جس کے بارے میں پتہ نہ ہو کہ آیا وصول ہو گا یا نہیں) کے متعلق فرمایا: "اگر صاحب مال سچ بول رہا ہو، قرض کی رقم پر قبضہ کرنے کے بعد گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا" [۱۷]

### ۷۔ سونے کی زکوٰۃ:

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ بیس مثقال سونے پر زکوٰۃ ہے مثقال سونے کے دینار کے وزن کا نام ہے (عرف عام میں یہ ڈیڑھ درہم یا اس سے کچھ زیادہ یا کم کا ہوتا ہے، ہمارے ملک میں بیس مثقال کا وزن ساڑھے سات تولے کے برابر ہوتا ہے)۔ اگر سونا بیس مثقال سے زائد ہو تو اس پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہو گی، حضرت علیؓ نے فرمایا: "بیس سے کم دینار پر کوئی زکوٰۃ نہیں، بیس دینار پر نصف دینار زکوٰۃ ہے۔ اور چالیس یا اس سے زائد پر زکوٰۃ اسی حساب سے ہو گی" [۱۸]

### ۸۔ چاندی کی زکوٰۃ:

چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے۔ اگر دو سو سے کم ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس ایک سو ننانوے درہم ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں۔ [۱۹] آپ نے فرمایا: "دو سو درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔" [۲۰] اگر چاندی دو سو درہم تک پہنچ جائے تو اس پر پانچ درہم اور اگر اس سے بڑھ جائے تو اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "دو سو درہم پر پانچ درہم اور جو اس سے بڑھ جائے تو اس پر اسی حساب سے زکوٰۃ ہو گی۔" [۲۱]

### ۹۔ مویشیوں کی زکوٰۃ:

مویشیوں سے مراد اونٹ، بھیڑ بکریاں اور گائے بیل ہیں۔ جس میں بھینس بھی شامل ہے۔

الف) مویشیوں پر وجوب زکوٰۃ کے لئے ان کا سائمہ (چرنے والے) ہونا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ

۵، جز۔ ب) اور سال کا گزرنا (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۵، جز۔ د) ضروری ہے۔

ب) چھوٹے بڑے مویشیوں کا ایک ساتھ حساب لگایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کم عمر مویشیوں کو بڑی عمر کے مویشیوں کے ساتھ گنا کرتے تھے۔ [۲۲] لیکن فقراء کی مصلحت کے پیش نظر زکوٰۃ میں چھوٹی عمر کے مویشی قبول نہیں کرتے تھے، آپ نے عثمانؓ بن حنیف کو ایک مراسلہ بھیجا جس میں یہ تحریر تھا: "بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے بچے زکوٰۃ میں نہ لینا" [۲۳]

ج) دو نصابوں کے درمیان (یعنی ایک نصاب سے زائد اور دوسرے سے کم) پائے جانے والے مویشیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نیف یعنی ایک نصاب سے بڑھ جانے والے جانوروں پر بشرطیکہ وہ اگلے نصاب سے کم ہوں، کوئی زکوٰۃ نہیں۔" [۲۴]

د) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے مختلف حیلے اختیار کرے۔ اس سلسلے میں اکثر صحابہ کی زبان پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا تھا (زکوٰۃ ادا کرنے کے خوف سے مجموعہ کو بکھیرا نہ جائے اور بکھرے ہوؤں کو اکٹھا نہ کیا جائے) حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو تنبیہ کرنے کے لئے اکثر اس حدیث کو دہرایا کرتے تھے۔ [۲۵] امام مالک رحمتہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "بکھرے ہوؤں کو یکجا نہ کیا جائے، کا مطلب یہ ہے کہ تین آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہوں کہ ہر ایک پر ایک بکری زکوٰۃ میں واجب ہوگی۔ لیکن جب زکوٰۃ کی وصولی کے لئے کارندہ آئے تو یہ تینوں اپنی بکریاں اکٹھی کر دیں تاکہ انہیں زکوٰۃ میں صرف ایک بکری دینا پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوسرے قول کہ مجموعہ کو بکھیرا نہ جائے کہ یہ تشریح ہے کہ دو شریک ہوں جن میں ہر ایک کے پاس سو بکریاں ہوں اور اس طرح ان دونوں پر تین بکریاں زکوٰۃ میں نکلتی ہیں، لیکن جب کارندہ آئے تو وہ بکریاں الگ الگ کر لیں اور اس طرح ان میں سے ہر ایک کو صرف ایک ایک بکری زکوٰۃ میں دینی پڑے۔" [۲۶]

ھ) اونٹوں کی زکوٰۃ:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جتنی روایتیں منقول ہیں وہ سب اس پر متفق ہیں کہ پانچ سے کم

اونٹوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں[۲۷] جب تعداد پانچ ہو جائے تو دس تک ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ پھر دس سے لے کر پندرہ تک دو بکریاں۔ اگلی تعداد کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہو گئی ہیں:

ایک روایت میں ہے اگر پچیس پر ایک بھی زائد ہو جائے یعنی چھبیس ہو جائے تو اس پر ایک بنت مخاض (اونٹنی کا ایک سالہ مادہ بچہ) اگر اس کے پاس بنت مخاض نہ ہو تو ایک ابن لبون (دو سالہ نر بچہ) دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "پانچ اونٹوں پر ایک بکری، دس پر دو، پندرہ پر تین، بیس پر چار اور پچیس پر پانچ بکریاں۔ چھبیس پر ایک بنت مخاض اور اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک ابن لبون دے گا" [۲۸] اس روایت میں انتقال زکوٰۃ ایک فریضہ (نصاب) سے دوسرے فریضہ کی طرف براہ راست ہوا ہے جس میں نصابوں کے درمیان کی تعدادوں کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اس روایت پر ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"ہمارا خیال نہیں ہے کہ اسے حضرت علیؓ سے محفوظ کیا گیا ہو کیونکہ سلیمان بن سعید سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے حضرت علیؓ کا کلام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا تفقہ اس سے بلند تھا کہ آپ ایسی بات کہتے" [۲۹] ابن المنذر نے کہا ہے کہ یہ روایت حضرت علیؓ سے صحیح نہیں ہے[۳۰] امام شافعی نے فرمایا: "حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے لیکن ہمارے علم کے مطابق اس کا کوئی قائل نہیں۔" [۳۱]

دوسری روایت میں ہے کہ پچیس اونٹوں پر ایک بنت مخاض (ایک سالہ مادہ بچہ) ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے کہ یہی روایت حضرت علیؓ سے محفوظ ہے[۳۲] یہی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق ہے[۳۳] یہاں سے اگلی تعدادوں کے لئے حضرت علیؓ سے منقول روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب اونٹوں کی تعداد چھبیس ہو جائے تو پینتالیس تک ایک بنت لبون (دو سالہ مادہ بچہ) ہے۔ پھر جب چھیالیس ہو جائے تو ساٹھ تک ایک حقہ (چار سالہ) ہے۔ جب تعداد اکسٹھ ہو جائے تو پچھتر تک ایک جذعہ (پانچ سالہ) ہے" پھر جب تعداد چھہتر ہو جائے تو نوے تک دو بنت لبون دینے ہوں گے اور جب تعداد اکانوے ہو جائے تو ایک سو بیس تک دو حقے دینے ہوں گے۔ [۳۴]

اس سے زائد تعداد کے لئے حضرت علیؓ سے روایتیں پھر مختلف ہو گئی ہیں۔ ایک

روایت میں ہے کہ نصاب کو نئے سرے سے اس طرح شروع کیا جائے گا کہ ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری اور ہر دس پر دو الی آخرہ۔ [۳۵] اہل عراق کا حضرت علیؓ سے اسی روایت پر عمل ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اگر اونٹوں کی تعداد ایک سو بیس سے بڑھ جائے تو ہر پچاس پر ایک حقہ اور ہر چالیس پر ایک بنت لبون زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ [۳۶]

۲) جب زکوٰۃ کی وصولی کے لئے محصل (کارندہ) آئے تو اگر زکوٰۃ ادا کرنے والے پر مثلاً بنت مخاض فرض ہو اور اس کے پاس بنت مخاض نہ ہو بلکہ بنت لبون ہو تو محصل اس سے یہی قبول کر لے گا اور اسے قیمتوں میں فرق کی وجہ سے دو بکریاں یا دس درہم واپس کر دے گا۔ اس صورتحال کے برعکس کا بھی یہی حکم ہے۔ یعنی اگر اس پر بنت لبون واجب ہو اور وہ کارندے کو بنت مخاض دے تو کارندہ اسے لے لے گا اور اس کے ساتھ دو بکریاں یا دس درہم بھی وصول کرے گا جو ان دونوں کی قیمتوں کا فرق ہے۔ یہی قاعدہ ہر عمر کے لئے ہے۔ جب زکوٰۃ میں دیئے جانے والا جانور واجب شدہ جانور سے عمر میں کم یا زیادہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "زکوٰۃ وصول کرنے والا زکوٰۃ میں واجب شدہ اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ وصول کرے گا تو وہ زکوٰۃ دینے والے کو دس درہم یا دو بکریاں واپس کرے گا۔ اور اگر واجب شدہ اونٹ سے کم عمر کا اونٹ وصول کرے گا تو زکوٰۃ نکالنے والا اسے مزید دس درہم دے گا اور اگر بنت لبون کی جگہ ابن لبون وصول کرے گا تو اس کے ساتھ دس درہم بھی وصول کرے گا۔" [۳۷] کیونکہ زکوٰۃ میں ابن لبون کی حیثیت بنت مخاض کے مساوی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

و) گایوں کی زکوٰۃ: اگر گایوں کی تعداد تیس سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ تیس پر ایک تبیع یا تبیعہ یعنی نر یا مادہ دو سالہ بچھڑا یہاں تک کہ تعداد چالیس تک پہنچ جائے۔ چالیس پر ایک مسنہ (چار سالہ گائے) پھر ساٹھ پر دو، دو سالہ نر بچھڑے زکوٰۃ میں دئے جائیں گے۔ پھر ستر تک کچھ نہیں اور ستر پر ایک چار سالہ گائے اور دو سالہ بچھڑا، اس کے بعد جب تعداد میں دس کا اضافہ ہو جائے تو ہر چالیس پر ایک چار سالہ گائے اور ہر تیس پر ایک دو سالہ نر بچھڑا دیا جائے گا [۳۸] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر چالیس پر ایک چار سالہ گائے اور ہر تیس پر ایک دو سالہ بچھڑا اور نصابوں کے درمیان جو اضافہ ہو گا اس پر کوئی چیز

نہیں" [۳۹]

ز) بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "چالیس سے کم بھیڑ بکریوں پر کوئی چیز نہیں" [۴۰] چالیس پر ایک سو بیس تک ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ اگر تعداد اس سے بڑھ جائے تو دو سو تک دو بکریاں دی جائیں گی۔ اگر تعداد اس سے بھی بڑھ جائے تو تین سو تک تین بکریاں اس کے بعد یہ حساب ہو گا کہ ہر سو پر ایک بکری زکوٰۃ میں دی جائے گی۔ [۴۱]

ح) گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ : گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ کے پس منظر میں ایک طویل قصہ ہے۔ ہم نے اپنی کتاب موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ زکاۃ، فقرہ ۴، جزء د کا مسئلہ ۷ میں درج ذیل واقعہ بیان کیا ہے: "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں وصول کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی اپنے دور اول میں ان کی زکوٰۃ نہیں لیتے تھے، پھر یہ بات ہوئی کہ اہل شام میں سے پرہیزگار لوگوں کے ایک گروہ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح جو کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام کے گورنر تھے سے عرض کیا کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں کی بھی زکوٰۃ وصول کریں، انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آ گئے اور امیر المومنین کے سامنے بھی یہی بات دہرائی، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تم لوگوں سے وہ چیز نہیں لے سکتا جو مجھ سے پہلے لی نہیں گئی ہے، پھر آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اگر یہ لوگ بطیب خاطر دے رہے ہیں تو بہت اچھی بات ہے بشرطیکہ اسے جزیہ کی حیثیت نہ دے دی جائے کہ پھر آپ کے بعد بھی اس کی وصولی ہوتی رہے، حضرت عمرؓ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر گھوڑے اور ہر غلام سے سالانہ دس دس درہم لے لیتے، پھر آپ نے ہر گھوڑے کو ماہانہ دس جریب اور ہر غلام کو ماہانہ دو جریب (زمین کی آمدنی) استعمال کے لئے دے دی، درحقیقت ان شامیوں نے جو کچھ حضرت عمرؓ کو پیش کیا تھا وہ زکوٰۃ نہیں بلکہ ایک تبرع تھا، حضرت عمرؓ نے ان کے ان سچے جذبات اور اخلاص کی قدر کرتے ہوئے مناسب نہیں سمجھا کہ ان کی پیشکش ٹھکرا دی جائے اور ان کی اس رضاکارانہ خدمت کو قبول کئے بغیر انہیں واپس کر دیا جائے، چنانچہ آپ نے کبار صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد اسے قبول کر لیا اور اس کے عوض میں ان کے گھوڑوں اور غلاموں کے لئے چارے

اور خوراک کا انتظام کر دیا۔ آپ نے جتنا ان سے لیا تھا اس سے زیادہ انہیں دیدیا۔ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا کہ یعلی بن امیہ (گورنر یمن) کے بھائی عبدالرحمٰن بن امیہ نے یمن کے ایک شخص سے ایک گھوڑا سو اونٹنیوں کے بدلے خریدا، لیکن فروخت کنندہ اس پر بھی پریشان ہوا اور سیدھا حضرت عمرؓ کے پاس جاکر شکایت کی کہ گورنر یمن یعلی اور ان کے بھائی نے میرا ایک گھوڑا غصب کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یعلی بن امیہ کو فوراً مدینے پہنچنے کا حکم دیا۔ وہ آ گئے اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے تعجب سے پوچھا کہ تمہاری طرف یمن میں ایک گھوڑے کی اتنی قیمت ہوتی ہے؟ یعلی بن امیہ نے جواباً عرض کیا کہ مجھے کوئی اور گھوڑا معلوم نہیں جس کی قیمت اس حد تک پہنچی ہو۔ اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ ہم تو چالیس بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر لے لیتے ہیں اور گھوڑوں پر کچھ نہیں لیتے۔ پھر آپ نے یعلی کو فی گھوڑا ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا اور ہر گھوڑے پر ایک دینار زکوٰۃ لگا دی۔

درج بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے حضرت عمرؓ نے پہلے پہل تو گھوڑوں اور غلاموں کے مالکوں سے جو کچھ وصول کیا وہ تبرعاً تھا، لیکن پھر آپ نے جلد ہی گھوڑوں پر زکوٰۃ لازم کر دی اور غلاموں کی طرف سے دی جانے والی رقموں کو تبرع یعنی ایک رضاکارانہ کار خیر رہنے دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگانے کے اقدام کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کا خیال تھا یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مقرر نہیں کیا اور جس فریضے کی یہ حیثیت ہو اسے شریعت بنا لینا قطعاً جائز نہیں۔ پھر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت علیؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کی طرف سے کچھ وصول کرنے پر اس شرط کے ساتھ اتفاق کیا تھا کہ یہ مستقل ٹیکس نہ بن جائے۔ اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے گھوڑوں کے حق میں ایک مستقل ٹیکس کی شکل دے دی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ خلافت کی باگ ڈور ہاتھ میں آتے ہی حضرت علیؓ نے گھوڑوں اور غلاموں دونوں سے اس ٹیکس کو ایک لازمی فرض کے طور پر ختم کر دیا اور فرمایا: "میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے" [۴۲] اس طریقے سے آپ نے اسے ایک

لازمی فرض کے طور پر ختم کر دیا باقی رہا کار خیر یا تبرع تو سبیلوں میں بلندی تک پہنچنے کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے۔

۱۰۔ فصل کی زکوٰۃ :

الف ) کن کن فصلوں پر زکوٰۃ واجب ہے اور کن پر نہیں :

۱ ) جن فصلوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ یہ ہیں : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "زکوٰۃ چار قسم کی پیداوار سے نکالی جائے، گندم سے، اگر گندم نہ ہو تو خرما سے، اگر یہ نہ ہو تو انگور سے، اگر یہ بھی نہ ہو تو منقیٰ (خشک انگور) سے" [۴۳] ابن حزم نے حضرت علیؓ کے اس قول کا یہ مفہوم سمجھا ہے کہ آپ کے نزدیک زکوٰۃ صرف ان چار قسم کی پیداوار پر عائد ہوتی ہے اور کسی دوسری فصل یا پیداوار پر نہیں ہوتی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے قول سے صرف یہ بتایا ہے کہ وہ پھل یا فصل جو خشک ہو کر باقی رہتی ہو، میرے اس نقطۂ نظر کی تائید مندرجہ ذیل بیانات سے ہوتی ہے:

اول : حضرت علیؓ نے انگور کا ذکر ان اجناس میں کیا ہے جن پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے، حالانکہ انگوروں پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں لگتی جب تک وہ خشک نہ ہو جائیں۔ یعنی منقیٰ نہ بن جائیں۔ اسی طرح آپ نے ایک سابق روایت میں لفظ حنطہ یا شعیر کہنے کی بجائے لفظ حب (دانے) کہا ہے (کیونکہ دانے خشک ہو کر ہی حنطہ یعنی گندم اور شعیر یعنی جو بنتے ہیں) چنانچہ آپ نے فرمایا: "زکوٰۃ صرف کھجوروں، انگوروں اور دانوں پر ہے۔" [۴۴]

دوم : بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان اصناف کے ساتھ جن پر زکوٰۃ واجب ہے۔ باجرہ کا بھی اضافہ کیا ہے۔ آپ کا قول ہے : "زمین میں خرما، منقیٰ، گندم، جو، اور باجرہ میں سے جو بھی پیدا ہو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ یعنی عشر نہیں جب تک ان کی مقدار پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے۔" [۴۵] (یاد رہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے۔ مترجم)

اگر یہ روایتیں کسی چیز پر دلالت کرتی ہیں تو وہ صرف یہ ہے کہ ان اصناف (گندم، جو، خرما، منقیٰ، باجرہ وغیرہ) کے ذکر سے حضرت علیؓ کا مقصد بعینہٖ ان چیزوں کا ذکر نہیں ہے

بلکہ ان کے اوصاف کا ذکر ہے اور جو وصف ان سب میں مشترک ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام کی تمام اجناس ایسی ہیں جو خشک ہو کر باقی رہتی ہیں، خراب نہیں ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

سوم: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام زرعی اجناس پر زکوٰۃ عائد کر دی تھی جو خشک ہو کر باقی رہتی ہیں اور خراب نہیں ہوتیں جیسا کہ ہم نے تفصیلی جائزہ اجناس کتاب (موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ کا مسئلہ ۱) میں لیا ہے۔ بعد میں اسی پر عمل جاری رہا۔ اب حضرت علیؓ کی طرف سے اس قاعدے کو توڑ دینے کا کوئی جواز نہیں خصوصاً جبکہ آپ نے اس پر پہلے کبھی اعتراض بھی نہیں کیا۔

چہارم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہی سمجھ بوجھ اس سے بلند تر تھی کہ آپ زکوٰۃ واجب کرتے وقت وصفی طور پر یکسانیت رکھنے والی اشیاء میں فرق کریں جبکہ احکام اسلام کی ساری بنیاد اوصاف پر ہوتی ہے نہ کہ اعیان (معین چیزوں) پر۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایک چیز کو اس کے کسی خاص وصف کی بنا پر حلال قرار دیتا ہے اور اسی طرح دوسری چیز کو اس کے کسی وصف کی بنا پر حرام قرار دیتا ہے۔

ہمارے لئے اب یہ جاننا باقی رہ گیا ہے کہ آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چیزوں پر زکوٰۃ واجب کرتے ہیں جو نچوڑے جانے کے بعد باقی رہتی اور خراب نہیں ہوتیں۔ مثلاً زیتون وغیرہ ہمیں اس بارے میں حضرت علیؓ سے کوئی روایت نہیں ملی ہے۔ تاہم یقین کی حد تک ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ایسی چیزوں پر زکوٰۃ واجب کر دی ہوگی کیونکہ یہ چیزیں وصفی طور پر ان پیداوار کے ساتھ یکسانیت رکھتی ہیں جو خشک ہو کر باقی رہتی ہیں۔ خاص کر جبکہ حضرت عمرؓ بھی ان چیزوں پر زکوٰۃ عائد کر دیتے تھے۔ (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ کا مسئلہ ۱)

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ جن پیداوار پر زکوٰۃ عائد کرتے تھے ان میں یہ شرط تھی کہ وہ اس زمانے میں مکیلات (ایسی چیزیں جنہیں ماپا جاتا ہے) میں سے ہوں۔ اگر ہم حضرت علیؓ کی روایت میں ان اجناس پر غور کریں جن میں زکوٰۃ واجب کر دی گئی تھی وہ تمام کی تمام اجناس ہمیں مکیلات میں سے ملیں گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ ان اجناس کی زکوٰۃ کے لئے کم سے کم مقدار پانچ وسق مقرر کرتے ہیں اور وسق جیسا کہ معروف ہے، ماپ کا پیمانہ ہے نہ کہ تول کا اور یہ ساٹھ صاع کے مساوی ہے۔

۲) جن فصلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی: جب ہم نے گزشتہ بحث میں ان فصلوں کے بارے میں جان لیا جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان کے علاوہ باقی ماندہ فصلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ پس سبزیوں ترکاریوں اور پھلوں پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ باقی نہیں رہتی ہیں۔ پھر یہ چیزیں موزونات (وہ چیزیں جو وزن کی جاتی ہیں) اور معدودات (وہ چیزیں جو گنی جاتی ہیں) کے زمرے میں آتی ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "سبزیوں اور ترکاریوں میں زکوٰۃ نہیں" [۴۶] آپ کا یہ بھی قول ہے: "سیب اور اس جیسے دوسرے پھلوں میں زکوٰۃ نہیں" [۴۷]

ب) فصلوں کی زکوٰۃ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فصلوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے لئے نصاب کی شرط لگاتے تھے، اس نصاب کی مقدار پانچ وسق ہے جو فصل کے خشک ہونے سے پہلے کی ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "زمین کی پیداوار میں عشر نہیں جب تک وہ پیداوار پانچ وسق تک نہ پہنچ جائے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ جب مقدار اتنی ہو جائے گی تو اس پر زکوٰۃ جاری ہو گی۔" [۴۸]

نصاب میں مختلف پیداواری اجناس کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ جنس کا الگ الگ حساب کیا جائے گا۔ جب اس جنس کی مقدار نصاب کو پہنچ جائے گی تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور اگر مقدار نصاب کو نہیں پہنچے گی تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ اسی طرح ہر جنس کی زکوٰۃ کا حساب کیا جائے گا۔

ج) فصلوں کی زکوٰۃ کی مقدار: حضرت علی رضی اللہ عنہ زرعی فصلوں کو دو اصناف میں تقسیم کرتے تھے:

پہلی صنف: ایسی فصلیں جن کی آبپاشی میں کوئی مشقت اٹھانی نہ پڑتی ہو، مثلاً وہ بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہوں یا دریاؤں سے نہریں نکال کر دریا کا پانی ان فصلوں تک پہنچایا جاتا ہو، یعنی یہ فصلیں بارانی یا نہری زمینوں پر کاشت ہوتی ہوں، ایسی فصلوں پر پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ لیا جاتا تھا، حضرت علیؓ کا قول ہے: "ایسی فصلیں جنہیں دریاؤں سے نہریں نکال کر سیراب کیا گیا ہو یا بارش سے سیراب ہوئی ہوں ان میں دسواں حصہ ہے" [۴۹] ایک روایت میں ہے: "جو فصلیں بارش یا نہری پانی یا سیلابی پانی سے سیراب ہوئی ہوں ان میں دسواں حصہ ہے" [۵۰]

دوسری صنف: ایسی فصلیں جن کی آب پاشی میں مشقت اٹھانی پڑتی ہو، مثلاً آبپاشی کے آلات کی خریداری، یا آبیانہ کی ادائیگی وغیرہ، اسی طرح اگر آبپاشی کسی جانور کے ذریعہ ہو مثلاً اونٹ پر پانی لاد کر لایا جائے، یا چھوٹے یا بڑے ڈول کے ذریعے یا رہٹ کے ذریعے یا کنویں کے پانی کے ذریعے ہو ان تمام صورتوں میں پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ وصول کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''جن فصلوں کی آبپاشی بڑے ڈولوں یا رہٹ کے ذریعے ہو تو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے''، ایک روایت میں چھوٹے ڈول کا ذکر ہے۔ ایک اور روایت میں نواضح یعنی پانی لاد کر لانے والے اونٹوں کا ذکر ہے اور ایک روایت میں کنوؤں کے پانی کا ذکر ہے'' [۵۱]

۱۱۔ رکاز یعنی دفینہ کی زکوٰۃ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ رکاز یعنی دفینہ پر واجب ہونے والی زکوٰۃ اس دفینہ کا پانچواں حصہ ہے جسے مصارف زکوٰۃ میں صرف کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ایک دفینہ کی زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا تھا آپ نے پانچواں حصہ وصول کیا تھا۔ [۵۲] عبداللہ بن بشر خثعمی نے اپنے قبیلے کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا کہنا ہے: ''کوفہ میں ایک پرانے گرجا کے اندر مجھ پر ایک گھڑا آگرا، جس میں چار ہزار درہم تھے میں اسے لے کر حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے پانچ حصے کرو۔ آپ نے مجھے چار حصے دے دئے اور پانچواں حصہ خود رکھ لیا۔ جب میں واپس جانے لگا تو مجھے بلا کر فرمانے لگے کہ تمہارے پڑوس میں فقراء مساکین رہتے ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پانچواں حصہ لے جا کر ان میں تقسیم کر دو [۵۳] ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے نواحی علاقے میں ایک کھنڈر سے پندرہ سو درہم ملے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس کا ایک واضح فیصلہ کروں گا۔ اگر تمہیں ایسی جگہ سے ملے ہیں جس کا خراج دوسرے گاؤں والے ادا کرتے ہوں تو یہ رقم ان کی ہوگی۔ اگر تمہیں یہ ایسی جگہ سے ملے ہیں جس کا خراج دوسرے گاؤں والے ادا نہیں کرتے تو اس کے چار حصے تمہارے ہیں اور پانچواں حصہ ہمارا، پھر یہ پانچواں حصہ بھی تمہیں مل جائے گا''۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ پانچواں حصہ بھی میں خوشی سے تمہیں دے دوں گا'' [۵۴] بیہقی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ چار حصے تمہارے ہیں اور پانچواں حصہ تم اپنے خاندان کے فقراء میں تقسیم کر دو۔

۱۲۔ معدن کی زکوٰۃ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کان سے بر آمد ہونے والی چیز کو رکاز کا درجہ دے کر اس کا پانچواں حصہ بطور زکوٰۃ وصول کیا تھا۔ جیسا کہ ابو عبید نے کتاب الاموال میں آپ سے ایک واقعہ روایت کیا ہے۔ اس کے راوی حارث بن ابو الحارث کا کہنا ہے کہ اس کے والد ابو الحارث کو دھاتوں کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ معلومات تھیں۔ ابو الحارث ایک شخص کے پاس گئے جس نے کوئی دھات کسی کان سے نکالی تھی۔ انہوں نے وہ دھات سو بکریوں کے عوض خرید لی اور اپنی ماں کو آ کر بتایا، ماں نے کہا یہ بہت زیادہ ہے جا کر کم کراؤ. ابو الحارث نے اس شخص کے پاس جا کر اس سے پندرہ بکریاں کم کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہ مانا۔ اس پر انہوں نے وہ دھات لے لی۔ گھر آ کر پگھلایا تو اس سے ایک ہزار بکریوں کی قیمت نکل آئی۔ جب اس شخص کو پتہ چلا تو اس نے بیع کو توڑنے کے لئے کہا، ابو الحارث کے انکار پر اس شخص نے دھمکی دی کہ میں تمہاری شکایت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے کروں گا اور پھر جا کر شکایت کر دی۔ ابو الحارث حضرت علیؓ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا کہ وہ رکاز (دفینہ) کہاں ہے جو تمہیں ملا ہے؟ ابو الحارث نے جواب میں عرض کیا کہ یہ دفینہ تو مجھے نہیں ملا بلکہ اس شخص کو ملا ہے جسے میں نے ایک سو بکریوں کے بدلے خرید لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ میرے خیال میں اس کی زکوٰۃ یعنی پانچواں حصہ تم پر ہی عائد ہوتا ہے۔ پھر آپ نے سو بکریوں کا پانچواں حصہ وصول کیا[۵۵] یہاں سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدن کی زکوٰۃ اس شخص پر فرض ہوتی ہے جو اسے بر آمد کرے. اس شخص پر نہیں جو اسے خریدے۔ ابن حزم کو اس معاملے میں وہم ہو گیا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے معدن کی زکوٰۃ بر آمد کرنے والے پر فرض نہیں کی تھی. بلکہ خریدنے والے پر فرض کی تھی. لیکن معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ قاری اندازہ لگا سکتا ہے۔

۱۳۔ شہد کی زکوٰۃ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ شہد کی زکوٰۃ نہیں لیتے تھے۔ آپ کا قول ہے "شہد پر زکوٰۃ نہیں" [۵۶]

۱۴۔ جواہرات کی زکوٰۃ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جواہرات پر زکوٰۃ واجب نہیں کرتے اور فرماتے کہ "جواہرات پر زکوٰۃ نہیں۔" [۵۷]

### ۱۵۔ زکوٰۃ کی وصولی :

جن اموال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں :

الف ) اموال ظاہرہ : یہ مویشی، فصلیں اور دفینے ہیں۔ ان کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے گی۔ امام المسلمین کی طرف سے ایسے کارندے بھیجے جائیں گے جو ان مویشیوں کی گنتی کر کے ان کی زکوٰۃ وصول کریں گے۔ اسی طرح فصلوں کا تخمینہ لگا کر ان کی زکوٰۃ وصول کی جائے گی، دفینوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ کارندہ اندازہ لگا کر اس کی زکوٰۃ وصول کر لے گا۔ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن میں ایک دفینہ کی زکوٰۃ یعنی پانچواں حصہ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ [۵۸]

مویشیوں کی زکوٰۃ کی وصولی پر جانے والا شخص زکوٰۃ میں درمیانی درجے کے جانور وصول کرے گا. یعنی نہ بہترین جانور لے گا، نہ ہی بیکار ترین اور نہ ہی کم عمر جانور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عثمان بن حنیف کو ایک مراسلہ بھیجا تھا جس میں یہ تحریر تھا: "بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے بچوں کو زکوٰۃ میں نہ لینا" [۵۹] اسی طرح محصل نہ تو بوڑھے جانور لے گا، نہ ہی یک چشم، نہ اندھے اور نہ ہی بکرا یا سانڈ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ تو بوڑھے جانور لے گا، نہ کانے اور نہ ہی بکرا یا سانڈ۔ الا یہ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اسے نہ دینا چاہے" [۶۰]

ب ) اموال باطنہ یہ نقود یعنی سونا چاندی ہیں اور بعد میں ان میں سامان تجارت کو بھی داخل کر دیا گیا۔ اموال باطنہ میں زکوٰۃ کی مقدار کا معاملہ ان کے مالکوں کے ذمہ ہو گا اور ان کے ضمیر کی تربیت اور تہذیب نفس کی خاطر ان سے خود اپنی زکوٰۃ نکالنے کے لئے کہا جائے گا۔ اسی ضمن میں وہ روایت آتی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص آ کر آپ کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم ہم سے وظائف وغیرہ کی شکل میں کچھ لیتے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا. اس پر آپ نے اسے فرمایا: "پھر ہم تم سے کچھ نہیں لیں گے، ہم نہیں چاہتے کہ تم پر دوہرا بوجھ اس طریقے سے پڑ جائے کہ ہم سے کچھ نہ لو اور ہم تم سے وصولی کریں" [۶۱] لیکن حضرت علیؓ کے قول کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ آپ نے اسے زکوٰۃ کی چھوٹ دے دی، اس لئے کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کا عائد کردہ فریضہ ہے اور کوئی شخص کسی کو اس کی چھوٹ نہیں دے سکتا ہے. بلکہ آپ کے قول کا مطلب یہ ہے

کہ آپ نے اس کی زکوٰۃ کی تقسیم کا معاملہ اس کے ہی سپرد کر دیا. کیونکہ اس کا لایا ہوا مال اموال باطنہ میں شمار ہوتا تھا. معمر نے حضرت علیؓ کے اس قول کی تشریح اسی طرح کی ہے. چنانچہ انہوں نے کہا. ''حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تمہارے مال کی زکوٰۃ ہم نہیں لینا چاہتے. بلکہ تم خود اس کے مصارف میں اسے خرچ کر دو'' [۶۲]

۱۲۔ زکوٰۃ کے مصارف:

الف) اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ میں زکوٰۃ کے مصارف بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ (سورہ التوبہ - ۶۰)

ترجمہ: صدقات تو صرف فقراء مساکین کے لئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں، اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

یہ آٹھ مصارف ہیں جن میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

ب) زکوٰۃ کو صرف ایک صنف میں خرچ کر دینا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ زکوٰۃ کو ان آٹھ مصارف میں خرچ کرنا ضروری نہیں ہے۔ آپ یہ جائز سمجھتے تھے کہ ایک شخص اپنی زکوٰۃ ان میں سے کسی ایک مصرف میں خرچ کر دے۔ آپ کا قول ہے: ''اس میں کوئی حرج نہیں کہ انسان اپنی زکوٰۃ صرف ایک صنف میں خرچ کر دے'' [۶۳] گذشتہ سطروں میں ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے رکاز کا خمس اس کے مالک کو دیتے ہوئے فرمایا: ''کیا تمہارے پڑوسیوں میں فقراء اور مساکین ہیں؟'' اس شخص نے اثبات میں جواب دیا، اس پر آپ نے فرمایا: ''اسے لے جا کر ان میں تقسیم کر دو'' [۶۴] آپ نے اس شخص کو یہ حکم دیا کہ اسے صرف دو صنفوں میں خرچ کر دے۔

ج) یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص اپنی زکوٰۃ ان لوگوں پر خرچ کر دے جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہو، کیونکہ اس طرح وہ اپنی زکوٰۃ خود اپنے آپ کو دینے والا بن جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''صدقہ مفروضہ یعنی زکوٰۃ میں نہ ولد کا اور نہ ہی والد کا کوئی حق ہے. جس شخص کا

باپ یا اولاد ہو اور پھر وہ ان کی خبر گیری نہ کرے (یعنی ان پر خرچ نہ کرے اور انہیں نان و نفقہ نہ دے۔ مترجم) تو وہ عاق ہو گا" [۶۵] (یعنی وہ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑنے کا مجرم ہو گا۔ مترجم)

د) ان لوگوں کا حصہ جن کی تالیف قلب مطلوب ہو. حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زکوٰۃ میں ایسے لوگوں کے لئے ایک حصہ رکھتے تھے. اس وقت اسلام کمزور تھا اور ایسے لوگوں سے خطرہ رہتا تھا کہ وہ کہیں اپنی قوت اور اپنی زبانیں اسلام کے خلاف استعمال نہ کریں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کے لئے حصہ رکھ کر اس کے شر سے بچاؤ کا انتظام فرماتے تھے۔ یہی طریق کار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی جاری رہا۔ جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو اس وقت اسلام کا پرچم بلند ہو چکا تھا. توحید کی گونج ہر طرف سنائی دے رہی تھی اور اسلام نے اپنا وجود دنیا سے تسلیم کرا لیا تھا. اس صورت حال کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ اب تالیف قلب کی مد میں کوئی رقم خرچ کی جائے اور ایسے لوگوں کے دلوں کو رام کیا جائے. کیونکہ ان لوگوں کی سازشیں اور مکرو فریب اب اسلام کا راستہ روک نہیں سکتے تھے. اس لئے آپ نے زکوٰۃ کی رقم اس مد میں خرچ کرنے سے منع فرما دیا۔ ہم نے اس مسئلے پر شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتاب (موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب. لفظ زکاۃ. فقرہ ۸. جز۔ د) میں گفتگو کی ہے. ناظرین کے لئے اس کا وہاں مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ اس وقت سے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابعد زمانے تک یہی طریق کار رہا کہ زکوٰۃ کی کوئی رقم اس مد میں نہ خرچ کی جائے حتیٰ کہ ابن قدامہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت عمر. حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ ان حضرات نے اس مد میں زکوٰۃ کی کوئی رقم خرچ کی ہے۔ [۶۶]

ھ) فقراء کا حصہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فقر اور غنیٰ کے درمیان پچاس درہم کو حد فاصل قرار دیتے تھے. یعنی جو شخص اپنی ضروریات سے زائد پچاس درہم کا مالک ہو اسے نہ زکوٰۃ دینا حلال ہے اور نہ ہی اس کا کسی سے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ آپ کا قول ہے: "جس شخص کے پاس پچاس درہم ہوں اسے زکوٰۃ لینا حلال نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کو کسی کا زکوٰۃ دینا درست ہے" [۶۷]

و) گردنیں چھڑانے کے لئے زکوٰۃ میں حصہ: اس حصے سے غلاموں کو آزاد نہیں کرایا جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "زکوٰۃ کے مال سے غلام آزاد نہیں کرائے جائیں گے" [۶۸] بلکہ اس رقم کو مکاتبین (ایسے غلام جن کے آقاؤں نے ایک مخصوص رقم کی ادائیگی پر انہیں آزاد کرنے کا معاہدہ کیا ہو) پر صرف کیا جائے گا، تاکہ وہ بدل کتابت کی ادائیگی میں اسے استعمال کر سکیں۔ [۶۹]

ز) صدقات کے کام پر مامور افراد کا حصہ: شریک بن نملہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "مجھے حضرت علیؓ نے صدقات جمع کرنے کے کام پر مامور کر کے بھیجا، میرے ساتھ میرا بھائی بھی چلا گیا، میں نے صدقات جمع کر لئے، میں نے اس میں سے ایک اونٹ اپنے بھائی کو دے دیا اور اس سے کہہ دیا کہ اگر علی (رضی اللہ عنہ) اس کی اجازت دے دیں گے تو ٹھیک ہے، ورنہ یہ اونٹ میرے مال میں سے ہو گا، یعنی پھر میں اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ جب میں حضرت علیؓ کے پاس واپس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے اس کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ ان صدقات میں تمہارا حصہ بھی تو ہے" [۷۰] شریک بن نملہ کا صدقات میں اس لئے حصہ تھا کہ وہ صدقات کو جمع کرنے کے کام پر مامور کئے گئے تھے۔

## زکاۃ الفطر: صدقہ فطر

### ۱۔ یہ کن لوگوں پر واجب ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایتیں اس پر متفق ہیں کہ صدقہ فطر کافر پر واجب نہیں ہوتا۔ اسے کافر نہ اپنی طرف سے نکال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی شخص کافر کی طرف سے اسے ادا کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی مسلمان کسی کافر غلام کا مالک ہو جائے یا کسی کافر عورت سے شادی کر لے تو وہ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہیں کرے گا۔ [۷۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ آیا صدقہ فطر ایسے کم سن پر بھی واجب ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ ایک روایت تو یہ ہے کہ صدقہ فطر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام سب پر واجب ہے۔ آپ کا قول ہے: "ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام پر نصف صاع گندم یا ایک صاع خرما واجب ہے۔" [۷۲]

دوسری روایت میں ہے کہ صدقہ فطر صرف ان پر واجب ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں" [۷۳] پہلی روایت کی بنیاد پر کم سن کی طرف سے صدقہ فطر اس کا ولی ادا کرے گا جس کے

ذمہ اس کا نان و نفقہ ہے جس طرح کہ آقا اپنے غلام کی طرف سے اور خاوند اپنی بیوی کی طرف سے ادا کرے گا[۷۴] خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص صدقہ فطر اپنی طرف سے اور ان تمام لوگوں کی طرف سے ادا کرے گا، جن کا نان و نفقہ اس کے ذمہ ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "تم پر اس شخص کا صدقہ فطر واجب ہے جس کے نان و نفقہ کے تم ذمہ دار ہو" [۷۵] آپ کا یہ بھی قول ہے: "جس کے نان و نفقہ کے تم ذمہ دار ہو اس کی طرف سے نصف صاع گندم یا ایک صاع خرما فقراء کو کھلا دو۔" [۷۶]

۲۔ صدقہ فطر کی مقدار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص خرما، جو یا منقی صدقہ فطر میں دینا چاہے تو اس پر ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) کی مقدار دینا واجب ہو گا۔ آپ کا قول ہے: "صدقہ فطر ایک صاع جو ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ نہ ہو تو ایک صاع خرما دے دے، اگر یہ بھی نہ ہو تو ایک صاع منقی ادا کرے" [۷۷] لیکن گندم کی مقدار کے بارے میں روایات مختلف ہیں کہ آیا اس میں ایک صاع واجب ہے یا نصف صاع۔ [۷۸]

ایک روایت میں ہے کہ ایک صاع گندم واجب ہے۔ سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتے: "یہ ایک صاع خرما یا ایک صاع جو یا ایک صاع گندم یا منقی یا بغیر چھلکے کا جو ہے" [۷۹] ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ نصف صاع گندم ہے۔ اگر نصف صاع نکال دے تو اس کے لئے ادائیگی ہو جائے گی" [۸۰] آپ کا قول ہے: "صدقہ فطر ایک صاع جو یا نصف صاع گندم ہے" [۸۱] آپ کا یہ بھی قول ہے: "جس کا نان و نفقہ تم پر واجب ہے اس کی طرف سے نصف صاع گندم یا ایک صاع خرما کھلا دو" یہ روایت پہلے گذر چکی ہے حقیقت میں اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایات میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ کشف الغمہ میں بقول شعرانی حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک صاع جو کی بجائے نصف صاع گندم صدقہ فطر میں نکالا کرتے تھے دوسرے لوگ بھی آپ کی پیروی میں ایسا ہی کرتے تھے، جب آپ کی خلافت کے زمانے میں گندم کی پیداوار بڑھ گئی تو آپ نے نصف صاع کا اضافہ کر دیا اور اب صدقہ فطر ایک صاع گندم ہو گیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں تھا۔ [۸۲]

زلزلہ: زلزلہ

زلزلے آنے پر نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۴)

## زنا : زنا کاری

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس فعل قبیح کا جو تصور ہے اس کا ہم تجزیہ درج ذیل نکات میں کریں گے:

۱۔ تعریف، ۲۔ زانی اور زانیہ (ا۔ ان پر حد جاری کرنے کی شرطیں، ب۔ شبہات کی بنا پر حد جاری نہ کرنے کے دائرے کو انتہائی محدود کر دینا، ج۔ ملک کے شبہ کی بنا پر حد ساقط کر دینا، و۔ عقد کے شبہ کی بنا پر حد ساقط کر دینا، ھ۔ محل میں شبہ کی بنا پر اسقاط حد، و۔ غلام کی زنا کاری، ز۔ حاملہ عورت کی زنا کاری، ح۔ ذمی کی زنا کاری، ط۔ زانیہ کا نکاح) ۳۔ زنا کاری کا فعل، ۴۔ زنا کاری کا اثبات، ۵۔ زنا کاری پر مرتب ہونے والے احکامات (ا۔ سزا، شوہر کا اپنی زنا کار بیوی کو قتل کر دینے کا حق، ج۔ اس عورت کا معاوضہ جس کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا ہو، د۔ متفرق احکامات) ۶۔ عورت کی عورت کے ساتھ زنا کاری، ۷۔ مرد کا مرد کے ساتھ فعل بد۔

### ۱۔ تعریف:

کسی مکلف انسان کا ایسے فرج میں عمل جنسی کرنا جو اس پر حرام ہو اور اس میں شبہ کا کوئی پہلو نہ نکلتا ہو، زنا ہے۔

### ۲۔ زنا کار مرد اور زنا کار عورت:

الف) پہلے گزر چکا ہے کہ زانی پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک اس میں درج ذیل شرطیں نہ پائی جائیں (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز۔ الف) وہ شرطیں یہ ہیں: عقل، بلوغ، اختیار، تحریم کا علم اور اسلام۔ اب ہم یہاں بعض ایسے امور بیان کریں گے جن کا تعلق اس فعل قبیح کے مرتکب مرد یا عورت سے ہے۔

ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیشرو خلفائے راشدین کا طریق کار یہ تھا کہ وہ شبہات کی بنا پر حد زنا جاری نہ کرنے میں بڑی وسعت سے کام لیتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف لوگوں کا عمومی رجحان تھا۔ لوگ گناہ کی آلودگیوں میں ملوث ہونے سے پرہیز کرتے تھے اور خلفائے ثلاثہ کا مستقر سرزمین حجاز تھا جو اس وقت صلاح و

تقویٰ اور اخلاص کا مرکز تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ تھے جو حدود حجاز سے نکل کر کچھ عرصہ قیام کی نیت سے عراق پہنچے لیکن اپنی خلافت کے انتہا تک وہیں کے ہو رہے۔ عراق کی سرزمین ایسی تھی جہاں منافقت بہت زیادہ تھی، لوگ دنیوی لذائذ کے حصول میں ٹوٹے پڑ رہے تھے اور نت نئے رنگ اختیار کر رہے تھے اور اگر دینی احکامات ان کے راستے میں حائل ہوتے تو وہ انہیں نظر انداز کر دیتے اور حلال کو حرام تک پہنچنے کا ذریعہ بنا لیتے تھے۔ اس صورتحال کے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ضروری تھا کہ جرائم کی بیخ کنی اور معاشرتی امن و سکون کے حصول کے لئے مقاصد اسلام کو عملی جامہ پہنانے اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلانے کی خاطر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے جدید ذرائع اختیار کریں جو ان جرائم کے مرتکب افراد کے لئے سد راہ بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے شبہ کی بنا پر حد جاری نہ کرنے کے دائرے کو انتہائی محدود کر دیا تھا کیونکہ ان میں بگاڑ بہت پیدا ہو گیا تھا اور حرام کے متعلق ان کے رویے میں نرمی عام ہو چکی تھی۔

ج) ملکیت کے شک کی بنا پر حد ساقط کر دینا: ملکیت کے شک یا شبہ کی بنا پر حد زنا ساقط کرنے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رویہ بڑا سخت تھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں میں اخلاقی اور دینی بگاڑ عام ہو چکا تھا۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ آپ نے اس شخص پر حد زنا جاری کی تھی جو خمس (مال غنیمت کا پانچواں حصہ) میں آئی ہوئی ایک لونڈی کے ساتھ شہوت رانی کا مرتکب ہوا تھا [۸۳] حالانکہ مال غنیمت میں آنے کی وجہ سے اس پر اس شخص کا حق بنتا تھا۔ اسی طرح آپ نے بیوی کی لونڈی کے ساتھ شوہر کی ہم بستری کو اجنبی عورت کے ساتھ ہم بستری قرار دیا تھا اور اس میں پائے جانے والے شبہ ملکیت کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ حالانکہ شوہر کو جب بیوی کی ملک بضع (ہم بستری کی حلت) حاصل ہو گئی تھی تو اس کی مملوکہ لونڈی کے ساتھ ہم بستری کی حلت کا شبہ جواز نکل سکتا تھا۔ کیونکہ غلام کی ملکیت کی صورت میں آقا کو اس کے تمام مملوکہ اموال کی بھی ملکیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اگر غلام کی مملوکہ اشیاء کی ملکیت پر بیوی کی مملوکہ لونڈی کی ملکیت کو قیاس کیا جائے تو ملکیت کے شبہ کی بڑی گنجائش نکل سکتی ہے۔ [۸۴] اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے شبہ ملک کو حد زنا کے اسقاط کے لئے معتبر تسلیم کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق

جس نے اپنی بیوی کی لونڈی سے ہم بستری کر لی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے اس جرم پر پردہ پوشی کا مشورہ دیا تھا۔ یہ فرمایا تھا کہ اگر اسے میرے پاس لایا جاتا تو میں اسے سنگسار کر دیتا۔ ابن مسعودؓ کو پتہ نہیں ہے کہ اب حالات کتنے بدل چکے ہیں[۸۵] ایک عورت نے آ کر حضرت علیؓ کو بتایا کہ اس کا شوہر اس کی لونڈی کے ساتھ ہم بستری کا مرتکب ہوا ہے۔ آپ نے اس سے کہا: "اگر تو سچی ہے تو ہم تیرے شوہر کو سنگسار کر دیں گے اور اگر تو جھوٹی ہے تو تجھے کوڑے لگائیں گے۔" [۸۶]

د) نکاح کے شبہ پر اسقاط حد:

۱) عورت کے ساتھ عدت میں نکاح کرنا: حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص نے عدت میں کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا اس پر حد جاری نہیں ہوگی لیکن ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے گا" [۸۷] یعنی اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی، لیکن اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔ اگر اس کے بارے میں علم ہو جائے، آپ نے اس سے حد اس لئے ساقط کی کہ اس معاملے میں شبہ عقد موجود تھا، کیونکہ یہ ایک عقد ہے جسے اس کی اہلیت رکھنے والوں نے کیا تھا اور محل عقد بھی درست تھا لیکن ممانعت صرف عدت کی عارضی وجہ کی بنا پر ہوئی تھی۔

۲) ایسی عورتوں سے نکاح جو وقتی طور پر نکاح کرنے والے کے لئے حرام ہوں: شاید اس قبیل سے وہ نکاح ہو جو ایک مرد ایسی عورت سے کرے جو اس پر وقتی طور پر حرام ہو۔ مثلاً اپنی بیوی کو طلاق دیئے بغیر یا جبکہ ابھی مطلقہ بیوی عدت میں ہو، اس کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے نکاح کر لینا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی حالت میں حد ساقط کر دیتے تھے، لیکن تعزیری سزا ضرور دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ ب) لیکن ہمیں اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے منقول کوئی روایت نہیں ملی۔ ایک روایت ملی ہے وہ یہ کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا۔ دو سگی بہنیں اس کی بیویاں تھیں۔ آپ نے اس سے فرمایا:
"ان دونوں بہنوں میں سے ایک کو الگ کر دو ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا" [۸۸]
ہم دیکھتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس شخص کو یہ دھمکی کہ اگر وہ اسلام لانے کے بعد بھی دو سگی بہنوں کو بیوی بنائے رکھنے پر اصرار کرے گا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی، اس بنا پر نہیں تھی کہ وہ ان دونوں بہنوں میں سے ایک کے ساتھ زنا کا مرتکب ہے، بلکہ اس لئے

تھی کہ وہ ایسی صورت میں اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے کے جرم کا مرتکب ہوا تھا اس لئے وہ مرتد تھا، ورنہ زانی کی سزا تو رجم ہے نہ کہ گردن اڑا دینا۔

اس مسئلے میں یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کی بجائے گردن اڑانے کی دھمکی دی تھی، اس لئے کہ ارتداد کا جرم اللہ کے نزدیک زنا کے جرم سے بڑھ کر ہے، لیکن اس تاویل پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ مرتد کو ایسی دنیوی سزا سنانی چاہئے جو دوسروں کو اس جرم سے روکنے والی ہو نہ کہ اسے صرف یہ خبر دیدی جائے کہ اس کا گناہ عنداللہ بہت بڑا ہے اور جب تک وہ مرتد رہے گا اللہ کے نزدیک وہ گنہگار شمار ہوتا رہے گا۔ پس اس صورت حال میں مناسب یہ تھا کہ اسے بدترین سزا کی وعید سنائی جاتی ـــــ اگر ہم اس کے عمل کو زنا تسلیم کر لیں جس سے حد واجب ہو جاتی ہے ـــــ اب ظاہر ہے کہ ان دونوں سزاؤں میں زیادہ سخت سزا زنا کی سزا ہے، یعنی سنگسار کرنا یہاں تک کہ وہ مر جائے، اس پوری تفصیل سے دوسرے احتمال کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت علیؓ نے اس کے اس عمل کو زنا نہیں سمجھا کہ جس سے حد واجب ہو جائے۔ اسی لئے آپ نے اسے زنا کی سزا کی دھمکی نہیں دی، بلکہ آپ نے اسے بصورت اصرار ارتداد خیال کیا، جس کی وجہ سے آپ نے اسے ارتداد کی سزا کی دھمکی دی۔

لیکن اس شادی شدہ عورت کا مسئلہ اس قبیل سے نہیں ہے جو اپنے شوہر سے بھاگ کر ایک جگہ پہنچ جائے اور وہاں پہنچ کر شوہر کی وفات یا طلاق کی خبر ملنے سے پہلے شادی کر لے۔ ابن جریج کا کہنا ہے کہ بعض اہل کوفہ نے انہیں یہ خبر دی کہ حضرت علیؓ نے ایک عورت کو سنگسار کر دیا تھا جس کا شوہر موجود تھا لیکن دوسری جگہ جا کر اس نے شادی کر لی تھی اور یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے اپنے شوہر کی وفات یا اس کی طرف سے طلاق کی خبر مل چکی ہے۔ [۸۹]

۳) حلالہ کرنے والے کا نکاح: حلالہ کرنے والے کا نکاح بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ محلل (حلالہ کرنے والے) کے نکاح کو اگرچہ باطل سمجھتے تھے [۹۰] لیکن آپ سے کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ آپ نے اس نکاح پر محلل کو حد کا سزاوار ٹھہرایا ہو۔ یہی حالت تمام باطل نکاحوں کی ہے۔ اس لئے کہ ایسے نکاح میں شبہ عقد موجود ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت علیؓ

کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت سے ایک لونڈی کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا کہ آیا اس کا آقا اس کے شوہر کے لئے حلالہ کر سکتا ہے. باوجودیکہ اس کا شوہر ایسا کرانا نہ چاہتا ہو؟ دونوں حضرات نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت علیؓ کو ان دونوں حضرات کی بات بہت ناپسند ہوئی اور آپ وہاں سے غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ [۹۱]

۴) شبہ کو ثابت کرنے والے عقد کا اثبات : حضرت علیؓ کے نزدیک اس عقد کے اثبات کے لئے جس سے حد کو ساقط کرنے والا شبہ پیدا ہو جائے اتنا ہی کافی ہے کہ زنا میں ملوث مرد اور عورت میں سے کوئی ایک اس عقد کے انعقاد کا دعویٰ کر دے اور لوگ اس کے اس دعوے کی تکذیب نہ کریں۔ ایک دفعہ ایک مرد ایک عورت کے ساتھ مقام مراد کی اجاڑ جگہ میں پایا گیا۔ دونوں کو پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا. اس مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت میری بھتیجی ہے جس نے میری نگرانی میں پرورش پائی ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس جو لوگ تھے وہ عورت کو تلقین کرنے لگے کہ کہہ دے کہ یہ میرا شوہر ہے، عورت نے یہی کہہ دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "ٹھیک ہے، اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑو اور چلے جاؤ" [۹۲]

ھ) شبہ فی المحل سے اسقاط حد: شبہ فی المحل سے حضرت علیؓ کے نزدیک اسقاط حد ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کا ایک دوسری عورت کے ساتھ اشتباہ ہو جائے، جسے وہ پہلے نہ جانتا ہو. اور اس نے اسے بیوی یا لونڈی سمجھ کر اس سے ہم بستری کر لی ہو اور بعد میں پتہ چلے کہ یہ تو کوئی اور عورت ہے۔ ایسی صورت میں اس مرد پر زنا کی حد جاری نہیں ہوگی۔ ایک دفعہ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک شامی مرد سے کر دیا تھا لیکن رخصتی اس کی جگہ اس کی بہن کی کر دی۔ یہ مقدمہ حضرت معاویہؓ کے سامنے پیش ہوا آپ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں، ایک عورت کے بدلے دوسری عورت آ گئی۔" لیکن متعلقہ شخص کو یہ سن کر تسلی نہیں ہوئی اور اس نے حضرت معاویہؓ سے درخواست کی کہ یہ معاملہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب حضرت علیؓ نے سارا واقعہ سنا تو زمین سے کوئی چیز اٹھا کر فرمایا: "اس مقدمے کا فیصلہ زمین سے اس چیز کے اٹھانے سے زیادہ آسان ہے۔ تمہاری اس موجودہ بیوی کو وہ مہر ملے گا جو تم نے اس کی بہن کے لئے مقرر کیا تھا۔ اس لئے کہ تم نے اس سے ہم بستری کر لی ہے اور اس کے

باپ کے ذمہ یہ ہو گا کہ اصل لڑکی کو اسی مہر کے بدلے جو اپنی موجودہ بیوی کو ادا کیا ہے، تمہاری بیوی بننے کا اختیار دے۔ اگر وہ رضامند ہو جائے اور تمہارے گھر آ جائے تو تم اس سے اس وقت تک ہم بستری نہیں کرو گے جب تک اس دوسری کی عدت ختم نہ ہو جائے۔" [۹۳]

اسی طرح آپ نے اس مسئلہ کا فیصلہ دیا تھا جس میں دو مردوں نے دو بہنوں سے نکاح کیا لیکن ہر ایک نے دوسرے کی بیوی کے ساتھ ہم بستری کی۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں بہنوں کو مہر کی رقم ملے گی اور دونوں شوہر اپنی اپنی رقم کے لئے اس شخص سے رجوع کریں گے، جس نے انہیں دھوکا دیا تھا[۹۴] آپ نے ان دونوں میں سے کسی پر حد جاری کرنے کے لئے نہیں فرمایا۔ مذکورہ بالا دونوں واقعات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ نے پہلے واقعہ میں یہ فرمایا کہ باپ دوسری بیٹی کو، جو اس مرد کی اصل بیوی بننے والی تھی اس مہر کے بدلے جو اس کی بہن کو دیا گیا تھا اس کی بیوی بننے کا اختیار دے گا۔ اگر وہ رضامند ہو جائے تو ٹھیک ہے اور اگر رضامند نہ ہو تو اس کے ساتھ نکاح کے لئے نیا مہر دینا ہو گا جو اس کا ابتدا میں مقرر کردہ مہر تھا۔ دوسرے واقعے میں آپ نے ہر عورت کے لئے مہر کی پوری رقم لازم کر دی کیونکہ ہر لڑکی کے ساتھ ہم بستری ہو گئی تھی۔ اب جب ہر لڑکی اپنے اصل شوہر کے پاس واپس آئے گی تو اسے مقررہ مہر کی وہ رقم مل جائے گی جس پر اس کا نکاح ہوا تھا۔

اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کے متعلق جس کے ساتھ اس نے وقت گزارا ہو اور ہم بستری بھی کی ہو اشتباہ ہو جائے جس کے تحت وہ کسی دوسری عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے ہم بستری کر لے تو ایسی صورت میں یہ شبہ فی المحل نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہاں یہ فرض کر لیا جائے گا کہ شوہر کو معلوم تھا کہ جس کے ساتھ وہ ہم بستری کر رہا ہے وہ اس کی بیوی نہیں ہے۔ اگرچہ اس نے اس کا چہرہ نہ دیکھا ہو، تاہم اس کے جسم کو ٹٹولنے یا اس کی جسامت یا اس کے ناز و انداز سے وہ یہ معلوم کر سکتا تھا۔ ابو روح نے یہ روایت کی ہے کہ ایک عورت کا ایک مرد کی لونڈی کے ساتھ اشتباہ ہو گیا۔ رات کا وقت تھا، اس مرد نے اس عورت سے اپنی لونڈی سمجھ کر ہم بستری کر لی۔ معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر رائے پوچھی، حضرت علیؓ نے فرمایا: "مرد کو پوشیدگی میں اور عورت کو

علانیہ حد کے طور پر کوڑے لگاؤ" [۹۵]

و) غلام کی زنا کاری (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ ب)

ز) حاملہ عورت کی زنا کاری: اگر زنا کار عورت حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور وہ نفاس سے نکل نہ جائے نیز اس کے بچے کی پرورش کی ذمہ داری کوئی قبول نہ کر لے اس وقت تک اس پر حد جاری نہ ہو گی۔ (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ د)

ح) ذمی کی زنا کاری: کسی ذمی پر چاہے وہ مرد ہو یا عورت زنا کی حد جاری نہیں کی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "زنا کاری کے جرم میں کسی ذمی پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔" [۹۶] محمدؒ بن ابی بکر نے حضرت علیؓ سے تحریری طور پر پوچھا کہ ایک مسلمان نے ایک نصرانی عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ اس کا کیا کیا جائے؟ آپ نے جواب دیا: "مسلمان پر حد جاری کرو اور عیسائی عورت کو اس کے اہل مذہب کے حوالے کر دو" [۹۷] ہاں اگر کسی ذمی نے کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا تو ذمی کی گردن اڑا دی جائے گی۔ اس لئے کہ اس مسلمان عورت کے ساتھ زنا کر کے عہد ذمہ کو توڑ دیا۔ (دیکھئے لفظ ذمہ، فقرہ ۲)

ط) زانی عورت کا اس مرد سے جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہو یا کسی اجنبی سے نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۱، جز۔ د) نیز (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ ی)

## ۳۔ زنا کا عمل:

زنا میں جب تک مرد اپنے آلہ تناسل کو عورت کے فرج میں داخل نہ کر دے اس وقت عمل زنا متحقق نہیں ہو گا کہ جس سے حد واجب ہو جائے۔ اگر صرف بوس و کنار، چھیڑ چھاڑ اور ہم آغوشی ہو تو اس پر حد نہیں ہے جب تک ایلاج، یعنی آلہ تناسل کا فرج میں دخول نہ ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب اجنبی مرد اور عورت ایک بستر پر پائے جائیں تو ہر ایک کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے" [۹۸]

## ۴۔ اثبات زنا:

الف) بذریعہ اقرار: چار مرتبہ اقرار کے بعد حد واجب ہو گی (دیکھئے لفظ اقرار، فقرہ ۲)

ب) گواہی کے ذریعے: اس میں چار گواہ ضروری ہیں۔ ارشاد باری ہے: وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ

مِن نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ (النساء۔ ۱۵) (تمہاری وہ عورتیں جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ) حضرت علیؓ کے زمانے میں تین آدمیوں نے ایک مرد اور عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی۔ چوتھے نے کہا کہ میں نے انھیں ایک کپڑے میں دیکھا ہے. اگر یہ زنا ہے تو پھر ٹھیک ہے. حضرت علیؓ نے ان تینوں مردوں کو کوڑے لگائے اور مرد اور عورت کو تعزیری سزا دی۔ [۹۹] (دیکھئے لفظ شہادۃ. فقرہ ۴. جز۔ ز کا مسئلہ ۳)

ج) قوی قرائن کے ذریعے : مثلاً نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا تھا. حضرت عمرؓ نے اسے سنگسار کرنے کا ارادہ کیا. اس کی بہن حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہنے لگی کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے میری بہن کو رجم کرنے کا ارادہ کر لیا ہے. میں آپ سے خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اگر آپ کو میری بہن کے لئے کوئی عذر نظر آتا ہو تو آپ مجھے بتا دیجئے. حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں. اس کے لئے عذر بن سکتا ہے۔ یہ سن کر اس عورت نے اس زور سے اللہ اکبر کہا کہ اس کی آواز حضرت عمرؓ تک پہنچ گئی۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہنے لگی کہ علی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میری بہن کے لئے عذر ہے. آپ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور حقیقت دریافت کی. حضرت علیؓ نے فرمایا. "ارشاد باری ہے. وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ (سورۃ البقرہ۔۲۳۳) (مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں گی) نیز یہ بھی ارشاد ہے: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا (اور اس کا حمل اور دودھ چھوڑنا دونوں کی مدت تیس ماہ ہے) پس حمل کی مدت چھ ماہ ہوئی اور دودھ چھڑانے کی مدت چوبیس ماہ ہوئی" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس عورت کو جانے دیا [۱۰۰] یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچے کو جنم دیا تھا. آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ ارشاد باری ہے: وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا [۱۰۱]

حمل قرائن قویہ میں سے ایک ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کا نام علانیہ زنا رکھا ہے. یعنی ایسا زنا جو حمل یا گواہی کے ذریعے ثابت ہو جائے۔" [۱۰۲]

د) اگر عورت لعان (چار بار خدا کے نام پر گواہی دے کہ شوہر نے مجھ پر بدکاری کا جو الزام لگایا ہے اس میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار خدا کے نام پر گواہی دے کہ اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر

خدا کی لعنت ) کرنے پر رضامند نہ ہو تو زنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے خلاف بد کاری کا دعویٰ کرے اور پیدا شدہ بچے کو اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دے لیکن اس کے پاس اس الزام کے ثبوت کے طور پر کوئی دلیل نہ ہو تو قاضی اس مرد کو اپنی بیوی سے لعان کا حکم دے گا۔ اگر وہ لعان کر لے تو قاضی بیوی سے مطالبہ کرے گا اگر بیوی لعان کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر زنا ثابت ہو جائے گا۔ جس کی بنا پر اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ ( دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ الف )

## ۵۔ زنا پر مرتب ہونے والے احکامات:

الف ) سزا۔ ( دیکھئے لفظ حد )

محصن اور غیر محصن کے درمیان زنا کی سزا میں فرق کیا جائے گا۔ ( دیکھئے لفظ احصان )

ا ) محصن کی سزا:

ب ) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر زانی محصن ہو تو اسے اکٹھی دو سزائیں دی جائیں گی، پہلی سزا تو سو کوڑے ہیں اور دوسری سزا سنگسار کرنا یہاں تک کہ مر جائے۔ آپ رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا بھی دیتے تھے۔ ۱۰۳؎ آپ فرماتے: "میں کوڑوں کی سزا قرآن کی رو سے اور رجم کی سزا سنت کی رو سے دیتا ہوں۔" ۱۰۴؎ شراحہ ھمدانیہ نے جب زنا کا ارتکاب کیا تو آپ نے جمعرات کے دن اسے کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن سنگسار کر دیا۔

عبدالرزاق وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس شراحہ نامی ایک عورت لائی گئی جو ہمدان کی رہنے والی تھی اور جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا: "شاید مرد نے تمہیں مجبور کیا تھا؟" اس نے نفی میں جواب دیا، پھر پوچھا: "شاید تمہارے سونے کے دوران مرد نے تمہارے ساتھ یہ فعل کیا ہے؟" اس نے پھر نفی میں جواب دیا، آپ نے پھر کہا: "شاید تمہارا شوہر ہمارے دشمنوں میں سے ہے جس کی تم پردہ پوشی کر رہی ہوں؟" اس نے پھر نفی میں جواب دیا، اس پر آپ نے اسے قید میں ڈال دیا۔ پھر جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو آپ نے جمعرات کے دن اسے سو کوڑے لگائے اور جمعہ کے دن سنگسار کر دیا۔ آپ کے حکم سے ایک گڑھا کھودا گیا۔ لوگ گڑھے کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ آپ نے لوگوں کو درے لگا کر وہاں سے ہٹایا اور فرمایا کہ

"رجم اس طرح نہیں کیا جاتا، اگر تم اس طرح کھڑے ہو کر پتھر چلاؤ گے تو ایک دوسرے کا سر پھوڑو گے، بلکہ نماز کی صفوں کی طرح صفیں باندھو" پھر فرمایا: "لوگو! اگر زنا کا اعتراف کیا گیا ہو، (ایک روایت میں) یا حمل کی وجہ سے زنا ثابت ہو گیا ہو تو زانی پر سب سے پہلا پتھر امام المسلمین مارے گا اور اگر زنا چار گواہوں کی گواہی کے ذریعہ ثابت ہوا ہو تو زانی پر سب سے پہلے چاروں گواہ اپنی گواہی کی بنا پر پتھر ماریں گے۔ پھر امام المسلمین اور اس کے بعد لوگ پتھر ماریں گے" یہ کہہ کر آپ نے اسے پتھر مارا اور ساتھ ہی اللہ اکبر کہا۔ پھر پہلی صف کو پتھر مارنے کا حکم دیا۔ پھر دوسری کو، اسی طرح ایک ایک صف پتھر مارتی رہی یہاں تک کہ شراحہ کی جان نکل گئی۔ [۱۰۵]

ب) رجم کی کیفیت: مرد اور عورت کے رجم کرنے کی کیفیت میں فرق رکھا جائے گا۔ اگر مرد کو رجم کرنا ہو گا تو اسے کھلی جگہ پر رجم کیا جائے گا۔ اگر عورت ہو گی تو اس کی ناف تک گڑھا کھود کر اس میں اسے اتارا جائے گا۔ پھر اسی گڑھے میں اسے سنگسار کیا جائے گا۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عورت کو رجم کیا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس کی ناف تک گڑھا کھودا گیا تھا[۱۰۶] شراحہ کے رجم کے واقعے میں گزر چکا ہے کہ حضرت علیؓ نے بازار میں اس کے لئے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا تھا۔

ج) علانیہ حد قائم کرنا: تمام حدود علانیہ جاری کی جائیں گی۔ اس لئے کہ اسلام میں حدود کا مقصد لوگوں کو جرائم سے باز رکھنا اور روکنا ہے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو گا جب یہ حدود علی الاعلان جاری کی جائیں۔ (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ھ، جز۔ ۳) اس مقصد کے لئے تین یا اس سے زائد آدمیوں کی موجودگی ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد باری: وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور۔۲) اور ان دونوں یعنی زانی اور زانیہ کو سزا دیتے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہونا چاہئے۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ گروہ سے مراد تین یا اس سے زائد افراد ہیں۔ [۱۰۷]

پتھر برسانے کی ابتدا کون کرے گا: حد زنا یا تو گواہی کے ذریعے ثابت ہوئی ہو گی۔ اس صورت میں رجم کی ابتدا گواہ کریں گے، پھر امام پھر عامۃ الناس۔ یا اعتراف یا حمل کے ذریعے اس کا ثبوت مہیا ہوا ہو گا۔ ایسی صورت میں رجم کی ابتدا امام کرے گا اور اس کے بعد لوگ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "زنا کی دو قسمیں ہیں، خفیہ زنا اور علانیہ زنا۔ خفیہ زنا وہ

ہے جس میں گواہوں کی گواہی ہو۔ اس صورت میں گواہ سب سے پہلے رجم کریں گے۔ پھر امام اور پھر لوگ۔ علانیہ زنا یہ ہے کہ حمل ظاہر ہو جائے یا مجرم خود اعتراف جرم کر لے۔ ایسی صورت میں امام سب سے پہلے پتھر مارے گا۔ [۱۰۸]

اس کی کیفیت: جب زانی کو رجم کا حکم سنا دیا جائے تو اسے ایک عام جگہ لے جایا جائے گا۔ جہاں لوگ جمع ہوں گے۔ مجرم کو کھڑا کیا جائے گا۔ لوگ صفوں میں کھڑے ہوں گے۔ پھر اصول کے مطابق جسے رجم کی ابتدا کرنی ہو گی وہ سنگ باری کی ابتدا کرے گا۔ پھر پہلی صف آگے بڑھے گی اور سنگ باری کرے گی۔ پھر یہ لوگ پیچھے ہٹ جائیں گے اور دوسری صف آگے بڑھے گی اور پتھر برسا کر پیچھے ہٹ جائے گی، پھر تیسری، پھر چوتھی یہاں تک کہ مجرم کی جان نکل جائے۔ شراحہ کے رجم کے واقعے میں ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے پہلے لوگوں کی صفیں بنائیں اور پھر انہیں رجم کی کیفیت کے متعلق بتایا پھر ان سے سنگ باری کرائی۔

زنا کے جرم میں سنگسار ہونے والے کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ و کا مسئلہ ۳)

۲) غیر محصن کی سزا: غیر محصن یا تو آزاد ہو گا یا غلام

الف) آزاد کی سزا: جب زنا کار غیر محصن ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے (دیکھئے لفظ احصان) اس کے بارے میں حضرت علیؓ سے منقول روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ارشاد باری ہے:

ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِى فَٱجْلِدُوا۟ كُلَّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا مِا۟ئَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِى دِينِ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ ۖ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ (سورۃ النور۔ ۲)

ترجمہ: زانی عورت اور زانی مرد، ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو، اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ اور ان دونوں کی سزاؤں کا مشاہدہ اہل ایمان کا ایک گروہ کرے۔

لیکن کوڑے مارنے کے بعد آیا جلاوطن بھی کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت علیؓ سے روایتیں مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا، کلثوم بن جبیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "ہمارے ایک آدمی نے ایک عورت سے

شادی کر لی، عورت اس آدمی کے ساتھ ہم بستری سے پہلے زنا کی مرتکب ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے اسے سو کوڑوں کی سزا دے کر ایک سال کے لئے نہر کربلا کی طرف جلاوطن کر دیا۔ جب سال گذار کر واپس آئی تو اسے اس کے شوہر کے حوالے کر دیا اور فرمایا: "یہ تیری بیوی ہے، اگر چاہے تو اسے طلاق دے دے اور اگر چاہے تو بسا لے" [۱۰۹] ہمدان کی ایک لونڈی زنا کاری میں پکڑی گئی۔ حضرت علیؓ نے اسے سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لئے بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیا[۱۱۰] آپ کوڑے لگانے کے بعد کوفہ سے بصرہ کی طرف جلاوطن کر دیتے تھے۔ [۱۱۱]

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے جلاوطن کرنا ترک کر دیا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ اس سے اور فتنہ بڑھتا ہے تو اسے ترک کر دیا۔ ابراہیم نخعی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اگر کنوارہ مرد کسی کنواری عورت سے زنا کرے تو دونوں کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور انہیں جلاوطن نہیں کیا جائے گا، حضرت علیؓ کا قول ہے: ان کے لئے سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے" [۱۱۲] ایک مرد کو زنا کے جرم میں پکڑ کر آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: "اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے اسے سو کوڑے لگائے[۱۱۳] اس روایت میں جلاوطنی کا ذکر نہیں ہے، اگر آپ نے جلاوطن کیا ہوتا تو اس کا ذکر ضرور ہوتا کیونکہ جلاوطن کرنے کے قائل اہل علم کے ہاں جلاوطنی حد زنا کا تتمہ ہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ جلاوطنی میں زانی پر سرکاری نگرانی کی کمزوری اور فساد زمانہ کی وجہ سے فتنہ پیدا ہوتا ہے تو آپ نے جلاوطنی کو حبس سے بدل دیا۔ ابراہیم نخعی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جب کنوارہ مرد کنواری عورت سے بدکاری کرے تو انہیں سو سو کوڑے لگا کر قید میں ڈال دیا جائے گا۔ انہیں جلاوطن کرنا ایک طرح کا فتنہ ہے۔ [۱۱۴]

ب) غلام کی سزا: غلام چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اگر زنا کا ارتکاب کرے تو اسے پچاس کوڑے لگیں گے جو غیر محصن آزاد کی سزا کا نصف ہے، اسے جلاوطن بھی نہیں کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "غلام کی حد آزاد کی حد کا نصف ہے[۱۱۵] ام ولد جب زنا کی مرتکب ہوئی ہو اس کے بارے میں فرمایا: "اسے کوڑے لگیں گے اور وہ جلاوطن نہیں

کی جائے گی" [۱۱۶] اگر غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو اور پھر وہ زنا کا ارتکاب کرے تو آزاد شدہ حصے کی نسبت سے اسے آزاد کی حد لگے گی اور جو حصہ آزاد نہیں ہوا اس نسبت سے اسے غلام کی حد لگے گی۔ حضرت علیؓ کے سامنے ایک غلام کا مقدمہ پیش ہوا جس کا نصف آزاد ہو چکا تھا اور وہ مرتکب زنا ہو گیا تھا۔ آپ نے اسے پچھتر کوڑے لگائے۔ [۱۱۷]

ب) شوہر کا اپنی زانی بیوی اور اس کے ساتھ زنا کرنے والے مرد کو جوش غضب میں آ کر قتل کر دینے کا حق جبکہ اسے چار گواہ میسر نہ ہوں (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ک)

ج) جس عورت کے ساتھ زنا بالجبر ہو اس کا معاوضہ: جب کوئی مرد کسی عورت سے زنا بالجبر کرے تو وہ عورت اگر آزاد ہو تو اسے مہر مثل دیا جائے گا جو زانی ادا کرے گا اور ساتھ ہی زانی پر حد بھی جاری ہو گی۔ حضرت علیؓ نے ایسی عورت کے متعلق فرمایا: "اگر باکرہ ہو تو اسے اس کے خاندان کی ایک عورت کے مہر کے برابر مہر ملے گا اور اگر ثیبہ ہو تو اسے اس کے مہر کے برابر مہر ملے گا" [۱۱۸]

اگر زنا بالجبر والی عورت لونڈی ہو تو باکرہ ہونے کی صورت میں زانی اسے اس کی قیمت کا دسواں حصہ ادا کرے گا اور ساتھ ساتھ زانی پر حد زنا بھی جاری ہو گی اور اگر ثیبہ ہو تو اس کی قیمت کا بیسواں حصہ ادا کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ اس پر حد زنا بھی جاری ہو گی۔ حضرت علیؓ نے اس لونڈی کے متعلق جس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا ہو فرمایا: "اگر باکرہ ہو تو اس کی قیمت کا دسواں حصہ اور اگر ثیبہ ہو تو قیمت کا بیسواں حصہ ادا کرے گا" [۱۱۹]

د) مہر واجب ہونا جب حد کسی شبہ کی بناء پر ساقط ہو جائے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶، جز۔ الف)

زانی عورت کا نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ ب)

زانی پر اس عورت کا حرام ہونا جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے اور اس کے اصل اور فرع (ماں، بیٹی وغیرہ) کا زانی پر حرام نہ ہونا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱، جز۔ د)

دخول سے پہلے زنا کی وجہ سے نکاح کا فسخ ہو جانا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، جز۔ ی)

زانیہ کا استبراء رحم (دیکھئے لفظ استبراء، فقرہ ۲) اور (لفظ عدۃ، فقرہ ۷)
زنا سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا اس کی ماں کی طرف سے ثابت ہو جانا (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۳)
زنا سے پیدا ہونے والے بچے کا عاقلہ (دیکھئے لفظ عاقلہ، فقرہ ۱۰، جز۔ الف)
ولد الزنا کو آزاد کرنے کی کراہت (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جز۔ ج کا مسئلہ ۲)

۶۔ عورت کا عورت کے ساتھ فعل بد (دیکھئے لفظ سحاق)

۷۔ مرد کا مرد کے ساتھ فعل بد (دیکھئے لفظ لواطہ)

## زندقہ : بے دینی

اسلام کے اظہار اور کفر کو پوشیدہ رکھنے کو زندقہ کہتے ہیں۔
زندیق (بے دینی) کی سزا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۴)

## زوائد : اصل سے زائد چیزیں

ایسی چیز جس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے اس کے زوائد کا حکم (دیکھئے لفظ استحقاق، فقرہ ۲)

## زوج : شوہر

دیکھئے ابحاث نکاح، طلاق، نفقہ، ایلاء، ظہار، خلع، عدت، نسب اور قذف۔
شوہر کا اپنی بیوی کی میت کو غسل دینا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۴)
میراث میں شوہر کے احوال (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ھ کا مسئلہ ۴)
شوہر کا اپنی بیوی کے حق میں گواہی دینا (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ د، مسئلہ ۴)

## زوجہ : بیوی

دیکھئے ابحاث نکاح، طلاق، ایلاء، ظہار، خلع، عدت، نسب اور قذف
میراث میں زوجہ کے احوال (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ھ کا مسئلہ ۵)
بیوی کا نان ونفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۲) اور امانت کو اس کے پاس محفوظ کرنا (دیکھئے لفظ ودیعہ، فقرہ ۲)

## زور : جھوٹ

جھوٹی گواہی دینے والے کی سزا (دیکھئے لفظ تزویر)

جھوٹی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۳)

## زیارۃ : زیارت کرنا

۱۔ قبروں کی زیارت :

حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں کی زیارت کو جاتے تھے۔ جب آپ مقبرہ میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے : "اس قبرستان میں بسنے والے اہل اسلام اور اہل ایمان، السلام علیکم، آپ ہم سے آگے گئے ہیں اور ہم آپ کے پیچھے آرہے ہیں، ہم آپ سے ملنے والے ہیں، بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" [۱۲۰] (دیکھئے لفظ قبر، فقرہ ۲)

۲۔ زیارت کعبہ : (دیکھئے لفظ عمرۃ اور لفظ حج)

## زینہ : زیب و زینت

دیکھئے لفظ خضاب اور لفظ خاتم

عید کے لئے زیب و زینت کرنا (دیکھئے لفظ عید، فقرہ ۲)

شوہر کی وفات کی وجہ سے عدت گزارنے والی بیوہ کی زیب و زینت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۵ جز۔ الف)

مسجد کی تزئین و آرائش (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۳، جز۔ ج)

# حرف الزای

## - ز -

۱۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۳، المحلی جلد ششم ص ۱۵۸، کنزالعمال ۱۶۸۴۰

۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۱

۳۔ المغنی جلد دوم ص ۶۲۲، المجموع جلد پنجم ص ۲۹۹

۴۔ الاموال ص ۴۵۰، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۰۷ اور جلد ششم ص ۲۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۴، الام جلد ہفتم ص ۱۷۰

۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۶۷، المحلی جلد پنجم ص ۲۰۸، الاموال ص ۴۵۱

۶۔ بدائع والصنائع جلد دوم ص ۱۹

۷۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۰۰

۸۔ الاموال لابی عبید ص ۳۸۰، المحلی جلد ششم ص ۴۵، المغنی جلد دوم ص ۵۹۲، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۸۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۲ ب

۹۔ آثار ابی یوسف رقم ۴۲۸، کنزالعمال رقم ۱۶۹۱۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۷۴

۱۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۵، المحلی جلد ششم ص ۸۵، المجموع جلد پنجم ص ۳۲۴

۱۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۸۸، المحلی جلد ششم ص ۳۹

۱۲۔ المغنی جلد دوم ص ۶۲۶

۱۳۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۷۵، المحلی جلد پنجم ص ۲۷۶، کنزالعمال ۱۶۹۱۱، الاموال ص ۴۱۱، المغنی جلد دوم ص ۶۲۶، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۹۸

۱۴۔ المغنی جلد دوم ص ۵۷۷

۱۵۔ اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۲۳

۱۶۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۰۰، المحلی جلد ششم ص ۱۰۳

۱۷۔ کتاب الاموال ص ۴۳۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۵ ب، مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۰۱، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۵۰، کنزالعمال رقم ۱۶۹۱۰، آثار ابی یوسف رقم ۴۳۳، المحلی جلد ششم ص ۱۰۳، المغنی جلد سوم ص ۴۶، مسند زید بشرح الروض النضیر جلد دوم ص ۶۰۰

۱۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۱ ب، کنزالعمال ۱۶۹۱۲، الاموال ص ۴۰۸ اور ۴۲۰، المحلی جلد ششم ص ۶۹، المغنی جلد سوم ص ۵، مسند زید جلد دوم ص ۵۸۹، المجموع جلد ششم ص ۱۷

۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۱ ب

۲۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۱ ب، المحلی جلد ششم ص ۵۹ اور ۸۳

۲۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۸۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۱ ب، المحلی جلد ششم ص ۵۹ اور ۶۱، الاموال ص

۴۰۸ اور ۴۲۰ کنزالعمال ۱۶۹۱۲ اور ۱۶۹۲۷، المجموع جلد ششم ص ۱۷، مسند زید جلد دوم ص ۵۸۹

۲۲۔ المجموع جلد پنجم ص ۳۳۵، المغنی جلد دوم ۱۰۲

۲۳۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۸۸

۲۴۔ کنزالعمال ۱۶۹۲۹

۲۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۸۶

۲۶۔ الموطا جلد اول ص ۲۶۴

۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۲، کنزالعمال ۱۶۹۲۷

۲۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷، المحلی جلد ششم ص ۱۵، ۲۱، مسند زید جلد دوم ص ۵۶۹

۲۹۔ الاموال ص ۳۶۳، المجموع جلد پنجم ص ۳۶۳، الام جلد ہفتم ص ۱۷۰

۳۰۔ المجموع جلد پنجم ص ۳۴۶

۳۱۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۰

۳۲۔ الاموال ۳۶۳

۳۳۔ دیکھیے موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، لفظ زکاۃ، فقرہ ۴ جز د کا مسئلہ ۴، جز الف

۳۴۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷، المحلی جلد ششم ص ۱۵، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۶۹، الاموال ص ۳۶۳، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۹۳

۳۵۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۹۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۲، نیل الاوطار جلد چہارم ص ۱۳۶، کنزالعمال ۱۶۹۲۶، الاموال ص ۳۶۳

۳۶۔ المحلی جلد ششم ص ۱۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷، الاموال ص ۳۶۳، مسند زید جلد دوم ص ۵۶۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۲

۳۷۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۹، الاموال ص ۳۶۶، المحلی جلد ششم ص ۱۵، ۲۳ اور ۳۹، المجموع جلد پنجم ص ۳۷۴، مسند زید جلد دوم ص ۵۷۵

۳۸۔ المحلی جلد ششم ص ۵

۳۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۲ ب، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷، المحلی جلد ششم ص ۱۵

۴۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۵۸۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۳

۴۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۳، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷، مسند زید جلد چہارم ص ۵۷۸ اور ۵۸۲

۴۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہام ص ۶، المحلی جلد پنجم ص ۲۲۸، المجموع جلد پنجم ص ۳۰۷

۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۳ ب

۴۴۔ المحلی جلد پنجم ص ۲۲۲
۴۵۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۲۴
۴۶۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۳۰، خراج یحییٰ ص ۱۵۶، خراج ابی یوسف ص ۶۵، مسند زید جلد دوم ص ۶۲۹، مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۲۰
۴۷۔ الاموال ص ۵۰۱، کنزالعمال ۱۶۹۰۸، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۲۰، المغنی جلد دوم ص ۶۹۴
۴۸۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۲۴
۴۹۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۳۳، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۳۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۴، خراج یحییٰ ص ۱۱۷، الاموال ص ۴۷۷، کنزالعمال ۱۶۹۰۹
۵۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۲۴
۵۱۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۳۳، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۳۱، الاموال ص ۴۷۷ خراج یحییٰ ص ۱۱۷، کنزالعمال ۱۶۹۰۹ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۴
۵۲۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۱۶
۵۳۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۵۷، المغنی جلد دوم ص ۲۱
۵۴۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۵۶، الاموال ۳۴۲۔ یہی روایت ابن ابی شیبہ نے بھی درج کی ہے۔ جلد اول ص ۱۴۱، لیکن بدلے ہوئے الفاظ کے ساتھ۔
۵۵۔ الاموال ص ۳۴۱، المغنی جلد سوم ص ۲۹، المحلی جلد ششم ص ۱۱۰، کنزالعمال رقم ۱۶۹۱۸
۵۶۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۲۸
۵۷۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۳۶
۵۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۱۶
۵۹۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۸۸
۶۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۳، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۷، المحلی جلد پنجم ص ۲۷۲، مسند زید جلد دوم ص ۵۸۵، کنزالعمال ۱۶۹۲۷
۶۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۵، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۱۸، کنزالعمال ۱۶۹۱۹، الاموال ص ۵۷۱
۶۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۱۸
۶۳۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۸
۶۴۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۵۷، المغنی جلد دوم ص ۲۱



۶۵۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۸
۶۔ المغنی جلد ششم ص ۴۲۷
۶۷۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۰۱، المحلی جلد ششم ص ۱۵۴، المغنی جلد دوم ص ۲۶۱

۶۸۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۲۲
۶۹۔ المجموع جلد ششم ص ۲۱۱
۷۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۹ب
۷۱۔ المجموع جلد ششم ص ۱۰۶ اور ۱۳۵
۷۲۔ کنزالعمال ۲۴۵۵۲
۷۳۔ المجموع جلد ششم ص ۱۳۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۶ب
۷۴۔ المجموع جلد ششم ص ۱۰۶
۷۵۔ مسند زید جلد دوم ص ۶۳۸
۷۶۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۶۱، عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۱۵، کنزالعمال ۲۴۵۵۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۶ب
۷۷۔ کنزالعمال ۲۴۵۵۳
۷۸۔ المغنی جلد سوم ص ۵۷، المجموع جلد ششم ص ۱۳۸
۷۹۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۶۶
۸۰۔ المجموع جلد ششم ص ۱۳۷
۸۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۶ب
۸۲۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۱۸۴
۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۹ب
۸۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۶، الاعتبار ص ۲۰۴
۸۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۴ اور ۳۴۶، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰، کنزالعمال ۱۳۵۳۱
۸۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۷، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۹ب، کنزالعمال ۱۳۶۰۰
۸۷۔ خراج ابی یوسف ص ۲۱۱
۸۸۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۵۴
۸۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۹۹، المحلی جلد گیارہ ص ۲۴۶، کنزالعمال ۱۳۵۳۳
۹۰۔ المغنی جلد ششم ص ۶۴۶
۹۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۷۱
۹۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۵ب، المحلی جلد گیارہ ص ۲۴۲
۹۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۱۳ب، مسند زید جلد چہارم ص ۳۰۴ (مختصراً)
۹۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۹ب
۹۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷

۹۶۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۵۸، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۲۹
۹۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۶۲ اور جلد ہفتم ص ۳۴۲، جلد ہشتم ص ۳۹۵ اور جلد دہم ص ۳۲۱
۹۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷
۹۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۵ اور ص ۴۰۱، المحلی جلد گیارہ ص ۲۵۹، کنزالعمال ۱۳۶۰۲
۱۰۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۵۰، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۴، المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱ اور جلد نہم ص ۵۲۸، کنز العمال رقم ۱۳۵۹۸
۱۰۱۔ المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱
۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱، الاؤسط جلد اول ص ۴۶
۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۳ب
۱۰۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۸
۱۰۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۶، کنزالعمال ۱۳۴۹۱، ۱۳۴۸۶، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۳ب، مسند زید جلد چہارم ص ۴۷۶ اور ۴۸۵، المحلی جلد دہم ص ۵۱۱ اور جلد گیارہ ص ۲۳۴، المغنی جلد ہشتم ص ۱۵۸ اور ۱۶۰
۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴
۱۰۷۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۶۴
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۲۶، کنزالعمال ۱۳۴۹۱، مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۶، المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱، ۱۵۹
۱۰۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰۵، المحلی جلد گیارہ ص ۱۸۴، ۲۳۲، کنزالعمال ۱۳۴۸۸، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۸۰، المغنی جلد ہشتم ص ۱۶۷
۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴
۱۱۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۱۵، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، کنزالعمال ۱۳۴۹۷
۱۱۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۱۲، کنزالعمال ۱۳۴۹۰، المحلی جلد گیارہ ص ۱۸۴، اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۲۱۸
۱۱۳۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰۵، کنزالعمال رقم ۱۳۴۸۷
۱۱۴۔ کنزالعمال ۱۳۴۹۰، المحلی جلد گیارہ ص ۱۸۴
۱۱۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۳، المغنی جلد ہشتم ص ۱۷۴
۱۱۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۵ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۱۲، کنزالعمال ۱۳۴۸۹
۱۱۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۹
۱۱۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰۸
۱۱۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۱۰
۱۲۰۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۳۱۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۱

# حرف السین

## س

**سور : جھوٹا**

سور اس تھوڑے سے پانی کو کہتے ہیں جو کسی انسان یا حیوان کے پینے کے بعد بچ جائے (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۵)

بلی کا جھوٹا (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

**سب : گالی دینا**

اللہ تعالیٰ یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق سب وشتم کرنا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۲)

**سبی : گرفتار کرنا، گرفتار شدہ قیدی**

دیکھئے لفظ اسرا اور لفظ بغی، فقرہ ۴، جز۔ ب

**ستر: پردہ ڈالنا، ستر پوشی کرنا**

ستر عورت (دیکھئے لفظ حجاب) اور (لفظ عورۃ)

اگر میت عورت ہو تو دفن کے دوران اس کی قبر پر پردہ کرنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ب)

حد واجب کر دینے والے جرم کی پردہ پوشی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۴، جز۔ ج)

**سترہ : سترہ، یعنی نمازی کا اپنے آگے کوئی آڑ کھڑی کر دینا**

نمازی کا سترہ کھڑا کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ الف)

**سجن : قید خانہ**

دیکھئے لفظ حبس

## سجود : سجدہ

۱۔ سجدہ اللہ کے لئے ہے :
کسی کے لئے کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ سجدہ ذات باری تعالیٰ کے لئے خاص ہے جب قیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سجدہ کرنے کے لئے جھکا تو آپ نے روکتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو" [۱]

۲۔ نماز میں سجدہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز۔ ط)

۳۔ سجدہ سہو :
الف) جب نمازی کو نماز کی رکعتوں میں شک ہو جائے اور اسے پتہ نہ چلے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو ایسی صورت میں اسے جتنی رکعتوں کا یقین ہو گا ان پر ہی نماز کے عمل کو آگے بڑھائے گا، یعنی وہ کم سے کم رکعتوں کی ادائیگی کا یقین کر لینے کے بعد بقیہ رکعتیں ادا کر کے نماز پوری کر لے گا اور پھر سجدہ سہو کرے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب تمہیں معلوم نہ ہو کہ تم نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، تو درست رکعتوں (یعنی کم سے کم رکعتوں جو کہ زیر بحث صورت میں تین ہیں) پر یقین کر کے کھڑے ہو جاؤ اور چوتھی رکعت بھی پڑھ لو، پھر سجدہ سہو کر لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ رکعت پڑھ لینے پر عذاب نہیں دیتا" [۲] اسی طرح اگر اسے زیادہ رکعتیں پڑھ لینے کے بارے میں شک ہو کہ آیا چار پڑھ لیں یا پانچ تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے گا اور سجدہ سہو کرے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر نمازی کو تعداد رکعات کی کمی یا زیادتی کے متعلق شک ہو تو ایک رکعت پڑھ لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نماز میں زیادہ رکعتیں پڑھ لینے پر عذاب نہیں دیتا، اگر اس ایک رکعت سے اس کی نماز کی رکعتیں پوری ہو رہی ہوں تو یہ اسی کا فائدہ ہے اور اگر یہ رکعت زائد ہو گئی ہے تو پھر یہی ایک اس کی ہو گی" [۳]

ب) جب کسی رکعت میں قراءت کرنا بھول جائے جس میں قراءت کرنا واجب ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس رکعت کا اعادہ کرے جس میں اس نے قراءت نہیں کی تھی، [۴] اور پھر سجدہ سہو کرے، اس بنا پر ہمارے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ رکن کو اس کی جگہ سے موخر کرنے پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

ج) سنن کی ادائیگی نہ کرنے پر سجدہ سہو: اس صورت میں سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب تو سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کا ارادہ کرے لیکن اس کی بجائے اللہ اکبر کہہ دے تو تجھ پر صرف استغفار ہے" [۵] اگر اس پر سجدہ سہو لازم ہوتا تو حضرت علیؓ اس کا ضرور ذکر کرتے۔

د) سجدۂ سہو کی کیفیت: اس کی کیفیت یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اور کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے نماز کے سجدے کی مانند دو سجدے کرے گا چاہے یہ سجدہ سہو کمی کی بنا پر ہو رہا ہو۔ یا زیادتی کی وجہ سے، حضرت علیؓ نے فرمایا: "سہو کے دو سجدے سلام سے پہلے (یعنی دونوں طرف سلام پھیرنے سے پہلے) اور گفتگو سے قبل ہیں اور یہ زیادتی یا کمی کی کفایت کرتے ہیں"۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول نقل کیا ہے۔ [۶]

۴۔ سجدہ شکر:

خدا کی طرف سے تجدید نعمت یا دفع مضرت کے موقع پر سجدہ شکر مشروع ہے [۷] حضرت علی رضی اللہ عنہ سجدہ شکر بجالائے تھے جب آپ کو جنگ نہروان میں ذوالثدیہ نامی شخص مقتولین میں مل گیا تھا، کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ یہ شخص خارجیوں کے ساتھ مل کر ایک باطل گروہ کا ساتھ دے رہا ہے۔ جبکہ آپ کا گروہ حق پر تھا [۸] ابو موسیٰ ہمدانی یعنی مالک بن حارث اس واقعہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "جنگ نہروان کے روز میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھا، آپ نے ذوالثدیہ کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا، جب لاش نہیں ملی تو حضرت علیؓ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے اور زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے کہ نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہی مجھے جھٹلایا گیا ہے، آپ نے دوبارہ اسے تلاش کرنے کا حکم دیا، اس دفعہ اس کی لاش دوسرے مقتولین کے ساتھ پانی کی ایک چھوٹی نالی یا بڑے نالے میں ملی، حضرت علیؓ کے پاس جب لاش پہنچی تو آپ سجدے میں گر پڑے [۹]

۵۔ سجدۂ تلاوت:

الف) قرآن میں مقامات سجود (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۴)

ب) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے میں سجدہ تلاوت سنت صلوٰۃ کی طرح ایک سنت ہے [۱۰] اور دوران سفر سواری پر بھی اس کی ادائیگی اشارے کے ذریعے درست ہے جس طرف اس کا چہرہ ہو [۱۱] ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر

اشارے کے ذریعے سجدہ تلاوت ادا کرتے تھے۔ [۱۲]

## سحاق : باہم رگڑنا

۱۔ تعریف :

عورت کا عورت کے ساتھ فعل بد کرنا سحاق کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو عورتیں آئی اور آپ سے پوچھنے لگیں کہ آیا قرآن مجید میں عورت کا عورت کے ساتھ فعل بد کی حرمت موجود ہے؟ آپ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "ہاں" یہ عورتیں عہد تبع میں تھیں اور یہ رس کی رہنے والی تھیں [۱۳] (تبع جنوبی عرب کی سلطنت یمن کے بادشاہوں کے ایک خاندان کا لقب تھا جس طرح مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا، اور رس محققین کے قول کے مطابق یمامہ کے علاقے کا ایک شہر تھا جہاں قوم ثمود کی کوئی شاخ آباد تھی۔ مترجم)

## سحر: جادو

۱۔ تعریف :

جنوں کی اس غرض سے تسخیر یعنی قابو میں لانا کہ ان کے ذریعے کسی مخلوق کو نقصان پہنچایا جا سکے، سحر کہلاتا ہے۔

۲۔ حکم سحر:

درج بالا معنی میں سحر جائز نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے کفر سمجھتے تھے [۱۴] اور ایسے شخص کو قتل کی سزا دیتے تھے۔ آپ فرماتے: "جادوگر کی حد یعنی سزا قتل ہے" [۱۵] لیکن حضرت علیؓ نے علاج معالجہ یعنی جادو کے توڑ کے لئے جادو استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔ ایک عورت آپ کے پاس آکر پوچھنے لگی: "امیرالمومنین! کیا آپ ایسی عورت دیکھنا چاہتے ہیں جو نہ بیوہ ہے اور نہ ہی شوہر والی"۔ حضرت علیؓ فوراً اس کا مطلب سمجھ گئے یعنی اس کے شوہر میں قوت مردی کی کمی ہے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اسکا شوہر کون ہے؟ کہا گیا کہ فلاں جو اپنی قوم کا سردار بھی ہے۔ اتنے میں ایک بوڑھا نمودار ہوا جو خمیدہ کمر ہونے کی وجہ سے گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا،

حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ تم اس کے شوہر ہو. اس نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ ہماری حالت آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ آیا یہ کمزوری کسی طریقے سے دور ہو سکتی ہے اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے پھر پوچھا "جادو کے ذریعے بھی نہیں؟" اس نے پھر نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "تو بھی ہلاک ہوا اور تو نے دوسروں کو بھی ہلاک کیا"۔ عورت پوچھنے لگی کہ اللہ آپ کا بھلا کرے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟" اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کرو، میں تم دونوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کے لئے نہیں کہتا" [۱۶] آپ نے پہلی صورت کو اس لئے حرام قرار دیا تھا کہ اس کا مقصد دوسروں کو نقصان پہنچانا تھا، اور دوسری صورت کو حلال قرار دیا کیونکہ اس سے علاج و معالجہ اور جادو کے توڑ کا کام لیا جاتا تھا۔ ہمیں اس علم سحر کے ماہرین نے بتایا ہے کہ پہلی صورت کے لئے کافر جنات سے رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے اور ان سے رابطہ کافرانہ طریقوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ ان ماہرین نے ہمیں (صاحب کتاب کو) کچھ طریقے بتائے بھی ہیں۔ جبکہ دوسری صورت کے لئے مومن جنات سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے اور رابطہ قائم کرنے کے طریقوں میں کوئی کافرانہ بات شامل نہیں کیونکہ اس میں یا تو بعض قرآنی آیات کو خاص تعداد تک دہرایا جاتا ہے یا بعض دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اور اس طریقے میں کفر کی کوئی بات نہیں۔ ہم نے یہ دعائیں سنی ہیں اور ہمیں ان میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جو مخالف شریعت ہو۔

## سحور: سحری کھانا

سحری کے وقت کھانے کو سحور کہتے ہیں۔

روزے دار کا سحری کھانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۵)

## سدل: لٹکا دینا

نماز میں سدل ثوب (کپڑا لٹکا لینے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ل)

## سرایہ: سرایت کر جانا

### ۱۔ تعریف:

سرایت سے مراد سزا کے اثرات کا مقررہ مقام سے آگے تک تجاوز کر جانا۔

### ۲۔ سرایت کا حکم:

حدود کی سرایت کا حکم (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ز) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ن)

قصاص کی سرایت کا حکم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ن)

تعزیر کی سرایت کا حکم (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶)

## سرجین : گوبر

حیوانات کے فضلے اور گوبر کو سرجین کہتے ہیں۔

سرجین کا زراعت میں بطور کھاد استعمال کرنا (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ب مسئلہ ۱)

## سرقہ : چوری

### ۱۔ تعریف :

کسی مکلّف کا خفیہ طور پر محفوظ جگہ سے نصاب کے برابر ایسا مال لے لینا جس پر اس کا کوئی حق نہ ہو، سرقہ کہلاتا ہے۔

### ۲۔ سارق یعنی چور :

چور پر چوری کی حد اسی وقت جاری ہوگی جب وہ عاقل، بالغ، صاحب اختیار اور چوری کی حرمت سے باخبر ہو۔ نیز چرائے ہوئے مال میں اس کی کوئی ملکیت یا شبہ ملکیت نہ ہو (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳) اور (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

یہ بھی شرط ہے کہ اس نے اپنی ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو کر چوری نہ کی ہو۔ اگر صورت حال ایسی ہو تو اس پر حد سرقہ جاری نہیں ہوگی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "قحط کے سال میں کوئی قطع ید نہیں" [۱۷] چور پر حد جاری کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ خود اس شخص کی ملکیت میں نہ ہو جس کا اس نے مال چرایا ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ کو آ کر بتایا کہ اس کے غلام نے اس کی چوری کی ہے، آپ نے فرمایا: "تیرے مال کے ایک حصے نے دوسرے حصے کی چوری کر لی" [۱۸] اور فرمایا: "اگر میرا غلام میرا مال چرا لیتا ہے تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا" [۱۹]

ایک شرط یہ بھی ہے کہ چور نے خفیہ طور پر چوری کی ہو اس لئے اچکے اور خائن (خیانت کرنے والا)

کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے (دیکھئے لفظ اختلاس) اور (دیکھئے لفظ جنایہ)

۳۔ المسروق یعنی چرایا ہوا مال:

الف) چرائے ہوئے مال کے لئے شرطیں: اگر ہم چوری کی تعریف پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ اس میں شرطوں کی تحدید کر دی گئی ہے جن کی موجودگی میں قطع ید کی سزا نافذ ہو گی۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

۱) مال مسروق کی قیمت نصاب حد کو پہنچنے والی ہو۔ اس لئے معمولی چیزوں کو اٹھانے پر جنہیں عام طور پر لوگ نظر انداز کر دیتے ہیں، ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے لوہے کا خود چرانے پر جس کی قیمت اس وقت ربع دینار تھی، چور کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کر دی کہ آپ نے لوہے کا خود چرانے پر جس کی قیمت ربع دینار تھی چور کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ [۲۰] حالانکہ یہ حضرت علیؓ کے فعل کی حکایت ہے لیکن آپ سے قولی روایت یہ ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم پر قطع ید نہیں ہے۔ [۲۱] اور قولی روایت پر عمل فعلی روایت پر عمل سے اولیٰ ہوتا ہے۔

۲) مال مسروق میں چور کا کوئی حق نہ ہو: اگر اس میں اس کا کسی قسم کا حق ہو گا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مثلاً کسی نے بیت المال سے کوئی چیز چرالی ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے: "اگر کسی نے مسلمانوں کے بیت المال سے کوئی چیز چرالی ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا کیونکہ اس چیز میں اس کا بھی حصہ ہے" [۲۲] حضرت علیؓ کھلی جگہ میں مال غنیمت میں آئے ہوئے ہتھیار لوگوں میں تقسیم کر رہے تھے، ایک شخص نے لوہے کی خود اٹھالی اور اس پر کپڑا ڈال کر کھسکنے لگا۔ ایک شخص نے اسے دیکھ لیا اور پکڑ کر حضرت علیؓ کے پاس لے آیا۔ لیکن آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا اور فرمایا کہ اس شخص کا بھی تو اس مال میں حصہ ہے۔ [۲۳] آپ نے ان غلاموں کے ہاتھ کاٹ دیئے تھے جنہوں نے دارالامارہ (امیرالمومنین کی قیام گاہ یا دفتر) میں چوری کی تھی، [۲۴] اس کی تاویل یہ ہے کہ غلاموں کا بیت المال میں کوئی حق نہیں ہوتا اس لئے آپ نے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے تھے۔

۳) چوری محفوظ مقام سے کی گئی ہو: اگر مسروقہ مال محفوظ مقام میں نہیں ہو گا تو اسے چرانے پر قطع ید نہیں اس بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پرندوں کی چوری پر قطع ید نہیں کرتے تھے [۲۵] اسی طرح درختوں پر لگے ہوئے پھلوں اور کچی کھجوروں کی چوری پر جب تک

انہیں توڑ کر محفوظ نہ کر لیا جائے، ہاتھ نہیں کاٹتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: "پھلوں اور کچی کھجوروں کی چوری پر قطع ید نہیں، اسی طرح شکار اور پرندوں کی چوری پر کوئی قطع ید نہیں" [۲۶]

اگر اس نے محفوظ جگہ سے چوری کی تو جب تک مال مسروقہ کو اس جگہ سے نکال کر باہر نہیں لے جائے گا اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا۔ ایک شخص آپ کے پاس لایا گیا جس نے کسی گھر میں نقب لگا کر مال نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن اس دوران پکڑا گیا تھا، آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا[۲۷] آپ کا قول ہے: "چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک وہ مسروقہ مال گھر سے باہر نکال کر نہ لے جائے" [۲۸]

ب) آزاد کی چوری: اس میں اختلاف نہیں کہ جب کوئی شخص چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا جیسا کہ سرقہ کی تعریف سے ظاہر ہے۔ لیکن اگر وہ کوئی ایسی چیز چرا لے جو مال سے بھی زیادہ قیمتی ہو تو اس کا کیا حکم ہے، مثلاً وہ کسی آزاد بچے کو چرا لے، یہ تو صحیح ہے کہ بچہ مال نہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ مال سے بھی زیادہ قیمتی ہے؟ اسی لئے حضرت علیؓ کو ایسے چور کے قطع ید میں کوئی تردد نہیں ہوا، آپ نے اس شخص کا ہاتھ کاٹ دیا تھا جس نے ایک آزاد کو فروخت کر دیا تھا اور فرمایا تھا: "آزاد انسان غلام نہیں بن سکتا" [۲۹]

ج) مسروقہ مال کی برآمدگی: جس شخص کا مال چوری ہو گیا ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ اسے جہاں بھی پائے، یہ ثبوت مہیا کر کے کہ یہ اس کا مال ہے، اس پر قبضہ کر لے، ایسی صورت میں جس کے ہاتھ میں وہ مال مسروقہ ہو گا وہ اس شخص کا پیچھا کرے جس سے اس نے یہ مال خریدا تھا، اور اس سے ادا کی ہوئی قیمت کا مطالبہ کرے، آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا کپڑا چوری ہو گیا تھا اور وہ کپڑا ایک دوسرے شخص کے پاس ملا تھا اور اس نے اس کپڑے پر اپنی ملکیت کا ثبوت بھی مہیا کر دیا تھا، آپ نے اس شخص سے جس کے پاس یہ کپڑا تھا فرمایا: "کپڑا اس کے مالک کو دے دو اور تم اس شخص کا پیچھا کرو جس سے تم نے یہ کپڑا خریدا تھا" [۳۰]

۴۔ چوری کا ثبوت دینا:

چوری چور کے اعتراف سے ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ اقرار، فقرہ ۳) اسی طرح یہ گواہی سے بھی ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ شہادۃ) اگر گواہ حد جاری کرنے کے موقعہ سے غائب ہوتے تو

حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے رجوع عن الشہادۃ شمار کرتے تھے۔ اس لئے آپ چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹتے تھے جب تک گواہ حاضر نہ ہوتے، پھر گواہوں کو اس چور کے پاس کھڑا کر دیتے، پھر انتظار کرتے، پھر گواہ اگر گواہی دیتے تو ہاتھ کاٹ دیتے اور اگر باز رہتے تو چور کو چھوڑ دیتے۔ ایک دفعہ ایک چور آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ جب صبح ہوئی اور اسے اور اس کے خلاف گواہی دینے والوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ ایک گواہ موقعہ سے غائب ہے، آپ نے چور کو جانے دیا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا[۳۱] آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کے خلاف دو شخصوں نے گواہی دی تھی کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے جھوٹے گواہوں کو دھمکاتے ہوئے فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی جھوٹی گواہی دینے کے لئے آیا تو میں اس سے بہت برا سلوک کروں گا، اس کے بعد آپ نے دونوں گواہوں کو طلب کیا، لیکن وہ ملے نہیں، آپ نے اس شخص کو جانے دیا۔ [۳۲]

اگر حد جاری ہونے کے بعد گواہ گواہی سے رجوع کر لیں یا یوں کہیں کہ گواہی میں ہم سے غلطی ہو گئی ہے تو وہ اس ہاتھ کی دیت ادا کریں گے جو ان کی گواہی کی وجہ سے کاٹ دیا گیا تھا۔ دو شخص حضرت علیؓ کے پاس آئے اور ایک شخص کے خلاف چوری کی گواہی دی، چنانچہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر یہ دونوں آدمی ایک دوسرے شخص کو پکڑ کر لے آئے اور کہا کہ اصل میں چوری اس نے کی ہے، پہلے کے بارے میں ہم سے غلطی ہو گئی، آپ نے اس دوسرے کے خلاف ان دونوں کی گواہی تسلیم نہیں کی اور پہلے شخص کے ہاتھ کی دیت بھی ان سے رکھوالی اور فرمایا کہ "اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم دونوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا" [۳۳]

۷۔ سرقہ کی سزا:

الف) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَـٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ

(سورۃ المائدہ ۔ ۳۸)

(چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے سزا ہے)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ چور جب چوری کرے گا تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اگر دوبارہ چوری کرے گا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا۔ اگر تیسری بار چوری

کرے گا تو اسے قید خانہ کے سپرد کر دیا جائے گا اور تیسری دفعہ قطع نہیں ہو گا۔ آپ فرمایا کرتے۔ "اگر چور بار بار چوری کرے تو اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹ دیا جائے گا اگر پھر بھی باز نہ رہے تو اسے قید خانہ کے حوالے کر دیا جائے گا" [۳۴] ایک چور آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، دوبارہ لایا گیا تو ٹانگ کاٹ دی، سہ بارہ لایا گیا تو فرمانے لگے۔ "مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں، پھر یہ کھائے گا کیسے ؟ یا میں اس کا پاؤں کاٹ دوں، پھر یہ چلے گا کیسے ؟" آپ نے اس کی پٹائی کی اور اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ [۳۵]

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تیسری مرتبہ چوری کرنے پر دوسرا ہاتھ کاٹ دینے کے مسئلے میں مراجعت کی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیسری مرتبہ چوری پر دوسرا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے قول کو چھوڑ کر حضرت علیؓ کا قول اختیار کر لیا تھا۔ اس کے پس منظر میں ایک مشہور واقعہ پیش آیا ہے، کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا نام سدوم تھا، اس نے چوری کی تھی، حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا، اس نے دوبارہ یہی حرکت کی، آپ نے اس کا پاؤں کاٹ دیا، اس نے تیسری مرتبہ پھر یہی حرکت کی تو حضرت عمرؓ نے اس کا دوسرا ہاتھ کاٹنا چاہا تو حضرت علیؓ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا کہ اب اس کے پاس ایک ہاتھ اور ایک پاؤں رہ گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ (المائدہ - ۳۳)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ سے اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں تہ تیغ کیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے قطع کر دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔

اب آپ کے لئے مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا یہ حال کر دیں کہ نہ اس کا پاؤں ہو جس سے وہ چل سکے اور نہ ہاتھ جس سے وہ کھا سکے۔ آپ یا تو اسے تعزیری سزا دیں یا اسے قید میں ڈال دیں" حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی رائے تسلیم کرتے ہوئے اسے قید میں ڈال دیا [۳۶] جب خلافت حضرت علیؓ کو ملی تو آپ تیسری مرتبہ چوری کرنے پر چور کو کوڑے

لگاتے یا قید میں ڈال دیتے[۳۷] آپ فرماتے۔ "مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں قطع کرنے کے بعد پھر اس کا ہاتھ یا پاؤں قطع کر دوں، اس کے لئے ایک ہاتھ رہنے دوں گا تاکہ وہ ضرورت کے وقت اس سے کام لے اور ایک پاؤں چھوڑ دوں گا تاکہ وہ چل سکے اور اسے قید خانے میں ڈال دوں گا" [۳۸]

ب) ہاتھ یا پاؤں کہاں سے کاٹا جائے: ہاتھ یا پاؤں کس جگہ سے کاٹا جائے اس بارے میں حضرت علیؓ سے روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر قطع ید ہو تو آزاد انسان کی انگلیاں اور غلام کے پورے کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر پاؤں کاٹنا ہو تو نصف قدم تلوے کے گہرے حصے تک جو زمین سے نہیں لگتا ہے، کاٹ دیا جائے گا۔ اور ایڑی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں کا نصف قدم کاٹ دیتے تھے[۳۹] آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ پاؤں تلوے کے گہرے حصے تک کاٹ دیتے تھے[۴۰] ابن حزم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جب چور غلام ہو تو صرف اس کی انگلیوں کے پورے کاٹ دئے جائیں گے۔ [۴۱]

دوسری روایت میں ہے کہ ہاتھ پہنچے سے اور پاؤں ٹخنے سے کاٹ دئے جائیں گے[۴۲]
سمرہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے حیرہ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ پہنچے سے کٹا ہوا تھا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ میرا یہ ہاتھ ایک مرد صالح یعنی علی (رضی اللہ عنہ) نے کاٹا ہے۔ اور یہ ہاتھ کاٹ کر انہوں نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا" [۴۳] مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چوروں کے ہاتھ کاٹ کر داغ دیتے، پھر انہیں قید میں رکھ کر ان کا علاج کراتے، جب وہ ٹھیک ہو جاتے تو ان سے کہتے کہ اپنے ہاتھ اوپر کرو، جب وہ ایسا کرتے تو آپ ان سے پوچھتے کہ تمہارے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں؟ وہ جواب میں کہتے کہ علی (رضی اللہ عنہ) نے، پھر پوچھتے کیوں کاٹے؟ وہ جواب دیتے کہ ہم نے چوری کی تھی. یہ سن کر حضرت علیؓ فرماتے: "اے میرے اللہ، گواہ رہنا، اے میرے اللہ گواہ رہنا" پھر فرماتے: "اب تم سب چلے جاؤ" [۴۴] ابوالمقدام کہتے ہیں: "مجھے ان لوگوں نے بتایا کہ جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا کہ آپ چور کا ہاتھ پہنچے سے کاٹ دیتے تھے" [۴۵]

تیسری روایت یہ ہے جسے ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ اگر غلام چوری کرتا تو اس کی

صرف انگلیاں کاٹ دی جاتیں اور یہ صرف ہاتھ کا آدھا حصہ ہوتا۔ اور اگر آزاد چوری کرتا تو اس کا ہاتھ صرف مفصل یعنی پہنچے سے کاٹ دیا جاتا۔ اور اگر محاربہ ہوتا، یعنی کوئی شخص قتل اور ڈکیتی یا لوٹ مار کا ارتکاب کرتا تو آزاد کا ہاتھ مفصل یعنی پہنچے اور پاؤں جوڑ یعنی ٹخنے سے کاٹ دیا جاتا۔ اور اگر غلام ہوتا تو ہاتھ کے پورے کاٹ دئے جاتے اور پنڈلی سے آدھی ٹانگ کاٹ دی جاتی۔ [۴۶]

ج) ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کے بعد داغ دینا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کا خاص خیال رکھتے جس کا ہاتھ قطع کیا جاتا تاکہ اس کا اثر اس کی جان تک پہنچ نہ جائے۔ آپ کٹے ہوئے ہاتھ کو داغ دیتے تاکہ اس سے خون رسنا بند ہو جائے اور پھر ایسے شخص کو صحت یاب ہونے تک طبی نگرانی میں رکھتے۔ ابھی پچھلے پیرے میں یہ بات گذر چکی ہے کہ جب چور پکڑا جاتا تو اس کا ہاتھ کاٹ کر اسے داغا جاتا، پھر اسے قید میں رکھتے، وہاں اس کی دیکھ بھال اور علاج معالجہ ہوتا، جب وہ صحت یاب ہو جاتا تو اسے قید سے آزاد کر دیتے۔

د) کٹے ہوئے ہاتھ کو گردن سے لٹکانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کسی کا ہاتھ کاٹتے تو کٹے ہوئے ہاتھ کو گردن سے لٹکا دیتے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی ہوتی۔ آپ نے ایک چور کا ہاتھ کاٹ کر کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی گردن سے لٹکا دیا تھا۔ [۴۷]

ھ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے متعلق جس کا دایاں ہاتھ کاٹا جانا تھا لیکن اس نے چالاکی سے اپنا بایاں ہاتھ آگے کر کے اسے کٹوا لیا، یہ فرمایا: "اب اس کا دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" [۴۸]

و) جس شخص سے کسی شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے اسے تعزیری سزا دینا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶، جزء ح)

ز) حد سرقہ جاری کرنے کے موقعہ پر گواہوں کی موجودگی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جزء ی)

## سرۃ: ناف

ناف عورت (جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا واجب ہے) میں داخل ہے (دیکھئے لفظ عورۃ، فقرہ ۳)

## سعی: کوشش، دوڑ

حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۸) اور (لفظ حج، فقرہ ۴ جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ج)

جمعہ کی نماز کے لئے دوڑے ہوئے جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ب)

## سفتجہ : ہنڈی

اس کی تعریف اور جواز کے لئے دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جز۔ ب

## سفر: سفر

۱۔ سفر کی دعا:

علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سواری پر سوار ہوتے دیکھا تھا کہ آپ نے پہلے بسم اللہ کہا، جب سواری پر سیدھے بیٹھ گئے، الحمدللہ کہا، پھر فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے مسخر کیا حالانکہ ہم اسے قابو کرنے والے نہیں تھے، پھر اللہ کی تین دفعہ تعریف کی پھر تین دفعہ اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا، مجھے معاف کر دے، تیرے سوا کوئی میرے گناہ معاف نہیں کر سکتا، یہ کہہ کر آپ ہنس پڑے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہو بہو وہی کرتے اور کہتے دیکھا تھا جو میں نے کیا اور کہا، پھر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے آپ کے ہنسنے کی وجہ پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: "مجھے بندے پر تعجب ہوتا ہے، جب وہ اپنے پروردگار سے خطاب کر کے عرض کرتا ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میرے گناہ معاف کر دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں، یعنی اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا اور کوئی اس کے گناہ بخش نہیں سکتا۔ [۴۹]

۲۔ وہ سفر جس میں بعض احکام شرعی میں رخصت پر عمل ہوتا ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سفر کے لئے جس میں رخصت پر عمل ہوتا ہے درج ذیل شرطیں لگاتے تھے:

الف) یہ کہ سفر خدا کی نافرمانی کا سفر نہ ہو: ابن قدامہ نے المغنی میں سفر کے متعلق حضرت علیؓ کا مسلک نقل کیا ہے کہ "نمازوں میں قصر، دو نمازوں کو اکٹھے ادا کرنا، روزہ نہ رکھنا، تین دنوں تک موزوں پر مسح کرنا اور سواری پر نفل نماز ادا کر لینا وغیرہ یہ تمام رخصتیں سفر

واجب، سفر مستحب اور سفر مباح مثلاً تجارت وغیرہ کے لئے سفر میں ملتی ہیں" [۵۰]

ب ) سفر کی مسافت کوفہ اور نخیلہ کے درمیان فاصلے کے برابر ہو. نخیلہ شام کی سمت کوفہ کے قریب ایک گاؤں ہے. جب حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں سے خطاب کرنا چاہتے تو اس گاؤں میں جاتے۔ ایک دفعہ آپ نخیلہ تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر اسی دن واپس کوفہ آ گئے اور فرمایا کہ "میں تم لوگوں کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی تعلیم دینا چاہتا تھا" [۵۱]

ج ) دس دن کے قیام کی نیت نہ ہو: حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: "جب تم کسی جگہ جا کر دس دن قیام کرو تو نماز پوری ادا کرو اور اگر تم یہ سوچتے رہو کہ آج جاؤں گا. کل جاؤں گا تو ایسی صورت میں دو رکعتیں پڑھو گے. چاہے ایک ماہ تک ٹھہرے رہو" [۵۲]

د ) جس شہر سے سفر شروع کر رہا ہو اس کی آبادی سے باہر نکلتے ہی اور واپسی پر شہر میں داخل ہونے تک: حضرت علیؓ جب کوفہ سے نکل کر بصرہ کی طرف جانے لگے تو آپ کو ایک جھونپڑی نظر آئی آپ نے فرمایا کہ اگر یہ جھونپڑی نہ ہوتی تو ہم نماز قصر کر کے پڑھتے [۵۳] علی بن ربیعہ اسدی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "ہم حضرت علیؓ کے ساتھ کوفہ سے نکلے، ابھی ہمیں کوفہ نظر آ رہا تھا کہ ہم نے دو رکعتیں پڑھیں. پھر واپس ہوئے پھر دو رکعتیں پڑھیں حالانکہ کوفہ نظر آ رہا تھا. ہم نے عرض کیا کہ اب چار رکعتیں نہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں" [۵۴] عبدالرحمٰن بن زید ہمدانی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صفین کی طرف نکلے، تو آپ نے قنطرہ یعنی نہر کوفہ اور جسر کے درمیان قصر نماز پڑھی۔ [۵۵] مقصد یہ ہے کہ آپ نے کوفہ کی آبادی سے باہر نکل کر قصر نماز پڑھنا شروع کر دی۔

۳۔ سفر کی وجہ سے حاصل ہونے والی شرعی رخصتیں:

الف ) موزوں پر مسح کی مدت کی درازی: مقیم تو ایک دن ایک رات موزوں پر مسح کرے گا لیکن مسافر تین دن تین رات مسح کرے گا. حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس کی روایت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے [۵۶] (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۳، جزء ح کا مسئلہ ب)

ب ) مسافر کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو نماز کے لئے اذان دے، چاہے تو نہ دے۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر مسافر تنہا ہو تو اسے فرض نماز کے لئے اذان دینے اور نہ دینے کا اختیار ہوتا ہے لیکن اگر مسافر دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو تو پھر اذان ضروری ہے۔ کیونکہ اذان دراصل نماز کا اعلان ہے (دیکھئے لفظ اذان، فقرہ ۲)
اگرچہ تنہا مسافر کو اذان کی چھوٹ ہے لیکن اسے اقامت کی چھوٹ نہیں ہے (دیکھئے لفظ اقامہ، فقرہ ۱ ، جز۔ ب)

ج) چار رکعتوں والی نمازوں میں قصر کرنا: حضرت علیؓ نے فرمایا: "سفر کی نماز دو رکعت ہوتی ہے" [۵۷] آپ نے یہ فرمایا: "جب تم سفر کرو تمام نمازیں دو دو رکعتیں پڑھو، سوائے مغرب کے کہ وہ تین رکعت ہے" [۵۸] ایک بار حضرت عثمانؓ اپنے دور خلافت میں حج پر گئے اور منی میں بیمار ہو گئے، حضرت علیؓ سے نماز پڑھانے کو کہا گیا، آپ نے فرمایا: "میں یہاں تمہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز یعنی دو رکعتیں پڑھاؤں گا" لوگوں نے کہا کہ ہم تو امیر المومنین عثمان (رضی اللہ عنہ) کی نماز یعنی چار رکعتیں پڑھیں گے، حضرت علیؓ نے انکار کر دیا [۵۹] عاصم بن ضمرہ نے کہا: "ہم ایک سفر میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے آپ نے ہمیں عصر کی نماز دو رکعت پڑھائی" [۶۰] سفر میں نمازوں کا قصر کرنا واجب ہے [۶۱] یہاں تک کہ اگر وہ پوری نماز پڑھے گا تو ایسا کرنا اس کے لئے درست نہ ہو گا۔

د) دو نمازوں کو تقدیم و تاخیر کے ساتھ اکٹھے پڑھ لینا: حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سفر میں جمع بین الصلاتین کی روایت کی ہے اور آپ خود بھی اسی پر عمل پیرا تھے، ابو داؤد، ابن ابی شیبہ اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ سفر میں مغرب کی نماز پڑھتے، پھر رات کا کھانا کھا کر متصل ہی عشاء کی نماز پڑھ لیتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے [۶۲] مزدلفہ میں حضرت علیؓ نے جمع بین الصلاتین کی تھی۔ [۶۳]

ھ) نوافل کی ادائیگی نہ کرنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر میں نوافل اور سنن رواتب (سنن مؤکدہ) میں رخصت کے قائل تھے۔ آپ کبھی پڑھ لیتے اور کبھی نہ پڑھتے، آپ ان کا التزام نہ کرتے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ سفر میں آپ فرض سے پہلے اور فرض کے بعد نوافل نہیں پڑھتے تھے [۶۴] مسدد نے روایت کی ہے کہ آپ نے سفر میں عصر کی دو رکعتیں

پڑھیں، پھر خیمہ میں چلے گئے اور وہاں جاکر دو رکعتیں اور پڑھ لیں[۶۵] لیکن سفر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سفر میں نوافل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔[۶۶]

و) سواری پر نوافل کی ادائیگی : حضرت علیؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ سواری پر وتر کی نماز ادا کرتے تھے[۶۷] اور یہ اس بنا پر کرتے کہ وتر سنن میں سے ہے، فرائض میں سے نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز۔ الف)

ز) جمعہ، جماعت اور عیدین کا ترک کرنا : حضرت علیؓ کا قول ہے : "مسافر پر جمعہ نہیں" [۶۸]

ح) سفر میں روزہ نہ رکھنا : مسافر کو رمضان میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ حسن بن سعد نے اپنے والد سعد سے روایت کی ہے انہوں نے کہا : "میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ینبع سے چل پڑا۔ حضرت علیؓ نے روزہ رکھ لیا، آپ سواری پر تھے، میں نے روزہ نہیں رکھا کیونکہ میں پیدل تھا، ہم رات کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ہمارا گذر حضرت عثمانؓ کے گھر کے پاس سے ہوا، آپ اس وقت تلاوت فرما رہے تھے، حضرت علیؓ وہاں ٹھہر گئے، اور حضرت عثمانؓ کی تلاوت سننے لگے، پھر فرمانے لگے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) سورہ نحل کی تلاوت کر رہے ہیں[۶۹] مسافر کے لئے رمضان کے روزے نہ رکھنے کا جواز اس وقت ہے جب اس نے رمضان شروع ہونے سے پہلے سفر اختیار کر لیا ہو، لیکن اگر وہ مقیم ہو اور اسی دوران میں رمضان شروع ہو جائے، پھر یہ سفر پر روانہ ہو جائے تو یہ روزہ چھوڑ نہیں سکتا۔ ارشاد باری ہے : فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ : (البقرہ۔ ۱۸۵) تم میں سے جو شخص رمضان کو پالے وہ روزہ رکھے) حضرت علیؓ کا قول ہے : جب کوئی شخص رمضان کا چاند اپنے گھر پر دیکھے اور کچھ دن کے روزے بھی رکھ لے، پھر سفر پر چلا جائے، تو میرے خیال میں اس پر روزہ رکھنا واجب ہے، ارشاد باری ہے : فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرہ۔ ۱۸۵) آپ نے فرمایا : جب کسی پر گھر پر رمضان آ جائے پھر وہ سفر پر جائے تو اسے روزہ رکھنا چاہئے۔[۷۰]

ط) سفر میں قربانی دینا (دیکھئے لفظ اضحیہ، فقرہ ۲)

## سفہ نادانی، بے وقوفی

مال میں غلط تصرف کو سفہ کہتے ہیں۔

سفیہ یعنی بےوقوف کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف کا مسئلہ ۴)

## سفینہ : کشتی

سفر میں نماز کی ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۳)

## سکر : نشہ

### ۱۔ تعریف :

کسی خاص مشروب کے پینے کی وجہ سے ذہن میں چیزوں کے تصورات کا گڈمڈ ہو جانا اور عقل کا ان کے ادراک سے عاجز رہنا سکر کہلاتا ہے۔

### ۲۔ احکام سکر :

الف) نشہ میں مبتلا شخص کے قولی اور فعلی تصرفات کی ذمہ داری اسی پر ہوگی. نشہ کسی ایسے مشروب کی تاثیر سے پیدا ہوا ہو گا جس کا پینا حرام ہے لیکن اس نے اسے بغیر کسی مجبوری کے اپنے اختیار سے پی لیا ہو گا، یا کسی ایسے مشروب کی وجہ سے ہو گا جو حرام نہ ہو، مثلاً دوائیں، اور یا کسی ایسے مشروب کی وجہ سے جو حرام تو ہو لیکن اسے بحالت مجبوری پینا پڑا ہو یا زبردستی پلایا گیا ہو۔

اگر کسی دوائی یا حلال طعام کی وجہ سے نشہ ہو گیا ہو، یا حرام مشروب اسے مجبوراً پینا پڑا ہو یا زبردستی پلایا گیا ہو اور پھر اسے نشہ ہو گیا ہو تو ان صورتوں میں اس کے تمام تصرفات دیوانے کے تصرفات کے حکم میں ہوں گے. یعنی وہ اپنے تصرفات فعلیہ کا ذمہ دار ہو گا لیکن اس کے تصرفات قولی کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اس کے کئے ہوئے سودے منعقد نہیں ہوں گے۔ [۱۷]

اگر نشہ کسی حرام مشروب کی وجہ سے ہوا ہے جسے اس نے اپنے اختیار اور رضا سے پیا ہے، تو ایسا شخص اپنے تمام تصرفات میں خواہ وہ اس کے فائدے میں ہوں یا نقصان میں، ایک ہوشمند آدمی سمجھا جائے گا۔ فائدے کے تصرفات مثلاً اس پر زیادتی کرنے والے سے اس کا بدلہ لینا یا دوسرے کے ہاتھوں اس کا جو نقصان ہوا ہے اس کی قیمت کی وصولی وغیرہ۔ نقصان کے تصرفات یہ ہیں: مثلاً اپنی بیوی کو طلاق دے دینا یا اپنا غلام آزاد کر دینا یا جنایت کا تاوان ادا کر دینا یا حدود والے جرائم کے ارتکاب کی ذمہ داری

وغیرہ۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "سکران (نشہ میں مدہوش انسان) اگر اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو یہ طلاق ہو جائے گی" [۷۲] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ ج، مسئلہ ۲) ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نشہ میں مدہوش انسان کی طلاق اور عتاق (غلام یا لونڈی کو آزاد کر دینا) دونوں کو نافذ قرار دیتے تھے۔ [۷۳]

لیکن اس کے ایسے تصرفات جن میں اس کا فائدہ بھی ہو اور اس پر ذمہ داری بھی آتی ہو، مثلاً نکاح، فروخت اور اجارہ وغیرہ تو یہ درست نہیں ہوں گے۔

ب) نشہ میں مدہوش انسان کی سزا (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴)

## سکنیٰ: سکونت، رہائش

امیرالمومنین کے لئے سرکاری طور پر رہائش کا انتظام (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جز۔ ح)

جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس کے لئے عدت کے اختتام تک رہائش (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۴، جز۔ ح)

## سکوت: خاموشی:

باکرہ کی خاموشی نکاح کے متعلق اس کی رضامندی ہوتی ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ب مسئلہ ۱)

## سلام: سلام کرنا

۱۔ مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سلام عرض کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب مسجد نبوی میں داخل ہوتے تو آپ فرماتے: "بسم اللہ۔ اللہ کے سہارے، اے نبی آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، ہم پر اور اللہ کے نیکوکار بندوں پر سلام ہو، تم پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں" [۷۴]

۲۔ مردوں کو سلام کہنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے: اس شہر خموشاں میں آسودہ خواب مسلمانو اور مومنو! السلام علیکم، آپ ہم سے آگے جا چکے ہیں اور ہم آپ کے پیچھے آ رہے ہیں۔ ہم آپ سے آ کر مل جانے والے ہیں۔ اور ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے" [۷۵] (دیکھئے لفظ قبر، فقرہ ۳)

۳۔ نماز میں سلام (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز۔ س)

۴۔ نماز پڑھنے والے کو سلام کرنا:

شعرانی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے کہ صحابہ کرام کا قول تھا کہ نماز میں مصروف شخص کو نہ تو السلام علیکم کہا جائے اور نہ ہی وہ سلام کا جواب دے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ نماز کی حالت میں سلام کا جواب دیتے تھے۔ [۷۶]

## سلب: میدان جنگ میں مقتول شخص کا ساز و سامان

سلب کی تعریف اور اس کے احکامات کے لئے دیکھئے لفظ غنیمہ، فقرہ ۲، جز۔ ج) اور (لفظ بغی، فقرہ ۴)

## سلطان: سلطان، بادشاہ

دیکھئے لفظ امیر

## سلم: بیع سلم جس میں قیمت کی ادائیگی فوری ہوتی ہے اور مال بعد میں حوالے کیا جاتا ہے

دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۳

بیع سلم میں رہن رکھنے کی کراہت (دیکھئے لفظ رہن، فقرہ ۴)

## سماد: کھاد

زمین میں کھاد کے طور پر کن کن چیزوں کا استعمال جائز ہے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۱)

## سمحاق: ہڈی کے اوپر کی باریک جھلی

ایسا زخم جو ہڈی کے اوپر کی باریک جھلی تک پہنچ جائے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ ب کا مسئلہ ۱، جز۔ ج) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ الف)

## سمر: رات کی قصہ گوئی

۱۔ تعریف:

عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر باتیں کرتے رہنا سمر کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم:
حضرت علی رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد بیٹھ کر گفتگو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے، ہاں اگر اس گفتگو میں مسلمانوں کے عمومی فائدہ کی بات ہو تو جائز ہے۔عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے والد ابو لیلیٰ نے حضرت علیؓ کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر گفتگو کی تھی۔ [۷۷]

## سمک: مچھلی

سمندری اور غیر سمندری مچھلی کا کھانا (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۵)

## سن: دانت

دانت کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ب اور ج)

دانتوں کے ذریعے ذبح کرنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳)

حالت احرام میں محرم کا اپنے دانت اکھاڑ لینا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب کا مسئلہ ۵)

## سنہ: سنت، حدیث

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جھوٹی حدیث گھڑ کر روایت کرے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ [۷۸] (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ٦، جز۔ ح)

۱۔ مسنون روزے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۸)

۲۔ مسنون نمازیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرے ۱۸ تا ۲٦)

## سہو: بھول جانا

نماز میں بھول جانا اور سجدہ سہو (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۳)

## سواک: مسواک، مسواک کرنا

۱۔ مسواک کرنا سنت ہے:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دس باتیں سنت انبیا (یا فطرت انسانی کے لوازم میں سے)

ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کتروانا، بالوں میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن کتروانا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرنا اور استنجا کرنا" [۷۹]

۲۔ نماز کے لئے مسواک کرنا:

حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص رات کے وقت نیند سے بیدار ہو تو وہ مسواک کرے، اس لئے کہ جو شخص نیند سے بیدار ہو کر مسواک کرتا ہے۔ پھر وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو ایک فرشتہ بھی اس کے پیچھے آکر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی تلاوت سنتا رہتا ہے۔ وہ فرشتہ اس سے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے اور پھر وہ جو بھی آیت تلاوت کرتا ہے وہ اس فرشتے کے پیٹ میں داخل ہو جاتی ہے" [۸۰]

۳۔ روزے دار کا مسواک کرنا: (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۱، جز۔ د)

## سوط: کوڑا

جس کوڑے سے حد لگائی جائے اس کی کیفیت (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۲)

## سیاسہ: حکمت عملی

امیر المومنین کا امور سلطنت میں حکمت عملی سے کام لینا (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جز۔ ط)

# حرف السین

## - س -

۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۰

۲۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۰۵، کنزا لعمال ۲۲۲۶۲، مسند زید جلد دوم ص ۲۲۵، المغنی جلد دوم ص ۱۵

۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ٦٦ ب

۴۔ کنزا لعمال ۲۲۲٦۱

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۳

٦۔ مسند زید جلد دوم ص ۱۷٦، نیل الاوطار جلد سوم ص ۱۱۸، المغنی جلد دوم ص ۲۲، المجموع جلد چہارم ص ۷۱، الاعتبار ص ۱۱۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ٦۷

۷۔ المجموع جلد سوم ص ۵۲٦

۸۔ المحلی جلد پنجم ص ۱۱۲، المغنی جلد اول ٦۳۸

۹۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۸۱، مصنف عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۵۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱٦ اور جلد دوم ص ۳۰۸ ب (مختصرا)، اسیر الکبیر بشرح السرخسی جلد اول ص ۲۲۳، کتاب الام جلد ہفتم ص ۱٦۹

۱۰۔ البحر الزخار جلد اول ص ۳۴۳

۱۱۔ المغنی جلد اول ٦۲٦

۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ٦۳ ب

۱۳۔ کنزا لعمال ۱۳۵۹۵

۱۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۵۳

۱۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۲۹

۱٦۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۵٦، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۲۷

۱۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۱٦

۱۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۲۲

۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰، خراج ابی یوسف ۲۰۵

۲۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۳۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۴، کنزالعمال ۱۳۹۱۸، تفسیر قرطبی جلد ششم ص ۱٦۰، المغنی جلد ہشتم ص ۲۴۲، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۵۵

۲۱۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۳۳، کنزالعمال ۱۳۹۱۸، مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۲، خراج ابی یوسف ص ۲۰۱، اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۵۵

۲۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۶، کنزالعمال ۱۳۹۲۱، المغنی جلد ہشتم ص ۲۷۷

۲۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰، عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۱۲، کنزالعمال ۱۳۹۱۹، المحلی جلد گیارہ ص ۳۲۷، السرد علی سیر الاوزاعی ص ۱۱۹

۲۴۔ الرد علی سیراولاوزاعی ص ۱۱۷

۲۵۔ خراج ابی یوسف ص ۲۰۷

۲۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۶

۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۳، خراج ابی یوسف ص ۲۰۴، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۹، کنزالعمال رقم ۱۳۹۱۱

۲۸۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۸، کنزالعمال رقم ۱۳۹۱۰، خراج ابی یوسف ص ۲۰۴ المحلی جلد گیارہ ص ۳۲۰

۲۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۰۵، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۲، المحلی جلد گیارہ ص ۳۳۷، الاؤسط جلد اول ص ۲۳

۳۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۲۰۰، کنزالعمال ۱۳۹۱۲، (عبدالرزاق میں یہ مذکور ہے کہ کپڑا چور کے پاس ملا۔ یہ درست نہیں، ہم نے جو ذکر کیا ہے وہ درست ہے)

۳۱۔ کنزالعمال رقم ۱۳۹۰۸

۳۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۴، (مخطوطہ نسخے میں عبارت پوری طرح پڑھی نہیں جاسکی، لیکن اس کا مفہوم وہی ہے جو ہم نے بیان کیا)

۳۳۔ صحیح بخاری فی الدیات باب: اذا اصاب قوم من رجل، کنزالعمال ۱۳۹۳۰

۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۶، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۸۷، المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۴، کنزالعمال ۱۳۹۰۸

۳۵۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۵۴، المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۴، ۲۶۵، کنزالعمال ۱۳۹۲۹، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۸۶، مسند زید جلد چہارم ص ۵۲۳، خراج ابی یوسف ص ۲۰۷، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۶

۳۶۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۸۶، المحلی جلد گیارہ ص ۳۵۵، المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۴، کنزالعمال ۱۳۹۲۸

۳۷۔ المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۵

۳۸۔ الاؤسط جلد اول ص ۱۴

۳۹۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۶۱ اور ۳۵۷، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۸۵، الام جلد ہفتم ص ۱۸۲

۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰، کنزالعمال ۱۳۹۲۵، خراج ابی یوسف ص ۱۹۹، تفسیر قرطبی جلد ششم ص ۱۷۱، المحلی جلد گیارہ ص ۱۶۱

۴۱۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۵۷، المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۱

۴۲۔ کنزالعمال ۱۳۹۰۵

۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰ ب

۴۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۰ ب، کنزالعمال ۱۳۹۲۴

۴۵۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۶۱
۴۶۔ المحلی جلد گیارہ ص ۳۵۷
۴۷۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷، المغنی جلد ہشتم ص ۲۶۱
۴۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۵ب
۴۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۹۶
۵۰۔ المغنی جلد دوم ص ۲۶۱۔
۵۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۲، المحلی جلد پنجم ص ۷، المغنی جلد دوم ص ۲۵۶
۵۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۳۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۳، المحلی جلد پنجم ص ۲۲، مسند زید جلد دوم ص ۳۶۰، کنزالعمال ۲۲۷۱۱، المغنی جلد دوم ص ۲۸۸
۵۳۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۲۹، کنزالعمال ۲۲۷۰۹
۵۴۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۳۰، کنزالعمال ۲۲۷۱۰
۵۵۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۲۰، المغنی جلد دوم ص ۲۶۰، المحلی جلد ششم ص ۲۴۶
۵۶۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۷۲، ۲۸۲، عبدالرزاق جلد اول ص ۲۰۳، الاستذکار جلد اول ص ۲۷۷، المحلی جلد دوم ص ۸۷، المجموع جلد اول ص ۵۲۱، المغنی جلد اول ص ۲۸۶
۵۷۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۱۹، کنزالعمال ۲۲۷۰۸
۵۸۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۴۸، کنزالعمال ۲۲۷۵۸
۵۹۔ المحلی جلد چہارم ص ۲۷۰
۶۰۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۵۹، المحلی جلد دوم ص ۳
۶۱۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۳۵۶
۶۲۔ کنزالعمال ۱۷۶۴۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۳ب۔ سنن ابی داؤد فی الصلاۃ
۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۹، المحلی جلد ہفتم ص ۱۲۷، ۱۲۸، مسند زید جلد سوم ص ۱۸۷
۶۴۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۵۷، کنزالعمال ۲۲۷۱۲
۶۵۔ کنزالعمال ۲۲۷۰۷
۶۶۔ المغنی جلد دوم ص ۲۹۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۸
۶۷۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۷۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۹، سنن بیہقی جلد دوم ص ۶، المحلی جلد سوم ص ۵۲، المجموع جلد سوم ص ۵۱۱
۶۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۶، المحلی جلد پنجم ص ۵۱، مسند زید جلد دوم ص ۳۲۴
۶۹۔ مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۷۰، المحلی جلد ششم ص ۲۴۷
۷۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۲، کشف الغمہ جلد اول ص ۲۰۵
۷۱۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۳

۷۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۹۷، المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۵
۷۳۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۹۹
۷۴۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۴۰۷
۷۵۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۳۱۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۱
۷۶۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۸۹
۷۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۶ب
۷۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۳۰۸
۷۹۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲
۸۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷ب، عبدالرزاق جلد دوم ص ۴۸۷، سنن بیہقی جلد اول ص ۳۸، الروض النضیر جلد اول ص ۴۰۰

# حرف الشین
# ش

## شارب : مونچھیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ مونچھیں پست کرنے (کتروانے) کو سنت سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: "دس باتیں سنت ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں پست کرنا، بالوں میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن ترشوانا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرانا اور استحداد یعنی استنجا کرنا" [1] (دیکھئے لفظ شعر، فقرہ ۱)

## شبہ العمد : شبہ عمد

قتل شبہ عمد (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ الف کا مسئلہ ۲)

## شبہ : شبہ

شبہ کی بناء پر اسقاط حد (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ح) اور (لفظ زنا، فقرہ ۲) اور (لفظ سرقہ، فقرہ ۴)

## شتم : گالی دینا

دیکھئے لفظ سب

## شجر : درخت

باغیوں کے درخت کاٹنا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳، جز۔ و)

درختوں پر لگنے والے پھلوں کے ایک حصہ کو بطور معاوضہ دے کر ان کی آبپاشی اور شجر کاری کرانا (دیکھئے لفظ مساقاۃ)

## شرب : پانی کی باری

پانی پینے کا حق (دیکھئے لفظ ارتفاق، فقرہ ۲، جز۔ الف)

پانی پینے کے آداب (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ٦)

مشروبات کی قسمیں (دیکھئے لفظ اشربہ)

## شرک : شرک

دیکھئے لفظ کفر

مشرکین کے لئے عقد ذمہ (دیکھئے لفظ ذمہ، فقرہ ۳)

مسلمان کا مشرک عورت سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ الف کا مسئلہ ۲، جز۔ ھ)

مشرک کا ذبیحہ (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز۔ د)

## شرکہ : شراکت

۱۔ شراکت کا مال شریک کے ہاتھ میں امانت ہے اگر وہ شریک کے کسی زور یا زیادتی کے بغیر تلف ہو جائے تو اس کا کوئی تاوان نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس شخص پر کوئی تاوان نہیں جو منافع میں شریک ہو" [۲]

۲۔ **شراکت میں منافع اور خسارہ :**

الف) جب دونوں شریک منافع کو ایک متعین نسبت سے آپس میں تقسیم کرنے پر متفق ہو جائیں گے تو وہ منافع مقررہ شرط کے مطابق آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ کیونکہ ان میں سے ایک ہو سکتا ہے کہ دوسرے سے زیادہ اس کام کی مہارت رکھتا ہو۔ ابوالحصین نے روایت کی ہے کہ: "مجھے حضرت علیؓ نے مضارب (مضاربہ کرنے والا جس میں سرمایہ ایک کا اور کام دوسرے کا ہوتا ہے) اور شراکت کے دونوں شریکوں کے متعلق فرمایا کہ ان کے درمیان منافع آپس میں مقرر کردہ شرائط کے مطابق تقسیم ہو گا" [۳]

رہا خسارہ تو وہ ان دونوں کے لگائے ہوئے سرمایوں کے نسبت سے ذمے لگے گا، اس بنا پر اگر دونوں نے مساوی سرمایہ لگایا لیکن منافع اور خسارہ دونوں نے دو اور ایک کی نسبت سے تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا تو اگر منافع ہو گا وہ اسی شرط کے مطابق تقسیم ہو گا لیکن اگر خسارہ ہو گا تو وہ دونوں کے درمیان نصف نصف کے حساب سے ذمے لگایا جائے گا۔ کیونکہ اب ان کا سرمایہ نصف نصف تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "منافع تو ان کی شرط کے مطابق تقسیم ہو گا لیکن خسارہ ان کے راس المال یعنی لگائے ہوئے سرمایہ کی نسبت سے ذمے لگے گا" [۴]

ب) شریک کا تاوان (دیکھئے لفظ ضمان. فقرہ ۲. جز۔ ب کا مسئلہ ۱)
ج) شریک کے لئے شراکت کی بنا پر حق شفعہ کا ثبوت (دیکھئے لفظ شفعہ، فقرہ ۲)

شرکت مضاربت (دیکھئے لفظ مضاربت)

۴۔ کسی کو نقصان پہنچانے والے جرم میں شراکت:

(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، کا مسئلہ ۱) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ج)

## شروع : شروع کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ کسی عبادت کو جب شروع کر لیا جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص نے نفلی روزہ شروع کر لیا تو اس پر اس کا اتمام واجب ہو گا، اگر وہ خراب کر لے تو اس پر اس کی قضا لازم ہو گی۔ ایک دن حضرت عمرؓ گھر سے نکل کر اپنے رفقاء کے پاس آ کر فرمانے لگے: "مجھے ایک کام کے متعلق فتویٰ دو جو مجھ سے ہو گیا ہے" لوگوں نے اس کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: "میرے پاس سے میری ایک لونڈی گذری جو مجھے بہت اچھی لگی، میں نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی حالانکہ میں روزے سے تھا"۔ لوگوں کو یہ بات بہت ہی بوجھل معلوم ہوئی، حضرت علیؓ چپ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بھی رائے پوچھی۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا: "آپ نے حلال کام کیا ہے، اور ایک دن کی جگہ دوسرا دن ہے" یعنی روزہ قضا کر لیجئے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تمہارا فتویٰ سب سے بہتر ہے" [۵]

## شطرنج : شطرنج

شطرنج کھیلنا حرام ہے (دیکھئے لفظ لہو، فقرہ ۱)

## شعر : بال

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ یہ فرماتے کہ جسم کے ان مقامات سے جہاں بہت پسینہ نکلتا ہے اور میل جمع ہو جاتا ہے، بال دور کرنا سنت ہے، جسے اختیار کرنا بہت اچھی بات ہے، جس طرح کہ بالوں کو کنگھی کرنا سنت ہے، جس پر عمل کرنا بہت عمدہ بات ہے، کیونکہ اس سے ایک تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی ہوتی ہے، اور دوسرے یہ کہ مسلمان کا ظاہری رنگ روپ عمدہ ہو جاتا ہے، اسی لئے آپ ہمیشہ لوگوں کو بغل کے بال اکھیڑنے، موئے زیر ناف صاف کرنے اور مونچھیں پست کرانے

کے لئے کہتے کیونکہ ان مقامات میں میل کچیل بہت زیادہ جمع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ بالوں میں کنگھی کرنے کے لئے بھی لوگوں کو کہتے کیونکہ اس سے انسان کا ظاہری منظر خوبصورت ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتے: دس چیزیں سنت ہیں: "کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں پست کرنا، بالوں میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن ترشوانا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرانا اور استنجا کرنا" [۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈا دیتے تھے کیونکہ اس کے ذریعہ اچھی طرح صفائی ہو جاتی اور غسل جنابت کے دوران پانی سر کی چمڑی تک آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے جب سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرمان سنا تھا کہ (جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی خشک رہنے دی تو اس کے ساتھ جہنم کی آگ میں فلاں فلاں سلوک کیا جائے گا) اس وقت سے ہمیشہ اپنا سر منڈا دیتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے" [۷]

### ۲۔ بالوں کو رنگنا:

ابن سعد نے طبقات میں ابن حنیفہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بالوں کو مہندی لگائی پھر دوبارہ نہیں لگائی۔ [۸] عبدالرزاق نے ابواسحٰق سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تھا، آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور آپ کے جسم پر ایک ازار اور ایک چادر تھی" [۹]

### ۳۔ محرم کا بوجہ تکلیف اپنے بال منڈا دینا:

(دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب کا مسئلہ ۵) اور اس فعل کی وجہ سے اس پر واجب ہونے والا کفارہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ج)

سر منڈا کر یا بال کٹا کر احرام کھول دینا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱، جز۔ ج)

اور (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۸)

مردار کے بالوں کی طہارت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ب)

نماز میں بالوں کی چوٹی بنانا یا گوندھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ د)

بال کاٹنے یا بغل کے بال اکھیڑنے کے بعد وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ ج)

بالوں کو نقصان پہنچانے کا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ب)

## شفاعہ: شفاعت، سفارش

حدود میں سفارش کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ الف کا مسئلہ ۲)

## شفعہ : شفعہ

### ۱۔ تعریف :

کسی شریک یا پڑوسی کا فروخت شدہ زمین پر قیمت فروخت کے بدلے فروخت کنندہ اور خریدار دونوں سے چھڑا کر جبری ملکیت حاصل کر لینے کے حق کو شفعہ کہتے ہیں۔

### ۲۔ حق شفعہ کن لوگوں کے لئے ثابت ہوتا ہے :

یہ ایک متفقہ امر ہے کہ حق شفعہ شریک یا حصہ دار کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کی رائے میں اس میں پڑوسی بھی شامل ہے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ میں بنی مرہبہ کے ایک گھر کے جھگڑے میں پڑوسی کے لئے حق شفعہ کا فیصلہ دیا تھا، آپ نے قاضی شریح کو بھی اسی طرح فیصلہ دینے کا حکم دیا تھا[۱۰] آپ کا قول ہے: "پڑوسی اس کا زیادہ حقدار ہے اگر قیمت وہی رہے" [۱۱]

اگر حق شفعہ کے دعویداروں کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں یا تو حق شفعہ والی زمین یا جگہ کے ساتھ ان کی زمینوں یا جگھوں کے پڑوس کا حجم یکساں ہو گا یا مختلف ہو گا۔ اگر یکساں ہو گا تو سب دعویدار مساوی طور پر شفعہ کے مستحق ہوں گے اور اگر مختلف ہو گا تو پھر ہر دعویدار اپنی زمین یا جگہ کی نسبت سے شفعہ کے حصے کا مستحق ہو گا، اس میں افراد کی گنتی کو کوئی دخل نہیں ہو گا، حضرت علیؓ نے ایک مکان کے بارے میں جو فروخت ہو رہا تھا، فرمایا: "پڑوسی اس مکان کا زیادہ حقدار ہے اگر قیمت وہی رہے، ہاں اگر پڑوسی بطیب خاطر اسے چھوڑ دے تو ٹھیک ہے، اور شفعہ حصوں کی نسبت سے ہوتا ہے" [۱۲]

### ۳۔ جن چیزوں میں حق شفعہ ثابت ہوتا ہے :

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ حق شفعہ صرف زمین یا جگہ میں ثابت کرتے تھے، آپ سے جتنے جھگڑوں کے فیصلے منقول ہیں وہ سب زمین یا جگہ کے متعلق ہیں اور ایک بھی روایت ایسی نہیں جس سے معلوم ہو کہ آپ نے عقار یعنی زمین یا جگہ کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے حق شفعہ کا فیصلہ دیا ہو۔

### ۴۔ شفعہ میں بدل :

شفعہ میں بدل وہ قیمت ہوتی ہے جس کے عوض خریدار نے وہ زمین یا جگہ خریدی تھی، اور ہم نے

حضرت علیؓ سے وہ روایت نقل کی ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا: "پڑوسی اس گھر کا زیادہ حقدار ہے اگر گھر کی وہی قیمت باقی رہے جو خریدار نے ادا کی تھی ......"

۵۔ سقوط شفعہ:

حق شفعہ چند باتوں سے ساقط ہوتا ہے ان میں سے ہم تک حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہوئی ہے۔ کہ حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے بصورت اسقاط حق خود: اگر وہ شخص جسے حق شفعہ کے تحت قبضہ کرنے کا حق ہے اپنا حق ساقط کر دے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد اسے حق شفعہ کے مطالبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "پڑوسی اس گھر کا زیادہ حقدار ہے اگر اس کی قیمت وہی رہے، ہاں اگر پڑوسی بطیب خاطر اپنا حق چھوڑ دے تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے" [۱۳]

## شفہ: ہونٹ

ہونٹ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ب)

## شک: شک

شک کے دن کا روزہ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۴)

طواف میں شک (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، جز۔ ب)

نماز میں شک (دیکھئے لفظ سجود فقرہ ۳، جز۔ الف)

## شکر: شکر کرنا

سجدہ شکر (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۴)

## شہادہ: گواہی

۱۔ گواہی دینے میں جلد بازی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ گواہی دینے میں جلد بازی نہ کرنا اور غور و فکر سے کام لینا جہنم کی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں جلد بازی بعض دفعہ حقوق کے ضائع کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:

"بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگیوں میں قیامت آئے گی اور وہ لوگ جو گواہی دینے میں جلد بازی

کرتے ہیں، پہلے اس سے کہ ان سے اس کے متعلق کہا جائے نیز وہ لوگ جو قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں" [۱۴]

۲۔ گواہی چھپانا :

گواہی چھپانے سے حقوق ضائع ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ : اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے) حضرت علیؓ گواہی چھپانے پر سزا دیا کرتے تھے، ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر اس سے رجوع کر لیا اور اپنے رجوع پر خفیہ طور پر دو شخصوں کو گواہ بھی بنا لیا، اور ان سے بھی اس کی راز داری کے لئے کہا، ان دونوں گواہوں نے یہ بات چھپائے رکھی۔ یہاں تک کہ عدت گذر گئی، دونوں حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے، حضرت علیؓ نے ان دونوں گواہوں کو متہم کر کے انہیں کوڑے لگائے اور اس کے رجوع کو تسلیم نہیں کیا [۱۵] (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶، جز۔ و)

۳۔ جھوٹی گواہی دینا :

گواہی صحیح طریقے سے نہ دینا جھوٹی گواہی ہے۔ اس سے لوگوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ جھوٹی گواہی دینے والے کو سزا دیتے اور آئندہ اس کی گواہی قبول نہ کرتے، نیز سزا کے ساتھ اس کی تشہیر بھی کرتے۔ (دیکھئے لفظ تزویر)

۴۔ گواہ :

الف) گواہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عادل ہو، یعنی اس میں ایک معیاری گواہ کی تمام صفات پائی جائیں جن کا آئندہ سطور میں ذکر آرہا ہے، ارشاد باری ہے

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

البقرہ ۲۸۲۔ اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہو تو ایک مرد اور دو عورتیں یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہوں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔

ایک گواہ اسی وقت شاہد عدل بن سکے گا جب اس میں درج ذیل شرطیں پائی جائیں گی۔

۱) عقل اور بلوغ : اس لئے کسی کم سن کی کسی بڑی عمر کے انسان کے خلاف گواہی قبول نہیں ہو گی، البتہ بچوں کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گواہی قابل قبول ہو گی اگر وہ ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے گواہی دے دیں کیونکہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے کے بعد یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید کسی نے انہیں سکھا پڑھا دیا ہو۔ عبدالرزاق نے

روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بچوں کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گواہی قبول کر لیتے تھے لیکن بچوں کے علاوہ دوسروں یعنی بڑوں کے خلاف ان کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے، اور آپ ان کی گواہی کا اس وقت فیصلہ کرتے جب بچے اسی حال پر ہوتے یعنی قبل اس کے کہ ان بچوں کے کنبے والے انہیں کچھ سکھا پڑھا دیں۔ [۱٦] مسروق سے روایت ہے کہ چھ بچے دریا میں تیرنے چلے گئے، ان میں سے ایک ڈوب گیا، تین بچوں نے دو کے خلاف گواہی دی کہ ان دونوں نے اسے ڈبویا ہے، ان دو نے تینوں کے خلاف گواہی دی کہ اصل میں ان تینوں نے اسے ڈبویا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیت کے پانچ حصوں میں سے تین حصوں کی ادائیگی دو پر اور دو حصوں کی ادائیگی تین پر ڈال دی۔ [۱۷]

۲) اسلام: اس لئے کسی کافر کی کسی مسلمان کے خلاف گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ جب فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں حالانکہ وہ کافر سے بہتر ہوتا ہے تو پھر کافر کی گواہی بطریق اولیٰ قابل قبول نہیں ہوگی۔

۳) فسق سے سلامتی: اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ جسے بہتان تراشی کی بنا پر حد لگ چکی ہو۔ یا اس کا جھوٹا ہونا تجربے میں آ چکا ہو [۱۸] اسی طرح جس نے ختنہ نہ کرایا ہو [۱۹] کیونکہ وہ ترک سنت پر اصرار کر کے فسق کا ارتکاب کر رہا ہے۔

ب) گواہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ بدگمانی کے اتہام سے پاک ہو، اور گواہی دے کر نہ تو کوئی ذاتی مفاد اٹھانا چاہتا ہو اور نہ ہی کسی نقصان کو اپنی ذات سے ٹالنا چاہتا ہو۔ [۲۰]

ج) غلام کی گواہی: حضرت علی رضی اللہ عنہ غلام کی گواہی تسلیم کر لیتے تھے جب اس میں گواہی کی تمام شرطیں موجود ہوتیں۔ شعبی سے روایت ہے کہ قاضی شریح نے کہا کہ میں تو غلام کی گواہی تسلیم نہیں کرتا، اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم تو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے بعد شریح بھی غلام کی گواہی تسلیم کرنے لگ گئے۔ تاہم اپنے آقا کے حق میں اس کی گواہی پھر بھی ناقابل قبول رہی۔ [۲۱]

د) رشتہ داروں کی گواہی:

۱) فرع کا اپنے اصل کے حق میں گواہی دینا: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹے کی اپنے باپ کے حق

میں گواہی تسلیم نہیں کرتے تھے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اس قاعدے سے مستثنیٰ تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان دونوں کو جنت کی بشارت دے دی تھی۔ [۲۲]

جنگ جمل کے دن حضرت علیؓ کی ایک زرہ گم ہوگئی، ایک شخص نے اسے اٹھایا اور لے جاکر فروخت کر دی، اس زرہ کی ایک یہودی کے پاس شناخت ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ اور آپ کی طرف سے آپ نے بیٹے حسنؓ اور آپ کا غلام قنبر بطور گواہ پیش ہوئے۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حسن کی جگہ کوئی اور گواہ پیش کریں، اس پر حضرت علیؓ نے قاضی صاحب سے کہا کہ آپ حسنؓ کی گواہی مسترد کر رہے ہیں، قاضی شریح نے فرمایا "نہیں، یہ بات نہیں، دراصل میں نے آپ ہی سے سنا ہے کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں ہوتی" [۲۳]

۴) شوہر کی گواہی بیوی کے حق میں: ابن حزم نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے اپنی بیوی حضرت فاطمہ کے حق میں گواہی دی، دوسری گواہ ام ایمن تھیں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: "اگر تمہارے ساتھ ایک مرد یا ایک اور عورت گواہی دیتی تو میں فاطمہ کے حق میں اس معاملے کا فیصلہ دیتا" [۲۴]

ھ) ایسے شخص کی گواہی جس کی سچائی عادۃً محال ہو، ایسے شخص کی گواہی قابل قبول نہیں جس کی سچائی عادۃً محال ہو مثلاً کسی بہرے کا کوئی سنی ہوئی بات کے متعلق، یا اندھے کا کسی دیکھی ہوئی چیز کے متعلق گواہی دینا۔ اسی لئے آپ چوری میں اندھے کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے [۲۵] ہاں اگر اندھا کسی سنی ہوئی بات کے متعلق گواہی دے تو یہ گواہی درست ہو گی جب اسے آواز کے سن لینے کا یقین ہو [۲۶]

د) عورت کی گواہی:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایتیں اس امر پر متفق ہیں کہ حدود، قصاص، نکاح اور طلاق میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: "طلاق، نکاح، حدود اور خون کے معاملات یعنی قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں" [۲۷] ان کے سوا بقیہ امور میں ان کی گواہی درست ہے۔

۲) اگر گواہی مالی معاملات یا ان پر منتج ہونے والے معاملات میں ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ ہر مرد کی بجائے دو عورتیں ہوں [۲۸] ارشاد باری ہے (فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ: اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں) لیکن آیا تنہا عورتوں کی گواہی ان

معاملات میں قابل قبول ہے یا اس کے لئے ان کے ساتھ ایک مرد کا ہونا بھی ضروری ہے؟ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات میں اختلاف ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مالی معاملات میں تنہا عورتوں کی گواہی اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک ان کے ساتھ ایک مرد نہ ہو۔ آپ کا قول ہے "اگر ایک درہم کے معاملے میں بھی گواہی صرف عورتوں کی ہو گی تو وہ اس وقت تک قابل قبول نہ ہو گی جب تک ان کے ساتھ ایک مرد نہ ہو" [۲۹]

دوسری روایت میں ہے کہ اگر ہر مرد کی بجائے دو عورتیں گواہی کے لئے میسر آ جائیں تو پھر ان مالی معاملات میں تنہا عورتوں کی گواہی قابل قبول ہو گی ان کے ساتھ کسی مرد کا بطور گواہ ہونا ضروری نہیں۔ مسند زید میں ہے کہ حضرت علیؓ نے سقط (ایسا بچہ جو وقت سے پہلے پیدا ہو جائے) کے متعلق فرمایا کہ اگر اس کی خلقت مکمل ہو اور پیدا ہونے کے بعد اس کی آواز بھی آئی ہو جس کی گواہی چار عورتیں یا دو مسلمان عورتیں اور ایک مرد دے تو ایسا بچہ وارث ہو گا اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے، نیز اس کا نام رکھا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ [۳۰] ابو طلق سے روایت ہے کہ انہیں ان کی بہن ہند نے بتایا کہ: "میں کئی اور عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور ہمارے سامنے ایک بچے پر چادر پڑی ہوئی تھی، اتنے میں ایک عورت وہاں سے گزری اور اس نے بچے کو پاؤں تلے روند دیا، بچے کی ماں اس عورت سے کہنے لگی کہ "بخدا تو نے میرے بچے کو قتل کیا ہے" معاملہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا، دس عورتوں نے اس کی گواہی دی اور میں دسویں گواہ تھی، حضرت علیؓ نے بچے کی دیت کی ادائیگی اس عورت پر ڈال دی اور بچے کی ماں کو بطور اعانت دو ہزار اور دیئے" [۳۱]

۳) اگر گواہی نسوانی نقائص یا ایسے نسوانی امور کے متعلق ہو جو مردوں کو معلوم نہ ہو سکتے ہوں، تو عورتوں کی گواہی قابل قبول ہو گی۔ اور ایک مرد کے ساتھ بھی ان کی گواہی قابل قبول ہو گی حضرت علیؓ نے پیدا شدہ بچے کے رونے کی آواز کے متعلق صرف دائی کی گواہی قبول کر لی [۳۲] اور رونے کی آواز پر جتنے احکامات مرتب ہوتے ہیں وہ سب مرتب کئے مثلاً نماز جنازہ اور وراثت وغیرہ [۳۳] آپ نے بچے کے رونے کی آواز کے متعلق دائی کی گواہی اس لئے قبول کر لی کہ رونے کی آواز ایک لحظہ کے لئے ہوتی ہے اور ایسے وقت میں دائی کے سوا دوسرے گواہوں کا مہیا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے دایہ کی گواہی قبول کر لی گئی، لیکن

ایسے معاملات میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی جن کا پتہ مردوں کو تو چل نہیں سکتا لیکن ایک سے زاید گواہ مہیا کرنا ممکن ہوتا ہے مثلاً حیض وغیرہ۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ایک عورت کو طلاق ہو گئی اور اسے چالیس دن میں تین حیض آ گئے، معاملہ قاضی شریح کی عدالت میں پہنچا۔ قاضی صاحب نے یہ معاملہ حضرت علی کی طرف منتقل کر دیا آپ نے فیصلہ دیا کہ اگر چار عورتیں اس کی گواہی دے دیں تو عورت اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے گی ورنہ اسے تین حیض کے لئے تین ماہ گذارنے ہوں گے۔[۳۴] حیض کی طرح رضاعت کا مسئلہ ہے اس میں صرف ایک عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی (دیکھئے لفظ رضاع، فقرہ ۲)

ز) گواہوں کی تعداد:

۱) استہلال (نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز) کے سوا کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ہونی چاہئے۔ ارشاد باری ہے

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ

البقرہ۔ ۲۸۲. اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ قائم کرو، اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں) ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مالی حقوق چار عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۲) رہا استہلال تو وہ صرف دائی کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ پچھلے پیرے میں بیان ہوا ہے۔

۳) زنا کا ثبوت چار مرد گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ کے سامنے تین گواہوں نے ایک مرد اور عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن چوتھے گواہ نے کہا کہ میں نے انہیں ایک کپڑے میں دیکھا تھا، اگر یہ زنا ہے تو ٹھیک ہے۔ آپ نے تینوں گواہوں کو کوڑے لگائے اور مرد اور عورت کو تعزیری سزا دی[۳۵] آپ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا جو اپنے گھر میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی کے پاس ایک غیر مرد ہے، اس نے اپنی بیوی اور اس غیر مرد کو قتل کر دیا" اگر چار گواہ مہیا کر لیتا تو ٹھیک تھا لیکن اس نے اسے جڑ سے ختم کر دیا"[۳۶] (یعنی اس نے درست قدم اٹھایا۔ مترجم)

۴) گواہی پر گواہی: ایسی صورت میں ہر ایک آدمی کی گواہی ثابت کرنے کے لئے دو آدمیوں کی

گواہی ہونی چاہئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میت کی گواہی کم از کم دو آدمیوں کی گواہی سے ثابت ہوگی" [۳۷] آپ کا قول ہے: "ایک آدمی کی گواہی پر ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہے، جب تک کہ ایک گواہ پر دو گواہوں کی گواہی نہ ہو" [۳۸] یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حد اور قصاص میں دی گئی گواہی پر گواہی قبول نہیں ہوگی [۳۹] اس لئے کہ حدود اور قصاص شبہات کی بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں اور گواہی پر گواہی میں خطا کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ح) گواہی سے باز رہنا: جب گواہ گواہی دینے سے پیچھے ہٹ جائیں اور باز رہیں تو ایسی گواہی پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چور کا ہاتھ کاٹنے سے پہلے گواہوں کو طلب کر کے اس چور کے پاس کھڑا کر دیتے، پھر چور کو قید خانے میں ڈال دیتے، اس کے بعد بھی اگر گواہ اس کے خلاف گواہی دیتے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے، اور اگر گواہی دینے سے باز رہتے تو اسے رہا کر دیتے۔ [۴۰]

ط) گواہی سے رجوع کر لینا: اگر سزا پر عملدر آمد سے پہلے گواہ اپنی گواہی سے رجوع کر لیں تو سزا پر عملدر آمد روک دیا جائے گا۔ اگر گواہ سزا پر عملدر آمد کے موقعہ سے غائب ہو جائیں تو اسے رجوع عن الشہادۃ سمجھا جائے گا۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے خلاف دو آدمیوں نے چوری کی گواہی دی، حضرت علی لوگوں کے امور میں مصروف ہو گئے اس کے بعد جھوٹے گواہوں کو آپ نے دھمکاتے ہوئے فرمایا: "میرے پاس اگر کوئی جھوٹی گواہی دینے کے لئے لایا گیا تو میں اس سے بہت بری طرح پیش آؤں گا" اس کے بعد آپ نے دونوں گواہوں کو طلب کیا لیکن وہ نہ ملے، اس پر آپ نے اس شخص کو جانے دیا [۴۱] اگر سزا پر عملدر آمد کے بعد گواہی سے رجوع کریں تو وہ ان تمام نقصانات کا تاوان بھریں گے جو ان کی گواہی کے نتیجے میں سزا یافتہ شخص کو اٹھانے پڑے ہوں گے حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب گواہ اپنی گواہی سے پھر جائے تو وہ تاوان ادا کرے گا" [۴۲]

ی) گواہوں کی غلطی: جب گواہوں کو گواہی دینے میں غلطی لگ جائے تو ان کی گواہی سے پہنچنے والے تمام نقصانات کے وہ ضامن ہوں گے۔ دو آدمیوں نے تیسرے آدمی کے خلاف حضرت علیؓ کے سامنے چوری کی گواہی دی، چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر یہ دونوں گواہ ایک اور شخص کو پکڑ کر لے آئے اور کہنے لگے کہ اصل چور یہ تھا، پہلا آدمی چور نہیں ہے، حضرت علیؓ نے ان دونوں گواہوں سے پہلے آدمی کے ہاتھ کی دیت بھروائی اور فرمایا:

"اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم دونوں نے قصداً ایسا کیا ہے تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا" آپ نے اس دوسرے آدمی کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ [۴۳]

ک) گواہی میں گواہوں کی تضاد بیانی (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ ب کا مسئلہ ۴)

۵۔ قاضی کے سامنے گواہی دینا:

(دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ ب)

عقد نکاح میں گواہی کی شرط۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ج)

حد پر عملدر آمد کے موقعہ پر گواہوں کی موجودگی (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ط)

## شہر: مہینہ

مہینے کے کبھی انتیس دن ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن، حضرت علیؓ کا قول ہے: "کوئی مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کوئی تیس دن کا" [۴۴] حضرت علی کے عہد میں ایک دفعہ لوگوں نے رمضان کے روزے رکھے، اور ان کے حساب سے اٹھائیس دن ہوئے، حضرت علیؓ نے انہیں ایک دن کا روزہ قضا رکھنے کا حکم دیا [۴۵] اس لئے کہ مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے پورے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔

## شہید: شہید

شہید کی دو قسمیں ہیں، شہید دنیا اور شہید آخرت

۱۔ شہید دنیا:

وہ ہے جو کسی معرکے میں قتل ہو جائے اس کے متعلق چند احکامات یہ ہیں۔

الف) اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے شامی فوج کے مقابلے میں اپنی فوج کے شہیدوں کو غسل نہیں دیا تھا۔ [۴۶] آپ کے لشکر میں سے شہید ہونے والوں میں حضرت عمار بن یاسر بھی تھے جو جنگ صفین میں کام آئے تھے، آپ نے انہیں غسل نہیں دیا۔ [۴۷]

ب) شہید کو کفن نہیں پہنایا جائے گا۔ بلکہ اس کے تمام خون آلود کپڑے اس کے جسم پر رہنے دیئے جائیں گے۔ اگر کپڑوں کے علاوہ جسم پر کوئی زائد چیز ہو مثلاً موزے یا شلوار وغیرہ جسے خون نہ لگا ہو تو انہیں اس کے جسم سے اتار لیا جائے گا اور اتنا کپڑا رہنے دیا جائے گا جو

کفن سنت کے لئے کافی ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "شہید کے جسم سے پوستین، موزے، ٹوپی، پگڑی، کمربند اور شلوار اتار لئے جائیں گے، الا یہ کہ ان کو اس کا خون لگا ہو، ایسی صورت میں انہیں رہنے دیا جائے گا۔ اس کے جسم پر بندھی ہوئی گرہ کھولدی جائے گی[۴۸] اور ایک کپڑے کی کمی یا زیادتی کر دی جائے گی تاکہ اس کے کفن کے کپڑے تعداد میں وتر یعنی طاق ہو جائیں" [۴۹]

ج) شہید کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی: حضرت علیؓ اپنے لشکر کے شہیدوں کی نماز جنازہ ادا کرتے تھے[۵۰]

۲۔ شہید آخرت:

یہ وہ شہید ہیں جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ شہید ہے جبکہ وہ کسی معرکے میں کام نہ آیا ہو۔ مثلاً وہ شخص جسے ظلماً قتل کر دیا گیا ہو، یا وہ جو جل کر یا کسی ملبے وغیرہ میں دب کر مرا ہو، ایسے لوگوں کے ساتھ طبعی موت مرنے والے انسان کا معاملہ کیا جائے گا، اسے غسل دیکر کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ حضرت علیؓ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو آگ میں جل گیا تھا آپ نے اس پر پانی بہانے کا حکم دیا تھا[۵۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ جب شہید کر دیئے گئے تو آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا اور پھر نماز جنازہ پڑھی گئی تھی[۵۲] اسی طرح حضرت عمر کی شہادت پر بھی ہوا تھا۔ [۵۳]

۳۔ شہادت کی تمنا کرنا:

ایک انسان کے لئے شہادت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: "اے اللہ میں ان لوگوں سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں، میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں، اس لئے میری جان ان سے چھڑا دے اور ان کی جان مجھ سے چھڑا دے، ان کے بدبخت انسان (اشارہ عبدالرحمٰن بن ملجم کی طرف ہے) کو کون روک رہا ہے کہ وہ اسے یعنی میری ڈاڑھی کو خون سے رنگین کر دے" یہ کہہ کر آپ نے اپنا ہاتھ ڈاڑھی پر رکھا۔ [۵۴]

## شوریٰ: مشورہ

کسی معاملے میں فیصلے کے لئے باہمی مشورہ (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۶)

## شیب : بڑھاپا، بڑھاپے کے سفید بال

بڑھاپے یعنی سفید بال کو رنگ دینا، یعنی مہندی یا خضاب وغیرہ لگانا (دیکھئے لفظ شعر)

## شیخ : بوڑھا

رمضان میں بہت زیادہ بوڑھے انسان کا روزہ نہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۴)

# حرف الشین

## - ش -

۱۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲
۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵، مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۵۳
۳۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۲۶، مسند زید جلد چہارم ص ۶
۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶
۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۷۲، المحلی جلد ششم ص ۲۷۰
۶۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲
۷۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۵۶
۸۔ کنزالعمال رقم ۱۷۴۳۸، طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۶
۹۔ عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۱۵۵
۱۰۔ عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۱۵۵
۱۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۲۹
۱۲۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۶۲۹
۱۳۔ حوالہ سابق
۱۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۴۰۲
۱۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳ ب، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۲۶، المحلی جلد دہم ص ۲۵۵، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۱۶۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۵۰، ۳۵۱، کنزالعمال رقم ۱۷۷۹۱، المحلی جلد نہم ص ۴۲۰، المغنی جلد نہم ص ۱۶۴
۱۷۔ المحلی جلد نہم ص ۴۲۰، المغنی جلد نہم ص ۱۶۴
۱۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۸۳
۱۹۔ کنزالعمال ۱۷۷۸۸، کشف الغمہ جلد دوم ص ۲۰۳
۲۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۸۳
۲۱۔ المحلی جلد نہم ص ۴۱۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۵، کنزالعمال ۱۷۷۹۰، المغنی جلد نہم ص ۱۹۵
۲۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۹۱
۲۳۔ کنزالعمال ۱۷۷۹۰، الروض النضیر جلد چہارم ص ۹۲
۲۴۔ المحلی جلد نہم ص ۴۱۵
۲۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۲۴، کنزالعمال ۱۷۷۹۳

۲۶۔ المغنی جلد نہم ص ۱۸۹، الروض النضیر جلد دوم ص ۴۹۶
۲۷۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۲۹، مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۱، ۱۷۸، المحلی جلد نہم ص ۳۹۷، کنزالعمال رقم ۱۷۷۹۴
۲۸۔ المحلی جلد نہم ص ۳۹۹
۲۹۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۳۲، المحلی جلد نہم ص ۳۹۶، کنزا لعمال ۱۷۷۹۴
۳۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۸۴
۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۳، المحلی جلد نہم ص ۳۹۸
۳۲۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۵۱، المحلی جلد نہم ص ۳۹۹، کنزالعمال ۱۷۷۹۳، المغنی جلد نہم ص ۱۵۶
۳۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۱
۳۴۔ المحلی جلد دہم ص ۲۷۲
۳۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۵، المحلی جلد گیارہ ص ۲۵۹
۳۶۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۴۷
۳۷۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۳۹
۳۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۸۸
۳۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۱۱، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۲۶
۴۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۰
۴۱۔ خراج ابی یوسف ص ۲۱۰، عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۹۰
۴۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۹۰
۴۳۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۵۱، المغنی جلد نہم ص ۲۴۸، الروض النضیر جلد چہارم ص ۹۰، الاؤسط جلد اول ص ۲۳، عبدالرزاق جلد دہم ص ۸۹
۴۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۸ب، کنزا لعمال ۲۴۳۰۵
۴۵۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۱۹۷
۴۶۔ المغنی جلد دوم ص ۵۳۴
۴۷۔ تفسیر القرطبی جلد چہارم ص ۲۷۲
۴۸۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۴۵۲
۴۹۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۲۷۷ اور جلد سوم ص ۵۴۷
۵۰۔ المغنی جلد دوم ص ۵۳۵
۵۱۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۴۶۱
۵۲۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۴۵ اور جلد پنجم ص ۲۷۵

۵۳۔ المغنی جلد دوم ص ۵۳۶
۵۴۔ عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۳۱۵

# حرف الصاد

## ص

### صائل : حملہ آور

حملہ آور کو قتل کر دینے کی مشروعیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ک) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۳)

### صبح : صبح

صبح کی نماز صلوٰۃ وسطٰی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۳)

صبح کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، کا مسئلہ ۱،۲)

صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، کا مسئلہ ٦)

### صبغ : رنگنا

بالوں کو رنگنا یعنی مہندی یا خضاب وغیرہ لگانا (دیکھئے لفظ شعر، فقرہ ۲)

حج میں رنگا ہوا کپڑا پہننا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب کا مسئلہ ۲)

### صبی : بچہ

دیکھئے لفظ صغیر

### صداق : مہر

عقد نکاح میں مقرر کردہ عوض کو صداق یعنی مہر کہتے ہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ٦)

### صداقہ : دوستی

ایک دوست پر اپنے دوست کے لئے عائد ہونے والے فرائض (دیکھئے لفظ اخوۃ اسلامیہ)

### صدقہ : صدقہ

۱۔ تعریف:
اللہ کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے، کسی دنیاوی لحاظ سے محتاج انسان کو کسی چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے۔

۲۔ صدقہ کی مقدار جس کا دینا ضروری ہے:
حقیقت میں مسلمان پر صدقہ دینا واجب نہیں ہے مگر جب ایسے فقرا موجود ہوں جن کے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں یہ واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ مال اللہ کا ہے اور مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے، صدقہ میں مقدار واجب کا تعین ضرورت سے کیا جائے گا یعنی جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے مالداروں پر ان کے مال میں سے اتنی مقدار علیحدہ کرنا ضروری قرار دیا ہے جو فقرا کے لئے کافی ہو۔ اگر فقرا بھوکے یا ننگے رہے یا تنگی میں مبتلا ہو گئے تو یہ مالداروں کے ہاتھ روکنے کی وجہ سے ہو گا، اور پھر اللہ کو حق ہو گا کہ وہ ان کا محاسبہ کرے اور عذاب میں مبتلا کرے" [۱]

۳۔ عقد صدقہ:
الف) اس میں مذاق بھی سنجیدگی ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ صدقہ میں مذاق کو سنجیدگی سمجھتے تھے، اگر صدقہ کرنے والے نے مذاق میں کہا ہو تو پھر بھی عقد صدقہ کا انعقاد ہو جائے گا، آپ نے فرمایا: "تین باتیں ایسی ہیں کہ ان میں مذاق نہیں چلتا، وہ یہ ہیں: نکاح کرنا، طلاق دینا، غلام آزاد کرنا اور صدقہ دینا" راوی کہتا ہے کہ "مذکورہ بالا چار باتوں میں سے ایک ان میں داخل نہیں ہے، لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی بات ہے" [۲] میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ ان باتوں میں صدقہ کا شامل نہ ہونا دو وجہ سے بعید سمجھتا ہوں:
اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا میلان اس جانب تھا کہ صدقات زیادہ سے زیادہ نکالے جائیں اور لوگوں کے دلوں میں اس جذبے کی جڑیں مضبوط ہوں۔ اسی لئے آپ صدقہ کو قبضہ میں لینے کے متعلق بہت گنجائش پیدا کرتے تھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔
دوم: حضرت علیؓ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ میں مذاق کو سنجیدگی کا درجہ دیا تھا۔ اس لئے چوتھی بات جو بقول راوی درج بالا فقرے میں داخل نہیں ہے وہ غالباً نکاح ہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "تین باتیں ایسی ہیں جن

میں مذاق کرنے والا اور سنجیدہ دونوں برابر ہیں، وہ یہ ہیں: طلاق، صدقہ اور عتاق" (غلام آزاد کرنا) [۳]

ب) ایجاب (اپنے اوپر واجب کرلینے) سے اس کا لازم ہو جانا: چونکہ صدقہ کے متعلق مذاق سے کہنے والا اور سنجیدگی سے مان جانے والا دونوں برابر ہیں اس لئے اپنے اوپر لازم کر لینے کے ساتھ ہی یہ لازم ہو جاتا ہے۔ الروض النضیر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صدقہ کرنے والے کے قول کو تسلیم کر کے اس کو نافذ کر دیتے تھے اگرچہ ابھی صدقہ میں دی جانے والی چیز یا رقم علیحدہ بھی نہ کی گئی ہو [۴] صدقہ کی مقدار کی اگر تعیین کر دی جائے تو وہ متعین ہو جاتی ہے۔ اس میں قبضہ کرنے کی شرط نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے ایک بکری صدقے میں دی تو ایک بکری اس پر واجب ہو جائے گی لیکن اگر وہ بکری کا تعین کر لیتا ہے یعنی اسے دوسری بکریوں سے علیحدہ کر لیتا ہے تو اس پر اسی بکری کو صدقہ میں دینا واجب ہو گا اور اسے کسی اور بکری سے بدلنا جائز نہ ہو گا۔ حضرت علی کا قول ہے: "جب صدقہ کی چیز متعین کر دی جائے تو یہ لازم ہو جاتی ہے اگرچہ اس پر ابھی قبضہ نہ ہوا ہو" [۵] اس لئے اب اس کے لئے اس سے رجوع کرنا جائز نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہر وہ ہبہ یا صدقہ جو اللہ کے لئے کیا جائے اس میں ہبہ یا صدقہ کرنے والے شخص کے لئے رجوع کرنے کی گنجائش نہیں" [۶]

۴۔ صدقہ کرنے والا:

صدقہ ایک ایسا عقد ہے جس میں تبرع اور نیکی کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ اس لئے صدقہ کرنے والے کے لئے شرطیں وہی ہیں، جو تبرع سے تعلق رکھنے والے تمام عقود کی ہیں (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۳)

۵۔ صدقہ میں دی جانے والی چیز:

جو چیز صدقہ میں دی جائے اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ معلوم اور غیر مشترک ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ہبہ یا صدقہ صرف اسی چیز کا جائز ہے جو معلوم ہو اور جدا کر دی گئی ہو" [۷]

## صدقۃ الفطر: صدقہ فطر

دیکھئے لفظ زکاۃ الفطر

## صرف : خرچ کرنا

نقود کے بدلے نقود فروخت کرنا صرف کہلاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ج کا مسئلہ ۳)

## صغیر: کم سن

### ۱۔ تعریف :

جو بچہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو اسے صغیر کہتے ہیں۔

### ۲۔ صغیر پر بحث کے مقامات کی نشاندہی :

نابالغ پر بدنی عبادات کا عدم وجوب (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۲، جز۔ ج)

نابالغ کے مال کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکاۃ)

صغیر پر صدقہ کا وجوب (دیکھئے لفظ زکاۃ الفطر، فقرہ ۱)

ماں باپ کے مسلمان ہونے سے نابالغ کا بھی مسلمان ہو جانا (دیکھئے لفظ اسلام، فقرہ ۱، جز۔ ب)

نماز جنازہ میں بالغوں کے ساتھ نابالغ کی میت رکھنے کی ترتیب (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ و، مسئلہ ۶)

نابالغ کی نماز جنازہ کی دعا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ ز، مسئلہ ۳)

نماز میں نابالغ کی امامت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د، مسئلہ ۲)

چھوٹی عمر کے مویشیوں کی بڑی عمر کے مویشیوں کے ساتھ گنتی (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۹، جز۔ ب)

نماز استسقاء کے لئے بچوں کو بھی لے جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵)

نابالغ کے تصرفات پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

نابالغ کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱)

والدین کی موت کی صورت میں نابالغ کی کفالت (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ د)

نابالغ پر حد کا جاری نہ ہونا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۳، جز۔ الف، مسئلہ ۱)

نابالغ کی جنایت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ب، و)

نابالغ لڑکی کو پیغام نکاح دینا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲، جز۔ الف)
نابالغ کا نکاح (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ب) نکاح کے لئے نابالغ لڑکی کی رضامندی شرط نہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۲)
نابالغ کی طلاق (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ ج کا مسئلہ ۱) نابالغ لڑکی کو طلاق دینا (دیکھئے لفظ ولایہ)
نابالغ سے اس کے نکاح کو پوشیدہ رکھنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ ح)
نابالغ کے مال میں ولی (سرپرست) کا تصرف (دیکھئے لفظ ولایہ)

## صفی : چنا ہوا

مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے امیر لشکر جو کچھ اپنے تصرف کے لئے چن لے وہ صفی کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ غنیمہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

## صلاۃ : نماز

مسائل نماز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فقہی آراء کو ہم درج ذیل نقاط میں سمیٹیں گے۔
۱۔ نماز کے لئے بہترین جگہ کا انتخاب۔ ۲۔ تارک صلوٰۃ کا حکم ۳۔ صلوٰۃ وسطیٰ ۴۔ نماز کی جگہ ۵۔ نماز کی شرطیں، وقت کے اندر نماز کا اعادہ، نماز کے اوقات ممنوعہ، ۶۔ نماز کو فاسد کر دینے والی چیزیں ۷۔ نماز کی مکروہات، ۸۔ نماز کی کیفیت ۹۔ نماز وتر ۱۰۔ قنوت ۱۱۔ نماز کی دعائیں ۱۲۔ کشتی میں نماز کی ادائیگی ۱۳۔ سفر میں نماز کی ادائیگی ۱۴۔ نماز میں سجدہ سہو ۱۵۔ نماز با جماعت ۱۶۔ نماز جمعہ ۱۷۔ نوافل ۱۸۔ نوافل رواتب (مئوکدہ سنتیں) ۱۹۔ نماز عیدین ۲۰۔ چاشت کی نماز ۲۱۔ قیام اللیل (نماز تہجد) ۲۲۔ نماز تراویح ۲۳۔ صلوۃ الکسوف، چاند یا سورج گرہن کے وقت پڑھی جانے والی نماز ۲۴۔ زلزلہ آنے پر پڑھی جانے والی نماز ۲۵۔ نماز استسقاء ۲۶۔ اوابین کے نوافل ۲۷۔ نماز جنازہ ۲۸۔ صلوٰۃ الخوف ۲۹۔ نماز پڑھنے کے بعد نمازی کو کیا کرنا چاہئے۔

### ۱۔ نماز کے لئے بہترین جگہ کا انتخاب :

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی بیابان کی طرف چلا جائے تو اسے نماز کے وقت کا اندازہ لگانا چاہئے، پھر وہ دائیں بائیں اپنی نظر دوڑائے اور نرم اور پاکیزہ جگہ کا انتخاب کرے۔ کیونکہ زمین

کے ٹکڑے ایک مسلمان کو اپنے اوپر جگہ دینے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور زمین کے ہر ٹکڑے پر اللہ کا نام لینا واجب ہے۔ [۸]

۲۔ تارک صلوٰۃ کا حکم:

نماز اسلام کا ستون ہے۔ اس لئے اس کی ادائیگی میں نہ سستی کرنی چاہئے اور نہ اس کی طرف سے غفلت برتنا چاہئے۔ جو شخص سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہو گا۔ اگرچہ اس کے وجوب کا قائل ہو وہ کافر اور مرتد ہے، اس پر مرتدین کے احکامات جاری ہوں گے[۹] حضرت علیؓ سے پوچھا گیا:
"امیر المومنین، اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو نماز نہیں پڑھتا"؟ آپ نے فرمایا:
"جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ کافر ہے" [۱۰]

۳۔ الصلوٰۃ الوسطیٰ (درمیانی نماز)

حضرت علیؓ سے صلوٰۃ وسطیٰ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے حَـٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ: نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص کر درمیان کی نماز کی) کے متعلق منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ عصر کی نماز ہے[۱۱] حضرت علیؓ کا قول: "صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے" [۱۲] دوسری روایت میں ہے کہ یہ صبح کی نماز ہے[۱۳] آپ نے فرمایا: "صلوہ وسطیٰ فجر کی نماز ہے[۱۴] لیکن آپ سے زیادہ روایات کی بنا پر یہ عصر کی نماز ہے۔ [۱۵]

۴۔ نماز کی جگہ (دیکھئے لفظ مسجد)

راستے میں نماز پڑھنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے جو نماز کے لئے بنائی نہ گئی ہو اور جہاں نمازی کی نماز کی وجہ سے لوگوں کو دقت پیش آئے جبکہ کسی اور جگہ اس کی ادائیگی ممکن ہو۔ آپ راستے کے بیچوں بیچ نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ [۱۶]
اسی طرح آپ اس سرزمین پر بھی نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے جہاں خدا کا عذاب آیا ہو، جیسا کہ آگے آئے گا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ح)

۵۔ نماز کی شرطیں:

الف) حدث سے پاکیزگی: اگر کوئی حدث سے پاک ہوئے بغیر (بے وضو) نماز شروع کرے گا تو اس کی نماز درست نہ ہو گی۔ اس پر سب کا اجماع ہے (دیکھئے لفظ جنابت، فقرہ ۲) اور (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جز۔ الف) اور اگر نماز کے اندر حدث لاحق ہو جائے (وضو

ٹوٹ جائے ) تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ نئے سرے سے وضو کر کے نماز پوری کرے
(دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۶. جز۔ ج)

ب) نجاست سے پاکیزگی: اس میں کپڑے. جسم اور جگہ کی طہارت شامل ہے۔ چونکہ بال پاک ہیں کیونکہ ان میں دوران خون نہیں ہوتا اس لئے حضرت علیؓ نے ایک اونی ٹاٹ پر نماز پڑھی اور اس پر رکوع اور سجدہ کیا" [۱۷]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں وحشی درندوں کی کھالیں دباغت سے پاک نہیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے آپ نے لومڑی کی کھال پر نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا تھا[۱۸]

ج) استقبال قبلہ (قبلہ رخ ہونا) حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص کے لئے جسے کعبۃ اللہ نظر نہ آ رہا ہو عین کعبہ کی طرف رخ کرنے کی شرط نہیں لگاتے تھے بلکہ اس کے لئے سمت کعبہ کی طرف رخ کرنا کافی سمجھتے تھے۔ آپ کا قول ہے: "مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے" [۱۹] لیکن جسے کعبۃ اللہ نظر آ رہا ہو اس کے لئے اصابت عین قبلہ ضروری ہے۔ [۲۰]

د) ستر پوشی (ستر جسم کا وہ حصہ جسے کپڑوں میں چھپائے رکھنا فرض ہے)

۱) نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ستر کو چھپانے کی پوری کوشش کرے اور اس کے کسی حصے کے کھل جانے سے پوری احتیاط کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حکم دیا ہے کہ کپڑے کو جسم کے ساتھ پوری طرح لپیٹ لے یا بغل سے نکال کر کندھے پر ڈال لے تاکہ اس طرح ستر کے کسی حصے کے کھل جانے کا کم سے کم امکان باقی رہ جائے. آپ نے فرمایا: "جب انسان ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ کپڑے کو بغل سے نکال کر کندھے پر ڈال لے۔ [۲۱]

۲) نماز میں انسان کے لئے ستر پوشی اس کی صنف کے حساب سے ہوتی ہے۔ مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے۔ (دیکھئے لفظ عورۃ) اور عورت کا ستر چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا جسم کا تمام حصہ ہے۔ اسی بنا پر عورت کو چاہئے کہ ایسے لباس میں نماز پڑھے جو اس کے جسم کو پوری طرح چھپالے اور قدموں تک پہنچ جائے۔ مکحول سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کو کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرنا چاہئے؟ تو حضرت

عائشہ نے جواب دیا کہ جا کر علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو اور پھر آ کر مجھے بتاؤ، حضرت علیؓ نے سائل سے فرمایا: "عورت کو اوڑھنی اور ایک لمبی قمیص میں جو قدموں تک آتی ہو، نماز ادا کرنا چاہئے" وہ شخص واپس حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا: "علیؓ نے درست کہا" [۲۲] رہی لونڈی تو وہ ان ہی کپڑوں میں نماز ادا کرے گی جنہیں پہن کر وہ باہر نکلتی ہے۔ [۲۳]

۴) اگر کسی کے پاس اس قدر کپڑا نہ ہو جس سے وہ ستر ڈھانپ سکے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں سے وہ نظر بھی آ سکتا ہو تو ایسی حالت میں بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے اور سجدہ کرتے وقت رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے۔ اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں سے وہ کسی کو نظر نہ آ سکتا ہو تو پھر کھڑے ہو کر نماز ادا کرے۔

اگر نماز کا وقت ایسی حالت میں ہو جائے کہ وہ پانی کے اندر ہو تو وہ سر کے اشارے سے نماز ادا کرے اور پانی پر سجدہ نہ کرے۔ [۲۴]

۵) دخول وقت:

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اوقات نماز کی تحدید کے متعلق روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: "حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سورج ڈھلنے کے وقت آئے اور ظہر کی نماز پڑھنے کو کہا، پھر جب سایہ ایک قامت یعنی ہر چیز کے قد کے برابر ہو گیا تو پھر آئے اور عصر کی نماز ادا کرنے کو کہا۔ جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی تو آ کر مغرب کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا، پھر جب شفق (سورج کے طلوع یا غروب کے وقت آسمان کے کنارے پر ظاہر ہونے والی سرخی) غائب ہو گئی تو آ کر عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کہا، پھر طلوع فجر کے وقت آ کر فجر کی نماز کی ادائیگی کا حکم دیا۔ اگلے دن جب ہر چیز کا سایہ زوال کے بعد ایک قامت ہو گیا تو حضرت جبرئیل نے آ کر ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے کہا، جب سایہ دو قامت ہو گیا تو آ کر عصر کی نماز پڑھنے اور جب سورج کی ٹکیہ غائب ہو گئی تو مغرب کی نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک تہائی رات گذرنے پر حضرت جبرئیل آئے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے کہا۔ پھر جب صبح کی روشنی پوری طرح پھیل گئی تو فجر کی نماز پڑھنے کے لئے کہا اور جاتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ کے رسول! ان دونوں وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے" [۲۵] اس روایت کی روشنی میں ہمیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اوقات نماز درج ذیل صورت میں ملتے ہیں، صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے لے کر اسفار یعنی طلوع شمس تک ہے۔

ظہر کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد سے لیکر ایک مثل تک ہے یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جائے۔

عصر کا وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے، یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے۔

مغرب کا وقت سورج کی ٹکیہ غائب ہونے کے ساتھ [۲۶] ہے۔ اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں۔

عشاء کا وقت شفق کے غروب ہونے سے لیکر آخر شب تک ہے۔ [۲۷]

۲) صبح کی نماز کے متعلق اسفار (جب صبح کا اجالا پھیل جائے) اور تغلیس (صبح صادق کے بعد جب ابھی اندھیرا ہو) کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات مختلف ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز میں بہت زیادہ اسفار کرتے تھے [۲۸] اور اپنے غلام قنبر سے فرماتے: "اجالا پھیل جانے دو، اجالا پھیل جانے دو" [۲۹] داؤد بن یزید اودی سے روایت ہے: "حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیں صبح کی نماز پڑھاتے اور ہم اس خوف سے کہ کہیں سورج نکل نہ آئے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے" [۳۰]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صبح کی نماز میں تغلیس کو افضل سمجھتے تھے [۳۱] قرہ بن حیان بن الحارث سے روایت ہے: "ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سحری کھائی، جب سحری کھا کر فارغ ہوئے تو آپ نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور اس کے بعد جماعت کھڑی کر لی۔ [۳۲]

اگر ہمارے پاس عبد خیر کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہ ہوتی کہ آپ کبھی تو صبح کی نماز پوری روشنی پھیل جانے کے بعد پڑھتے اور کبھی صبح کے اندھیرے کی موجودگی میں ادا کر لیتے [۳۳] تو ہم شاید طحاوی کے اس قول کو اختیار کر لیتے کہ روایات کی روشنی میں یہ احتمال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز فجر غلس یعنی اندھیرے میں شروع کرتے اور طویل قرائت کے بعد جب سلام پھیرتے تو اسفار ہو چکا ہوتا، میرے ذہن میں ان دونوں روایتوں کو جمع کرنے کی ایک اور وجہ آئی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز

میں تغلیس کو پسند کرتے اور اسے افضل سمجھتے تھے اور جب حالات اجازت دیتے تو اسی پر عمل پیرا ہوتے، لیکن اگر حالات مساعدت نہ کرتے. مثلاً نمازیوں کی آمد میں دیر ہو جاتی تو پھر آپ اسفار کر لیتے تاکہ جماعت میں زیادہ سے زیادہ لوگ شامل ہو سکیں. عبد خیر کا یہ قول کہ حضرت علیؓ کبھی صبح کی نماز پوری روشنی میں پڑھتے اور کبھی اندھیرے منہ پڑھ لیتے، اسی معنی پر محمول کیا جائے گا، اسی طرح قنبر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ صبح کی روشنی پھیل جانے دو، صبح کی روشنی پھیل جانے دو، بھی اسی معنی پر محمول ہو گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر میں تعجیل کو پسند کرتے تھے [۳۴] جونہی سورج ڈھل جاتا آپ ظہر کی نماز ادا کر لیتے [۳۵] اسی طرح جمعہ کی ادائیگی بھی ہوتی [۳۶] آپ عصر کی نماز میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ سورج دیواروں پر آ جاتا [۳۷] اور مغرب کی نماز سورج کی ٹکیہ غائب ہو جانے کے ساتھ پڑھ لیتے۔ [۳۸]

رہا وتر کا وقت تو وہ عشاء کی نماز کے بعد سے لیکر صبح کی نماز تک ہے اس بنا پر اگر کوئی اذان صبح کے بعد نماز فجر سے پہلے اسے ادا کر لے تو وہ اسے اس کے وقت کے اندر ادا کرنے والا بن جائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک وتر کو آخر شب تک موخر کرنا افضل ہے [۳۹] عبد خیر سے روایت ہے: "ہم مسجد میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصے میں مسجد میں تشریف لائے اور پوچھا کہ وتر کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ ہم سب آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول حصے میں وتر پڑھے۔ پھر درمیانے حصے میں اور پھر اس وقت یعنی رات کے آخری حصے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے" [۴۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن تیاح کے اذان دینے پر جو وہ صبح کے اول وقت میں دیتے تھے، گھر سے برآمد ہوتے اور فرماتے کہ یہ وتر کا وقت ہے۔ آپ اپنے قول سے قرآن مجید کی اس آیت ( وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے ) کی تشریح فرماتے [۴۱] ایک دفعہ آپ گھر سے باہر تشریف لائے جب صبح طلوع ہو چکی تھی اور یہ آیت وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ : اور قسم ہے رات کی جب جانے لگے ) پڑھ کر مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "وتر کے وقت کے متعلق سوال کرنے والے کہاں ہیں؟ سنو، وتر کا وقت یہی ہے" [۴۲] حضرت ابو موسیٰؓ اشعری

کے پاس کچھ لوگ آکر وتر کے متعلق پوچھنے لگے، آپ نے فرمایا: "اذان فجر کے بعد کوئی وتر نہیں" لوگ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے اور حضرت ابو موسیٰؓ کی بات آپ کو بتائی تو آپ نے فرمایا: "ابو موسیٰؓ اختلافات میں غرق ہو گئے ہیں اور فتویٰ دینے میں بہت افراط یعنی زیادتی کرتے ہیں، وتر کا وقت تمہاری نماز فجر ادا کرنے سے پہلے تک رہتا ہے" [۴۳]

۳) وقت کے اندر نماز کا اعادہ: جب کوئی شخص فرض نماز اپنے گھر میں پڑھ لے اور مسجد میں آئے اور اس وقت جماعت کھڑی ہو تو اس کے لئے نمازیوں کے ساتھ اس نماز کا اعادہ کر لینا مستحب ہے۔ اس طریقے سے وہ فرض نماز وقت کے اندر دو دفعہ پڑھ لے گا، اس صورت میں پہلی نماز اس کے لئے فرض اور دوسری نفل بن جائے گی۔ [۴۴] دوسری روایت ہے کہ گھر پر پڑھی ہوئی نماز نفل بن جائے گی اور جماعت کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز فرض بن جائے گی۔ [۴۵] پہلی روایت کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جب وہ مغرب کی نماز کا اعادہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر کرے گا تو تین رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے گا تاکہ چار رکعتیں نفل کی ہو جائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم مغرب کی نماز تنہا پڑھو اور پھر جماعت کے ساتھ اس کا اعادہ کرو تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لو" [۴۶]

دوسری روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص وتر پڑھے، پھر تہجد ادا کرے تو وہ اپنے پہلے وتر کو ایک رکعت مزید پڑھ کر جوڑا، یعنی دو دو رکعت والی نماز بنا لے، تاکہ یہ اس کے لئے مطلق نفل بن جائے اور پھر نئے سرے سے وتر پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم نے وتر پڑھ لئے ہیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ کر چار رکعتیں کر لو، اس کے بعد وتر پڑھ لو" [۴۷]

۴) سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا یعنی ایک میں تعجیل اور دوسری میں تاخیر کر کے دونوں اکٹھے ادا کر لینا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ د)

۵) فوت شدہ نمازوں کی قضا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب کوئی شخص سو جائے اور اس کی نماز رہ جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے قضا پڑھ لے" [۴۸] ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا: "میں سو گیا اور وتر پڑھنا مجھے یاد نہ رہا۔ یہاں تک

کہ سورج نکل آیا" آپ نے فرمایا: "جب جاگنے کے بعد تمہیں یاد آئے تو قضا پڑھ لو" [۴۹]

۲) وہ اوقات جن میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چار اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، نماز فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے، اور عصر کی نماز کے بعد جب سورج زرد ہو جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہی روایت کی ہے: عصر کی نماز کے بعد نماز نہ پڑھو الا یہ کہ سورج روشن اور صاف ہو۔ [۵۰] اور نصف النہار کے وقت جبکہ سورج آسمان کے بیچوں بیچ ہو یہاں تک کہ ڈھل جائے، اور جمعہ کے دن جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جائے [۵۱] عصر کے بعد اس وقت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب سورج روشن اور صاف ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عصر کے بعد نماز نہ پڑھو، ہاں اگر سورج بلند ہو تو پڑھ لو" [۵۲]

طرح التثریب، میں جو یہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز کے بعد نفلیں پڑھنے کی اجازت دیتے تھے تو اس روایت کو درج بالا معنی پر محمول کیا جائے گا [۵۳] اسی طرح وہ روایت ہے جو عاصم بن ضمرہ نے بیان کی ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ سفر میں تھے، آپ نے ہمیں عصر کی دو رکعتیں قصر پڑھائیں پھر اپنے خیمے میں چلے گئے، میں آپ کو دیکھتا رہا، آپ نے اندر جا کر دو رکعتیں پڑھیں" [۵۴]

اس کراہت سے صرف وہی نماز مستثنیٰ ہو گی جو کسی وجہ سے ادا کی جا رہی ہو [۵۵] اس لئے اس وقت میں وہ فوت شدہ نمازیں بلا کراہت ادا کی جا سکیں گی جو یاد آ گئی ہوں۔ [۵۶]

۶۔ نماز کو فاسد کر دینے والی چیزیں:

مفسدات صلوٰۃ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

الف) نماز کی شرطوں میں سے کسی ایک شرط کا نہ پایا جانا: مثلاً طہارت وغیرہ، معبدبن صخر قرشی سے روایت ہے: "میں نے ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے پہلو میں تھے، آپ یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے کہ میں نے وضو کئے بغیر نماز پڑھ لی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا

وَهُمْ يَعْلَمُونَ آل عمران۔ ۱۳۵ (اور وہ جان بوجھ کر اپنے غلط کاموں پر اصرار نہیں کرتے) پھر آپ وضو کی جگہ پر آئے اور وضو کر کے نماز ادا کی" [۵۷] ایک دفعہ آپ نے حالت جنابت میں نماز پڑھا دی پھر ابن تیاح (موذن) کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کر دے کہ جس شخص نے امیر المومنین حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ اپنی نماز لوٹا لے کیونکہ امیر المومنین نے حالت جنابت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی تھی۔ [۵۸]

ب) امام کی نماز کا فاسد ہو جانا۔ اس کے متعلق پچھلے پیرے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت گذر چکی ہے۔

ج) اگر نماز کے دوران نماز کی کوئی شرط فاسد ہو جائے اور ابھی وہ قعدہ اخیرہ میں نہ بیٹھا ہو، اور اسی دوران نماز کی کسی اور شرط کو توڑے بغیر فاسد شرط کی تلافی کر دے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر تلافی نہ کر سکے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ المحلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مسلک بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے دوران اپنے کپڑے پر خون دیکھے، پھر وہ نماز چھوڑ کر خون دھوئے اور واپس آ جائے۔ جب تک جان بوجھ کر اس نے اپنا رخ قبلے سے نہ پھیرا ہو، وہ اپنی باقی ماندہ نماز ادا کر کے نماز پوری کر لے۔ [۵۹] اسی طرح اگر نماز میں کسی کو کسی قسم کا کوئی حدث لاحق ہو جائے تو وہ وضو کر کے نماز آگے جاری رکھے بشرطیکہ اسے اور کوئی نیا حدث لاحق نہ ہو گیا ہو [۶۰] حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "اگر کسی کو نماز کے دوران پیٹ میں گڑگڑاہٹ معلوم ہو یا قے ہو جائے یا نکسیر پھوٹ جائے تو وہ واپس ہو جائے اور وضو کر کے نماز وہیں سے شروع کر دے جہاں سے چھوڑی ہو بشرطیکہ کسی کے ساتھ گفتگو نہ کی" [۶۱]

اگر وہ قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہو اور پھر کوئی حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "آخری سجدے کے بعد نماز میں اگر نکسیر پھوٹ جائے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ [۶۲]

د) نماز میں قصداً یا بھول کر بات کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ گفتگو کلام الناس کی صورت میں ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "جو شخص نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر گفتگو کرتا ہے اس کی نماز ختم ہو جاتی ہے۔ [۶۳] اوپر گذر چکا ہے کہ جس شخص کو نماز میں حدث لاحق ہو جائے تو وہ پیچھے ہٹ کر جائے اور وضو کر کے آگے نماز شروع کر

دے بشرطیکہ وہ کسی سے گفتگو نہ کرے۔ اگر گفتگو کر لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسے نئے سرے سے نماز شروع کرنی پڑے گی، اگر وہ قرآنی زبان میں گفتگو کرے گا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔ مثلاً نماز کے اندر اس نے کسی سوال کرنے والے کو اس کے سوال کا قرآنی آیت میں جواب دے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک خارجی (جنگ صفین میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان خلافت کے جھگڑے کا فیصلہ دو حکم کریں گے تو اس وقت حضرت علیؓ کے کچھ ساتھیوں نے اس بنا پر تحکیم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ شرک ہے۔ فیصلہ کرنا تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے، ان الحکم الا للہ۔ پھر حضرت علیؓ سے الگ ہو کر آپ کے خلاف مورچہ بند ہو گئے، ایسے لوگوں کو خارجی کہا جاتا ہے۔ مترجم) نے آپ کو مخاطب کر کے یہ آیت پڑھی: لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ الزمر۔ ۶۵ (اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا سارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم یقیناً خسارے میں رہو گے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خارجی کا مطلب سمجھ کر جواب میں نماز کے اندر ہی یہ آیت تلاوت کی فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ (تم صبر کرو۔ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے اور تمہیں وہ لوگ خفیف الحرکتی پر نہ آمادہ کریں جو یقین نہیں کرتے) [۶۴]

ھ) عمل کثیر جس کی کوئی ضرورت نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں بلا ضرورت حرکت نہیں کرتے تھے۔ ہاں اگر کپڑا درست کرنا ہوتا یا کھجانے کی ضرورت ہوتی تو ایسا کر لیتے [۶۵] آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے پہنچے پر رکھ لیتے، پھر یہی وضع اختیار کئے رہتے یہاں تک کہ رکوع میں چلے جاتے۔ ہاں اگر کپڑا درست کرنا ہوتا یا جسم پر کھجانے کی ضرورت ہوتی تو ایسا کر لیتے۔ [۶۶]

### ۷۔ مکروهات نماز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک درج ذیل باتیں مکروهات صلوٰۃ میں سے ہیں:

الف) نمازی کا سترہ قائم نہ کرنا مکروہ ہے۔ اگر اس نے سترہ کھڑا نہ کیا اور اس کے سامنے سے کوئی انسان یا حیوان گذر گیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی. لیکن اس کے لئے جہاں تک ممکن ہو گذرنے والے کو ہٹانا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”نماز کو نمازی

کے سامنے سے گذرنے والی کوئی چیز ختم نہیں کرتی اور تم سے جہاں تک ممکن ہو سکے گذرنے والوں کو ہٹانے کی کوشش کرو" [۶۷]

ب) سجدے میں پیشانی ڈھانپنا مکروہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی پگڑی اپنے پیشانی سے ہٹالے" [۶۸]

ج) ناک کا چھپانا بھی مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنی ناک براہ راست زمین پر رکھے [۶۹] اور جب ناک پر کپڑا رکھنا مکروہ ہے تو چہرے پر نقاب ڈالنا بطریق اولیٰ مکروہ ہو گا۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ [۷۰]

د) بالوں کی چوٹی بنا کر یا بال گوندھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ [۷۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کوئی شخص اپنے بالوں کی چوٹی بنا کر نماز نہ پڑھے" [۷۲]

ھ) بلاوجہ حرکت کرنا مکروہ ہے۔ مثلاً کنکریوں سے کھیلنا، دائیں بائیں گردن گھما کر دیکھنا وغیرہ [۷۳]

و) جماہی لینا بھی مکروہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "نماز میں جماہی لینا اور جب کوئی وعظ و نصیحت کر رہا ہو اس وقت زور سے چھینک مارنا یا اونگھنا شیطانی عمل ہے" [۷۴]

ز) قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ آپ کا قول ہے: "بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا ہے" [۷۵]

ح) ارض عذاب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت علی کا گذر بابل سے ہوا، آپ وہاں رکے نہیں بلکہ چلتے رہے۔ پھر آپ کے پاس موذن نے آکر نماز عصر کے لئے اذان دینے کی اجازت مانگی لیکن جب آپ اس سرزمین سے باہر نکل آئے تو موذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور پھر نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "مجھے میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قبرستان میں اور سرزمین بابل میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سرزمین پر اللہ کی لعنت ہوئی ہے۔ [۷۶]

ط) امام کے لئے طاق یعنی محراب میں نماز پڑھانا مکروہ ہے، تاکہ نمازیوں کی نظروں سے اس کی حرکات صلاۃ پوشیدہ نہ ہو جائیں۔ [۷۷]

ی) کھانے کی موجودگی میں جبکہ اس کی شدید اشتہا بھی ہو نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے

خشوع و خضوع میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے قتادہ بن عبداللہ سہمی نے اپنے بزرگوں سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: "ہم رمضان کے مہینے میں حضرت علیؓ کے پاس تھے۔ سامنے افطار کا سامان موجود تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے افطار کر لو، تاکہ تم زیادہ بہتر طریقے سے نماز ادا کر سکو" [۷۸]

ک) نماز میں اقعاء کرنا (دونوں پاؤں زمین پر بچھا کر ایڑیوں پر بیٹھنا) مکروہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اقعاء شیطان کی گھاٹی ہے" [۷۹]

ل) سدل ثوب (کپڑے کو درست طریقے پر پہنے یا باندھے بغیر لٹکا لینا) مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ان کے جسم پر کپڑے لٹکے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تو یہودی معلوم ہوتے ہیں گویا یہ یہود کے بیت العلم سے نکل رہے ہیں۔" [۸۰]

م) نماز میں بلا ضرورت حرکت کرنا بھی مکروہ ہے۔ مثلاً گردن گھما کر دیکھنا اس لئے کہ اس سے نماز کے خشوع میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت (اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ : وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں) کا مطلب پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: "خشوع کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ اس کے آثار یہ ہیں کہ تمہارا کندھا ایک مسلمان کے لئے نرم رہے، یعنی تم ہر مسلمان سے نرمی سے پیش آؤ اور نماز میں دائیں بائیں نہ دیکھو" [۸۱]

۸۔ نماز کی کیفیت:

الف) نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ سے نماز کی ابتدا کی جائے گی۔ نمازی تکبیر تحریمہ کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھائے گا۔ عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد پھر رفع یدین نہیں کرتے تھے" [۸۲] ایک روایت میں ہے کہ یہ رفع یدین کندھوں کے برابر ہوتا تھا [۸۳] اور ایک اور روایت میں ہے کہ کانوں کی لو تک ہوتا تھا [۸۴] لیکن ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جب کانوں کی لو تک پہنچ جائیں تو ہتھیلیاں کندھوں کے برابر میں ہوں گی۔

ب) دونوں ہاتھوں کو اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے پکڑے رکھے۔

قیام کے دوران وہ اسی ہیئت میں کھڑا رہے یہاں تک کہ رکوع میں چلا جائے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے پہنچے پر رکھتے، اسی حالت میں قیام کے بعد رکوع میں جاتے الا یہ کہ کپڑے درست کرنے یا جسم پر خارش کرنے کے لئے ہاتھ ہٹاتے۔ [۸۵]

قیام کے دوران دونوں ہاتھوں کو کہاں رکھا جائے؟ اس کے متعلق حضرت علیؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ناف کے نیچے رکھے جائیں، آپ کا قول ہے: "نماز کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے [۸٦] اس روایت میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحٰق واسطی ہے جس پر امام بخاری اور امام احمد وغیرہ نے جرح کی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ناف کے اوپر رکھے جائیں، جریر ضبی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑے ہوئے تھے اور دونوں ہاتھ ناف سے اوپر تھے" [۸۷]

ج) پھر دعائے توجہ پڑھے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب آپ نماز کا افتتاح کرتے تو یہ دعا پڑھتے (میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین سب کو پیدا کیا، اس کے لئے یکسو ہو کر، اس کا فرماں بردار بن کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں پہلا مسلمان ہوں) [۸۸] حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی دعائے توجہ پڑھتے تھے [۸۹] بعض دفعہ آپ اس کے ساتھ اس دعا کا بھی اضافہ کر دیتے یا اس کی بجائے یہ دعا پڑھ لیتے (اللہ سب سے بڑا ہے، نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، تو پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، مجھے بخش دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا، میں حاضر ہوا، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، تجھ تک کوئی برائی پہنچ نہیں سکتی، ہدایت یافتہ وہی ہے جسے تو نے ہدایت دی، تیرا بندہ تیرے سامنے ہے، وہ تجھ سے ہے اور تیری ہی طرف لوٹنے والا ہے۔ تیری ذات کے سوا اور کوئی جائے پناہ یا ٹھکانہ نہیں، تو برکت والا ہے اور بلند ہے۔ تو پاک ہے، اے رب البیت) [۹۰]

بعض دفعہ آپ یہ دعا مانگتے (تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، میرے گناہ بخش دے، کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کی بخشش نہیں کر سکتا) [۹۱]

د) پھر بسم اللہ پڑھے گا: بسم اللہ پڑھنے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایتیں مختلف ہیں، بعض نے یہ روایت کی ہے کہ آپ بسم اللہ سراً یعنی زیر لب پڑھتے تھے اور آواز بلند نہیں کرتے تھے [۹۲] اور بعض کی روایت یہ ہے کہ آپ اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے، شعبی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی اور میں نے آپ کو اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا" [۹۳] نووی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یوں نقل کیا ہے کہ آپ سری نمازوں میں بسم اللہ سراً پڑھتے اور جہری نمازوں میں اونچی آواز سے [۹۴] شاید آپ سے منقول مختلف روایتوں کو تطبیق دینے کی یہ بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

ھ) قرائت: نماز میں قرائت قرآن فرض ہے۔ ایک شخص نے صبح کی نماز میں ایک رکعت میں قرائت کی اور دوسری میں نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: "جس رکعت میں اس نے قرائت نہیں کی اسے دوبارہ پڑھے" [۹۵]

حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں نے نماز پڑھی ہے لیکن قرائت نہیں کی، آپ نے اس سے پوچھا کہ آیا تم نے رکوع و سجود تو پورے کئے یا نہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا آپ نے فرمایا کہ تمہاری نماز مکمل ہو گئی" [۹۶] اس روایت کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ سائل نے امام کے پیچھے بحیثیت مقتدی نماز ادا کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ مقتدی پر قرائت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ھ کا مسئلہ ۳)

۱) قرائت فاتحہ: فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کی قرائت کرے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مروی ہے (ہر ایسی نماز جس میں سورہ فاتحہ کی قرائت نہیں کی گئی ہو وہ خداج یعنی ناتمام ہے) [۹۷] اگر کسی نے قراءت فاتحہ چھوڑ دی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ بھی واجب ہے کہ وہ نماز میں قراءت، قرآنی آیات کی قراءت کے ارادے سے کرے، [۹۸] اگر وہ قرائت تو کرلے لیکن قرائت قرآن کے ارادے سے نہ کرے تو اس کی یہ

قرائت کافی نہیں ہوگی۔ آخری دو رکعتوں میں قرائت فاتحہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ظہر اور عصر کی نمازوں میں امام اور مقتدی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت ملائیں گے اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کی قرائت کریں گے۔ [۹۹]

عبداللہؓ بن رافع نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت اور ملائے گا، اور عصر کی نماز میں بھی اس طرح کرے گا، اور ظہر و عصر دونوں کی آخری دو رکعتوں میں ام القرآن (سورہ فاتحہ پڑھے گا، مغرب کی نماز میں ام القرآن کے ساتھ دوسری آیتیں بھی پڑھے گا اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھے گا، عبداللہؓ بن رافع کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے اس روایت کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف کی ہے" [۱۰۰]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں کوئی قرائت نہیں کرے گا، بلکہ تسبیحات پڑھے گا۔ آپ کا قول ہے: "پہلی دو رکعتوں میں قرائت کرو اور آخری دو رکعتوں میں تسبیحات پڑھو" [۱۰۱] مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علیؓ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ایک اور سورت کی قرائت کرتے اور آخر دو رکعتوں میں قرائت نہیں کرتے، ان آخر دو رکعتوں کو آپ سبحتین کا نام دیتے یعنی ایسی دو رکعتیں کہ جن میں تسبیحات پڑھی جاتی ہیں [۱۰۲] شاید حضرت علیؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ آخری دو رکعتوں میں قرائت قرآن حتمی نہیں، نمازی اگر چاہے تو ان میں قرائت کرے اور اگر چاہے تو تسبیحات پر اکتفا کرے۔

۲) پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ اور آیتیں بھی پڑھے گا۔ اس بارے میں درج بالا سطور میں حضرت علیؓ سے منقول روایتیں گذر چکی ہیں۔

۳) اگر پہلی دو رکعتوں میں قرائت بھول گیا تو آخری دو رکعتوں میں قرائت کرے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر نمازی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں قرائت کرنا بھول گیا تو آخری دو میں قرائت کرے، یہ اس کے لئے کافی ہو گا" [۱۰۳]

۴) یہ روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز میں قرائت فرض ہے جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ حارث اعور کی ایک روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میں نے قرائت کئے بغیر نماز پڑھ لی ہے، آپ نے پوچھا کہ تم نے رکوع اور سجود تو پوری طرح کئے

ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: "کہ تمہاری نماز پوری ہو گئی۔ [۱۰۴]
اس روایت میں، حارث اعور کی وجہ سے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، ظاہری طور پر نقص موجود ہے۔

۵) اگر ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ابو رافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "ہمیں حضرت ابو ھریرہؓ نے نماز پڑھائی، انہوں نے آخری رکعت میں سورہ جمعہ کے بعد سورۃ المنافقون کی قرائت کی۔ جب نماز سے فراغت ہوئی تو میں نے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ایک رکعت میں یہ دونوں سورتیں پڑھ لیں حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں دو رکعتوں میں یہ دونوں سورتیں پڑھتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جمعہ کے دن ان دونوں سورتوں کی قرائت کرتے سنا ہے" [۱۰۵]

۶) اگر قرائت میں غلطی ہو جائے تو اگر اس سے ہو سکے تو اسے لوٹا کر درست قرائت کر لے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی آپ نے سورہ انبیا کی قرائت کی اور ایک آیت چھوڑ گئے، پھر درمیان کی ایک آیت پڑھ لی، پھر اصل آیت کی طرف لوٹے اور اس کی تلاوت کی۔ پھر تمام آیتیں لوٹائیں اور آگے اپنی قرائت جاری رکھی۔ [۱۰۶]

۷) فجر، مغرب اور عشاء میں پہلی دو رکعتوں میں اونچی آواز سے قرائت کرے گا اور ظہر اور عصر میں زیر لب قرائت کرے گا۔ [۱۰۷]

۸) نمازی کے لئے جائز ہے کہ نماز کے اندر قرآنی آیت سے جواب دے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ ٱلْأَعْلَى : اپنے پرودگار کے نام کی جس کی ذات سب سے اونچی ہے، تسبیح پڑھ) پڑھی اور پھر فرمایا: "سبحان ربی الاعلیٰ [۱۰۸] : (پاکیزگی ہے میرے پروردگار کے لئے جو سب سے بلند ہے) حجر بن قیس مدری کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کے گھر ایک رات گذاری۔ میں نے تہجد کی نماز میں آپ کو یہ آیت أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ تُصَدِّقُونَ الواقعہ ۵۸،۵۹ (اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم جو منی رحم میں پہنچاتے ہو، تو آدمی تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں) پڑھتے سنا، اسے پڑھ کر آپ نے فرمایا: "بلکہ اے میرے پروردگار تو ہی ہے بنانے والا" یہ فقرہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ پھر آپ نے آیت: أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ الواقعہ ۶۳۔

۶۴ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو، اسے تم اگاتے ہو یا اس کے اگانے والے ہم ہیں) پڑھی اور فرمایا: "بلکہ اے میرے پروردگار، تو ہی اسے اگانے والا ہے۔" یہ فقرہ بھی آپ نے تین دفعہ فرمایا، پھر آپ نے أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِى تَشْرَبُونَ ، ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ آیت الواقعہ۔ ۶۸،۶۹ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا اس کے برسانے والے ہم ہیں) تلاوت کی اور فرمایا: "بلکہ اے میرے پروردگار تو ہی اسے برسانے والا ہے" ۔ اس فقرہ کو بھی تین دفعہ فرمایا،

اس کے بعد آیت: أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِى تُورُونَ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ الْمُنشِـُٔونَ الواقعہ ۷۱، ۷۲ (اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں) تلاوت فرمائی اور کہا: "بلکہ اے میرے پروردگار تو ہی اسے پیدا کرنے والا ہے۔ یہ فقرہ بھی تین دفعہ فرمایا۔ [۱۰۹]

٩) نمازی کے لئے جائز ہے کہ کسی سائل کو اس کے سوال کا جواب نماز کے اندر ہی کسی قرآنی آیت کے ذریعے دے دے، اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ٦، جزء د)

و) تکبیرات انتقال: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانے کے لئے ہر حرکت کے ساتھ اللہ اکبر کا فقرہ کہتے، لیکن جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا نہ کہتے۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں: "میں اور عمران بن حصین نے حضرت علیؓ کے پیچھے نماز ادا کی، آپ جب سجدے میں گئے تو اللہ اکبر کہا، جب سجدے سے سر اٹھایا تو اللہ اکبر کہا اور جب دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھے تو آپ نے اللہ اکبر کہا۔ جب نماز ختم ہوئی تو عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا: "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس نماز نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز یاد دلائی" یا شاید حضرت عمران کے الفاظ یوں تھے: "علی (رضی اللہ عنہ) نے آج ہمیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے" [۱۱۰] ابن حزم نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ جب کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے، پھر جب سجدے میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب پہلے سجدہ کے بعد دوسرے سجدے میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے اور پھر جب قعدہ کرتے تو تکبیر کہتے، اس طرح جب دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھتے تو اللہ اکبر

کہتے[۱۱۱] امام طحاوی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: "ہمیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ نماز یاد دلا دی جو ہم حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ پڑھتے تھے، جسے ہم تو بھول گئے تھے یا قصداً ترک کر دیا تھا۔ وہ نماز اس طرح تھی کہ جب جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ جب اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدے میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے[۱۱۲] امام طحاوی کی اس روایت کو پچھلی روایت کے معنوں پر محمول کیا جائے گا۔

لیکن جب آپ رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ، ربنالک الحمد کہتے[۱۱۳] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب تم سمع اللہ لمن حمدہ کہنا چاہو اور اس کی بجائے اللہ اکبر کہہ دو، تو تم پر استغفار واجب ہے" [۱۱۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر سمع اللہ لمن حمدہ (اللہ نے اس بندے کی پکار سن لی جس نے اس کی تعریف کی) کے بعد ربنالک الحمد (اے ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے سب تعریفیں ہیں) کے ساتھ یہ فقرہ بھی ملا لیا کرتے تھے بحولک و قوتک اقوم واقعد (میرا قیام اور میرا قعود تیرے سہارے اور تیری قوت سے سرانجام پاتا ہے) [۱۱۵]

ز) حرکات انتقال میں رفع یدین کرنا: نماز میں ہاتھوں کو خاص مواقع میں کندھوں تک اٹھانے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تکبیر اولیٰ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے اور اس کے بعد پوری نماز میں رفع یدین نہ کرتے[۱۱۶] امام طحاوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی تصحیح کی ہے، دوسری روایت میں ہے کہ آپ چار مقامات میں رفع یدین کرتے۔ جب نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کہتے، جب رکوع میں جاتے، جب رکوع سے اٹھتے اور جب دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھتے۔ [۱۱۷]

ح) رکوع: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق رکوع یہ ہے: "جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پشت سیدھی رکھو، اور اپنا سر نہ تو جھکا دو اور نہ ہی اٹھائے رکھو، اور نہ ہی پھیلا دو اور نہ سکیٹر لو" [۱۱۸] پھر رکوع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یہ کہو: "اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا، اور تیرے لئے جھکا، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا، پاک ہے میرا پروردگار جو بہت ہی عظمت والا ہے" [۱۱۹] یہ فقرہ نمازی تین دفعہ کہے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ

رکوع میں جاتے تو یوں فرماتے: "اے میرے اللہ میں تیرے لئے جھکا، تیرے لئے رکوع کیا، تیری اطاعت کی، تجھ پر ایمان لایا، تو میرا پروردگار ہے، اور تجھ پر میرا بھروسہ ہے، میرے کان، میری آنکھیں، میرا گوشت، میرا خون، میرا مغز، میری ہڈیاں، میرے پٹھے، میرے بال اور میری داڑھی سب تیرے سامنے جھک گئے، پاک ہے اللہ، پاک ہے اللہ" [۱۲۰] ایک روایت میں ہے کہ سبحان ربی العظیم تین بار پڑھتے [۱۲۱] تیسری روایت میں ہے کہ جب آپ کو جلدی ہوتی تو پہلی دعا مانگتے اور جب جلدی نہ ہوتی تو دوسری دعا مانگتے، [۱۲۲] رکوع میں آپ قرآنی آیت تلاوت نہ کرتے۔ آپ کا قول ہے: "رکوع کی حالت میں قرآن کی تلاوت نہ کرو" [۱۲۳]

ط) سجدہ: مرد کے لئے سجدے کی کیفیت یہ ہے کہ اس کا پیٹ زمین سے الگ رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب کوئی شخص سجدے میں جائے تو پیٹ کو زمین سے ہٹائے رکھے" [۱۲۴] لیکن پوری طرح گر پڑے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سجدے میں گر پڑتے تھے جس طرح لاغر اونٹ گر پڑتا تھا۔ [۱۲۵]

لیکن عورت سجدے میں اپنے آپ کو اکٹھا کرلے گی اور دونوں رانیں جسم کے ساتھ ملا دے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب عورت سجدہ کرے تو اکٹھی ہو جائے اور اپنی رانیں جسم کے ساتھ ملا دے" [۱۲۶] ایک روایت میں ہے کہ عورت اپنی دونوں رانیں اپنے پیٹ کے ساتھ چپکا لے" [۱۲۷] یہ روایت پہلی روایت کی تفسیر ہے۔ نمازی سجدے میں اپنی پیشانی کو زمین تک پہنچا دے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اپنی پیشانی سے پگڑی ہٹا لیتے پھر سجدہ کرتے۔ [۱۲۸]

نمازی سجدے میں کہے گا: "اے اللہ میں نے تیرے لئے سجدہ کیا، تیری فرماں برداری کی، تجھ پر ایمان لایا، تجھ پر بھروسہ کیا، تو میرا پروردگار ہے، میرے کان، میری آنکھیں، میرا گوشت، میرا خون، میری ہڈیاں میرے اعصاب، میرے بال، اور میری داڑھی سب تیرے سامنے سجدہ ریز ہو گئے، پاک ہے اللہ، پاک ہے اللہ [۱۲۹] ایک روایت میں ہے کہ سبحان ربی الاعلیٰ (پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے بلند ہے) تین مرتبہ کہے گا [۱۳۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "سجدے کی حالت میں اللہ کے نزدیک بندے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں سب سے پسندیدہ کلام یہ ہے: "اے میرے پروردگار، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، مجھے معاف فرما دے [۱۳۱] سجدے میں قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم رکوع میں ہو یا سجدے میں تو قرآن کی تلاوت نہ کرو" [۱۳۲]

ی) دونوں سجدوں کے درمیان دعا: حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں یہ دعا پڑھتے: "رب اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی: اے میرے پروردگار، مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، میرا نقصان پورا کر دے اور مجھے رفعت عطا فرما" [۱۳۳]

ک) تیسری رکعت کے لئے اٹھنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے سجدے کے بعد تیسری رکعت کے لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے [۱۳۴] آپ اپنے قدموں کے اگلے حصوں کے سہارے قیام کے لئے اٹھتے، ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں اپنے قدموں کے اگلے حصوں کے بل قیام کے لئے اٹھتے [۱۳۵] اور اس دوران اپنے ہاتھوں کا سہارا نہ لیتے الا یہ کہ ایسی کمزوری ہوتی کہ ہاتھوں کے سہارے کے بغیر اٹھنا مشکل ہوتا۔ آپ کا قول ہے: "فرض نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں قیام کے لئے اٹھتے وقت نمازی ہاتھ کا سہارا نہ لے، الا یہ کہ اتنا بوڑھا ہو کہ اس کے بغیر اٹھ نہ سکتا ہو" [۱۳۶]

ل) آخری سجدہ سے اٹھتے ہی نماز مکمل ہو جاتی ہے اور اس پر قعدہ اخیرہ واجب نہیں اور نہ ہی قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم نماز کے آخر میں آخری سجدے سے سر اٹھاتے ہو تو تمہاری نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر اگر تم چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر چاہو تو قعدہ کرو" [۱۳۷] اس بنا پر اگر آخری سجدے کے بعد اسے وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ سلام پھیر کر نماز پوری کر لے۔ چاہے تنہا ہو یا مقتدی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "مقتدی جب تشہد میں بیٹھ جائے اور اسے خطرہ ہو کہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا، تو اسے خود سلام پھیر لینا چاہئے کیوں کہ اس کی نماز مکمل ہو چکی ہے" [۱۳۸] اگر آخری سجدے کے بعد نماز کو توڑ دینے والی کوئی چیز پیش آ گئی ہو تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب امام آخری رکعت میں بیٹھ جائے پھر اسے حدث ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی" [۱۳۹] ایک روایت میں ہے کہ: "جب نمازی آخری سجدے سے اپنا سر اٹھا لے اور پھر اسے حدث لاحق ہو جائے تو اس کی نماز گذر گئی، یعنی مکمل ہو گئی" [۱۴۰] آپ کا یہ بھی قول ہے: "آخری سجدہ کے بعد نماز میں اگر نکسیر پھوٹ جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی" [۱۴۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنا واجب ہے۔ اگرچہ تشہد پڑھنا واجب نہیں ہے[۱۴۲] آپ کا قول ہے: "جب نمازی تشہد کی مقدار قعدہ کر لے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی۔ [۱۴۳] امام نووی نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول دوسرا قول ضعیف ہے جس کی تضعیف امام بیہقی نے کی ہے۔

م) تشہد کے لئے قعدہ کرنا: جب نمازی تشہد کے لئے بیٹھے تو اقعاء نہ کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اقعاء کو مکروہ سمجھا ہے اور وہ یہ کہ اپنے دونوں پاؤں کو زمین پر بچھا کر ایڑیوں پر بیٹھ جائے[۱۴۴] اسے آپ نے شیطان کی گھاٹی فرمایا ہے[۱۴۵] خود آپ کا طریق کار یہ تھا کہ دایاں پاؤں زمین سے بلند رکھتے اور بایاں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے[۱۴۶]

ن) تشہد: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آپ نماز میں تشہد ان الفاظ میں پڑھتے: بسم اللہ. وباللہ والاسماء الحسنٰی کلھا الخ: اللہ کے نام کے ساتھ۔ لفظ اللہ اور تمام اسمائے حسنٰی کے ساتھ، تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں، تمام مالی عبادتیں اور تمام پاکیزہ، عمدہ، صبح اور شام کے دوران، لطیف اور مکمل بدنی عبادتیں اسی کے لئے ہیں جب تک اسے پسند ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہم وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں) [۱۴۷] اس کے بعد آپ حمد و ثنا پڑھتے، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتے اور پھر سلام پھیر لیتے۔ [۱۴۸]

س) سلام پھیرنا: چونکہ نماز آخری رکعت کے آخری سجدے سے سر اٹھانے کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے، اس لئے اس کے بعد کے تمام افعال سنت شمار ہوتے ہیں جن میں سے ایک سلام پھیرنا ہے۔ [۱۴۹] لیکن سلام پھیرنا نماز کی انتہا کا اشارہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے (پاکیزگی نماز کی کنجی ہے، اور اللہ اکبر کہنا اس کی تکبیر تحریمہ ہے۔ اور السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہنا اس کی انتہا ہے) [۱۵۰] نمازی دائیں اور بائیں سلام پھیرے گا، بائیں طرف سلام پھیرتے وقت اپنی آواز نسبتاً پست رکھے گا، سلام پھیرتے وقت یہ الفاظ کہے گا، السلام علیکم ورحمتہ اللہ، ابو عبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہا اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے پھر یہی الفاظ دہرائے۔ [۱۵۱] ابو رزین کا کہنا ہے: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نماز میں دائیں بائیں سلام پھیرتے ہوئے سنا ہے، بائیں طرف سلام پھیرتے وقت آپ کی آواز نسبتاً پست

ہوتی" [۱۵۲] سنن بیہقی میں ہے: "پھر آپ بائیں طرف سلام پھیرتے، آپ کے دونوں لب ملتے لیکن ہمیں نہیں پتہ چلتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" [۱۵۳] اس بنا پر ابن ابی شیبہ کی اس روایت کو جس میں ہے کہ حضرت علیؓ ایک ہی طرف سلام پھیرتے تھے۔ [۱۵۴] میرے خیال کے مطابق اس پر محمول کیا جائے گا کہ آپ بائیں طرف سلام پھیرتے وقت اس قدر آہستہ آواز میں السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہتے کہ راوی کو یہ گمان ہوتا کہ آپ نے سلام پھیرا ہی نہیں ہے۔ خاص کر روایت میں الفاظ یہ ہیں "سلم تسلیمہ واحدۃ" (آپ نے ایک سلام پھیرا یا ایک ہی طرف السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہا) راوی نے یہ نہیں کہا کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک ہی طرف سلام پھیرتے یا ایک ہی طرف السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہتے"

نمازی سلام پھیرتے وقت اپنا چہرہ موڑے گا. حضرت علی رضی اللہ عنہ دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمتہ اللہ کہتے اور چہرہ اپنا موڑ لیتے کہ آپ کے رخساروں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔ [۱۵۵] نووی نے المجموع، میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک سلام پھیرنا فرض ہے اور دو دفعہ کہنا مستحب ہے" [۱۵۶]

۹۔ وتر کی نماز:

الف) وتر کا حکم: وتر سنت ہے، فرض نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "وتر فرض نماز کی طرح لازم نہیں ہے، یہ سنت ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جاری کیا تھا" اسی لئے اس پر سنن و نوافل کے احکامات جاری ہوں گے، جس کی بنا پر سواری پر بھی اسے ادا کرنا درست ہو گا۔ حضرت علیؓ اپنی سواری پر اشاروں کے ذریعہ وتر ادا کرتے تھے۔ [۱۵۷]

ب) وتر کا وقت: (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ کا مسئلہ ۲)

ج) وتر کی رکعتیں: وتر کی تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ حضرت علیؓ وتر کی تین رکعتیں پڑھتے تھے اور آخری رکعت کے بعد سلام پھیرتے، اور ہر رکعت میں مفصل میں سے نو سورتیں پڑھتے تھے [۱۵۸]

د) وتر کا اعادہ: اگر نمازی وتر کا اعادہ کرنا چاہے تو صرف ایک رکعت پڑھ کر اسے اپنے پہلے پڑھے ہوئے وتر کے ساتھ ملا دے، اسی طرح یہ چار رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔ پھر تین رکعت وتر پڑھ لے. حطان بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

فرماتے سنا تھا کہ: "وتر کی تین قسمیں ہیں: ایک شخص نے رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے ساتھ نماز وتر پڑھ لی، پھر رات کے آخری حصے میں اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے دو رکعتیں پڑھ لیں، دوسرے شخص نے رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لئے۔ پھر رات کے آخری حصے میں وہ اٹھا اور اپنے وتر کے ساتھ ایک رکعت اور ملا دی اور پھر دو دو رکعتیں تہجد کی پڑھ لیں، نئے سرے سے وتر پڑھ لئے، تیسرے شخص نے وتر کی ادائیگی کو رات کے آخری حصے تک مؤخر کر دیا۔ [۱۵۹]

۱۰۔ قنوت:

الف) وتر میں قنوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر میں قنوت پڑھتے تھے اور اسے وتر کی سنتوں میں سے شمار کرتے تھے۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں: "میں نے ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہم کو یہ فرماتے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وتر کے آخر میں قنوت پڑھتے تھے، اور خود ان حضرات کا بھی یہی عمل تھا۔ [۱۶۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کے نصف آخر میں قنوت پڑھتے تھے۔ [۱۶۱] اس روایت سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ پڑھا کرتے تھے، حالانکہ مسلمانوں پر کوئی اجتماعی مصیبت نہ ہوتی جس کی وجہ سے قنوت نازلہ پڑھنا ضروری ہوتا۔

ب) وتر کے سوا قنوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر کے سوا کسی اور نماز میں قنوت اس وقت پڑھتے جب اجتماعی مصیبت کی کوئی صورت ہوتی۔ آپ جب تک حجاز میں رہے تو اس وقت تک صرف وتر میں قنوت پڑھتے رہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، پھر جب عراق چلے گئے اور وہاں ہر طرف سے مصائب اور پریشانیوں نے آگھیرا تو آپ نے دوسری نمازوں میں بھی قنوت پڑھنا شروع کر دیا۔ ابو اسحق کہتے ہیں: "میں نے قنوت کے متعلق ابو جعفر سے گفتگو کی، ابو جعفر نے کہا کہ جب حضرت علیؓ ہمارے پاس سے گئے یعنی مدینہ سے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ (وتر کے سوا) قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ جب آپ تم لوگوں کے پاس پہنچے، یعنی عراق آ گئے، تو قنوت پڑھنا شروع کر دیا۔ [۱۶۲] ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں الگ سے ایک باب "القنوت فی الفجر" قائم کیا ہے۔ شعبی سے روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ نے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا شروع کیا تو لوگوں نے اسے برا سمجھا، اس پر آپ نے انہیں بتایا کہ ہم اس کے ذریعے اپنے دشمنوں پر فتح کی دعا مانگتے ہیں" [۱۶۳] ابراہیم نخعی "

کہتے ہیں: "عبداللہؓ بن عباسؓ فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے، اس کی ابتدا حضرت علیؓ نے کی۔ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ آپ نے اس کی ابتدا اس لئے کی تھی کہ آپ شامیوں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ [۱۶۴]

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف دو حضرات یعنی ابو موسیٰؓ اشعری اور علی رضی اللہ عنہما صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔ [۱۶۵] حضرت علیؓ فجر کے علاوہ دوسری نمازوں میں بھی قنوت نازلہ پڑھتے تھے، آپ مغرب کی نماز میں بھی قنوت نازلہ پڑھتے تھے، عبدالرحمٰن بن معقل کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عتمہ یعنی عشاء کی نماز میں، یا یوں کہا، مغرب کی نماز میں قنوت پڑھتے ہوئے سنا تھا، آپ رکوع سے اٹھ کر قنوت پڑھتے اور قنوت میں پانچ آدمیوں کے لئے بد دعا کرتے ــــ ابن معقل نے ان کے نام بھی گنوائے۔ [۱۶۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ قنوت میں اپنے دشمنوں کے لئے بد دعا بھی کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن معقل کہتے ہیں: "میں نے فجر کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی، آپ نے قنوت نازلہ پڑھنے کے دوران میں دعا مانگی "اے اللہ معاویہ اور ان کے ساتھیوں کو اپنی گرفت میں لے لے، اے اللہ عمرو بن العاص اور ان کے ساتھیوں، ابن الاعور سلمی اور اس کے ساتھیوں اور عبداللہ بن قیس اور اس کے ساتھیوں کو اپنی گرفت میں لے لے" [۱۶۷]

ج) قنوت پڑھنے کا مقام: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ وتر اور غیر وتر میں رکوع میں جانے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ [۱۶۸] اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ آپ وتر اور غیر وتر میں رکوع سے اٹھنے پر قنوت پڑھتے تھے۔ [۱۶۹] صبح کی نماز میں آپ رکوع میں جانے سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ [۱۷۰] میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ ان تمام روایات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک ان دونوں صورتوں (قبل الرکوع اور بعد الرکوع) کے لئے گنجائش تھی۔

د) دعائے قنوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قنوت میں درج ذیل دونوں دعائیں پڑھیں: "اے اللہ، ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں، ہم تیری تعریفیں کرتے ہیں اور تیرا انکار نہیں کرتے، اور جو شخص تیری کھلم کھلا نافرمانی کرتا ہے اس سے ہم کنارہ کشی کرتے اور تعلق توڑتے ہیں، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے، تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں، اور تیری ہی طرف دوڑتے اور جلدی کرتے ہیں،

تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں، یقیناً تیرا عذاب کافروں پر ضرور آئے گا" [۱۷۱]

آپ وتر میں یہ قنوت بھی پڑھتے تھے: اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی اور تیری سزا سے تیری بخشی ہوئی عافیت کی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری ذات سے تیری ذات کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری تعریفوں کا شمار نہیں کر سکتا، تو اس طرح ہے جس طرح تو نے اپنی ذات کی تعریف کی ہے۔" [۱۷۲]

ایک دفعہ آپ نے قنوت وتر میں یہ دعا مانگی: اے اللہ تیری ہی طرف لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں، اور دست سوال دراز ہوتے ہیں، اور دل جھکتے ہیں اور زبانوں سے دعا کے لئے الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اعمال کے بھلے برے کے متعلق تیرا حکم مانا جاتا ہے۔ اے اللہ ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے بیشک تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہم تجھ سے اپنی قلت، دشمنوں کی کثرت، آزمائشوں اور فتنوں کی پے درپے آمد اور زمانے کی شدت کا شکوہ کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں ایسی فتح سے مالا مال کر دے جو تو ہمیں جلد عنایت کرے، اور ایسی مدد سے ہمیں نواز دے کہ جس کے ذریعے تو اپنے دوستوں کی نصرت فرمائے، اور ایسی زبان عطا کر جس سے حق کا اظہار ہو، اے مخلوقات کے معبود تمام جہانوں کے پالنہار، ہماری دعا قبول کر"۔ [۱۷۳]

آپ نے کئی دفعہ دعائے قنوت کے دوران حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کے لئے بد دعا کی، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

### ۱۱۔ نماز میں دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ جائز تھا کہ نمازی نماز میں کسی خاص انسان کے لئے دعائیں مانگے۔ [۱۷۴] پچھلے صفحات میں نماز میں حضرت علیؓ کی دعاؤں کا کچھ حصہ گذر چکا ہے۔

### ۱۲۔ کشتی میں نماز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "اگر تم کشتی میں ہو اور کشتی چل رہی ہو تو بیٹھ کر نماز ادا کر لو، اگر کشتی کھڑی ہو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو" [۱۷۵]

### ۱۳۔ سفر میں نماز:

(دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ج، د، ھ، و، ز)

۱۴۔ نماز میں سجدہ سہو:
(دیکھئے لفظ سجود فقرہ ۳)

۱۵۔ نماز با جماعت:

الف) نماز با جماعت کی فضیلت: حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز علی الصبح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں لیٹا ہوا پایا۔ خیریت دریافت کی، جواب میں انہوں نے فرمایا کہ شب بیداری کی وجہ سے صبح میری آنکھ نہیں کھلی۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اگر میں عشاء اور صبح کی نمازیں با جماعت ادا کر لوں تو یہ میرے نزدیک شب بیداری سے افضل ہے، کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں سنی آپ نے فرمایا (اگر لوگوں کو ان دونوں نمازوں کے درمیان پائی جانے والی خیر و برکت کا پتہ چل جائے تو وہ یہ نمازیں با جماعت ادا کرنے کے لئے گھسٹتے ہوئے آئیں، یہ دونوں نمازیں اپنے درمیانی وقت کے لئے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بن جاتی ہیں) [۱۷۶]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے" پوچھا گیا کہ مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: "جو اذان کی آواز سن لے" [۱۷۷] یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا: "مسجد کے پڑوسیوں میں سے جس شخص نے اذان کی آواز سن لی اور بلا عذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہوا تو اس کی نماز نہیں ہوئی" [۱۷۸]

ب) نماز کا جماعت کے ساتھ اعادہ: اگر کسی شخص نے تنہا یا با جماعت فرض نماز ادا کر لی ہو اور پھر اس نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے لئے اس نماز کی دوبارہ با جماعت ادائیگی مستحب ہوگی۔ ہاں اگر یہ مغرب کی نماز ہو تو اس میں ایک رکعت اور ملا لے گا تاکہ چار رکعتیں ہو جائیں۔ [۱۷۹]

ج) مسجد میں دوسری جماعت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، آپ نے پوچھا کہ نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: "ہم تو نماز پڑھ چکے ہیں۔ اب تم دونوں اس طرح کرو کہ ایک طرف جا کر با جماعت نماز ادا کر لو، تم میں سے ایک شخص امام بن جائے، لیکن نہ اذان دو اور نہ اقامت کہو" [۱۸۰]

د) امام:

۱) امام کی ذمہ داری: دراصل نماز کی امامت ایک زبردست بوجھ اور عظیم ذمہ داری ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر تمہارے لئے نماز میں کسی کی امامت نہ کرنے کی گنجائش ہو تو امامت نہ کرو، اس لئے کہ امام کو اگر اپنی ذمہ داری کا پتہ چل جائے تو وہ ہرگز امامت نہ کرائے" [۱۸۱]

۲) امام کے لئے شرائط: امام کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ مذکر ہو، حضرت علیؓ کا قول ہے: "عورت امامت نہیں کرائے گی" [۱۸۲] اس لئے حضرت علیؓ نے عرفجہؓ کو حکم دیا تھا کہ رمضان میں عورتوں کو نماز پڑھایا کریں، تفصیل آگے آتی ہے۔

امام کے لئے بالغ ہونا شرط ہے، عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کی ہے: "ہمیں امیرالمومنین علی (رضی اللہ عنہ) نے منع فرمایا تھا کہ ہماری امامت سوائے بالغ کے اور کوئی نہ کرائے" [۱۸۳]

۳) مرد کا عورتوں کی امامت کرانا: مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ عورتوں کی امامت کرائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو رمضان میں عورتوں کو تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ عرفجہؓ فرماتے ہیں "حضرت علیؓ نے لوگوں کو قیام رمضان (تراویح) کا حکم دیا، آپ نے مردوں کے لئے ایک امام اور عورتوں کے لئے ایک امام مقرر فرما دیا، میں نے عورتوں کی امامت کرائی" [۱۸۴]

۴) امام کے حکم سے اقامت کہنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ موذن جماعت کے لئے اس وقت تک اقامت نہ کہے جب تک امام اجازت نہ دے، اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے: "اذان کے معاملے میں موذن کا حق سب سے بڑھ کر ہے اور اقامت کے معاملے میں امام کا حق فائق ہے" [۱۸۵]

۵) صفیں درست کرنے کے لئے امام کا حکم دینا: حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ فرماتے "صفیں سیدھی کر لو، تمہارے دل سیدھے رہیں گے، اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جاؤ، تمہارے اندر ایک دوسرے کے لئے رحم کا جذبہ پیدا ہو گا" [۱۸۶]

۶) امام نماز کب شروع کرے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ عادت تھی کہ جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کے الفاظ کہتا تو آپ تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہتے اور اقامت کے ختم ہونے کا

انتظار نہ کرتے۔ [۱۸۷]

۷) طاق (محراب) میں امام کا کھڑا ہونا: حضرت علی رضی اللہ عنہ اسے مکروہ سمجھتے تھے کہ امام طاق یعنی محراب میں کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔[۱۸۸] اس لئے کہ اس میں اس کے حرکات انتقال کے بارے میں مقتدیوں کو اشتباہ ہو سکتا ہے۔

۸) اگر مقتدی امام کو ناپسند کرتے ہوں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بات ناپسندیدہ تھی کہ امام ایسا ہو جسے اس کے مقتدی ناپسند کرتے ہوں، کچھ لوگ ایک شخص کو لے کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ صاحب ہمیں نماز پڑھاتے ہیں جبکہ ہم انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام سے خطاب کر کے فرمایا: تم تو پھر بڑے بد حال ہو، ایسے لوگوں کی امامت کرتے ہو جو تمہیں پسند نہیں کرتے" [۱۸۹]

۹) امام کا قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں ہر اس حرکت کو مکروہ سمجھتے تھے جس میں کفار کے ساتھ کوئی مشابہت ہو، ان میں قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا بھی شامل ہے، جیسا کہ عیسائیوں کا طریق کار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:
"ہمیں امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے روکا ہے کہ ہم امامت کرتے وقت قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھیں" [۱۹۰]

۱۰) وضو کرنے والے کا تیمم کرنے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ شرط تھی کہ امام کی حالت مقتدیوں کی حالت سے پست نہ ہو، اس لئے آپ نے تیمم کرنے والے کے پیچھے وضو کرنے والے کی نماز کو جائز قرار نہیں دیا۔ آپ کا قول ہے: "تیمم کرنے والا وضو کرنے والوں [۱۹۱] اور پابند سلاسل شخص آزادوں کی امامت نہیں کرائے گا" [۱۹۲]

۱۱) امام کو حدث لاحق ہو جانا: اگر امام کو حدث لاحق ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مقتدیوں میں سے کسی ایک کو آگے کر دے تاکہ وہ نماز پوری کرادے، ابو رزین کہتے ہیں:
"میں نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ کی نکسیر پھوٹ گئی۔ آپ پیچھے مڑے اور ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا اور خود جماعت سے نکل گئے" [۱۹۳]

۱۲) اگر امام کی نماز فاسد ہو: مثلاً امام طہارت کے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز باطل ہو گی اور مقتدیوں کی نماز بھی باطل ہو جائے گی اور ان پر حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق نماز کا اعادہ لازم ہو گا۔ مسند زید میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز

پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: "لوگو! میں نے تمہیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی" لوگوں نے پوچھا: "امیرالمومنین، اب کیا کیا جائے؟" آپ نے فرمایا: "نماز کا اعادہ مجھ پر لازم ہے تم پر نہیں"۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "امیرالمومنین، نماز کا اعادہ آپ پر اور ان سب پر لازم ہے، آپ نہیں دیکھتے کہ لوگ اپنے امام کی اقتداء کرتے ہیں، امام کے دخول فی الصلوٰۃ سے یہ بھی نماز میں داخل ہوئے ہیں اور اس کے خروج سے یہ بھی نماز سے خارج ہوتے ہیں۔ امام کے رکوع اور سجدے کے ساتھ یہ بھی رکوع اور سجدہ کرتے ہیں۔ اگر امام کو کوئی سہو لاحق ہو جائے تو انہیں بھی سہو لاحق ہو جاتا ہے" [۱۹۴] جب حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ایک دن آپ نے حالت جنابت میں نماز پڑھا دی، پھر آپ نے موذن ابن تیاح کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جس شخص نے صبح کی نماز امیرالمومنین علی (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے پڑھی ہے، وہ اپنی نماز لوٹا لے کیونکہ امیرالمومنین نے حالت جنابت میں نماز پڑھائی تھی،[۱۹۵] آپ کا قول ہے: "اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی" [۱۹۶] ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن مقتدیوں کی فاسد نہیں ہوگی اور نہ ان پر اعادہ لازم ہو گا۔[۱۹۷]

۱۴) نماز سے فراغت کے بعد امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا: جب امام نماز پڑھا لے اور پھر بعد کی سنتیں یا نوافل پڑھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ یا تو اس جگہ سے ہٹ جائے جہاں اس نے فرض نماز پڑھائی تھی، یا فرض اور نوافل میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کے ذریعے فاصلہ پیدا کر دے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "یہ سنت طریقہ ہے کہ جب امام سلام پھیر لے تو اسی جگہ کھڑے ہو کر نفل نہ پڑھے جب تک وہ وہاں سے ہٹ نہ جائے یا گفتگو کے ذریعے فصل نہ کر دے" [۱۹۸]

ھ) ماموم یعنی مقتدی:

۱) لوگوں کے لئے ضروری کہ وہ بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کریں، ایک دفعہ اقامت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے۔ آپ نے لوگوں کو حالت قیام میں دیکھ کر فرمایا: "کیا ہو گیا کہ تم سب حیران کھڑے ہو!" [۱۹۹]

۲) مقتدی امام کے ساتھ کس طرح کھڑے ہوں: اگر مقتدی ایک ہو اور مرد ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو گا چاہے امام مرد ہو یا لڑکا۔ اگر تین افراد ہوں تو امام آگے کھڑا ہو گا اور

دونوں مقتدی امام کے پیچھے اس کی سیدھ میں کھڑے ہوں گے۔ بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو، [۲۰۰] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب نمازیوں کی تعداد تین ہو تو ان میں سے ایک امامت کے لئے آگے کھڑا ہو گا" [۲۰۱] اگر نمازیوں میں عورت بھی ہو تو وہ مردوں کی صفوں کے پیچھے کھڑی ہو گی۔ [۲۰۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "لازم یہ ہے کہ مرد امام ہو اس کے پیچھے مرد مقتدی اور ان کے پیچھے عورت کھڑی ہو"

۳) قراءۃ خلف الامام: مقتدی کو امام کے پیچھے قرائت کرنی چاہئے یا نہیں، اس کے متعلق حضرت علیؓ سے مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ پہلی دو رکعتوں میں امام اور مقتدی دونوں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت یا آیتیں اور آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کی قرائت کریں۔ [۲۰۳] آپ کا حکم تھا کہ مقتدی اور امام ظہر اور عصر میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت یا آیتیں اور آخری دو رکعتوں کے اندر سورہ فاتحہ کی قرائت کریں۔ [۲۰۴] ہم یہاں پہلی روایت جو کہ مطلق ہے، کو دوسری روایت پر جو مقید ہے محمول کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ آپ نے ظہر اور عصر میں ہی قرائت کا حکم دیا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرائت کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ [۲۰۵] آپ کا قول ہے: "جس شخص نے امام کے پیچھے قرائت کی اس نے فطرت کی خلاف ورزی کی۔ [۲۰۶] ایک اور قول ہے: "میری تمنا ہے کہ امام کے پیچھے قرائت کرنے والے کے منہ میں پتھر ہوتا!" [۲۰۷] ان دونوں طرح کی روایتوں کو جمع کر کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے سری نمازوں میں قرائت کرے گا، اور جہری نمازوں میں خاموش رہے گا، خاص کر اس لئے بھی کہ قرائت کے متعلق جس روایت میں آپ نے حکم دیا ہے اس نے اس قرائت کو ظہر اور عصر کے ساتھ مقید کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں سری نمازیں ہیں۔

۴) امام کو لقمہ دینا: امام اگر نماز میں قرائت کرتے کرتے رک جائے یعنی بھول جائے تو آیا مقتدی اسے لقمہ دے یا نہ دے؟ اس کے متعلق حضرت علیؓ سے دو قول منقول ہیں:

اول: مقتدی کے لئے لقمہ دینا جائز نہیں ہے، اور امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ رکوع میں چلا جائے اور اس طرح بھول جانے کی وجہ سے جو خلل پڑ گیا تھا اس کا تدارک کرے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "امام کو قرائت کے دوران لوگ لقمہ نہ دیں کیونکہ یہ کلام

ہے" [۲۰۸]

دوم: اور یہ زیادہ صحیح قول ہے کہ مقتدی کے لئے امام کو لقمہ دینا جائز ہے۔ آپ کا قول ہے:
"اگر تم سے امام لقمہ طلب کرے، یعنی دوران قرائت بھول جائے تو تم اسے لقمہ دو" [۲۰۹] ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا: "اگر امام کو لقمے کی ضرورت ہو تو تمہارا اسے لقمہ دینا سنت طریقہ ہے" [۲۱۰]

۵) ایسے امام کی اقتدا کرنا جس کی نماز فاسد ہو: مقتدی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے امام کی اقتدا کرے جس کے متعلق اسے علم ہو کہ اس کی نماز فاسد ہے، اس نے لاعلمی میں اس کی اقتداء کی اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ اس کے امام کی نماز فاسد تھی تو اس پر اس نماز کا اعادہ ضروری ہو گا، حضرت علیؓ سے ایک روایت یہی ہے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جزء د کا مسئلہ ۱۲)

۶) امام سے پہلے ہی مقتدی کا نماز سے نکل آنا: ہم نے جو یہ اصول بیان کیا ہے کہ سجدہ اخیرہ سے سر اٹھاتے ہی نماز کے فرائض کی تکمیل ہو جاتی ہے، اس کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب مقتدی امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں بیٹھا ہو اور اسے امام کے سلام پھیرنے سے قبل حدث لاحق ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ سلام پھیر لے تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔ [۲۱۱]

۷) المسبوق: ایسا مقتدی جس کی ابتدائی رکعت یا رکعتیں رہ گئی ہوں۔

الف) مسبوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ جماعت میں پہنچتے ہی امام کے ساتھ مل جائے، چاہے امام رکوع یا سجدے میں ہو وہ امام کے قیام کا انتظار نہ کرے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "تین باتیں ایسی ہیں جنہیں صرف کوئی عاجز انسان ہی ترک کر سکتا ہے، پہلا وہ شخص جو موذن کی آواز سنے اور پھر اس کے کہے ہوئے الفاظ دہراتا نہ جائے۔ دوسرا وہ شخص جو کوئی جنازہ دیکھے اور نہ جنازہ لے جانے والوں کو السلام علیکم کہے اور نہ ہی جنازے کو سہارا دے۔ اگر وہ یہ کام کر لے تو اسے دو اجر ملیں گے، تیسرا وہ شخص جو امام کو سجدے کی حالت میں پا کر اس کے ساتھ اللہ اکبر کہتے ہوئے شامل نہ ہو اور اس کی پروا نہ کرے" [۲۱۲]

ب) اگر مسبوق امام کو حالت رکوع میں پا کر اس کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں جا کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر جما دے تو اسے یہ رکعت مل جائے گی، لیکن اسے ایسا کرنے کا موقعہ مل نہ سکے تو اس کی یہ رکعت رہ جائے گی، اور جس سے رکعت رہ جائے اس

سے سجدہ بھی رہ جائے گا۔ [۲۱۳] یعنی اس کے اس رکعت والے دو سجدوں کا کوئی شمار نہیں ہو گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جس شخص کو رکعت نہ مل سکی ہو وہ اس رکعت کے سجدوں کا کوئی شمار نہ کرے" [۲۱۴]

ج) جس شخص کی جماعت سے ایک رکعت رہ جائے یا صرف اسے ایک رکعت ملے تو وہ تشہد نہیں پڑھے گا، بلکہ قعدہ کے دوران لاالہ الا اللہ کی تکرار کرتا رہے گا یہاں تک کہ امام اٹھ کھڑا ہو یا سلام پھیر لے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص کو امام کے ساتھ ایک رکعت ملے یا اس کی ایک رکعت رہ جائے تو وہ امام کے ساتھ تشہد نہ پڑھے بلکہ تہلیل (لاالہ الا اللہ کہنا) کرے یہاں تک کہ امام قیام کے لئے اٹھے" [۲۱۵]

د) مسبوق کو امام کے ساتھ جتنی رکعتیں ملیں گی وہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہوں گی، امام کے سلام پھیرنے پر وہ اٹھ کھڑا ہو گا اور بقیہ نماز قراءت کے ساتھ پوری کرے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "امام کے ساتھ تمہیں نماز کا جتنا حصہ ملے گا وہ تمہاری اول نماز ہو گی اور تم بقیہ حصہ قراءت کے ساتھ پورا کرو گے"۔ [۲۱۶] لیکن مسبوق کی قراءت سری ہو گی جہری نہیں ہو گی، ابن جریج کہتے ہیں: "حضرت علیؓ کی مجھے مصدقہ ذریعے سے روایت پہنچی ہے کہ آپ کا قول ہے: "اگر کسی شخص کی عشاء کی نماز میں جماعت سے دو رکعتیں رہ جائیں جن کی ادائیگی کے لئے وہ کھڑا ہو جائے تو اسے بقیہ نماز میں سری قراءت کرنی چاہئے" [۲۱۷]

ھ) جب امام سلام پھیر لے اور اس کے پیچھے کئی مسبوق مقتدی ہوں جو اپنی بقیہ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں، ایسی حالت میں اگر وہ اپنے میں سے کسی کو امامت کے لئے آگے کر دیں اور اس کی اقتداء میں اپنی نماز مکمل کر لیں تو یہ درست ہے" [۲۱۸]

۱۶۔ نماز جمعہ:

الف) جمعہ کے لئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا.

۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے لئے غسل کرنا سنت سمجھتے تھے، آپ یہ فرماتے: "جنابت سے غسل واجب ہے، میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا سنت ہے، اگر تم غسل کی بجائے وضو کر لو تو بھی کافی ہے۔ پچھنے یا سینگی لگانے کے بعد غسل کرنا سنت ہے، اگر صرف وضو کر لو تو یہ بھی کافی ہے، عیدین کے غسل کو میں چھوڑنا پسند نہیں کرتا، اسی طرح غسل جمعہ کو بھی

چھوڑنا مجھے پسند نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جس شخص پر جمعہ کا دن آئے اسے غسل کر لینا چاہئے) [۲۱۹] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "طہارت (غسل) کی چھ قسمیں ہیں: غسل جنابت، غسل حمام (یوں ہی گرمی یا کسی اور وجہ سے عادی غسل کر لینا)، میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا، پچھنے لگوانے کے بعد نہانا، جمعہ کے لئے غسل کرنا اور عیدین میں غسل کرنا" [۲۲۰] ایک شخص نے غسل کے متعلق آپ سے پوچھا: "اگر میں چاہوں تو ہر روز غسل کر سکتا ہوں" ؟ آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "حقیقی غسل جنہیں غسل کہنا چاہئے یہ ہیں، جمعہ، یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) یوم نحر (دسویں ذی الحجہ) اور عید الفطر کا غسل" [۲۲۱]

۲) خوشبو لگانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تیل اور خوشبو لگائے بغیر نہیں جاتے تھے، البتہ حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں اس سے پرہیز کرتے۔ [۲۲۲]

ب) نماز جمعہ کی نگہداشت: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جمعہ کی نماز کے لئے اگر گھسٹتے ہوئے جانا پڑے تو پھر بھی جانا چاہئے" [۲۲۳]

ج) نماز جمعہ کا وقت: جمعہ کی نماز کا وہی وقت ہے جو ظہر کی نماز کا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ نماز ظہر میں تعجیل پسند کرتے تھے اس لئے جمعہ کی نماز میں بھی تعجیل آپ کو پسند تھی، سورج ڈھلتے ہی آپ جمعہ کی نماز پڑھا دیتے [۲۲۴] ابو رزین سے روایت ہے: "ہم حضرت علیؓ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے، بعض دفعہ تو ہمیں سایہ زوال نظر آ جاتا اور بعض دفعہ نظر ہی نہیں آتا" [۲۲۵] ابو اسحٰق کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کو اس وقت جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تھا جبکہ سورج نصف النہار پر تھا" [۲۲۶]

د) جمعہ کی نماز کہاں پڑھی جانی چاہئے:

۱) جمعہ کی نماز کے لئے یہ شرط ہے کہ مصر جامع میں ادا کی جائے (ایسی آبادی میں جو شہر یا قصبے کی شکل میں ہو اور ضروریات زندگی میسر ہوں، ہمارے ملک کے بڑے دیہات بھی اس تعریف میں شامل ہیں جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے۔ مترجم) حضرت علیؓ نے فرمایا: "جمعہ اور تشریق یعنی عیدین صرف "مصر جامع" میں ادا کئے جا سکتے ہیں" [۲۲۷]

۲) مسافر پر جمعہ نہیں ہے (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ز)

ھ) نماز جمعہ کا امام: جمعہ کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ سلطان یا اس کا نائب امامت کرائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جمعہ کے دن جمعہ کی جماعت صرف امام (خلیفہ، امیر

المومنین) کے ساتھ ہوتی ہے" [۲۲۸] ہاں اگر کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جس کے تحت امام کی آمد یا اس کی اجازت کا حصول مشکل ہو جائے اور اس کی طرف سے کوئی مخالفت بھی نہ ہو تو دوسرا شخص جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب باغیوں کے ہاتھوں محصور ہو گئے تھے اور آپ سے کوئی مل بھی نہیں سکتا تھا، تو اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تھی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی۔ [۲۲۹] (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

و) جمعہ اور عید کا ایک دن میں واقع ہونا: اگر جمعہ اور عید ایک ہی دن میں آ جائیں اور لوگوں نے امام (امیر المومنین یا اس کے نائب) کی اقتداء میں عید کی نماز ادا کر لی ہو تو امام کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ جمعہ کی نماز بھی پڑھائے لیکن مقتدیوں کو اختیار ہو گا کہ وہ چاہیں تو جمعہ کی نماز پڑھ لیں اور چاہیں تو نہ پڑھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مقام جبان میں عید کی نماز پڑھائی پھر خطبے میں فرمایا: "ہم زوال کے بعد جمعہ پڑھیں گے، جو شخص شامل ہونا چاہے تو یہ اللہ کا فضل ہو گا جسے وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور جو شخص نہ شامل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں" [۲۳۰]

ز) خطبہ جمعہ: امام جمعہ کی نماز سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ دے گا، حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہی مشہور ہے کہ سب کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، الا یہ کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے، کسی عذر کی بنا پر کھڑا ہونا مشکل ہوتا تو پھر بیٹھ کر خطبہ دیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران منبر پر بیٹھتے نہیں تھے۔ [۲۳۱]

خطبے میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورہ الکافرون اور سورہ اخلاص کی تلاوت فرمائی تھی۔ [۲۳۲]

اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ امام خطبے میں عام مسائل پر گفتگو کرے، کسی سائل کے سوال کا جواب دے یا کسی غلط کار کی سرزنش یا رہنمائی کرے، عباد بن عبداللہ سے روایت ہے: حضرت علیؓ اینٹوں سے بنے ہوئے منبر پر خطبہ دے رہے تھے، مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی اور لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اشعث مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے حضرت علیؓ کے قریب پہنچ کر کہنے لگے: "یہ سرخ لوگ یعنی فارسی ہم سے آگے بڑھ کر آپ پر چھا گئے ہیں"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:

"یہ ضیاطرہ یعنی چودھری لوگ کہاں ہیں؟ پیچھے کیوں رہ گئے ہیں ...... " پھر آپ نے اس سلسلے میں کچھ باتیں کہیں اور دوبارہ اپنا خطبہ شروع کر دیا۔ [۲۴۳]

ح) خطبہ سننا: مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ غور سے امام کا خطبہ سنے اور حتی الامکان اسے سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے لئے خطبہ کے دوران گفتگو میں مصروف ہو جانا اور نماز یا کوئی شغل شروع کر لینا درست نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران نماز پڑھنا پسند نہیں کیا ہے۔ [۲۴۴] آپ کا قول ہے: "جمعہ میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں: اول ایسے لوگ جو پورے سکون اور وقار کے ساتھ جمعہ پڑھنے آئیں اور پوری توجہ سے خطبہ سنیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان بخشش کا وعدہ ہے ــــ راوی کہتے ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا "اور مزید تین دن" ــــ دوسرا وہ شخص جو جمعہ کے لئے آیا ضرور لیکن فضول اشغال میں لگا رہا، جمعہ سے اسے صرف یہی لہو ولعب کا حصہ ملے گا۔ تیسرا وہ شخص جو امام کے منبر پر آ جانے کے بعد نماز میں مصروف ہو جائے، یہ سنت طریقہ نہیں ہے، اگر اللہ کی مرضی ہوگی تو اسے اجر مل جائے گا ورنہ وہ جمعہ کے اجر سے محروم رہے گا۔ [۲۴۵]

ط) جمعہ کی نماز: صبح کی نماز کی طرح جمعہ کی بھی دو رکعتیں پڑھی جائیں گی اور اس میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔ [۲۴۶]

عبیداللہ بن ابی رافع کہتے ہیں: "حضرت ابوھریرہؓ ہمیں جمعہ کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون کی قرائت کرتے۔ ایک دفعہ جب حضرت ابوھریرہؓ نماز کے بعد جانے لگے تو میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے یہ دو سورتیں جو پڑھی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں یہی سورتیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نماز جمعہ میں یہی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔" [۲۴۷]

ی) جمعہ کی نماز میں مسبوق کا حکم: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جس شخص کو جمعہ کی ایک رکعت مل جائے تو وہ اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا لے اس طریقے سے اس کا جمعہ ہو جائے گا، اور جسے ایک رکعت بھی نہ ملے وہ ظہر ادا کر لے۔ [۲۴۸]

ک) جمعہ کے بعد کی نمازیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کی دو فرض رکعتوں کے بعد چھ رکعتیں اور پڑھتے تھے۔ [۲۳۹] اور لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے تھے، ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف لائے، آپ ہمیں جمعہ کی فرض رکعتوں کے بعد چار رکعتیں پڑھنے کے لئے کہتے تھے، پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، ہم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کر لیا"۔ [۲۴۰] یہ چھ رکعتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے کہ دو رکعتوں کے بعد سلام، پھر چار رکعتیں پڑھتے، طحاوی نے شرح معانی الآثار، میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے فرضوں کے بعد نوافل کی دو اور چار رکعتیں پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو شخص جمعہ کے بعد نوافل پڑھنا چاہے وہ چھ رکعتیں پڑھے"۔ [۲۴۱] یہ چھ رکعتیں، چار رکعتیں ان میں وہ ہیں جن کے پڑھنے کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے، یہ جمعہ کی سنن بعد یہ (فرض کے بعد پڑھی جانے والی سنتیں) ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ دو رکعتیں اوابین کی نفل ہوں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ چھ رکعتیں ظہر کی سنن رواتب (سنن مئوکدہ) کی چھ رکعتوں کی قائم مقام ہوں، چار پہلے کی اور دو بعد کی۔ واللہ اعلم

## ۱۷۔ نوافل: (عام احکامات)

یہاں وہ عام احکامات بیان کئے جائیں گے جو تمام نوافل میں خواہ وہ سنن رواتب ہوں یا غیر رواتب (سنن موکدہ یا غیر موکدہ) مشترک ہیں:

الف) مسافر کے لئے ان کی عدم ادائیگی کی گنجائش ہے اور اگر پڑھ لے تو افضل ہے، اس کی بھی اجازت ہے کہ مسافر اپنی سواری پر انہیں رکوع اور سجدہ اشارے کے ذریعے کر کے ادا کرے، نیز قبلے کی طرف رخ کرنے کی بھی شرط نہیں ہے، بلکہ جس طرف سواری کا رخ ہو اسی رخ منہ کر کے نوافل پڑھتا جائے۔ [۲۴۲] (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جزء ھ کا مسئلہ د)

ب) اگر امام جماعت سے فراغت کے بعد نوافل پڑھنا چاہے تو اس جگہ نہ پڑھے جہاں اس نے فرض نماز پڑھائی تھی، اگر مقتدی نوافل پڑھنا چاہے تو اسے اس کی اجازت ہے کہ اسی جگہ پڑھ لے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب امام سلام پھیر لے تو اس وقت تک

نفل نہ پڑھے، جب تک اس جگہ سے ہٹ نہ جائے یا لوگوں سے گفتگو کے ذریعے فصل نہ پیدا کر لے، " لیکن آپ نے غیر امام کے لئے ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ [۲۴۳]

ج) دن کے وقت نوافل مطلقاً چار چار بھی پڑھے جا سکتے ہیں اور دو دو بھی لیکن رات کے وقت دو دو پڑھے جائیں گے۔ [۲۴۴]

د) اگر کسی کی نفل نماز رہ جائے تو بعد میں اس کی قضا کرنا درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جس شخص سے اس کے مقررہ نوافل رہ جائیں اور سورج بلند ہو جانے کے بعد وہ ان کی ادائیگی کر لے تو گویا اس نے رات کے وقت ان کی ادائیگی کی" ۔ [۲۴۵]

ہ) اس میں کوئی کراہت نہیں کہ کوئی شخص روایات میں وارد شدہ نوافل سے زاید نوافل ادا کر لے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب ان زائد نوافل کا جو لوگ اپنے طور پر پڑھا کرتے تھے، ذکر کیا جاتا تو آپ فرماتے: "جس قدر نوافل تم پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نمازیں پڑھنے والے کو عذاب نہیں دے گا" [۲۴۶] اسی لئے آپ نے عید کی نماز سے پہلے لوگوں کو نفل پڑھنے سے نہیں روکا حالانکہ خود آپ کو اس سے دلچسپی نہیں تھی۔ [۲۴۷] اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کسی نے یہ نفل نہیں پڑھے تھے، حضرت علیؓ نماز عید ادا کرنے کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی آمد سے پہلے نوافل میں مشغول ہیں، آپ سے کہا گیا کہ اگر ان لوگوں کو روک دیا جاتا تو بہتر ہوتا، آپ نے جواب میں فرمایا: "میں وہ شخص نہیں ہوں جو کسی بندے کو نماز پڑھنے سے روک دے" [۲۴۸] (اس جواب میں ایک لطیف تلمیح موجود ہے، قرآن مجید کی آیت: أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ ‎ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ : میں اس بدبخت کا ذکر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھنے نہیں دیتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں آیت کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں وہ نہیں ہوں۔ مترجم)

و) افضل یہی ہے کہ نوافل مسجد کی بجائے گھر میں ادا کئے جائیں۔ اگر مسجد میں ادا کئے جائیں تو بھی درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چاشت کے نوافل مسجد میں ادا کئے تھے۔ [۲۴۹]

۱۸۔ سنن رواتب:

فرائض کے ساتھ ادا کئے جانے والے سنن رواتب (سنن موکدہ) مندرجہ ذیل ہیں:

الف) طلوع صبح صادق کے بعد فجر کے فرض سے پہلے دو رکعتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ صبح کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ [۲۵۰] آپ ان دو رکعتوں کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے تھے، اگر اقامت کے دوران ادا کرنا پڑتا تو بھی ادا کر لیتے۔ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ آپ اقامت کے وقت بھی فجر کی دو سنتیں ادا کر لیتے تھے۔ [۲۵۱] آپ فرماتے: "طلوع فجر کے بعد صبح کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھنا نہ چھوڑو، نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں، اللہ تعالیٰ کے قول (وادبار النجوم: اور ستاروں کی واپسی، یعنی چھپ جانے کے وقت) کا یہی مطلب ہے۔

ب) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتیں اور بعد کی دو رکعتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ظہر کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے چار رکعتیں اور فرضوں کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

ج) جمعہ کے فرضوں سے پہلے آپ کوئی سنت نہ پڑھتے، البتہ بعد میں چھ رکعتیں پڑھتے [۲۵۲] اور فرماتے: "جو شخص جمعہ کے بعد نوافل پڑھنا چاہے وہ چھ رکعتیں پڑھے"۔ [۲۵۳] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ک)

د) عصر سے پہلے چار رکعتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے: "اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا ہے" [۲۵۴] آپ یہ بھی فرماتے: "تم میں سے کوئی عصر سے پہلے کھڑا ہو کر چار رکعتیں کیوں نہیں پڑھ لیتا اور وہ دعا کیوں نہیں مانگ لیتا جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مانگا کرتے تھے: اے خدا، تیرا نور تام ہے، تو نے ہدایت دی، پس تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، اور تیرا حلم بہت عظیم ہے، تو نے بندوں کے گناہ معاف کئے، پس تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، تو نے بخشش کا ہاتھ اپنے بندوں پر پھیلا دیا اور بندوں کو عطا کیا، پس تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں، اے ہمارے پروردگار، تیرا چہرہ، یعنی ذات سب سے اکرم ہے اور تیرا مرتبہ سب سے اونچا ہے، اور تیری عطا سب سے افضل اور خوشگوار ہے، اے ہمارے رب، جب تیری فرماں برداری کی جاتی ہے تو تو اس کی قدر کرتا ہے، اے ہمارے رب، جب تیری نافرمانی کی جاتی ہے تو بخش دیتا ہے، تو پریشان حال کی پکار سن کر اس کی مدد کرتا ہے، تو تکلیف دور کرتا، بیمار کو شفا دیتا، گناہ معاف کرتا اور توبہ قبول کرتا ہے۔ تیری نعمتوں کا کوئی بدلہ دے نہیں سکتا اور نہ ہی کسی قائل کا قول تیری مدحت پر پورا اتر سکتا ہے" [۲۵۵]

ھ) مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے، آپ فرمایا کرتے: "مغرب کی نماز کے بعد دو رکعتیں نہ چھوڑو، نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں، اللہ تعالیٰ کا قول (وادبار السجود، اور سجدوں کے پیچھے کا مطلب یہی ہے۔ [۲۵٦]

و) عشاء سے پہلے چار رکعتیں اور بعد کی دو رکعتیں: ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عشاء سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ [۲۵۷] عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ [۲۵۸]

۱۹۔ عیدین کی نماز:

الف) عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد کی نماز: حضرت علی رضی اللہ عنہ عید کی نماز سے پہلے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے، اس وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا، لیکن لوگوں کو اس سے روکنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ نماز ہونے کی حیثیت سے یہ اللہ تعالیٰ سے قربت کا ذریعہ تھا۔ علاء بن بدر سے روایت ہے: "حضرت علی رضی اللہ عنہ عید کے دن عید گاہ میں آئے تو دیکھا کہ لوگ نوافل میں مشغول ہیں، آپ نے فرمایا: "لوگو! ہم نے اس جیسے دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا ہے، کوئی شخص عید کی نماز سے پہلے یا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نماز عید پڑھانے سے پہلے نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک شخص نے عرض کیا، امیرالمومنین، میں لوگوں کو امام کے عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے نوافل پڑھنے سے روک نہ دوں؟ آپ نے جواب دیا: میں وہ شخص بننا نہیں چاہتا جو کسی بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، البتہ ہم انہیں وہ کچھ ضرور بتائیں گے جو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ رہ کر دیکھا ہے"۔ [۲۵۹]

عید گاہ کی نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چار رکعتیں پڑھتے تھے جو حقیقت میں چاشت کے نوافل ہوتے تھے۔ [۲۶۰] ہم اس پر جلد بحث کریں گے۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۰)

ب) جمعہ اور عید کا ایک ہی دن میں آ جانا۔ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱٦، جز۔ و)

ج) عید کی نماز کہاں پڑھی جائے:

۱) عید کی نماز صرف مصر جامع یعنی شہر یا قصبہ یا بڑی آبادی والے دیہات میں ادا کی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جمعہ اور عیدین صرف مصر جامع میں ادا کی جاتی ہیں" [۲۶۱]

۲) امام (امیر المومنین، خلیفہ یا سلطان) نماز عید لوگوں کے ساتھ عید گاہ میں ادا کرے گا، البتہ کمزور اور بوڑھے اسے مسجد میں ادا کر سکتے ہیں۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کمزوری کی شکایت کی، جس پر آپ نے انہیں مسجد میں نماز عید پڑھانے کے لئے ایک آدمی مقرر کر دیا اور خود مقام جبان (کوفہ سے باہر ایک جگہ) میں عید پڑھائی، آپ نے فرمایا: "اگر سنت طریقہ یہ نہ ہوتا تو میں عید کی نماز مسجد میں پڑھتا" [۲۶۲] نیز فرمایا: "نماز عید کی ادائیگی کے لئے صرف کمزور اور بیمار لوگ مسجد میں جائیں" [۲۶۳] مسجد میں جو لوگ عید کی نماز ادا کریں گے وہ چار رکعتیں خطبہ کے بغیر ادا کریں گے جیسا کہ آگے ذکر ہو گا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ط)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسجد میں جس نے لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی تھی وہ ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ تھے۔ [۲۶۴]

د) امام کی اجازت: اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ امام المسلمین لوگوں کو عید کی نماز پڑھائے، لیکن اگر اس کے لئے ایسا کرنا مشکل ہو، مثلاً کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے، تو لوگ خود عید کی نماز ادا کریں گے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باغیوں کے ہاتھوں اپنے گھر میں محصور ہو گئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز پڑھائی تھی۔ [۲۶۵] اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی توثیق کر دی تھی، وہ اس طرح کہ عبید اللہؒ بن عدی حضرت عثمانؓ کے پاس محاصرہ کے دوران گئے، ادھر حضرت علیؓ لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے کے لئے تیار تھے، عبید اللہؒ نے حضرت عثمانؓ سے کہا: "مجھے تو ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے میں بڑی رکاوٹ محسوس ہو رہی ہے جبکہ امام المسلمین آپ ہیں" حضرت عثمانؓ نے جواب میں فرمایا: "نماز لوگوں کے اعمال میں بہترین عمل ہے۔ اس لئے جب تم لوگوں کو کوئی اچھا عمل کرتے دیکھو تو اس میں شریک ہو جاؤ اور اگر کوئی برا عمل کرتے دیکھو تو اس سے اجتناب کرو" [۲۶۶]

ھ) عورتوں کو عید گاہ میں لے جانا: نماز عید کے لئے عورتیں بھی عید گاہ میں جائیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر ذات نطاق (کمربند باندھنے والی، مراد عورت) کا حق ہے

کہ عید کی نماز کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے، آپ عیدین کے سوا اور کسی موقعہ پر عورتوں کو باہر نکلنے کی رخصت نہیں دیتے تھے۔ [۲۶۷]

و) عیدالفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھالینا: حضرت علی رضی اللہ عنہ عیدالفطر میں جب تک کچھ کھا نہ لیتے، نماز کے لئے نہ نکلتے۔ آپ اس کا حکم دوسروں کو بھی دیتے تھے۔ [۲۶۸] آپ فرماتے: "عیدالفطر میں سنت طریقہ یہی ہے کہ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے انسان کچھ کھا لے" [۲۶۹]

ز) عید گاہ کی طرف پیدل جانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ عید گاہ کی طرف پیدل جاتے [۲۷۰] اور فرماتے کہ سنت یہ ہے کہ ہم عید کے روز عید گاہ کی طرف پیدل جائیں، [۲۷۱] البتہ نماز ادا کرنے کے بعد اگر سواری پر واپس جانا پسند کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ [۲۷۲]

ح) نماز عید کے لئے اذان و اقامت: عید کی نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز بلا اذان و اقامت پڑھی ہے۔ [۲۷۳]

ط) نماز عید:

۱) عید کی رکعتیں: امام المسلمین عید گاہ میں لوگوں کو خطبے سے پہلے دو رکعتیں پڑھائے گا [۲۷۴] اور کمزور لوگوں کو عید کی نماز مسجد میں پڑھانے کے لئے امام المسلمین جسے مقرر کرے گا وہ خطبے کے بغیر چار رکعتیں پڑھائے گا۔ دو رکعتیں تو عید کی ہوں گی اور دو رکعتیں خطبہ نہ پڑھنے کے بدلے میں ہوں گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب یہ کہا گیا کہ کمزور لوگ جبانہ (عید گاہ) نہیں جا سکتے تو آپ نے ایک شخص کو انہیں چار رکعتیں پڑھانے کے لئے مقرر کر دیا جن میں دو رکعتیں تو عید کی تھیں اور دو رکعتیں جبانہ یعنی عید گاہ کی طرف نہ جاسکنے کی تھیں۔ [۲۷۵] ایک روایت میں ہے کہ دو رکعتیں خطبہ نہ پڑھنے کے بدلے میں تھیں۔ [۲۷۶]

۲) نماز عید کی کیفیت: نماز عید کی کیفیت کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایتوں میں اختلاف ہے، ایک روایت یہی ہے کہ پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔ [۲۷۷] زید بن علی نے اپنی سند سے جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے اس کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ عیدین کی نماز میں دو، دو رکعتیں پڑھتے تھے، تکبیر تحریمہ کے بعد قرائت کرتے۔ پھر پانچ تکبیریں کہتے، پھر تکبیر کہہ کر

رکوع میں چلے جاتے، پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھتے، قرائت کرتے، پھر چار تکبیریں کہتے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جاتے، مجموعی طور پر یہ بارہ تکبیریں ہوتیں۔ [۲۷۸] حضرت علیؓ سے پہلی روایت سب سے صحیح ہے۔

دوسری روایت میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی تکبیروں میں فرق ہے۔ عیدالفطر کی نماز میں گیارہ تکبیریں کہی جائیں گی، پہلی رکعت میں چھ تکبیریں اور دوسری میں پانچ، دونوں رکعتوں میں پہلے قرائت کی جائے گی، جبکہ عیدالاضحیٰ میں پہلی رکعت میں تین تکبیریں اور دوسری میں دو تکبیریں ہوں گی اور دونوں رکعتوں میں قرائت پہلے کی جائے گی۔ [۲۷۹]

عیدین میں قرائت جہری ہو گی لیکن ان میں دوسری جہری نمازوں کے مقابلے میں آواز پست رکھی جائے گی، بس صرف اتنا ہی کافی ہو گا کہ قریب کھڑے ہوئے لوگ قرائت سن لیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ عیدین میں جب آپ قرائت کرتے تو قریب کھڑے ہوئے لوگوں تک آواز پہنچا دیتے اور دوسری نمازوں والا جہر یہاں نہیں کرتے۔ [۲۸۰]

ک) خطبہ عید: نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام عید کا خطبہ دے گا جو حقیقت میں دو خطبوں پر مشتمل ہو گا۔ [۲۸۱] ان دونوں کے درمیان بیٹھے گا۔ حضرت علیؓ اپنی سواری پر عید گاہ میں خطبہ دیا کرتے تھے۔ [۲۸۲] جو شخص کمزور لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھائے گا وہ انہیں خطبہ نہیں دے گا بلکہ اس کے بدلے میں دو زائد رکعتیں پڑھائے گا۔ [۲۸۳] جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

## ۲۰۔ چاشت کی نماز:

الف) مسجد میں اس کی ادائیگی: عطا بن محمد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو مسجد میں چاشت کے نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ [۲۸۴]

ب) نماز عید کے بعد اس کی ادائیگی: ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جب امام عید کی نماز پڑھا دے تو وہیں چار رکعتیں چاشت کی ادا کر لے۔ [۲۸۵]

ج) اس کا وقت: سورج جب ایک نیزہ بلند ہو جائے تو اس کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور نصف النہار سے کچھ پہلے تک باقی رہتا ہے۔ حضرت علیؓ ایک دن باہر آئے تو دیکھا کہ لوگ طلوع آفتاب کے وقت چاشت کے نوافل پڑھ رہے ہیں، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: "یہ لوگ ان نوافل کو

سورج کے ایک یا دو نیزے بلند ہونے تک کیوں موخر نہیں کر لیتے! پھر اس وقت اسے ادا کرتے، یہی صلوٰۃ الاوابین (اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز) ہے" [۲۸۶]

**۲۱۔ قیام اللیل: رات کو اٹھ کر نوافل کی ادائیگی:**

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "رات کے آخری تہائی حصے میں دو رکعتیں ادا کرنا دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے افضل ہے" [۲۸۷]

**۲۲۔ تراویح کی نماز:**

الف) تراویح کی نماز عشاء کی نماز کے بعد اور وتر کی نماز سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پر لوگوں کو اس نماز کے لئے یکجا کر کے اسے جماعت کی شکل دے دی جبکہ لوگ اس سے پہلے یہ نماز انفرادی شکل میں ادا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ فرمایا: "میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قیام رمضان (نماز تراویح) کی ترغیب دی اور انہیں بتایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر ایک گھری ہوئی جگہ (باڑہ) ہے جسے حظیرۃ القدس یعنی قدسیوں کے اجتماع کا مقام کہا جاتا ہے، یہاں جو ہستیاں رہتی ہیں انہیں روح کہا جاتا ہے۔ جب شب قدر ہوتی ہے تو یہ قدسی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی طرف جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں، انہیں اجازت دے دی جاتی ہے، پھر جہاں کہیں بھی انہیں کوئی نماز پڑھتا ہوا یا راستے پر سفر طے کرتا ہوا مل جاتا ہے اس کے لئے دعا کرتے ہیں جس کی برکت اس شخص کو حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ابوالحسن! ہم بھی لوگوں کو قیام کی ترغیب دیں تاکہ انہیں بھی برکت حاصل ہو، آپ نے یہ کہہ کر لوگوں کو قیام (نماز تراویح با جماعت) کا حکم دیا۔ [۲۸۸] اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رمضان کی پہلی شب مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ قندیلیں روشن ہیں اور قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی ہے، یہ دیکھ کر بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا: "اے ابن الخطاب (عمر رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ تیری قبر کو بھی اسی طرح منور کر دے جس طرح تو نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن کی تلاوت سے منور کر دیا ہے" [۲۸۹] حضرت علی رضی اللہ عنہ کئی دفعہ رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے، ابو عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رمضان

میں تراویح کی نماز پڑھائی تھی۔ [۲۹۰]

ب) عورتوں کی شمولیت : رمضان میں تراویح کی نماز میں عورتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عرفجہ ؒ کو عورتوں اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو مردوں کو تراویح پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا، عرفجہ ؒ کہتے ہیں " حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو تراویح پڑھنے کا حکم دیتے، اور مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ امام مقرر کرتے۔ مجھے آپ نے حکم دیا کہ عورتوں کو تراویح پڑھاؤں " [۲۹۱]

ج) رکعتوں کی تعداد : حضرت علی رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھتے اور لوگوں کو بھی یہی حکم دیتے تھے، ابو عبدالرحمٰن سلمی وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قراء یعنی حفاظ قرآن کو بلایا اور ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں اور خود آپ وتر پڑھایا کرتے تھے۔ [۲۹۲] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جس شخص کو رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اسے بیس رکعتیں پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اس طرح کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرے اور ہر چار رکعتوں کے بعد کچھ دیر کے لئے آرام کرے۔ [۲۹۳]

## ۲۳۔ صلوٰۃ الکسوف (سورج کو گرہن لگنے پر پڑھی جانے والی نماز)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے کسوف کی نماز پڑھی تھی، پہلی رکعت میں پانچ رکوع اور دو سجدے کئے تھے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی تھی، اس کی صورت اس طرح ہوئی کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کے بعد قرائت کی۔ چاہے دن ہو یا رات آپ جہری قرائت کرتے۔ پھر رکوع میں اتنی دیر رہے جتنی دیر قرائت کی تھی، پھر رکوع سے سر اٹھا لیا اور اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے گئے، پانچ مرتبہ ایسا ہی کیا، پانچویں مرتبہ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر کھڑے ہو گئے لیکن قرائت نہیں کی اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں چلے گئے، دو سجدے کئے، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور اسے پہلی رکعت کی طرح ادا کیا، جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے، چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور پانچویں بار سمع اللہ لمن حمدہ کہا، لیکن اس میں قرائت نہیں کی۔ [۲۹۴] آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد اسی طرح سجدے میں گئے، جیسا کہ پہلی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ [۲۹۵] البتہ دونوں روایتوں میں نماز کسوف میں آپ سے جہری قرائت منقول ہے۔ [۲۹۶] امام شافعی نے آپ سے روایت کی ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر

آپ نے جو نماز پڑھی اس میں پانچ بار رکوع میں گئے اور چار سجدے کئے۔ [۲۹۷]

۲۴۔ زلزلے کی نماز :

بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ زلزلہ آنے پر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ایک رکعت میں پانچ رکوع اور دو سجدے کئے اور دوسری میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے۔ [۲۹۸] امام شافعی نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتی تو ہم اسے ضرور نقل کرتے۔

۲۵۔ نماز استسقا (بارش کے لئے نماز)

الف) اللہ تعالیٰ اگر اپنے بندوں سے کسی خیر کو روک لیتا ہے تو اس کی وجہ ان کے گناہ ہیں، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز استسقا کے لئے نکلتے تو کثرت سے استغفار کرتے، آپ فرمایا کرتے: "جب تم استسقا کے لئے نکلو تو اللہ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثنا کرو، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجو اور استغفار کرو، کیونکہ نماز استسقا استغفار ہی ہے" [۲۹۹] آپ سے منقول بعض روایات میں ہے کہ آپ بلند آواز سے سو مرتبہ استغفار کرتے۔ [۳۰۰] ہمارا خیال ہے کہ یہاں سو سے مراد تعداد نہیں بلکہ کثرت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ بچوں کو اس لحاظ سے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں، اور نیک لوگوں کو، اس لحاظ سے کہ ان کا درجہ بلند ہوتا ہے، حکم دیتے کہ وہ نماز استسقا کے لئے نکلیں، پھر آپ انہیں واسطہ بنا کر اللہ سے باران رحمت کی دعا کرتے، زید بن علی نے مسند زید میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز استسقا کے لئے نکلتے تو آپ اذان دینے والوں، حفاظ قرآن اور بچوں کو اپنے آگے چلنے کا حکم دیتے، [۳۰۱] اسی طرح آپ باران رحمت کے لئے لوگوں کو روزہ رکھ کر دعا کرنے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزے دار کی دعا رد نہیں ہوتی۔ [۳۰۲]

ب) اللہ کے سامنے عاجزی اور انکساری کا اظہار: حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی کے اظہار کے بڑے دلدادہ تھے، اس لئے جب آپ نماز استسقا کے لئے نکلتے تو اپنی چادر الٹ دیتے۔ [۳۰۳]

ج) نماز استسقا کی کیفیت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ

آپ استسقا کی نماز عید کی نماز کی طرح پڑھتے تھے۔ تینوں نمازوں میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے، خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے اور جہری قرائت کرتے۔ [۳۰۴]

۲۶۔ اوابین کی نماز:

صلوٰۃ الاوابین وہ نوافل ہیں جو ظہر سے پہلے زوال کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اوابین کی نماز خدا اور بندے کے درمیان جدائی کو جلا دیتی ہے" ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ "یہ ظہر سے قبل زوال کے وقت ہے" [۳۰۵] اس کی دو رکعتیں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آٹھ رکعتیں ہیں۔ [۳۰۶]

۲۷۔ نماز جنازہ:

الف) اس کا حکم: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ ادا کر لیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گی۔ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا: "کیا آپ اس جنازے پر نماز کے لئے نہیں چلیں گے؟" آپ نے جواب دیا: "ہم چلیں گے، جہاں تک اس کے لئے اللہ کی رحمت طلب کرنے کا تعلق ہے تو یہ کام اس کے اعمال کریں گے" [۳۰۷]

ب) فرض نماز کی تقدیم: "حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب فرض نماز اور نماز جنازہ اکٹھی ہو جائیں تو فرض نماز پہلے ادا کی جائے" [۳۰۸]

ج) ایک میت پر نماز جنازہ کی تکرار: اگر نماز جنازہ ادا کر لی جائے اور اس کے بعد کچھ اور لوگ آ جائیں تو وہ دوبارہ نماز پڑھ سکتے ہیں چاہے یہ دفن سے پہلے ہو یا بعد۔ سہل بن حنیف کی نماز جنازہ ادا ہونے کے بعد کچھ اور لوگ آ گئے۔ حضرت علیؓ نے قرظہ بن کعب انصاری کو انہیں نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ تدفین کے بعد ان کی نماز جنازہ دوبارہ ادا کی گئی۔ [۳۰۹]

د) قبرستان میں نماز جنازہ ادا کرنا: اگر تدفین کے بعد بھی نماز جنازہ کی اجازت ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قبروں کے درمیان نماز جنازہ کی مطلقاً اباحت ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قبروں کے درمیان قبرستان کے اندر نماز جنازہ ادا کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ [۳۱۰] اس لئے کہ اس طرح قبروں کو روندا جائے گا اور بلا ضرورت نماز

میں قبروں کی طرف رخ ہو گا۔

ھ) امامت کا زیادہ حقدار : جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار امام یعنی امیر المومنین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار امام ہے" [۳۱۱] پھر میت کے رشتہ دار، اور رشتہ داروں میں وراثت کے لحاظ سے استحقاق کی ترتیب رکھی جائے گی، عورت کا جنازہ پڑھانے کے لئے اس کی وراثت حاصل کرنے والے رشتہ دار شوہر سے بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسے شوہر کے متعلق جس کی بیوی فوت ہو گئی تھی جب پوچھا گیا کہ آیا وہ اس کا جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ تو آپ نے نفی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: "اس کے رشتہ دار اس کے زیادہ حقدار ہیں" [۳۱۲]

و) جس کا جنازہ پڑھا جائے:

۱) جس کا جنازہ پڑھا جائے اس کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہوا ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نوزائیدہ کے رونے کی آواز اگر سنی جائے تو اس کا جنازہ ہو گا۔ ورنہ نہیں" [۳۱۳]

۳) حد لگنے کی وجہ سے مرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے گا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب شراحہ ہمدانیہ کو سنگسار کر دیا تو اس کے رشتہ داروں نے آکر عرض کیا کہ اب اسے کیا کریں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس طرح تم اپنے مردوں کی تجہیز و تکفین کرتے ہو اس کی بھی اسی طرح کرو" [۳۱۴] حضرت علیؓ کا مقصد یہ تھا کہ اسے غسل دو، کفن پہناؤ، جنازہ پڑھو اور دفنا دو۔

۴) زیدؒ بن علی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اغلف (جس کا ختنہ نہ ہوا ہو) کا جنازہ نہیں ہو گا، کیونکہ اس نے ایک بہت بڑی سنت، یعنی اختتان ضائع کر دی تھی، ہاں اگر اس نے اپنی جان کے خوف سے ختنہ نہ کرایا ہو تو یہ الگ بات ہے" [۳۱۵] اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ ہر فاسق کی نماز جنازہ پڑھی نہ جائے۔ حالانکہ یہ بات بہت بعید ہے۔

۵) شہید کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۱، جز ج)، باغی مقتولین کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۶)

۶) اگر کئی جنازے اکٹھے ہو جائیں جن میں مرد، عورتیں، چھوٹے، بڑے، آزاد اور غلام شامل ہوں، تو مردوں کو عورتوں پر مقدم کیا جائے گا۔ مردوں کو امام کے متصل رکھا جائے گا اور عورتوں کو قبلہ کے رخ کے متصل، پھر بڑوں کو چھوٹوں پر مقدم کیا جائے اور چھوٹوں کو قبلہ کے رخ کے متصل رکھا جائے گا۔ پھر آزادوں کو غلاموں پر اسی صورت میں مقدم کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب مردوں اور عورتوں کے جنازے اکٹھے ہو جائیں تو عورتوں کو قبلہ کے رخ کے ساتھ رکھا جائے گا" [۳۱۶] آپ نے فرمایا: "مردوں کو عورتوں سے اور بڑوں کو چھوٹوں سے پہلے رکھا جائے گا" [۳۱۷] آزاد اور غلام کے بارے میں فرمایا: "غلام کو قبلہ کے رخ کے ساتھ رکھا جائے گا" [۳۱۸] اسی طرح اہل فضل کو غیر اہل فضل پر مقدم کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے عمار بن یاسر اور ہاشم بن عتبہ کا جنازہ پڑھاتے ہوئے عمار کا جنازہ اپنے قریب رکھا اور ہاشم کا جنازہ اس سے آگے رکھا۔ [۳۱۹]

ز) نماز جنازہ کی کیفیت:

۱) حضرت علیؓ جب کسی مرد کا جنازہ پڑھاتے تو اس کی ناف کے سامنے کھڑے ہوتے اور جب کسی عورت کا جنازہ پڑھاتے تو اس کے سینے کے سامنے کھڑے ہوتے۔ [۳۲۰]

۲) اگر میت اہل بدر میں سے ہوتی تو چار تکبیروں میں اضافہ کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک بدری کا جنازہ پڑھایا تو پانچ تکبیریں کہیں۔ عبداللہ بن معقل فرماتے ہیں: "میں نے ایک دفعہ حضرت علیؓ کے پیچھے جنازہ کی نماز پڑھی تو آپ نے پانچ تکبیریں کہیں پھر فارغ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ اہل بدر میں سے ہے" [۳۲۱] سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھاتے ہوئے آپ نے چھ تکبیریں کہیں اور پھر فرمایا کہ یہ بدری ہیں۔ [۳۲۲] ابو قتادہؓ کے جنازہ میں آپ نے سات تکبیریں کہیں۔ [۳۲۳] عبد خیر سے ایک روایت ہے کہ حضرت علیؓ اہل بدر کے جنازہ میں چھ تکبیریں کہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ پر پانچ تکبیریں اور بقیہ لوگوں پر چار تکبیریں کہتے تھے۔ [۳۲۴] اسی لئے آپ نے یزید بن مکفف نخعی کے جنازے میں چار تکبیریں کہی تھیں۔ [۳۲۵] (کیونکہ وہ صحابی نہیں تھے۔ مترجم)

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھی تو آپ نے پانچ تکبیریں پڑھیں اور مڑکر فرمایا کہ یہ اہل بدر میں سے ہیں، پھر میں نے دوسرے

جنازوں کی نمازیں بھی پڑھیں جن میں آپ چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ [۳۲۶]

۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "پہلی تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جائے گی، دوسری تکبیر کے بعد درود پڑھیں گے، تیسری تکبیر کے بعد اپنے لئے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کی جائے گی، چوتھی تکبیر پر میت کے لئے دعا اور استغفار کروگے، اور پانچویں تکبیر کہہ کر سلام پھیروگے۔ [۳۲۷] صرف دائیں طرف سلام پھیروگے۔ [۳۲۸] ابن ابی شیبہ نے آپ سے نماز جنازہ کی ایک دعا ان الفاظ میں نقل کی ہے:

" آپ جب نماز جنازہ پڑھتے تو حمد و صلاۃ کے بعد یہ فرماتے: اے میرے اللہ، ہمارے زندوں اور مردوں سب کو بخش دے، ہمارے دلوں کو جوڑ دے، ہمارے آپس کے جھگڑے ختم کر دے، اور ہمارے دلوں کو ہمارے نیکوں کے دلوں کی طرح بنا دے، اے اللہ بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما، اے اللہ اسے دنیا سے بہتر جگہ کی طرف لوٹا، اے اللہ ہم تیرے عفو کے خواستگار ہیں۔ [۳۲۹]

بچے کا جنازہ پڑھتے وقت آپ یہ دعا مانگتے: "اے میرے اللہ، اسے ہمارے لئے آگے جانے والا، منزل پر پہلے سے پہنچا ہوا اور اجر و ثواب کا ذریعہ بنا دے" [۳۳۰]

## ۲۸۔ صلوٰۃ الخوف:

صلوٰۃ خوف حالت جنگ میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر جنگ کبھی حالت اقامت میں ہوتی اور کبھی حالت سفر میں۔ اگر حالت اقامت میں جنگ ہو تو چار رکعتوں والی نمازیں پوری پڑھی جائیں گی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ امام پہلے حصے کو دو رکعتیں پڑھا دے گا، یہ حصہ اپنی نماز مکمل کر کے واپس اپنی پوزیشن پر چلا جائے گا اور پہلا حصہ آگے آ کر اپنی دو رکعتیں امام کے بغیر مکمل کر لے گا۔ مسند زید میں حالت اقامت میں صلوٰۃ خوف کے بارے میں حضرت علیؓ سے روایت ہے: "امام پہلے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا پھر دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائے گا" [۳۳۱]

اگر جنگ حالت سفر میں ہو تو امام چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں پڑھائے گا۔ حضرت علیؓ سے اس کی کیفیت اس طرح مروی ہے کہ ایک گروہ امام کے پیچھے اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے کھڑا ہو گا۔ پہلے گروہ کو امام ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے گا۔ یہ لوگ جا کر دوسرے گروہ کی پوزیشنوں پر کھڑے ہو جائیں گے، دوسرا گروہ آ کر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے گا

اور ایک رکعت ادا کر لے گا، امام سلام پھیرے گا اور یہ لوگ اپنی نماز مکمل کریں گے، پھر یہ واپس ہو جائیں گے اور پہلا گروہ آکر ایک رکعت نماز پڑھ لے گا۔ [۳۳۲] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقا کے ساتھ لیلتہ الہدیر میں اسی طرح نماز پڑھی تھی۔ [۳۳۳]

مغرب کی صلوٰۃ خوف کی کیفیت حضرت علیؓ سے منقول روایت کی بنا پر یہ ہو گی کہ امام پہلے گروہ کو دو رکعتیں اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے گا۔ پہلا گروہ ایک رکعت اور دوسرا گروہ دو رکعتوں کی ادائیگی کرے گا۔ [۳۳۴]

**۲۹۔ نماز کی ادائیگی کے بعد نمازی کیا کرے:**

الف) جب نمازی اپنی نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرلے تو تسبیحات اور درود پڑھے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "جسے یہ بات اچھی لگتی ہو کہ اس کی نیکیوں کا اجر اسے بھر بھر کر ملے تو وہ نماز سے فراغت کے بعد یہ الفاظ کہا کرے: سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ " الصافات۔ ۱۸۰ [۳۳۵] ایک دفعہ آپ نے سلام پھیر کر یہ الفاظ کہے: "لا الہ الا اللہ و لا نعبد الا اللہ" [۳۳۶]

ب) پھر اپنی جگہ سے دائیں یا بائیں طرف مڑے گا اور اپنا چہرہ لوگوں کی طرف کر لے گا۔ [۳۳۷] حضرت علیؓ نے فرمایا: "تم سلام پھیرنے کے بعد جس طرف بھی مڑو، اس میں کوئی حرج نہیں" [۳۳۸] پھر تسبیحات ماثورہ پڑھے، پھر جس کے لئے چاہے نام لے کر دعا مانگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے بعد لوگوں کا نام لے کر ان کے لئے دعا مانگتے تھے۔ [۳۳۹] نماز کے بعد آپ کی دعاؤں کے چند الفاظ یہ ہیں: "اے میرے اللہ، تیرا نور مکمل ہوا، تو نے ہدایت دی، پس تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں، تیرا حلم عظیم ہے، تو نے معاف کیا، پس تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ تو نے اپنے ہاتھ کھول دئے اور لوگوں کو عطا کیا، پس تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں، اے ہمارے پروردگار، تیرا چہرہ سب سے عزت والا، تیرا مرتبہ سب سے بلند اور تیرا عطیہ سب سے افضل اور سب سے زیادہ مرغوب ہے، اے ہمارے پروردگار جب تیری فرمانبرداری کی جاتی ہے تو تو اس کی قدر کرتا ہے، جب نافرمانی کی جاتی ہے تو تو معاف کرتا ہے۔ تو پریشان حال کی پکار سنتا ہے۔ تکلیف کو دور کرتا

ہے۔ بیمار کو شفا دیتا ہے۔ مصیبت سے نجات دیتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ کوئی شخص تیرے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا اور کسی قائل کا قول تیری نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ [۳۴۰]

## صلب : پشت

پشت توڑ دینے پر عائد ہونے والی دیت۔ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۳، جز۔ ج)

## صلح : صلح

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ ایسی صلح نہ ہو جو حرام کو حلال یا حلال کو حرام کر دے" [۳۴۱]

۲۔ اگر صلح عن الدم ہو، یعنی مقتول کے ورثاء اور قاتل کے درمیان صلح ہو کر خون بہا کی ادائیگی پر اتفاق ہو جائے تو اس کی ادائیگی عاقلہ پر نہیں ہوگی (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

## صلیب : صلیب

صلیب کو ہاتھ لگانے پر وضو کرنا۔ (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴، جز۔ ب)

## صنم : بت

دیکھئے لفظ صورۃ

## صورۃ : تصویر

۱۔ ایسی جگہ میں جا کر کھانے کی دعوت قبول کرنا جہاں تصویر ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جگہ جا کر کھانے کی دعوت قبول کرنے کو جائز سمجھتے تھے جہاں تصویر ہوتی۔ عائذ نے "فتوح الشام" میں روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام پہنچے تو عیسائیوں نے آپ کے لئے دعوت کا اہتمام کیا، لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ دعوت گرجے میں ہوگی تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو کھانا کھانے کے لئے وہاں لے جائیں۔ حضرت علیؓ لوگوں کے ساتھ گرجے میں چلے گئے اور کھانا تناول کیا، کھانے کے دوران آپ گرجے میں لگی ہوئی تصویروں پر نظر دوڑاتے رہے اور پھر فرمایا کہ اگر امیر المومنین بھی

یہاں آ کر کھا لیتے تو کوئی حرج نہیں تھا۔ [۳۴۲]

۲۔ بتوں کو توڑ پھوڑ کر نیست و نابود کر دینا (دیکھئے لفظ قبر، فقرہ ۱)

۳۔ بتوں کو ہاتھ لگانے پر وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۶، جز۔ ج)

## صیال : حملہ

دیکھئے لفظ صائل

## صیام : روزہ

### ۱۔ روزہ کی فرضیت :

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ماہ رمضان کا روزہ اپنے اس ارشاد سے فرض کر دیا کہ: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ البقرۃ۔ ۱۸۳ (تم پر روزہ فرض کر دیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا تاکہ تم متقی بن جاؤ) نیز (فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ البقرۃ۔ ۱۸۵: تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے وہ روزہ رکھے) اس لئے کہ جو شخص کسی عذر شرعی کے بغیر محض کوتاہی کی بنا پر ایک دن کا روزہ بھی چھوڑ دے گا تو اسے ایسا زبردست خسارہ ہو گا کہ اگر ساری زندگی وہ روزہ رکھتا رہے تو بھی یہ خسارہ پورا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص نے جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا ہو تو ساری زندگی روزے رکھ کر بھی اسے ادا نہیں کر سکتا" [۳۴۳] البتہ اگر کوئی عذر ہو تو اور بات ہے (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جز۔ الف)

### ۲۔ بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنے والے کی سزا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسے شخص کو سخت سزا دینے میں کبھی سستی نہ کرتے جس کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ اس نے کسی عذر شرعی کے بغیر رمضان میں روزہ نہیں رکھا۔ آپ کے پاس نجاشی [۳۴۴] لایا گیا جس نے رمضان میں شراب خوری کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ نے اسے پہلے شراب خوری کی بنا پر اسی کوڑے لگائے اور اگلے دن بیس کوڑے اور لگائے اور فرمایا کہ یہ بیس کوڑے رمضان کے روزے نہ رکھنے اور اللہ کی ذات سے دیدہ دلیری کی بنا پر لگائے گئے ہیں (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۵، جز۔ الف)

### ۳۔ روزے کا زمانہ :

الف) روزے کا مہینہ: فرض روزوں کا مہینہ رمضان ہے۔ ارشاد باری ہے: فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ

الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ البقرۃ ۔ ۱۸۵ (پس تم میں سے جسے ماہ رمضان مل جائے وہ روزے رکھے)
رمضان کی ابتدا اور اختتام رویت ہلال کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں۔ رمضان کے چاند کی رویت کے لئے ایک عادل انسان کی گواہی بھی قابل قبول ہے اور لوگوں پر اس کی اطلاع سے روزہ لازم ہو جائے گا۔ [۳۴۵] فاطمہ بنت حسین سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کے پاس آکر رمضان کے چاند کی گواہی دی۔ آپ نے روزہ رکھ لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دے دیا اور فرمایا: "میرے لئے شعبان کا ایک روزہ رکھ لینا رمضان کا ایک روزہ نہ رکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے" [۳۴۶] یہ یوم شک کا روزہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔
شوال کی رویت ہلال، یعنی اختتام رمضان کے لئے کم از کم دو عادل مردوں کی گواہی ہونی چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب دو عادل مرد شوال کے چاند کی گواہی دے دیں تو روزہ ختم کر دو" [۳۴۷] مہینہ یا تو تیس دن کا ہوتا ہے یا انتیس دنوں کا (دیکھئے لفظ شہر) اگر دو عادل مردوں کی گواہی سے شوال کے چاند کا ثبوت مل جائے اور دوسری طرف روزوں کی مقدار انتیس دنوں سے کم ہو تو لوگوں پر ایک روزے کی قضا لازم ہو گی کیونکہ اس صورت میں یہ بات یقینی طور سے ثابت ہو جائے گی کہ انہوں نے یکم رمضان کا روزہ نہیں رکھا۔ مسند زیدؒ بن علی میں ہے کہ کچھ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور گواہی دی کہ انہوں نے چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا تھا اور پورے تیس روزے رکھے تھے، حضرت علیؓ نے فرمایا: "ہم نے تو صرف اٹھائیس روزے رکھے ہیں"، پھر آپ نے ان لوگوں کے ہاتھ پر قرآن مجید رکھ کر یہ کہلوایا کہ وہ اللہ کی اور قرآن مجید کی آیات کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے جھوٹ نہیں کہا۔ جب انہوں نے یہ کہہ دیا تو آپ نے لوگوں کو روزہ ختم کرنے کا حکم دیا، نیز اگلے دن عید پڑھنے اور ایک دن کا روزہ قضا کرنے کے لئے بھی فرمایا۔ اگلے دن عید کا حکم اس لئے دیا تھا کہ گواہوں نے زوال کے بعد آکر گواہی دی تھی۔ [۳۴۸] ولید بن عتبہ لیثی کا کہنا ہے: "ہم نے حضرت علیؓ کے ساتھ اٹھائیس روزے رکھے۔ عید کے دن آپ نے ہمیں ایک روزہ قضا رکھنے کا حکم دیا" [۳۴۹]
شوال کے چاند کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی رویت یا تو ابتدائے نہار یعنی عید الفطر کے دن سے قبل کی رات میں ہو یا اس دن کی ابتدائے نہار میں ہو۔ لیکن اگر اس دن کے آخر پر رویت ہلال ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا (واضح رہے کہ اسلامی کیلنڈر میں غروب آفتاب

کے بعد اگلا دن (نہار) شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عیسوی کیلنڈر میں آدھی رات یعنی بارہ بجے سے اگلا دن شروع ہوتا ہے۔ مترجم) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم ابتدائے نہار میں چاند دیکھو تو روزہ چھوڑ دو، لیکن اگر انتہائے نہار میں چاند نظر آئے تو روزہ نہ چھوڑو، اس لئے کہ سورج اس سے ہٹ جاتا ہے" [۳۵۰]

ب) روزے کا دن: روزہ طلوع فجر سے شروع ہو جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں بیان فرمایا ہے: وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ۔ ۱۸۷) (اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید لکیر، سیاہ لکیر سے الگ ہو کر تمہارے سامنے آ جائے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ماثور ہے کہ جب آپ صبح کی نماز پڑھنے لگے تو فرمایا کہ اب سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے الگ ہو کر سامنے آیا ہے۔ [۳۵۱]
روزہ غروب آفتاب تک جاری رہے گا۔ ارشاد باری ہے (ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ (البقرہ۔ ۱۸۷) پھر روزہ رات تک پورا کرو) حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے موذن ابن تیاح سے پوچھتے کہ آیا سورج غروب ہو گیا؟ وہ کہتے کہ جلدی نہ کیجئے، پھر پوچھتے، جب ابن تیاح کہتے کہ سورج غروب ہو گیا ہے تو آپ روزہ کھولتے، نیچے آتے اور نماز پڑھتے۔ [۳۵۲]

۴۔ یوم شک اور ایام تشریق کے روزے:

الف) یوم شک سے مراد شعبان کی تیسویں تاریخ ہے جس میں رمضان کے روزے کے متعلق بادل وغیرہ کی وجہ سے رویت ہلال نہ ہونے کے بارے میں شک پیدا ہو گیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ [۳۵۳] صاحب البحرالزخار [۳۵۴] کا حضرت علیؓ کے اس قول سے کہ "شعبان کا ایک روزہ رکھ لینا رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دینے سے مجھے زیادہ پسند ہے" یہ سمجھ لینا کہ یوم شک کا روزہ رکھنا مستحب ہے غلط ہے۔ بات ایسی نہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ بات رمضان شروع ہونے کے سلسلے میں ایک شخص کی گواہی قبول کرنے کے بارے میں فرمائی تھی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

ب) ایام منیٰ یعنی ایام التشریق میں روزہ رکھنا درست نہیں، نہ تو حج تمتع کرنے والے کے لئے اور نہ ہی کسی اور کے لئے، عمرو بن سلیم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں "ہم ابھی منیٰ میں تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں اس لئے کوئی شخص کسی کی طرف سے کوئی

روزہ نہ رکھے[۳۵۵] مسعود بن حکم زرقی نے اپنی ماں سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں:
"ابھی بھی گویا وہ منظر میری نظروں میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر تشریف لائے اور انصار کے پڑاؤ کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کیا: "لوگو! یہ روزہ رکھنے کے دن نہیں ہیں، یہ کھانے پینے اور اللہ کو یاد کرنے کے ایام ہیں۔ "[۳۵۶] آپ کا یہ بھی قول ہے کہ "ایام تشریق روزہ رکھنے کے ایام نہیں بلکہ کھانے پینے کے ایام ہیں"۔[۳۵۷]

### ۵۔ سحری کھانا:

سحور سے مراد سحری کھانا ہے۔ حضرت علیؓ سحری کھانے میں تاخیر کو پسند کرتے تھے تاکہ روزہ رکھنے کی قوت زیادہ ہو جائے۔ حبان بن حارث کا کہنا ہے کہ " حضرت علیؓ کا لشکر جب مقام دیر موسیٰ پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو میں آپ کے پاس آیا، اس وقت آپ سحری کھا رہے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آؤ کھالو، میں نے عرض کیا کہ میں روزہ رکھنا چاہتا ہو، (یعنی اب طلوع فجر ہونے والا ہے، اب اگر آپ کے ساتھ کھالیا تو میرا روزہ نہیں ہو گا) اس پر آپ نے فرمایا کہ میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے سحری کھا رہا ہوں۔ " جب سحری سے فارغ ہو گئے تو موذن سے اقامت کے لئے کہا۔[۳۵۸]

### ۶۔ روزہ کھولنے میں تعجیل کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ روزہ کھولنے میں تعجیل پسند کرتے تھے، آپ فرمایا کرتے: "تین باتیں انبیا کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ کھولنے میں جلدی کرنا، سحری کھانے میں دیر کرنا اور نماز میں ناف کے نیچے ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ کر ہاتھ باندھنا" [۳۵۹] اس سے پہلے ابن تیاح کی یہ روایت گذر چکی ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ان سے پوچھتے کہ آیا سورج غروب ہو گیا ہے؟ وہ کہتے ابھی جلدی نہ کریں، پھر پوچھتے، جب ابن تیاح ہاں کر دیتے تو آپ روزہ افطار کر کے نیچے آتے اور نماز ادا کرتے، یہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپ افطار میں تعجیل کرتے اور مغرب کی نماز سے پہلے افطار کر لیتے۔

### ۷۔ روزے کی نیت:

روزے کی جو نیت کی جائے گی وہ یا تو فرض روزہ یا نذر یا کفارہ یا نفلی روزے کی نیت ہو گی۔ اگر فرض روزے (چاہے ادا ہو یا قضا) کی نیت ہو یا نذر یا کفارہ کی نیت ہو تو اس کے لئے ضروری ہے

کہ اذان صبح سے پہلے کی جائے۔ اسے اصطلاح میں تبییت النیۃ (رات سے نیت کرنا) کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک تھا۔ [۳۶۰] لیکن اگر نفلی روزہ ہو تو رات سے نیت کی ضرورت نہیں البتہ نصف النہار گذرنے سے پہلے نیت کرنی ہو گی, اگر نصف النہار گذر جائے اور اس نے نیت نہیں کی تو اب اس کے لئے روزہ توڑنا درست نہیں ہو گا بلکہ روزہ پورا کرنا ضروری ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب تم صبح کرو اور تمہارا ارادہ روزہ رکھنے کا ہو تو تمہیں اختیار ہو گا چاہے رکھ لو چاہے نہ رکھو, ہاں اگر تم نے رات سے نیت کر کے روزہ اپنے اوپر لازم کر لیا تو اختیار باقی نہیں رہے گا۔" [۳۶۱] ایک شخص نے آپ سے کہا: "میں نے اس حالت میں صبح کی کہ میرا روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا" آپ نے فرمایا: "تمہیں نصف النہار تک اختیار ہے, جب نصف النہار ہو جائے تو پھر تم روزہ توڑ نہیں سکتے" [۳۶۲]

### ۸۔ نفلی روزے:

سال میں چند مخصوص ایام (علاوہ رمضان کے) ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنے کی ترغیب روایات میں آئی ہے۔ حضرت علیؓ سے اس سلسلے میں یہ روایات ہیں:

الف) عاشورا یعنی دسویں محرم کا روزہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عاشورا کے دن روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے [۳۶۳] اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس روزے کی روایت کرتے تھے۔ [۳۶۴] اسود بن یزید کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں سے کسی کو یوم عاشورا کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے نہیں دیکھا" [۳۶۵] ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عاشورا کے دن فرمایا: "ابھی تک جس نے کچھ کھایا نہیں ہے وہ روزہ رکھ لے اور جس نے کچھ کھا لیا ہے وہ باقی دن مکمل کرے یعنی کچھ نہ کھائے" [۳۶۶]

ب) ایام بیض کے روزے: ہر ماہ چاند کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ ایام بیض کہلاتی ہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہر ماہ تین روزے رکھنا سینے کے کھولاؤ یعنی حسد اور کینہ کو ختم کر دیتا ہے۔" [۳۶۷] آپ نے فرمایا: "ہر ماہ تین روزے رکھنا صیام الدھر ہے، یعنی ہمیشہ روزہ دار رہنا ہے۔ ایک دن کا روزہ دس روزوں کے برابر ہے کیونکہ ارشاد باری ہے مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا الانعام۔ ۱۶۰ (جو شخص ایک نیکی کرے گا تو اسے دس نیکیوں کے برابر اجر ملے گا) [۳۶۸]

ج) سوموار اور جمعرات کے روزے: ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سوموار اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔ [۳۶۹]

د) جمعہ کا روزہ: حضرت علیؓ جمعہ کے دن روزہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ (ہفتے میں) عید کا دن ہے۔ [۳۷۰]

۹۔ نفلی روزہ فاسد کر دینا:

جب کوئی شخص نفلی روزہ شروع کرے تو اسے پورا کرنا اس پر ضروری ہو گا۔ اگر اس نے روزہ فاسد کر دیا تو اس پر اس کی قضا واجب ہو گی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ اس پر قضا واجب نہیں اور نہ اس پر کوئی گناہ ہے۔ [۳۷۱] عبدالرزاق کی روایت سے اس قول پر استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے رفقاء سے فرمایا: "میں نے آج نفلی روزہ رکھا تھا، پھر میں نے اپنی ایک لونڈی سے ہم بستری کر لی، اس کے متعلق تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟" حضرت علیؓ نے فرمایا: "آپ نے نفلی روزہ رکھا اور لونڈی سے ہم بستری کر کے کوئی حرام کاری نہیں کی، اس لئے میرے خیال میں آپ پر کچھ لازم نہیں آتا" [۳۷۲]

آپ سے دوسری روایت ہے کہ جب روزہ دار نے نفلی روزہ فاسد کر دیا تو اس پر اس دن کے روزے کی قضا لازم ہو گی۔ ابن حزم کی روایت کردہ واقعہ سے اس قول پر استدلال کیا جاتا ہے۔ روایت اس طرح ہے: "حضرت عمرؓ ایک دن اپنے رفقاء کے پاس آ کر فرمانے لگے: "مجھ سے ایک فعل سرزد ہو گیا ہے، اس کے متعلق مجھے فتویٰ دو" لوگوں نے عرض کیا: "امیرالمومنین، کیسا فعل؟" آپ نے فرمایا: "میں روزے سے تھا، میری ایک لونڈی پاس سے گذری۔ اس کے دلبرانہ انداز سے میں متاثر ہو گیا اور اس سے ہم بستری کر لی"۔ لوگوں نے یہ سن کر محسوس کیا کہ واقعی بھیانک بات ہو گئی ہے، لیکن حضرت علیؓ خاموش تھے، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ آپ نے جواب دیا: "آپ نے ایک حلال اور جائز عمل کیا ہے رہا روزہ تو اس دن کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھ کر اس کی قضا کر لیجئے" حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: "علیؓ تم فتویٰ دینے میں ان سب سے بہتر ہو" [۳۷۳] حضرت علیؓ کی اس رائے کی تائید مسند زید بن علی کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب کوئی شخص صبح بیدار ہو اور روزہ رکھنے کی نیت کر لے پھر روزہ توڑ دے تو اس پر قضا لازم ہے" [۳۷۴]

۱۰۔ روزے کو فاسد کرنے والی چیزیں:

جماع، اکل اور شرب سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا

واقعہ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ کی رائے سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ تم فتویٰ دینے میں سب سے بہتر ہو" [۳۷۵] اگر روزہ دار زبردستی قے کر لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر اسے خود بخود قے آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر ہاتھ ڈال کر زبردستی قے کر لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا" [۳۷۶]

رہا پچھنے یا سینگی لگانے سے روزے کا ٹوٹ جانا تو اس بارے میں حضرت علیؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سینگی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [۳۷۷] حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "روزے کی حالت میں پچھنے نہ لگاؤ" [۳۷۸] اسی طرح آپ کا قول ہے: "سینگی لگانے اور لگوانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ گئے" [۳۷۹] ان دونوں اقوال کے ظاہری معنی سے آپ کی درج بالا رائے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

اہل تشیع کے فرقہ زیدیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پچھنے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا [۳۸۰] یہ لوگ مذکورہ بالا روایات کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حجامت سے اس لئے روکا ہے کہ اس سے کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آپ کے قول افطر الحاجم و المحجوم، (پچھنے لگانے اور لگوانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ گئے) کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ حاجم (پچھنے لگانے والا) چونکہ خون چوستا ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ خون اس کے حلق سے نیچے اتر جائے اور اس کا روزہ ٹوٹ جائے، اسی طرح جس نے پچھنے لگوائے ہیں، اس پر خون کے اخراج سے کمزوری طاری ہو سکتی ہے اور اسے روزہ توڑنا پڑ جائے۔

۱۱۔ جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

الف) بھول کر کھا لینے یا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر روزہ دار بھول کر کھا لے تو یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے اس کے لئے بھیجا ہے" [۳۸۱]

ب) سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا: حضرت علی رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں اثمد (ایک قسم کا پتھر جس سے سرمہ تیار کیا جاتا ہے) کا سرمہ استعمال کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ [۳۸۲]

ج) بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "اگر روزہ دار بوسہ لے لے تو اس میں کوئی حرج نہیں" [۳۸۳] لیکن ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آیا روزے کی حالت میں شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: "روزے کی

وجہ سے تمہاری بیوی کے منہ سے نکلنے والی خاص بو (خلوف) سے تمہیں کیا حاصل ہو گا (گویا یہ ایک فضول حرکت ہو گی۔ مترجم) اسے روزہ کھولنے تک رہنے دو" [۳۸۴]
حضرت علیؓ کی اس سے مراد یہ ہے کہ روزے کی حالت میں بوسہ لینا ایک ناپسندیدہ فعل ہے کیونکہ بعض دفعہ یہ جماع کا سبب بن جاتا ہے۔

د) مسواک کرنا مفسد صوم نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم روزے سے ہو تو صبح کے وقت مسواک کر لو اور شام کو نہ کرو۔ کیونکہ جس روزہ دار کے لب شام کے وقت خشک ہوں گے، قیامت کے دن یہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور بن جائیں گے" [۳۸۵]

ھ) جنبی کا روزہ درست ہوتا ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب کوئی شخص صبح کے وقت حالت جنابت میں ہو اور وہ روزہ رکھنا چاہے تو رکھ لے" [۳۸۶]

و) اگر قے بلا ارادہ وقصد آ جائے تو وہ مفسد صوم نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر بالقصد قے کرے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر خود بخود قے آ جائے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں آئے گی" [۳۸۷] (اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ مترجم)

ز) پچھنے لگانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)

## ۱۲۔ روزے کی مکروہات:

روزہ دار کے لئے درج ذیل باتیں مکروہ ہیں:

الف) روزہ رکھ کر گناہ کا کام کرنا، حضرت علیؓ نے فرمایا: "صرف کھانے پینے سے رک جانے سے روزہ نہیں ہوتا بلکہ جھوٹ، غلط کام اور فضول حرکت سے رکنا بھی ضروری ہے" [۳۸۸]

ب) صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، "تم میں سے جو شخص ہر ماہ کچھ ایام روزہ رکھ کر گذارنا چاہے تو وہ جمعرات کو روزہ رکھے، جمعہ کو نہ رکھے کیونکہ جمعہ کا دن کھانے، پینے اور اللہ کے ذکر کے لئے ہوتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لئے دو بھلے دن (جمعرات اور جمعہ) اکٹھا کر دے گا، یعنی اس کے روزے کا دن اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی عبادت کا دن"۔ [۳۸۹]

ج) درمیان میں افطار کئے بغیر مسلسل روزے رکھنا بھی مکروہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

صیام وصال (افطار کئے بغیر مسلسل روزے رکھنا) سے منع فرمایا ہے"۔ [۳۹۰]

د) روزے کے دوران پچھنے لگانا کیونکہ اس سے اور کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ اس سے قبل حضرت علیؓ سے منقول روایات گذر چکی ہیں (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)

ھ) ذوالحجہ کے مہینے میں قضا روزے رکھنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "رمضان کے قضا روزے ذوالحجہ میں نہ رکھو" [۳۹۱] آپ نے فرمایا: "جس پر رمضان کے قضا روزے ہوں وہ انہیں ذوالحجہ میں نہ رکھے، اس لئے کہ یہ عبادتوں کا مہینہ ہے۔" [۳۹۲] اس سلسلے میں احمد بن منصورؒ نے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "مجھے اس شخص نے بتایا ہے جو اس مجلس میں موجود تھا جس میں سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح اور یحییٰ بن آدم موجود تھے، سفیان بن عیینہ نے وکیع سے دریافت کیا کہ آخر کیا وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ذوالحجہ میں رمضان کے قضا روزے رکھنے کو پسند نہیں کرتے تھے؟ وکیع نے جواب میں فرمایا کہ دراصل ذوالحجہ کے ایام بڑی عظمت کے حامل ہیں اس لئے حضرت علیؓ نے یہ چاہا کہ ان میں صرف وہی روزے رکھے جائیں جو ان ایام میں لازم ہوتے ہوں۔ (مثلاً متمتع پر قربانی نہ دے سکنے کی صورت میں لازم ہونے والے دس روزے۔ مترجم) اس پر سفیان نے یحییٰ بن آدم سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ "ابو زکریا، کیا تمہاری بھی یہی رائے ہے؟" انہوں نے نفی میں جواب دیا اور فرمایا: "آپ کو معلوم ہی ہے کہ حضرت علیؓ رمضان کے قضا روزے مسلسل رکھنے کا حکم دیتے تھے، اس لئے آپ نے ذوالحجہ میں یہ قضا روزے رکھنا پسند نہیں کیا کیونکہ اس میں ایام نحر (دسویں تا بارھویں یا تیرھویں ذی الحجہ) بھی ہوتے ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہوتا"۔ حضرت سفیان کو یحییٰ کا یہ جواب بہت پسند آیا۔ [۳۹۳]

۱۳۔ رمضان کے قضا روزے رکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص رمضان کے قضا روزے رکھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلسل رکھے۔ آپ کا قول ہے: "جس شخص کے رمضان کے روزے قضا ہو گئے ہوں تو وہ انہیں مسلسل رکھے اور بیچ میں ناغہ نہ کرے" [۳۹۴] آپ سے رمضان کے قضا روزے متفرق طور پر رکھنے کا جواز بھی منقول ہے۔ آپ نے مسافر اور مریض کے متعلق جو رمضان کے روزے چھوڑ دیں اور پھر قضا رکھیں، فرمایا: "مریض اور مسافر پے درپے قضا روزے رکھیں

گے، لیکن اگر بیچ میں ناغہ کر دیں تو بھی درست ہے" [۳۹۵] ان دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرنا ممکن ہے کہ رمضان کے قضا روزے مسلسل رکھنا مستحب ہے، اور اگر متفرق طور پر رکھ لئے جائیں تو بھی درست ہے۔ امام نووی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کیا ہے۔ [۳۹۶]

۱۴۔ جس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو اس کا روزہ چھوڑنا:

الف) جس شخص کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو وہ روزہ نہ رکھے اور اگر ممکن ہو تو قضا رکھ لے، اگر قضا رکھنا بھی مشکل ہو جائے تو پھر فدیہ دے دے، حضرت علیؓ نے ایسے بوڑھے اور بوڑھی کے بارے میں جن کے لئے روزہ رکھنا از حد مشکل ہو فرمایا: "وہ روزہ چھوڑ دیں گے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ کے طور پر ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے" [۳۹۷]

ب) حیض والی عورت کے لئے معنوی طور پر روزہ رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے کمزوری اور بڑھ جاتی ہے اس لئے اس کے لئے روزہ حرام ہے۔ (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جز۔ الف)

ج) اعتکاف میں روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۳، جز۔ الف)
تمتع فی الحج کی بنا پر روزے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ج)
سفر میں روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ج)

## صید: شکار کرنا

۱۔ شکاری:

شکاری کے لئے وہی شرطیں ہیں جو ذبح کرنے والے کے لئے ہیں (دیکھئے لفظ ذبح فقرہ ۱) اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں کے شکار کو ناپسند فرمایا ہے، چاہے یہ شکار ہتھیار کے ذریعے ہو یا شکاری جانور کے ذریعے [۳۹۸] اور چاہے شکار شدہ شے خشکی کا جانور ہو یا مچھلی [۳۹۹] اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ شکاری حالت احرام میں نہ ہو (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۱) اگر محرم شکار کرے گا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب مسئلہ ۷)

۲۔ اگر شکاری نے کسی شکار کو ضرب لگائی جس سے اس کا ایک عضو الگ ہو گیا لیکن شکار زندہ رہا تو اب یہ عضو مردار کے حکم میں ہے جس کا کھانا حلال نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب شکار کو ضرب لگائی جائے جس سے اس کا ایک عضو جدا ہو جائے تو اس عضو کا کھانا درست نہیں ہو گا، البتہ باقیماندہ جانور کا کھانا جائز ہو گا" [۴۰۰]

۳۔ شکار کا آلہ:

الف) اگر شکار جانور کے ذریعے ہو اس میں شرط ہے کہ اسے شکار کی پوری طرح تعلیم دی گئی ہو کیونکہ ارشاد باری ہے (مکلبین: سدھائے ہوئے) نیز یہ بھی شرط ہے کہ اس جانور کا مالک مسلمان ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجوسی کے شکاری جانور مثلاً باز اور شکرے وغیرہ کے شکار کو ناپسند کیا ہے۔ [۴۰۱] آپ کی رائے یہ تھی کہ شکاری جانور جس کا پکڑا ہوا شکار حلال ہوتا ہے اس وقت پوری طرح تعلیم پالیتا ہے کہ جب تم اسے شکار کے پیچھے چھوڑو تو وہ واپس تمہاری طرف آ جائے، اسی لئے آپ کی رائے تھی ایسا شکاری جانور جب کوئی شکار پکڑ لے تو اس کا کھانا درست ہوتا ہے۔ اگرچہ شکاری جانور نے بھی اس میں سے کچھ کھا لیا ہو۔ امام مالک اور سلف میں سے کچھ اور حضرات کا یہی مسلک ہے۔ [۴۰۲]

ب) اگر شکار آلے کے ذریعہ ہو تو اس میں شرط ہے کہ وہ آلہ جلد کو پھاڑ سکتا ہو، اگر اس نے شکار پر بغیر پروں والا تیر چلایا جو اسے عرضاً لگ گیا ہو اور اس کے دباؤ کی وجہ سے شکار کی جان نکل گئی ہو تو اس کا کھانا درست نہیں ہو گا۔ اور اگر یہی تیر شکار کو دھار کی طرف سے لگ جائے اور اس کی جلد میں پیوست ہو جائے اور شکار مر جائے تو اس کا کھانا درست ہو گا۔ [۴۰۳]

۴۔ حرم میں شکار کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۱)

۵۔ محرم کے شکار کا بدلہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ج)

# حرف الصاد

## - ص -

۱۔ الاموال لابی عبید ص ۵۹۵، کنزالعمال ۱۶۸۴۰

۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴

۳۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب لفظ صدقہ فقرہ ۵، جز الف

۴۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۲

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۳، عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۲۲

۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۵

۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۱

۸۔ کنزالعمال رقم ۲۲۷۰۵

۹۔ المجموع جلد سوم ص ۱۹، المغنی جلد دوم ص ۴۴۵

۱۰۔ کنزالعمال رقم ۲۱۶۵۴، کشف الغمہ جلد اول ص ۷۰

۱۱۔ المحلی جلد چہارم ص ۲۵۹، طرح التثریب جلد دوم ص ۱۷۳، المجموع جلد سوم ص ۶۳، المغنی جلد اول ص ۳۷۸

۱۲۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۵۷۷

۱۳۔ طرح التثریب جلد دوم ص ۱۷۳، الموطا جلد اول ص ۱۳۹

۱۴۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۴۶۱

۱۵۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۰۳

۱۶۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۴۰۳، کنزالعمال ۲۲۵۲۴

۱۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۱، المغنی جلد دوم ص ۷۷

۱۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۴، المغنی جلد اول ص ۶۸، کنزالعمال ۲۱۶۷۱

۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۵، الام جلد ہفتم ص ۱۶۶

۲۰۔ المجموع جلد سوم ص ۲۰۵

۲۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۴ب

۲۲۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۲۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۱، المحلی جلد سوم ص ۲۲۰

۲۳۔ کنزالعمال ۲۱۷۱۵

۲۴۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۲۹۰

۲۵۔ مسند زید جلد اول ص ۵۶۹، شرح معانی الآثار جلد اول ص ۸۷ مطبوعہ ہند

۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۱
۲۷۔ المجموع جلد سوم ص ۴۴
۲۸۔ الاستذکار لابن عبدالبر جلد اول ص ۵۱، ۵۴
۲۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۹ب، عبدالرزاق جلد اول ص ۵۶۹، شرح معانی الاثار جلد اول ص ۱۰۶، کنزالعمال ۲۲۰۱۴
۳۰۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ ہند
۳۱۔ الاعتبار ص ۱۰۴
۳۲۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۱۰۶، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۳۳۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۱۰۶
۳۴۔ طرح التثریب جلد دوم ص ۱۵۲
۳۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۰
۳۶۔ الاستذکار جلد اول ص ۷۴
۳۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۰ب، کنزالعمال ۲۱۷۸۰، کشف الغمہ جلد اول ص ۷۱
۳۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۱ب
۳۹۔ المجموع جلد سوم ص ۵۱۸
۴۰۔ مجمع الزوائد جلد دوم ص ۲۴۶
۴۱۔ کنزالعمال ۲۱۸۹۷
۴۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۷، ۵۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۷ب، طرح التثریب جلد دوم ص ۱۹۴، کنزالعمال ۲۱۸۸۷، المغنی جلد دوم ص ۱۱۹، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۴۳۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۱، طرح التثریب جلد دوم ص ۱۹۴، المغنی جلد دوم ص ۱۱۹، ۱۶۲
۴۴۔ کنزالعمال ۲۲۸۳۳، المغنی جلد ص ۱۱۳
۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۶ب
۴۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۶ب، کنزالعمال ۲۲۸۳۴، الروض النضیر جلد دوم ص ۲۲۰
۴۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۰، المغنی جلد دوم ص ۱۶۳
۴۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۱ب
۴۹۔ کنزالعمال ۲۱۹۰۰
۵۰۔ الاستذکار جلد اول ص ۱۴۶
۵۱۔ الروض النضیر جلد اول ص ۶۱۴، کنزالعمال ۲۲۴۹۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۷ب، عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۱۱
۵۲۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۶

۵۳۔ طرح التثریب جلد دوم ص ۱۸۶
۵۴۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۵۹، المحلی جلد دوم ص ۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۴ کنزا لعمال ۲۲۷۰۷، المغنی جلد دوم ص ۱۱۷، الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۵۵۔ المجموع جلد چہارم ص ۸۰
۵۶۔ طرح التثریب جلد دوم ص ۱۹۴، المغنی جلد دوم ص ۱۰۸
۵۷۔ کنزا لعمال ۲۱۶۵۸
۵۸۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۵۰، کنزا لعمال ۲۲۴۲۷
۵۹۔ المحلی جلد سوم ص ۸۴
۶۰۔ المجموع جلد چہارم ص ۶، البحرالزخار جلد اول ص ۲۸۷
۶۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۸، عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۴۹، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۵۶، الروض النضیر جلد دوم ص ۱۵۷، الاستیعاب جلد اول ص ۲۹۱، الام جلد ہفتم ص ۱۶۴
۶۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۶ب
۶۳۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۱۶۶
۶۴۔ المغنی جلد دوم ص ۵۷، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۶۵۔ المحلی جلد سوم ص ۸۴
۶۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۹ب
۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۳ب، عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۹، الموطا جلد اول ص ۱۵۶، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۷۸، الروض النضیر جلد دوم ص ۱۵۱، الاعتبار ص ۷۸، کنزا لعمال ۲۲۵۷۲، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۶۸
۶۸۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۰۵، کنزا لعمال ۲۲۲۵۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۱ب
۶۹۔ الاستذکار جلد اول ص ۵۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۳ب
۷۰۔ الاستذکار جلد اول ص ۱۵۵
۷۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۸۴
۷۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۱ب
۷۳۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۸۴، ۲۶۷
۷۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۰ب
۷۵۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۴۰۵، المغنی جلد دوم ص ۶۷
۷۶۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۵۱، فتح الباری جلد اول ص ۴۲۱
۷۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۰ب

۷۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۰
۷۹۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۹۰، کنزالعمال ۲۲۴۳۰
۸۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۶۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۴ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۴۳، کنزالعمال ۲۱۶۷۰، الاشربۃ لابی قتیبہ ص ۶۲
۸۱۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۷۹
۸۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۴، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۳۲، سنن بیہقی جلد دوم ص ۷۵، المحلی جلد چہارم ص ۸۸، مسند زید جلد اول ص ۶۲۶
۸۳۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۳۱، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۴، ۷۴
۸۴۔ مسند زید جلد اول ص ۶۲۶
۸۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۹ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۹، المحلی جلد چہارم ص ۱۱۳، المغنی جلد اول ص ۴۷۲
۸۶۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۹ب، المغنی جلد اول ص ۴۷۲، المجموع جلد سوم ص ۲۷۱، سنن ابی داؤد فی الصلاۃ
۸۷۔ سنن ابی داؤد رقم ۷۴۳، کنزالعمال ۲۲۰۹۵، المجموع جلد سوم ص ۲۷۰
۸۸۔ صحیح مسلم باب الصلاۃ، سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۲، الطحاوی فی شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۱۷، مسند زید جلد دوم ص ۳
۸۹۔ المحلی جلد چہارم ص ۹۸، المحلی جلد سوم ص ۲۸۰
۹۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد دوم ص ۷۹ الام جلد ہفتم ب ۱۶۶
۹۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۶ب
۹۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۲ب، عبدالرزاق جلد دوم ص ۸۸، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۲۰، کنزالعمال ۲۲۱۷۶، نیل الاوطار جلد دوم ص ۲۰۶، المغنی جلد اول ص ۴۷۸
۹۳۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۸، کنزالعمال ۲۲۱۷۷، الاعتبار ص ۸۱، الروض النضیر جلد دوم ص ۱۵
۹۴۔ المجموع جلد سوم ص ۲۹۹، ۳۰۰
۹۵۔ کنزالعمال ۲۲۲۶۱
۹۶۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۹۷۔ کنزالعمال ۲۲۱۵۷، مسند زید جلد اول ص ۲۵، المجموع جلد سوم ص ۳۱۹
۹۸۔ المحلی جلد چہارم ص ۳
۹۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۷
۱۰۰۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۲۱، الروض النضیر جلد دوم ص ۱۰
۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۷، المجموع جلد سوم ص ۳۱۹، المغنی جلد اول ص ۴۸۵، تفسیر قرطبی جلد اول ص ۱۲۵، البحرالزخار جلد اول ص ۲۵۲

۱۰۲۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۰۰، الروض النضیر جلد دوم ص ۳۱
۱۰۳۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۲۶، کنزالعمال ۲۲۲۶۰
۱۰۴۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۲۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۰ ب، کنزالعمال ۲۲۱۲۰، المجموع جلد سوم ص ۲۸۷
۱۰۵۔ المحلی جلد چہارم ص ۱۰۷
۱۰۶۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۱۲
۱۰۷۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۱۰
۱۰۸۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۴۵۱، سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۱۱، المحلی جلد چہارم ص ۱۱۸، المغنی جلد دوم ص ۵۸
۱۰۹۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۱۱
۱۱۰۔ صحیح بخاری باب اتمام التکبیر فی السجود، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب اثبات التکبیر فی کل خفض ورفع فی الصلوٰۃ
۱۱۱۔ المحلی جلد چہارم ص ۱۵۲
۱۱۲۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۳۰، الروض النضیر جلد اول ص ۶۳۸
۱۱۳۔ المحلی جلد سوم ص ۲۶۳، عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۶۳، کنزالعمال ۲۲۶۶۲
۱۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۷
۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۸ ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۹۶، کنزالعمال ۲۲۶۷۷
۱۱۶۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۳۲، سنن بیہقی جلد دوم ص ۷۵، المحلی جلد چہارم ص ۸۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۷، کنزالعمال ۲۲۰۵۹، الروض النضیر جلد اول ص ۶۲۶
۱۱۷۔ المجموع جلد سوم ص ۴۲۶
۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۸، المغنی جلد اول ص ۴۹۹
۱۱۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۹، مسند شافعی جلد ہشتم ص ۷۱ ۴
۱۲۰۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۶۲، کنزالعمال ۲۲۶۶۲
۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۹
۱۲۲۔ کنزالعمال ۲۲۸۷۳
۱۲۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۱ ب، عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۴۴، المحلی جلد چہارم ص ۴۳، کنزالعمال ۲۲۱۲۲، الروض النضیر جلد دوم ص ۴۹
۱۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۰، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۵
۱۲۵۔ المحلی جلد چہارم ص ۱۲۳
۱۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۲، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۲۲، المغنی جلد اول ص ۵۶۲
۱۲۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۳۸
۱۲۸۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۱۹۷

۱۲۹۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۶۳، کنزالعمال ۲۲۶۶۲

۱۳۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۹

۱۳۱۔ المغنی جلد اول ص ۵۲۲

۱۳۲۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۴۴، سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۲۴، المحلی جلد چہارم ص ۴۳، کنزالعمال ۲۲۱۲۲، الروض النضیر جلد دوم ص ۴۹

۱۳۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۲۲، عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۸۷، اس کتاب میں و ارفعنی کی بجائے وار زقنی ہے۔ مسند شافعی جلد ہشتم ص ۴۸۱، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵

۱۳۴۔ المغنی جلد اول ص ۵۲۹، بعض آئمہ کے ہاں رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد اگلی رکعت میں کھڑے ہونے سے پیشتر چند ثانیے کے لئے بیٹھنا ہوتا ہے اور پھر اگلی رکعت کے لئے نہوض ہوتا ہے۔ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں۔ (مترجم)

۱۳۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۰

۱۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۰ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۳۶، المغنی جلد سوم ص ۴۲۲، المغنی جلد اول ص ۵۳۰، کنز العمال ۲۲۰۸۸، الروض النضیر جلد دوم ص ۶۵

۱۳۷۔ المحلی جلد سوم ص ۱۹۷

۱۳۸۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۴۷ اور ۲۵۶

۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۶ب

۱۴۰۔ کنزالعمال ۲۲۳۶۹

۱۴۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۶ب

۱۴۲۔ المجموع جلد سوم ص ۴۴۳

۱۴۳۔ کنزالعمال ۲۲۳۷۰

۱۴۴۔ المغنی جلد اول ص ۵۲۴

۱۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۴

۱۴۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۴

۱۴۷۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۸، کنزالعمال ۲۲۳۵۸، اس میں صرف تسمیہ کا ذکر ہوا ہے، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۶، سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۴۳، کنزالعمال ۲۲۳۵۷، المجموع جلد سوم ص ۴۳۸

۱۴۸۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۶۶

۱۴۹۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۶۱

۱۵۰۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۶۱، الام جلد ہفتم ص ۱۶۴

۱۵۱۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۶۰، عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۱۹، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۹ اور ۱۷۸، المحلی جلد

چہارم ص ۱۳۱، المغنی جلد اول ص ۵۵۲

۱۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ۴۶ب، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵

۱۵۳۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۹

۱۵۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۶ب

۱۵۵۔ المحلی جلد سوم ص ۲۷۶

۱۵۶۔ المجموع جلد سوم ص ۴۶۲

۱۵۷۔ ترمذی، نسائی، عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۷۹ اور جلد سوم ص ۳، سنن بیہقی جلد اول ص ۸ اور جلد دوم ص ۴۶۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۸، المحلی جلد دوم ص ۲۳۰ اور جلد سوم ص ۵۲، المجموع جلد سوم ص ۵۱۶

۱۵۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۹، کنزا لعمال ۲۱۸۹۱، المجموع جلد سوم ص ۵۱۷، مسند زید جلد دوم ص ۲۴۷، مفصل سے مراد سورۃ الحجرات سے لے کر آخر قرآن تک کی سورتیں ہیں۔

۱۵۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۸، کنزا لعمال ۲۱۸۹۹، مسند زید جلد دوم ص ۲۴۹، المغنی جلد دوم ص ۱۵۰، الام جلد ہفتم ص ۱۶۸

۱۶۰۔ کنزالعمال ۲۱۹۳۹

۱۶۱۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۹۸، کنزا لعمال ۲۱۹۷۸

۱۶۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰، کنزا لعمال ۲۱۹۸۴، کشف الغمہ جلد اول ص ۱۰۴

۱۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰، کنزا لعمال ۲۱۹۸۳، المغنی جلد دوم ص ۱۵۵

۱۶۴۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۴۸، کنزا لعمال ۲۱۹۷۰

۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰

۱۶۶۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۴۵، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۱۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰ب، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵

۱۶۷۔ کنزالعمال ۲۱۹۸۹، الروض النضیر جلد دوم ص ۲۵۸، سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۴۵

۱۶۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۰۹ اور ۱۱۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰، المجموع جلد سوم ص ۵۲۰، المغنی جلد دوم ص ۱۶۵، الروض النضیر جلد دوم ص ۷۹ اور ۲۵۹

۱۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۹، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۰۸ اور جلد سوم ص ۳۹، المجموع جلد سوم ص ۵۲۰ اور ۴۸۶، الاعتبار ص ۹۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۸۰

۱۷۰۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۸

۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۰، کنزا لعمال ۲۱۹۷۹، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۰۵، الروض النضیر جلد دوم ص ۸۳، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۱۴

۱۷۲۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۸۴

۱۷۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۵۹
۱۷۴۔ المغنی جلد اول ص ۵۵۰
۱۷۵۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۳۷۳
۱۷۶۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۱۱۶
۱۷۷۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۵۷، ۱۷۴، عبدالرزاق جلد اول ص ۴۹۷. ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۳. مسند زید جلد دوم ص ۲۱۹. المغنی جلد ششم ص ۱۲۴، المحلی جلد چہارم ص ۱۹۵، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۱۷۸۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۵۷. عبدالرزاق جلد اول ص ۴۹۷. ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۳، کنزالعمال ۲۲۸۰۱
۱۷۹۔ المجموع جلد چہارم ص ۱۲۴، المغنی جلد دوم ص ۱۱۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۶ب. کنزالعمال ۲۲۸۳۴
۱۸۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۱۹
۱۸۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۴۸۹. کنزالعمال ۲۲۸۴۱
۱۸۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۷ب
۱۸۳۔ المغنی جلد اول ص ۵۷۵
۱۸۴۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۵۲، جلد چہارم ص ۲۵۸. ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۱، سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۹۴. المحلی جلد سوم ص ۱۴۰ اور جلد چہارم ص ۲۰۲. کنزالعمال ۲۳۴۷۸
۱۸۵۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۹، المغنی جلد اول ص ۴۱۷
۱۸۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۴ب
۱۸۷۔ الروض النضیر جلد اول ص ۶۳۶
۱۸۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۰ب
۱۸۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۲، کنزالعمال ۲۲۸۸۹، المغنی جلد دوم ص ۲۲۹
۱۹۰۔ المغنی جلد اول ص ۵۷۵
۱۹۱۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۵۲، المجموع جلد چہارم ص ۱۶۳
۱۹۲۔ کنزالعمال ۲۲۹۱۴
۱۹۳۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۱۱۴. عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۵۳. کنزالعمال ۲۲۴۱۲. المغنی جلد دوم ص ۱۰۳
۱۹۴۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۰۲، الاستذکار جلد اول ص ۲۶۲
۱۹۵۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۳۵۰، ۳۵۱ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۰۱، کنزالعمال ۲۲۴۲۷. المجموع جلد چہارم ص ۱۶۰، الروض النضیر جلد دوم ص ۲۰۳. المغنی جلد دوم ص ۹۹
۱۹۶۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۰۲. البحر الزخار جلد اول ص ۳۱۴
۱۹۷۔ الاستذکار جلد اول ص ۳۶۱، المجموع جلد چہارم ص ۱۵۹، المغنی جلد دوم ص ۱۰۰
۱۹۸۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۹۱، مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۴۱۷
۱۹۹۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۵۰۴. کنزالعمال ۲۲۹۱۲

۲۰۰۔ المغنی جلد دوم ص ۲۱۴، البحرالزخار جلد اول ص ۳۲۰
۲۰۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۷ب، الاعتبار ص ۱۰۸
۲۰۲۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۱۳۷، کنزالعمال ۲۲۸۳۹
۲۰۳۔ کنزالعمال ۲۲۱۵۹، ۲۲۹۴۵
۲۰۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۷، سنن بیہقی جلد دوم ص ۱۶۸، المجموع جلد سوم ص ۳۲۴
۲۰۵۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۳۸، کنزالعمال ۲۲۹۴۴
۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۷ب، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۲۹، عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۳۷، الروض النضیر جلد دوم ص ۳۴، ۳۵ کنزالعمال ۲۲۹۴۲
۲۰۷۔ کنزالعمال ۲۲۹۸۰، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵
۲۰۸۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۱۴۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۲، الروض النضیر جلد دوم ص ۴۳
۲۰۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۲ب، سنن بیہقی جلد سوم ص ۲۱۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۴۴، المجموع جلد چہارم ص ۱۳۲، المغنی جلد دوم ص ۵۵، کشف الغمہ جلد اول ص ۹۹
۲۱۰۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۲۱۳
۲۱۱۔ المحلی جلد چہارم ص ۶۵
۲۱۲۔ مسند زید جلد اول ص ۵۴۹
۲۱۳۔ الاستذکار جلد اول ص ۸۲
۲۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۰، عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۸۱، کنزالعمال ۲۳۰۲۴، مسند زید جلد اول ص ۵۴۹ اور جلد دوم ص ۲۰۵
۲۱۵۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۰۹، کنزالعمال ۲۳۰۲۵
۲۱۶۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۲۶، سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۹۸، ۲۹۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۱، البحرالزخار جلد اول ص ۳۲۷، الروض النضیر جلد دوم ص ۲۱۵، المجموع جلد چہارم ص ۱۱۹
۲۱۷۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۲۹
۲۱۸۔ المجموع جلد چہارم ص ۱۴۳
۲۱۹۔ مسند زید جلد اول ص ۳۲۹
۲۲۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۹۷، مسند زید جلد اول ص ۳۳۰، کنزالعمال ۲۷۴۷۱، سنن بیہقی جلد سوم ص ۲۷۸، مسند شافعی جلد ہشتم ص ۴۷۰
۲۲۱۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۹۸
۲۲۲۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۳
۲۲۳۔ کنزالعمال رقم ۲۳۳۰۸
۲۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۷، المحلی جلد پنجم ص ۴۵، الاستذکار جلد اول ص ۴۷، مسند زید جلد چہارم ص ۲۹۴

۲۲۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۷، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۷۷
۲۲۶۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۲۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۶، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۶۷، ۳۰۷، المحلی جلد پنجم ص ۵۲ اور ۸۶، الروض النضیر جلد دوم ص ۳۱۸، کنزالعمال ۲۳۳۱۰، المغنی جلد دوم ص ۳۳۱، المجموع جلد چہارم ص ۳۷۵
۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۰ ب
۲۲۹۔ المغنی جلد دوم ص ۳۳۰، المجموع جلد چہارم ص ۴۵۱
۲۳۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۴۴، عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۰۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۷، المجموع جلد چہارم ص ۳۶۱
۲۳۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۷ ب، المغنی جلد دوم ص ۳۰۶، الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۲۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۸، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۹۴
۲۳۳۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۲۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۷ ب
۲۳۵۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۱۱
۲۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۱
۲۳۷۔ مصنف عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۷۹، المغنی جلد دوم ص ۳۱۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۱
۲۳۸۔ الاستذکار جلد اول ص ۷۹، کشف الغمہ جلد اول ص ۱۴۹
۲۳۹۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۴۷
۲۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۰
۲۴۱۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۹۹
۲۴۲۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۳۶۸
۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۹ ب الروض النضیر جلد دوم ص ۲۲۳، المغنی جلد اول ص ۵۶۲
۲۴۴۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۲۶۱
۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۲ ب
۲۴۶۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۷۸
۲۴۷۔ المجموع جلد پنجم ص ۱۶، المغنی جلد دوم ص ۳۸۸
۲۴۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۷۲، ۲۷۷، المحلی جلد پنجم ص ۹۰
۲۴۹۔ کنزالعمال ۲۳۴۳۶
۲۵۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۸ ب
۲۵۱۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۶، ۵۷
۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۸ ب

۲۵۳۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۱۹۹. المغنی جلد دوم ص ۳۶۴. المحلی جلد سوم ص ۳۹. الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۲۵۴۔ کنزالعمال ۲۱۸۰۰
۲۵۵۔ کنزالعمال ۲۱۷۹۸
۲۵۶۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۳۰
۲۵۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۸ ب
۲۵۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۶۷
۲۵۹۔ کنزالعمال ۲۴۵۰۸. المحلی جلد پنجم ص ۹۰. عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۷۲. ۲۷۷. المغنی جلد دوم ص ۳۸۸. المجموع جلد پنجم ص ۱۶
۲۶۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۶
۲۶۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷۶. عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۶۷. ۳۰۷ المحلی جلد پنجم ص ۵۲. ۸۶. کنزالعمال ۲۳۳۱۰. الروض النضیر جلد دوم ص ۳۱۸. المغنی جلد دوم ص ۳۳۱. المجموع جلد چہارم ص ۳۷۵
۲۶۲۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۳۸. ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۷. سنن بیہقی جلد سوم ص ۳۱۰. المحلی جلد پنجم ص ۸۶. المغنی جلد دوم ص ۳۷۲ اور ۳۹۰. کنزالعمال ۲۴۵۰۹. ۲۴۵۱۴. ۲۴۵۴۳
۲۶۳۔ کنزالعمال ۲۴۵۱۵
۲۶۴۔ المغنی جلد دوم ص ۳۴۴ اور ۳۷۳. المجموع جلد پنجم ص ۵
۲۶۵۔ الموطا جلد اول ص ۱۷۹. سنن بیہقی جلد سوم ص ۱۲۴
۲۶۶۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۱۲۴. الموطا جلد اول ص ۱۷۹
۲۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۶ ب. کنزالعمال ۲۴۵۳۷. المغنی جلد دوم ص ۳۷۵
۲۶۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۰۶
۲۶۹۔ کنزالعمال ۲۴۵۱۷
۲۷۰۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۸۹
۲۷۱۔ ترمذی. ابو داؤد باب صلاۃ العید. عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۸۹. کنزالعمال ۲۴۵۰۷. المغنی جلد دوم ص ۳۷۴. المجموع جلد پنجم ص ۱۲
۲۷۲۔ کنزالعمال رقم ۲۴۵۱۶
۲۷۳۔ نسائی فی الضحایا. عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۷۸. کنزالعمال ۲۴۵۳۱
۲۷۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۵. عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۷ اور ۲۹۲. المحلی جلد پنجم ص ۸۳
۲۷۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۷. سنن بیہقی جلد سوم ص ۳۱۰. المحلی جلد پنجم ص ۸۶. کنزالعمال ۲۴۵۰۹. المغنی جلد دوم ص ۳۷۲. مسند زید جلد دوم ص ۳۲۶. الام جلد ہفتم ص ۱۶۷
۲۷۶۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۳۳۶
۲۷۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۷ اور ۲۹۲. المحلی جلد پنجم ص ۸۳. المجموع جلد پنجم ص ۲۳. مسند زید جلد دوم ص

۳۲۶

۲۷۸۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۲۶

۲۷۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۵، کنز العمال ۲۴۵۳۴، الام جلد ہفتم ص ۱۶۷

۲۸۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۶ب، عبدالرزاق جلد سوم ص ۲۹۷، کنز العمال ۲۴۵۳۶، المحلی جلد پنجم ص ۸۳، المغنی جلد دوم ص ۳۷۸

۲۸۱۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۳۲

۲۸۲۔ کنز العمال ۲۴۵۳۳

۲۸۳۔ المغنی جلد دوم ص ۳۹۰

۲۸۴۔ کنز العمال ۲۳۴۳۶

۲۸۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۶، کنز العمال ۲۴۵۳۵

۲۸۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۹، کنز العمال ۲۳۴۶۱

۲۸۷۔ مسند زید جلد دوم ص ۲۴۰

۲۸۸۔ کنز العمال ۲۳۴۷۹، موسوعہ فقہ عمر، لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۰ جزء ج کا مسئلہ ۵

۲۸۹۔ کنز العمال رقم ۲۳۴۷۷، المغنی جلد دوم ص ۱۶۹، کشف الغمہ جلد اول ص ۸۰

۲۹۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۸، کنز العمال ۲۳۴۷۶، المغنی جلد دوم ص ۱۶۸، ۱۶۹

۲۹۱۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۵۲ اور جلد چہارم ص ۲۵۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۱، سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۹۴، المحلی جلد سوم ص ۱۴۰ اور جلد چہارم ص ۲۰۲، کنز العمال ۲۳۴۷۵ اور ۲۳۴۷۸، المجموع جلد پنجم ص ۵۲۸

۲۹۲۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۹۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۸، کنز العمال ۲۳۴۷۴، المغنی جلد دوم ص ۱۶۷

۲۹۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۲۳

۲۹۴۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۸۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۴ب، المحلی جلد پنجم ص ۹۹، کنز العمال ۲۳۵۰۳، المجموع جلد پنجم ص ۶۴

۲۹۵۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۳۳۰، عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۰۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۳۸۹

۲۹۶۔ حوالہ سابق نیز ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۵، المجموع جلد پنجم ص ۵۶، المغنی جلد دوم ص ۴۲۳

۲۹۷۔ الام جلد ہفتم ص ۱۶۸

۲۹۸۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۳۴۳، کنز العمال ۲۳۵۵۳، المغنی جلد دوم ص ۴۲۶، الام جلد ہفتم ص ۱۶۸

۲۹۹۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۸۸

۳۰۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۹۴

۳۰۱۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۹۴

۳۰۲۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۱۶۰

۳۰۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۹۴، عبدالرزاق جلد سوم ص ۸۸

۳۰۴۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۸۵ اور ۲۹۲، المحلی جلد پنجم ص ۹۴، الروض النفضیر جلد دوم ص ۳۲۶، ۳۹۴

۳۰۵۔ الروض النفضیر جلد دوم ص ۲۲۸

۳۰۶۔ الروض النفضیر جلد دوم ص ۲۲۸

۳۰۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۲۸

۳۰۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۲۶

۳۰۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۳، عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۱۹، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۴۵، المحلی جلد پنجم ص ۱۴۲، المغنی جلد دوم ص ۵۱۲

۳۱۰۔ المجموع جلد پنجم ص ۲۲۹، المغنی جلد دوم ص ۴۹۴

۳۱۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۶ب، المغنی جلد دوم ص ۴۸۲

۳۱۲۔ الروض النفضیر جلد دوم ص ۴۷۶

۳۱۳۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۸۴ اور جلد چہارم ص ۱۵۱

۳۱۴۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۳۷ اور جلد ہفتم ص ۳۲۸، المحلی جلد پنجم ص ۱۷۱ اور جلد گیارہ ص ۲۴۶، المغنی جلد ہشتم ص ۱۲۶، کنزالعمال ۱۳۴۹۱

۳۱۵۔ الروض النفضیر جلد دوم ص ۴۹۶

۳۱۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۹ اور ۱۵۲ب، عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۶۳، مسند زید جلد دوم ص ۴۷۹

۳۱۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۶۳

۳۱۸۔ ابن ابی شبہ جلد اول ص ۱۴۹، المغنی جلد دوم ص ۵۶۱

۳۱۹۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۷

۳۲۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۸۲

۳۲۱۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۷

۳۲۲۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۸۰، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۷، المحلی جلد پنجم ص ۱۲۶، المغنی جلد دوم ص ۵۱۴، ۵۱۵، الاعتبار ص ۱۲۴، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۷

۳۲۳۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۷، المغنی جلد دوم ص ۵۱۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۷، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۶

۳۲۴۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۷، المغنی جلد دوم ص ۵۱۴، مسند زید بشرح الروض النفضیر جلد دوم ص ۴۷۴، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۷

۳۲۵۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۸۰، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۸، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۴۳، المحلی جلد پنجم ص ۱۲۶

۳۲۶۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۸۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۷

۳۲۷۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۷۶

۳۲۸۔ المغنی جلد دوم ص ۴۹۱

۳۲۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۷ ب اور جلد دوم ص ۱۵۵، عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۸۷

۳۳۰۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۹۱

۳۳۱۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۰۳

۳۳۲۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۰۸

۳۳۳۔ المغنی جلد دوم ص ۴۰۰ اور ۴۱۱، المجموع جلد چہارم ص ۲۹۳

۳۳۴۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۰۲

۳۳۵۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۳۷

۳۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۷

۳۳۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۶ ب اور ۴۷

۳۳۸۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۲۴۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴۷

۳۳۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱۲

۳۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۶۳

۳۴۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۲۹

۳۴۲۔ المغنی جلد ہفتم ص ۸

۳۴۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۳۰ ب اور ۱۶۱، المحلی جلد ششم ص ۱۸۴، المجموع ص ۳۷۴

۳۴۴۔ یہ ایک شاعر تھا جس کا نام قیس بن عمرو حارثی تھا۔ حضرت علیؓ کے پاس آ کر ٹھہر گیا تھا اور جنگ صفین میں بھی شامل ہوا تھا، لیکن جب اس پر حد خمر جاری ہوئی تو بھاگ کر حضرت معاویہؓ سے جا ملا۔

۳۴۵۔ المغنی جلد سوم ص ۱۵۷، المحلی جلد ششم ص ۲۳۸

۳۴۶۔ المجموع جلد ششم ص ۳۱۳، ۳۶۲، المغنی جلد سوم ص ۹۰

۳۴۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۷ ب

۳۴۸۔ مسند زید جلد سوم ص ۷۷

۳۴۹۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۵۷، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۵۱، کنزالعمال ۲۴۳۲۰

۳۵۰۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۶۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۷، المحلی جلد ششم ص ۲۳۹، کنزالعمال ۲۴۳۰۴، مسند زید جلد سوم ص ۸۵

۳۵۱۔ المجموع جلد ششم ص ۳۴۲، الام جلد ہفتم ص ۱۷۰، المغنی جلد سوم ص ۸۵، الاعتبار ص ۱۴۶

۳۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۲

۳۵۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۷ ب، المحلی جلد ہفتم ص ۲۳، کنزالعمال ۲۴۴۱۶، المجموع جلد ششم ص ۳۶۲

۳۵۴۔ البحر الزخار جلد دوم ص ۲۴۷

۳۵۵۔ المجموع جلد ششم ص ۱۲۴ب

۳۵۶۔ مسند احمد جلد اول ص ۷۶

۳۵۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹۷ب

۳۵۸۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۳۱، سنن بیہقی جلد اول ص ۳۸۳، طرح التثریب جلد دوم ص ۲۰۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲، المحلی جلد ششم ص ۲۳۳، مسند شافعی جلد ہشتم ص ۷۰۴، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵

۳۵۹۔ مسند زید جلد سوم ص ۱۵، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۲۲

۳۶۰۔ نیل الاوطار جلد چہارم ص ۲۰۸

۳۶۱۔ المحلی جلد ششم ص ۱۷۱، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۷۴، الروض النضیر جلد سوم ص ۶۲، المجموع جلد ششم ص ۳۳۹، البحرالزخار جلد دوم ص ۲۳۷، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۳۲۶

۳۶۲۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۷۴، المحلی جلد ششم ص ۱۷۱

۳۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۶

۳۶۴۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۳۳۷

۳۶۵۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۸۷، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۸۶، کنزالعمال ۲۴۵۹۱

۳۶۶۔ المحلی جلد ششم ص ۱۶۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۶ب، الام جلد ہفتم ص ۱۸۸

۳۶۷۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۰، کنزالعمال ۲۴۶۱۴

۳۶۸۔ کنزالعمال ۲۴۶۱۴

۳۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۵

۳۷۰۔ الام جلد ہفتم ص ۱۸۹

۳۷۱۔ المجموع جلد ششم ص ۴۵۵

۳۷۲۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۷۲

۳۷۳۔ المحلی جلد ششم ص ۲۷۰، کنزالعمال ۲۴۳۲۹

۳۷۴۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۲

۳۷۵۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۷۲، المحلی جلد ششم ص ۲۷۰

۳۷۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۴ب، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۱۴، المحلی جلد ششم ص ۱۷۶، مسند زید جلد سوم ص ۲۲، المجموع جلد ششم ص ۳۶۱

۳۷۷۔ المحلی جلد ششم ص ۲۰۵، المجموع ص ۴۰۲

۳۷۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۷، المحلی جلد ششم ص ۲۲۶، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۸۵، کنزالعمال ۲۴۳۵۶

۳۷۹۔ کنزالعمال ۲۴۳۵۴، مسند زید جلد سوم ص ۲۷، یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔

۳۸۰۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۲۸

۳۸۱۔ کنزالعمال ۲۴۴۳۰، المحلی جلد ششم ص ۲۲۱، المغنی جلد سوم ص ۱۱۲، مسند زید جلد سوم ص ۱۹
۳۸۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۵
۳۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۶ب، المحلی جلد ششم ص ۲۱۲
۳۸۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۶ب، المحلی جلد ششم ص ۲۰۹، الام جلد ہفتم ص ۱۷۰
۳۸۵۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۷۴، کنزالعمال ۲۴۴۰۹، المغنی جلد سوم ص ۱۱۰
۳۸۶۔ المغنی جلد سوم ص ۱۳۷، المجموع جلد ششم ص ۳۴۵، الاعتبار ص ۱۳۷، البحرالزخار جلد دوم ص ۲۳۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۸ب
۳۸۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۴ب، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۱۶، المحلی جلد ششم ص ۱۷۶، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۱۹، المجموع جلد ششم ص ۳۶۱، مسند زید جلد سوم ص ۲۲
۳۸۸۔ المحلی جلد نہم ص ۱۷۸
۳۸۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۵، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۸۱، المحلی جلد ششم ص ۲۰، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۸۵
۳۹۰۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۲، مسند زید جلد سوم ص ۵۵
۳۹۱۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۵۶، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۸۵، کنزالعمال ۲۴۴۱۲، المغنی جلد سوم ص ۱۴۶
۳۹۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۸
۳۹۳۔ کنزالعمال ۲۴۳۱۹
۳۹۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲۴، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۴۲، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۵۹، کنزالعمال ۲۴۳۲۱، البحرالزخار جلد دوم ص ۲۵۹
۳۹۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۱، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۵۹
۳۹۶۔ المجموع جلد ششم ص ۴۲۴، البحرالزخار جلد دوم ص ۲۵۹
۳۹۷۔ المغنی جلد سوم ص ۱۴۱
۳۹۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۶ب
۳۹۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۷، المحلی جلد ہفتم ص ۴۷۶ اور ۳۹۴
۴۰۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۷ب، المغنی جلد ہشتم ص ۵۵۷
۴۰۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۶ب، المحلی جلد ہفتم ص ۴۷۶
۴۰۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۰
۴۰۳۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۵۹

# حرف الضاد
# ض

## ضالہ : گمشدہ چیز
دیکھئے لفظ لقطہ

## ضب : گوہ
گوہ کا کھانا (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۹)

## ضبع : بجو
بجو کے کھانے کا جواز (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۱۳)

اگر محرم بجو کا شکار کر لے تو اس پر کون سا بدلہ عائد ہو گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ن)

## ضحی : چاشت
چاشت کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، جز ۲۰)

## ضرب : ضرب لگانا۔ مارنا
مار پیٹ کے ذریعے کسی کام پر مجبور کرنا (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۲)

## ضرورہ : ضرورت
ضرورت کی بنیاد پر حق ارتفاق کا ثبوت (دیکھئے لفظ ارتفاق، فقرہ ۳، جز۔ ج)

ضرورت کے ہاتھوں مجبور ہو کر چوری کرنا (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۲)

## ضمان : تاوان، کفالت
۱۔ ضمان یعنی کفالت (دیکھئے لفظ کفالہ)

۲۔ ضمان یعنی تاوان. یعنی اس چیز کا تاوان جسے اس نے ضائع کر دیا ہو یا استعمال کر لیا ہو یا جو استعمال شدہ چیز کے حکم میں ہو۔

الف) ضامن : (تاوان ادا کرنے والا)

۱) اکراہ کی صورت میں کون تاوان بھرے گا؟ (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳، جز۔ ج)

۲) تعزیر کی صورت میں نقصان کا ضامن کون ہو گا؟ (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲، جز۔ ج)

۳) دوسرے کی طرف سے تاوان بھرنا. ایک شخص کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے تاوان کی ذمہ داری خود اٹھالے چاہے اس نے یہ بات متعلقہ افراد (یعنی مضمون اور مضمون لہ) کو بتا دی ہو یا نہ بتائی ہو۔ کیونکہ مالی ذمہ داری قبول کرنے کا یہ ایک رضا کارانہ اقدام ہے اس لئے اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ متعلق افراد کو بھی اس کا علم ہو اور چاہے مضمون (جس کی طرف سے تاوان کی ذمہ داری لی جائے) نے اس کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا جنازہ لایا گیا اور حضورؐ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی گئی، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے استفسار کیا کہ اس پر کوئی قرض تو نہیں؟ عرض کیا گیا، اس پر دو دینار کا قرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کے مال میں ادائیگی کی گنجائش ہے؟ عرض کیا گیا نہیں، یہ سن کر آنحضورؐ فوراً پیچھے ہٹ گئے، آپ سے وجہ پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا: "میری نماز کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا جبکہ اس کے ذمہ قرض ہے۔" پھر فرمایا: "کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس کے قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری لے لے؟" اس پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں" یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آگے بڑھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۱]

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کی ضمانت قبول کر لی، اس سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ضمان میں اجازت کی شرط نہیں ہے۔ نیز مضمون لہ (جس کو ادائیگی کرنی ہو) کے علم کے بغیر ضمانت قبول کی گئی جس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے علم میں لانے کی بھی شرط نہیں ہے۔

ب) کن چیزوں کا تاوان بھرا جاتا ہے:

۱) امانتوں کا تاوان: امانتوں کا تاوان نہیں ہوتا الا یہ کہ تعدی ہو (دیکھئے لفظ امانہ، فقرہ ۱) چاہے اس کی شکل امانت من کل وجہ یعنی ہر لحاظ سے امانت کی ہو۔ مثلاً ودیعت کے طور پر قبضے میں آیا ہوا مال (دیکھئے لفظ ودیعہ، فقرہ ۳) یا عاریت ہو (دیکھئے لفظ اعارۃ، فقرہ ۳) یا بھاگا ہوا غلام پکڑنے والے کے ہاتھ میں جبکہ اس نے اسے مالک کو واپس کرنے کی نیت سے پکڑا ہو (دیکھئے لفظ اباق، فقرہ ۳) یا ایجنسی کا مال ایجنٹ کے ہاتھ میں۔ یا شراکت کا مال شریک (حصہ دار) کے ہاتھ میں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "مستعیر (عاریت پر لینے والا) اور مستودع (جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو) پر کوئی تاوان نہیں الا یہ کہ وہ خلاف ورزی کرے" [۲] نیز آپ نے فرمایا: "جو شخص نفع میں شریک ہو اس پر کوئی تاوان نہیں" [۳] یا مثلاً مضاربت (ایسا کاروبار جس میں سرمایہ ایک شخص لگائے اور کام دوسرا شخص کرے اور منافع ایک نسبت سے آپس میں تقسیم کر لیں) کا مال مضارب (کام کرنے والے) کے ہاتھ میں (دیکھئے لفظ مضاربہ، فقرہ ۲، جزء ب) یا چاہے وہ امانت ایسی ہو کہ ایک جہت سے وہ امانت ہو اور دوسری جہت سے نہ ہو، مثلاً اجارہ پر لی ہوئی چیز مستاجر (اجارہ پر لینے والے) کے ہاتھ میں (دیکھئے لفظ اجارہ فقرہ ۲، جزء الف، مسئلہ ۳) یا مرہون شے کی قیمت کا وہ حصہ جو رہن کی قیمت سے زائد ہو (دیکھئے لفظ رہن، فقرہ ۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "امانت جس شخص کے پاس رکھی جائے اس پر کوئی تاوان نہیں" [۴] آپ کا یہ قول امانت کی تمام صورتوں کے لئے عام ہے۔

۲) آفت سماوی سے تلف ہونے والی اشیاء کا تاوان:

آفت سماوی سے تلف ہو جانے والی امانتیں (دیکھئے لفظ امانہ، فقرہ ۳)

آفت سماوی سے رہن کا ہلاک ہو جانا جس سے قرض کی پوری رقم ختم ہو جائے (دیکھئے لفظ رھن، فقرہ ۳)

آفت سماوی سے اجیر عام (اجارہ پر لیا ہوا ایسا شخص یا مزدور جو اجارہ پر لینے والے شخص کے کام کے علاوہ دوسروں کا بھی کام کرتا ہو) کے ہاتھوں تلف ہونے والی چیز، عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، آپ نے فرمایا: "آفت سماوی سے تلف کی صورت میں تہائی یا اس سے زائد تاوان مالک کے ذمہ ڈالا جائے گا۔ آفت سماوی بارش، آندھی، ٹڈی دل اور آگ ہیں" [۵] اس نص سے۔ جہاں تک ہم نے سمجھا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں اگر چیز اجیر

عام کے ہاتھوں کسی آفت سماوی کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو مالک اس کی تہائی قیمت برداشت کرے گا اور کام کرنے والا دو تہائی قیمت کا ذمہ دار ہو گا۔ واللہ اعلم۔

۳) تلف کردہ اشیاء کا تاوان :

الف) اموال کو تلف کرنے میں تاوان کے وجوب کی شرطیں (دیکھئے لفظ اتلاف، فقرہ ۲)

ب) ایسی شے کا تاوان جس پر دوسرے کا حق ثابت ہو چکا ہو (دیکھئے لفظ استحقاق)

ج) انسان کے جرم کا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب)۔ نیز اس بچے کے جرم کا تاوان جو اپنے گھر والوں کی اجازت کے بغیر مجرموں کے ساتھ مل گیا ہو (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ج)۔ نیز کسی جانور کے جرم کا تاوان (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ الف)

د) اگر کوئی حصہ دار مشترک غلام کو آزاد کر دے تو وہ دوسرے شریک کے حصے کا تاوان ادا کرے گا۔ (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جز۔ ج، مسئلہ ۳)

ھ) غصب شدہ چیز کا تاوان (دیکھئے لفظ غصب، فقرہ ۲)

و) باغیوں کے ہاتھوں تباہ ہونے والی اشیاء کا تاوان (دیکھئے لفظ بغی ، فقرہ ۵)

ز) لقطہ (لاوارث چیز جو کوئی شخص حفاظت اور مالک کو پہنچانے کی نیت سے اٹھا لے) کا تاوان اس کے مالک کی واپسی پر (دیکھئے لفظ لقطہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ح) اکراہ کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقصانات کا تاوان (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

ط) شراب خوری کی حد لگنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے نقصان کا تاوان (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۴، جز۔ ب)

۴) تعزیر کی صورت میں تاوان (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲)

ج) تاوان کی ادائیگی کی صورتیں : اگر ایک چیز مثلیات (ایسی چیزیں جن کی مماثل دوسری اشیاء پائی جاتی ہوں) میں سے ہو تو اس کا تاوان اس چیز کی مثل ہو گا۔ اگر مثل نہ پائی جاتی ہو تو تاوان قیمت کی صورت میں وصول کیا جائے گا۔ اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔

## ضیافہ : ضیافت، میزبانی

۱۔ میزبانی ایک حق ہے :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح[۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ میزبانی مہمان کا حق ہے جس کا وہ مطالبہ کر سکتا ہے بلکہ وہ اسے حاصل کر سکتا ہے چاہے میزبان انکار ہی کیوں نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "جب تم کسی کے ہاں مہمان بنو اور وہ ایک مہمان کے شایان شان انتظام کر دے تو اسے قبول کر لو، اگر وہ ایسا نہ کرے تو تم اس سے مہمان کا حق وصول کر لو" [۷]

۲۔ میزبانی ایک فضیلت ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ میزبانی کو فضائل میں شمار کرتے تھے بلکہ اسے غلام آزاد کرنے سے بھی بڑھ کر درجہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: "اگر میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین سیر) کھانے پر جمع کر لوں اور اس طرح ان کی میزبانی کر لوں تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ بازار جا کر کوئی غلام خرید کر کے اسے آزاد کر دوں" [۸]

۳۔ مہمان کے فرائض:

الف) مہمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ میزبان اس کی آؤ بھگت کے سلسلے میں جو کچھ کرے اسے قبول کر لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ آپ نے فوراً دونوں کے لئے تکئے لگا دیئے۔ ایک تو تکئے کے سہارے بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ آپ نے اس سے فرمایا: "اٹھو اور تکئے کا سہارا لے کر بیٹھو، کیونکہ آؤ بھگت کو صرف ایک گدھا ہی قبول نہیں کرتا" [۹]

ب) مہمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ میزبان کے گھریلو اور اندرونی معاملات کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "جب تم میں سے کسی کو اس کا بھائی کھانے پر بلائے، تو وہاں جائے، اس کا پیش کردہ ماحضر تناول کرے لیکن اس سے (اس کے اندرونی معاملات کے بارے میں) کوئی سوال نہ کرے" [۱۰]

# حرف الضاد

## - ض -

۱۔ المغنی جلد چہارم ص ۵۳۵، صحیح بخاری کتاب الحوالہ، نسائی، فی الجنائز باب الصلاۃ علی من علیہ دین
۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵
۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۵۳، کشف الغمہ جلد دوم ص ۲۲
۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۸۲، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۸۹، کنزالعمال رقم ۲۹۸۲۱
۵۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۶۲
۶۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب لفظ ضیافہ
۷۔ المحلی جلد ہشتم ص ۱۸۱
۸۔ کنزالعمال ۲۵۹۷۲، الروض النضیر جلد پنجم ص ۲۹۷
۹۔ کنزالعمال ۲۵۷۵۶
۱۰۔ مسند زید جلد پنجم ص ۳۰۲

# حرف الطاء

## ط

### طاعہ : فرماں برداری

رعایا پر فرماں برداری کا وجوب (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ٦)

### طاق : محراب، دیوار کے اندر بنی ہوئی کمرہ نما جگہ

طاق یعنی محراب میں امام کی ادائیگی صلوٰۃ کا مکروہ ہونا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د کا مسئلہ ۷)
اور (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ط)

### طب : طبابت، علاج معالجہ

دیکھئے لفظ تداوی

علاج کے دوران طبیب کے ہاتھوں ہونے والے نقصان کی ذمہ داری طبیب پر ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ز)

### طحال : تلی

تلی کے کھانے کا حکم (دیکھئے لفظ طعام، فقرہ ۸)

### طریق : راستہ

راستے پر نماز پڑھنے کا حکم (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۲) نیز (لفظ صلاۃ، فقرہ ۴)

### طعام : کھانے کی چیز، کھانا

۱۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا (دیکھئے لفظ اناء، فقرہ ۲)
۲۔ کافروں کے برتنوں میں کھانا (دیکھئے لفظ اناء، فقرہ ۳)
۳۔ ایسے ذبیحے اور شکاروں کی حرمت جن کا ذکر لفظ ذبح اور لفظ صید میں ہو چکا ہے۔
۴۔ سورہ مائدہ میں مذکورہ چیزوں کا کھانا حرام ہے۔ ارشاد باری ہے: (المائدہ ۔ ۳)

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ

ترجمہ: تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت، ایسا جانور جسے غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا ہو اور جو دم گھٹ کر، اور جو مہلک ضرب لگنے اور لڑھک جانے اور سینگ لگنے کی وجہ سے مر گیا ہو، اور جسے درندے نے کھالیا ہو الا یہ کہ تم اسے ذبح کر لو اور جسے کسی استھان پر ذبح کیا گیا ہو) پھر ارشاد باری ہے: فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ المائدہ۔ ۳ (پس جو شخص بھوک کی حالت میں مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحیم ہے)

۵۔ مچھلی اگر شکار ہونے کے بعد مر جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ یہی مسئلہ ٹڈی کا ہے۔ ان دونوں کو ذبح کیے بغیر کھایا جا سکتا ہے کیونکہ ان کا شکار ہی ان کا ذبح کرنا ہے، لیکن اگر شکار سے پہلے مر جائیں تو پھر کھانا درست نہ ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "ٹڈی اور مچھلی سب کی سب ذبح شدہ ہیں، البتہ جو سمندر میں مر جائے وہ مردار ہے" [۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بام مچھلی کو مکروہ سمجھا ہے، یعنی اس کا کھانا حلال نہیں ہے [۲] ایک روایت میں آپ نے اس کے کھا لینے کی اجازت دی ہے۔ [۳]

۶۔ جنین (ماں کے پیٹ سے نکلنے والے بچے) کا گوشت کھانا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۲، جز۔ ب)

۷۔ پنجے سے پکڑ کر کھانے والے ہر پرندے کا کھانا حرام ہے۔ [۴]

۸۔ تلی کا کھانا حرام ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ بکری کی تلی، بام مچھلی اور پنجے سے پکڑ کر کھانے والے پرندے کو کھانا مکروہ سمجھتے تھے۔ [۵]

۹۔ گوہ کا کھانا حرام ہے۔ [۶]

۱۰۔ مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا انڈہ حرام ہے چاہے انڈے کا چھلکا سخت ہو یا ابھی بالکل نرم ہو [۷]

۱۱۔ کچا لہسن کھانا حرام ہے۔ [۸] سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لہسن کھانے سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ اسے پکایا گیا ہو۔ کتاب الام میں امام شافعی نے اس روایت میں لایحل (حلال نہیں ہے) کا لفظ ذکر کیا ہے۔ [۹]

۱۲۔ رہا پنیر تو جب اس کے کھانے کا ارادہ کرے تو اللہ کا نام لے کر کھا لے اگرچہ اس میں انفحہ (بکری

کے بچے کے معدے سے حاصل ہونے والا ایک مواد جو پنیر بنانے میں استعمال ہوتا ہے) شامل ہو جو کسی مردہ بکری کا جز ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر تم پنیر کھانا چاہو تو اس پر چھری چلاؤ اور اللہ کا نام لو۔ پھر کھالو" [۱۰]

۱۳۔ بجو کا گوشت حلال ہے: مجاہد کہتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ بجو کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتے تھے اور اسے شکار شمار کرتے تھے" [۱۱]

۱۴۔ مشرکین اور مجوس کا پکا ہوا کھانا کھالینا حلال ہے بشرطیکہ اس کھانے میں ان کے ذبیحہ کا کوئی جز شامل نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجوسیوں کے پکے ہوئے کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ان کے ذبائح سے ہمیں روکا گیا ہے" [۱۲]

۱۵۔ اگر کوئی شخص نذر یا کفارے (جزا) کے طور پر کوئی چیز دے تو اس کے لئے اس میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۴) اور (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ج)

۱۶۔ کس ہدی (قربانی کا جانور) کا گوشت کھانا مہدی (ہدی کا جانور لے جانے والے) کے لئے جائز ہے اور کس کا ناجائز؟ (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۴، جز۔ ب) اور (لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ج)

۱۷۔ کھانا کھانے کو نماز پڑھنے پر مقدم کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ی)

۱۸۔ عیدالفطر میں عید گاہ میں جانے سے پہلے کچھ کھالینا (دیکھئے لفظ عید، فقرہ ۳) اور (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ د)

۱۹۔ جنبی کا کھانے کے لئے وضو کرنا (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۳)

## طلاء : انگوری شربت

انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ اس کے دو حصے ختم ہو جائیں اور ایک حصہ باقی رہ جائے اور اس میں نشہ آوری نہ ہو تو اسے طلاء کہتے ہیں۔

طلاء کے پینے کا حکم (دیکھئے لفظ اشربہ، فقرہ ۳)

## طلاق : طلاق

طلاق کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایات پر ہم درج ذیل نقاط میں بحث کریں گے۔

۱۔ طلاق کی کراہت ۲۔ طلاق میں مزاح نہیں ۳۔ طلاق دہندہ (الف۔ شوہر کا خود طلاق دینا۔ ب۱۔ طلاق کا معاملہ عورت کے حوالے کرنا۔ ب۲۔ دونوں کے ثالثوں کا طلاق دینا ج۔ طلاق

دہندہ کے لئے شرطیں) ۴۔ طلاق شدہ عورت ۵۔ طلاق کی تعداد ۶۔ طلاق کے الفاظ (الف۔ طلاق صریح ب۔ طلاق کنایہ) ۷۔ طلاق میں سنت طریقہ ۸۔ جن حالات میں طلاق فسخ ہو جاتی ہے۔ ۹۔ جن حالات میں زوجین کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۰۔ لعان کی حالت میں طلاق ۱۱۔ ظہار کی حالت میں طلاق ۱۲۔ ایلاء کی حالت میں طلاق ۱۳۔ خلع ۱۴۔ مفقود کی بیوی کو طلاق ۱۵۔ بیوی کی واپسی ۱۶۔ تیسری طلاق کے بعد شوہر کی طرف واپسی ۱۷۔ اثبات طلاق ۱۸۔ طلاق کی عدت ۱۹۔ مطلقہ کا نان ونفقہ ۲۰۔ متعہ طلاق ۲۱۔ مطلقہ کی وراثت۔

فقہا نے طلاق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: قید نکاح کے کھل جانے کا نام طلاق ہے۔

## ۱۔ طلاق کے فعل کی کراہت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ طلاق دینے کے فعل کو ناپسند کرتے تھے، البتہ کوئی عذر پیش آ جائے جس کی بنا پر ازدواجی زندگی کا تسلسل قائم رکھنا مشکل ہو جائے مثلاً کوڑھ کی بیماری یا مرض قرن (جو جماع میں رکاوٹ بنتا ہے) (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸) حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "طلاق ایک قبیح فعل ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں" ام سعید جو کہ حضرت علیؓ کی ام ولد لونڈی تھیں، سے روایت ہے وہ کہتی ہیں: "میں حضرت علیؓ کو وضو کرا رہی تھی، آپ نے فرمایا، "ام سعید میرے دل میں دولہا بننے کا شوق پیدا ہو گیا ہے" میں نے عرض کیا: "امیرالمومنین، آپ کے لئے اس میں کون سی رکاوٹ ہے" فرمایا: "کیا چار بیویوں کے بعد بھی"! میں نے عرض کیا: "ایک کو طلاق دے دیجئے اور پھر کسی سے شادی کر لیجئے" فرمایا: "طلاق دینا ایک قبیح حرکت ہے جسے میں ناپسند کرتا ہوں" [۱۳]

آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ شادیاں کرنے اور طلاقیں دینے کے بڑے شوقین تھے، آپ نے اسے ناپسند فرما کر لوگوں کو نصیحت کی کہ انہیں اپنی بیٹیاں نکاح میں نہ دیں۔ آپ نے اعلان کر دیا: "اے اہل کوفہ اور اہل عراق، حسنؓ کو اپنی بیٹیاں نکاح میں نہ دو کیونکہ یہ طلاق دینے کے بڑے شوقین ہیں" [۱۴]

## ۲۔ طلاق میں مزاح نہیں:

طلاق ان تصرفات میں سے ہے جن میں سنجیدگی اور مزاحاً کہے ہوئے الفاظ کے اثرات یکساں ہوتے ہیں۔ تاکہ ازدواجی تعلقات اور پرسکون طور پر آباد گھرانے کھلنڈروں کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر نہ رہ جائیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "تین باتوں میں لعب یعنی مزاح یا غیر سنجیدہ پن کی کوئی گنجائش

نہیں۔ اول نکاح، دوم طلاق، سوم عتاق" ایک روایت میں لفظ عتاق کی جگہ لفظ صدقہ مروی ہے۔ [۱۵]

۳۔ طلاق دہندہ:

طلاق دہندہ کے لئے یہ شرط ہے کہ:

الف) وہ اس عورت کا شوہر ہو جسے طلاق دے رہا ہے یا اس عورت کے شوہر نے اسے طلاق دینے کا کام سپرد کر دیا ہو اس بنا پر اگر وہ شادی سے پہلے ہی عورت کو طلاق دے دیتا ہے تو وہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس لئے کہ طلاق کا ورود ملک بضعہ (شوہر ہونے کی بنا پر اسے عورت پر حاصل ہونے والا جسمانی حق) پر ہوتا ہے۔ اور ابھی سرے سے ملکیت پائی نہیں گئی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "طلاق کا وقوع نکاح کے بعد ہی ہوتا ہے" [۱۶] چاہے اس نے طلاق دینے میں کسی خاص عورت کا نام لیا ہو یا اسے عام رکھا ہو۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: "میں نے یہ کہا ہے کہ اگر فلاں عورت سے میرا نکاح ہو جائے تو اسے طلاق ہے" آپ نے فرمایا: "جاؤ اس سے نکاح کر لو" تم پر کوئی چیز عائد نہیں ہو گی [۱۷] ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اس طرح کہنے کا کوئی اثر نہیں ہوتا" [۱۸] ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اس شخص سے فرمایا: "طلاق تو ملک کے حصول کے بعد ہوتی ہے" [۱۹]

ب) طلاق دینے کا معاملہ دوسرے کے سپرد کر دینا:

۱) زوج کے لئے جائز ہے کہ وہ طلاق دینے کا معاملہ دوسرے کے سپرد کر دے خواہ یہ دوسرا شخص خود اس کی بیوی ہو یا کوئی اور۔ اگر اس نے یہ معاملہ دوسرے کے سپرد کر دیا اور اس نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ کسی اور کے ہاتھ میں دے دیا تھا جس نے اسے تین طلاقیں دے دیں۔ آپ نے فرمایا: "جس شخص کے ہاتھ میں طلاق کی گرہ ہو اور پھر وہ اسے کسی اور کے حوالے کر دے تو اس کا حکم اسی طرح کا ہو گا جس طرح کے الفاظ اس کی زبان سے نکلیں گے" [۲۰]

۲) حضرت علیؓ سے منقول روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کو طلاق کا اختیار دے دینا یا اسے طلاق کا مالک بنا دینا دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ [۲۱] حضرت علیؓ سے ماثور ہے کہ

شوہر کا اپنی بیوی کو یہ کہنا کہ : امرک بیدک (تیرا معاملہ اب تیرے ہاتھ میں ہے) یا اختاری نفسک (اپنے جسم و جان پر اپنا اختیار حاصل کر لے) دونوں کے احکامات یکساں ہیں۔ [۲۲]

۳) اسی طرح حضرت علیؓ سے روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ جس بیوی کو خاوند کی طرف سے طلاق دینے کا اختیار دے دیا گیا ہو یا اسے طلاق کا مالک بنا دیا گیا ہو۔ اور پھر وہ طلاق کو اختیار کر لے تو ایسا کرنا درست ہو گا اور طلاق بائن (طلاق کی وہ صورت جس میں عدت کے اندر شوہر کے لئے رجوع کر لینے کی گنجائش نہیں ہوتی، البتہ عدت گذرنے کے بعد نئے سرے سے نکاح ہو سکتا ہے) واقع ہو گی، اختیار کی صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور تملیک کی صورت میں ایک یا دو یا تین طلاق بائن۔ جس طرح اس عورت کے الفاظ ہوں گے، واقع ہوں گی اور اس میں شوہر کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں ہو گا کہ میں نے اسے طلاق کا مالک بنا کر صرف ایک طلاق دلوانا چاہی تھی۔ [۲۳] حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر شوہر نے بیوی کو اختیار دے دیا اور اس نے اپنی ذات کو اختیار کر لیا تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اور اگر اس سے کہا کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو اب فیصلہ وہی ہو گا جو وہ کرے گی" [۲۴] نیز فرمایا: "جب شوہر بیوی کا معاملہ بیوی کے ہاتھوں میں دے دے تو فیصلہ وہی ہو گا جو وہ کرے گی" [۲۵]

۴) اگر شوہر نے بیوی کو اختیار دے دیا لیکن بیوی نے طلاق کی بجائے شوہر کو اختیار کر لیا یا شوہر نے بیوی کو طلاق کا مالک بنا دیا لیکن بیوی نے اسے ٹھکرا دیا تو ایسی صورتوں میں حضرت علیؓ کی ابتدا میں، خاص کر جب حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا تھا۔ [۲۶] یہ رائے تھی کہ جب شوہر نے اپنی بیوی کو اختیار دے کر یا مالک بنا کر اس کا بوجھ اپنی گردن سے اتار دیا تو ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی چاہے بیوی نے اختیار ملنے کی صورت میں شوہر کو ہی اختیار کیا ہو یا تملیک کی صورت میں طلاق کو ٹھکرا دیا ہو۔ آپ فرمایا کرتے: "جب شوہر اپنی بیوی کا بوجھ اپنی گردن سے اتار دے تو یہ ایک طلاق ہو گی چاہے بیوی نے اختیار ملنے کی صورت میں شوہر ہی کو کیوں نہ اختیار کر لیا ہو" [۲۷] نیز آپ نے فرمایا: "جب شوہر نے اپنی بیوی کو اختیار دے دیا اور اس نے شوہر کو اختیار کر لیا تو یہ ایک طلاق ہو گی اور شوہر اس عورت کا زیادہ حقدار ہو گا" [۲۸] یعنی عدت میں وہ رجوع کر سکے گا۔ حضرت علیؓ کے

بعض فتوے اور فیصلے اسی اصول کے تحت ہوئے ہیں۔ ایک فیصلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ اگر تم اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے دو تو میں تمہیں ایک اونٹ دوں گا۔ اس نے ایسا ہی کیا لیکن بیوی نے طلاق کی بجائے شوہر کو اختیار کر لیا، پھر دوبارہ یہی عمل ہوا اور تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ وہ شخص شوہر سے کہنے لگا کہ تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی، شوہر حضرت علیؓ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا: "اب اپنی بیوی کے قریب بھی نہ جانا ورنہ میں تمہیں سنگسار کر دوں گا" [۲۹] (اس فیصلے یا فتوے سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اختیار کی صورت میں عورت چاہے شوہر کو اختیار کرتے ہوئے اس کی بیوی رہنا پسند کرے پھر بھی ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، اس شخص نے چونکہ تین دفعہ یہی حرکت کی اس لئے اب اس کے واسطے رجوع کرنے کی گنجائش ختم ہو گئی تھی جس کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اسے قریب نہ جانے کا حکم دے کر حکم عدولی کی صورت میں سنگسار کر دینے کی دھمکی دی تھی کیونکہ اس صورت میں وہ زنا کا مرتکب ہوتا۔ مترجم)

ابن حزم کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ اپنی خلافت تک اسی رائے پر قائم رہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی رائے ترک کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اختیار کر لی اور وہ یہ تھی کہ شوہر جب اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے دے یا اسے طلاق کا مالک بنا دے، لیکن بیوی طلاق کی بجائے شوہر کو اختیار کرتے ہوئے اس کی بیوی رہنا پسند کرے، تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ سے یہ روایت اس سند سے مروی ہے: عبدالرحمٰن بن مہدی نے جریر بن حازم سے، انہوں نے عیسیٰ بن عاصم سے، انہوں نے زاذان سے روایت کی ہے کہ اس معاملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا تھا، اور پھر آپ نے عنان خلافت سنبھالتے ہی حضرت عمرؓ کی رائے کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اس روایت کی ایک اور سند یہ ہے: وکیع بن الجراح اور حجاج بن المنہال دونوں نے جریر بن حازم سے، انہوں نے عیسیٰ بن عاصم سے، انہوں نے زاذان سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ [۳۰] اس رائے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب محمد بن علی کو پتہ چلا کہ اختیار کی صورت میں عورت اگر شوہر کو اختیار کر لے تو پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی جو حضرت علیؓ کا مسلک ہے تو

انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ یہ بات حضرت علیؓ سے مروی ہے تو انہوں نے کہا: "لوگوں نے یہ روایت صحف یعنی کتابوں میں تحریر کی صورت میں پائی ہوگی" [۳۱] اسی لئے ابن قدامہ نے المغنی، میں حضرت علیؓ کی اس رائے کا ذکر کمزور الفاظ میں کیا ہے۔ [۳۲]

لیکن ابن ابی شیبہ نے زاذان کے واسطے سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ حضرت علیؓ عدم وقوع طلاق کے مسئلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متفق رہے لیکن جب عنان خلافت سنبھالی تو اپنی پہلی رائے اختیار کر لی کہ ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، ابن ابی شیبہ کی روایت زاذان سے ان الفاظ میں ہے:

"ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آپ سے خیار (شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے دینا) کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا: "یہی بات مجھ سے امیر المومنین عمرؓ بن خطاب نے پوچھی تھی اور میں نے جواب میں کہا تھا کہ اگر عورت اپنی ذات یعنی طلاق کو اختیار کر لے تو ایک طلاق ہوگی اور شوہر اس کا زیادہ حقدار ہوگا (یعنی رجوع کر سکے گا) لیکن امیر المومنین نے میری رائے تسلیم نہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر عورت طلاق اختیار کر لے تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شوہر کو اختیار کر لے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی، پھر میرے لئے امیر المومنین کی رائے کی مطابقت کے سوا اور چارہ نہیں تھا۔ جب میں خلیفہ بنا اور مقدمات پیش ہونے لگے تو میں نے وہی رائے اختیار کر لی جو میں جانتا تھا"، یہ سن کر مجلس میں سے کسی نے کہا: "آپ دونوں کی متفقہ رائے، آپ کی تنہا رائے سے ہمیں زیادہ پسند ہے" حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: "حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کے متعلق حضرت زیدؓ بن ثابت سے بھی رائے پوچھی تھی، انہوں نے کہا تھا کہ اگر عورت اپنی ذات کو اختیار کر لے یعنی طلاق دے دے تو تین طلاقیں ہوں گی اور اگر شوہر کو اختیار کر لے تو ایک طلاق ہوگی" [۳۳]

۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو اختیار دے یا اسے مالک بنا دے تو معاملہ اس وقت تک اس کے ہاتھ میں رہتا ہے جب تک وہ گفتگو نہ کر لے" [۳۴] مسند زید کی روایت کی الروض النضیر میں یہ تشریح کی گئی ہے کہ کلام سے مراد مجلس ہے، یعنی معاملہ اس وقت تک اس کے ہاتھ میں رہتا ہے جب تک وہ اس گفتگو کی مجلس میں ہے، چنانچہ تشریح کے الفاظ یہ ہیں: "اگر عورت مرد کے دیئے ہوئے اختیار کو کام میں لانے سے

پہلے مجلس سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کا اختیار ختم ہو جائے گا۔ [۳۵] اور یہی رائے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تھی" [۳۶]

۶) دونوں ثالثوں کا طلاق دینا۔ اگر میاں بیوی اپنے جھگڑے کے فیصلے کے لئے دو حکم یعنی فیصل مقرر کریں جیسا کہ ارشاد باری ہے: فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ...... النساء۔ ۳۵ (تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے مقرر کریں۔ اگر یہ دونوں حکم حالات کو سدھارنے کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا اور اگر ان دونوں نے میاں اور بیوی کی تفریق کا فیصلہ کر دیا تو ان کا فیصلہ نافذ العمل ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ثالث ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اکٹھا بھی کر دیتا ہے اور ان کے ذریعے الگ بھی کر دیتا ہے" [۳۷] تاہم فیصلے کے نافذ العمل ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں فیصل اس فیصلے پر متفق ہوں۔ اگر ایک نے طلاق کا فیصلہ دے دیا اور دوسرے نے نہیں دیا تو طلاق کا نفاذ نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر ایک حکم نے فیصلہ دے دیا اور دوسرے نے نہیں دیا، تو ان کے اس فیصلے کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی جب تک کہ دونوں متفق نہ ہو جائیں" [۳۸]

(دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸، جز۔ و)

ج) طلاق دہندہ کے لئے عام شرطیں: وقوع طلاق کے لئے تمام حالات میں طلاق دہندہ کے اندر درج ذیل اوصاف کا پایا جانا شرط ہے:

۱) بلوغ: طلاق دہندہ کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ صغیر یعنی نابالغ کی دی ہوئی طلاق کو بھی واقع کر دیتے تھے۔ آپ فرماتے: "بچوں سے نکاح کا معاملہ پوشیدہ رکھو، کیونکہ ہر طلاق سوائے معتوہ (جس کی عقل ماری جائے) کی طلاق کے، واقع ہو جاتی ہے" [۳۹]

۲) عقل: طلاق دہندہ کا عاقل ہونا شرط ہے اس لئے دیوانہ اور کم عقل یا مدہوش کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے" [۴۰] ایسا شخص جس نے قصداً کوئی نشہ آور چیز استعمال نہ کی ہو اور اس کی عقل (کسی اور وجہ سے) زائل ہو چکی ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ [۴۱] لیکن ایسا شخص جو کسی نشہ آور حرام شے کے استعمال سے جان بوجھ کر مدہوش ہو گیا ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق اسی طرح واقع ہو جائے گی جس طرح ہوش مند کی دی ہوئی طلاق۔ حضرت علیؓ

نے فرمایا: "مدہوش کی دی ہوئی طلاق نافذ ہے" [۴۲]

۳) اختیار۔ اس لئے مکرہ یعنی مجبور کی طلاق واقع نہیں ہوگی، حضرت علیؓ مکرہ کی دی ہوئی طلاق کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ [۴۳] آپ کا قول ہے: "مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی" [۴۴] (دیکھئے لفظ اکراہ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

۴) مریض کی طلاق (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳)

## ۴۔ طلاق یافتہ عورت:

عورت پر طلاق واقع ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ:

الف) وہ محل طلاق ہو۔ اس کی محلیت نکاح صحیح کے ذریعے بیوی ہونے کی بنا پر ہوتی ہے چاہے وہ خود مسلمان ہو یا کافر، آزاد ہو یا لونڈی۔ عورت عقد نکاح کے ذریعے بیوی بن جاتی ہے۔ چاہے شوہر سے ہم بستری ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے اگر شوہر عقد نکاح کے بعد ہم بستری سے پہلے طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ جلد ہی اس پر ہم بحث کریں گے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۲، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

ب) طلاق دینے میں عورت کی تعیین: وقوع طلاق کے لئے عورت کا متعین ہونا شرط ہے جو طلاق دہندہ کی تعیین سے متعین ہوگی یا قرعہ اندازی کے ذریعے سے اگر تعیین مشکل ہو جائے۔ اس بنا پر اگر شوہر اپنی بیویوں میں سے ایک متعین بیوی کو طلاق دے دے، پھر بھول جائے کہ کسے طلاق دی ہے اور اس کی موت واقع ہو جائے تو قرعہ اندازی کی جائے گی اور جس کے نام قرعہ نکلے گا اسے طلاق ہو جائے گی اور وہ اس کی وراثت سے محروم ہو جائے گی۔ [۴۵] اگر اس نے اپنی ایک بیوی کی تعیین کئے بغیر طلاق دے دی اور تعیین سے پہلے مر گیا اور اپنی بیویوں سے کہہ گیا کہ تم میں سے ایک کو طلاق ہے اور اس نے کسی ایک خاص بیوی کو طلاق دینے کی نیت نہ کی تو ایسی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے مطلقہ کو خارج کیا جائے گا۔ [۴۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے ہی شوہر کے بارے میں فرمایا: "اگر وہ چار بیویوں والا ہو اور ایک غیر متعین کو طلاق دے دے تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی" [۴۷] عبداللہ بن حمید کہتے ہیں: "میں نے ابو جعفر سے ایک شخص کے متعلق پوچھا جو خراسان سے آیا تھا، اس کی چار بیویاں تھیں، جب وہ بصرہ آیا تو اس نے ایک بیوی کو طلاق دے کر کسی اور عورت سے شادی کر لی، پھر اس کی وفات ہو گئی، اور گواہوں کو یہ معلوم نہ

ہو سکا کہ اس نے اپنی کس بیوی کو طلاق دی ہے"۔ ابو جعفر نے جواب دیا: "حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ میں چاروں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ایک کو بری خبر دوں گا اور بقیہ کے درمیان میراث تقسیم کر دوں گا" [۴۸] حضرت علیؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ میں ان میں سے ایک کو جس کے نام قرعہ نکلے گا۔ ہٹا دوں گا اور باقیوں کے درمیان میراث تقسیم کر دوں گا۔

## ۵۔ طلاق کی تعداد:

الف) شوہر اپنی آزاد بیوی کو تین طلاق اور اپنی منکوحہ لونڈی کو دو طلاق دینے کا مالک ہے چاہے وہ خود آزاد ہو یا غلام۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے (لونڈی کے لئے دو طلاقیں اور اس کی عدت دو حیض ہے) [۴۹] حضرت علیؓ کے نزدیک طلاق کا اعتبار عدت کی طرح عورت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ آپ کا قول ہے: "طلاق اور عدت کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہوتا ہے" [۵۰] آپ کا یہ بھی قول ہے: "منکوحہ لونڈی کے لئے دو طلاق ہیں چاہے اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔ اور اس کی عدت دو حیض ہے چاہے اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام" [۵۱] ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت علیؓ کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دو شخص آپ کے پاس آئے اور منکوحہ لونڈی کو طلاق دینے کے متعلق دریافت کیا، حضرت عمرؓ ایک چیز کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور مسجد نبوی میں ایک گروہ کے پاس آئے جو حلقہ باندھے بیٹھا تھا۔ ان میں ایک فرد ایسا بھی تھا جس کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ لونڈی کی طلاق کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اس شخص نے سر اٹھا کر اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں اشخاص سے فرمایا کہ لونڈی کے لئے دو طلاق ہیں۔ یہ سن کر ان میں سے ایک نے کہا: "سبحان اللہ۔ آپ امیر المومنین ہیں۔ آپ سے ہم مسئلہ پوچھنے آئے۔ آپ ہمیں لے کر اس شخص کے پاس آئے اور اس نے اشارے سے جو بات کہی آپ نے اسے تسلیم کر لیا" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تمہیں معلوم بھی ہے کہ یہ شخص کون ہے؟" انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ (اگر ساتوں آسمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور علیؓ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا

جائے تو علی کا پلڑا بھاری ہو گا) [۵۲]
حضرت علیؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ طلاق کا اعتبار مردوں کے لحاظ سے ہو گا۔ آپ کا قول ہے: "طلاق کا اعتبار مردوں کے لحاظ سے اور عدت کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہوتا ہے"۔ [۵۳] لیکن پہلی روایت حضرت علیؓ سے محفوظ کی گئی ہے۔

ب) جب شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی مقررہ تعداد یعنی تین طلاقیں دے دے تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی اور جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے اس کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔ [۵۴] یہ بحث آگے آ رہی ہے۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۶)

ج) کیا مطلقہ کا نکاح ثانی کر لینا پہلے شوہر کے تعداد طلاق سے متعلقہ حق کو بحال کر دیتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین سے کم طلاقیں دی ہوں اور اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا ہو اور پھر اس سے طلاق لے کر یا اس کی موت کی وجہ سے پہلے شوہر کے عقد میں آ گئی ہو تو اس نکاح ثانی سے پہلے شوہر کے تعداد طلاق کا حق اسے دوبارہ نہیں ملے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کسی عورت کو ایک یا دو طلاقیں ہو گئی ہوں اور پھر اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہو، اور دوسرے شوہر کی موت یا طلاق کی وجہ سے پہلے شوہر کے عقد میں آ گئی ہو تو پہلے شوہر کو صرف باقی ماندہ طلاق کا حق حاصل ہو گا" [۵۵] (مقصد یہ ہے کہ ایسی صورت میں اب پہلا شوہر صرف ایک طلاق دے سکے گا، اور اس سے زائد طلاق دینے کا اسے حق نہیں ہو گا۔ اگر پہلے شوہر نے ابتدا میں ایک طلاق دی ہو تو دوبارہ نکاح کرنے پر زیادہ سے زیادہ صرف دو طلاقیں دے سکے گا۔ مترجم)

۶۔ طلاق کے الفاظ:

طلاق کبھی لفظ طلاق کے ذریعے واقع ہوتی ہے۔ یہ لفظ، طلاق کے معنی کے لئے صریح ہے۔ اور اس کے سوا اس میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں ہے۔ کبھی طلاق کسی ایسے لفظ کے ذریعے دی جاتی ہے۔ جس میں کنایہ طلاق اور غیر طلاق دونوں معانی کا احتمال ہوتا ہے۔

الف) لفظ صریح کے ساتھ طلاق دینا: اگر طلاق کے لفظ صریح کے ساتھ طلاق دی جائے تو طلاق

واقع ہو جائے گی اور اس کے وقوع کے لئے نہ نیت کی ضرورت ہو گی اور نہ قرینے کی اور اس سے طلاق رجعی واقع ہو گی جس کے نتیجے میں رجوع کئے بغیر مرد کے لئے اس سے ہم بستری یا اس سے کم کی ہر قسم کی لذت اندوزی حرام ہو گی۔

۱) اگر بیوی مدخول بہا ہو یعنی ہم بستری ہو چکی ہو تو طلاق صریح دینے کی صورت میں اس پر اتنی ہی طلاقیں واقع ہوں گی جتنی کہ الفاظ میں صراحتاً مذکور ہوں گی۔ یعنی اگر اس نے ایک کی صراحت کی ہو گی تو ایک طلاق واقع ہو گی، اگر دو کی کی ہو گی تو دو اور اگر تین کی کی ہو گی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ چاہے اس نے تعداد طلاق کا اظہار ایک مجلس یا متعدد مجلسوں میں لفظ طلاق کے تکرار سے کیا ہو یا ایک ہی لفظ سے کام لیا ہو۔ ان تمام صورتوں کے لئے دخول کی شرط ضروری ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں لفظ طلاق کے تکرار کے ساتھ تین طلاقیں دے دے تو عورت اس سے علیحدہ ہو جائے گی اور جب تک کسی اور سے نکاح نہ کر لے اس کے لئے حلال نہ ہو گی" [۵۶]

بیہقی نے اعمش سے روایت کی ہے کہ کوفہ میں ایک بوڑھا شخص تھا جو کہتا تھا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے تو اس سے صرف ایک طلاق واقع ہو گی" لوگ اس بوڑھے سے یہ روایت سننے کے لئے جوق در جوق آتے اور اس سے سن کر جاتے۔ میں نے بھی ایک دن جا کر اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھا باہر نکلا، میں نے اس سے پوچھا کہ "جو شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے اس کے متعلق آپ نے حضرت علیؓ سے کیا سنا ہے"؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو اس سے صرف ایک طلاق واقع ہو گی۔ میں نے اس سے پوچھا: "کیا آپ نے حضرت علیؓ سے یہ سنا ہے"؟ اس نے جواب دیا: "میں آپ کو ایک تحریر دکھاتا ہوں" یہ کہہ کر ایک تحریر نکالی جس میں لکھا ہوا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: میں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت بائن ہو جائے گی اور جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے اس وقت تک وہ اس کے لئے حلال نہ ہو گی" یہ پڑھ کر میں نے اس سے کہا: "تیرا برا ہوا!، اس میں جو کچھ درج ہے وہ تو کچھ اور ہے" اس پر بوڑھے نے کہا:

"درست بات یہی ہے. لیکن لوگ مجھ سے دوسری بات کہلوانا چاہتے تھے، سو میں نے وہی کہہ دی" [۵۷]

اگر کسی نے ایک لفظ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو اس سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حبیب بن ابی ثابت نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے آ کر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے. آپ نے جواب میں فرمایا: "تمہاری بیوی ان میں سے تین کی بنا پر تم سے بائن ہو گئی۔ رہی باقی طلاقیں تو انہیں اپنی عورتوں پر تقسیم کر دو" [۵۸] ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے اپنی بیوی کو عرفج (ریگستان میں ریت کے تودے) کے برابر طلاق دے دی ہے، آپ نے جواب میں فرمایا: "عرفج میں سے تم صرف تین لے لو اور باقی چھوڑ دو" [۵۹] ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ستاروں کی تعداد کے برابر طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "تم ایسا کر کے سنت کی راہ سے بھٹک گئے ہو اور اپنی بیوی سے جدا ہو گئے ہو. صرف تین کا اعتبار کیا جائے گا اور باقی کو ترک کر دیا جائے گا" [۶۰] ایک شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اونٹ پر لدنے والے بوجھ کے برابر طلاق دی تھی، فرمایا: "جب تک یہ عورت کسی اور شخص سے نکاح نہیں کر لیتی یہ اس کے لئے حلال نہیں ہو گی" [۶۱]

۲) اگر منکوحہ غیر مدخول بہا ہو یعنی ابھی اس سے ہم بستری نہ ہوئی ہو اور شوہر نے اسے تین دفعہ انت طالق (تجھے طلاق ہے) کہہ کر تین طلاقیں دے دی ہوں تو اس سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اس لئے کہ دخول سے پہلے دی جانے والی طلاق بائن ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین دفعہ انت طالق کہہ دے تو وہ ایک دفعہ کہنے کی وجہ سے بائن ہو جائے گی اور باقی دو بیکار ہو جائیں گی" [۶۲]

اگر اس نے ایک لفظ کے ذریعے تین طلاقیں دے دی ہوں تو پھر تین ہی واقع ہوں گی اور جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہیں کرے گی اس وقت تک اس کے لئے حلال نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے دخول سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں فرمایا: "جب تک یہ کسی اور مرد سے نکاح نہیں کر لیتی یہ اس کے لئے حلال نہیں ہو گی" [۶۳] آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب باکرہ یعنی غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دے دی جائیں اور یہ ایک لفظ میں جمع کر دی جائیں تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے. اور اگر اس نے الگ الگ الفاظ میں تین طلاقیں

دی ہوں تو وہ پہلی طلاق سے ہی بائن ہو جائے گی اور بقیہ دو طلاقیں بیکار جائیں گی" [۶۴] آپ کا یہ بھی قول ہے: "ایک طلاق سے وہ بائن ہو جائے گی اور تین سے حرام" [۶۵]

ب) طلاق بالکنایہ: اس سے میری مراد طلاق کے لئے اپنی زبان سے ایسے الفاظ ادا کرنا جن میں طلاق اور غیر طلاق دونوں معانی کا احتمال موجود ہو۔ اگر ایسے الفاظ کہتے ہوئے اس کی نیت طلاق کی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "خلیہ (تنہا) بریہ (چھٹکارا پالینے والی) بتہ (علیحدہ ہونے والی) اور حرام کے الفاظ کہہ کر اگر طلاق کی نیت ہو تو یہ تین طلاق کے ہم پلہ ہیں" [۶۶] ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: "حبلک علی غاربک (تیری رسی تیری گردن پر)" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ لکھ بھیجا، آپ نے جواب میں لکھا کہ متعلقہ شخص سے کہو کہ حج کے دنوں میں وہ مجھ سے آکر ملے۔ وہ شخص آگیا، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو بلوا بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اس شخص سے پوچھا: "میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں۔ سچ سچ بتاؤ، تمہاری نیت کیا تھی؟" اس نے جواب میں کہا کہ میری نیت میری بیوی کی تھی، یہ سن کر آپ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔ [۶۷] اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلاق بالکنایہ کا وقوع نیت کے مطابق ہوتا ہے۔ کنایہ کے الفاظ کی دو قسمیں ہیں:

۱) ایسے الفاظ جن سے صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، وہ یہ ہیں:

اعتدی (عدت گذار) حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر شوہر نے بیوی کو اعتدی کا لفظ کہا۔ اگر بیوی غیر مدخول بہا ہو تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اس لئے کہ ایسی بیوی کے لئے عدت نہیں ہوتی اور اگر مدخول بہا ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی جس میں وہ رجوع کرنے کا حقدار ہو گا" [۶۸]

وہبتک لاھلک (میں نے تجھے تیرے خاندان والوں کو بخش دیا) حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس منکوحہ کو اس کے خاندان والوں کے لئے ہبہ کر دیا جائے تو اگر خاندان والے اسے قبول کر لیں تو ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر اس کے گھر والے اسے رد کر دیں تو ایک طلاق واقع ہو گی اور شوہر اسے دوبارہ اپنی بیوی بنا لینے کا زیادہ حقدار ہو گا" [۶۹] (یعنی یہ طلاق، طلاق رجعی ہو گی)

۲) ایسے الفاظ جن کے متعلق حضرت علیؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ الفاظ کہتے وقت اگر اس کی نیت ایک طلاق کی ہو گی تو ایک طلاق واقع ہو گی اور

اگر نیت تین کی ہوگی تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ مسند زید میں ہے کہ آپ نے فرمایا:
" خلیہ، بریہ، بتہ، بتلہ، بائن اور حرام کے الفاظ کی صورت میں ہم قائل سے پوچھیں گے کہ اس کی نیت کیا تھی؟ اگر وہ کہے کہ ایک طلاق کی نیت تھی تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت اپنی ذات کے بارے میں پوری طرح بااختیار ہوگی. اور اگر کہے کہ تین کی نیت تھی تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے، اور جب تک دوسرا شخص اس سے ہم بستری نہ کر لے اس وقت تک وہ پہلے کے لئے حلال نہ ہو گی" [۷۰] سنن بیہقی میں حضرت علیؓ کا قول ہے: " خلیہ، بریہ، بتہ اور حرام کے الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہو تو یہ تین طلاقوں کے ہم پلہ ہیں" [۷۱] اس روایت میں اذا نوی۔ (اگر طلاق کی نیت ہو) کے الفاظ کو اذا نوی بھا الثلاث (جبکہ تین کی نیت کرے) پر محمول کرنا ممکن ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہو تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی، حضرت علیؓ سے اس مضمون کی منقولہ روایتیں ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں۔ بیہقی کا قول ہے کہ حضرت علیؓ سے اس مضمون کی روایت کی سند سب سے زیادہ صحیح ہے۔ [۷۲] ذیل میں ہم حضرت علیؓ سے اس سلسلے میں اقوال نقل کرتے ہیں:
انت علّی حرام (تو مجھ پر حرام ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا: "انت علّی حرام سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں" [۷۳] عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ نے اس شوہر کو اس کی بیوی سے جدا کر دیا تھا جس نے یہ کہا تھا کہ ھی علّی حرام (یہ مجھ پر حرام ہے) [۷۴] عدی بن قیس نے جو بنی کلاب کا ایک شخص تھا، اپنی بیوی کے متعلق یہ کہا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے، آپ نے اس سے کہا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تو نے اس سے پہلے اسے ہاتھ لگایا کہ وہ تیرے سوا کسی اور شخص سے نکاح کر لے تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا" [۷۵] آپ نے فرمایا: "اگر شوہر یہ کہے کہ ہر حلال مجھ پر حرام ہے، تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے اس وقت تک وہ اس پر حلال نہیں ہوگی" [۷۶]

عامر بن شراحیل شعبی نے درج بالا قول کو حضرت علیؓ کا قول تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے. ان کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ نے کبھی ایسا نہیں کہا، ورنہ مجھے یہ بات اس شخص سے زیادہ معلوم ہوتی جس نے یہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کی ہے۔ حضرت علیؓ نے جو کچھ

فرمایا وہ یہ ہے: "میں نہ تو اسے اس کے شوہر کے لئے حلال سمجھتا ہوں اور نہ ہی حرام، شوہر کی مرضی ہے کہ چاہے تو آگے بڑھے اور چاہے تو پیچھے ہٹ جائے" [۷۷]

انت بتّۃ (تو مقطوع ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر کسی نے اپنی بیوی کو بتّہ کے لفظ سے طلاق دی تو تین طلاقیں واقع ہوں گی" [۷۸] شعبی کہتے ہیں: "میرا بھتیجا حارث بن ربیعہ امیر کوفہ عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کے پاس آیا، عروہ نے اس سے کہا کہ شاید تم اپنی بیوی کے ہمراہ ہم سے ملنے آئے ہو، اس پر حارث نے پوچھا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ عروہ نے جواب دیا کہ میں نے اسے اپنی بیوی بیضاء کے پاس بیٹھی دیکھا ہے، اس پر حارث نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو اسے طلاق البتّہ ہے۔ اس کے بعد پتہ چلانے پر معلوم ہوا کہ اس کی بیوی واقعی وہاں بیٹھی ہوئی تھی، اب حارث کو فکر پیدا ہوئی اور اس کے متعلق مسئلہ پوچھا تو عبداللہ بن الشداد بن الھاد نے گواہی دی کہ حضرت عمرؓ نے ایسی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہونے کا فیصلہ دیا تھا۔ ایک دوسرے شخص نے جس کا تعلق قبیلہ طے سے تھا اور جس کا نام ریاش بن عدی تھا یہ گواہی دی کہ حضرت علیؓ نے اسے تین طلاقیں قرار دیا تھا، امیر کوفہ عروہ نے کہا کہ مسئلہ میں اختلاف ہو گیا ہے، اس لئے اس نے قاضی شریح کے پاس، جو اس وقت منصب قضا سے علیحدہ ہو گئے تھے، مسئلہ پوچھنے کے لئے آدمی بھیجا، شریح نے جواب دیا، لفظ طلاق سنت ہے اور لفظ بتہ بدعت ہے اس لئے ہم اسے بدعت قرار دے کر کہنے والے سے پوچھیں گے کہ اس کی نیت کیا تھی؟ [۷۹] اگر ایک کی نیت ہو گی تو ایک طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر تین کی نیت ہو گی تو تین طلاقیں ہوں گی" [۸۰]

انت بریہ (تو بری ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "اگر شوہر کہے کہ انت بریہ تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی" [۸۱]

انت خلیہ (تو تنہا ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر شوہر کہے کہ انت خلیہ تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی" [۸۲]

انت بائن (تو جدا ہے) حضرت علیؓ نے بائن کے لفظ کے متعلق فرمایا کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں" [۸۳]

انت طالق طلاق الحرج (تم پر طلاق حرج یعنی گناہ کی طلاق ہے) حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو شخص انت طالق طلاق الحرج کہے گا اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہیں کرے گی اس کے لئے حلال نہ ہو گی [۸۴] نیز آپ نے فرمایا:

"انت علّی حرج (تو مجھ پر گناہ ہے) کہنے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں" [۸۵]
حبلک علی غاربک (تیری رسی تیری گردن پر ہے) بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور بتایا کہ اس نے اپنی بیوی کو حبلک علی غاربک کہا ہے، حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا کہ موسم حج میں آکر مجھ سے ملو، چنانچہ وہ شخص مسجد حرام میں حضرت عمرؓ سے ملا۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو ایک اصلع (جس کے سر کے بال اڑ گئے ہوں) شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اس سے جا کر یہ سوال پوچھو اور وہ جو جواب دے وہ آکر مجھے بھی بتاؤ، جب وہ وہاں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، اس نے سوال دہرایا، حضرت علیؓ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ امیرالمومنین نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ کعبے کی طرف منہ کر کے قسم کھا کر کہو کہ اس فقرے سے تمہاری مراد طلاق نہیں تھی، اس نے کعبے کی طرف منہ کر کے قسم کھا کر کہا کہ اس سے میری نیت طلاق کے سوا اور کچھ نہ تھی، حضرت علیؓ نے فرمایا: "تمہاری بیوی تم سے بائن ہو گئی" ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس فقرے کو تین طلاق قرار دیا۔ [۸۶]

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حبلک علی غاربک کہا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے لکھا کہ اس شخص سے کہو کہ موسم حج میں آکر مجھ سے ملے، چنانچہ وہ آیا تو حضرت عمرؓ نے اسے حضرت علیؓ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا، حضرت علیؓ نے اسے خدا کی قسم دے کر اس فقرے سے اس کی نیت پوچھی۔ اس نے جواب دیا کہ میری نیت میں میری بیوی تھی، یہ سن کر آپ نے دونوں میں علیحدگی کا فیصلہ دیا [۸۷]

۷۔ طلاق سنت:

طلاق دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ عورت کو ایسے طہر کے زمانے میں ایک طلاق دے جس میں اس نے اس سے ہم بستری نہ کی ہو، پھر ایک یا دو حیض گذرنے تک اسے اسی حالت میں رہنے دے، تیسرے حیض سے پہلے چاہے تو رجوع کر لے یا دوسری طلاق دے دے۔ پھر ایک یا دو حیض گذر جائے، پھر تیسرے حیض سے پہلے چاہے تو رجوع کر لے یا چاہے تو تیسری طلاق دے دے [۸۸]
طلاق میں تفریق کی مشروعیت کا مقصد یہی ہے کہ مرد کو سوچنے سمجھنے اور حالات کا جائزہ لینے کا موقعہ مل جائے تاکہ وہ غصے میں آکر تین طلاق نہ دے بیٹھے اور بعد میں نادم ہو کر تلافی کرنا چاہے لیکن

تلافی یعنی رجوع کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر لوگ طریقہ طلاق کو درست طریقے سے سمجھ لیتے تو کسی مرد کو کسی عورت کو طلاق دینے پر افسوس کرنے کی ضرورت نہ رہتی، درست طریقے کی کیفیت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو حالت حمل میں جب حمل ظاہر ہو چکا ہو، یا حالت طہر میں جبکہ اس کے ساتھ ہم بستری نہ کی ہو، طلاق دے دے، پھر انتظار کرے، یہاں تک کہ عدت کی مدت کے اختتام سے پہلے وہ رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر لے اور اگر اس کے راستے سے ہٹ جانا چاہے تو ہٹ جائے" [۸۹] آپ نے فرمایا: "اگر لوگ طلاق کے متعلق اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے تو کوئی شخص اپنے آپ کو کسی عورت (یعنی اپنی مطلقہ بیوی) کے پیچھے کبھی نہ لگاتا۔ بیوی کو ایک طلاق دے دے پھر اسے تین حیض تک چھوڑے رکھے۔ اس دوران جب چاہے اس سے رجوع کر لے" [۹۰] آپ کا یہ بھی قول ہے: "جو شخص سنت طریقے سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے وہ کبھی نادم نہیں ہوتا" [۹۱]

۸۔ جن حالتوں میں نکاح فسخ ہو جاتا ہے:

الف) عورت کے اندر عیب یا نقص: حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے اور ہم بستری سے پہلے اس میں کوڑھ، دیوانگی، برص یا اندام نہانی کی کوئی بیماری دیکھ لے تو اسے نکاح فسخ کرنے کی اجازت ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورتوں کو صرف چار عیوب، دیوانگی، کوڑھ، برص اور اندام نہانی کی بیماری کی بنا پر لوٹایا جاتا ہے" [۹۲]

اگر دخول یعنی ہم بستری ہو جائے تو وہ اس کی بیوی بن جائے گی اور ہم بستری کی وجہ سے مہر کی رقم بھی ملے گی۔ اب پھر اگر وہ چاہے گا تو رکھے گا اور اگر چاہے گا تو طلاق دے دے گا، آپ نے فرمایا: "اندام نہانی کی بیماری، کوڑھ، دیوانگی اور برص کی وجہ سے عورت واپس کر دی جائے گی، اور اگر شوہر نے ہم بستری کی ہوگی تو اسے مہر دینا پڑے گا، پھر اگر چاہے گا تو طلاق دے دے اور اگر نہ چاہے تو طلاق نہ دے، اور اگر ہم بستری نہیں ہوئی ہوگی تو دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی" [۹۳]

ب) زوجین میں سے کسی میں عیب یا نقص کی موجودگی:

۱) قوت مردی کا پیدائشی طور پر فقدان: حضرت علی رضی اللہ عنہ خصاء یعنی پیدائشی نامردی کو فسخ نکاح کے جواز کے لئے عذر سمجھتے تھے، ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کر لیا، لیکن وہ نامرد نکلا، عورت کو اس کا پتہ نہ تھا، آپ نے دونوں میں علیحدگی کرا دی [۹۴]

۲) سرعت انزال : اگر ایلاج (ذکر کا فرج میں داخل ہونا) سے پہلے انزال منی ہو جائے تو حضرت علیؓ کے نزدیک اس سے فسخ نکاح کا جواز پیدا ہو جاتا ہے اس لئے کہ ایسی صورت میں عورت لذت اندوزی سے محروم رہتی ہے۔ ایک عورت کا نکاح ایک ایسے شخص سے ہو گیا، جو عذیوط تھا یعنی اسے ایلاج سے پہلے انزال کی بیماری تھی، عورت کو یہ بات بہت ناپسند تھی، آپ نے دونوں میں علیحدگی کرا دی[۹۵]

۳) جماع کے لئے مرد کے ذکر میں انتصاب کا نہ ہونا : حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ عنین (کمزور قوت باہ والا) کی بیوی اگر فسخ نکاح کا دعویٰ کرے تو دعویٰ دائر کرنے کی تاریخ سے اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران اس کی قوت باہ بحال ہو گئی اور وہ جماع کرنے پر قادر ہو گیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی۔ اگر قوت باہ واپس نہ آئی تو پھر عورت کی مرضی ہو گی چاہے تو اس کی بیوی بنی رہے اور چاہے تو نکاح فسخ کرا لے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر وہ بیوی سے ہم بستری کرنے کے قابل ہو گیا تو ٹھیک ہے ورنہ عورت اپنی ذات کی زیادہ حقدار ہو گی" [۹۶]

ایک روایت ہے کہ ایک عورت حضرت علیؓ کے پاس آ کر کہنے لگی "امیر المومنین! کیا آپ ایسی عورت دیکھنا چاہتے ہیں جو نہ بے شوہر ہے اور نہ شوہر والی" حضرت علیؓ اس کا مطلب سمجھ گئے اور پوچھا کہ ایسی عورت کا صاحب یعنی شوہر کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں شخص ہے جو اپنی قوم کا سردار بھی ہے، اسی دوران ایک بوڑھا نمودار ہوا جو خمیدہ کمر تھا اور گھسٹ کر چل رہا تھا، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم ہی اس کے شوہر ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ آپ ہماری حالت دیکھ ہی رہے ہیں، آپ نے پھر پوچھا کہ آیا اس بیماری کا کوئی علاج ہو سکتا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے پھر استفسار کیا کہ آیا جادو کے ذریعے بھی اس کا علاج نہیں ہو سکتا؟ اس نے پھر نفی میں جواب دیا، اس پر آپ نے فرمایا : "تو خود بھی تباہ ہوا اور دوسروں کو بھی تباہ کیا" عورت نے آپ سے دریافت کیا : "امیر المومنین، اللہ آپ کا بھلا کرے، میرے لئے کیا حکم ہے؟" آپ نے جواب دیا : "اللہ کا خوف اور صبر، تاہم میں تم دونوں کے درمیان علیحدگی کا حکم نہیں دے سکتا" [۹۷] اس روایت کے متعلق امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا : "اگر یہ روایت حضرت علیؓ سے ثابت ہوتی تو اس بارے میں حضرت عمرؓ سے کوئی اختلاف منقول نہ ہوتا" (دیکھئے لفظ سحر، فقرہ

۲)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کے قائل تھے، اگر شوہر اس کے بعد ہم بستری کرنے کے قابل ہو جاتا تو وہ اس کی بیوی رہتی ورنہ عورت کو اختیار دیا جاتا کہ وہ حسب سابق اس کی بیوی بنی رہے یا فسخ نکاح کرالے [۹۸]

۴) دوسروں کو نقصان پہنچانے والی بیماریاں: ایسی بیماریوں کی وجہ سے بھی نکاح فسخ ہو جاتا ہے جو دوسروں تک متعدی ہو کر انہیں نقصان پہنچائیں، مثلاً کوڑھ، دیوانگی اور برص وغیرہ، اگر مرد میں ایسی کوئی بیماری ہو تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی وقت فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر ایسی کوئی بیماری عورت میں ہو تو مرد کو اس کے ساتھ ہم بستری سے پہلے فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر ہم بستری کر لے تو فسخ نکاح کا حق ختم ہو جائے گا اور طلاق کا حق حاصل رہے گا، پھر اگر چاہے گا تو اسے اپنی بیوی بنائے رکھے گا اور اگر چاہے گا تو طلاق دے دے گا، دونوں میں فرق یہ ہے کہ دخول سے پہلے فسخ سے مرد کو مہر میں دی ہوئی رقم کی واپسی کے مطالبہ کا حق مل جاتا ہے لیکن طلاق کی صورت میں اسے یہ حق حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے متعلق جس نے کوڑھ، دیوانگی یا برص والی عورت سے نکاح کر لیا ہو، فرمایا: "اگر دخول نہیں ہوا ہے تو دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور اگر دخول ہو گیا ہے تو وہ اس کی بیوی ہو گی، پھر اگر چاہے گا تو اسے طلاق دے دے گا اور اگر چاہے گا تو بیوی بنائے رکھے گا" [۹۹]

ج) زنا کاری: زنا کاری شوہر کا ایسا عیب ہے جس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے اگر ارتکاب زنا دخول سے پہلے ہو۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ارتکاب زنا کا خود اعتراف کیا تھا، حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ آیا تو محصن ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے فرمایا کہ پھر تمہیں سنگسار کر دیا جائے گا، پھر آپ نے اسے قید میں ڈال دیا، جب شام ہوئی تو اسے لانے کا حکم دیا اور لوگوں سے اس کا معاملہ بیان کیا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اس نے نکاح تو کیا ہے لیکن اپنی بیوی سے ابھی ہم بستری نہیں کی ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ خوش ہو گئے، اسے حد زنا میں کوڑے لگائے اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی، اور بیوی کو مہر کی آدھی رقم دلوا دی [۱۰۰] اسی طرح ایک شخص لایا گیا جس کا نکاح تو ہو گیا تھا لیکن ابھی بیوی کے ساتھ ہم بستری نہیں ہوئی تھی۔ اس سے زنا کا جرم سرزد ہو گیا تھا، آپ نے جب اس سے ارتکاب زنا کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اثبات میں جواب دیا اور

ساتھ ہی کہا کہ میں محصن نہیں ہوں، اس پر آپ نے حد زنا کے طور پر سو کوڑے لگائے، میاں بیوی میں علیحدگی کرا دی اور بیوی کو مہر کی آدھی رقم دلوائی [۱۰۱] ایک دفعہ آپ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جسے کسی جرم کی بنا پر حد لگ چکی تھی اور اس نے ایک ایسی عورت سے نکاح کر لیا تھا جسے کبھی کوئی حد نہیں لگی تھی، آپ نے دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی [۱۰۲]

عورت اگر زنا کا ارتکاب کر لے تو اس سے زوجین کے درمیان علیحدگی نہیں ہوتی بلکہ شوہر کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس زانی عورت کو اپنی بیوی بنائے رکھے یا اسے طلاق دے دے، کلثوم بن عمر کہتے ہیں: "ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور ہم بستری سے پہلے ہی اس عورت نے زنا کا ارتکاب کر لیا، حضرت علیؓ نے عورت کو سو کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لئے نہر کربلاء کے علاقے میں جلاوطن کر دیا۔ جب وہ عورت سال گذار کر واپس آئی تو آپ نے شوہر کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ تمہاری بیوی ہے۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہو تو اسے طلاق دے دو اور چاہو تو اپنے پاس رکھو" [۱۰۳]

د) اخراجات کی عدم ادائیگی: اگر شوہر اپنی بیوی کو خرچ وغیرہ نہ دے تو اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرنے کے مطالبہ کا حق ہے۔ اور اس کا یہ مطالبہ منظور کیا جائے گا چاہے شوہر عسرت کی بنا پر خرچ نہ دیتا ہو یا کسی اور وجہ سے [۱۰۴] (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۳، جز۔ ب)

ھ) بیوی کا اپنے غلام شوہر کا مالک ہو جانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسی عورت کے متعلق جس کا غلام شوہر اس کی ملکیت میں آ جائے، مثلاً وہ اپنے بیٹے کی وراثت میں اپنے شوہر کی مالک بن جائے، فرمایا: "شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے [۱۰۵]

۹۔ جن حالات میں میاں بیوی کے درمیان علیحدگی نہیں کی جائے گی:

الف) بیوی کا مسلمان ہو جانا اور شوہر کا نہ ہونا: حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر اسلام قبول نہ کرے تو جب تک اس کا شوہر اسے اپنے ساتھ اس عورت کے شہر سے باہر لے جانے کا ارادہ نہ کرے اس وقت تک دونوں میں علیحدگی نہیں ہوگی۔ اگر شوہر اسے اس کے شہر سے باہر لے جائے تو دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی۔ آپ کا قول ہے:

"اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر نہ ہو تو جب تک وہ اسے اس کے شہر سے باہر نہ لے جائے اس وقت تک وہ اس کا سب سے بڑھ کر حقدار ہو گا" [۱۰۶] ایک عیسائی کے متعلق جس کی بیوی مسلمان ہو گئی تھی آپ نے فرمایا: "کہ جب تک وہ اسے اس کے شہر سے نہیں نکالتا اس وقت تک اس عورت پر اس کا حق سب سے زیادہ ہے" [۱۰۷] آپ نے یہ بھی فرمایا: "اگر کسی یہودی یا عیسائی کی عیسائی بیوی مسلمان ہو جائے تو اس کے شوہر کا اس پر سب سے زیادہ حق ہو گا کیونکہ اس کے شوہر کے ساتھ عہد ذمہ ہے" [۱۰۸]

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس یہودی کے متعلق جس کی بیوی مسلمان ہو جائے فرمایا: "اگر دونوں مسلمان ہو جائیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا اور اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور بیوی نہ ہو پھر بھی ان کا نکاح قائم رہے گا" [۱۰۹] شاید اس قول سے آپ کی مراد یہ ہے کہ اگر عورت مسلمان ہو جائے اور مرد مسلمان نہ ہو تو دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی اور یہ طلاق نہیں ہو گی۔

ب) غلام یا لونڈی کی فروخت: حضرت علیؓ نے اس لونڈی کے متعلق جسے فروخت کیا جا رہا ہو اور اس کا شوہر بھی ہو، فرمایا: "وہ اس کا شوہر رہے گا یہاں تک کہ اسے طلاق دے دے یا مر جائے" [۱۱۰] غلام کے بارے میں آپ نے فرمایا: "اسے فروخت کر دینا اس کے لئے طلاق دینے کا سبب نہیں ہوتا" [۱۱۱]

ج) شوہر کا بیوی کی کسی محرم خاتون سے بدکاری کا ارتکاب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی کسی محرم خاتون سے منہ کالا کر لے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔ کیونکہ زنا ایک غیر مشروع حرکت ہے، اس پر مشروع احکامات مرتب نہیں ہوتے، ایک شخص نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ اس کا نکاح ایک شخص کی بیٹی سے ہو گیا تھا جس کا اس نے نام لیا، لیکن رخصتی کے وقت اس کی بہن کو بھیج دیا گیا، آپ نے اسے حکم دیا کہ اس عورت کو واپس کر دے اور جس کے ساتھ اس کا نکاح ہوا تھا اس کی رخصتی کرائے لیکن اس وقت تک اس سے ہم بستری نہ کرے جب تک کہ پہلی عورت کی عدت نہ گذر جائے [۱۱۲] (دیکھئے لفظ تعزیر)

۱۰۔ لعان کی صورت میں طلاق (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ب)

۱۱۔ ظہار کی صورت میں طلاق (دیکھئے لفظ ظہار)

۱۲۔ ایلاء کی صورت میں طلاق (دیکھئے لفظ ایلاء)

۱۳۔ مال لے کر طلاق دے دینا یعنی خلع (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۳، جز۔ ب)

۱۴۔ مفقود (گمشدہ) کی بیوی کو طلاق (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۳، جز۔ ب)

۱۵۔ طلاق رجعی میں شوہر کا اپنی بیوی سے رجوع کر لینا (دیکھئے لفظ رجعہ)

۱۶۔ تیسری طلاق کے بعد بیوی کا شوہر کے واپس آنے کی صورت میں:

الف) جب شوہر اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہو گی جب تک اس کا کسی اور مرد سے نکاح صحیح ہو کر دخول، یعنی ہم بستری نہ ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس وقت تک اس پر حلال نہ ہو گی جب تک کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے" [۱۱۳] آپ سے اس عورت کے متعلق پوچھا گیا جسے اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں اور اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا تھا، آپ نے اپنا بالوں سے ڈھکا بازو آگے کرتے ہوئے فرمایا: "وہ اس وقت تک پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی جب تک اس کا دوسرا شوہر اس پر غلبہ حاصل نہ کر لے" [۱۱۴]

ب) اگر کسی لونڈی کو اس کا شوہر تین طلاق دے دے اور حلالہ کی خاطر اس کا آقا اس سے ہم بستری کر لے تو وہ لونڈی پھر بھی اپنی شوہر کے لئے حلال نہیں ہو گی، یہ حضرت علیؓ کا مسلک ہے۔ اس لئے کہ جس ہم بستری سے حلالہ کا عمل مکمل ہوتا ہے یہ وہ ہم بستری ہے جسے عورت برضا و رغبت قبول کر لے نہ کہ وہ ہم بستری جس پر اسے مجبور کیا جائے، اس قسم کی ہم بستری عقد نکاح سے وجود میں آتی ہے۔ آقا کے ساتھ ہم بستری میں یہ صورت نہیں ہوتی، ابو رافع کہتے ہیں: "حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے لونڈی کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا کہ آیا اسے تین طلاق مل جانے کے بعد اس کا آقا حلالہ کر سکتا ہے اگرچہ اس کا شوہر ایسا نہ چاہتا ہو؟" حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے اثبات میں جواب دیا، لیکن حضرت علیؓ یہ بات ناپسند کرتے ہوئے وہاں سے غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے" [۱۱۵] حکم بن عتبہ نے حضرت علیؓ سے یہ روایت کی ہے کہ "وہ اپنے شوہر کے لئے اسی طریقے سے حلال ہو گی جس طریقے سے اس پر حرام ہوئی تھی" [۱۱۶] یعنی وہ اس پر عقد نکاح کے اثر کو ختم کر دینے کی بنا پر اس پر حرام ہوئی تھی اس

لئے اب وہ اس پر عقد نکاح کے ذریعے ہی حلال ہوگی۔

ج) اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جو لونڈی تھی تین طلاقیں دے دیں اور پھر اسے خرید لیا تو اس کے لئے ملک یمین کی بنیاد پر اس سے ہم بستری کرنا حلال نہیں ہوگا[۱۱۷] (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

د) جو عورت لعان کی وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہو تو اب وہ اپنے شوہر کے عقد زوجیت میں واپس نہیں آ سکتی، چاہے اس نے کسی اور مرد سے نکاح کیوں نہ کر لیا ہو[۱۱۸] (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ب)

۱۷۔ اثبات طلاق:

طلاق کا اثبات ان تمام طریقوں سے ہو سکتا ہے جو اثبات کے لئے تسلیم شدہ ہیں، البتہ اس کے لئے عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ و)

۱۸۔ طلاق کی عدت (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲)

۱۹۔ مطلقہ کا نان و نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ب)

۲۰۔ متعہ طلاق (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶، جز۔ د)

۲۱۔ مطلقہ کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب کا مسئلہ ۲)

## طہارۃ: پاکیزگی

دیکھئے لفظ نجاسہ

## طواف: طواف

کعبہ شریف کے گرد اس کی تعظیم اور حکم الٰہی بجالانے کی خاطر گھومنا طواف کہلاتا ہے۔

حج میں طواف کی مختلف قسمیں (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۷، ۱۲، ۱۴)

حج اور عمرہ میں قران کرنے والے کا طواف (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳، جز۔ ج)

عمرہ میں طواف کرنا (دیکھئے لفظ عمرہ)

## طیب: خوشبو

احرام باندھنے والے کے لئے خوشبو لگانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۳)
اسی طرح قربانی کا جانور بھیجنے والے کے لئے خوشبو لگانے کی ممانعت (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۸)
حضرت علیؓ ہندوستان سے در آمد شدہ خوشبو کو سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ آپ فرماتے:
" دنیا میں سب سے زیادہ خوشبودار جگہ ہندوستان ہے۔ یہیں حضرت آدم کو اتارا گیا اور اس کے پودے کی تخلیق جنت کی ہوا سے کی گئی " [۱۱۹]
آپ اس خوشبو کو ناپسند کرتے تھے جس میں زعفران کی آمیزش ہو۔ آپ فرماتے: میرے نزدیک ہانڈی کی سیاہی سارے بدن میں مل لینا زعفران مل لینے سے زیادہ پسندیدہ ہے " [۱۲۰]
جمعہ کے لئے خوشبو لگانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ الف، مسئلہ ب)
میت کے جسم اور اس کے کفن کو خوشبو لگانا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۶ ت)
عدت گزارنے والی عورت کا خوشبو لگانا (دیکھئے لفظ عدہ، فقرہ ۵، جز الف)

## طین : مٹی

راستے کی مٹی کا پاک ہونا (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

# حرف الطاء

## - ط -

۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶۸، عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۰۶، ۵۳۲، سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۵۴، المحلی جلد ہفتم ص ۳۹۷

۲۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۳۷

۳۔ المغنی جلد ہشتم ص ۶۰۸

۴۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۳۷

۵۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۳۷

۶۔ المحلی جلد ہفتم ص ۴۳۱

۷۔ المغنی جلد اول ص ۵۷، المجموع جلد اول ص ۳۰۵

۸۔ المحلی جلد چہارم ص ۴۹

۹۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۸۷، الام جلد ہفتم ص ۱۷۶

۱۰۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۶، المجموع جلد نہم ص ۶۹

۱۱۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۵۱۳، المحلی جلد ہفتم ص ۴۰۲، المجموع جلد نہم ص ۱۰

۱۲۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۸۵، مسند زید بشرح الروض النضیر جلد سوم ص ۳۰۷، کنزالعمال ۲۷۵۳۹، اسیرالکبیر بشرح السرخسی جلد اول ص ۱۴۶

۱۳۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۵۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۸

۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۷

۱۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۹۵، عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴، المغنی جلد ششم ص ۵۳۵

۱۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۵، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۱۶، ۴۱۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۲۰، مسند زید جلد چہارم ص ۴۰۸، کنزالعمال ۲۷۹۲۵، المحلی جلد دہم ص ۲۰۵

۱۷۔ مسند زید چہارم ص ۴۰۸

۱۸۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۱۸، کنزالعمال ۲۷۹۱۷، المغنی جلد ہشتم ص ۴۱۹

۱۹۔ المحلی جلد دہم ص ۲۰۵

۲۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳

۲۱۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۴۹، المحلی جلد دہم ص ۱۲۱

۲۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۹ب، المحلی جلد دہم ص ۱۱۷، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۸

۲۳۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۴۲، ۱۴۴
۲۴۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۳۵
۲۵۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۵۱۹، کنزالعمال ۲۷۹۱۸
۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۹
۲۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۹ب
۲۸۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۹، آثار ابی یوسف رقم ۶۳۲، المحلی جلد دہم ص ۱۱۷، المغنی جلد ہفتم ص ۱۵۰، کنزالعمال ۲۷۹۱۹ اور ۲۷۹۳۷
۲۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۰، المحلی جلد دہم ص ۱۲۰
۳۰۔ المحلی جلد دہم ص ۱۲۰
۳۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۰، کنزالعمال ۲۷۹۲۰
۳۲۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۴۲، ۱۵۰
۳۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۹ب، الام جلد ہفتم ص ۱۷۲
۳۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۵۲۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۰، کنزالعمال رقم ۲۷۹۱۸، المغنی جلد ہفتم ص ۱۴۱
۳۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۳۵
۳۶۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ طلاق فقرہ ۴، جز۔ الف کا مسئلہ ۲
۳۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳ب، الموطا جلد دوم ص ۵۴۸
۳۸۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۰۶
۳۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۷، المحلی جلد دہم ص ۲۰۴، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۶ب، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۰۹، المحلی جلد دہم ص ۲۰۳، کنزالعمال ۲۷۹۱۶، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۴۱۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۳
۴۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۹۷، المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۵
۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۸ب، کنزالعمال ۲۷۹۱۵، المحلی جلد دہم ص ۲۰۲
۴۴۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۵۷، کنزالعمال ۲۷۹۲۸، المغنی جلد ہفتم ص ۱۷۳
۴۵۔ المغنی جلد ششم ص ۳۴۰
۴۶۔ المغنی جلد ششم ص ۳۴۰ اور جلد ہفتم ص ۲۵۱
۴۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۸
۴۸۔ المغنی جلد ہفتم ص ۲۵۴
۴۹۔ ابو داؤد، سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق

۵۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۳۷، المحلی جلد دہم ص ۲۳۱

۵۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۳۲، المغنی جلد ہفتم ص ۲۶۳

۵۲۔ تاریخ ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب جلد دوم ص ۳۶۴، الاثر رقم ۸۶۵، موسوعہ فقہ عمر لفظ طلاق، فقرہ ۶

۵۳۔ کنزالعمال رقم ۲۷۹۳۰

۵۴۔ کنزالعمال رقم ۲۸۰۵۷

۵۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۵۲، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۳ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۶۵، المحلی جلد دہم ص ۲۵۰، مسند زید جلد چہارم ص ۴۰۵، کنزالعمال ۲۸۰۴۷

۵۶۔ کنزالعمال ۲۸۰۶۰

۵۷۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۳۹

۵۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۵، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۳۵، المحلی جلد دہم ص ۱۷۲، کنزالعمال ۲۷۹۳۲

۵۹۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۹۴

۶۰۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۷۸

۶۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱ب

۶۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۶، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۳۶، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۵۵، المحلی جلد دہم ص ۱۷۵، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ ص ۱۹۲، المغنی جلد ہفتم ص ۲۳۰

۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۵ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۳۵

۶۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۳۶

۶۵۔ المحلی جلد دہم ص ۱۷۶

۶۶۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۴، الام جلد ہفتم ص ۱۷۲ (اس میں روایت کے الفاظ یہ ہیں: فی الخلیۃ والبریۃ والحرام ثلاثا، ثلاثا، یعنی لفظ خلیہ، بریہ اور حرام سے تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ )

۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۷ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۳

۶۸۔ مسند زید بن علی جلد چہارم ص ۳۹۴

۶۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۷۰، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۸، المحلی جلد دہم ص ۱۲۸، المغنی جلد ہفتم ص ۱۴۰

۷۰۔ مسند زید بشرح الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۹۱

۷۱۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۴

۷۲۔ حوالہ سابق

۷۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۰ب، الموطا جلد دوم ص ۵۵۲، المحلی جلد دہم ص ۱۲۴، المغنی جلد ہفتم ص ۱۵۵، کنز العمال رقم ۲۷۹۱۱، عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۰۳

۷۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۰۳

۷۵۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۰۳، کنزالعمال ۲۷۹۱۳

۷۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱

۷۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۵۱، المحلی جلد دہم ص ۱۲۶

۷۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۰، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۵۶، ۳۵۹، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۴، المحلی جلد دہم ص ۱۹۰

۷۹۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۵۷، اخبار القضاۃ جلد دوم ص ۲۳۱

۸۰۔ حوالہ سابق

۸۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۰ب، عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۵۶، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۴، المحلی جلد دہم ص ۱۹۳، المغنی جلد ہفتم ص ۱۲۸، الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۹۳

۸۲۔ سابقہ حوالہ جات

۸۳۔ سابقہ حوالہ جات نیز المحلی جلد دہم ص ۱۸۸، الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۹۲

۸۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۶۵، المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۳، المحلی جلد دہم ص ۱۹۴، الروض النضیر جلد چہارم ص ۳۹۳

۸۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۰ب

۸۶۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۴۳

۸۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۷ب

۸۸۔ المحلی جلد دہم ص ۱۷۳

۸۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۳ب

۹۰۔ حوالہ سابق، المغنی جلد ہفتم ص ۹۹

۹۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۳ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۲۵

۹۲۔ المحلی جلد دہم ص ۱۱۰، مسند زید جلد چہارم ص ۲۹۳

۹۳۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۴۳، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۱۵، المحلی جلد دہم ص ۱۱۰، المغنی جلد ششم ص ۶۵۶، کشف الغمہ جلد دوم ص ۶۷

۹۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۹۷

۹۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۹۶

۹۶۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۵۴، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۲۷، مسند زید جلد چہارم ص ۲۹۸ اور ۲۲۷

۹۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۵۶، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۲۷، المحلی جلد دہم ص ۵۹، المغنی جلد ششم ص ۲۶۸

۹۸۔ دیکھئے موسوعہ فقہ عمر بن خطاب لفظ طلاق، فقرہ ۱۱ کا جزء الف

۹۹۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۱
۱۰۰۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۲۰ب، ۲۲۱، الام جلد ہفتم ص ۱۷۱
۱۰۱۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۴۸، کنزا لعمال رقم ۱۳۴۹۴، ۱۳۴۹۹، ۱۳۶۰۳
۱۰۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۲۱، المحلی جلد نہم ص ۴۷۵
۱۰۳۔ المحلی جلد گیارہ ص ۱۸۴، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۴۸، مسند زید جلد چہارم ص ۴۸۰
۱۰۴۔ المغنی جلد ہفتم ص ۵۷۳
۱۰۵۔ المحلی جلد دہم ص ۱۶۰
۱۰۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۷۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۲، المحلی جلد ہفتم ص ۳۱۳، الام جلد ہفتم ص ۱۷۱
۱۰۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۸۴
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۲ب
۱۰۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۷۴
۱۱۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۸۱
۱۱۱۔ المحلی جلد دہم ص ۱۳۲
۱۱۲۔ المحلی جلد دہم ص ۱۱۶
۱۱۳۔ کنزا لعمال ۲۸۰۵۷، المغنی جلد ہفتم ص ۲۷۵
۱۱۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۴۸، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۲۱
۱۱۵۔ المحلی جلد دہم ص ۱۸۱، عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۷۱
۱۱۶۔ المحلی جلد دہم ص ۱۷۹
۱۱۷۔ المحلی جلد دہم ص ۱۸۰، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۴۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۷۶، مسند زید جلد سوم ص ۵۷۰
۱۱۸۔ المغنی جلد ہفتم ص ۴۱۴
۱۱۹۔ کنزا لعمال ۱۷۴۴۴
۱۲۰۔ کنزا لعمال ۱۷۴۴۳

# حرف الظاء

## ظ

### ظفر : ناخن

ناخن اتروانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "دس چیزیں سنت میں داخل ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں صاف کرنا، سر میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن اتروانا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرنا اور استنجا کرنا" [۱]

محرم کا اپنے ناخن اتروانا اور اس بنا پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزء ب، مسئلہ ۵) اور لفظ ہدی، فقرہ ۸)

ناخن سے ذبح کرنے کی کراہت (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳)

ناخن اتروانے کے بعد وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۴، جزء د)

### ظنین : متہم

متہم کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جزء ب)

### ظہار : ظہار

#### ۱۔ تعریف :

اگر شوہر اپنی بیوی کو یا اس کے کسی عضو کو اپنی کسی محرم خاتون کے ساتھ تشبیہ دے دے تو اسے ظہار کہیں گے۔ مثلاً یوں کہے کہ تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔

#### ۲۔ ایلاء اور ظہار کا ایک دوسرے میں داخل ہو جانا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ نہ ایلاء ظہار میں داخل ہوتا ہے اور نہ ظہار ایلاء میں، نہ تو مدت میں اور نہ ہی کفارہ میں۔ پس اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور اس کے بعد مدت ایلاء یعنی چار ماہ گذرنے سے پہلے اس سے ظہار بھی کر لیا اور پھر اسے چار ماہ گذرنے کے بعد طلاق

ہو گئی۔ جیسا کہ حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے کہ مدت ایلاء گذرنے کے ساتھ خود بخود طلاق ہو جاتی ہے اور شوہر کو نئے سرے سے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوتی ـــــ پھر زوجین رجوع پر متفق ہو جاتے ہیں، یعنی دوبارہ نکاح کر لیتے ہیں تو ایسی صورت میں شوہر کے لئے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے سے پہلے ظہار کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہو گا۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا اور اس کے بعد ایلاء بھی کر لیا، پھر اسے کفارہ ظہار ادا کرنے کے بعد اس سے ہم بستری بھی کر لی تو اس کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ کفارہ ایلاء ادا کر دے، اگر کسی نے اپنی بیوی سے ایلاء کر لیا اور کفارہ ایلاء ادا کرنے سے پہلے ظہار بھی کر لیا اور اس کے بعد کفارہ ایلاء ادا کر دیا تو کفارہ ظہار ادا کرنے سے پہلے اس کے لئے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا حلال نہیں ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"ایلاء ظہار میں داخل نہیں ہوتا اور نہ ہی ظہار ایلاء میں" [۲]

### ۳۔ ظہار کا کفارہ :

الف ) جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرتا ہے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی اور نہ ہی طلاق واقع ہوتی ہے، لیکن شوہر کے لئے کفارہ ظہار ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ ہم بستری اور لذت اندوزی حرام ہوتی ہے۔ اس لئے کہ شوہر نے جاہلانہ جذبے کے تحت جس سے ایک مسلمان کو بلند ہونا چاہئے۔ ایک حلال شے کو اپنے اوپر حرام کرنے کے گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ سورہ مجادلہ میں ارشاد باری ہے۔

وَالَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِۦ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٣﴾ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِن قَبْلِ أَن يَتَمَآسَّا ۖ فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۗ وَلِلْكَٰفِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہیں، حالانکہ وہ ان کی مائیں نہیں ہوتیں، ان کی مائیں تو صرف وہی ہوتی ہیں جن کے بطن سے انہوں نے جنم لیا ہے۔ اور یقیناً اس طرح کہہ کر وہ ایک بڑی ناپسندیدہ اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہیں اور پھر اسی کام کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں جس کے متعلق انہوں نے یہ کہا تھا، تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک گردن آزاد کرنا ہو گا، تمہیں اس کی نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ پوری طرح اس کی خبر رکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ پس جسے گردن آزاد کرنا میسر نہ ہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو ماہ مسلسل روزے رکھے، پس جسے

روزوں کی استطاعت نہ ہو تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہے۔ یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ؐ پر ایمان رکھو، یہ اللہ کے حدود ہیں اور انکار کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ظہار کی بنا پر واجب ہونے والے کفارہ اور اس کی ادائیگی کے وقت ـــــ یعنی ہاتھ لگانے سے پہلے ـــــ کو بیان فرما دیا ہے۔

ب) لیکن آیا کفارہ قتل کی طرح کفارہ ظہار میں آزاد کئے جانے والے غلام کا مسلمان ہونا شرط ہے یا ہر قسم کا غلام چاہے مسلمان ہو یا کافر آزاد کیا جا سکتا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ ظہار میں ہر قسم کا غلام چاہے مسلمان ہو یا کافر آزاد کیا جا سکتا ہے۔ بخلاف کفارہ قتل کے کہ اس میں باری تعالیٰ نے رقبہ مومنہ یعنی غلام کے لئے مسلمان ہونے کی قید لگا دی ہے، جبکہ کفارہ ظہار میں رقبہ کو مطلق رکھا گیا ہے اس لئے اس میں مومن اور کافر دونوں قسم کے غلام آزاد کرنا جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو شخص اپنی بیوی سے ظہار کرتا ہے اس پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔ [فتحریر رقبہ: ایک گردن آزاد کرنا] چاہے یہ مسلمان ہو یا کافر۔ اور خطاً قتل کرنے پر مسلمان گردن یعنی غلام کا آزاد کرنا ضروری ہو گا۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو دو ماہ مسلسل روزے رکھے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، ظہار میں مسکینوں کو کھانا کھلانا تو درست ہے لیکن قتل کے کفارہ میں یہ چیز درست نہیں ہے" [۳]

ج) اگر عورتیں جن سے ظہار کیا جا رہا ہے، متعدد ہوں تو کفارے بھی متعدد ہوں گے۔ اگر کوئی شخص اپنی چاروں بیویوں سے ایک لفظ کے ساتھ ظہار کر لیتا ہے مثلاً یوں کہتا ہے کہ تم سب میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو، تو اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہو گا، لیکن اگر اس نے ہر بیوی سے علیحدہ ظہار کیا ہو تو اس پر بیویوں کی تعداد کے برابر کفارات واجب ہوں گے۔ [۴]

الفاظ ظہار کے تعدد سے کفارہ کا متعدد ہونا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے بار بار ظہار کر لے اور اس کے درمیان کفارہ ظہار ادا نہ کیا ہو تو اس پر صرف ایک کفارہ لازم آئے گا۔ چاہے اس نے ایک مجلس میں ظہار کیا ہو یا متعدد مجالس میں۔ اور چاہے اس نے دوسری مرتبہ ظہار کے ذریعے پہلی مرتبہ کے ظہار کی تاکید کی نیت کی ہو یا دوسری مرتبہ ظہار کو ایک نیا ظہار قرار

دیا ہو۔ حضرت علیؓ سے یہ ایک روایت ہے۔ [۵]

دوسری روایت یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں اس نے متعدد بار ظہار کیا ہو تو اس پر صرف ایک کفارہ لازم آئے گا، لیکن اگر مجلس متعدد ہوں تو کفارات بھی ان کی تعداد کے برابر واجب ہوں گے[۶] حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر اس نے ایک مجلس میں کئی دفعہ ظہار کیا ہو تو اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہو گا۔ اور اگر متعدد مجالس میں ظہار کیا ہو تو کفارات بھی متعدد ہوں گے. اور قسموں کے کفارات بھی اسی طرح ہیں" [۷]

## ظہر: بعد دوپہر

ظہر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جزء ھ کا مسئلہ نمبر ۱ اور ۲)

# حرف الظاء

## - ظ -

۱۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲

۲۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۴۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۳، کنزالعمال ۲۸۶۵۰

۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۴۱

۴۔ المغنی جلد ہفتم ص ۳۵۷

۵۔ المغنی جلد ہفتم ص ۳۸۶

۶۔ حوالہ سابق

۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۳۷، المحلی جلد دہم ص ۵۷، کنزالعمال ۲۸۶۴۹

# حرف العین
# ع

## عاریہ : عاریۃً لی ہوئی چیز

۱۔ جو چیز بلا عوض فائدہ اٹھانے کی غرض سے لی جائے اور اپنی اصلی حالت میں باقی رکھی جائے اسے عاریت کہتے ہیں۔

۲۔ عاریت کے احکام (دیکھئے لفظ اعارۃ)

## عاشورا . عاشورہ

محرم کی دسویں تاریخ یوم عاشورا ہے۔

اس دن روزہ رکھنا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۸، جز۔ الف)

## عاقلہ : باپ کی طرف سے رشتہ دار

### ۱۔ تعریف :

کسی شخص کے عاقلہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ دیت کی ادائیگی میں شریک ہوتے ہیں۔

الف) حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور میں ایک شخص کے باپ کا قبیلہ ہی اس کا عاقلہ ہوتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دواوین یعنی مختلف قبائل کے افراد کے ناموں کے رجسٹر تیار کرائے تو آپ نے اہل دیوان کو عاقلہ قرار دیا۔ درحقیقت اہل دیوان عام حالات میں متعلقہ شخص کے قبیلے کے ہی لوگ ہوتے، البتہ ایسا بھی ہو جاتا کہ غیر قبیلہ کے افراد ان میں شامل ہو جاتے یا اپنے افراد خارج ہوتے۔ [۱]

لیکن ہم حضرت علیؓ کو دیکھتے ہیں کہ آپ کسی شخص کے باپ کے قبیلہ یا رشتہ داروں کو اس کا عاقلہ قرار نہیں دیتے بلکہ آپ نے دیت کی ادائیگی میں باپ کے قبیلے سے باہر کے رشتہ داروں کو بھی شامل کرنے کا فیصلہ دیا، یعنی آپ نے باپ کے قبیلہ سے باہر کے رشتہ داروں

کو بھی بعض مواقع پر عاقلہ قرار دیا، چنانچہ آپ نے زانی یا ملاعنہ (لعان کرنے والی عورت) کے بیٹے کا عاقلہ اس کی ماں کی قوم کو قرار دیا۔ اور اس کی میراث بھی انہیں دی۔ جب آپ بیٹے والی کسی زانی عورت کو سنگسار کرتے تو عورت کے رشتہ داروں کو خطاب کر کے فرماتے: "یہ لڑکا اب تمہارا بیٹا ہے، تم اس کے وارث ہو اور یہ تمہارا وارث ہے، اور اگر یہ کوئی جرم کرے گا تو اس کی دیت تم پر ہوگی" [۲] اس طرح آپ نے بیت المال کو اس شخص کا عاقلہ قرار دیا جس کا کوئی عاقلہ نہ ہو (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱۰ جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ م)

ب) عاقلہ میں وہ شخص بھی شامل ہوتا جس کا کسی قبیلے کے ساتھ حلف یعنی دوستی کا معاہدہ ہوتا۔ بشرطیکہ دوستی کا یہ معاہدہ سورہ ایلاف (لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ...... الخ) کے نزول سے پہلے ہوا ہو لیکن جس شخص کا معاہدہ اس سورت کے نزول کے بعد ہوا تھا وہ عاقلہ میں داخل نہیں تھا۔ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ہر وہ حلف یعنی معاہدہ جو سورہ ایلاف کے نزول سے پہلے ہوا ہو وہ زمانہ جاہلیت کے طرز کا باقی رہنے والا معاہدہ ہے۔ اور جو اس سورت کے نزول کے بعد ہوا ہے وہ اسلامی ہے اور منسوخ ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ جس شخص نے اس سورت کے نزول کے بعد قریش سے اس غرض سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ ان میں داخل ہو جائے تو وہ ان میں داخل تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے اسحٰق بن مسلم عقیلی کے دادا ربیعہ عقیلی کے حلف کے متعلق یہی فیصلہ دیا تھا۔ [۳]

۲۔ عاقلہ دیت کی کن صورتوں میں ادائیگی کی ذمہ دار ہے؟ (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

۳۔ جس شخص کا کوئی عاقلہ نہ ہو اس کی جنایت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ م)

## عانہ : پیڑو۔ زیر ناف

موئے زیر ناف صاف کرنا سنت ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "دس چیزیں سنت میں داخل ہیں: کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں پست کرنا، سر میں کنگھی کرنا، مسواک کرنا، ناخن اتروانا، بغل کے بال اکھیڑنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، ختنہ کرانا اور استنجا کرنا" [۴]

## عبد : غلام

دیکھئے لفظ رق

## عتق : آزاد کرنا

غلام آزاد کرنا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴)

کفارہ میں غلام آزاد کرنا (دیکھئے لفظ کفارۃ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

آزاد کرنے کی بنا پر حاصل ہونے والا ولاء (دیکھئے لفظ ولاء، فقرہ ۲)

## عتہ : عقلی خلل

عقلی خلل کو جو دیوانگی کی حد تک نہ پہنچے عتہ کہا جاتا ہے، لیکن اس کے احکامات وہی ہیں جو دیوانگی کے ہیں۔ عقلی خلل والے انسان کا اپنی بیوی کو طلاق دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ ج، مسئلہ ۲)

## عدل : انصاف

جس شخص کے عقد میں ایک سے زائد بیویاں ہوں اس کا اپنی بیویوں کے درمیان انصاف کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸، جز۔ الف)

## عدۃ : عدت

عدت کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقولہ اقوال پر ہم ان نکات میں بحث کریں گے:

۱۔ تعریف ۲۔ طلاق کی عدت (الف۔ عدت کس پر واجب ہے ب۔ عدت کا حساب کس چیز سے لگایا جائے گا۔ ج۔ اس کی ابتدا اور انتہا۔ د۔ طلاق یافتہ عدت گذارنے والی کا نان و نفقہ۔ ھ۔ عدت کے اختتام کے متعلق عدت گذارنے والی عورت کے قول کو قبول کرنا) ۵۔ عدت گذارنے والی عورت کو کن باتوں سے پرہیز کرنا چاہیۓ (الف۔ آرائش اور خوشبو۔ ب۔ باہر نکلنا، ج۔ نکاح) ۶۔ بیوی کی عدت کے زمانے میں شوہر کو کن باتوں سے رکنا چاہیۓ۔ ۷۔ زنا کار عورت کی عدت۔

### ۱۔ تعریف :

عورت کا اپنے شوہر کے انتقال یا گمشدگی یا اس کی طرف سے طلاق ملنے پر ایک مخصوص مدت تک اپنے آپ کو روکے رکھنا عدت کہلاتا ہے۔

۲۔ عدت طلاق :

الف) طلاق کی عدت کس پر واجب ہے: طلاق کی عدت اس عورت پر واجب ہے جس سے دخول (جماع) کے بعد اسے طلاق دی گئی ہو۔ اگر بیوی کے ساتھ شوہر کو خلوت صحیحہ حاصل ہو جائے تو یہ بھی دخول کے حکم میں ہے۔ اگر خلوت صحیحہ کے دوران اسے اس نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور پھر طلاق دے دی ہو تو اس عورت پر عدت طلاق گذارنا لازم ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب پردہ لٹکا دیا یعنی خلوت میسر آگئی تو مرد پر مہر کی رقم اور عورت پر عدت لازم ہو گئی" [۵] لیکن اگر دخول یا ایسی خلوت صحیحہ سے پہلے جس سے مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے، طلاق ہو گئی ہو تو عورت کے لئے کوئی عدت نہیں۔

ب) عدت کا حساب کن باتوں سے لگایا جائے گا:

۱) حاملہ عورت کی عدت: حاملہ عورت جسے طلاق مل گئی ہو اس کی عدت وضع حمل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ دو بچوں کو جنم دے تو عدت کا اختتام دوسرے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہو گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس شخص نے اپنی حاملہ بیوی کو طلاق دی اور اس کا ایک بچہ پیدا ہو گیا اور دوسرا ابھی پیٹ میں ہے تو وہ اس وقت تک اس عورت کا زیادہ حقدار ہو گا جب تک وہ دوسرے بچے کو جنم نہیں دے دیتی" [۶]

۲۔ غیر حاملہ عورت جسے حیض بھی آتا ہو اس کی عدت :

الف) اگر حیض والی عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت کا شمار قروء کے ذریعے ہو گا۔ حضرت علیؓ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے۔ [۷]

ب) عورت کی حالت کے اختلاف سے عدت کی مدت بھی مختلف ہو جائے گی۔ اس لئے کہ عدت عورت کے حال کے تابع ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے طلاق اور عدت کے متعلق فرمایا: "ان کا طریق کار عورت کی حالت کے مطابق ہوتا ہے" [۸] اگر عورت آزاد ہو گی تو اس کی عدت تین قروء یعنی حیض ہو گی۔ سورہ بقرہ میں ارشاد باری ہے: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ البقرہ: ۲۲۸ (اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں گی) چاہے عورت کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔ اگر مطلقہ عورت لونڈی ہو تو اس کی عدت دو حیض ہو گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لونڈی کی عدت جب اسے طلاق دی جائے، دو حیض ہے" [۹]

ج) حیضوں کی مدتوں کا قریب قریب ہونا: جن عورتوں کو حیض آتا ہے ان کی عدت میں حیض کی تعداد کا اعتبار ہو گا چاہے ان کی مدتیں زیادہ قریب ہوں یا بعید۔ ایک دفعہ ایک عورت جسے اس کے خاوند نے طلاق دے دی تھی، حضرت علیؓ کے پاس آئی اور یہ دعویٰ کیا کہ اسے ایک ماہ کے عرصے میں تین دفعہ حیض آ چکا ہے۔ حضرت علیؓ نے قاضی شریح سے اس بارے میں فتویٰ دینے کے لئے کہا، قاضی صاحب نے کہا کہ اگر یہ عورت اپنے خاندان کے ایسے گواہ پیش کرے جن کی دینداری اور امانت پر اس کے شوہر کو اطمینان ہو اور وہ یہ گواہی دیں کہ واقعی اسے ایک ماہ کے دوران تین دفعہ حیض آ چکا ہے۔ اور ہر حیض کے خاتمے پر یہ پاک ہوئی اور نمازیں پڑھیں، تو ایسی صورت میں یہ سچی ہو گی ورنہ یہ جھوٹی ہے" حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا: "قالون یعنی تم نے درست کہا" [۱۰] (واضح رہے کہ قالون رومی زبان کا لفظ ہے۔ مترجم)

ایک روایت میں ہے کہ اسے چالیس دنوں میں تین مرتبہ حیض آیا۔ تیسری روایت میں ہے کہ اسے پینتیس دنوں میں تین بار حیض آیا۔ شریح نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر اس کے خاندان کی چار عورتیں اس بات کی گواہی دے دیں کہ واقعی اس کے حیض کی صورت یہی تھی تو وہ بائن ہو جائے گی ورنہ وہ تین ماہ کی مدت میں تین حیض گذارے گی۔ [۱۱]

د) حیض کا رک جانا: اگر حیض کسی سبب، مثلاً دودھ پلانے یا بیماری کی وجہ سے رک جائے تو اس رکاوٹ کا عدت کی مدت کی کمی بیشی میں کوئی اعتبار نہیں ہو گا، بلکہ عورت تین حیض کے گذرنے پر عدت کے خاتمے تک انتظار کرے گی۔ امام زہری نے بیان کیا ہے کہ ایک انصاری حبان بن منقذ کے عقد میں دو عورتیں تھیں۔ ایک ہند بنت ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب اور دوسری ایک انصاری خاتون، حبان نے صحت کی حالت میں انصاری بیوی کو اس وقت طلاق دے دی جب وہ ابھی اس کے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ پھر سات یا تقریباً آٹھ ماہ گذر گئے لیکن حیض نہیں آیا۔ ادھر حبان بیمار پڑ گئے، لوگوں نے ان سے کہا کہ اگر تم مر گئے تو یہ انصاری خاتون تمہاری وارث ٹھہرے گی (کیونکہ وہ ابھی عدت میں ہے)، اس پر حبان نے کہا کہ مجھے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس لے چلو، وہاں جا کر انہوں نے حضرت عثمانؓ سے حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کی موجودگی میں سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے دونوں سے اس کے متعلق ان کی رائے دریافت کی۔ سب نے کہا کہ اگر

یہ مر جائیں تو یہ ان کے مال میں وارث ہو گی۔ اور اگر یہ مر جائے تو حبان اس کے وارث ہوں گے۔ کیونکہ یہ عورت ان عورتوں میں سے نہیں ہے جو سن ایاس کو پہنچ چکی ہیں اور نہ ہی ان عورتوں میں سے جنہیں حیض نہیں آتا ہے۔ اس لئے اس کی عدت کا حساب اس کے حیض سے ہو گا چاہے اس کی مدت دراز ہو یا مختصر۔ نیز انہوں نے یہ رائے بھی دی کہ اس کے حیض کے رک جانے کی اصل وجہ اس کا بچے کو دودھ پلانا ہے۔ یہ سن کر حبان واپس ہوئے اور بچے کو اس سے چھین لیا۔ جب رضاعت ختم ہو گئی تو اسے حیض آ گیا۔ پھر قمری مہینے کی ابتدا میں اسے دوسرا حیض آ گیا پھر حبان کا انتقال سال کے شروع یا اس سے قریبی تاریخ میں ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے میراث میں دونوں عورتوں کو شریک کیا اور انصاری سے کہا کہ وہ عدت وفات گذارے اور ہاشمی خاتون سے کہا کہ میرا یہ فیصلہ تمہارے ابن عم یعنی حضرت علیؓ کے مشورے کی مطابق ہے۔ [۱۲]

مسند زید بن علی میں حضرت علیؓ سے ایک غریب (ناقابل فہم) روایت منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے آ کر عرض کیا کہ امیر المومنین، میری بیوی مدت دراز تک میرے عقد میں رہی لیکن کوئی اولاد نہیں ہوئی، میں نے اسے طلاق دے دی اس نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا۔ اس کے پاس وہ بیس ماہ رہی پھر اسے حیض آ گیا۔ آپ نے اسے اور اس کے شوہر دونوں کو بلوا بھیجا اور ان سے حقیقت حال دریافت کی۔ عورت نے کہا کہ میں نے طلاق کے حاصل کر لینے کے بعد کئی مہینے عدت کے گذارے لیکن مجھے حیض نہیں آیا۔ آپ نے اس کے دوسرے شوہر سے کہا کہ تمہارے اور اس عورت کے درمیان کوئی رشتہ نہیں البتہ اس کے ساتھ ہم بستری کی وجہ سے مہر کی رقم ادا کرنی پڑے گی اور پہلے شوہر سے کہا کہ یہ تمہاری بیوی ہے، لیکن جب تک اس دوسرے شوہر سے علیحدگی کی بنا پر یہ عدت گذار نہ لے اس سے ہم بستری نہ کرنا۔ عورت نے عرض کیا کہ "امیر المومنین! میں عدت کس حساب سے گذاروں"؟ آپ نے فرمایا: "حیض کے حساب سے" پھر وہ عورت عدت کے اختتام سے پہلے وفات پا گئی، آپ نے پہلے شوہر کو اس کا وارث قرار دیا اور دوسرے کو وراثت نہیں دی۔ [۱۳]

۴) نابالغ اور سن ایاس کو پہنچ جانے والی کی عدت: نابالغ لڑکی اور سن ایاس کو پہنچ جانے والی عورت کی عدت قروء یعنی حیض کے حساب سے نہیں ہو گی بلکہ مہینوں کے حساب سے ہو گی

وہ اس طرح کہ اگر آزاد ہوگی تو تین ماہ اور اگر لونڈی ہوگی تو ڈیڑھ ماہ کی عدت گذارے گی۔
حضرت علیؓ کا قول ہے: "لونڈی کو جب طلاق ہو جائے تو اس کی عدت دو حیض ہے۔ اور اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو پھر ڈیڑھ ماہ ہے" [۱۴]

ج) عدت کی ابتدا اور انتہا:

۱) حضرت علیؓ سے ایک روایت کے مطابق یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ عدت کی مدت اس دن سے شروع ہو جاتی ہے جس دن سے عورت کو طلاق کا علم ہو جاتا ہے۔ نہ کہ وقوع طلاق کے دن سے۔ آپ کا قول ہے: "اگر عورت کو طلاق مل جائے یا شوہر مر جائے اور وہ خود دوسری جگہ ہو تو اس کی عدت اس دن سے شروع ہوگی جس دن اسے اس کی اطلاع ملے گی" [۱۵] اگر اسے زمانہ حیض میں یہ اطلاع ملے گی تو اس کا یہ حیض بے کار جائے گا اور عدت میں اس کا شمار نہیں ہو گا۔ یعنی اس حیض کے بعد اسے تین حیض اور گذارنے ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کے متعلق جس نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہو، فرمایا: "اس حیض کا شمار عدت میں نہیں گا" [۱۶]

لیکن اس اصول کا شوہر کے رجوع یا وراثت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک طرف اگر اسے تین حیض گذرنے کے بعد طلاق کا علم ہو تو عدت کی ابتدا اسی دن سے ہوگی جس دن اسے اطلاع ملی، لیکن دوسری طرف شوہر کو اس عدت کے دوران اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا اور اگر اس دوران اس کا شوہر مر جائے تو وہ اس کی وارث بھی نہیں ہو گی، عبدالرزاق نے اس عورت کے متعلق ایک روایت درج کی ہے جسے ایک یا دو طلاقیں ہو گئی تھیں لیکن اسے اس کی اطلاع عدت کی مدت گذر جانے کے بعد ملتی ہے، آیا شوہر اس سے رجوع کر سکے گا یا یہ ایک دوسرے کے وراث ہو سکیں گے؟ سب کے نزدیک متفقہ طور پر اس کا جواب نفی میں ہے۔ [۱۷]

دوسری روایت میں جس کا ذکر امام شافعی نے کتاب الام میں کیا ہے یہ ہے کہ اس کی عدت شوہر کی طرف سے طلاق دینے یا وفات پانے کے دن سے شروع ہو جائے گی۔ [۱۸]

۲) حاملہ عورت کی عدت کی انتہا جڑواں بچوں میں سے آخری بچے کی پیدائش کے ساتھ ہو جائے گی (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۱)

حیض کے حساب سے عدت گذارنے والی عورت کی عدت کی انتہا آخری حیض سے غسل کر

لینے کے ساتھ ہو جائے گی (دیکھئے لفظ رجعہ، فقرہ ۲، جز۔ ب) مہینوں کے حساب سے عدت گذارنے والی عورت کی عدت کی انتہا تین ماہ گذرنے کے ساتھ ہو جائے گی۔

د) طلاق کی بنا پر عدت گذارنے والی عورت کا نان ونفقہ: حضرت علیؓ نے طلاق یافتہ عورت کو نان ونفقہ اور رہائش دینے کا حکم دیا تھا۔ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۴)

ھ) عدت کی انتہا کے متعلق عدت گذارنے والی عورت کے قول کو قبول کرنا: ہم نے حضرت علیؓ سے اس عورت کے متعلق جو روایت کی ہے جس نے ایک ماہ میں تین حیض پورے ہونے کا دعویٰ کیا تھا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عدت گذارنے والی عورت اپنی عدت کے اختتام کے متعلق ایسی اطلاع دے جو انسانی عادت کے خلاف ہو تو اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔

۳۔ خلع کرا لینے والی عورت کی عدت: حضرت علیؓ کا قول ہے: "خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت وہی ہے جو طلاق لے لینے والی کی ہے" [۱۹]

۴۔ عدت وفات:

الف) عدت وفات کس پر واجب ہوتی ہے: عدت وفات ہر اس عورت پر واجب ہوتی ہے جو نکاح صحیح کے ذریعے کسی کے عقد میں آئی ہو، پھر چاہے شوہر نے اس سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو، اور چاہے عقد نکاح کے بعد اسے خلوت صحیحہ میسر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے اس کے لئے مہر کی رقم مقرر کی ہو یا نہ کی ہو۔ اس شخص کے متعلق جس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا، اور ابھی ہم بستری بھی نہیں کی تھی اور مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کی وفات ہو گئی، آپ نے فرمایا: "اسے شوہر کی وراثت میں سے حصہ ملے گا نیز اسے عدت گذارنی ہو گی لیکن اس کے لئے کوئی مہر نہیں" [۲۰]

ب) عدت وفات کا حساب: اگر عدت وفات گذارنے والی بیوہ آزاد ہو تو وہ چار مہینے دس دن گذارے گی بشرطیکہ حاملہ نہ ہو۔ اور اگر لونڈی ہو تو دو مہینے اور پانچ دن گذارے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "غیر حاملہ عورت کا شوہر مر جائے تو اگر عورت آزاد ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہو گی اور لونڈی کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی دو مہینے اور پانچ دن ہو گی" [۲۱]

ام ولد کا شوہر اگر اس کے آقا کی وفات کے بعد مرا ہو تو وہ آزاد عورت کی عدت گذارے

گی اور اگر آقا کی موت سے پہلے اس کی موت ہو گئی ہو تو لونڈی کی عدت گذارے [۲۲] لیکن اگر اس کے آقا کی وفات ہو جائے تو وہ تین حیض گذارے گی [۲۳] اگر بیوہ حاملہ ہو تو دونوں مدتوں میں سے جو مدت طویل ترین ہو وہ اس کی عدت کی مدت ہو گی، یعنی اگر دنوں کے حساب سے عدت گذارنے سے پہلے وضع حمل ہو جائے تو عدت کی مدت دنوں کے حساب سے ہو گی اور اس کے برعکس صورت میں عدت کی انتہا وضع حمل کے ساتھ ہو گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "حاملہ کی عدت کی مدت وہ ہو گی جو ان دونوں مدتوں میں سے طویل ترین ہو گی" [۲۴] مغیرہ بن مقسم کہتے ہیں: "میں نے شعبی سے کہا کہ مجھے تو یقین نہیں آتا کہ حضرت علیؓ نے بیوی کی عدت کی مدت آخر الاجلین (چار مہینے دس دن اور وضع حمل، ان دونوں میں سے جو طویل ترین ہو) رکھی ہے۔ شعبی نے جواب دیا کہ تمہیں جس طرح اور باتوں پر یقین ہے، حضرت علیؓ کے اس مسلک کے متعلق بھی یقین ہونا چاہیئے، حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ آیت کریمہ (وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الطلاق۔ ۴: اور حاملہ عورتوں کی مدت یہ ہے کہ وضع حمل ہو جائے) طلاق یافتہ حاملہ عورت کے متعلق ہے" [۲۵]

ج) عدت وفات گذارنے کی جگہ، حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ بیوہ کو عدت گذارنے کے لئے رہائش دینا ضروری نہیں ہے، وہ جس جگہ چاہے عدت کے دن گذار سکتی ہے [۲۶] البتہ اسے اس کے مرحوم شوہر کے گھر سے نکالنا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) جس جگہ عدت کے ایام گذارنا چاہے گذار سکتی ہے" [۲۷] آپ نے یہ بھی فرمایا تھا: "بیوہ (عدت کے دوران) سفر کر سکتی ہے، اور عدت گزرنے کا انتظار نہیں کیا جائے" [۲۸] آپ خود ایسی عورتوں کو چلے جانے اور سفر کرنے کے لئے کہتے [۲۹] چنانچہ آپ نے حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اپنی بیٹی ام کلثوم کو جو حضرت عمرؓ کی بیوہ تھیں، سات دن کے بعد حضرت عمرؓ کے گھر سے اپنے گھر منتقل کر لیا تھا، [۳۰] اس لئے کہ ارشاد باری ہے (فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ البقرہ۔ ۲۴۰: اگر یہ نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جو اپنے بارے میں کریں)۔

د) عدت گذارنے والی بیوہ کا جو حاملہ بھی ہو نان و نفقہ (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۴، جزء۔ الف)

۵۔ عدت گذارنے والی عورت کو کون کون سے کام نہیں کرنے چاہئیں:

الف ) بناؤ سنگار اور خوشبو : طلاق رجعی کی وجہ سے عدت گذارنے والی عورت کو زینت کرنا اور خوشبو لگا کر شوہر کے سامنے آنا جائز ہے۔ تاکہ شوہر کے دل میں اس سے رجوع کر لینے کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایک یا دو طلاق یافتہ عورت کے لئے خوشبو لگانے اور زیب و زینت کرنے میں کوئی حرج نہیں" [۳۱] نیز آپ نے فرمایا: "طلاق رجعی پانے والی عورت اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگار کر سکتی ہے۔ [۳۲] جب اس کے لئے بناؤ سنگار کر کے اپنے شوہر کے سامنے آنا جائز ہے تو شوہر کے لئے بھی جائز ہو گا کہ وہ اجازت لئے بغیر اس کے پاس چلا جائے، بخلاف طلاق بائن کے تحت عدت گذارنے والی عورت کے کہ اس کا شوہر اسکی اجازت کے بغیر اس کے پاس جا نہیں سکتا، حضرت علیؓ نے فرمایا: "طلاق یافتہ عدت گذارنے والی عورت کا شوہر، طلاق رجعی کی صورت میں، اجازت لئے بغیر آ سکتا ہے، اور اگر طلاق بائن کی وجہ سے اس پر حرام ہو چکی ہو، اور شوہر کے پاس صرف ایک کمرے والا مکان ہو، تو جب عورت گھر میں ہو تو شوہر اجازت لے کر اندر آئے اور جب شوہر گھر پر ہو تو عورت اجازت لے کر اندر آئے اور دونوں اپنے درمیان ایک پردہ لٹکا دیں" [۳۳]

شوہر کی وفات کی بنا پر عدت گذارنے والی بیوہ کے لئے بالا جماع بناؤ سنگار کرنا اور خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ ہمیں حضرت علیؓ سے کوئی روایت ایسی نہیں ملی جس سے طلاق بائن کی صورت میں عدت گذارنے والی عورت کے لئے بناؤ سنگار اور خوشبو کی اباحت یا حرمت کا پتہ چل سکے۔

ب ) گھر سے نکلنا : طلاق رجعی کی صورت میں عدت گذارنے والی عورت نہ دن کے وقت گھر سے باہر جائے گی اور نہ رات کے وقت کیونکہ وہ عدت ختم ہونے تک اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ البتہ بیوہ اور طلاق بائن پانے والی کے لئے دن کے وقت گھر سے نکلنا حلال ہے اور ان کے لئے اپنے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ رات گزارنا جائز نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ایک یا دو طلاق کی وجہ سے عدت گذارنے والی عورت عدت کی مدت ختم ہونے تک نہ دن کے وقت گھر سے باہر نکلے گی اور نہ ہی رات کے وقت۔ اور عدت گزارنے والی بیوہ دن کے وقت گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن رات اپنے گھر میں ہی گذارے گی" [۳۴]

ج) نکاح کرنا: طلاق یا وفات کی وجہ سے عدت گذارنے والی عورت کے لئے نکاح کرنا یا اسے پیغام نکاح بھیج دینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر مرد تعریضاً یعنی اشاروں اور کنایوں میں نکاح کی بات کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں (دیکھئے لفظ تعریض فقرہ ۲، جز۔ ب) اگر اس نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح باطل ہو گا اور دونوں میں فی الفور علیحدگی کرا دی جائے گی۔ پھر اسے پہلے شوہر کی عدت گذارنے کے بعد دوسرے شوہر کی عدت بھی گذارنی پڑے گی اور وہ دوسرے شوہر سے ہم بستری کی بنا پر مہر کی حقدار ہو گی۔ اگر پہلے شوہر سے ملنے والی طلاق ایک یا دو ہوں تو ایسی صورت میں عدت گذارنے کے بعد وہ اسے پیغام نکاح دے سکتا ہے، اس کا دوسرا شوہر بھی ایسا ہی کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کی یہ طلاق تیسری طلاق ہو تو دوسرا شوہر تو عدت ختم ہونے کے بعد پیغام نکاح دے سکتا ہے۔ پہلا شوہر ایسا نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، ان کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا: "ان دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے، عورت پہلی عدت مکمل کرنے کے بعد دوسرے شوہر کی عدت نئے سرے سے مکمل کرے اور دوسرا شوہر ہم بستری کی وجہ سے مہر ادا کرے۔ اور یہ دونوں اسے الگ الگ پیغام نکاح دے سکیں گے" [۳۵]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے عدت کے اندر نکاح کر لیا تھا۔ آپ نے اس سے مہر کی رقم لے کر بیت المال میں رکھ دی اور دونوں میں علیحدگی کرا دی، اور فرمایا کہ اب یہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے۔ آپ نے اس عورت کو سزا بھی سنائی، حضرت علیؓ نے اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرمایا: "بات ایسی نہیں ہے۔ یہ صرف لوگوں کی جہالت کا نتیجہ ہے۔ یہ معاملہ اس طرح حل ہونا چاہئے کہ میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے، عورت پہلے شوہر کی طلاق کی عدت مکمل کر کے دوسرے شوہر سے علیحدگی کی عدت نئے سرے سے مکمل کرے، اور ہم بستری کی وجہ سے دوسرے شوہر سے ملنے والی مہر کی رقم اس عورت کے حوالے کی جائے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: "لوگو! جہالت کی باتوں کو سنت کی طرف لوٹاؤ" [۳۶] (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ د)

۶۔ بیوی کی عدت میں شوہر کو کن باتوں سے رکنا چاہیئے:

الف) جب ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے لئے اس کی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے جب تک اس کی بیوی کی عدت گذر نہ جائے، چاہے یہ عدت طلاق رجعی کی بنا پر ہو یا بائن کی وجہ سے۔ اس میں طلاق بائن اصغر اور اکبر (ایک بائن طلاق یا تین طلاقیں) دونوں شامل ہیں۔ جب عدت گذر جائے تو پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہو گا۔ حضرت علیؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی اور پھر عدت کے اندر اس کی بہن سے نکاح کر لیا تو آپ نے فرمایا: "دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی" [۳۷]

ب) اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور ایک کو طلاق دے دے تو جب تک اس کی عدت گذر نہ جائے وہ کسی عورت سے چوتھی بیوی کے طور پر نکاح نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے ایسے ہی شخص کے متعلق فرمایا: "اس کے لئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا درست نہیں ہو گا جب تک مطلقہ کی عدت گذر نہ جائے" [۳۸]

۷۔ زانی عورت کی عدت:

عدت کی مشروعیت تو حفظ نسب کی خاطر ہے، اور زنا کار مرد کو اس بچے کے نسب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جو اس کے نطفے سے زانی عورت کے گھر پیدا ہو گا۔ اس لئے زانی عورت کے لئے عدت مشروع نہیں کی گئی۔ ابن المنذر نے کہا کہ ہمیں اس مسئلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔ [۳۹]

## عذرہ: فضلہ

زراعت میں انسانی اور حیوانی فضلے کو بطور کھاد استعمال کرنا (دیکھیئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۱)

فضلے کی فروخت (دیکھیئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب)



## عرب: عرب

مشرکین عرب کے ساتھ عقد ذمہ کی ممانعت (دیکھیئے لفظ ذمہ، فقرہ ۳)

مشرکین عرب میں سے قید ہونے والوں کے ساتھ امام المسلمین کا طریق کار (دیکھئے لفظ اسر، فقرہ ۲)

امیر المومنین کے لئے عرب ہونے کی شرط (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۳)

## عرفہ : عرفات

حج میں وقوف عرفہ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۹)

## عزل : جدا کرنا، معزول کرنا

### ۱۔ تعریف :

جماع کرتے وقت مرد کے مادۂ منویہ کو عورت کے رحم تک پہنچنے سے روک دینا عزل کہلاتا ہے۔

### ۲۔ عزل کا حکم :

عزل کے حکم کے متعلق حضرت علیؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنی لونڈیوں سے عزل کرتے تھے[۴۰] عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کی ایک لونڈی تھی جس کا نام جملنہ یا ام جمانہ تھا، حضرت علیؓ اس سے عزل کرتے تھے۔ جب آپ سے کہا گیا تو آپ نے فرمایا: "کیا میں ایسی چیز کو زندہ کر دوں جسے اللہ تعالیٰ نے مار دیا ہے" [۴۱] آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں کسی ایسی مخلوق کو بنانے پر قادر نہیں ہوں جس کا وجود اللہ نے مقدر نہیں کیا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے عزل کو ناپسند فرمایا ہے[۴۲] آپ کا قول ہے: "عزل خفی واد (زندہ درگور کرنا) ہے" [۴۳] ہم ان دونوں روایتوں میں یوں تطبیق کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے اباحت عزل کی روایت کو لونڈی سے عزل پر محمول کرتے ہیں۔ خاص کر اس لئے بھی کہ اباحت عزل کی تمام روایات لونڈیوں کے متعلق ہیں۔ حضرت علیؓ نے لونڈی سے عزل کی اباحت اس لئے کر دی کہ اگر لونڈی کے ساتھ ہم بستری کرنے والا اس کا آقا ہو تو بچے کی پیدائش کے سلسلے میں لونڈی کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اور اگر لونڈی کا خاوند اس کے ساتھ ہم بستری کرے تو خاوند کو اپنی اولاد کو غلام بنانے میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اس لئے حضرت علیؓ نے لونڈی سے عزل کو مباح قرار دیا۔ رہی وہ روایت جس میں عزل کی کراہت منقول ہے تو اسے آزاد عورت سے عزل

پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے کہ آزاد عورت کا اپنے بچے پر حق ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ ہمیں کفر کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی غرض سے مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔
حضرت علیؓ سے پہلے حضرت عمرؓ کی بھی یہی رائے تھی۔ [۴۴]

## عسل : شہد

شہد میں زکوٰۃ نہیں ہے (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۴، ۱۳)

## عشاء . عشاء

عشاء کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۱)

## عشر. دسواں حصہ

### ۱۔ تعریف :

لفظ عشر بولا جاتا ہے تو اس سے مراد فصلوں کی زکوٰۃ ہوتی ہے (دیکھئے لفظ زکاۃ، فقرہ ۱)
اس سے مراد وہ رقم بھی ہوتی ہے جو اسلامی حکومت ان تاجروں سے وصول کرتی ہے جو اسلامی ملک سے گذر کر جاتے ہیں۔

### ۲۔ احکام عشر:

عشر کا دوسرے معنی میں سب سے پہلے نفاذ اور اس کی تنظیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی۔ آپ کی وفات کے بعد یہی سلسلہ جاری رہا۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے زمانے میں حضرت عمرؓ کے وضع کردہ نظام کو باقی رکھنے کو ترجیح دی[۴۵] حضرت علی رضی اللہ عنہ میں پہلے سے چلے آنے والے اداروں اور تنظیموں میں تبدیلی نہ کرنے کا رجحان تھا۔ ابن المنذر نے ایوب سے روایت کی ہے۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے محمد کو ابو معشر سے کہتے ہوئے سنا ہے : " تم لوگ حضرت علیؓ سے جن باتوں کا تذکرہ کرتے ہو ان میں سے اکثر کے متعلق میں تم پر شک کا الزام دھرتا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ سے عبیدہ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ حضرت علی نے مجھے (عبیدہ) اور قاضی شریح کو طلب کر کے یہ فرمایا تھا. " مجھے اختلاف سے نفرت ہے۔ اس لئے تم لوگ پہلے کی طرح لوگوں کے مقدمات فیصل کرتے رہو یہاں تک کہ تمام لوگ (پوری امت مسلمہ) ایک مرکز پر جمع ہو جائیں یا اسی کوشش میں

میری جان چلی جائے جیسا کہ میرے رفقاء کی جانیں چلی گئی ہیں" ۔ عبیدہ نے کہا کہ پھر لوگوں کے ایک مرکز پر جمع ہونے سے پہلے حضرت علیؓ شہید کر دیے گئے" [۴۶]

ایک زمین پر عشر اور خراج کا بیک وقت عدم نفاذ (دیکھئے لفظ خراج، فقرہ ۳)

اگر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نافذ نظام عشر کا مطالعہ کرنا چاہیں تو ہماری کتاب فقہ عمر بن الخطاب، لفظ عشر کا مطالعہ کیجئے۔

## عشرة : زندگی

ازدواجی زندگی (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸)

## عصبہ : عصبہ

### ۱۔ تعریف :

کسی شخص کے باپ کی طرف کے رشتہ داروں کو اس کے عصبہ کہا جاتا ہے۔

### ۲۔ احکام عصبہ :

عصبہ کی قسمیں اور ان کی میراث (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ و)

ابن زنا اور ابن ملاعنہ کے عصبہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۳، جز۔ ب) اور (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ح)

ایک شخص کے عصبات تمام رشتہ داروں سے بڑھ کر ولایت نکاح کے حقدار ہوتے ہیں (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ھ)

میت پر نماز جنازہ کے استحقاق میں عصبات کی ترتیب (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جز۔ ھ)

## عصر : عصر

نماز عصر کا وقت (دیکھئے لفظ صلوٰۃ۔ فقرہ ۴، جزھ، مسئلہ ۱۔ ۲)

عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز نہ پڑھنے کا حکم (دیکھئے لفظ صلوٰۃ فقرہ ۴، جزھ، مسئلہ ۴)

ایک راویت کے مطابق نماز عصر ہی صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ (دیکھئے لفظ صلوٰۃ، فقرہ ۳)

## عصفر : زرد رنگ

پیلے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی کراہت (دیکھئے لفظ لباس، فقرہ ۲)

## عطاء : عطا۔ وظیفہ

۱۔ تعریف :

فیئ (عشر، خراج، جزیہ اور مال غنیمت) میں سے امام المسلمین کسی مسلمان کے لئے جو حصہ مقرر کر دے اسے عطاء کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکامات اور مستحقین (دیکھئے لفظ فیئ، فقرہ ۵)

## عطیہ : عطیہ

زندگی میں کوئی عوض لئے بغیر کسی کو کسی چیز کا مالک بنا دینا عطیہ کہلاتا ہے۔ یہ ہبہ (دیکھئے لفظ ہبہ)، تحفہ (دیکھئے لفظ ہدیہ) اور صدقہ (دیکھئے لفظ صدقہ) سب کو شامل ہے۔

## عظم : ہڈی

ہڈی کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۱، جز۔ ج) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

ہڈی کے ذریعے جانور ذبح کرنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۳)

## عفو : معاف کرنا

قصاص معاف کرنے کا حق کسے حاصل ہوتا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱)

## عقوبہ : سزا

۱۔ تعریف :

کسی صاحب اختیار کا، قانون کی خلاف ورزی کی بنا پر، کسی شخص کو ایسے کام کا پابند کر دینا جس کی انجام دہی اس کے لئے بہت مشکل ہو، عقوبت کہلاتا ہے۔

۲۔ عقوبت کی قسمیں :

عقوبت کی کئی قسمیں ہیں:

حد (دیکھئے لفظ حد)، تعزیر (دیکھئے لفظ تعزیر) اور کفارہ (دیکھئے لفظ کفارۃ) لیکن دیت کا شمار

عقوبت میں نہیں ہوتا، یہ دراصل نقصان کے معاوضہ کی ایک شکل ہوتی ہے۔

## عقیقہ : عقیقہ

حضرت علیؓ اپنے بچوں (بیٹوں اور بیٹیوں) کے لئے ایک ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے۔ [۴۷]

## علم : علم

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت نقل کی ہے جو آپ نے کمیل بن زیاد کو کی تھی، اس وصیت کی حیثیت ایک در ثمین کی ہے۔ ہم یہاں اسے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اے کمیل بن زیاد! دلوں کی حیثیت برتنوں کی طرح ہے۔ بہترین دل ہے وہ جو سب سے زیادہ باتیں اپنے اندر محفوظ کر لے، اس لئے جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے اپنے دل میں محفوظ کر لو، لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو عالم ربانی ہے، دوسرا وہ جو راہ نجات حاصل کرنے کے لئے تحصیل علم میں مشغول ہے اور تیسرے وہ بے وقوف اور چرواہے قسم کے لوگ جو ہر کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے اور جس طرف ہوا کا رخ دیکھتے ہیں اسی طرف ہو لیتے ہیں۔ ایسے لوگ نہ تو علم کے نور سے مستفید ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی مضبوط ستون کا سہارا لیتے ہیں۔

علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے، علم میں عمل کی بنا پر اور چمک پیدا ہو جاتی ہے اور مال خرچ کرنے پر گھٹ جاتا ہے۔ عالم سے محبت رکھنا ایسا قرض ہے جس کا پورا بدلہ ملتا ہے، علم کی وجہ سے عالم کی زندگی میں اس کی بات مانی جاتی ہے اور مرنے کے بعد اس کا ذکر خیر ہوتا ہے۔ اور مال کی بھلائی مال کے ختم ہونے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، مال کے خزانوں والے زندگی میں ہی مر چکے ہوتے ہیں اور علماء تا ابد زندہ رہنے والے ہیں۔ علماء جسمانی طور پر نظروں سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں لیکن ان کی تصویریں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ ہاں، اس جگہ (اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے) علم ہے۔ کاش کہ مجھے اس کے حاملین مل جاتے! ہاں، مجھے ملا ہے تو ایسا سمجھدار (طنزاً فرمایا) ملا ہے جس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا، جس نے دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے، جو اللہ کی کتاب کے خلاف اللہ کی قائم کردہ دلیلیں بطور حجت پیش کرتا اور اس کی نعمتوں کو اس کے بندوں کے خلاف استعمال کرتا ہے، یا مجھے ایسا شخص ملا ہے جو اہل

حق کا فرماں بر دار تو ہے لیکن حق کو زندہ کرنے کے متعلق اسے کوئی بصیرت نہیں ہے، اس کے دل پر شبہ کا پہلا سایہ پڑتے ہی وہ شک میں مبتلا ہو کر ڈول جاتا ہے پھر نہ ادھر کا رہتا ہے اور نہ ادھر کا. یا پھر ایسا شخص ہاتھ آیا ہے جو دنیوی لذات میں منہمک ہے اور شہوات کا آسانی سے غلام بن جاتا ہے۔ یا وہ ایسا شخص ہے جو مال سمیٹنے اور جمع کرنے میں دیوانہ وار لگا ہوا ہے، یہ طریقہ دین دار لوگوں کا نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ انہیں چرنے والے جانوروں کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے، اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ حاملین علم کی موت سے علم بھی دنیا سے اٹھ جاتا ہے، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اللہ کی زمین ایسے لوگوں سے خالی نہیں جو اللہ کی خاطر مضبوط دلیل کی بنیاد پر اپنی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں، تاکہ اللہ کی حجتیں اور نشانیاں باطل نہ ہو جائیں. اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت قلیل ہے لیکن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ ان ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی حجتوں کا دفاع کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ انہیں اپنے ہم مشرب لوگوں تک پہنچا دیتے اور اپنے رفقاء کے دلوں میں ان کی تخم ریزی کر دیتے ہیں، پھر ان کے ذریعے ہی علم حقیقت حال پر چھا جاتا ہے۔ اور علم کی دولت حاصل کرنے کے لئے یہ نرم پڑ جاتے ہیں، جبکہ دنیا داروں کے لئے علم کا رویہ سخت ہو جاتا ہے. (جس کی بنا پر علم دنیا داروں کے ہاتھ نہیں آتا) انہیں علم سے انس ہو جاتا ہے جبکہ جاہلوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے۔ ان کے بدن دنیا کے اندر ہیں لیکن ان کی روحیں منظر اعلیٰ کے ساتھ چپکی ہوتی ہیں، یہی لوگ اللہ کی زمین پر اللہ کے خلیفہ اور اس کے دین کے داعی ہیں۔ ہائے، ہائے، ایسے لوگوں کی زیارت کا کس قدر مجھے اشتیاق ہے، اے کمیل، میں اپنے لئے اور تیرے لئے اللہ سے استغفار کرتا ہوں، اب تو جا سکتا ہے" [۴۸]

## عمامہ . پگڑی

### ۱۔ پگڑی کی شکل :

ابو رزین کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کو عید کے دن پگڑی باندھے ہوئے دیکھا تھا اور آپ نے اس کا شملہ پیچھے لٹکا رکھا تھا" [۴۹]

### ۲۔ پگڑی کا رنگ :

جعفر کے ایک غلام سے جس کا نام ہرمز تھا روایت ہے۔ وہ کہتا ہے. "میں نے حضرت علیؓ کے سر پر سیاہ رنگ کی پگڑی دیکھی تھی، جسے آپ نے آگے اور پیچھے سے لٹکا رکھا تھا" [۵۰]

۳۔ وضو میں پگڑی پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ز، مسئلہ ۳)

## عمرؓ بن الخطاب : حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

جو شخص حضرت عمرؓ پر حضرت علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت کا قائل ہو اس کی سزا (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳، جز۔ ب)

## عمریٰ : تاحیات

اگر کوئی شخص کسی شخص کو ایک چیز سے تاحیات فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دے تو اسے عمریٰ کہیں گے۔ (دیکھئے لفظ ہبہ، فقرہ ۴)

## عمرۃ : عمرہ

دیکھئے لفظ حج

۱۔ سال کے دوران ایک سے زائد مرتبہ عمرہ کرنا :

اگرچہ بعض تابعین اور تبع تابعین مثلاً نخعی ، حسن بصری، محمد بن سیرین، امام مالک اور دوسرے حضرات سال میں کئی دفعہ عمرہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے[۵۱] لیکن حضرت علیؓ اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں سمجھتے تھے[۵۲] بلکہ ایک مسلمان اگر ہر ماہ ایک دفعہ عمرہ کرنے کے لئے وقت نکال لے تو یہ بہت ہی بہتر ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ہر ماہ ایک عمرہ ہے" [۵۳]

۲۔ عمرہ کو مشروط کرنا :

عمرہ کے لئے احرام باندھنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یہ شرط لگا دے کہ میں اسی جگہ احرام کھول دوں گا جہاں مجھے عمرہ محبوس کر دے۔ [۵۴]

## عنہ : قوت باہ کی کمزوری

اگر مرد کے آلہ تناسل میں قوت باہ کی کمزوری کی وجہ سے عندالجماع نعوظ نہ ہو تو ایسی حالت کو عنہ کہتے ہیں۔

ایسے شخص کو مہلت دینا اور پھر اس کی بیوی اور اس کے درمیان علیحدگی کرا دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ب، مسئلہ ۳)

## عورة : ستر

۱۔ تعریف :
انسانی جسم کا وہ حصہ جس کا پوشیدہ رکھنا واجب اور جسے کھولنا حرام ہے، عورة کہلاتا ہے۔

۲۔ ستر پوشی واجب ہے :
ستر پوشی نماز سے باہر بھی واجب ہے اور یہ وجوب اللہ کی طرف سے ہے۔ اس لئے کہ ملائکہ اس شخص سے اپنی نظریں پھیر لیتے ہیں جس کا ستر کھلا ہو۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص کا ستر کھلا ہوتا ہے، فرشتے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں" [۵۵] اسی لئے آپ ہر اس شخص سے بڑی سختی سے پیش آتے تھے جو ستر پوشی میں کوتاہی کرتا، عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم کچھ لوگ مل کر نہا رہے تھے اور ایک دوسرے پر پانی ڈال رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر حضرت علیؓ نے فرمایا: "کس قدر افسوس کی بات ہے کہ تم نہا رہے ہو لیکن ایک دوسرے سے ستر پوشی نہیں کر رہے ہو۔ بخدا مجھے خوف ہے کہ تم لوگ کسی برائی کے خلف (جگہ لینے والے) نہ بن جاؤ" [۵۶] آپ کہا کرتے تھے: "اگر مجھے آری سے چیر دیا جائے تو یہ میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ ہو گا کہ میری نظر کسی کے ستر پر پڑے یا کوئی میرے ستر کو دیکھے" [۵۷] آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص کھلی زمین یا چھت پر نہ نہائے جہاں اس کے لئے کوئی پردہ نہ ہو۔ اگر تمہیں کھلی جگہ نہانا پڑ جائے تو کسی دیوار یا اونٹ یا کپڑے کی آڑ لے کر پردہ کر لو، اگر کچھ نہ ملے تو اپنے ارد گرد دائرے کی شکل کا خط کھینچ کر بسم اللہ پڑھ کر غسل کر لو" [۵۸] (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۶)

۳۔ ستر پوشی کے حدود :
حضرت علیؓ مرد کی ناف کو ستر میں داخل سمجھتے تھے، اسی لئے آپ ناف کے اوپر ازار باندھتے۔ اسلمین کے آزاد کردہ غلام ابو العلاء کا کہنا ہے: "میں نے حضرت علیؓ کو ناف کے اوپر ازار باندھے دیکھا تھا" [۵۹] اسی طرح آپ ران کو ستر میں داخل سمجھتے تھے۔ یہ وہ بات ہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیہقی اور طحاوی کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ سے فرمائی تھی، آپ کہتے ہیں: "ایک دفعہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے تو میری رانوں پر کپڑا نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "اپنی ران پر کپڑا ڈالو کیونکہ یہ ستر میں داخل ہے" [۶۰]

۴۔ فروخت کے لئے لائی ہوئی لونڈی کے جسم کے پوشیدہ حصوں پر نظر ڈالنا.

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ فروخت کے لئے پیش کردہ لونڈی کی حیثیت چوپائے کی طرح ہوتی ہے اور جو شخص اسے خریدنا چاہے اسے اس کے جسم کا جائزہ لینے کی اجازت ہے، چاہے اس جائزے کے لئے اس کے جسم کے پوشیدہ حصوں پر نظر کیوں نہ ڈالنی پڑے. آپ سے پوچھا گیا تھا کہ لونڈی کو خریدتے وقت اس کی پنڈلی، سرین اور پیٹ پر نظر ڈالی جا سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: "اس میں کوئی حرج نہیں، اس لونڈی کی کوئی حرمت نہیں، اسے تو مول تول لگانے کے لئے بازار میں کھڑا کیا گیا ہے" [۶۱] (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جزء ب، مسئلہ ۳)

## عول : عول

اگر ورثاء کے مقررہ حصے بڑھ جائیں تو تمام حصوں کو پورا کرنے کے لئے ان کے مقررہ حصوں میں کمی کرنا عول کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵)

## عیب : نقص

عیب کی وجہ سے خریدی ہوئی شے کو واپس کرنے کا اختیار (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۳)

ایسے عیوب جن کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸)

## عید : عید

### ۱۔ عید کے لئے غسل کرنا:

حضرت علیؓ عیدین کے لئے غسل کرنا سنت سمجھتے تھے۔ ایک شخص نے غسل کے متعلق آپ سے پوچھا آپ نے جواب دیا کہ اگر چاہو تو ہر روز غسل کر سکتے ہو، سائل نے کہا: "میں اس غسل کے متعلق پوچھتا ہوں جو اصل میں غسل ہے۔" آپ نے جواب دیا: "جمعہ، عرفہ، عیدالاضحیٰ اور عید الفطر کے دنوں کا غسل" [۶۲] آپ کا یہ بھی قول ہے: "اصل نہانا تو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کا نہانا ہے" [۶۳]

آپ کا معمول یہ تھا کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے غسل کرتے تھے" [۶۴]

### ۲۔ عید کے لئے زیب و زینت کرنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ عید کے لئے تزین کرتے تھے. آپ پگڑی باندھتے اور اس کا شملہ لٹکا لیتے

تھے. ابو رزین کہتے ہیں: "ہم نے حضرت علیؓ کو عید کے دن دیکھا کہ آپ نے اپنی پگڑی کا شملہ اپنے پیچھے لٹکا لیا تھا" [۶۵]

۳۔ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھا لینا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ عید الفطر میں عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے کچھ کھا لیتے تھے تاکہ اس دن روزہ رکھنے والوں کے تشبہ سے بچ سکیں، لیکن عید الاضحیٰ میں نماز سے فراغت کے بعد واپس آکر کچھ کھاتے تھے[۶۶] ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لیا تھا۔ [۶۷]

۴۔ عید کی تکبیریں:

عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے بھی تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور عید گاہ پہنچنے تک تکبیریں کہتا رہے، عید الاضحیٰ کے دن حضرت علیؓ تکبیریں کہتے رہتے یہاں تک کہ عید گاہ جا پہنچتے[۶۸] یہ تکبیریں تکبیرات تشریق کے علاوہ ہیں جنہیں ایام تشریق میں ہر فرض نماز کے بعد کہا جاتا ہے (دیکھئے لفظ تشریق)

۵۔ عید کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹)

## عین: آنکھ

آنکھ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ د)

# حرف العین

## - ع -

۱۔ موسوعہ فقہ عمر، لفظ عاقلہ، فقرہ ۲

۲۔ المحلی جلد گیارہ ص ۶۳، المغنی جلد ششم ص ۲۶۱، ۲۶۴

۳۔ المحلی جلد گیارہ ص ۶۱

۴۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۴۲

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۷، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۱

۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۰، کنزالعمال رقم ۲۸۰۷۱، مسند زید جلد چہارم ص ۳۵۰، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۲۴

۷۔ المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۲

۸۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۳۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۱ ب، المحلی جلد دہم ص ۲۳۱

۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۹، ۱، مسند زید جلد چہارم ص ۳۳۲، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۷

۱۰۔ المحلی جلد دہم ص ۲۷۲، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۱۸، اخبار القضاۃ جلد دوم ص ۱۹۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۹

۱۱۔ المحلی جلد دہم ص ۲۷۲، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۱۹، اخبار القضاۃ جلد پچیس ص ۳۸۰

۱۲۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۴۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳، الموطا جلد دوم ص ۵۷۱، المحلی جلد دہم ص ۲۲۵، ۲۶۹، المغنی جلد ہفتم ص ۴۶۵، کنزالعمال ۱۴۵۰۵

۱۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۶۵

۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۴۹، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۹

۱۵۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۲۹، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۲۵، المحلی جلد دہم ص ۳۱۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۲، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۰۸

۱۶۔ کنزالعمال ۲۷۹۳۹

۱۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۲۹

۱۸۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۲

۱۹۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۵۰۶، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۰، کنزالعمال ۱۵۲۷۵، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۷۶

۲۰۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۷۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۴۷، مسند الشافعی جلد ہشتم ص ۴۷۰

۲۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۴۴

۲۲۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۸، کنزالعمال رقم ۲۷۹۷۳
۲۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۸۵
۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۳، کنزالعمال ۲۷۹۹۱، مسند زید جلد چہارم ص ۳۴۴، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۲۵۔ کنزالعمال ۲۷۹۹۲
۲۶۔ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من آلاثار ص ۱۸۴، المغنی جلد ہفتم ص ۵۲۱
۲۷۔ کنزالعمال ۲۸۰۰۰
۲۸۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۳۶
۲۹۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰، کنزالعمال ۲۸۰۱۱، المحلی جلد دہم ص ۲۸۵، ۲۸۷
۳۰۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۱ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۳۶
۳۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۵۱
۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۲ب
۳۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۵۱
۳۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۵۱
۳۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۵، ۲۴۹ب، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۰۸، ۲۰۹، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۱، المغنی جلد ہفتم ص ۴۸۱، مسند زید جلد چہارم ص ۳۷۴، آثار ابی یوسف رقم ۶۰۹، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳
۳۶۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۲
۳۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۱۸، مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۵، المبسوط جلد چہارم ص ۲۰۲
۳۸۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۵
۳۹۔ الاشراف علی مسائل الاجماع والخلاف رقم ۲۷۹، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۰
۴۰۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۳۱، المغنی جلد ہفتم ص ۲۳
۴۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۴۲
۴۲۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۳۱، المحلی جلد دہم ص ۷۱، المغنی جلد ہفتم ص ۲۳
۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۶ب
۴۴۔ موسوعہ فقہ عمر بن خطاب، لفظ عزل
۴۵۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۲۲
۴۶۔ الاشراف علی مسائل الاجماع والخلاف رقم ۲۷۹ (مطبوعہ مدینہ منورہ)
۴۷۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۲۳۴
۴۸۔ حلیۃ الاولیا جلد اول ص ۷۹

۴۹۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۲۸۱، کنزالعمال رقم ۲۴۵۱۱

۵۰۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۹

۵۱۔ موسوعہ فقہ ابراہیم النخعی، لفظ عمرہ، فقرہ ۱

۵۲۔ المجموع جلد ہفتم ص ۱۳۶، المغنی جلد سوم ص ۲۲۶

۵۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۲، المحلی جلد ہفتم ص ۶۸، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۴۴، المغنی جلد سوم ص ۲۲۶

۵۴۔ المغنی جلد سوم ص ۲۸۳

۵۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۹

۵۶۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۸۷، کنزالعمال ۲۷۳۹۱

۵۷۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۳۸

۵۸۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۵۹

۵۹۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۳۲، کنزالعمال رقم ۲۱۶۶۹

۶۰۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۲۲۸، شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۷۴

۶۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد جلد ہفتم ص ۲۸۷، کنزالعمال ۱۳۶۳۷

۶۲۔ سنن بیہقی جلد سوم ص ۲۷۸، مسند شافعی جلد ہشتم ص ۴۷۰

۶۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۶ب، الروض النضیر جلد اول ص ۳۳۰، المغنی جلد دوم ص ۳۷۰

۶۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۱۰، المجموع جلد پنجم ص ۸، امام شافعی اور امام بیہقی نے بھی یہ روایت کی ہے، لیکن میں نے اس روایت کے لئے ان دنوں کتابوں کا تتبع نہیں کیا۔

۶۵۔ کنزالعمال ۲۴۵۱۱

۶۶۔ المغنی جلد دوم ص ۳۷۱

۶۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۴

۶۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸۴ب، کنزالعمال ۳۴۷

# حرف الغین
# غ

## غائب : غائب

اس شخص کی بیوی کا نکاح جو گھر سے طویل عرصے سے غائب ہو (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۳، ۴)

## غرر : دھوکہ

### ۱۔ تعریف :

ناواقفیت (دھوکہ) یا خطر کو غرر کہتے ہیں۔

### ۲۔ غرر کے احکامات :

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیع غرر (ایسا سودا جس میں فروخت ہونے والی شے یا اس کی قیمت معلوم نہ ہو یا وہ چیز ابھی فروخت کرنے والے کے قبضے میں نہ ہو) سے منع فرماتے تھے[۱] اور ہر اس سودے کو فاسد شمار کرتے جس کے کسی ایک رکن میں غرر داخل ہو گیا ہو۔ اسی لئے آپ نے بیع کی درستی کے لئے یہ شرط لگا دی تھی کہ مبیع (فروخت ہونے والی شے) اور ثمن (قیمت) معلوم ہوں (دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۲، جز۔ ج، مسئلہ ۲) نیز (دیکھئے لفظ اجارہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۱) نیز آپ نے اس چیز کی فروخت سے بھی منع فرمایا جو ابھی قبضے میں نہ آئی ہو، اس لئے کہ اس میں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ خریدار کو اسے حوالہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آ جائے (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۱)

## غرہ : حمل کی دیت، قمری مہینے کی پہلی تاریخ

جنین (حمل) کی دیت کو غرہ کہتے ہیں، اس کی مقدار دیت کا بیسواں حصہ ہے۔
جنین کو نقصان پہنچانے والے جرم پر غرہ واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز۔ و) اور

(لفظ اجہاض، فقرہ ۲)

## غسل : غسل

### ۱۔ غسل کے اسباب :

غسل کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف) جنابت۔ جنابت کی حالت درج ذیل صورتوں سے پیدا ہوتی ہے۔

۱) منی کا نکلنا۔ منی کے نکلنے پر غسل واجب ہوتا ہے۔ خواہ ہم بستری سے نکلے یا ہم بستری نہ کی ہو اور منی نکل آئے تب بھی غسل کرنا واجب ہوتا ہے، مثلاً مشت زنی، چھیڑ چھاڑ، بد نظر یا احتلام وغیرہ۔ اس میں مرد اور عورت دونوں کے لئے مسئلہ یکساں ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جب عورت کو احتلام ہو جائے اور سیال مادے کا خروج ہو تو اس پر غسل واجب ہے" [۲] آپ نے یہ بھی فرمایا۔ "جب عورت کو اسی طرح کا جنسی خواب نظر آئے جیسا کہ مرد کو آتا ہے (یعنی صحبت کرنا) اور وہ اپنے کپڑوں پر تری دیکھ لے تو اسے غسل کر لینا چاہئے" [۳] اگر جنبی منی نکلنے کے بعد غسل کر لے اور پھر مادہ منویہ کا باقیماندہ حصہ نکل آئے تو اسے دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں [۴] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس جنبی کے متعلق فرمایا جو غسل کر لیتا ہے، لیکن اس کے بعد مادہ تولید کا کچھ جز نکل آتا ہے۔ "کہ اب وہ وضو کرے گا" [۵]

۲) ہم بستری۔ جو شخص صحبت کرے اور انزال منی ہو جائے، اس پر غسل کے وجوب میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن اگر صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے متعلق حضرت علیؓ سے دو روایتیں منقول ہیں:

اول۔ جو شخص اپنا آلہ تناسل فرج میں داخل کر دے وہ صحبت کا عمل پورا کر لیتا ہے اور اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے، چاہے انزال نہ بھی ہو۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے آپ نے فرمایا۔ "جب مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے سے مل جائیں تو غسل واجب ہو جائے گا، آپ نے یہ بھی فرمایا۔ "جب ایک شرمگاہ دوسری میں متجاوز ہو جائے، یعنی داخل ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے [۶] آپ نے ایسی ہم بستری کے متعلق جس میں انزال منی نہ ہو فرمایا۔ "اس سے طلاق منہدم ہو جاتی ہے، یعنی مطلقہ بیوی (طلاق رجعی کی صورت میں) پھر سے زوجہ بن جاتی ہے۔ اور مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے۔ نیز حد کا وجوب

بھی ہو جاتا ہے، تو کیا اس کی وجہ سے ایک صاع پانی استعمال کرنا (غسل کرنا) واجب نہ ہو سکے گا؟" [۷]

ابن ابی شیبہ نے رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے. رفاعہ کہتے ہیں: "ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: "اے امیرالمومنین، زید بن خالد جہنی [۸] مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں کو غسل کے متعلق اپنی رائے سے فتویٰ دے رہے ہیں" آپ نے انہیں بلانے کا حکم دیا. جب وہ آئے تو حضرت عمرؓ نے غصے میں ان سے فرمایا: "اے دشمن جاں. مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم اپنی رائے سے لوگوں کو فتویٰ دے رہے ہو" انہوں نے جواب میں عرض کیا: "امیرالمومنین! میں نے ایسا ہرگز نہیں کیا. لیکن میں نے اپنے اعمام (چچاؤں) ابو ایوب ابی بن کعب اور رفاعہ بن رافع سے ایک حدیث سنی تھی جسے میں بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے رفاعہ بن رافع کی طرف دیکھا جو اس مجلس میں موجود تھے اور پوچھا: "کیا تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرتے تھے؟ ہمیں تو اس کے متعلق نہ کوئی حرمت کی خبر پہنچی ہے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے. آیا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس کا علم تھا؟ حضرت رفاعہؓ نے جواب میں فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مہاجرین و انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کرنے کا حکم دیا. جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اس کے متعلق ان کی رائے پوچھی، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت علیؓ کے سوا تمام حضرات نے ایسی صورت میں غسل واجب نہ ہونے کی رائے دی، ان دونوں کی رائے یہ تھی کہ جب ایک شرمگاہ دوسری شرمگاہ میں آگے بڑھ جائے، یعنی ایلاج ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے. یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "آپ حضرات غزوۂ بدر میں حصہ لینے والے اصحاب ہیں۔ اگر آپ کے درمیان اختلاف ہے تو بعد میں آنے والے تو اور زیادہ اختلاف کریں گے" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "امیرالمومنین! اس معاملے میں ازواج مطہرات سے بڑھ کر کوئی زیادہ جاننے والا نہیں ہے. ان سے استفسار کریں" حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا تو انہوں نے اس کے متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کی. پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا. حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ جب ایک شرمگاہ دوسری شرمگاہ میں تجاوز کر جائے تو غسل

واجب ہو جاتا ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اعلان فرما دیا کہ اب مجھے جس کے متعلق اس رائے کے خلاف عمل یا قول کی اطلاع ملے گی میں اسے دردناک سزا دوں گا[۹] اسی لئے ابن ابی شیبہ نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سمیت تمام مہاجرین کا اس مسئلے پر اتفاق تھا کہ جس ہم بستری سے حد زنا کی دو صورتوں (رجم یا کوڑے) میں ایک واجب ہو جاتی ہے اس سے غسل بھی واجب ہو جاتا ہے۔[۱۰]

ابن عبدالبر نے الاستذکار میں کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے ایسی کوئی روایت منقول نہیں جس سے معلوم ہو کہ اگر ہم بستری کرنے کی صورت میں انزال منی نہیں ہوتا تو غسل واجب نہیں ہو گا۔[۱۱] الروض النضیر کے مصنف کا کہنا ہے کہ غسل واجب ہو جانے کی بات زیادہ درست ہے، اس لئے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے۔[۱۲]

دوم: اگر کوئی شخص صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں ہوتا۔[۱۳] حضرت علیؓ نے اس مرد کے متعلق جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے لیکن انزال نہیں ہوتا، فرمایا: ”اگر شوہر اپنے آلہ تناسل کے ذریعہ اپنی بیوی کو اتنے جھٹکے دے کہ اس کے کانوں کی دونوں بالیاں ہل جائیں، پھر بھی اس پر غسل واجب نہیں ہو گا“[۱۴]

۳) حیض، نفاس اور استحاضہ سے غسل واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ حیض)، (لفظ نفاس) اور (لفظ استحاضہ، فقرہ ۴)

ب) غسل عید: حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ عید کے روز غسل کرنا سنت ہے۔ (دیکھئے لفظ عید، فقرہ ۱)

ج) غسل جمعہ: غسل جمعہ کے متعلق بھی آپ کی یہی رائے تھی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ الف، مسئلہ ۱)

د) میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا: حضرت علیؓ سے منقول روایتیں اس پر متفق ہیں کہ جو شخص میت کو غسل دے گا اس کے لئے غسل کرنا ضروری ہو گا۔ آپ کا قول ہے: ”جس شخص نے میت کو غسل دیا اسے غسل کرنا چاہئے“[۱۵]

ابراہیم نخعی نے یہ روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رفقاء میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرتے تھے[۱۶] لیکن اس غسل کا حکم کیا ہے؟ اس کے متعلق حضرت

علیؓ کے رفقاء میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تو یہ واجب ہے[۱۷] اور بعض کے نزدیک یہ سنت ہے، اس کی تائید میں حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے: "میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کر لینا سنت ہے، اور اگر وضو کر لو تو پھر بھی کافی ہو جائے گا" [۱۸] سیاغی نے الروض النضیر میں حضرت علیؓ کے اس قول کو ترجیح دی ہے" [۱۹]

ھ) حمام کا پانی لگنے کے بعد: چونکہ حمام کے پانی میں نجاستوں کی ملاوٹ کا امکان ہوتا ہے اور وہاں نہانے والوں پر اس کی چھینٹیں پڑتی ہیں اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حمام سے نکلتے تو غسل کر لیتے[۲۰] تاکہ اس مشکوک پانی کی نجاست دھل جائے، درحقیقت یہ نجاست کے آثار کو دھو کر زائل کرنا ہوتا۔

و) حجامت (سینگی لگانے) کے بعد: انسان جب سینگی لگواتا ہے تو اس سے خون نکلتا ہے، اور اس خون کا اس کے جسم کے کئی حصوں میں لگنے کا امکان ہوتا ہے، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سینگی لگوانے کے بعد نجاست کے نشانات کو بدن سے دور کرنے کی غرض سے غسل کر لینا مستحب سمجھتے تھے، مصنف عبدالرزاق اور دوسری کتابوں میں روایت ہے کہ حضرت علیؓ پچھنے لگوانے کے بعد نہا لینے کو مستحب سمجھتے تھے[۲۱] مسند زید کی شرح الروض النضیر میں صراحت کے ساتھ اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ غسل محض نظافت اور صفائی کی غرض سے ہوتا تھا۔ [۲۲]

ز) بغل کے بال اکھیڑنے اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے بعد: ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ جو شخص پچھنے لگوائے یا موئے زیر ناف صاف کرے یا بغل کے بال اکھیڑے وہ غسل کر لے[۲۳] یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ایسی صورتوں میں غسل کرنا صرف نظافت حاصل کرنے کی غرض سے ہوتا ہے۔

ح) سستی کے بعد جسمانی چستی بحال کرنے کے لئے: حضرت علیؓ کا قول ہے: "میں سرد رات میں غسل کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ جنابت کے بغیر، تاکہ میری چستی بحال ہو اور پاکیزگی حاصل ہو" [۲۴]

ط) میت کو غسل دینا: میت کو نہلانا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۴) شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۱ ، جز- الف)

۲- غسل کا حکم: غسل کا حکم اس کے اسباب کی بنا پر مختلف ہوتا ہے، چنانچہ جنابت سے غسل فرض ہے،

میت کو نہلانے کے بعد غسل کرنا ــــ ایک روایت کے مطابق اور اسی طرح عیدین اور جمعہ کے دن نہانا سنت ہے، اور سینگی لگوانے اور حمام کا پانی لگنے سے نجاست کا اثر زائل کرنے کی غرض سے غسل کرنا نیز بغل کے بال اکھیڑنے، موئے زیر ناف صاف کرنے اور جسمانی چستی بحال کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے، حضرت علیؓ نے اپنے اس قول سے اس کی وضاحت فرمائی ہے:
"جنابت سے غسل کرنا فرض ہے: میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا سنت ہے اور اگر وضو کر لو تو کافی ہے، اور سینگی لگوانے کے بعد غسل کرنا، اگر وضو کرلو تو بھی کافی ہے، اور عیدین کے غسل کو میں چھوڑنا پسند نہیں کرتا، اسی طرح جمعہ کے دن غسل کرنے کو ترک کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس پر جمعہ کا دن آئے اسے غسل کر لینا چاہئے"[۲۵] احرام باندھتے وقت بھی اپنا جسم دھو لینا مباح ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزء ب، مسئلہ ۶)

## ۳۔ غسل کی کیفیت:

جب انسان غسل کرنے کا ارادہ کر لے تو حدث اکبر (ناپاکی) کو دور کرنے کی نیت کرے کیونکہ حضرت علیؓ کے نزدیک غسل کی صحت کے لئے نیت شرط ہے، اور اس کے بغیر غسل نہیں ہوتا۔ [۲۶] اس کے بعد تین دفعہ اپنے ہاتھ دھوئے، استنجا کرے اور نماز کے لئے جس طرح وضو کرتا ہے اسی طرح وضوء کرے۔ پھر تین دفعہ اپنا سر دھوئے، پھر تین دفعہ اپنے پورے جسم پر پانی بہائے، پھر اپنے پاؤں دھوئے۔ [۲۷]

اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے جسم کے ہر حصے تک پانی پہنچا دے، چونکہ سر میں بال ہوتے ہیں اس لئے امکاں رہتا ہے کہ پانی اس کے بعض حصوں تک نہ پہنچ سکے، جس کی بنا پر اسے چاہئے کہ سر کے ہر جز تک پانی پہنچانے کی طرف خصوصی توجہ دے، یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنابت سے غسل کرتے وقت سر کو دو دفعہ دھوتے [۲۸] ایک دفعہ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "جس شخص سے غسل جنابت میں اس کے جسم کا بال برابر بھی حصہ پانی لگنے سے رہ گیا اسے آگ کی فلاں فلاں سزا دی جائے گی" اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا: "اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں" آپ ہمیشہ اپنے سر کے بال کٹوا دیا کرتے تھے۔ [۲۹]

اگر غسل کرنے والا سر کی صفائی کے لئے کوئی چیز مثلاً خطمی یا بیری کے پتے، جیسا کہ اس زمانے

میں طریقہ تھا، استعمال کرے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے "جس شخص نے اپنا سر کسی میل کچیل دور کرنے والی چیز سے دھو لیا تو اس نے زیادہ بہتر طریقے سے سر کے تمام حصوں تک پانی پہنچا دیا، اس کے بعد وہ اپنا سارا بدن دھوئے" [۳۰]

اگر اس کے جسم کے کسی حصے میں زخم ہو جس کو پانی سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو وہ اس طرح وضو کرے جس طرح نماز کے لئے کرتا ہے اور اپنے جسم کا جتنا حصہ دھو سکتا ہو دھو لے اور جتنے حصے پر مسح کر سکتا ہو مسح کر لے [۳۱] اگر پانی کا استعمال مشکل ہو تو اس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہو گا ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا: "میرے بھائی یا بھتیجے کو چیچک ہے اور اسے جنابت لاحق ہو گئی ہے، اب ہم کیا کریں؟" آپ نے فرمایا: "اسے تیمّم کرا دو" [۳۲]

۴۔ غسل کے بعد وضو:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ غسل جنابت سے وضو ساقط نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر آپ فرمایا کرتے: "جس شخص نے غسل جنابت کیا ہو اور پھر نماز کا وقت آجائے تو وہ وضو کر لے" [۳۳] آپ خود غسل کے بعد وضو کیا کرتے تھے۔ [۳۴]

۵۔ شوہر کا بیوی یا بیوی کا شوہر کی میت کو غسل دینا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۴۴، جز۔ الف)

۶۔ نہاتے وقت پردہ کر لینا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل کرتے وقت پردہ کرنا واجب سمجھتے تھے، اس لئے کہ ستر کھولنا حلال نہیں ہے، اس سے انسان کی انسانیت میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ چاہے نہانے والے کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں یا نہ ہوں۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں ہم لوگ نہا رہے تھے اور ایک دوسرے پر پانی ڈال رہے تھے، اتنے میں حضرت علیؓ کا وہاں سے گذر ہوا آپ نے ہمیں اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: "تم غسل کر رہے ہو اور ایک دوسرے سے پردہ نہیں کر رہے ہو، بخدا مجھے خطرہ ہے کہ تم کہیں کسی برائی کے خلف (جگہ لینے والے) نہ بن جاؤ" [۳۵] آپ ایک دفعہ پانی میں ازار پہنے داخل ہوئے اور فرمایا: "یہاں پانی میں بھی کوئی رہنے والا ہے" [۳۶] یعنی پانی میں برہنہ صورت میں داخل ہونا نہیں چاہئے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے: "تم میں سے کوئی شخص کھلی جگہ یا چھت پر جہاں اس کے لئے پردہ کا کوئی انتظام نہ ہو، غسل نہ کرے۔ اگر تمہیں کھلی جگہ غسل کرنا پڑ جائے تو کسی دیوار یا اونٹ یا کپڑے کو آڑ بنا کر پردہ کر لو، اگر اسے کچھ بھی نہ ملے تو دائرے کی شکل کا ایک خط کھینچ لے بسم اللہ پڑھے اور اس کے اندر غسل کر

لے" [٣٧]

## غش : کھوٹ

(دیکھئے لفظ تعزیر اور لفظ تدلیس)

## غصب : غصب کرنا

### ۱۔ تعریف :

ناحق کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لے لینا غصب کہلاتا ہے۔

### ۲۔ غصب کردہ شے کی واپسی واجب ہے :

جس شخص نے کسی کا مال غصب کر لیا ہو، اگر وہ شے موجود ہو تو اس پر اس کی واپسی واجب ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے کہا: "میں نے ام یعفور سے اس کی تسبیحیں لے لی ہیں" آپ نے فرمایا: "ام یعفور کی تسبیحیں اسے واپس کر دو" [٣٨] اگر وہ شے ضائع ہو گئی ہو یا اس میں ایسا نقص پیدا ہو گیا ہو جس کی وجہ سے واپس کرنا ممکن نہ ہو، تو اگر اس شے کا مثل پایا جاتا ہو تو اس مثل کے ذریعے اس شے کا تاوان بھرنا واجب ہو گا۔ اگر مثل موجود نہ ہو تو اس کی قیمت کا تاوان ادا کرنا ضروری ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس شخص نے کسی دوسرے کے غلام سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کام میں مدد لی تو وہ اس کا تاوان ادا کرے گا، اور جس شخص نے دوسرے کی سواری اس کے مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کی، وہ اس کا ضامن ہو گا" [٣٩] اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کے غلام سے کسی کام میں مدد لے اور غلام ہلاک ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا، اسی طرح جو شخص کسی دوسرے کی سواری اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرے اور وہ اس کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو وہ اس کا تاوان بھرے گا، آپ کا یہ بھی قول ہے: "جس شخص نے کسی دوسرے کا کپڑا پھاڑ دیا ہو، یا کسی دوسرے کا کھانا کھا لیا ہو یا کسی کی لکڑی توڑ دی ہو تو وہ اس کا تاوان ادا کرے گا" [٤٠]

## غنا : گانا

### ۱۔ گانے کو عادت بنا لینا :

اگرچہ گانا چند شرطوں کے ساتھ حلال ہوتا ہے، حضرت علیؓ کے نزدیک اس کے حلال ہونے کی

ایک شرط یہ ہے کہ انسان اسے عادت نہ بنا لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "بدترین گھر وہ ہے جو گانے کی وجہ سے معروف ہو" [٤١]

٢۔ گانے کے لئے کسی کو کرائے پر حاصل کرنا:

گانے کے لئے کسی کو کرائے پر لینا بالاتفاق ناجائز ہے۔ ابن المنذر نے کہا: "تمام اہل علم جن کی روایتیں محفوظ ہیں، اس پر متفق ہیں کہ نوحہ کرنے یا گانے والی عورت کو کرائے پر حاصل کرنا باطل ہے" [٤٢]

٣۔ گا گا کر اذان دینے کی کراہت (دیکھئے لفظ اذان، فقرہ ٥)

## غنم: بھیڑ بکریاں

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ٩، جز۔ ز) اور حکومت کی طرف سے اس کی وصولی (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ١٥، جز۔ الف)

ایک شخص کی طرف سے ہدی کے جانور کے لئے ایک بکری کا کافی ہونا (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ٢، جز۔ ب)

دیت میں بھیڑ بکریوں کی تعداد (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٤، جز۔ ب مسئلہ ٢)

## غنیمہ: مال غنیمت

١۔ تعریف:

مسلمانوں سے برسرپیکار لوگوں کے ان اموال کو غنیمت کہا جاتا ہے جنہیں مسلمان جنگ کر کے چھین لیں۔

٢۔ غنیمت میں حاصل ہونے والا مال:

ایسے مال کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

الف) یا تو وہ باغی مسلمانوں کا مال ہو گا جسے حکومت کے وفادار مسلمانوں نے چھین لیا ہو گا، ایسا مال غنائم میں شمار نہیں ہوتا، اور اس کے خاص احکام ہیں (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ٣)

ب) یا وہ ایسا مال ہو گا جسے کافر، مسلمانوں سے چھین کر لے گئے تھے اور اب مسلمانوں نے ان سے چھین لیا ہو، جب کافروں نے اسے چھینا تھا تو وہ اس کے مالک ہو گئے تھے، اس لئے یہ مال

ان کے اپنے اموال کی طرح ہو گیا تھا[۴۳] اب جب یہی مال بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو حضرت علیؓ کی رائے میں اس کی حیثیت بھی کافروں کے اموال کی طرح ہے، اس لئے ایسے مال کو جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور دارالاسلام میں رہنے والے اصل مالکوں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے ایسے مال کے متعلق جو دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا ہو اور پھر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد اس کا مالک اسے ڈھونڈ نکالے فرمایا: "اب یہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہے۔ اسے واپس نہیں کیا جائے گا" [۴۴] یعنی اس کے مالک کو واپس نہیں کیا جائے گا۔ قتادہؒ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب غلام کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا۔ پھر اسے ایک شخص نے خرید لیا۔ بکر بن قرواش نے اس غلام کے متعلق حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "اگر اس کا آقا اسے چھڑا لے تو وہ اس کا مکاتب رہے گا اور اگر چھڑانے سے انکار کر دے تو وہ اس کا ہو گا جس نے اسے خریدا ہے" [۴۵]

اگر کوئی مسلمان ایسے غلام کو کسی کافر سے خرید لیتا ہے تو یہ خریداری جائز ہے کیونکہ اس نے اس کے مالک سے اسے خریدا ہے۔ [۴۶]

ج) یا وہ برسرپیکار لوگوں کا اصلی مال ہو گا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہو گا۔ پھر یا تو وہ زمین کی شکل میں ہو گا (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز۔ ج) اور یا مردوں، عورتوں اور بچوں کی شکل میں ہو گا (دیکھئے لفظ اسر) اور یا وہ منقولہ اموال کی صورت میں ہو گا مثلاً ہتھیار، جانور، نقدی، اور مویشی وغیرہ۔ پھر یہ منقولہ اموال یا تو سلب کی صورت میں ہو گا یا غیر سلب کی شکل میں، یاد رہے کہ سلب ان اموال و اسباب کو کہتے ہیں جو جنگ میں جانے والا سپاہی اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے کر جاتا ہے۔ مثلاً ہتھیار، گھوڑا اور جنگی لباس وغیرہ۔ اگر سلب کی صورت میں ہو گا تو جو مجاہد اسے قتل کرے گا یہ سارا مال اسے مل جائے گا۔ اگر دو نے مل کر اسے قتل کیا ہو، وہ اس طرح کہ ایک نے پکڑا ہو اور دوسرے نے گردن اڑائی ہو تو سلب کے دونوں حقدار ہوں گے جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ ایک مجاہد نے ایک کافر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایک دوسرا مجاہد وہاں پہنچا اور اس نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "سلب دونوں کے درمیان تقسیم ہو جائے گا" [۴۷]

اگر مال غنیمت مال منقولہ کی صورت میں ہو اور سلب بھی نہ ہو اس کی تقسیم اس تفصیل کے مطابق ہو گی جو ہم فقرہ ۳ میں بیان کریں گے۔

د) مال غنیمت کافروں کے ہاتھ فروخت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہوا کافروں کا مال ذمیوں کو خریدنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، تاکہ یہ مال انہیں ان کی سابق شان و شوکت، عزت و مجد اور عظمت و رفعت کی یاد تازہ نہ کرائے جس سے وہ بھڑک اٹھیں اور دوبارہ اس کے حصول کے لئے کوشاں ہو جائیں اور اس طرح اسلامی حکومت کے لئے ایک مسئلہ بن جائیں، اس حقیقت کا اظہار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ کے پاس عجمیوں کا ایک برتن لایا گیا جس پر سونے کے پترے چڑھے ہوئے تھے، آپ نے اسے توڑ کر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کرنے کا ارادہ کر لیا، آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ایرانی چودھریوں نے کہا کہ اگر آپ اسے توڑ دیں گے تو یہ ایک کوڑی کا بھی نہیں رہے گا، اسے اسی طرح رہنے دیجئے، ہم اسے مہنگے داموں خرید لیتے ہیں، حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا: ”میں تمہیں وہ چیز واپس نہیں کر سکتا جسے اللہ تعالیٰ نے تم سے چھین لیا ہے“ یہ کہہ کر آپ نے اسے تڑوا دیا اور مسلمانوں میں اس کے ٹکڑے تقسیم کر دیئے۔ [۴۸]

## ۳۔ مال غنیمت کی تقسیم:

جب مال غنیمت ہاتھ آ جائے گا تو اسے درج ذیل طریقے سے تقسیم کیا جائے گا:

الف) الصفی: مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے امام المسلمین اس میں سے جو چیز چھانٹ لے گا اسے صفی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ایسے مال کا شمار غنیمت میں نہیں ہو گا۔

ب) صفی کے بعد باقیماندہ کا پانچواں حصہ: یہ پانچواں حصہ اسلامی حکومت وصول کر کے ان مصارف میں صرف کرے گی، جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہوا ہے: وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَٰمَىٰ وَالْمَسَٰكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ الانفال-۴۱ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو کچھ تم مال غنیمت کی شکل میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے) اس طرح یہ پانچ مصارف ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مال غنیمت کے خمس کو اس کے مصارف میں صرف کرتے آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال کے لئے خمس کا پانچواں حصہ لے لیتے. اور اپنے اور اہل و عیال پر خرچ کرتے. اگر کچھ بچ رہتا تو فقراء و مساکین کو دے دیتے.

خمس کا دوسرا پانچواں حصہ اپنے رشتہ داروں یعنی بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو دیتے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو اس میں سے کچھ نہ دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضورؐ کا حصہ اور حضورؐ کے رشتہ داروں کا حصہ ساقط کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حصہ تو آپ کی وفات کے ساتھ ساقط ہو گیا اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء کو اس کے بدلے میں مقررہ راتب یعنی وظیفہ ملنے لگا جسے خلیفہ وقت بیت المال سے وصول کرتا۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رشتہ داروں کا حصہ تو آپ کے یہ رشتہ دار اس حصے کے اس لئے مستحق بنے تھے کہ وہ آپ کی نصرت کرتے اور آپ سے ان کی قرابت تھی، اب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ صورت حال باقی نہیں رہی تھی. اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے سہم ذوی القربیٰ کو ساقط کر دیا اور ان دونوں حصوں کا مصرف جہاد قرار دیا اور اس سے مجاہدین کے لئے اسلحہ اور جانور وغیرہ خریدے تاکہ اللہ کے دین کی نصرت ہو. حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رشتہ داروں میں جو لوگ فقراء تھے انہیں حضرت ابو بکرؓ نے فقراء مسلمین کے حصے میں داخل کر لیا. باقیماندہ تین حصوں کے مصارف وہی رہے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں تھے۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں حضرت ابو بکرؓ کی متابعت کی۔ اعمش نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حصے کو ہتھیار اور جنگی جانوروں کی خریداری میں صرف کرتے تھے. اعمش کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا: "حضرت علیؓ کی اس بارے میں کیا رائے تھی؟" انہوں نے جواب میں کہا کہ حضرت علیؓ اس معاملے میں سب سے سخت تھے[۴۹] خمس کے باقیماندہ تین حصوں کو بقیہ تین مصارف میں صرف کرتے جن کا ذکر

درج بالا قرآنی آیت میں ہوا ہے۔ اور یہ فقراء مساکین اور ابن السبیل ہیں۔ اس خمس کے سب سے بڑھ کر حقدار وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ حاجت مند ہوں گے، چاہے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ان کی قرابت ہو یا نہ ہو۔ اس حقیقت کا اظہار حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے اس قول میں کیا ہے: "حضرت عمرؓ ہمیں خمس میں سے اتنا ہی دیتے تھے جتنا وہ ہمارے لئے مناسب سمجھتے، ہمیں یہ بات پسند نہ تھی، ہم نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حق تو خمس کا پانچواں حصہ ہے؟" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے خمس کے مصارف مقرر فرما دیئے ہیں، اس لئے جو لوگ سب سے زیادہ تعداد میں ہوں گے اور سب سے زیادہ محتاج ہوں گے انہیں اس میں سے سب سے زیادہ ملے گا"، یہ سن کر ہم میں سے کچھ لوگوں نے لیا اور کچھ لوگوں نے لینا پسند نہیں کیا"

نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تحریراً سہم ذوی القربیٰ کے متعلق پوچھا تو آپ نے جواباً تحریر کیا: "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رشتہ داروں کا حصہ ہمارے لئے ہے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہمیں بلا کر کہا تھا کہ خمس میں سے یہ حصہ اب تمہیں نہیں ملے گا بلکہ تمہارے خاندان میں جو عورتیں یا مرد شادی شدہ نہیں ہیں اس حصے میں سے ان کی شادیاں کرائی جائیں گی اور جن کے پاس خدمت کے لئے غلام یا لونڈی نہیں ہیں انہیں اس میں سے غلام یا لونڈیاں مہیا کی جائیں گی، لیکن ہم نے حضرت عمرؓ کی یہ تجویز تسلیم نہیں کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ سہم ذوی القربیٰ ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے اپنے ذاتی مصرف میں لائیں، لیکن حضرت عمرؓ نے ہماری یہ بات ماننے سے انکار کر دیا تھا" حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ فرمایا تھا: "اگر میرے پاس عراق کا خمس آ جائے تو میں ہاشمی خاندان کے ہر غیر شادی شدہ کی شادی کر دوں گا اور جس کے پاس کوئی لونڈی نہیں ہے اسے لونڈی مہیا کروں گا" حضرت عمرؓ نے یہ بات اس لئے فرمائی تھی کہ خاندان بنو ہاشم میں تنگ دستی اور حاجت مندی بہت زیادہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں فقہا نے مطلقاً یہ بات کہی کہ "حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قرابت داری کو خمس کے اس حصے میں دوسرے تمام مسلمانوں کے حق کے مقابلے میں کوئی فائق حق نہیں سمجھا" اسی طرح فقہاء کا یہ قول ہے کہ "حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی

اللہ عنہما نے مال غنیمت کے پانچویں حصے کو تین حصے کر کے ایک حصہ فقراء دوسرا حصہ یتامی اور تیسرا حصہ مسافروں میں تقسیم کر دیا" اس طرح اس مسئلے پر اجماع کا انعقاد ہو گیا اور ہر قسم کی مخالفت ختم ہو گئی۔ [۵۰]

اسی لئے حضرت علیؓ نے جب خلافت سنبھالی تو آپ نے اس معاملے میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے طریق کار کو اپنا لیا [۵۱] اور سہم ذوی القربیٰ کو اس طرح صرف کیا جس طرح حضرت عمرؓ نے صرف کیا تھا۔ آپ کا مشہور فقرہ ہے: "میں یہاں اس لئے نہیں آیا کہ وہ گرہ کھول دوں جسے عمر (رضی اللہ عنہ) نے باندھا تھا" [۵۲] قیس بن مسلم جدلی کہتے ہیں: "میں نے حسن بن محمد بن حنفیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق پوچھا (وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّمَا غَنِمۡتُم مِّن شَيۡءٖ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُۥ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ الانفال۔ ۴۱: حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انتقال کے بعد ان دونوں حصوں کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہو گیا، کسی نے کہا کہ قرابت داری کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قرابت داروں کے لئے ہے، کسی نے کہا یہ حصہ اب خلیفہ کے قرابت داروں کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ دونوں حصے اب اللہ کے راستے میں گھوڑوں اور سامان جنگ خریدنے میں صرف ہوں گے۔ یہ اتفاق رائے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں ہوا۔ میں نے حسنؓ سے پوچھا: "حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس حصے کے متعلق اپنی رائے پر کیوں عمل نہیں کیا"؟ حسنؓ نے جواب میں کہا: "حضرت علیؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ آپ پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اختلاف کرنے کا الزام لگے" [۵۳]

ج) مال غنیمت کے بقیہ چار حصے: مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ حکومت کے لئے الگ کر کے بقیہ چار حصے جنگ میں حصہ لینے والے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مال غنیمت اسے ملے گا جس نے جنگ میں شرکت کی ہو گی" [۵۴] پیدل سپاہی کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے ملیں گے جس میں سے ایک حصہ اس کا ہو گا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے ہوں گے۔ [۵۵]

# حرف الغین
## - غ -

۱۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۰۹

۲۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۸۴

۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴

۴۔ المحلی جلد دوم ص ۸، المغنی جلد اول ص ۲۰۱، المجموع جلد دوم ص ۱۴۹، کنزالعمال ص ۲۷۳۳۶

۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳ب

۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴ب، سنن بیہقی جلد اول ص ۴۱۸، عبدالرزاق جلد اول ص ۲۴۵، الاستذکار جلد اول ص ۳۴۳، کنزالعمال ۲۷۳۳۸، الروض النضیر جلد اول ص ۳۴۷، المحلی جلد دوم ص ۴

۷۔ آثار ابی یوسف رقم ۵۸، الاستذکار جلد اول ص ۳۴۳، کنزالعمال ۲۷۳۴۳

۸۔ نیل الاوطار جلد اول ص ۲۴۱

۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴ب، تفسیر القرطبی جلد پنجم ص ۲۰۵

۱۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴ب

۱۱۔ الاستذکار جلد اول ص ۳۳۹

۱۲۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۵۱

۱۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۵۳، المحلی جلد دوم ص ۴ اور جلد سوم ص ۱۹۸، المجموع جلد دوم ص ۱۴۵، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار ص ۳۱، الروض النضیر جلد اول ص ۳۵۱

۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵، کنزالعمال رقم ۲۷۳۴۲

۱۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۴، عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۰۷، المحلی جلد دوم ص ۲۳، المجموع جلد پنجم ص ۱۴۲، المغنی جلد اول ص ۲۱۱، سنن بیہقی جلد اول ص ۳۰۵

۱۶۔ المحلی جلد دوم ص ۲۴

۱۷۔ البحرالزخار جلد اول ص ۱۱۱

۱۸۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۲۹ اور جلد دوم ص ۳۴۳

۱۹۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۳۳

۲۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۹۷، کنزالعمال رقم ۲۷۲۰۳

۲۱۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۱۸۰، کنزالعمال ۲۷۴۰۲، الام جلد ہفتم ص ۱۶۵

۲۲۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۳۴

۲۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸
۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۱ ب
۲۵۔ مسند زید جلد اول ص ۳۲۹، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے کتاب الجمعہ میں روایت کی ہے۔
۲۶۔ المجموع جلد اول ص ۳۶۳، المغنی جلد اول ص ۱۱۰
۲۷۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۳۹
۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۱
۲۹۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۱۷۵، الروض النضیر جلد اول ص ۲۴۲
۳۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۶۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲، کنزالعمال ۲۷۳۶۰
۳۱۔ الروض النضیر جلد اول ص ۴۴۹
۳۲۔ الروض النضیر جلد اول ص ۴۵۰
۳۳۔ مسند زید جلد اول ص ۳۴۱
۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۲
۳۵۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۸۷، کنزالعمال رقم ۲۷۳۹۱
۳۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۲
۳۷۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۵۹
۳۸۔ کنزالعمال ۳۰۳۷۷
۳۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۷۰
۴۰۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۰
۴۱۔ الروض النضیر جلد پنجم ص ۴۳۰
۴۲۔ الاشراف جلد اول ص ۲۹
۴۳۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۰۰
۴۴۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۱۹۴
۴۵۔ المحلی جلد ہفتم ص ۳۰۰، عبدالرزاق جلد پنجم ص ۱۹۶
۴۶۔ الام جلد ہفتم ص ۱۷۶
۴۷۔ السیر الکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانی بشرح السرخسی جلد دوم ص ۱۰۶
۴۸۔ المحلی جلد نہم ص ۲۹
۴۹۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۳۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث
۵۰۔ دیکھئے موسوعہ فقہ عمر، لفظ غنیمہ، فقرہ ۲، جز۔ ب
۵۱۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۲۳۷

۵۲۔ الاموال ص ۳۳۲

۵۳۔ عبدالرزاق جلد پنجم ص ۲۳۸

۵۴۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۵۱

۵۵۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۶۳۰۴

# حرف الفاء

# ف

## فار: چوہا

چوہے کا کنویں میں گر جانا (دیکھئے لفظ ماء فقرہ ۲، جز۔ ب)

## فائتہ: چھوٹ جانے یا فوت ہو جانے والی چیز

فوت شدہ نمازوں کی قضا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ کا مسئلہ ۵،۶)

## فجر: صبح

جس صبح کے ساتھ احکام شریعہ متعلق ہیں وہ صبح صادق ہے۔ اس کے بعد تاریکی نہیں آتی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۱)

فجر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۲)

فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جز۔ ھ، مسئلہ ۶)

نماز فجر میں قصر نہیں ہے اور سفر اور غیر سفر میں اسے کسی دوسری نماز کے ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ج، د)

طلوع فجر کے ساتھ روزہ کا شروع ہو جانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۳، جز۔ ب)

## فخذ: ران

ران ستر میں داخل ہے (دیکھئے لفظ عورۃ، فقرہ ۲)

## نخر: نخر

اس جانور کا گوشت کھانا جسے نخر یہ ذبح کیا گیا ہو (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۵)

## فداء : فدیہ

قیدی کا فدیہ (دیکھئے لفظ اسر، فقرہ ۲، جز۔ ج) اور لفظ غنیمہ، فقرہ ۲، جز۔ ب)

جس عورت پر کسی کا حق ثابت ہو چکا ہو اس کی اولاد کا فدیہ (دیکھئے لفظ استحقاق، فقرہ ۲)

## فدیہ : فدیہ

رمضان میں بہت بوڑھے انسان کے روزوں کا فدیہ (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۴)

## فرائض : وارثت سے متعلق مسائل

دیکھئے لفظ ارث

## فرار : بھاگ جانا

میدان جنگ سے بھاگ جانا (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ۴)

طلاق فرار (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

## فراش : بستر، فرش

فراش یعنی میاں بیوی کے درمیان جائز ہم بستری سے نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ الف)

## فرج : فرج

فرج کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۵، جز۔ الف)

فرج میں ناجائز وطی سے سزا لازم ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ زنا)

## فریۃ : جھوٹ

جھوٹ کی سزا (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۳، جز۔ ب)

## فسق : فسق

۱۔ تعریف :

کبائر کے ارتکاب یا صغائر پر اصرار کے ذریعے دین سے انحراف کو فسق کہتے ہیں۔

۲۔ فسق کے احکام :

الف) فاسق کی سزا (دیکھئے لفظ حد اور لفظ تعزیر)

ب) جو شخص فسق کی اشاعت کرے اور اسے پھیلائے اس کی سزا، حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو شخص زنا کی اشاعت کرے گا اسے سزا ملے گی چاہے اس نے سچ ہی کیوں نہ کہا ہو" [۱]

ج) فاسق امیر کے جھنڈے تلے جہاد کرنا (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ۱۰)

## فضہ : چاندی

چاندی کی زکوٰۃ اور زکوٰۃ نکالنے والے کو اسے صرف کرنے کا اختیار (دیکھئے لفظ زکوٰۃ) نیز (لفظ زکوٰۃ فقرہ ۱۵، جز۔ ب)

چاندی کا سودی اموال میں سے ہونا (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ج، مسئلہ ۳)

چاندی کے برتنوں میں کھانا (دیکھئے لفظ اناء، فقرہ ۲)

## فضولی : فضولی

۱۔ تعریف :

فضولی وہ شخص ہے جو کسی عقد یا لین دین میں نہ تو اصل ہو، نہ وکیل، نہ ولی اور نہ ہی وصی۔

۲۔ فضولی کے تصرف کا حکم :

فضولی کا تصرف اصل فریق کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اگر معاملے کا اصل فریق اس کی اجازت دے دے گا تو سودا درست ہو جائے گا ورنہ یہ سودا باطل ہو جائے گا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک عورت اور اس کے بیٹے نے عورت کے خاوند کی لونڈی فروخت کر دی۔ لونڈی کے ہاں خریدار کا بچہ بھی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد اس عورت کا شوہر گھر آیا، یہ جھگڑا حضرت علیؓ کے پاس لے جایا گیا۔ شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس لونڈی کو میں نے نہ تو فروخت کیا ہے اور نہ

ہی ہبہ کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اسے تمہاری بیوی اور بیٹے نے فروخت کیا ہے، اس نے عرض کیا کہ اگر اس لونڈی پر میرا کوئی حق آپ کو نظر آتا ہے تو یہ لونڈی مجھے ولا دیجئے، اس پر آپ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ اپنی لونڈی اور اس کا بیٹا دونوں لے جاؤ۔ پھر اس کی بیوی اور بیٹے کو اس وقت تک کے لئے قید میں ڈال دینے کا حکم دیا، جب تک کہ وہ دونوں وہ قیمت واپس نہ کر دیں جو انہوں نے وصول کی تھی، اس شخص نے جب یہ صورت حال دیکھی تو فوراً بیع کو تسلیم کر لیا۔ [۲]

## فقر: فقیری

۱۔ اغنیاء کے اموال میں فقراء کا حق (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱) اور (زکوٰۃ، فقرہ ۱۲، جز۔ ھ) اور (زکوٰۃ الفطر) اور (لفظ صدقہ) اور (لفظ کفارہ)

۲۔ حکومت کے اموال میں فقیر کا حق (دیکھئے لفظ غنیمہ، فقرہ ۲، جز۔ ب) اور (لفظ فئی)

۳۔ فقیر سے مالی واجبات کی ادائیگی کا ساقط ہونا (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۱) اور (لفظ وصیہ، فقرہ ۲، جز۔ ب) اور (لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۵) اور (لفظ جزیہ، فقرہ ۲، جز۔ ج)

## فلس: مفلسی، دیوالیہ ہونا

### ۱۔ تعریف:

مفلس وہ شخص ہے جس کے ذمے قرض کی رقمیں ہوں اور اس کے اخراجات اس کی آمدنی سے زیادہ ہوں۔

۲۔ اس کے احکام (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جز۔ ج)

۳۔ مفلس پر پابندی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف، مسئلہ ۵)

## فئے: آنے والا مال

### ۱۔ تعریف:

زکوٰۃ کے سوا ہر ایسا مال فئے کہلاتا ہے جو مسلمانوں کے بیت المال میں آ جائے۔

۲۔ فئے کے ذرائع :

فئے کے ذرائع بہت زیادہ اور متنوع قسم کے ہیں۔ جن میں سے ایک جزیہ ہے (دیکھئے لفظ جزیہ)، خراج ہے (دیکھئے لفظ خراج)۔ تجارت کا دسواں حصہ ہے (دیکھئے لفظ عشر) اسی طرح کافروں کا وہ مال جو مسلمانوں کے ہاتھ لڑے بھڑے بغیر آ جائے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی کیا ہے، اسی طرح میت کا چھوڑا ہوا مال جس کا کوئی وارث نہ ہو، اسی طرح گمشدہ جانور اور چوپائے جن کے مالکوں کا پتہ نہ ہو اور یہ جانور اپنی حفاظت آپ کر سکتے ہوں مثلاً اونٹ وغیرہ۔ اسی طرح وہ لقطہ جس کا مالک نہ ملے اور اسے اٹھانے والا بھی اسے اپنے پاس رکھنے پر راضی نہ ہو (دیکھئے لفظ لقطہ) اسی طرح کسی فرد یا جماعت کا وہ حق جو حکومت کے ذمے ہو لیکن متعلقہ فرد یا جماعت اسے لینے پر رضامند نہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خمس کے پانچویں حصے کو اس کے مصارف میں خرچ کرنے کا کام سونپا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی میں یہ کام سرانجام دیتا رہا۔ حضرت عمرؓ کے پاس کچھ مال آیا، آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ یہ مال لے لو میں نے عرض کیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں، آپ نے پھر کہا کہ اس مال کے تم لوگ زیادہ حقدار ہو، میں نے عرض کیا کہ میں مالدار ہو چکا ہوں، یہ جواب سن کر آپ نے وہ مال بیت المال میں رکھوا دیا۔ [۳]

۳۔ فئے کے مصارف :

فئے کے مصارف کی دو قسمیں ہیں:

الف) غذائی عطیات : یہ وہ عطیات ہیں جو حکومت ملک کے باشندوں کو غذائی اجناس کی شکل میں مفت دیتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غذائی اجناس دینے میں آزاد اور غلام کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے، ہارون بن عنترہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ غلاموں کو بھی غذائی اجناس عطیات کی شکل میں دیتے تھے۔ [۴]

بیہقی نے کہا ہے کہ اسمیں یہ احتمال ہے کہ یہ دونوں خلفاء راشد غلاموں کے آقاؤں کو اس قدر غذائی اجناس دے دیتے تھے کہ وہ ان کے غلاموں کے لئے بھی کافی ہوتی تھیں۔

ب) مالی اور متعین عطیات۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱) مستقل عطیات۔ ان میں یہ مدات داخل ہیں:

سرکاری ملازمین مثلاً قاضیوں وغیرہم کی تنخواہیں (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۸) اور (لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جز۔ م)

بچوں کے وظائف۔ حضرت علیؓ بچے کی پیدائش کے دن سے ہی اس کے لئے وظیفہ مقرر کر دیتے تھے۔ ام علاء کہتی ہیں کہ ان کی پیدائش پر ان کے والد انہیں لے کر حضرت علیؓ کے پاس گئے، آپ نے ان کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا حالانکہ وہ ابھی بہت چھوٹی تھیں، ایک بار آپ نے فرمایا: "جو بچہ غذا کھاتا ہے اور روٹی کا ٹکڑا چبالیتا ہے وہ اس وظیفہ کا اس بچے سے بڑھ کر حقدار نہیں ہے جو ابھی ماں کا دودھ پیتا ہے" [۵] بنی خثعم کے ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، وہ اسے لے کر حضرت علیؓ کے پاس گیا، آپ نے اس کا نام عطیات کے رجسٹر میں درج کر لیا۔ [۶]

لقیط کے اخراجات۔ تمیم بن مسیح کہتے ہیں کہ میں ایک بچے کو لے کر جو مجھے کہیں پڑا ہوا ملا تھا، حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ آپ نے اس کے کوائف عطیات کے رجسٹر میں درج کر لئے۔ [۷]

ایسی بیوائیں جن کا کوئی کفیل نہ ہو، حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بیوہ خاتون اور اس کے خادم کے لئے بارہ درہموں کا وظیفہ مقرر کیا، عورت کے لئے آٹھ اور خادم کے لئے چار، عورت کے آٹھ درہموں میں سے دو درہم سوتی اور ریشمی کپڑے کے لئے تھے۔ [۸]

انعامات۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "سلطان تمہیں جو انعام دے اسے قبول کر لو، اس لئے کہ اس کے مال میں جو تمہارا حصہ ہے وہ زیادہ حلال ہے۔" [۹]

۲) غیر مستقل عطیات۔ یہ وہ عطیات ہیں جو حالات کے تحت بیت المال میں مال کی کثرت کی بنا پر دئے جاتے ہیں۔ یا جب کوئی حادثہ یا مصیبت پیش آئے اس وقت دئے جاتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے سال میں تین مرتبہ لوگوں کو عطیات دیئے، پھر آپ کے پاس اصفہان سے کافی مقدار میں مال آگیا آپ نے اعلان فرمادیا کہ آکر چوتھی مرتبہ عطیات لے جاؤ۔ کیونکہ میری حیثیت خزانے کے محافظ کی نہیں ہے۔ آپ نے رسیاں تک تقسیم کر

دیں۔ کچھ لوگوں نے انہیں قبول کیا اور کچھ نے لینے سے انکار کر دیا۔ [۱۰]

۴۔ فئے کی تقسیم :

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نسبی لحاظ سے یکسانیت رکھنے والے لوگوں میں یکساں عطیات تقسیم کرتے تھے، حضرت عمرؓ کو یہ طریقہ پسند نہیں تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اے خلیفہ رسول! کیا آپ ایسے لوگوں کو جنھوں نے جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اپنا گھر بار چھوڑا، ان لوگوں کی طرح سمجھتے ہیں جو اسلام میں زبردستی داخل ہوئے تھے" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا: "جان و مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں نے یہ سب کچھ اللہ کو راضی کرنے کی خاطر کیا، ان کا اجر اب اللہ کے ذمے ہے، رہی دنیا تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں سب کو پہنچایا جائے" جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے عطیات دینے میں اسلام میں سبقت کے لحاظ سے لوگوں کے درمیان فرق روا رکھا (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ بن الخطاب، لفظ فئی، فقرہ ۳، جزء ب)

حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانے میں حضرت عمرؓ کے طریق کار کو اپنایا، لیکن حضرت علیؓ نے اپنے زمانے میں فئے کی تقسیم میں لوگوں کے درمیان مساوات قائم کی۔ آپ نے مہاجرین کو غیر مہاجرین پر اور عربی کو مولیٰ (آزاد شدہ انسان) پر کوئی فضیلت نہیں دی[۱۱] آپ کے پاس دو عورتیں، ایک عربی اور دوسری اس کی آزاد کردہ لونڈی، سائل بن کر آئیں، آپ نے ہر ایک کو ایک "کر" (ایک پیمانے کا نام) خوردنی اشیاء اور چالیس درہم دینے کا حکم دیا۔ آزاد شدہ لونڈی اپنا عطیہ لے کر چلی گئی، لیکن عربی عورت کہنے لگی: "امیر المومنین! آپ نے مجھے اتنا ہی دیا جتنا کہ اس عورت کو حالانکہ میں عربی ہوں اور وہ آزاد شدہ لونڈی ہے"۔ آپ نے اس سے فرمایا: "میں نے اللہ کی کتاب کا مطالعہ کیا ہے، مجھے اس میں اولاد اسحٰق پر اولاد اسماعیل کی کوئی فضیلت نظر نہیں آئی" [۱۲]

آپ کے پاس اصفہان سے مال آیا۔ آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک روٹی بچ گئی، آپ نے اس کے سات ٹکڑے کئے اور پھر ہر حصے پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، پھر لوگوں کے درمیان قرعہ اندازی کی کہ پہلے کون لیتا ہے۔ [۱۳]

۵۔ وہ لوگ جنہیں فئے میں سے نہیں دیا جاتا ہے :

الف) غلاموں کو مستقل عطیات نہیں دیئے جاتے، حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مستقل وظائف دیئے

تھے لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے اپنے دور خلافت میں اسے روک دیا تھا۔ [۱۴]

ب) فئے میں سے ان لوگوں کو نہیں دیا جائے گا جو اسلام کی خدمت، دفاع اسلام اور دنیا میں پرچم اسلام بلند کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش نہیں کریں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:
"خوارج کے ہم پر تین حقوق ہیں، ہم انہیں مسجدوں میں اللہ کی یاد اور عبادت سے نہ روکیں، انہیں فئے سے محروم نہ کریں جب تک انکے ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہیں، اور ہم ان سے اس وقت تک قتال نہ کریں جب تک وہ ہم سے لڑائی نہ چھیڑیں"

ابو عبیدہؒ نے کہا: "حضرت علیؓ کا یہ قول اس بات کی تائید کرتا ہے کہ عطیات صرف شہروں میں رہنے والوں کے لئے ہیں جو اسلام کے مقابلے میں آنے والے دشمنوں کا منہ موڑ دیتے ہیں اور اسلام کا دفاع کرتے ہیں۔ [۱۵]

# حرف الفاء

## - ف -

۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۴۱
۲۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۹۲، المحلی جلد ہشتم ص ۱۳۸
۳۔ کنزالعمال رقم ۱۱۵۳۱
۴۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۸، کنزالعمال رقم ۱۱۷۰۵
۵۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۷، کنزالعمال ۱۱۷۰۶
۶۔ الاموال ص ۲۳۸، کنزالعمال ۱۱۷۰۱
۷۔ الاموال ص ۲۳۸، کنزالعمال ۱۱۷۰۲، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۵۰ اور جلد نہم ص ۱۵، المحلی جلد ہشتم ص ۴۷۴، الاشراف جلد دوم ص ۸۳
۸۔ کنزالعمال ۱۱۷۰۷
۹۔ کنزالعمال ۱۱۷۰۴
۱۰۔ الاموال ص ۵۷۰، تاریخ ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب رقم ۱۲۲۰ جلد سوم ص ۱۸۱، کنزالعمال ۱۱۷۰۳
۱۱۔ المغنی جلد ششم ص ۴۱۶، سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۱۷۶، ۱۷۷، الاحکام السلطانیہ لابی یعلی ص ۲۲۲
۱۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۹
۱۳۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۸
۱۴۔ المغنی جلد ششم ص ۴۱۶ اور جلد نہم ص ۵۷، سنن بیہقی جلد ششم ص ۳۴۸
۱۵۔ الاموال ص ۲۳۳

# حرف القاف

# ق

## قبر: قبر

### ۱۔ قبروں کے نشانات مٹا دینا:

قبروں کے سلسلے میں سنت یہ ہے کہ ان کے نشانات مٹے ہوئے ہوں۔ اس لئے حضرت علیؓ ان نشانات کو مٹانے کے سلسلے میں بڑے کوشاں ہوتے. ایک دفعہ آپ نے ابو ہیاج اسدی سے کہا:
"میں تمہیں ایسے کام پر بھیج رہا ہوں جس پر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، تمہیں جہاں کہیں بھی کوئی قبر اونچی نظر آئے اسے زمین کے ساتھ ہموار کر دو، اور جس گھر میں کوئی تصویر یا بت نظر آئے اسے مٹا دو" [۱]

### ۲۔ قبروں کی زیارت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ قبرستان میں عبرت حاصل کرنے اور قبروں کی زیارت کے لئے اکثر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ قبرستان میں پہنچ کر فرمانے لگے: "اے قبروں میں آرام کرنے والو، ہمیں اپنے بارے میں اطلاع دو، ہماری طرف سے تمہارے لئے یہ خبریں ہیں کہ عورتوں کی شادیاں ہو گئیں، ترکوں کی شکل میں رہ جانے والے اموال تقسیم ہو گئے اور گھروں میں دوسرے لوگ آباد ہو گئے" اس کے بعد آپ نے فرمایا: "اگر یہ بول سکتے تو ضرور کہتے کہ ہم نے تقویٰ سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی" [۲]

### ۳۔ صاحب قبر کو السلام علیکم کہنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے: "ان قبروں میں رہنے والے اہل ایمان اور اہل اسلام کو ہمارا سلام پہنچے، تم ہم سے پہلے جانے والے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں، اور ہم تم سے آ کر ملنے ہی والے ہیں، اور ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" [۳]

۴۔ قبروں کا تکیہ بنانا اور قبر کے اوپر بیٹھا:
امام مالکؒ نے الموطا میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں کا تکیہ بنا لیتے اور ان پر لیٹ جاتے [۴] امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں یحییٰ بن محمد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کے خاندان کے ایک آزاد شدہ غلام نے انہیں بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اس آزاد شدہ غلام کا کہنا ہے کہ میں قبرستان میں حضرت علیؓ کے لئے بستر بچھا دیتا، آپ کسی قبر کا تکیہ بنا لیتے اور پھر اسی قبر پر لیٹ جاتے۔ [۵]
میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ شاید حضرت علیؓ نے حدیث (قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو اور نہ ہی ان پر بیٹھو) کا مطلب یہ لیا ہے کہ ان پر رفع حاجت کے لئے نہ بیٹھو، جیسا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی یہی تفسیر کی ہے۔

۵۔ قبر کو سجدہ گاہ بنالینا:
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بدترین لوگ وہ ہیں جن پر قیامت آئے گی، جو لوگ گواہی دینے میں بڑی پھرتی دکھاتے ہیں حالانکہ ان کو ایسا کرنے کے لئے کہا بھی نہیں جاتا ہے، اور ایسے لوگ جو قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں" [۶] (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ز) اور (لفظ مسجد، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۶۔ میت کی تدفین تک قبر کے پاس کھڑے رہنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۹)
میت کو قبر میں اتارنے کی کیفیت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ب، مسئلہ ج)
میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر مٹی ڈالنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ و)
مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ د)
قبر پر میت کے لئے دعا مانگنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ھ)
عورت کو دفن کرنے کے دوران قبر کو ڈھانک دینا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ب)

## قبض: قبضہ میں لینا

عقود تبرع کا قبضہ کے ساتھ لازم ہونا (دیکھئے لفظ تبرع) اس میں ہبہ بھی شامل ہے، (دیکھئے لفظ ہبہ، فقرہ ۲)
ایسی چیز کی فروخت جو قبضے میں نہ ہو (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۱۰)

## قبلہ : قبلہ

قضائے حاجت کے وقت استقبال قبلہ (قبلے کی طرف رخ) نہ کرنا (دیکھئے لفظ تخلی ، فقرہ ۳)
نماز کی صحت کے لئے قبلہ کی طرف رخ کرنے کی شرط (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ج)
جانور کو ذبح کرتے وقت اس کا منہ قبلے کی طرف کرنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۱)
میت کو قبلے کی طرف سے قبر میں اتارنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ج)

## قبلہ : بوسہ

دیکھئے لفظ تقبیل

## قتل : قتل کرنا

قتل کی نوعیتیں اور ان کے احکامات (دیکھئے لفظ جنایہ)
اسیر کو قتل کرنا (دیکھئے لفظ اسر)
اہل ذمہ میں سے جو نقض ذمہ کرے اسے قتل کرنا (دیکھئے لفظ ذمہ، فقرہ ۲)
اپنی جان، آبرو اور مال کے دفاع کی خاطر حملہ آور کو قتل کر دینا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱، جز۔ ب کا مسئلہ ۲، جز۔ ک)
تعزیر کے طور پر قتل کر دینا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۳، جز۔ ط)
رشتہ دار کا رشتہ دار کو قتل کر دینے پر اس کے ترکے سے محروم ہو جانا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ج)
قاتل کے لئے وصیت کرنا (دیکھئے لفظ وصیہ، فقرہ ۲، جز۔ د)

## قدر : شب قدر

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان کی انیس، اکیس اور تیئس تاریخ کی راتوں میں لیلتہ القدر کو تلاش کرتے تھے[۷] تفسیر طبری میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:
"شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے" [۸]

## قذف : تہمت لگانا

۱۔ تعریف:
کسی پر کھلم کھلا زنا کاری کا الزام لگانا قذف کہلاتا ہے۔

۲۔ جس پر الزام لگایا گیا ہو:
الف) الزام لگانے والے پر حد قذف جاری کرنے کی یہ شرط ہے کہ جس پر الزام لگایا گیا ہو وہ محصن ہو (دیکھئے لفظ احصان)

ب) اس کے باوجود کہ کافر محصن نہیں ہوتا. لیکن اگر کسی نے ایسی کافر عورت پر زنا کا الزام لگایا. جس کا بیٹا مسلمان ہو تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی. اس میں مدنظر حرمت مسلم ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور بعد کے خلفاء اس شخص پر حد جاری کرتے تھے جو کسی مسلمان کی ماں کو زانیہ کہتا. اگرچہ وہ خود یہودیہ یا نصرانیہ ہوتی، اس میں حرمت مسلم کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔ [۹]

ج) اگر الزام لگانے والا شوہر ہو اور جس پر الزام لگایا گیا ہو وہ بیوی ہو تو لعان واجب ہو گا (دیکھئے لفظ لعان) اگر شوہر لعان پر رضامند نہ ہو تو اس پر حد قذف جاری ہو گی (دیکھئے لفظ لعان. فقرہ ۵. جز۔ الف) اور اگر بیوی لعان پر رضامند نہ ہو تو اس پر حد زنا جاری ہو گی۔

۳۔ جس فعل بد کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا ہو:
الف) تہمت زنا کاری: کسی شخص پر اس وقت تک حد جاری نہیں ہو گی جب تک وہ واضح الفاظ میں زنا کاری کی تہمت نہ لگائے. صریح الفاظ کی صورتیں یہ ہیں مثلاً کسی کو اے زانی، کہہ کے پکارے یا یوں کہے کہ فلاں مرد نے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ یہ کہہ تو دے لیکن گواہ پیش نہ کر سکے۔ ایک عورت نے آ کر حضرت علیؓ سے کہا: "میرے شوہر نے میری لونڈی کے ساتھ بدکاری کی ہے"۔ آپ نے فرمایا: "اگر تو سچ کہہ رہی ہے تو ہم تیرے شوہر کو سنگسار کر دیں گے اور اگر تو جھوٹ بول رہی ہے تو تجھ پر حد قذف جاری کریں گے" اس کے بعد نماز کی اقامت ہو گئی اور وہ عورت وہاں سے چلی گئی۔ [۱۰] تین آدمیوں نے ایک مرد اور عورت کے خلاف زنا کاری کی گواہی دی. چوتھے گواہ نے کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک کپڑے میں دیکھا تھا. اگر یہ زنا ہے تو پھر ٹھیک ہے. حضرت علیؓ نے ان تینوں گواہوں کو کوڑے لگائے اور عورت اور مرد کو تعزیری سزا دی۔ [۱۱]

اگر کوئی شخص کسی مسلمان پر تعریض کے طور پر تہمت لگائے تو اس پر حد قذف جاری نہیں ہو گی، لیکن اسے تعزیری سزا ملے گی۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک تعریض ایسا شبہ ہے جو حد کو ساقط کر دیتا ہے، آپ کا قول ہے "جب حد لعل اور عسیٰ تک پہنچ جائے (یعنی تہمت کھلے الفاظ میں نہ لگائی جائے بلکہ اس میں شبہ کا اظہار ہو) تو پھر حد معطل ہو جائے گی" [۱۲] اور جب حد شبہ کی بنا پر ساقط ہو جائے گی تو تعزیری سزا واجب ہو گی، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ تعریضاً تہمت لگانے پر تعزیری سزا دیتے تھے [۱۳] آپ فرماتے: "جس نے تعریض کی اس کے لئے ہم کوڑے پیش کریں گے" [۱۴]

ب) زنا کے علاوہ کسی اور فعل بد کی تہمت لگانا: زنا کے علاوہ کسی اور فعل بد کی تہمت لگانے پر حد جاری نہیں ہو گی۔ لیکن تعزیری سزا ملے گی۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جس نے کسی دوسرے کو یا خبیث اور یا فاسق کہہ کر پکارا تھا کہ "یہ فحش الفاظ ہیں، ان میں سزا دی جائے گی، ایسے الفاظ کسی کو نہ کہے جائیں کہ کہیں وہ شخص ان بری باتوں کو عادت نہ بنا لے" [۱۵]

اگر کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر حضرت علیؓ کی تفضیل کا قائل ہوتا تو حضرت علیؓ اسے سزا کا مستحق ہونے میں مرتکب قذف کے برابر مجرم سمجھتے. آپ کو ایک طرف شیخین یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مرتبے کی حفاظت کا خیال ہوتا اور دوسری طرف مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو جانے کے خطرے کا احساس ہوتا، کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ فتنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں: "میں نے علقمہ کو منبر کوفہ پر ہاتھ مار کر کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں، جو شخص بھی ایسی بات کرے گا وہ افترا کرے گا (جھوٹ گھڑے گا)۔ اسے وہی سزا ملے گی جو مفتری یعنی جھوٹ گھڑنے والے کو ملتی ہے" ابو عبیدہ بن حجل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میرے پاس اگر کوئی شخص لایا گیا جس نے مجھے حضرت ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) پر فضیلت دی ہو تو میں اسے جھوٹ گھڑنے کی حد کے طور پر کوڑے لگاؤں گا" [۱۶]

### ۴۔ تکرار قذف:

یہ بات معروف ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص پر زنا کی تہمت لگائے، اور پھر کسی اور پر بھی یہی تہمت

لگائے تو ایسے شخص پر دو حدیں جاری ہوں گی، کیونکہ قذف میں بندے کا حق بھی ہوتا ہے، اور یہاں مقذوف (جس پر تہمت لگائی جائے) متعدد ہیں اس لئے حد بھی متعدد ہونی چاہئیں۔

لیکن اگر کسی نے ایک ہی شخص پر متعدد بار زنا کی تہمت لگائی ہو تو ایسی صورت میں اسے متعدد بار سزا نہیں ملے گی۔ کیونکہ مقذوف ایک ہے اور فعل قذف بھی ایک ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب ابیؔ اور اس کے ساتھیوں نے حضرت مغیرہؓ پر زنا کی تہمت لگائی، تو آپ نے، نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کی وجہ سے، ابی اور اس کے ساتھیوں کو حد قذف کی بنا پر کوڑے لگوائے، اس کے بعد انہی میں سے ایک شخص ابو بکرہ آئے اور کہنے لگے کہ مغیرہؓ نے زنا کیا ہے، حضرت عمرؓ نے اسے دوبارہ کوڑے لگانے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؓ نے آپ کو روکا اور کہا۔ "اس نے اب وہی بات کہی ہے جو یہ پہلے کہہ چکا ہے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ [۱۷]

## ۵۔ قذف کی سزا:

اللہ تعالیٰ نے سورہ النور میں قذف کی سزا کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور۔ ۴، ۵)

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، یہی لوگ فاسق ہیں۔ مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح بھی کر لیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے) اگر تہمت لگانے والا غلام ہو تو اسے آدھی سزا (چالیس کوڑے) دی جائے گی، ارشاد باری (فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ (النساء۔ ۲۵)۔ اگر یہ لونڈیاں کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو خاندانی عورتوں کے لئے مقرر ہے) اسی لئے حضرت علیؓ غلام کو چالیس کوڑے لگاتے تھے اگر وہ کسی آزاد پر تہمت لگاتا۔ [۱۸]

## ۶۔ سزا کی تنفیذ کی کیفیت (دیکھئے لفظ جلد)

# قرء: حیض

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ قرء سے مراد حیض ہے۔ [۱۹]

اس مطلقہ کی عدت کا حساب جسے حیض آتا ہو اور جو حاملہ نہ ہو، حیض کے ذریعے لگایا جاتا ہے،

(دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۲، جزء الف، مسئلہ ۲)

## قرآن: قرآن

### ۱۔ مصاحف میں قرآن کی کتابت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ اگر قرآن مجید کی کتابت مصاحف میں کی جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کتابت واضح اور جلی خط میں کی جائے جس میں حروف بڑے بڑے اور روشن ہوں، تاکہ اس کا پڑھنا آسان ہو اور غلطی کا احتمال کم سے کم ہو، آپ کو یہ بھی بات ناپسند تھی کہ قرآن کی کتابت چھوٹے مصحف میں کی جائے[۲۰] ابو حلیمہ عبدی کہتے ہیں: "ہم کوفہ میں مصاحف لکھا کرتے تھے، حضرت علیؓ کا گذر ہم پر ہوتا تو آپ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: "اپنا قلم جلی رکھو" یہ سن کر میں اپنا قلم تراش لیتا اور پھر لکھتا، یہ دیکھ کر آپ فرماتے: "اسی طرح اس چیز کو روشن رکھو جسے اللہ نے منور کیا ہے" [۲۱]

### ۲۔ مضامین قرآن:

حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ قرآن مجید مضامین کے اعتبار سے چار چوتھائیوں پر مشتمل ہے۔ حلال و حرام کے احکامات نصف قرآن، مواعظ و امثال ایک چوتھائی اور اخبار و قصص ایک چوتھائی ہے آپ کا قول ہے "قرآن مجید چار چوتھائیوں کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی حلال کے احکام، دوسری چوتھائی حرام کے احکام تیسری چوتھائی مواعظ و امثال اور آخری چوتھائی قصص و اخبار ہے"۔

### ۳۔ تعظیم قرآن:

الف) قرآن کی تعظیم ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کی تعظیم میں یہ بات داخل ہے کہ اس کی تلاوت ایسی جگہ نہ کی جائے جو گندگی کی وجہ سے قابل احترام نہ ہو، مثلاً حمام وغیرہ، اسی لئے حضرت علیؓ حمام وغیرہ میں قرآن کی تلاوت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ [۲۲]

قرآن کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ حدث کی حالت میں اسے ہاتھ نہ لگایا جائے، اسی لئے حضرت علیؓ نے حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں صورتوں میں قرآن کو ہاتھ لگانا حرام قرار دیا تھا۔ [۲۳] (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۲) اور (لفظ حیض، فقرہ ۴، جزء ج)

تعظیم قرآن میں یہ بھی داخل ہے کہ جنابت کی حالت میں اس کی تلاوت بھی نہ کی جائے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "قرآن مجید کی ہر حال میں تلاوت کرو جب تک کہ حالت جنابت نہ ہو" [۲۴] (دیکھئے لفظ جنابت، فقرہ ۲)

وضوء نہ ہونے کی صورت میں قرآن مجید کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں، اس کا مقصد لوگوں سے تنگی دور کرنا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر تمہارا وضوء نہ ہو تو قرآن کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر تم جنبی ہو تو پھر ایک حرف بھی نہ تلاوت کرو" [۲۵]

ب) قرآن کی تعلیم دینے کا اجر (دیکھئے لفظ اجارۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

۴۔ قرآن میں مقامات سجود:

الف) ایسے مقامات جہاں سجدہ کرنا واجب ہے: حضرت علیؓ فرمایا کرتے: "عزائم السجود، یعنی جن مقامات پر سجدہ ضروری ہے، چار ہیں، الم تنزیل، حم السجدہ، النجم اور اقرا باسم ربک الذی خلق [۲۶]

ب) باقیماندہ مقامات سجدہ میں تلاوت کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے سجدے کرے چاہے نہ کرے [۲۷] ان میں سے سورہ الحج کے دو سجدے ہیں۔ حضرت علیؓ یہ دونوں سجدے کیا کرتے تھے۔ [۲۸] پہلا سجدہ (أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ...... الحج۔ ۱۸) کی آیت پر اور دوسرا سجدہ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ.... الحج۔ ۷۷) کی آیت پر۔ ابن قدامہ نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مفصل (سورہ حجرات یا سورہ ق سے لے کر آخر قرآن) میں تین سجدے ہیں۔ [۲۹]

۵۔ سجدۂ تلاوت کی کیفیت (دیکھئے لفظ سجود، فقرہ ۵)

۶۔ نماز میں قرآن کی تلاوت واجب ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۳)

نماز میں قرآن کے الفاظ میں کلام کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ د)

نماز میں رکوع اور سجدے کی حالتوں میں قرآن کی تلاوت نہیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز۔ ط)

## قراض: مضاربت کرنا

(دیکھئے لفظ مضاربہ)

## قران : ملانا۔ حج قران کرنا

حج میں قران کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳)

## قرض : قرض

(دیکھئے لفظ دین)

## قرعہ : قرعہ اندازی کرنا

قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرنا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ و)

قرعہ اندازی کے ذریعے ثبوت نسب (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۳)

اگر کسی مقدمہ میں فریقین کے گواہوں کی تعداد پوری ہو اور گواہوں کے بیان متعارض ہوں تو ایسی صورت میں فریقین کے درمیان اس مقصد کے لئے قرعہ اندازی کرنا کہ کون سا فریق حلف اٹھائے (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

شوہر کی وفات کے بعد اس کی بیواؤں میں سے ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعے خارج کرنا جبکہ شوہر نے موت سے پہلے ان میں سے ایک کو طلاق دی ہو اور مطلقہ کا تعین نہ کیا ہو (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۴، جز۔ ب)

## قرن : عورت کے اندام نہانی میں ایک بیماری

عورت میں قرن کی بیماری کی وجہ سے نکاح کا فسخ ہو جانا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ الف)

## قرینہ : قرینہ

قرائن کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کرنا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ ھ)

قرائن کی بنیاد پر زنا کاری کو ثابت کرنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۴، جز۔ ج)

## قسامہ : قسمیں اٹھانا

### ۱۔ تعریف :

اگر کوئی شخص کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے اور قاتل نامعلوم ہو تو ایسی صورت میں متعدد قسمیں

دلانے کو قسامہ کہتے ہیں:

۲۔ قسامہ کی شرطیں:

قسامہ کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

الف) مقتول کے جسم پر قتل کے نشانات ہوں، اگر وہ طبعی موت مرا ہو یا اس کے جسم پر قتل کے نشانات نہ ہوں تو ایسی صورت میں قسامہ نہیں ہو گا۔ یہ اصول حضرت علیؓ کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے جو آگے آ رہا ہے۔

ب) مقتول ایسے محلے میں پایا جائے جہاں لوگ بس رہے ہوں، یا اس کی لاش دو آباد محلوں کے درمیان ملی ہو، اگر مقتول کی لاش جنگل یا چٹیل میدان میں ملی ہو تو قسامہ نہیں ہو گا (دیکھئے لفظ جنایہ فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ الف) یہ اصول حضرت علیؓ کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے کہ جو بھی مقتول دو دیہات کے درمیان پایا جائے تو اس کی ذمہ داری زیادہ قریب بستی والوں پر ہو گی۔ [۳۰]

۳۔ قسامہ کی کیفیت:

جب کوئی مقتول کسی قبیلے یا دو محلوں کے درمیان پایا جائے، تو اہل محلہ میں سے ایسے پچاس آدمی لئے جائیں گے جن کے بارے میں شبہ ہو کہ انہوں نے قتل میں حصہ لیا ہے، پھر انہیں حکم دیا جائے گا کہ وہ حلفاً یہ کہیں کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی اس کے قاتل کو جانتے ہیں، جب وہ حلف اٹھا لیں گے تو اس کی دیت بھریں گے۔ حضرت علیؓ نے ایسے مقتول کے متعلق جس کی لاش ایک محلے میں پائی گئی تھی اور قاتل نامعلوم تھا یہ فیصلہ دیا کہ اہل محلہ میں سے پچاس آدمی اللہ کے نام پر حلف اٹھا کر کہیں کہ نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں اس کے قاتل کا پتہ ہے، اس کے بعد وہ اس کی دیت بھر دیں گے [۳۱] گذشتہ بیانات سے یہ بات واضح ہے کہ حلف اٹھانے کی ابتدا مدعی علیہم کریں گے، اگر وہ حلف اٹھانے سے گریز کریں تو مدعیوں سے حلف لیا جائے گا۔

۴۔ قسامہ سے واجب ہونے والی چیز:

قسامہ سے دیت واجب ہوتی ہے نہ کہ قصاص، جیسا کہ حضرت علیؓ کا قول اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

قسم: قسم

(دیکھئے لفظ یمین)

## قسمہ : تقسیم کرنا

تقسیم کرنے کے کام پر اجرت لینا (دیکھئے لفظ اجارۃ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

## قصاص : قصاص

(دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف) اور (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۱۰، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ب)

## قصر الصلاۃ : نماز میں قصر کرنا

سفر میں نماز میں قصر کرنا (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ج)

## قضاء : فیصلہ

### ۱۔ تعریف :

قضاء سے مراد لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنا ہے۔

### ۲۔ منصب قضا کے خطرات :

منصب قضا ایک پر خطر منصب ہے کیونکہ اس میں لغزش کا احتمال بہت زیادہ ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حق کو مار کر باطل کو زندہ کر دیا گیا۔ اسی لئے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے: "قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ دو قسمیں جہنم میں جائیں گی اور ایک قسم جنت میں جائے گی، جہنم میں جانے والے دو قسم کے قاضیوں میں سے ایک وہ ہے جس نے قصداً حق کے متعلق زیادتی کی ہو گی اور دوسرا وہ ہو گا جس نے اپنی رائے سے کام لیا ہو گا اور غلطی کر بیٹھا ہو گا، جنت میں جانے والا وہ قاضی ہو گا جس نے حق کے متعلق اپنی رائے پر پوری طرح سوچ بچار کر کے درست فیصلہ کیا ہو گا"، اس خبر کے راوی ابو العالیہ سے قتادہ نے پوچھا: "اس قاضی کو کیا ہو گیا کہ جس نے حق کے متعلق اپنی رائے پر سوچ بچار کیا اور پھر بھی غلطی کر گیا؟" ابو العالیہ نے جواب دیا: "اگر وہ چاہتا تو فیصلے کرنے کے لئے نہ بیٹھتا جبکہ اسے فیصلہ کرنا آتا ہی نہ تھا" [۳۲] ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے مقام ذی قار میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لوگو! میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر والی اور ہر قاضی کو قیامت کے دن لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پل صراط پر

کھڑا کیا جائے گا، پھر فرشتے رعیت اور ماتحتوں کے ساتھ اس کے عادلانہ یا ظالمانہ سلوک کی دستاویزات اس کے سامنے پھیلا دیں گے، وہ ان دستاویزات کو تمام خلائق کے سامنے پڑھے گا، جیسا کہ ارشاد باری ہے (وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ المومن۔ ۵۱ . اور اس دن جبکہ گواہ کھڑے ہوں گے) اگر اس کا سلوک عادلانہ ہو گا تو اسے اللہ تعالیٰ نجات دے گا اور اگر غیر عادلانہ ہو گا تو پل صراط اسے اس زور کا جھٹکا دے گا کہ اس کے ایک عضو سے دوسرے عضو کا فاصلہ سو سال کی مسافت کے برابر ہو گا" [۳۳]

چونکہ قضاء کی اہمیت بہت زیادہ تھی اس لئے حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ امام المسلمین ہی قاضیوں کا تقرر کرے گا، اس کے امراء یعنی گورنر اور عمال یہ کام نہیں کریں گے (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۴، جز۔ و)

۳۔ قضاء کا تمام جھگڑوں اور ان کے نشانات کو مٹا دینا:

قضاء لوگوں کے مابین تمام جھگڑوں اور ان کے نشانات کو مٹا دیتا ہے۔ ایک واقعے سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایک آدمی نے ایک عورت کے خلاف اس سے نکاح کر لینے کا دعویٰ کیا، اور جھگڑا حضرت علیؓ کے سامنے پیش کر دیا، دو گواہوں نے بھی اس کی گواہی دے دی، حضرت علیؓ نے ان دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ عورت کہنے لگی، "امیر المومنین! بخدا اس نے میرے ساتھ نکاح نہیں کیا ہے، اب آپ نکاح کرا دیجئے، تاکہ میں اس کے لئے حلال ہو جاؤں" حضرت علیؓ نے جواب دیا: "تمہارے دو گواہوں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دیا ہے" [۳۴]

۴۔ حضرت علیؓ کا قضاء کے طریق کار کو باقی رکھنا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیت یہ تھی کہ قضاء کے طریق کار اور عدالتی نظام میں ایسی ترامیم کی جائیں جو معاشرے میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کے مناسب حال ہوں، لیکن آپ نے اس کام کو حالات درست ہونے تک موخر رکھا، آپ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے قاضیوں کو حکم دیا تھا کہ پرانے طریق کار کے مطابق فیصلے کرو تاکہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو کیونکہ مجھے خوف ہے کہیں اختلاف پیدا نہ ہو جائے" [۳۵]

۵۔ قاضی کا ان احکامات کے خلاف احکامات صادر نہ کرنا جو اس سے پہلے دئے گئے ہوں: ملکی اور سیاسی حالات کے پرسکون ہونے کی چاہت میں حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ کسی قاضی کو یہ حق نہیں

پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے قاضی کے فیصلے کے خلاف فیصلہ دے۔ حضرت علیؓ نے خود اپنے ہاتھوں سے اہل نجران اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان معاہدہ لکھا تھا، حضرت عمرؓ کے زمانے میں اہل نجران کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ آپ کو خوف ہوا کہ کہیں ان کے ہاتھوں سے لوگوں کو نقصان نہ پہنچے، ادھر ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے، یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آکر معاہدہ کی تبدیلی کا مطالبہ کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے ان کی خواہش کے مطابق تبدیلی کر دی، پھر یہ لوگ اس پر نادم ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان پر کچھ عائد کیا، انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت عمرؓ نے انکا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ جب حضرت علیؓ خلیفہ بنے تو یہ لوگ آپ کے پاس آکر کہنے لگے، "امیرالمومنین! آپ نے اپنی زبان سے سفارش کی تھی اور اپنے دائیں ہاتھ سے معاہدہ لکھا تھا" (یعنی معاہدہ کے پہلی دستاویز کو بحال کر دیجئے) حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا: "کم بختو! حضرت عمرؓ معاملات کے بارے میں بڑے ہی راست رو تھے [۳۶] اور میں ان کے کئے ہوئے فیصلے کو ہرگز رد نہیں کروں گا" [۳۷]

۶۔ قاضی بننے کے اہلیت :

قضاء کا عہدہ ولایت عامہ کا عہدہ ہے۔ اس لئے قاضی کے لئے عقل، بلوغ اور اسلام کی وہی شرطیں ہیں جو مسلمانوں کی ولایت عامہ پر فائز ہونے والے شخص کے لئے ہیں۔ اگرچہ ہمیں ان امور کے متعلق حضرت علیؓ کے اقوال نہیں ملے تاہم یہ ایسے امور ہیں جن پر امت کا اجماع ہے۔

قاضی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں کے مال و دولت سے اس کا دامن پاک ہو، وہ بردبار ہو کہ کوئی کلمہ یا حملہ اسے بھڑکا نہ سکے، اور کسی کی غلط حرکت سے وہ غصے میں نہ آئے، اسے احکام شریعت اور ناسخ و منسوخ پر پورا پورا عبور ہو۔ حضرت علیؓ نے ایک قاضی سے فرمایا: "کیا تمہیں شرعی احکام کے ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟" اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: "تو خود ہلاک ہوا اور دوسروں کو ہلاک کیا" [۳۸] حضرت علیؓ نے اس قاضی سے ناسخ و منسوخ کے متعلق سوال اس لئے کیا تھا کہ اس زمانے میں ان کی معرفت کوئی آسان بات نہیں تھی۔ قاضی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسے اپنے سے پہلے قاضیوں کے فیصلوں کا علم ہو تاکہ وہ اپنے فیصلوں میں انکے دائرے سے باہر نہ جائے تاکہ فیصلوں میں تضاد و انتشار پیدا نہ ہو۔ اس میں اتنا تواضع ہو کہ اہل علم و دانش سے مشورہ لینے میں کوئی عار محسوس نہ کرے، اس لئے کہ اس قسم کے مشوروں سے وہ فیصلوں میں غلطی کرنے سے بچ سکتا ہے، وہ حق گوئی اور حق پرستی میں اس قدر جری اور بے باک ہو

کہ اسے بادشاہ یا سلطان کی ناراضگی کی بھی پروانہ ہو، وہ کسی حالت میں بھی مبنی برحق فیصلہ کرنے اور فیصلہ سنانے میں اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے، ان تمام خصوصیات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں جمع فرما دیا ہے: "ایک قاضی کو اس وقت تک قاضی نہیں بننا چاہئے جب تک اس کے اندر پانچ خصلتیں نہ ہوں: وہ پاک دامن ہو، بردبار ہو، اسے اپنے پیشرو قاضیوں کے فیصلوں کا بخوبی علم ہو، وہ اہل علم و دانش سے مشورے بھی لیتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سلسلے میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرتا ہو اور نہ گھبراتا ہو" [۳۹]

۷۔ دارالقضاء

قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقدمات کے فیصلوں کے لئے شہر کے وسط میں اپنی نشست رکھے تاکہ ہر ایک کے لئے اس تک پہنچنا آسان ہو، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو شہر کوفہ کی سب سے بڑی مسجد میں بیٹھنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ وہاں تک رسائی آسان تھی۔

۸۔ مفت انصاف حاصل کرنا:

اسلامی حکومت کا ایک ہدف اور نصب العین یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کیا جائے۔ اس لئے فقہ اسلامی اس بات کی متقاضی ہے کہ حقدار کو اپنا حق حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ یہی وجہ ہے مقدمہ کے فریقین حصول انصاف کے لئے کہ جس کے ذریعے ان کے درمیان جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے، نہ تو قاضی کو کوئی رقم ادا کرتے اور نہ ہی حکومت کو، بلکہ قاضی اور محکمہ قضاء کے تمام اخراجات کی حکومت خود کفالت کرتی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی شریح کو قضاء کے کام کی انجام دہی پر بیت المال سے مشاہرہ دیا کرتے تھے۔ [۴۱] آپ نے جب کوفہ میں انہیں قضاء کا کام سپرد کیا، تو ان کا مشاہرہ پانچ سو درہم ماہانہ مقرر فرمایا۔

۹۔ قاضی کی ذمہ داریاں

اپنے فیصلوں میں انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے قاضی کو درج ذیل باتوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے:

الف) اس کے سامنے پیش ہونے والے مقدمہ کا تفصیلی مطالعہ: قاضی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مقدمہ کے تفصیلی مطالعہ اور اپنے فیصلے پر اطمینان کر لینے سے پہلے کوئی حکم صادر کر دے، اسی لئے حضرت علیؓ نے قاضی شریح سے فرمایا تھا: "تمہاری زبان اس وقت تک تمہارے ماتحت اور غلام

ہے جب تک تم اسے حرکت میں نہ لاؤ۔ جب تم نے اپنی زبان استعمال کر لی تو تم اس کے غلام بن گئے اس لئے خیال رکھو کہ کیا فیصلہ کر رہے ہو، کس چیز کے متعلق فیصلہ کر رہے ہو اور کیسے فیصلہ کر رہے ہو" [۴۲]

ب ) اگر فیصلے میں کوئی غلطی ہو جائے تو اپنا فیصلہ واپس لے لے۔ اگر قاضی کوئی حکم صادر کر دے اور پھر بعد میں معلوم ہو کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے تو اسے چاہئے کہ فوراً اپنا فیصلہ واپس لے لے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب قاضی کوئی فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے پھر اسے اس کا علم ہو جائے تو وہ اپنا فیصلہ واپس لے لے" [۴۳]

ج ) مقدمات کے فریقوں کے ساتھ مساویانہ سلوک۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص مہمان بن کر مقیم ہوا، اور کئی دنوں تک ٹھہرا رہا، وہ کسی مقدمہ میں فریق تھا، حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ آیا وہ کسی مقدمہ میں فریق ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسے چلے جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: "ہمیں اس سے روکا گیا ہے کہ ہم کسی مقدمے کے ایک فریق کو مہمان بنالیں اور دوسرے فریق کو نظرانداز کر دیں" [۴۴] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ فریقین کے درمیان اس مساوات کو، ایک فریق کے مسلمان ہونے اور دوسرے فریق کے کافر ہونے کی صورت میں، نظرانداز کر دیتے تھے، بشرطیکہ اس سے فیصلے کے عادلانہ ہونے پر اثر نہ پڑتا مثلاً نشست اور عدالتی بلاوا وغیرہ میں مساوات کو نظرانداز کر دینا، جہاں تک مقدمے کی پیروی کرنے، اپنے دفاع کا پورا پورا موقعہ دینے اور گواہیاں پیش کرنے کا تعلق ہوتا تو ان میں فریقین کے درمیان پوری پوری مساوات قائم کی جاتی، روایت ہے کہ جب حضرت علیؓ اور ایک یہودی اپنا مقدمہ فیصلہ کرانے کے لئے قاضی شریح کے پاس لے گئے تو آپ نے قاضی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اگر میرا فریق مخالف مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ تمہارے سامنے بیٹھتا" [۴۵] اس لئے کہ حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کافر کے مقابلے میں ارفع نظر آئے۔

د ) مقدمات کے فریقوں کے ساتھ چیخ چیخ کر نہ بولنا۔ اس لئے کہ اس چیخ و پکار سے لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور اپنے حق میں دلائل دیتے وقت ان کی زبان لڑکھڑائے گی۔ حضرت علیؓ نے ابو الاسود کو قضا کا عہد دے کر پھر انہیں معزول کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ آخری معزولی کیوں

عمل میں آئی جب کہ میری طرف سے نہ کوئی خیانت ہوئی اور نہ کوئی جرم؟ حضرت علی نے جواب میں فرمایا: "دراصل میں نے دیکھا کہ تمہاری گفتگو مقدمہ کے فریقین سے اونچی ہو جاتی ہے" [۴۶]

ھ) بازاروں میں کاروبار اور مول تول نہ کرنا (دیکھئے لفظ المدة، فقرہ ۴، جزک)

و) فیصلوں پر اثرانداز ہونے والے عوامل سے دور رہنا اور ان پر غلبہ پانے کے لئے نفس سے پورا مجاہدہ کرنا چاہے یہ عوامل رشتہ داری کی صورت میں ہوں، یا مال یا نفرت وغیرہ کی شکل میں، جعدہ بن ہبیرہ حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا: "امیرالمومنین، آپ کے پاس دو شخص اپنا مقدمہ لے کر آتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو ایسا ہوتا ہے کہ آپ کی ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور دوسرا شخص ایسا ہوتا ہے کہ اگر اسے آپ کی گردن پر چھری پھیرنے کا موقع مل جائے تو وہ ضرور پھیر دے، اور پھر بھی آپ فیصلہ کرتے وقت دوسرے کے حق میں فیصلہ کر دیتے ہیں" حضرت علیؓ نے یہ سن کر اسے پکڑ کے ہلایا اور پھر فرمایا: "قضاء ایک ایسا معاملہ ہے کہ وہ خالص اللہ کے لئے طے کیا جاتا ہے۔ اگر یہ معاملہ میرا ذاتی ہوتا تو میں اس میں اپنی مرضی چلاتا" [۴۷] حضرت علیؓ کا یہ طریق کار دراصل اس ارشاد باری پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے تھا کہ: (وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ اور کسی قوم کی مخالفت یا دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل کرنا چھوڑ دو، عدل کرو کیونکہ عدل کرنا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے)

ں) مشاورت: قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل علم و دانش سے مشورے کرتا رہے تاکہ کوئی حق حقدار کو ملنے سے رہ نہ جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مجلس شوریٰ کے ایک رکن تھے جو آپ سے پہلے خلفاء کے زمانے میں بنی ہوئی تھی اور جب کبھی کوئی مشکل مسئلہ پیش آ جاتا تو خلیفہ وقت اس مجلس سے مشورہ کرتا۔ خصاف نے اپنی کتاب ادب القاضی میں بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کے پاس جب کسی مقدمے کے سلسلے میں دو فریق آتے تو ایک سے کہتے کہ جاؤ علی کو بلا لاؤ اور دوسرے سے فرماتے کہ جاؤ طلحہ، زبیر اور چند دوسرے صحابہ کو لے آؤ جب سارے آ جاتے تو آپ فریقین کو بیان دینے کا حکم دیتے، جب فریقین بیان دے لیتے تو آپ بلائے ہوئے حضرات سے مخاطب ہو کر ان کی رائے معلوم کرتے، اگر ان کی رائے بھی وہی ہوتی جو آپ

کی ہوتی تو اسی کا فیصلہ صادر کر دیتے اور ان اصحاب سے مزید مشورہ نہ کرتے۔ [۴۸]

ح) اگر مدعی اپنا حق چھوڑ دے تو قاضی بھی مدعی کو چھوڑ دے، میسرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ماں کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آیا ماں نے کہا کہ میرے اس بیٹے نے میرے شوہر کو قتل کر دیا، بیٹے نے کہا کہ میرے غلام نے میری اس ماں کے ساتھ بد کاری کی، حضرت علی نے فرمایا: "تم دونوں خائب و خاسر ہوئے، اگر تو سچی ہے تو ہم تیرے اس بیٹے کو قتل کر دیں گے اور اگر تیرا بیٹا سچا ہے تو ہم تجھے سنگسار کر دیں گے" یہ کہہ کر آپ نماز پڑھنے چلے گئے، بیٹے نے ماں سے کہا: "تو بیٹھی اس کا انتظار کر رہی ہے کہ حضرت علی مجھے قتل کر دیں یا تجھے سنگسار کر دیں!" "پھر دونوں اٹھ کر چلے گئے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے بارے میں دریافت کیا، پتہ چلا کہ وہ دونوں چلے گئے ہیں" [۴۹]

۱۰۔ اثبات کے طریقے جن کی بنا پر قاضی کسی مقدمے کا فیصلہ کرتا ہے:

الف) اعتراف یا اقرار۔ اگر مدعیٰ علیہ اس حق کا اعتراف و اقرار کر لے جو اس پر ہے تو ٹھیک ہے، فیصلہ اسی کے مطابق ہو جائے گا (دیکھئے لفظ اقرار)

ب) گواہ (دیکھئے لفظ شہادۃ)

۱) اگر مدعیٰ علیہ اقرار نہ کرے تو قاضی مدعی سے اپنے دعویٰ کی سچائی پر گواہ طلب کرے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہوتا ہے اور انکار کرنے والے پر قسم آتی ہے" [۵۰] اگر مدعی گواہ یا تحریر یا اسی قسم کا کوئی اور ثبوت نہ پیش کر سکے تو مدعیٰ علیہ کی بات قابل قبول ہو گی، عامر شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بازار گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک عیسائی ایک زرہ فروخت کر رہا ہے، آپ نے اپنی زرہ پہچان لی اور اس عیسائی سے فرمایا: "یہ میری زرہ ہے، اب مسلمانوں کا قاضی اس کا ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا، اس زمانے میں شریح مسلمانوں کے قاضی تھے، حضرت علیؓ نے انہیں عہدہ قضا پر مامور کیا تھا، جب شریح نے امیر المومنین کو آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی جگہ حضرت علی کو بٹھا دیا اور خود حضرت علیؓ کے سامنے عیسائی کے پہلو میں بیٹھ گئے، حضرت علیؓ نے شریح سے مخاطب ہو کر فرمایا: "شریح، اگر میرا فریق مخالف مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ فریقین مقدمہ کی نشست پر بیٹھ جاتا، اچھا اب میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ شریح نے عیسائی کو بیان دینے کے لئے کہا، عیسائی نے کہا: "میں امیر المومنین کو جھٹلاتا نہیں،

لیکن زرہ میری ہے" شریح کہنے لگے: "میں نہیں سمجھتا کہ یہ زرہ اس عیسائی کے ہاتھ سے نکل جائے گی، اچھا ثبوت پیش کرو۔ حضرت علیؓ نے یہ سن کر فرمایا: "شریح ٹھیک کہتے ہیں" اس پر عیسائی یوں گویا ہوا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء کے احکام ہیں، کہ امیر المومنین اپنے قاضی کے پاس آئیں اور قاضی ان کے خلاف فیصلہ دے، امیرالمومنین، بخدا یہ زرہ آپ کی ہے میں لشکر کے ساتھ آپ کے پیچھے پیچھے چلا تھا، یہ زرہ آپ کے خاکستری رنگ کے اونٹ سے نیچے گر گئی تھی جسے میں نے اٹھا لیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا: "اب جب کہ تو مسلمان ہو گیا ہے تو یہ زرہ تیری ہے۔" پھر آپ نے ایک عمدہ گھوڑا سواری کے لئے اسے عنایت کر دیا۔ [۵۱] اس پورے بیان سے یہ بات ظاہر ہے کہ بینہ یعنی ثبوت پیش کرنا قسم اٹھانے پر مقدم ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "انصاف پر مبنی ثبوت جھوٹی قسم سے اولیٰ ہے" [۵۲]

۲) گواہوں کو الگ الگ بلایا جائے گا، انہیں اکٹھا بلایا نہیں جائے گا تاکہ وہ کسی ایک بات پر متفق نہ ہو سکیں۔ پھر ایک کی گواہی دوسرے کی سامنے نہیں سنی جائے گی تاکہ وہ سن کر متاثر نہ ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ گواہوں کو الگ الگ کر دیتے تھے۔ [۵۳]

۳) جب مدعی ثبوت پیش کر دے تو آیا قاضی اس سے حلف بھی لے گا؟ حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ ایسی صورت میں مدعی سے حلف بھی لے [۵۴] حضرت علیؓ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب ثبوت آپس میں متعارض ہوں تو قاضی مدعی سے حلف اٹھانے کا مطالبہ کرے گا۔ [۵۵]

۴) جب مدعی اور مدعیٰ علیہ کے گواہوں کے بیانات آپس میں متعارض ہوں اور دوسری جانب گواہوں کی تعداد طرفین سے مساوی ہو اور متنازعہ فیہ چیز ان دونوں میں سے ایک کے قبضے میں ہو تو قبضے والے شخص کے گواہ کو ترجیح دی جائے گی اور قاضی اس کی بنیاد پر فیصلہ کر دے گا۔ دو شخص حضرت علیؓ کے پاس ایک جانور کا جھگڑا لے کر آئے۔ وہ جانور ان میں سے ایک کے قبضے میں تھا، ایک نے گواہ پیش کیا ــــ ایک روایت میں ہے کہ دو گواہ پیش کئے ــــ کہ یہ جانور اس کا ہے۔ دوسرے نے بھی گواہ پیش کیا ــــ ایک روایت میں ہے کہ دو گواہ پیش کئے ــــ کہ یہ جانور اس کا ہے۔ آپ نے اس شخص کے حق میں فیصلہ دیا جس کے پاس یہ

جانور تھا۔ [٥٦]

اگر متنازعہ فیہ چیز کسی کے قبضے میں نہ ہو تو ایک روایت کے مطابق یہ چیز ان دونوں کی ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر جانور ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں نہ ہو اور دونوں اپنے اپنے حق میں گواہ مہیا کر دیں کہ یہ جانور ان کا ہے تو یہ جانور ان دونوں کا ہو جائے گا۔ [٥٧] ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ چیز اسے مل جائے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "دو مدعی ایک ایسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں جو ان میں سے کسی ایک کے قبضے میں نہیں ہوتی اور ان میں سے ہر ایک اپنے دعوے کا گواہ بھی پیش کرتا ہے تو ایسی صورت میں ان دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی" [٥٨]

اگر مدعی کے گواہوں کی تعداد مدعیٰ علیہ کے گواہوں کی تعداد سے مختلف ہو اور مدعیٰ بہ (متنازعہ فیہ شے) کسی ایک کے ہاتھ میں نہ ہو تو دونوں میں سے ایک سے اس کے گواہوں کے باوجود حلف بھی لیا جائے گا اور وہ شے اسے دے دی جائے گی، اگر فریقین حلف اٹھانے میں پہل کرنے کے بارے میں جھگڑ پڑیں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ اپنے گواہوں کے باوجود حلف اٹھائے گا اور وہ شے اسے مل جائے گی۔ حنش بن معتمر کہتے ہیں: "دو شخص حضرت علیؓ کے پاس ایک مادہ خچر کا جھگڑا لے کر آئے، ایک فریق نے پانچ گواہ پیش کئے جنھوں نے گواہی دی کہ مادہ خچر نے اس کے ہاں جنم لیا ہے، دوسرے فریق نے دو گواہ پیش کئے جنھوں نے اس کے حق میں اسی طرح گواہی دی۔ حضرت علیؓ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے پوچھا: "آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں جس کے گواہ زیادہ ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں گواہ ان پانچ گواہوں سے بہتر ہوں" پھر فرمایا: "دراصل اس مقدمہ میں قضاء اور صلح دونوں باتیں ہو سکتی ہیں۔ صلح تو یہ ہے کہ اس خچر کو دونوں کے حوالے کر دیا جائے، اس کے پانچ حصے ایک کے ہوں گے اور دو حصے دوسرے کے، لیکن قضاء بالحق (مبنی برحق فیصلہ) یہ ہے کہ ان میں سے ایک اپنے گواہوں کے باوجود یہ حلف اٹھائے کہ یہ مادہ خچر اس کی ہے۔ نہ اس نے اسے فروخت کیا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا ہے۔ اس کے بعد وہ خچر اپنے قبضے میں کر لے اور اگر وہ چاہے تو بھاری قسمیں اٹھا کر خچر حاصل کر لے، اگر یہ دونوں حلف اٹھانے میں پہل

کرنے پر جھگڑ پڑیں تو میں انکے درمیان قرعہ اندازی کروں گا. جس کے نام قرعہ نکلے گا وہ حلف اٹھائے گا. حنش کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے میرے سامنے اس مقدمے کا اسی طرح فیصلہ کیا" [۵۹]

ہ) اگر گواہوں کے بیانات آپس میں متعارض ہوں اور گواہوں میں سے ہر ایک، گواہ بھی ہو اور مدعیٰ علیہ بھی تو ایسی صورت میں سب کے سب جرمانہ برداشت کرنے میں شریک ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایک ایسے ہی مقدمے کا فیصلہ کیا تھا، چھ لڑکے دریائے فرات میں تیرنے گئے۔ ان میں سے ایک ڈوب گیا، دو لڑکوں نے تین لڑکوں کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے اسے ڈبویا ہے، اور ان تین نے دو کے خلاف گواہی دی کہ ان دونوں نے اسے ڈبویا ہے۔ حضرت علیؓ نے غرق ہونے والے لڑکے کی دیت کے پانچ حصے کر کے دو حصوں کی ادائیگی ان تین لڑکوں پر ڈال دی اور بقیہ تین حصوں کی ادائیگی ان دو لڑکوں کے ذمے لگا دی۔ [۶۰]

ج) ایک گواہ کے مہیا ہونے کی صورت میں حلف اٹھانا۔ اگر متنازعہ فیہ چیز (مدعیٰ بہ) حدود کے سوا کچھ اور ہو، اور مدعی صرف ایک گواہ پیش کر سکے، تو قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ مدعی سے ایک گواہ کے ہوتے ہوئے حلف اٹھوائے اور اس کے حق میں فیصلہ کر دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی گواہی اور صاحب الحق (مدعی) کے حلف کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کر دیا تھا۔ [۶۱]

د) الیمین (قسم)

۱) اگر مدعی کسی قسم کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے اور مدعیٰ علیہ فاسق ہو جسے قسم اٹھا لینے کی پروا نہ ہو تو قاضی کے ذمہ یہ ہو گا کہ وہ ملزم سے اعتراف کرانے کے لئے مختلف طریقے آزمائے۔ ایک شخص چھ آدمیوں کے قافلے کے ساتھ سفر پر نکلا اور واپس نہیں آیا، اس کے رشتہ داروں نے یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا۔ قاضی صاحب نے ان سے اس کے قتل ہو جانے کا گواہ طلب کیا۔ ان کے پاس اس کا کوئی گواہ نہیں تھا۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور سارا ماجرا سنایا، آپ نے فرمایا: "شریح، تجھ کو تیری ماں روئے، اگر اس گمشدہ شخص کے پاس کوئی شاہد عادل ہوتا تو یہ قتل کیوں ہوتا، پھر آپ نے تمثیلاً ایک شعر پڑھا

ترجمہ:

سعد اونٹوں کو گھاٹ پر لے آیا لیکن سعد چادر اوڑھے ہوئے ہے
اے سعد اس طرح اونٹ پانی پی کر سیراب نہیں ہو سکتے

پھر آپ نے ان چھ افراد کو بلوایا جن کے ساتھ وہ گمشدہ شخص گیا تھا۔ انہوں نے اس کے متعلق کچھ بتانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے انہیں ایک دوسرے سے الگ کر کے ہر ایک کو مسجد کے ایک، ایک ستون کے ساتھ کھڑا کر دیا، اور پہرہ لگا دیا، پھر آپ نے ایک کو بلایا اور اس سے سوالات کئے، آپ نے زور سے اللہ اکبر کہا، باقیوں نے خیال کیا کہ ان کے ساتھی نے جرم کا اعتراف کر لیا ہے، پھر انہیں بلایا، سب نے قتل کا اعتراف کر لیا، آپ نے پہلے سے کہا کہ تمہارے ساتھیوں نے تمہارے خلاف گواہی دے دی ہے، اور میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ یہ سن کر اس نے بھی اعتراف کر لیا، آپ نے سب کو قتل کر دیا۔ [٦٢]

۲) اگر قاضی ملزم سے اعتراف کرانے میں ناکام رہے تو اسے اللہ کے نام پر قسم دے گا چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر [٦٣]

۳) اگر ملزم حلف اٹھانے سے انکار کر دے۔ تو قاضی مدعی سے قسم لے گا۔ اگر وہ قسم اٹھا لے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "مدعیٰ علیہ قسم اٹھانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو مدعی قسم اٹھا کر متنازعہ فیہ شی (مدعیٰ بہ) لے لے گا" [٦٤] آپ کا یہ بھی قول ہے: "ایک گواہ کی موجودگی میں یمین یعنی قسم ہے، اگر گواہ نہ ہوں تو قسم مدعیٰ علیہ پر جائے گی۔ اگر وہ انکار کر دے تو مدعی قسم اٹھائے گا" [٦٥]

ھ) قرائن: قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ مضبوط قرائن کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ کر دے۔ حضرت علیؓ اپنے فیصلوں میں قرائن کا سہارا لیتے تھے۔ آپ نے ایک مرد اور عورت کے جھگڑے کا جو گھر کے سامان کے متعلق پیدا ہو گیا تھا۔ یہ فیصلہ دیا تھا کہ جو سامان مردوں کے استعمال کا ہو گا وہ مرد لے لے گا اور جو چیزیں عورتوں کے استعمال کی ہیں وہ عورت کو مل جائیں گی اور جو چیزیں مردوں اور عورتوں دونوں کے استعمال میں آتی ہوں وہ ان دونوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہو جائیں گی [٦٦] کچھ لوگ آپ کے پاس اپنی ایک بانس کی بنی ہوئی جھونپڑی کا جھگڑا لے کر آئے، آپ نے فیصلہ دیا کہ دیکھا جائے کہ ان میں سے کون بانس باندھنے والی رسی سے زیادہ قریب ہے، آپ نے فرمایا کہ وہی شخص اس جھونپڑی کا زیادہ حقدار ہے۔ [٦٧]

و) قرعہ اندازی: قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کرے، حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے کی توثیق کر دی تھی، سنن بیہقی وغیرہ میں روایت ہے کہ یمن سے تین آدمی حضرت علیؓ کے پاس ایک بچے کے متعلق جھگڑا لے کر آئے۔ ان تینوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی اور اس کے بطن سے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا، حضرت علیؓ نے ان میں سے دو سے کہا: "اگر یہ بچہ اس تیسرے کو دے دیا جائے تو کیا خوب ہو!" وہ دونوں بگڑ گئے، پھر آپ نے ان میں سے دو سے کہا: "اگر یہ بچہ تیسرے کو دے دیا جائے تو کیا خوب ہو!" لیکن وہ دونوں بھی اڑ گئے اس پر آپ نے فرمایا: "تم تو آپس میں ایک دوسرے سے سختی سے پیش آنے والے شرکاء ہو، اب میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کروں گا، جس کے نام قرعہ نکلے گا لڑکا اسے مل جائے گا اور وہ دو تہائی دیت اپنے دو ساتھیوں کو ادا کرے گا" پھر آپ نے قرعہ اندازی کی، اور جس کے نام قرعہ نکلا لڑکا اس کے حوالے کر دیا، یہ فیصلہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ [٦٨]

ز) قاضی کا اپنا ذاتی علم: قاضی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر گواہ لئے بغیر کسی مقدمے کا فیصلہ کر دے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کہتی ہیں کہ حضرت عمرؓ رات کے وقت مدینہ کی گلیوں کا چکر لگایا کرتے تھے، ایک رات آپ نے ایک مرد اور عورت کو غلط حرکات میں مشغول دیکھا، جب صبح ہوئی تو آپ نے لوگوں سے پوچھا! "تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر امام المسلمین کسی مرد اور عورت کو غلط حرکات میں مصروف دیکھے اور پھر ان پر حد جاری کر دے، تو تم کیا کہو گے؟" سب نے عرض کیا: "آپ امام المسلمین ہیں، آپ ایسا کر سکتے ہیں" حضرت علیؓ نے عرض کیا: "آپ ایسا نہیں کر سکتے ورنہ آپ پر حد جاری ہو جائے گی، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس معاملے پر چار سے کم گواہوں کی گواہی کو محفوظ قرار نہیں دیا" [٦٩]

## قضاء الامر: کسی چیز کا قضا کرنا

### ۱۔ تعریف:

کسی چیز کو اس کا وقت گزر جانے کے بعد ادا کرنا قضاء الامر کہلاتا ہے

۲۔ حج کی قضا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب، مسئلہ ۴)

۳۔ قرض کی ادائیگی کی قضا (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵)

۴۔ نماز کی قضا

فوت شدہ نمازوں کی قضا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۴، جزھ، مسئلہ ۵)

دوران حیض چھوٹ جانے والی نمازوں کی حائضہ کے لئے عدم قضا (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴)

مسبوق کی امام کے ساتھ رہ جانے والی نماز کی قضا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱، جزھ، مسئلہ ۷، جز د) اور (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز ی)

نوافل کی قضا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز د)

۵۔ روزے کی قضا:

رمضان کے روزوں کی قضا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۳)

حائضہ عورت کا رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴)

نفلی روزے کو فاسد کر دینے پر اس کی قضا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۹)

ذوالحجہ کے مہینے میں قضا روزے رکھنا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۲، جزھ)

## قطع الطریق: رہزنی

دیکھئے لفظ حرابہ

## قنوت: قنوت

نماز میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰)



## قطع الید: ہاتھ کاٹنا

چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹنے کی سزا اور اس کے نفاذ کی کیفیت (دیکھئے لفظ سرقہ، فقرہ ۵)

## قود: بدلہ، قصاص

دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز الف)

## قوامہ: حفاظت، نگرانی

۱۔ تعریف:

حفاظت، حمایت اور نگرانی کو قوامہ کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے احکام (دیکھئے الفاظ حضانہ، ولایہ، نکاح)

## قی: قے کرنا

اگر قصداً قے کرے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰، ۱۱، جز و

قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز الف، مسئلہ ۲)

## قیادۃ: قیادت

اہل الرائے کی قیادت (دیکھئے لفظ جہاد، فقرہ ۲)

## قیافہ: قیافہ

قیافہ کے ذریعے نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز الف، مسئلہ ۳)

## قیام: کھڑے ہونا

نماز میں قیام (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز ب)

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۷، جز ج)

تدفین کے اختتام تک قبر پر کھڑے رہنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۹)

## قید: بیڑیاں

قیدی کو لوہے کی بیڑیاں پہنانا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۴، جز د)

# حرف القاف

## - ق -

١۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۰۴، المحلی جلد پنجم ص ۱۳۳
٢۔ الاستذکار جلد اول ص ۲۳۴
٣۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۱، مسند زید جلد پنجم ص ۳۱۳
۴۔ الموطا جلد اول ص ۲۳۳
۵۔ شرح معانی آلاثار جلد اول ص ۲۹۷
٦۔ مصنف عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۴۰۲، المحلی جلد چہارم ص ۳۱، کنزالعمال رقم ۲۲۵۲۳
٧۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۲۵۱، المجموع جلد ششم ص ۴۹۸
٨۔ کنزالعمال ۲۴۴۹۴
٩۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۳۵
١٠۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۵
١١۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۸۵ اور ۴۰۱، کنزالعمال ۱۳۶۰۲
١٢۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۲۵، المحلی جلد گیارہ ص ۲۷۷ اور ص ۲۶۶، المغنی جلد ہشتم ص ۲۱۱
١٣۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۳
١۴۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۷۷
١۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۷، کنزالعمال رقم ۱۳۹۸٦
١٦۔ المحلی جلد گیارہ ص ۲۸٦
١٧۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷ب
١٨۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۵ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۳۷، خراج ابی یوسف ص ۱۹۸، کنزالعمال ۱۳۹۸۰
١٩۔ المغنی جلد چہارم ص ۳٦۸، المغنی جلد ہفتم ص ۴۵۲
٢٠۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۳۲۳، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱٦۳ب
٢١۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱٦۳ب
٢٢۔ التبیان للنووی ص ۴۲
٢٣۔ المجموع جلد دوم ص ۸۰
٢۴۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۴۰

۲۵۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۹۰

۲۶۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۳۳۶، سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۱۵، المحلی جلد پنجم ص ۱۰۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۴ اور ۶۵، مسند زید جلد دوم ص ۳۷۵

۲۷۔ مسند زید جلد دوم ص ۳۷۵

۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۴ب، سنن بیہقی جلد دوم ص ۳۱۷، المحلی جلد پنجم ص ۱۰۶ المجموع جلد سوم ص ۵۵۷، المغنی جلد اول ص ۶۱۸

۲۹۔ المغنی جلد اول ص ۶۱۶

۳۰۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۶، مسند زید جلد دوم ص ۵۹۲

۳۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۵۹۲

۳۲۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۱۷، شرح ادب القاضی جلد اول ص ۱۲۶

۳۳۔ شرح ادب القاضی جلد اول ص ۱۳۷

۳۴۔ المغنی جلد نہم ص ۵۹

۳۵۔ مصنف عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۳۲۹

۳۶۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۲۰

۳۷۔ المغنی جلد نہم ص ۵۷

۳۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۱۷

۳۹۔ المغنی جلد نہم ص ۴۳

۴۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۳۷

۴۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۳۷، الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۳۸

۴۲۔ کنزالعمال ۱۴۴۳۳

۴۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۲۳

۴۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۳۰۰، سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۳۷، کنزالعمال ۱۴۴۲۹، المغنی جلد نہم ص ۸۲، شرح ادب القاضی جلد اول ص ۳۶۲

۴۵۔ المغنی جلد نہم ص ۸۱

۴۶۔ المغنی جلد نہم ص ۱۰۴

۴۷۔ کنزالعمال ۱۴۳۵

۴۸۔ شرح ادب القاضی جلد اول ص ۳۰۵

۴۹۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۳۲

۵۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۹۴

۵۱۔ کنزالعمال ۱۷۷۸۹

۵۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۴۰

۵۳۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۲۲، کنزالعمال ۱۷۷۸۶، المغنی جلد نہم ص ۸۸

۵۴۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۱، الروض النضیر جلد چہارم ص ۹۷

۵۵۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۱

۵۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۷۸، کنزالعمال ۱۴۵۰۱

۵۷۔ حوالہ سابق

۵۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۵۹

۵۹۔ حوالہ سابق، عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۷۷، المحلی جلد نہم ص ۴۳۸، کنزالعمال ۱۴۵۰۰

۶۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۵۰

۶۱۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۷۰، المحلی جلد نہم ص ۴۰۴، المغنی جلد نہم ص ۱۵۱، کنزالعمال ۱۷۵۰۷، الام جلد ہفتم ص ۱۷۸

۶۲۔ المغنی جلد نہم ص ۸۸، عبدالرزاق جلد دہم ص ۴۲، سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۰۴، المحلی جلد گیارہ ص ۱۴۲

۶۳۔ المحلی جلد نہم ص ۳۸۵

۶۴۔ کنزالعمال ۱۵۳۳۲، المغنی جلد نہم ص ۲۳۵

۶۵۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۱۸۴، المحلی جلد نہم ص ۳۷۷

۶۶۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۸۰

۶۷۔ کنزالعمال ۱۴۵۰۲

۶۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۷، مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۵۹، اخبار القضاۃ جلد اول ص ۹۱، کنزالعمال ۱۵۳۶۵، الام جلد ہفتم ص ۱۷۷، ۱۷۸

۶۹۔ کنزالعمال رقم ۱۳۵۹۷

# حرف الکاف

# ک

## کافر : کافر

دیکھئے لفظ کفر

## کتابہ : مکاتب بنانا

غلام کو مال کی ادائیگی پر مکاتب بنانا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ١٠)

## کتابی : اہل کتاب

١۔ تعریف :

کتابی وہ شخص ہے جو اپنے دین کے سلسلے میں کسی آسمانی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

٢۔ کتابی کے احکام :

اہل کتاب کے ذبائح کا کھانا حلال ہے (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ١ جز ب)

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے (دیکھئے لفظ نکاح)

انہیں دیار اسلام سے بھگا دینا اور ان کے لئے عقد ذمہ کا انعقاد (دیکھئے لفظ ذمہ، فقرہ ٣)

باقی احکامات میں کافروں کے ساتھ ان کی مشارکت (دیکھئے لفظ کفر)

## کتمان : چھپانا

شوہر کا اپنی بیوی سے رجوع کے عمل کو چھپانا (دیکھئے لفظ رجعہ ، فقرہ ٢، جز ج)

## کحل : سرمہ

دیکھئے لفظ اکتحال

## کذب : جھوٹ

۱۔ تعریف:

ایسی بات جو حقیقت کے خلاف ہو کذب ہے

۲۔ اس کا حکم

کذب گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ بعض مواقع پر ایسا نہیں ہے۔ سب سے بڑا جھوٹ وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف نسبت کر کے بولا جائے کیونکہ اس سے دین اسلام میں تحریف ہوتی ہے اور اللہ کے بندوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ اس معاملے میں بڑی سختی سے پیش آتے اور فرماتے: "جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے گا اس کی گردن اڑا دی جائے گی" [۱]

جھوٹے کی گواہی رد کر دی جائے گی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز الف، مسئلہ ۳)

## کسوف: سورج گرہن

صلوٰۃ کسوف (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۳)

## کعبہ: کعبہ مکرمہ

دیکھئے لفظ قبلہ

۱۔ کعبہ شریف میں داخل ہونے پر نماز پڑھنا:

حضرت علیؓ کے نزدیک کعبہ شریف میں داخل ہونے پر نماز مسنون نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کعبہ شریف میں داخل ہوئے اور نماز نہیں پڑھی۔ [۲]

۲۔ کعبہ کی تزئین و آرائش کی چیزیں اور کعبہ کے اموال:

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں کی بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے کے لئے کعبہ کی تزئین و آرائش اور اس کے اموال میں سے کوئی چیز نہ لی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی، بلکہ ان اموال کو باقی رکھ کر انہیں کعبہ پر خرچ کیا جائے۔ زمخشری نے "ربیع الابرار" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ اگر آپ کعبہ کی

تزئین و آرائش کی چیزیں لے کر مسلمانوں کے جیوش کو تیار کرنے میں صرف کر دیتے تو اس طرح زیادہ اجر ملتا۔ کعبہ کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہے! یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس کا ارادہ کر لیا اور اس کے متعلق حضرت علیؓ کی رائے پوچھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "قرآن مجید اللہ کے نبی پر نازل ہوا، اس وقت اموال کی چار قسمیں تھیں (۱)۔ اموال المسلمین، اللہ نے انہیں فرائض کی صورت میں ورثاء میں تقسیم کر دیا، (۲)۔ الفیء۔ اللہ نے فئے کو اس کے مستحقین میں تقسیم کر دیا، (۳)۔ الخمس۔ اللہ نے اس کے مصارف بتا دیئے، (۴)۔ صدقات، اللہ نے صدقات کو ان کے مصارف میں رکھا، اس وقت کعبہ کی تزئین و آرائش کی چیزیں صدقات میں سے تھیں، اللہ نے انہیں اسی حالت میں برقرار رکھا، اللہ نے انہیں بھول کر نہیں چھوڑا، اور نہ ہی اللہ سے ان کی حیثیت مخفی تھی، اس لئے ان چیزوں کو اسی طرح برقرار رکھئے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: "علیؓ، اگر تم نہ ہوتے تو ہم ذلیل ہو جاتے" پھر آپ نے حلی کعبہ کو پہلے کی طرح برقرار رکھا۔ [۳]

## کفاءۃ : برابری، ہمسری

جرم کرنے والے اور جس کے خلاف جرم کیا گیا قصاص کے اجراء کے لئے ان دونوں کے درمیان کفاءت کی شرط (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز الف، مسئلہ ۲)

نکاح میں کفاءت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز ب) اور (لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز د)

## کفارۃ : کفارہ

### ۱۔ تعریف:

مومن اگر کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس گناہ کا داغ دھونے کے لئے شریعت کے بتائے ہوئے کسی خاص کام کو سرانجام دینا کفارہ کہلاتا ہے، اس بنا پر حد مومن سے سرزد ہونے والے گناہ کا کفارہ ہے (دیکھئے لفظ حد)

### ۲۔ جن گناہوں پر کفارہ لازم آتا ہے:

الف ) کسی کو غلطی سے قتل کر دینا۔ اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے، جسے یہ میسر نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ج )

ب ) قسم توڑ دینا۔ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اس درجے کا کھانا کھلانا ہے جو وہ شخص خود اپنے اہل و عیال کو کھلاتا ہے، یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، جس شخص کو یہ میسر نہ ہو وہ تین دن روزے رکھے گا ( دیکھئے لفظ حلف، فقرہ ۲ )

اس میں ایلاء بھی داخل ہے کیونکہ وہ بھی قسم ہے ( دیکھئے لفظ ایلاء، فقرہ ۴، جز ب )

ج ) ایسی نذر ماننا جسے پورا کرنا بس سے باہر ہو، اسی طرح کسی گناہ کے کام کی نذر ماننا۔ اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے کا ہے ( دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۴ )

د ) ظہار۔ اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے جسے یہ میسر نہ ہو وہ دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ اگر کسی کو اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ( دیکھئے لفظ ظہار۔ فقرہ ۴ )

ھ ) احکام حج کی مخالفت ( لفظ حج، فقرہ ۵، جز ب، مسئلہ ۷ )

و ) جو شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرے اس پر کوئی کفارہ نہیں ( دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جز ب )

## ۳۔ کفارہ میں واجب ہونے والی چیزیں:

کفارہ میں یا تو غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے، یا کپڑے پہنانا یا کھانا کھلانا یا روزے رکھنا یا دم دینا یا کچھ اور مناسب چیزیں۔

الف ) العتق ( آزاد کرنا ) ۔ غلام آزاد کرنا۔ قتل، ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے، اس میں ام ولد کو آزاد کرنا بھی جائز ہے۔ [۴]

قتل کے کفارہ میں یہ شرط ہے کہ جو غلام آزاد کیا جائے وہ مومن ہو ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز ج ) قتل خطا کے علاوہ دوسرے گناہوں کے کفارہ میں غلام کا مومن ہونا شرط نہیں ہے ( دیکھئے لفظ ظہار، فقرہ ۳ جز ب )

ب) الکسوۃ (کپڑے پہنانا) یہ قسم توڑنے اور ظہار دونوں کے کفارہ میں واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ حلف. فقرہ ۲)

ج) الاطعام (کھانا کھلانا) یہ قسم توڑنے اور ظہار دونوں کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے (دیکھئے لفظ حلف، فقرہ ۲) اور (ظہار. فقرہ ۳، جزالف) یہ کفارہ اس پر بھی واجب ہوتا ہے جو حج میں سر میں تکلیف کی وجہ سے اپنا سر منڈا دے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۶، جزب، مسئلہ ۷)

د) روزہ رکھنا۔ قتل، ظہار اور حج میں سر کی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانے کے کفاروں میں واجب ہوتا ہے۔ اس میں روزے مسلسل رکھنے کی شرط ہوتی ہے اور درمیان میں ناغہ کی اجازت نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ ظہار. فقرہ ۳، جز الف) اور (لفظ حلف، فقرہ ۲) اور (لفظ حج فقرہ ۶، جزب، مسئلہ ۷)

ھ) دم دینا۔ مناسک حج میں خلل ڈالنے یا حج کو فاسد کر دینے کی صورت میں دم یعنی اونٹ یا بکری کفارہ کے طور پر ذبح کی جاتی ہے۔ (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب مسئلہ ۷)

و) حالت احرام میں کسی جانور کے شکار کرنے پر اس جانور کا مماثل بدل بطور کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یہ دراصل محرم کو ایک قسم کی سزا ہے کہ اس نے حرم میں کیوں شکار کیا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جزب، مسئلہ ۷)

## کفالہ : کفالت

### ۱۔ تعریف :

کفالت کا مطلب یہ ہے کہ مطالبہ دین یا حق میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ ایک دوسرے شخص کی ذمہ داری کو بھی شامل کر دیا جائے

### ۲۔ کفالت کی قسمیں : اس کی دو قسمیں ہیں۔ کفالت بالنفس اور کفالت بالمال :

الف) کفالت بالنفس یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ذات کی ذمہ داری لے لے جس کے جسم پر کوئی حق لازم ہو گیا ہو، مثلاً قید، کوڑے وغیرہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے اس قسم کی کفالت کی اجازت دے دی تھی، ایک شخص نے دوسرے شخص کے لئے ایک شخص کی ذات کی کفالت قبول کر لی تھی، حضرت علیؓ نے کفالت قبول کرنے والے کو قید کر دیا تھا، یہاں تک کہ اس نے اس شخص کو لا کر حاضر کر دیا جس کی اس نے کفالت قبول کی تھی۔ [۵]

ب) کفالت بالمال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی ایسے شخص کی کفالت قبول کر لے جس پر کسی تیسرے شخص کا کوئی مالی حق لازم ہو گیا ہو۔ ایسی صورت میں صاحب حق کے لئے دونوں میں سے کسی سے بھی اپنے حق کا مطالبہ کرنا درست ہو گا، یعنی وہ اصل آدمی سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے اور کفیل سے بھی، مسند زید میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک ایسے شخص کے متعلق، جس کا کسی دوسرے شخص پر کوئی حق تھا اور ایک تیسرے شخص نے اس مال کی کفالت قبول کر لی تھی یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ ان دونوں سے اپنے مال کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔ [۶]

حضرت علیؓ نے یہ ناپسند کیا تھا کہ بیع سلم میں مشتری فروخت شدہ چیز کی حوالگی کے لئے کسی کفیل کا مطالبہ کرے (دیکھئے لفظ بیع فقرہ ۳، جز د)

## کفر: کفر

### ۱۔ تعریف:

دین اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کر لینا یا تمام ادیان سے براءت کا اظہار کرنا کفر ہے۔

### ۲۔ وہ باتیں جن سے ایک مسلمان کافر بن جاتا ہے: (دیکھئے لفظ ردة)

### ۳۔ کافر سے بیزاری اور نفرت:

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب مر گئے تو حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یہ گمراہ بوڑھا یعنی ابو طالب مر گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں اسی طرح غسل دے دو جس طرح تم جنابت سے غسل کرتے ہو، پھر دفن کر دو" حضرت

علیؓ نے کہا: "مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پھر کسی اور سے کہہ دو" [۷]

۴۔ کافر کے متعلق جن دوسرے مقامات پر بحث کی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں:

کافر کا مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہونا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۴)

کافر کا قذف اور زنا کی حد کے لئے محصن ہونا (دیکھئے لفظ احصان، فقرہ ۱، جز د)

کافر کا ذبیحہ اور اس کا شکار (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز ب، ج، د، ھ) اور (لفظ صید فقرہ ۱)

فقرہ ۱) کافر کا قربانی کے جانور کو ذبح کرنا (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ۱، جز و)

کافر کا مسلمان عورت سے اور مسلمان کا کافر عورت سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ الف)

کافر کا کسی ولایت عامہ کے عہدے پر فائز ہونا (دیکھئے لفظ امارۃ، فقرہ ۳) اور (لفظ قضاء، فقرہ ٦)

نکاح میں کافر کی ولایت (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز ب، مسئلہ ۳، جز ھ)

اگر بیوی مسلمان ہو جائے اور شوہر کافر رہے تو بیوی کو شوہر سے علیحدہ کر دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۹، جز الف)

کافر کا محصن ہونا (دیکھئے لفظ احصان)

کافر عورت پر زنا کی تہمت لگانا جب کہ اس کا بیٹا مسلمان ہو (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۲)

کفر کی وجہ سے وراثت سے محرومی کیونکہ کفر مانع ارث ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز ج، مسئلہ ۲)

کافر کسی دوسرے وارث کو محجوب نہیں کر سکتا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز ج، مسئلہ ۴)

کافر کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز الف، مسئلہ ۲)

کافر کے لئے عقد ذمہ (دیکھئے لفظ ذمہ)

مسلمانوں سے بر سر پیکار کافر (حربی) کو امان دینا (دیکھئے لفظ امان، فقرہ ۲، جز ب)

کافر کا عشر ادا کرنا (دیکھئے لفظ عشر)

کافر کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۲، جز د)

کافر کا حرم مکہ میں داخل ہونا (دیکھئے لفظ مکہ، فقرہ ۲)

کافر کا مسجد میں داخل ہونا (دیکھئے لفظ مسجد. فقرہ ۴)
کفر ایک ملت نہیں بلکہ مختلف ملتیں ہیں (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۴ جز ج. مسئلہ ۲)
کافروں کے برتنوں کا استعمال (دیکھئے لفظ اناء. فقرہ ۳)
مسلمان کا اپنی ذات کو کسی کافر کے اجارہ میں دینا (دیکھئے لفظ اجارۃ. فقرہ۲. جز الف. مسئلہ ۲)
ترک صلوۃ سے کفر لازم آتا ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۲)
کافر کی میت کا کیا کیا جائے اور اسے کہاں دفن کیا جائے (دیکھئے لفظ موت. فقرہ ۳. جز ج)
کافر کو اللہ کی قسم دلانا (دیکھئے لفظ قضاء. فقرہ ۱۰. جز د. مسئلہ ۲)
باغیوں کی سرکوبی کے لئے کافروں سے مدد لینا (دیکھئے لفظ بغی، فقرہ ۳. جز ج)
مسلمانوں کا عدالت میں نشست کے لحاظ سے کافر سے بلند ہونا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۹. جز ج)

## کفن : کفن

کفن سے مراد وہ کپڑے ہیں جن میں میت کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔
کفن سے متعلق احکامات کو جاننے کے لئے دیکھئے لفظ موت. فقرہ ۵
شہید کو اس کے کپڑوں میں کفنایا جائے گا (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۱، جز ب)

## کلام : کلام، گفتگو

نماز میں کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ٦، جز د)
خطبہ کے دوران گفتگو کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ١٦، جز ش)

## کلب : کتا

کتے کی نجاست (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز ب. مسئلہ ۴)
کتے کا جوٹھا (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۵)
محرم کے لئے پاگل کتے کو مار ڈالنا جائز ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵۱، جز ب، مسئلہ ۱)

## کنایہ : اشارہ

طلاق بالکنایہ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ٦، جز ب)

## کنز : خزانہ

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چار ہزار یا اس سے زائد درہم جمع کرنے سے روکتے تھے، اگرچہ اس رقم ۔۔

مالک نے اس کی زکوۃ بھی کیوں نہ ادا کر دی ہو، اس لئے کہ اس طرح اتنی بڑی رقم کا ایک شخص کے پاس جمع ہو جانا دراصل لوگوں کو اس مال کے نفع رسانی سے محروم کرنا ہے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے۔ "چار ہزار یا اس سے کم دراہم تو نفقہ یعنی زندگی کے اخراجات ہیں اور اس سے زائد رقم خزانہ ہے" [۸]

۲۔ کنز بمعنی رکاز (دیکھئے لفظ رکاز)

## کنیسہ : گرجا

۱۔ تعریف:

کنیسہ عیسائیوں کے عبادت خانے کو کہتے ہیں۔

۲۔ مسلمان کا گرجے میں جانا:

جب حضرت عمرؓ شام گئے تو وہاں کے عیسائیوں نے آپ کے لئے دعوت کا انتظام کیا، آپ نے پوچھا کہ یہ دعوت کہاں ہوگی؟ بتایا گیا کہ گرجے میں ہوگی۔ یہ سن کر آپ نے جانے سے انکار کر دیا اور حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ لوگوں کے ساتھ وہاں جا کر کھانا کھالیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ لوگوں کو لے کر وہاں چلے گئے، گرجے میں داخل ہو کر وہاں مسلمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کے دوران حضرت علیؓ گرجے میں لگی ہوئی تصویروں پر نظر دوڑاتے رہے، پھر فرمایا: "اگر امیر المومنین بھی یہاں آ کر کھانا کھا لیتے تو حرج کی بات نہیں تھی" [۹]

## کنیف: دروازے کا چھجہ ، بیت الخلاء

مسلمانوں کی گزر گاہ پر دروازے کے چھجے کو بڑھانے سے روکا گیا ہے (دیکھئے لفظ ارتفاق، فقرہ ۲، جز۔ ب)

## کھانہ : غیب کی باتیں بتلانے کا پیشہ

۱۔ تعریف:

کہانت سے مراد غیب کی باتیں بتلانا اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دینا ہے۔

۲۔ کہانت اختیار کرنے اور اس کی طرف میلان رکھنے کی ممانعت: "جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی تو گویا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کر دیا"

# حرف الکاف

## - ک -

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد پنجم ص ۳۰۸

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۱ب، کنز العمال رقم ۱۲۹۳۷

۳۔ ربیع الابرار للزمخشری ص ۵۴۸، دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ بن خطاب، لفظ کعبہ، فقرہ ۴

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۷ب

۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۶۷

۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۷۳

۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۹

۸۔ عبدالرزاق جلد چہارم ص ۱۰۹، طرح التثریب جلد سوم ص ۷، ۸، عمدۃ القاری جلد ہشتم ص ۲۴۹، تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر، احکام القرآن للجصاص فی قولہ تعالیٰ "وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ... الخ. سورۂ توبہ

۹۔ المغنی جلد ہفتم ص ۸

# حرف الام

# ل

## لباس : لباس

### ۱۔ سونے کی تاروں سے بنا ہوا لباس نیز ریشمی لباس:

مرد کے لئے سونے اور ریشم کا لباس حرام ہے۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ (یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کے لئے حلال ہیں)
حضرت علیؓ نے فرمایا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے، ریشمی اور زرد رنگ کا لباس زیب تن کرنے اور سجدے کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے مجھے ایک حلہ (کپڑوں کا جوڑا) عطا کیا جس میں ریشم کی ملاوٹ تھی، میں اسے پہن کر باہر نکلا، جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا: "علیؓ، میں نے تمہیں یہ حلہ (لباس) پہننے کے لئے نہیں دیا تھا" یہ سن کر میں واپس ہوا اور اس کے ٹکڑے کر کے فاطمہؓ (حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ) کے حوالے کر دیا، اور کہا کہ تم اس سے لباس تیار کر لو اور اپنی عورتوں کو بھی پہناؤ" بخاری کی روایت میں ہے کہ: "میں نے اسے پھاڑ کر اپنے گھر کی عورتوں کے لئے اوڑھنیاں بنا دیں" [۱]
دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) کی بناوٹ میں ریشم کو دخل ہوتا ہے اس لئے حضرت علیؓ اس لباس کو ناپسند کرتے اور اس سے بچنے کے لئے کہتے، آپ نے ایک شخص کو جبہ پہنے ہوئے دیکھا جس کے اوپری حصے میں دیبا کا کپڑا لگا ہوا تھا، آپ نے اس شخص سے فرمایا: "تمہارے سینے پر یہ گندگی کیسی ہے؟" [۲]

حضرت علیؓ کے نزدیک دیبا کو بطور بستر بچھانا اسی طرح ناپسندیدہ تھا جیسا کہ اس کا پہننا۔ آپ کے پاس ایک ترکی گھوڑا لایا گیا جس کی زین کی گدی دیبا کی تھی۔ جب آپ نے اپنا پیر رکاب میں رکھ کر ہاتھوں سے زین کو پکڑا تو آپ کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ آپ نے پوچھا: "یہ کیا ہے؟" کہا گیا کہ یہ دیبا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "بخدا میں اس پر ہرگز سواری نہیں کروں گا" [۳] نیز دیکھئے لفظ حلی۔

۲۔ رنگدار کپڑا پہننا:

رنگدار کپڑا پہننا مباح ہے[۴] سوائے اس کپڑے کے جسے زرد رنگ دیا گیا ہو. حضرت علیؓ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے اور ریشمی اور زرد رنگ کا لباس زیب تن کرنے سے منع فرمایا ہے"

۳۔ لباس کی لمبائی اور اس کی آستین:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بڑی چاہت ہوتی کہ آپ کا لباس ٹخنوں سے نیچے نہ جائے تاکہ ایک طرف سنت کی پیروی ہو جائے تو دوسری طرف نجاست سے لباس محفوظ رہے۔ جرموز کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کو قصر کوفہ کے دارالامارہ سے نکلتے دیکھا تھا۔ اس وقت آپ کے جسم پر دو معمولی کپڑے تھے. ایک تہہ بند اور ایک چادر جو پنڈلیوں کے وسط تک پہنچتی تھی. ایک اور چادر تھی جو پہلی چادر کے قریب قریب تھی اور جسے آپ نے سمیٹ رکھا تھا" [۵] خالد بن ابی امیہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علی کو دیکھا تھا اس وقت آپ کا تہہ بند آپ کے گھٹنوں تک گیا تھا۔" [۶]

اگر حضرت علیؓ تہہ بند باندھتے تو ناف کو تہہ بند میں چھپاتے. آپ ستر عورت کی خاطر ایسا کرتے کیونکہ ناف ستر میں داخل ہے۔ اسلمین کے آزاد کردہ غلام ابوالعلاء کا کہنا ہے: "میں نے حضرت علیؓ کو ناف سے اوپر تہمد باندھے ہوئے دیکھا تھا" [۷]

اگر آپ قمیص زیب تن کرتے تو آپ چاہتے کہ قمیص کی آستین پہنچے سے آگے نہ جائے. تاکہ گندگی سے بچاؤ کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی آسانی سے حرکت کر سکے. جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے سنبلان کی بنی ہوئی ایک قمیص چار درہم میں خریدی. درزی نے قمیص کی آستین بڑھا دیں آپ نے اسے حکم دیا کہ انگلیوں کے پچھلے حصے سے آستینوں کو کاٹ دے[۸]

۴۔ پگڑی باندھنا (دیکھئے لفظ عمامہ)

۵۔ خلاصۂ قول یہ ہے کہ حضرت علیؓ اپنے لباس کے بارے میں اہتمام نہیں کرتے تھے. اس لئے کہ آپ کی اس سے زیادہ اہم کاموں میں مشغولیت رہتی تھی. مبسوط میں ہے کہ حضرت علیؓ خوبصورت لباس میں ملبوس ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے: "مجھے تو اتنا کپڑا ہی کافی ہے جس میں میں اپنے رب کی عبادت کر سکوں" [۹]

۶۔ احرام کا لباس (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵. جز ب. مسئلہ ۲)

عدت گزارنے والی عورت کا لباس (دیکھئے لفظ عدۃ. فقرہ ۵. جز الف)
انگشتری پہننا (دیکھئے لفظ خاتم)

## لحیہ : ڈاڑھی

وضو میں ڈاڑھی کا خلال کرنا (دیکھئے لفظ وضو. فقرہ ۲. جز ھ. مسئلہ ۲)
ڈاڑھی کے بالوں کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴. جز ب. مسئلہ ۳. جز ب)

## لسان : زبان

زبان کو نقصان پہنچانے والا جرم اور اس پر عائد ہونے والا جرمانہ (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۴. جز ب. مسئلہ ۳. جز ب، ج)

## لعاب : لعاب

آدمی کا لعاب پاک ہے، (دیکھئے لفظ نجاسہ. فقرہ ۲. جز الف)

## لعان : لعان کرنا

۱۔ تعریف :

زوجین میں سے ہر ایک کا ایک دوسرے کے خلاف اللہ کی لعنت اور غضب کے الفاظ کے ساتھ موکد بحلف گواہیاں دینا لعان کہلاتا ہے۔

۲۔ لعان کا سبب :

لعان کا سبب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگاتا ہے کہ اگر یہ تہمت کسی اجنبی عورت پر لگائی جاتی تو حد واجب ہو جاتی، یا اس کا سبب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی نفی کر دیتا ہے۔ کیونکہ پیدا ہونے والے بچے کو اپنا بیٹا تسلیم نہ کرنا بھی تو حقیقت میں قذف یعنی تہمت زنا ہے۔

۳۔ لعان کی شرطیں : درج ذیل شرطوں کے پائے جانے پر لعان ہوتا ہے :

الف) جس عورت پر تہمت زنا لگائی گئی ہے وہ تہمت لگانے والے کی بیوی ہو۔ یہ بات اس ارشاد باری سے واضح ہوتی ہے (وَٱلَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَٰجَهُمْ. (النور۔ ٦) وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت

لگاتے ہیں) اس بنا پر اگر شوہر طلاق رجعی پانے والی اپنی مطلقہ بیوی پر تہمت لگائے گا تو اسے لعان کرنا ہو گا کیونکہ طلاق رجعی کی صورت میں وہ ہنوز اس کی بیوی ہے، لیکن اگر طلاق بائن والی مطلقہ پر تہمت لگائے تو لعان نہیں کرے گا۔ کیونکہ طلاق بائن کی وجہ سے وہ اب اس کی بیوی نہیں رہی اور تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر شوہر تہمت لگانے کے بعد اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دیتا ہے تو وہ لعان کرے گا۔ [۱۰] اور اگر تہمت لگانے کے بعد اسے طلاق دے کر پوری طرح قطع تعلق کر لیتا ہے تو لعان نہیں کرے گا" [۱۱]

ب) بیوی ان صفات کی حامل ہو جن کی وجہ سے اجنبی ہونے کی صورت میں اس پر تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہو جاتی (دیکھئے لفظ قذف، فقرہ ۲)

ج) شوہر کے پاس ایسا ثبوت موجود نہ ہو جس سے اس کی لگائی ہوئی تہمت کی سچائی ثابت ہو سکے۔ اس بات کی ارشاد باری میں یوں وضاحت کی گئی ہے (وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمْ النور۔ ۶ اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ موجود نہ ہو)

د) شوہر کی لگائی ہوئی تہمت زنا کی بیوی تردید کرے اور اسے جھٹلائے۔ کیونکہ وہ اگر اس کی تصدیق کرے گی تو اس پر حد واجب ہو جائے گی

ھ) اگر لعان بچے کے نسب کی نفی کی وجہ سے ہو رہا ہے (یعنی باپ نے اس بچے کو اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے) تو اس کے لئے یہ شرط ہے کہ اس نفی سے پہلے باپ کی طرف سے اس کے نسب کا اقرار نہ ہوا ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

## ۴۔ لعان کی کیفیت:

قرآن کریم میں لعان کی کیفیت سورہ النور میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنفُسُهُمْ فَشَهَٰدَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَٰدَٰتٍۭ بِٱللَّهِ ۙ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٦﴾ وَٱلْخَٰمِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٧﴾ وَيَدْرَؤُا۟ عَنْهَا ٱلْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَٰدَٰتٍۭ بِٱللَّهِ ۙ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٨﴾ وَٱلْخَٰمِسَةَ أَنَّ غَضَبَ ٱللَّهِ عَلَيْهَآ إِن كَانَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٩﴾

النور ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶

(اور جو لوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اور ان کے پاس خود ان کے اپنے سوا اور دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ سچا ہے. اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو. اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس بندی پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ سچا ہو)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی لعان میں یہی طریق کار اختیار کیا تھا. آپ نے اس شخص کے متعلق جس کی بیوی کے بچہ ہو اور وہ اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دے، فرمایا: ''امام المسلمین ان دونوں کے درمیان لعان کرائے گا. لعان کی ابتدا مرد کرے گا کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے گا کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر عورت چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے گی کہ یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہے تو اس (عورت) پر خدا کا غضب ٹوٹے. جب دونوں لعان کر لیں گے تو امام ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دے گا'' [۱۲]

### ۵۔ لعان کے نتائج:

الف) زوجین میں سے جو بھی لعان سے گریز کرے گا اس پر حد واجب ہوگی۔ اگر شوہر گریز کرے گا تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور اگر بیوی گریز کرے گی تو اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ کیونکہ ارشاد باری میں عورت سے سزا کے ٹلنے کی شرط یہ رکھی گئی ہے کہ وہ لعان کرے

ب) لعان کرنے والے زوجین کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہو جائے گی۔ اگر وہ نئے سرے سے نکاح کے ذریعے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں گے تو ان کے لئے یہ حلال نہ ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''لعان کرنے والے زوجین اکٹھے نہیں ہو سکتے'' [۱۳]

ج) لعان کرنے والے زوجین کے بچے کا نسب اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا جائے گا اور اس بنا پر اس کی ماں کے عصبہ اس کے عصبہ بن جائیں گے. یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۳)

د) لعان کرنے والے زوجین کے بچے کی میراث (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۳، جز ب)

### ۶۔ لعان کو ساقط کر دینے والی چیزیں:

الف ) اگر مرد لعان سے پہلے اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور لعان ساقط ہو جائے گا۔

ب ) اگر عورت مرد کے لگائے ہوئے الزام کی تصدیق کر دے تو اس پر حد زنا جاری ہوگی اور لعان ساقط ہو جائے گا۔

ج ) اگر شوہر لعان سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تو لعان ساقط ہو جائے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر شوہر تہمت لگانے کے بعد بیوی کو طلاق دے کر پوری طرح قطع تعلق کر لیتا ہے (یعنی تین طلاق دے دیتا ہے تو وہ لعان نہیں کرے گا۔ [۱۴]

د ) اگر زوجین میں سے ایک کی وفات لعان سے پہلے ہو جاتی ہے تو لعان ساقط ہو جائے گا کیونکہ لعان کا ایک رکن باقی نہ رہا۔

## لعب : کھیل

نرد (اردشیر بن بابک شاہ ایران کا ایجاد کردہ ایک کھیل) اور شطرنج وغیرہ کھیلنے کا حکم (دیکھئے لفظ لھو

ایسے قولی تصرفات جن میں لعب یعنی مذاق کی کوئی گنجائش نہیں (دیکھئے لفظ ھزل)

## لقطہ : گری پڑی چیز جسے اٹھا لیا جائے

۱۔ تعریف :

گرا پڑا مال جو مالک کے علاوہ کسی اور کو مل جائے اور وہ اسے اٹھا لے لقطہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی قسمیں : لقطہ یا تو معمولی ہو گا یا قیمتی ہو گا :

الف ) اگر معمولی قسم کی کوئی چیز ہو تو اٹھانے والے کے لئے استعمال میں لے آنا حلال ہو گا اور اس کی تشہیر کی ضرورت نہیں۔ [۱۵]

حضرت علیؓ نے انار کا ایک دانہ اٹھایا اور اسے کھا لیا۔ [۱۶]

ب ) اگر لقطہ قیمتی ہو۔ پھر یا تو ایسا مضبوط جانور ہو گا جو اپنی حفاظت آپ کر سکتا ہو یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو گا

۱ ) اگر وہ ایسا جانور ہو جو اتنا مضبوط ہو کہ اپنی حفاظت آپ کر سکے، مثلاً اونٹ گائے وغیرہ تو اس کے پا لینے والے کے لئے اسے پکڑنا جائز نہیں ہو گا، بلکہ وہ اسے چھوڑ دے گا حتیٰ کہ اس کا مالک خود آ کر اسے پکڑ لے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "گمشدہ جانور کو صرف وہی

شخص کھالیتا ہے جو خود بھی گمراہ ہو" [۱۷]

۲) اگر جانور کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو اسے اٹھانے والا ایک سال تک اس کی تشہیر کرے گا۔ ایک سال گزرنے کے بعد اسے اختیار ہو گا کہ چاہے تو اس کا صدقہ کر دے اور چاہے تو اسے اپنے استعمال میں لے آئے، اگر اس کے بعد اس کا مالک آ جائے تو اس کو اٹھانے والا اسے صدقہ کا اجر اور اس چیز کی قیمت میں سے ایک کو قبول کر لینے کا اختیار دے گا، اگر وہ قیمت لینا چاہے گا تو اسے اس کی قیمت ادا کرے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: "جسے کوئی لقطہ مل جائے وہ ایک سال تک اس کی تشہیر کرائے گا، اگر اس کا کوئی طلب گار نکل آیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا صدقہ کر دے گا۔ اگر اس کے بعد اس کا مالک آ جائے تو اسے اجر اور تاوان کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ اگر اس نے اجر کو قبول کر لیا تو اسے اس کا اجر اور ثواب ملے گا اور اگر اس نے تاوان کو اختیار کیا تو اب اجر اور ثواب اسے ملے گا جس نے اسے اٹھایا تھا" [۱۸] ایک روایت میں آپ نے فرمایا: "ایک سال تک اس کی تشہیر کراؤ۔ اگر مالک آ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا صدقہ کر دو، اور اگر چاہو تو خود اپنے پاس اسے رہنے دو۔ اگر مالک آ گیا تو اسے اختیار ہو گا کہ تم سے اس کی قیمت بھروا لے یا پھر اجر و ثواب کو اختیار کر لے" [۱۹]

لقطہ کو پانے والے کے لئے جائز ہے کہ اسے استعمال میں لا کر ختم کرنے کے بعد اس کی تشہیر کرائے۔ اگر اس نے پہلے تشہیر نہ کرائی ہو یا اس میں کوتاہی کی ہو، حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا: "مجھے ایک تھیلی ملی ہے جس میں ایک سو یا سو کے قریب درہم ہیں اور میں نے اس کی ہلکی سی تشہیر بھی کرائی ہے، اور میں چاہتا تھا کہ اس کا پتہ نہ چلے، چنانچہ میں نے اس رقم کے ذریعے جنگی تیاری کر کے صفین کی جنگ میں شرکت کی۔ اب مجھے اتنی فراخی حاصل ہو گئی ہے، (یعنی میرے پاس اب اتنی رقم موجود ہے)، آپ کی کیا رائے ہے"؟ آپ نے حکم دیا: "اس کی تشہیر کراؤ، اگر اس کا مالک آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا صدقہ کر دو، اگر اس کے بعد اس کا مالک آ جائے اور وہ اجر و ثواب لینا پسند کرے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہ چاہے تو تم تاوان بھر دینا، تمہیں اجر و ثواب مل جائے گا" [۲۰]

مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ لقطہ کو اٹھانے والا اس کی ایک سال تک تشہیر کرانے کے بعد بھی مالک کا پتہ نہ لگا سکے تو یہ لقطہ اس کے باقی اموال کی طرح اس کا مال بن جائے گا، چاہے وہ خود امیر ہو یا غریب [۲۱] پھر اگر وہ چاہے گا تو اس کا صدقہ کر دے گا

اور اگر چاہے تو اسے اپنے مال میں شامل کر لے گا۔

۳۔ لقطہ کو بطور رہن رکھنا:

لقطہ کو اٹھانے والے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ تشہیر کا سال گزرنے سے پہلے اسے بطور رہن رکھ دے، حضرت علیؓ کو ایک دینار بازار میں پڑا ہوا ملا۔ آپ اسے لے کر قصاب کے پاس گئے، ایک درہم کا گوشت خریدا اور اس کی جگہ دینار بطور رہن رکھ دیا، پھر اس دینار کا مالک آ گیا۔ آپ نے وہ دینار اس کے حوالے کر دیا۔ [۲۲]

## لقیط: بچہ جو کہیں سے کسی کے ہاتھ لگ جائے

۱۔ تعریف:

ایسا بچہ لقیط کہلاتا ہے جس کے نسب کا یا غلام ہونے کا پتہ نہ ہو، اسے کسی نے پھینک دیا ہو یا وہ خود راستہ بھول گیا ہو اور پھر اسے کوئی شخص اٹھا لے یا پکڑ لے۔

۲۔ اس کی آزادی:

انسانوں میں اصل آزادی ہوتی ہے، اور غلامی بعد میں لاحق ہوتی ہے، اگر کسی انسان کی غلامی کا ثبوت مل جائے تو وہ غلام ہے ورنہ وہ اصلیت کے اصول پر آزاد شمار ہو گا۔ اس بنا پر لقیط آزاد ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "لقیط آزاد ہے" [۲۳]

۳۔ لقیط کی ولاء:

جب تک لقیط آزاد ہے اس وقت تک اس پر کسی کی ولاء نہیں ہوتی، اس بنا پر اگر وہ اٹھانے والے شخص سے موالات کا رشتہ جوڑنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی غیر سے یہ رشتہ جوڑنا چاہے تو اسے اس کی بھی اجازت ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو بچہ پڑا ہوا ملے وہ آزاد ہے، اگر وہ اس شخص سے رشتہ موالات جوڑنا چاہے جس نے اسے اٹھایا تھا وہ ایسا کر سکتا ہے اور اگر کسی دوسرے سے یہ رشتہ جوڑنا چاہے تو اسے اس کی بھی اجازت ہے" [۲۴]

۴۔ لقیط کا نان و نفقہ:

لقیط کا نان و نفقہ بیت المال سے ادا ہو گا، تمیم بن مسیح کہتے ہیں کہ انہیں ایک لقیط ملا، اسے لے کر وہ حضرت علیؓ کے پاس آئے، آپ نے اس کے کوائف عطیات کے رجسٹر میں درج کر لئے" [۲۵]

۵۔ اگر لقیط کے دو دعویدار آ جائیں تو اس کا نسب کس سے ثابت ہو گا؟ (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ د)

۶۔ لقیط کی میراث (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزج)

## لھو: کھیل کود، تفریح

لہو یعنی تفریح یا تو ایسے کھیلوں کی شکل میں ہو گا جن میں جسمانی حرکت ہوتی یا ایسی تفریحات ہوں گی جن کا تعلق سماع سے ہو گا

۱۔ جسمانی حرکت والے کھیلوں سے تفریح:

انسان کے لئے حلال ہے کہ وہ ایسی تفریحات اپنائے جن سے اسے اور دوسروں کو فائدہ پہنچے۔ مثلاً گھوڑے کو سدھانا، دوڑ کی بازی لگانا یا پہلوانی اور کشتی وغیرہ

لیکن جن تفریحات سے اسے یا دوسروں کو کوئی فائدہ نہ پہنچ سکے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ایسی صورت میں ضیاع وقت کے سوا اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً نرد یا شطرنج وغیرہ کھیلنا۔ حضرت علیؓ کا گزر ایک گروہ کے پاس سے ہوا جو نرد کھیل رہے تھے۔ آپ نے ان پر درے برسانے شروع کر دیئے یہاں تک کہ سب ادھر ادھر بھاگ گئے اور فرمایا: "نرد کے ذریعے جوئے بازی ایسی ہی ہے جیسی سور کا گوشت کھانا ہے، اور اگر نرد جوئے بازی کی غرض سے نہ کھیلا جائے بلکہ تفریح کی غرض سے کھیلا جائے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ کوئی سور کی چربی میں لت پت ہو جائے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: "نرد عجمیوں کی جوئے بازی ہے جیسا کہ پانسہ عربوں کی جوئے بازی تھی" [۲۶]

آپ کا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جو شطرنج کھیل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ تماثیل یعنی مورتیاں کیسی ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو؟ اگر تم میں سے کوئی ایک انگارہ اپنے ہاتھ سے چھو لے اور اسے چھوتا رہے یہاں تک کہ وہ بجھ جائے، وہ ان مورتیوں کو چھونے اور ہاتھ لگانے سے بہتر ہو گا" نیز آپ نے فرمایا: "شطرنج کھیلنے والا سب سے بڑھ کر جھوٹا انسان ہے، کہتا ہے کہ میں نے فلاں مہرے کو قتل کر دیا (مات دے دی) حالانکہ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا" [۲۷] آپ کا گزر بنی تیم اللہ کی ایک محفل سے ہوا جس میں لوگ شطرنج کھیلنے میں مصروف تھے۔ آپ وہاں جا کر ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "بخدا، تمہیں اس کام کے سوا اور کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، بخدا اگر مجھے

یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میرا یہ اقدام جو تمہارے خلاف کرتا ایک مستقل لائحہ عمل نہ بن جائے تو شطرنج کے مہروں کو تمہارے منہ پر مارتا" [۲۸]

۲۔ گانے بجانے کی تفریح (دیکھئے لفظ غناء)

## لواطہ: عمل قوم لوط

### ۱۔ تعریف:

اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت کے ساتھ خلاف وضع فطری عمل جنسی کرے تو اسے لواطت کہیں گے حضرت علیؓ اسے بھی لواطت قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ فطری راہ سے ہٹ کر غیر فطری راہ (دبر) میں عمل جنسی کرے، ایک دفعہ آپ نے منبر پر ارشاد فرمایا: "مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو"۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا آیا ہم اپنی عورتوں سے خلاف وضع فطری عمل جنسی کر سکتے ہیں؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "تو نے ذلت کی راہ اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلت کے گڑھے میں گرا دیا، ارے کم بخت تو نے اس ارشاد باری پر دھیان نہیں کیا (أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۔ الاعراف۔ ۸ (۲۹)۔ کیا تم تلذذ جنسی کے لئے وہ بے حیائی کا راستہ اختیار کرتے ہو جسے تم سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا) حضرت علیؓ نے عورت کے ساتھ خلاف وضع فطری عمل جنسی کو مرد کے ساتھ اس عمل پر قیاس کیا کیونکہ آیت کا تعلق مرد کا مرد کے ساتھ خلاف وضع فطری عمل جنسی سے ہے۔

### ۲۔ اس کا حکم:

مرد یا عورت کی دبر میں عمل جنسی حرام ہے [۳۰]

### ۳۔ اس کی سزا:

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ اس قبیح حرکت کے مرتکب کو سخت ترین سزا دی جائے۔ یعنی آگ میں جلا دیا جائے، ان کا استدلال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کو سخت ترین سزائیں دی ہیں۔ ان کی بستی الٹ دی گئی تھی اور ان پر پتھر برسائے گئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خالدؓ بن ولید نے لکھا کہ عرب کے ایک علاقے میں ایک ایسا شخص پایا گیا ہے جس کے ساتھ اسی طرح عمل جنسی کیا جاتا ہے جس طرح عورت کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مشورے کے لئے صحابہ کرام کو جمع کیا، اس دن ایسے شخص کے متعلق حضرت علیؓ کی رائے سب

سے سخت تھی، آپ نے فرمایا: ”یہ ایسا گناہ ہے کہ پچھلی امتوں میں سے صرف ایک امت اس کی مرتکب ہوئی تھی اور اللہ نے اسے جو سزا دی تھی وہ سب کو معلوم ہے، اس لئے میری رائے یہ ہے کہ اس شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے“ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو یہی لکھ بھیجا۔ [۳۱]

پھر حضرت علیؓ نے اپنی یہ رائے بدل لی، آپ سے روایت ہے کہ آپ نے اس فعل کے مرتکب کو رجم کر دیا تھا[۳۲] لیکن آیا یہ رجم ہر لوطی کے لئے ہے یا اس کے لئے جو ان میں سے محصن ہو؟ مسند زید میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ لواطت کا عمل کرنے والوں کی حد، زنا کی حد ہے۔ اگر محصن ہوں گے تو رجم کر دیئے جائیں ورنہ کوڑے لگیں گے[۳۳] ابن قدامہ اور امام شافعی نے حضرت علیؓ کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص اس فعل کا مرتکب ہو گا اسے رجم کر دیا جائے گا چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ ہو[۳۴]

## لوٹ . نشان

قسامت جاری کرنے کے لئے مقتول کے جسم پر قتل کے نشانات کا ہونا شرط ہے۔

# حرف اللام

## - ل -

١۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۲۴، بخاری و مسلم، باب اللباس
٢۔ المحلی جلد چہارم ص ۴۰
٣۔ عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۷۱
٤۔ نیل الاوطار جلد دوم ص ۱۰۱
٥۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۸
٦۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۷
٧۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۸
٨۔ طبقات ابن سعد جلد سوم ص ۲۹
٩۔ المبسوط للسرخسی جلد تیس ص ۲۷۹
١٠۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ اسی طرح چھپے ہوئے ہیں، ہمارے خیال میں درست الفاظ یوں ہیں: وقد طلقها ...... الخ
١١۔ مصنف عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۰۳
١٢۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۵۷
١٣۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۱۲، مسند زید جلد چہارم ص ۴۵۷، المغنی جلد ہفتم ص ۴۱۴
١٤۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۰۳
١٥۔ المغنی جلد پنجم ص ۶۳۴
١٦۔ المحلی جلد ہشتم ص ۲۶۶
١٧۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۳۴، الاشراف جلد دوم ص ۷۹
١٨۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۶، المحلی جلد ہشتم ص ۲۶۶
١٩۔ آثار ابی یوسف رقم ۷۶۸
٢٠۔ عبدالرزاق جلد دہم ص ۱۳۸، سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۸۸، الاشراف جلد اول ص ۴۷، المغنی جلد پنجم ص ۶۳۲
٢١۔ المغنی جلد پنجم ص ۶۳۷
٢٢۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۹۴، المغنی جلد پنجم ص ۶۳۵
٢٣۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۰۲، المحلی جلد ہشتم ص ۲۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۹، المغنی جلد پنجم ص ۶۸۰، مسند زید جلد چہارم ص ۵۳

۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۹

۲۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۴۵۰ اور جلد نہم ص ۱۵، المحلی جلد ہشتم ص ۴۷۴، الاشراف جلد دوم ص ۸۳، کنزالعمال ۱۱۷۰۲

۲۶۔ مسند زید جلد پنجم ص ۴۲۶، المغنی جلد نہم ص ۱۷۱

۲۷۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۱۲، المحلی جلد نہم ص ۶۳

۲۸۔ سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۱۲

۲۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۱۹ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۹۸

۳۰۔ المحلی جلد دہم ص ۷۰، المغنی جلد ہفتم ص ۲۲

۳۱۔ کنزالعمال ۱۳۶۴۳، المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۸، کشف الغمہ جلد دوم ص ۱۳۴

۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۷، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۶۳، مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۹، کنزالعمال ۱۳۵۳۲

۳۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۴۹۹

۳۴۔ المغنی جلد ہشتم ص ۱۸۸، الام جلد ہفتم ص ۱۸۳

# حرف المیم

# م

## ماء : پانی

### ۱۔ پانی کا پاک ہونا.

پانی کی اصل یہ ہے کہ وہ پاک ہوتا ہے چاہے آسمان سے برسا ہو یا زمین سے پھوٹا ہو لیکن کسی عارض کے لاحق ہونے پر یہ ناپاک ہو جاتا ہے۔

پانی مادی اور معنوی دونوں نجاستوں سے پاک ہونے کا بنیادی ذریعہ ہے۔ (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۳، جزب کا مسئلہ ۷)

### ۲۔ نجاست کے مل جانے سے پانی کا ناپاک ہو جانا.

الف) ایسا پانی جسے بہا دینا ممکن ہو یا کنویں کی صورت میں کنویں سے اس کا نکالنا ممکن ہو، چاہے قلتین (یعنی دو چھوٹے مٹکوں کے مقدار ہو یا نہ ہو، اگر اس میں انسانی بول و براز مل جائے تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ ایک بچے نے کنویں میں پیشاب کر دیا ہے، اب اس کا کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا: "کنویں سے پانی نکالا جائے[۱] یہاں تک کہ اس کا پانی نکالنے والوں پر غالب آ جائے، یعنی سارا پانی نکل نہ سکے۔ پھر باقی پانی کو نظر انداز کر دیا جائے" [۲] یعنی کنویں میں رہنے دیا جائے۔

حضرت علیؓ حمام کا پانی لگنے کی وجہ سے غسل کر لیتے تھے کیونکہ اس پانی میں لوگوں کا پیشاب وغیرہ ملا ہوتا تھا۔ [۳]

ب) اگر کنویں میں کوئی جانور مر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اگر کوئی چوہا کسی ایسے کنویں میں گر جائے جس کا پانی نکال لینا ممکن ہو تو اس سے پانی نکالنا واجب ہو گا، حضرت علیؓ نے بضاعہ نامی کنویں سے پانی نکالنے کا حکم دیا تھا جب اس میں ایک چوہا گر گیا تھا[۴] اگر کنویں سے پانی نہ نکالا جائے تو پھر یا تو کنویں کا پانی اس نجاست کی وجہ سے بدل جائے گا یا نہیں

بدلے گا۔ اگر پانی بدل جائے یعنی اس کا رنگ و بو اور مزہ خراب ہو جائے تو اس پانی کا نکال لینا واجب ہو گا، الا یہ کہ پانی اتنا ہو کہ وہ لوگوں پر غالب آ جائے، یعنی سارا نکل نہ سکے۔" ایسی صورت میں اتنا پانی نکال لیا جائے کہ کنویں کا پانی اپنے رنگ و بو اور مزہ کے لحاظ سے اعتدال پر آ جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب کنویں میں چوہا یا کوئی جانور گر جائے تو کنویں سے اتنا پانی نکال لو کہ اس میں اعتدال آ جائے" [۵] ایک روایت میں ہے کہ "کنویں سے پانی نکالتے رہو یہاں تک کہ پانی تم پر غالب آ جائے" [۶] اگر جانور کے گرنے سے کنویں کا پانی نہ بدلا ہو تو پھر ایسی صورت میں کنویں میں گر جانے والے جانور اور اس کی حالت کے مناسب کنویں سے پانی کے مقررہ ڈول نکالے جائیں گے۔ اگر کنویں میں چوہا گرا ہو تو حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر چوہا کنویں میں گر جائے اور مر کر بوٹی بوٹی ہو جائے تو کنویں سے سات ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر چوہا اس حالت پر ہو کہ اس کا جسم پھٹا نہ ہو تو صرف ایک یا دو ڈول پانی نکالا جائے گا اور اگر چوہا سڑ گیا ہو تو اس قدر پانی نکالا جائے جس سے بدبو دور ہو جائے" [۷] آپ سے کنویں میں چوہا گر جانے سے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ایسی صورت میں کنویں سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ [۸]

۳۔ حدث دور کرنے میں استعمال ہونے والا پانی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ حدث یعنی غسل یا وضو میں استعمال ہونے والا پانی استعمال کے بعد بھی پاک رہتا ہے اور وہ مطہر بھی ہے، یعنی اسے حدث دور کرنے میں مزید استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے غسل یا وضو کرنا جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایک شخص اگر وضو کرتے ہوئے سر کا مسح کرنا بھول جائے اور اس کی ڈاڑھی کے بالوں میں ابھی تری باقی ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس تری سے سر کا مسح کر لے" [۹]

۴۔ جس پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو:

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اس رائے کے حامل تھے کہ اگر پانی میں کوئی پاک شے مل جائے تو اس سے نہ تو اس کی طہارت (پاک ہونا) زائل ہوتی ہے اور نہ ہی طہوریت (پاک کر دینے کی صفت) جب تک کہ مل جانے والی پاک شے اس پانی کی رقت اور بہہ جانے کی صفت کو ختم نہ کر دے۔" ابن حزم نے المحلی میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اگر جنبی یا حائضہ عورت مہندی ملے ہوئے رقیق پانی سے اپنا سر دھو لے تو غسل جنابت کرتے وقت اسے دوبارہ سر دھونا

نہیں پڑے گا،      پہلی دفعہ کا سر دھونا اس کے لئے کافی ہو گا[۱۰] نبیذ سے وضو کرنے کو بھی آپ جائز سمجھتے تھے،[۱۱] نبیذ وہ پانی ہے جس میں چھوہارہ یا منقیٰ قسم کی چیزیں ڈال دی جائیں اور ان کا ایک حصہ اس پانی میں حل ہو جائے لیکن اس سے پانی کی رقت اور بہنے کی صفت ختم نہ ہو۔

۵۔ جھوٹا پانی:

امام نووی نے المجموع میں حضرت علیؓ کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ تمام حیوانات، خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام، ان کا جھوٹا بلا کراہت پاک ہے البتہ کتے اور سور اور ان کے بچوں کا جھوٹا ناپاک ہے[۱۲] آپ سے بلی کے جھوٹے پانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اس پانی سے وضو کرنے یا اسے پی لینے میں کوئی حرج نہیں" [۱۳]

## ماشیہ: مویشی

مویشیوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۹)

حکومت کی طرف سے ان کی زکوٰۃ کی وصولی (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ الف)

## مال: مال و دولت

حضرت علی رضی اللہ عنہ مال و دولت کم رکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ آپ کا قول ہے: "چار ہزار یا اس سے کم دراہم نفقہ ہیں اور اس سے زائد کنز (خزانہ) ہے" (دیکھئے لفظ زکوٰۃ)

## مباشرۃ: مباشرت، ہم بستری

حائضہ سے مباشرت (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جز۔ ب)

## متعہ: متعہ کرنا، کچھ نہ کچھ دینا، فائدہ

۱۔ نکاح متعہ:

یہ وہ نکاح ہے جو ایک مدت مقررہ کے لئے لفظ متعہ سے کیا جائے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۷، جز۔ د)

۲۔ متعہ طلاق:

یہ وہ لباس ہے جو شوہر اپنی مطلقہ بیوی کو طلاق دیتے وقت دیتا ہے اور جس کا ذکر اللہ نے قرآن مجید

میں سورہ بقرہ میں فرمایا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرہ - ٢٣٦)

ترجمہ: (تم پر کوئی گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو، اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے۔ خوش حال آدمی اپنی قدرت کے مطابق اور غریب اپنی قدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے، یہ حق ہے نیک آدمیوں پر) حضرت علیؓ کی رائے میں ہر مطلقہ کو متعہ ملنا چاہیے، چنانچہ آپ نے فرمایا: "ہر مطلقہ کے لئے متعہ ہے" [١٤]

٣۔ حج میں تمتع کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ٣، جز۔ ب، مسئلہ ٢)

## متلاحمہ: بھر جانے والا زخم

بھر جانے والے زخم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ٣، جز۔ ب، مسئلہ ١، جز۔ ج)

## مجازفہ: اٹکل سے خرید و فروخت کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اٹکل سے خرید و فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں کیل (ماپنے کا پیمانہ) مقرر نہ کیا جائے" [١٥] (یعنی اگر ماپ تول کا تعین کر دیا جائے تو اٹکل درست نہیں)

## مجوس: آتش پرست یا آفتاب پرست

ان کے ساتھ عقد ذمہ کرنا اور ان سے جزیہ لینا (دیکھئے لفظ ذمہ، فقرہ ٣) اور (جزیہ، فقرہ ٢، جز۔ الف)

مجوسی کا ذبیحہ اور اس کا کیا ہوا شکار (دیکھئے لفظ ذبح، فقرہ ١٠، جز۔ د) اور (لفظ صید، فقرہ ١)

مجوسی عورت سے نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ٣، جز۔ الف، مسئلہ ٢، جز۔ ھ)

## محراب: محراب

مسجد میں محراب بنانا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ٣، جز۔ ب)

## محرّم: حرام کی ہوئی چیز

محرمات وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف)
ایسی محرمات سے نکاح جن سے نکاح کرنا وقتی طور پر حرام ہو (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ د، مسئلہ ۲)
کسی محرمہ سے زنا کرنے سے زانی پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۹، جز۔ ج)

## محلل: حلالہ کرنے والا

۱۔ تعریف:
محلل وہ شخص ہوتا ہے جو تین طلاقیں پانے والی مطلقہ سے اس غرض سے نکاح کرتا ہے کہ وہ اس مطلقہ کو اس کے پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے۔

۲۔ اس کے احکام:
(دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۶) اور (لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲) اور (زنا، فقرہ ۲، جز۔ د، مسئلہ ۳)

## مختلس: اچکّا

دیکھئے لفظ اختلاس

## مداعبہ: جنسی چھیڑ چھاڑ

اگر مرد کسی ایسی عورت کے ساتھ ایک بستر پر پہنچ جائے جو اس کے لئے حلال نہ ہو تو اس کی تعزیری سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۶، جز۔ ب)

## مدبر: مدبر

۱۔ تعریف:
مدبر وہ غلام ہے جس کی آزادی اس کے آقا کی موت پر معلق ہو۔

۲۔ اس کے احکام (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۳)

## مدینہ: شہر، مدینہ منورہ

۱۔ تعریف :

مدینہ منورہ اس شہر کا نام ہے جس کی طرف حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تھی اور جو واقم اور وبرہ کی سیاہ پتھروں والی زمینوں کے درمیان محصور ہے۔

۲۔ احکام مدینہ منورہ :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حرم مدینہ منورہ عیر سے لے کر ثور کے درمیان کا علاقہ ہے اس میں جس شخص نے کوئی جرم کیا یا کسی مجرم کو پناہ دی اس پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی عبادت" [۱۶]

## مذاکیر: جمع ذکر، عضو تناسل

کوڑے لگانے میں عضو تناسل کو کوڑوں سے بچانا (دیکھئے لفظ جلد، فقرہ ۳، جز۔ د)

## مراۃ : عورت

عورت کو چھونے سے وضو کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۵، جز۔ ب)

عورت کی اذان (دیکھئے لفظ اذان، فقرہ ۲)

نماز میں عورت کے سجدہ کرنے کا طریقہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۸، جز۔ ط)

نماز میں عورت کی امامت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د، مسئلہ ۲)

نماز با جماعت میں عورتوں کی صفیں (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۲)

نماز تراویح میں عورتوں کی شرکت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۲، جز۔ ب)

عید کی نماز کے لئے عورتوں کو لے جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ھ)

مردوں کے جنازوں کے ساتھ نماز جنازہ کے لئے عورتوں کے جنازوں کی ترتیب (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرہ ۲۷، جز۔ و، مسئلہ ۲)

ایک ہی قبر میں مرد کے ساتھ عورت کو دفن کرنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ د)

عورت کو دفن کرتے وقت قبر پر پردہ کرنا (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۱۱، جز۔ ب)

عورت کا خود عقد نکاح کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

عورت کا اپنے غلام کے ساتھ ہم بستری نہ کرنا (دیکھئے لفظ تسری، فقرہ ۲)

عورت کا اپنے گھر کا کام کاج کرنا (دیکھئے لفظ خدمہ)

عورت کی جنایت (جرم) (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۱. جز۔ ب. مسئلہ ۲. جز۔ ل)
عورت کے خلاف جرم (دیکھئے لفظ جنایہ. فقرہ ۲. جز۔ ھ)
عورت کو بٹھا کر حد میں کوڑے لگانا (دیکھئے لفظ جلد. فقرہ ۳. جز۔ ب)
مرتد عورت کو قتل کر دینا. (دیکھئے لفظ ردۃ. فقرہ ۴. جز۔ ج)
عورت کی گواہی (دیکھئے لفظ شہادۃ. فقرہ ۴. جز۔ و)
رضاعت یعنی دودھ پلانے کے متعلق عورت کی گواہی (لفظ رضاع. فقرہ ۲)
عورت کا مردوں کے درمیان آنا جانا (دیکھئے لفظ حجاب. فقرہ ۲)
ضرورت کی بنا پر عورت کا کسی مرد سے گفتگو کرنا (دیکھئے لفظ حجاب. فقرہ ۲) اور (لفظ بیت)
ترکہ میں عورتوں کے وارث ہونے کی حالتیں (دیکھئے لفظ ارث)
ولاء کی بنا پر عورت کی وراثت (دیکھئے لفظ ولاء. فقرہ ۲. جز۔ الف. مسئلہ ۱)

## مرض: بیماری

۱۔ مرض الموت میں گرفتار مریض کا اپنی بیوی کو طلاق دے دینا (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۴. جز۔ ب. مسئلہ ۲)

۲۔ زوجین میں سے کسی کا ایسی بیماری میں مبتلا ہو جانا جس سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸: جز۔ الف)

۳۔ ایسے مریض کا روزہ چھوڑ دینا جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۴)

۴۔ مریض کا تبرع کرنا۔ یعنی نیکی کا ایسا کام جو فی سبیل اللہ کرے مثلاً صدقہ کر دے۔
جو شخص مرض الموت میں گرفتار ہو وہ اپنی ملکیت کی ایک تہائی کے اندر اندر کوئی عقد تبرع کر سکتا ہے۔ (دیکھئے لفظ تبرع) اور اس کا یہ تبرع وصیت کے قائم مقام تصور کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اگر مریض غلام آزاد کرنا چاہے تو اپنے تہائی مال میں سے ایسا کر سکتا ہے۔ [۱۷] رہی مرض الموت میں اس کی وصیت تو اس کے لئے (دیکھئے لفظ وصیہ. فقرہ ۲. جز۔ الف)

۵۔ مریض کا غلام خریدنا جسے اس کی طرف سے آزاد کر دیا جائے:
مرض الموت میں گرفتار مریض اگر غلام خریدے اور مقصد یہ ہو کہ اس غلام کو اس کی طرف سے آزاد کر دیا جائے، تو اس کا یہ فعل تبرع میں شمار نہیں ہو گا. کیونکہ اس کی یہ خریداری نافذالعمل ہو گی اور غلام کی قیمت اس کے پورے مال سے ادا کی جائے گی نہ کہ تہائی مال سے۔ حضرت علیؓ نے

اس مریض کے متعلق جس نے بیماری میں بیٹا خرید لیا تھا فرمایا: اسے اس کے باپ کے مال سے بعد وفات خریدا جائے گا ___ یعنی باپ کی موت کے بعد اس کی قیمت اس کے پورے مال سے ادا کی جائے گی، اور یہ بیٹا بقیہ تمام وارثوں کی طرح اپنے باپ کے ترکہ کا وارث ہو گا" [۱۸]

۶۔ معتکف کا مریض کی عیادت کے لئے نکلنا (دیکھئے لفظ اعتکاف، فقرہ ۳، جز۔ د)

## مرفق: ہر وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے

۱۔ تعریف:

مرافق عامہ: نفع عام کے مقامات کو جن کا کوئی مالک نہ ہو مرافق عامہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ ان سے نفع اٹھانے کا ہر فرد کو حق حاصل ہے:

مرافق عامہ پر کسی کی ملکیت نہیں ہوتی، بلکہ یہ ملکیت عامہ (تمام لوگوں کی ملکیت) کی بنیاد پر باقی رہتی ہیں۔ اگر حکومت ان سے فائدہ اٹھانے کا انتظام نہ کرے تو ان سے فائدہ اٹھانے کا عمومی قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کے لئے سبقت کرے گا، تو جب تک یہ چیز اس کے ہاتھ میں رہے گی وہ دوسروں کے مقابلے میں اس سے فائدہ اٹھانے کا زیادہ مستحق ہو گا۔ بشرطیکہ فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ کسی دوسرے کی ایذا رسانی کا سبب نہ بنے اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں:
"میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا، آپ نے دیکھا کہ بازار والوں نے اپنی اپنی جگہیں گھیر رکھی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ بازار میں دکانیں تعمیر کی گئی ہیں، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ بازار والوں نے اپنی اپنی جگہیں گھیر رکھی ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: "انہیں یہ حق نہیں ہے، مسلمانوں کا بازار مسلمانوں کی نماز کی جگہ کی طرح ہے، جو شخص اس پر پہلے بیٹھ جائے گا وہ اس کی ہو گی اور یہ اس وقت تک اس کی رہے گی جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے" [۱۹] پھر آپ نے حکماً تمام دکانیں گرا دیں۔ [۲۰]

۳۔ عامۃ الناس کے فائدہ اٹھانے کے مقامات پر کسی کو دست اندازی کی اجازت نہیں:

مرافق عامہ پر اعتداء (دست اندازی) جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد مفاد عامہ کو روبکار لانا ہے۔ اور مفاد عامہ مفاد خاصہ پر مقدم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی گذرگاہوں میں رکاوٹ پیدا کرنے والے حوضوں اور دروازوں کے چھجوں کو ہٹانے کا حکم دیتے تھے۔ [۲۱]

## مرور: گذارنا

گذارنے کا حق (دیکھئے لفظ ارتفاق، فقرہ ۲، جز۔ب)
نمازی کے آگے سے گذرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ الف)

## مزارعہ : بٹائی

### ۱۔ تعریف :

مزارعت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کاشت یا دیکھ بھال کی غرض سے کسی کے حوالے کر دی جائے اور پیداوار میں دونوں شریک ہوں۔

### ۲۔ مزارعت کی مشروعیت :

حضرت علی رضی اللہ عنہ مزارعت کے جواز کے قائل تھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر بٹائی کا معاملہ طے کیا تھا، آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ نے یہی طریقہ اپنایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ بھی اسی طریقے پر گامزن رہے۔ [۲۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بٹائی پر زمین کی کاشت کا معاملہ طے کیا کرتے تھے۔ [۲۳] ایک شخص نے آپ کے پاس آکر ایک دوسرے شخص کی چغلی کھائی کہ اس نے زمین لے رکھی ہے اور وہاں فلاں فلاں کام کر رہا ہے، متعلقہ شخص نے آکر عرض کیا "میں نے یہ زمین آدھی پیداوار کی بنیاد پر لی ہے، میں اس کی نہریں کھودتا ہوں، اسے درست کر کے آباد کرتا ہوں" حضرت علیؓ نے فرمایا: "جاؤ، کوئی حرج کی بات نہیں" [۲۴]

## مزدلفہ : مزدلفہ

حج میں مزدلفہ میں رات گذارنا (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۱۰)

## مساقاۃ : باغ یا پھلدار درختوں کی آب پاشی اور دیکھ بھال

### ۱۔ تعریف :

مساقات اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنا باغ اس غرض سے کسی دوسرے کے حوالے کر دے کہ وہ اس کی آبیاری کرے اور دیکھ بھال کے دوسرے امور سرانجام دے اور پیداوار میں سے اسے ایک متعین حصہ دے دے۔

### ۲۔ اس کی مشروعیت :

مساقات مزارعت کی طرح تمام پھلدار درختوں کے لئے مشروع ہے[۲۵] (دیکھئے لفظ مزارعہ)

## مسئلہ: میراث کا مسئلہ

میراث میں المسئلۃ المشترکہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ھ، مسئلہ ۱۰)

میراث کے دو مسئلے جن کا تعلق حضرت عمرؓ کے دور خلافت سے تھا اور انہیں المسئلۃ المشترکہ کہ جاتا تھا (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ھ، مسئلہ ۱۱، جز۔ ب)

میراث میں مسئلہ منبریہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۵)

## مسبوق: (ایسا نمازی جس کی نماز کی پہلی رکعت یا کچھ رکعتیں امام کی اقتدا میں پڑھنے سے رہ جائیں)

مسبوق کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۷)

نماز جمعہ کا مسبوق (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۶، جز۔ ی)

## مستامن: امان حاصل کرنے والا

مستامن وہ حربی (مسلمانوں سے برسرپیکار غیر مسلم) ہے جو امان حاصل کر کے مسلمانوں کے ملک میں آئے (دیکھئے لفظ امان)

## مسجد: مسجد

### ۱۔ تعریف:

نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کی ہوئی جگہ کو مسجد کہتے ہیں۔

### ۲۔ راستے پر نماز پڑھنا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی جگہ پر نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے جو اس مقصد کے لئے تیار نہ کی گئی ہو اور نماز پڑھنے والے کی وجہ سے آنے جانے والوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑے بشرطیکہ اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ اس کے لئے نماز پڑھنے کی گنجائش موجود ہو، اسی لئے آپ نے راستے کے درمیان میں نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ اس سے آنے جانے والے لوگ خواہ مخواہ دقت میں مبتلا ہوں گے، اس لئے آپ لوگوں کو راستوں کے بیچوں بیچ نماز پڑھنے سے روکا کرتے تھے۔[۲۶]

### ۳۔ تعمیر مسجد:

الف) قبر پر مسجد کی تعمیر: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات اور

ہدایات کی روشنی میں لوگوں کو قبروں پر مساجد کی تعمیر سے ڈرایا کرتے تھے تاکہ یہ مردوں کی پرستش کا ذریعہ نہ بن جائے۔ آپ فرماتے: "بدترین لوگ وہ ہیں جو قبروں کو مساجد بنا لیں" [۲۷]

ب) مسجد میں محراب بنانا: حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں محراب کی تعمیر کو مکروہ سمجھتے تھے۔ [۲۸] اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اور چونکہ یہ ایک بے فائدہ چیز ہے، بلکہ یہ ضرر سے خالی نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے امام لوگوں کو نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

ج) مسجد کی تزئین و آرائش: حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی تزئین و آرائش کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی جاتی ہیں کہ ان کے ذریعے لوگ ایک دوسرے پر فخر کریں بلکہ ان کی تعمیر کا مقصد اللہ کے آگے عاجزانہ اور نیاز مندانہ پیشی ہے، آپ کا خیال یہ تھا کہ لوگوں نے مساجد کی تزئین و آرائش کی پرفریب ظاہرداری کو اعمال صالحہ کے میدان میں اپنی کوتاہیوں کے عوض کے طور پر اپنا شعار بنالیا ہے۔ اس لئے آپ فرمایا کرتے: "جب لوگ اپنی مسجدوں کی تزئین و آرائش کریں تو سمجھو کہ ان کے اعمال فاسد ہو گئے" [۲۹] آپ بنی تیم کی ایک قابل دید مسجد کے پاس سے گذرتے تو فرماتے: "یہ بنی تیم کا گرجا ہے" [۳۰]

راتوں کو پڑھی جانے والی نمازوں کے لئے مسجد میں روشنی کا انتظام کرنا تزئین و آرائش میں داخل نہیں ہے۔ ان اوقات میں مسجد میں روشنی کو حضرت علیؓ بہت سراہتے تھے، آپ رمضان میں مساجد کے پاس سے گذرتے اور ان میں قندیل روشن دیکھتے تو فرماتے: "اللہ تعالیٰ عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو بھی اسی طرح منور کر دے جس طرح انہوں نے ہمارے لئے مساجد کو روشن کر دیا" [۳۱] (یاد رہے کہ تراویح کا باقاعدہ نظام حضرت عمرؓ کا جاری کردہ ہے اور اس کے لئے مساجد میں قندیلیں روشن کرنا بھی آپ ہی کے عہد کی یادگار ہے۔ مترجم)

۴۔ کن لوگوں کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے:

ہر مسلمان خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، مسجد میں داخل ہو سکتا ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ د، مسئلہ ۳) لیکن کافر مسلمانوں کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت علیؓ منبر پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک مجوسی پر پڑی جو مسجد میں داخل ہو رہا تھا، آپ منبر سے

اترے اور اسے مار کر باب کندہ کے راستے مسجد سے بھگا دیا۔ [۳۲]

## ۵۔ مسجد میں کئے جانے والے اعمال :

الف) مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا : حضرت علیؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دعا کرتے :
"اے اللہ، میرے گناہ معاف کر دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" جب مسجد سے نکلتے تو یہ دعا کرتے : "اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے" [۳۳]

ب) مسجد میں بیٹھنا : حضرت علیؓ لوگوں کو مسجد میں بیٹھنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے : "مسجدیں انبیاء کی مجلسیں اور شیطان سے بچاؤ کی جگہیں ہیں" [۳۴]

ج) مسجد میں وضو کرنا : مسجد میں وضو کرنا جائز ہے اس سے اس کی حرمت میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وضو نماز کے لوازم میں سے ہے۔ ابن سیرین نے کہا ہے :
"حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور خلفاء مسجد میں وضو کرتے تھے" [۳۵]

د) مسجد میں سو جانا : "مسجد میں سونا جائز ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ مسجد میں سو گئے تھے۔ [۳۶]

ھ) مسجد میں بیٹھ کر مقدمات کے فیصلے کرنا :
مسجد میں عدالت یا کچہری لگانا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۷)
مسجد میں سزاؤں پر عملدر آمد کرنا (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۲)

و) مسجد میں نماز :
مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی مسجد میں نماز (صلاۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ الف)
فرض نمازوں کی مسجد میں ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۵، ۱۶)
کمزور لوگوں کا عید کی نماز مسجد میں ادا کرنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ج، مسئلہ ۲)
مسجد میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۷، جز۔ و)

ز) جنبی کا مسجد کے بیچ سے گذر جانا (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۲)

# مسح : مسح کرنا

وضو کے وہ اعضاء جو دھوئے نہیں جاتے بلکہ ان پر مسح کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ و

اور ز)

وضوء میں موزوں، جرابوں، جوتوں، پگڑی، اوڑھنی اور جبیرہ (ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے لئے اس پر باندھی گئی پٹی) وغیرہ پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ و، مسئلہ ۶،۷) اور (لفظ وضوء، فقرہ ۳، جز۔ ج، مسئلہ نمبر ۲، ۳، ۴) اور (لفظ وضوء، فقرہ ۳، جز۔ ط)

## مسکر: نشہ آور چیز

### ۱۔ تعریف:

مسکر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نشہ آور ہو جس سے عقل زائل ہو جائے۔

### ۲۔ اس کے احکام (دیکھئے لفظ اشربہ)

## مشی: پیدل چلنا

عید کی نماز کے لئے پیدل چل کر جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۹، جز۔ ز)

**مصاہرہ:** نکاح کی وجہ سے میاں بیوی کے خاندانوں کے درمیان قائم ہونے والی دامادی رشتہ داری

مصاہرت کی بنا پر حرام ہو جانے والی خواتین (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱، جز۔ ب)

## مصحف: نسخہ قرآن

مصحف اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس کے اوپر اور نیچے کی جلد کے درمیان اللہ کے کلام یعنی قرآن کو جمع کر دیا گیا ہو۔

مصحف میں قرآن کی کتابت (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۱)

جس شخص کو حدث لاحق ہو وہ قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا (دیکھئے لفظ قرآن، فقرہ ۳)

## مصر: شہر

### ۱۔ تعریف:

مصر اس بڑی آبادی والے شہر کو کہتے ہیں جو زندگی کی اکثر ضروریات پوری کرنے میں خود کفیل ہو۔

۲۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں شہروں کی تعداد:

حضرت علیؓ مندرجہ ذیل شہروں کو بڑے شہر شمار کرتے تھے: بصرہ، کوفہ، مدینہ منورہ، بحرین، مصر، شام، جزیرہ، اور بعض دفعہ یمن اور یمامہ کو بھی شمار کر لیتے تھے۔ [۳۷]

مضاربہ: ایسا کاروبار جس میں سرمایہ ایک کا اور کام دوسرے کا ہو اور منافع میں دونوں شریک ہوں

۱۔ تعریف:

دو افراد یا دو پارٹیاں اگر اس بات پر اتفاق کر لیں کہ وہ کوئی ایسا کاروبار شروع کریں گی جس میں سرمایہ ایک جانب سے لگایا جائے گا اور کام دوسری جانب سے کیا جائے گا تو ایسی صورت کو مضاربت کہتے ہیں۔

۲۔ احکام مضاربت:

الف) نفع نقصان کی تقسیم: مضاربت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ منافع میں کام کرنے والے کا حصہ مثلاً تہائی یا چوتھائی وغیرہ متعین نہ کر دیا جائے، پھر اگر منافع ہو گا تو طرفین اسے اسی نسبت سے تقسیم کر لیں گے جس کی انہوں نے شرط لگائی ہو گی، اور اگر نقصان ہو گا تو یہ سارا نقصان راس المال یعنی سرمایہ لگانے والے کے حساب سے جائے گا اور کام کرنے والے کو اس کا کوئی حصہ برداشت کرنا نہیں پڑے گا، تاہم اس کی دوڑ دھوپ ضائع ہو جائے گی کیونکہ اب اسے کوئی رقم وصول نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نقصان مال، یعنی سرمایہ پر ڈالا جائے گا اور منافع اسی نسبت سے تقسیم ہو گا جو انہوں نے مقرر کی ہو گی" [۳۸]

ب) کام کرنے والے کا مال مضاربت کا تاوان دینا: مال مضاربت مضارب یعنی کام کرنے والے کے ہاتھوں میں امانت ہے۔ اس لئے اس کے ضیاع کی صورت میں مضارب پر کوئی تاوان عائد نہیں ہو گا۔ [۳۹] اگر کام کرنے والا حد سے تجاوز کر کے ایسا قدم اٹھا لے جو اسے اٹھانا نہیں چاہئے تھا یا ایسی چیز خرید لے جس کی خریداری سے اسے روکا گیا ہو تو ایسی صورت میں بھی وہ تاوان نہیں دے گا، کیونکہ اس نے یہ سب کچھ منافع کے حصول کی امید پر کیا تھا۔ جس کا ایک حصہ اسے بھی مل جاتا۔ اس لئے اس کا یہ تجاوز نظر انداز کرنے کے قابل ہے۔ [۴۰] حضرت علیؓ کا قول ہے: "جو شخص منافع میں شریک یعنی حصہ دار ہو اس

پر کوئی تاوان نہیں" [۴۱]

**مضمضہ : کلی کرنا**

وضو میں کلی کرنا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ج)

**معتوہ : وہ شخص جس کی عقل ماری گئی ہو**

دیکھئے لفظ عتہ

**معصیہ : گناہ**

۱۔ کسی گناہ کے ارتکاب کی نذر ماننا (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۲۔ **بعض معاصی یہ ہیں:**

وہ جرائم جن کی سزائیں حدود کی شکل میں ہیں (دیکھئے لفظ حد، فقرہ ٦)

ایسے اقوال اور افعال جن پر تعزیری سزائیں دی جاتی ہیں (دیکھئے لفظ تعزیر)

سود خوری (دیکھئے لفظ ربا)

دروغ گوئی (دیکھئے لفظ کذب)

اور اسی طرح کے بہت سے دوسرے گناہ

**معدن : کسی دھات کی کان**

دھات کی کانوں کی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۲)

حکومت کی طرف سے دھات کی کانوں کی زکوٰۃ کی وصولی (دیکھئے لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۵، جز۔ الف)

**مغرب : غروب آفتاب کا وقت، پچھّم**

نماز مغرب کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۱، ۲)

مغرب کی سنت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۸، جز۔ ھ)

**مفقود : گمشدہ**

۱۔ **تعریف:**

مفقود وہ شخص ہے جو طویل عرصہ سے غائب ہو اور جس کی زندگی یا موت کے متعلق کوئی علم نہ ہو۔

## ۲۔ گمشدگی کی قسمیں :

گمشدگی کی دو قسمیں ہیں:

الف) کسی ایسے سفر کے دوران گمشدگی جس میں ظاہراً کوئی خطرے والی بات نہ ہو مثلاً تجارتی سفر، طلب علم یا رشتہ دار سے ملاقات کے لئے سفر وغیرہ

ب) ایسی صورت حال میں گمشدگی جس میں ظاہراً ہلاکت کا خطرہ ہو، مثلاً میدان کارزار میں کوئی گم ہو جائے یا سمندر میں بحری جہاز جس میں وہ سوار ہو، غرق ہو جائے اور تمام مسافر ڈوب جائیں یا طیارہ گر کر تباہ ہو جائے اور تمام مسافر جاں بحق ہو جائیں۔ یا اسی طرح کا کوئی اور حادثہ پیش آ جائے، حضرت علیؓ نے گمشدگی کی مختلف قسموں کے احکامات کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا تھا۔ [۴۲]

## ۳۔ مفقود کی بیوی اس کا کب تک انتظار کرے گی ؟

اس کے متعلق حضرت علیؓ سے دو روایتیں منقول ہیں:

الف) پہلی روایت تو یہ ہے کہ اس وقت تک انتظار کرے گی جب تک اس کا شوہر واپس نہ آ جائے یا اس کی موت کی خبر نہ مل جائے۔ اس مدت کے دوران وہ اس کی منکوحہ رہے گی آپ نے فرمایا: "مفقود کی بیوی اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی جب تک اس کے شوہر کی موت کی خبر نہ آ جائے" [۴۳] اس لئے کہ گمشدگی سے اس رشتہ زوجیت کے ٹوٹنے کا شک پیدا ہوتا ہے۔ جو یقینی طور پر ثابت تھا، اس لئے اس شک کی بناء پر علیحدگی نہیں ہو گی، کیونکہ یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔

ب) دوسری روایت یہ ہے کہ مفقود کی بیوی چار برس تک انتظار کرے گی۔ اگر شوہر آ گیا تو فبہا ورنہ ولی اسے طلاق دلائے گا، اور وہ چار مہینے دس دن کی عدت گذارنے کے بعد اگر چاہے گی تو نکاح کر سکے گی۔ [۴۴]

## ۴۔ مفقود کی واپسی :

اگر مفقود واپس آ کر اپنی بیوی کو انتظار میں پائے تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور معاملات درست رہیں

گے لیکن اگر اس کے آنے سے پہلے اس کی وفات کی خبر یا چار سال کی مدت گذرنے کے بعد اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہو اور پھر مفقود واپس آ جائے تو اب کیا ہو گا؟ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ وہ اپنے دوسرے خاوند سے علیحدہ ہو جائے گی اور اسے مہر کی وہ رقم بھی واپس نہیں کرنی پڑے گی جو اس نے اس سے لی ہو گی۔ کیونکہ یہ رقم اس ہم بستری کے بالمقابل ہو گی جو اس نے اس سے کی ہے، اس لئے کہ اصول یہ ہے کہ ہر ہم بستری کے بعد یا تو مہر کی رقم ادا کی جائے یا ناجائز ہونے کی صورت میں حد جاری کی جائے، بہرحال یہ عورت اپنے دوسرے شوہر سے علیحدگی کے بعد عدت گذارے گی اور پھر اپنے پہلے شوہر (مفقود) کے پاس واپس چلی جائے گی۔ اس لئے کہ نکاح ثانی کا فاسد ہونا مفقود کی آمد پر واضح ہو چکا تھا۔ پھر پہلے شوہر کو اختیار ہو گا کہ اسے اپنی منکوحہ کے طور پر قبول کر لے یا اسے طلاق دے دے۔ چاہے دوسرے شوہر نے اس سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو۔ اسے یہ اختیار نہیں ہو گا کہ مہر کی رقم حاصل کرنے کی غرض سے اسے دوسرے شوہر کے پاس رہنے دے حضرت علیؓ نے فرمایا: ”اگر مفقود کی بیوی نے نکاح کر لیا پھر اس کا شوہر یعنی مفقود واپس آ گیا تو اسے دوسرے شوہر سے ہم بستری کی وجہ سے مہر کی رقم ملے گی۔ اور دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔ پھر وہ تین حیض کی عدت گذار کر اپنے پہلے شوہر کے پاس واپس چلی جائے گی“ [۴۵]

آپ نے یہ بھی فرمایا: ”جب اس کا پہلا شوہر آ جائے گا تو اسے کوئی اختیار نہیں ہو گا اور وہ اس کی بیوی رہے گی“ [۴۶] یعنی شوہر کو اس کا اختیار نہیں ہو گا کہ اسے اپنی بیوی بنائے رکھے یا اس سے مہر کی رقم لے لے، بعض صحابہ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت علیؓ سے یہ ایک روایت ہے، مفقود اسے اپنی بیوی تسلیم کرے گا۔ اس کے بعد اگر وہ چاہے گا تو اسے بیوی بنائے رکھے گا اور چاہے گا تو طلاق دے دے گا، حضرت علیؓ نے فرمایا: ”جب مفقود واپس آئے جبکہ اس کی بیوی نے اس دوران دوسری شادی کر لی ہو تو وہ بہرحال اس کی بیوی رہے گی۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو طلاق دے دے گا، اور اگر چاہے گا تو اسے اپنی بیوی کے طور پر بسا لے گا، اسے اختیار نہیں دیا جائے گا کہ وہ اسے اپنی بیوی تسلیم نہ کرے چاہے دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو“ [۴۷]

دوسری روایت یہ ہے کہ مفقود کی واپسی پر اگر اس کی بیوی نکاح ثانی کر چکی ہو تو اسے اختیار ہو گا کہ اسے بطور بیوی قبول کر لے، اس صورت میں اس کے دوسرے شوہر سے اس کی علیحدگی ہو جائے

گی اور عدت گذارنے کے بعد اس کے پاس واپس چلی جائے گی۔ اور اگر چاہے تو اسے دوسرے شوہر کی بیوی رہنے دے اور اس سے مہر کی وہ رقم لے لے جو اس نے دوسرے شوہر سے وصول کی ہے۔ [۴۸] یہ ایک قسم کا بدلہ ہو گا جو بیوی کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے پہنچنے والے نقصان کی بنا پر اسے مل جائے گا۔ ایوب سختیانی نے روایت کی ہے کہ ابو ملیح بن اسامہ سے مفقود کی بیوی کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے کہا: "مجھے بہیمہ بنت عمیر شیبانیہ نے بتایا کہ اس کا شوہر ایک غزوہ میں گیا اور لاپتہ ہو گیا، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ زندہ ہے یا وفات پا گیا، اس نے چار سال انتظار کرنے کے بعد دوسری شادی کر لی، اس کے بعد اس کا شوہر واپس آ گیا، اس کا دوسرا شوہر اور وہ دونوں حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان کو حقیقت بتائی، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "اس کے پہلے شوہر کو اس کی بیوی اور مہر کی رقم کے درمیان اختیار دیا جائے گا کہ وہ ان دونوں میں سے جسے چاہے قبول کر لے" اس کے بعد جلد ہی حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے، پھر یہ شخص حضرت علیؓ کے پاس کوفہ گیا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس مسئلے میں میری بھی وہی رائے ہے جو حضرت عثمانؓ کی تھی، اس کے بعد اس عورت کے پہلے شوہر یعنی مفقود نے مہر کی رقم لینا پسند کیا، عورت نے مہر کی چار ہزار کی رقم کی ادائیگی میں دو ہزار دے کر اپنے دوسرے شوہر کی مدد کی" [۴۹]

۵۔ اگر مفقود کی بیوی کے بطن سے اس کے دوسرے شوہر سے کوئی اولاد ہو جائے تو اس کے نسب کا معاملہ کیسے طے کیا جائے:

اگر مفقود کی بیوی کو اپنے شوہر کی وفات کی خبر مل جائے اور وہ نکاح کر لے اور اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے، پھر مفقود واپس آ جائے تو ایسی صورت میں اس بچے کا نسب اس کے دوسرے شوہر سے ثابت ہو گا۔ کیونکہ اس دوسرے شوہر کا اس عورت سے ازدواجی تعلق درست تھا، اور بچہ اسی کا ہوتا ہے جس کے ساتھ ازدواجی تعلق ہو۔ [۵۰] عبیداللہ بن حر نے اپنی قوم کی ایک لڑکی سے شادی کر لی، لڑکی کے باپ نے یہ نکاح کرایا تھا، پھر عبیداللہ حضرت معاویہؓ کے پاس چلا گیا اور اسے اپنی بیوی کے پاس سے گئے ہوئے ایک طویل مدت گذر گئی، ادھر لڑکی کا باپ فوت ہو گیا، اس کے گھر والوں نے اس کا نکاح ایک اور مرد سے جس کا نام عکرمہ تھا کر دیا۔ جب عبیداللہ کو یہ خبر ملی تو وہ آ کر اپنا مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس لے گیا، حضرت علیؓ نے اس کی بیوی اسے لوٹا دی، اس وقت اس کی بیوی عکرمہ سے حاملہ ہو چکی تھی، آپ نے اسے ایک عادل آدمی کی نگرانی میں رکھ دیا، لڑکی نے پوچھا: "آیا میں اپنے مال یعنی مہر کی رقم کی زیادہ حقدار ہوں یا عبیداللہ بن حر؟ آپ نے جواب دیا کہ

تواس کی زیادہ حقدار ہے، یہ سن کر اس نے کہا: "میں آپ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں عکرمہ کے ذمہ میرا جو کچھ مال اور مہر ہے، وہ میں اسے دیتی ہوں" اس کے بعد وضع حمل ہو گیا تو آپ نے اسے عبید اللہ بن حر کے پاس واپس بھیج دیا اور نومولود کو اس کے باپ (عکرمہ) کے حوالے کر دیا۔ [۵۱]

## مقبرہ : قبرستان

(دیکھئے لفظ قبر)

قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۷، جز۔ ز)

## مکاتب : مکاتب غلام

(دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۱)

## مکہ : مکہ مکرمہ

### ۱۔ احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہونا :

حضرت علیؓ نے فرمایا: "مکہ مکرمہ میں کوئی شخص احرام کے بغیر داخل نہ ہو" [۵۲]

### ۲۔ مکہ مکرمہ میں مشرک کا داخلہ :

کسی کافر کو اس کی اجازت نہیں ہے کہ وہ حرم مکہ میں داخل ہو۔ حضرت عمرؓ نے کافروں کو حرم مکہ سے باہر نکال دیا تھا [۵۳] اور حضرت علیؓ بھی اسی پر قائم رہے، آپ کو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا ایلچی بنا کر اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا اس کا ذکر آپ بار بار ان الفاظ میں دہراتے: "مجھے چار باتیں دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجا گیا، وہ باتیں یہ تھیں، کوئی شخص برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہیں آئے گا، جنت میں صرف وہی جائے گا جو مومن ہو اور جس شخص کا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ کوئی عہد ہو وہ عہد اس کی مدت کے اختتام تک باقی رہے گا" [۵۴]

### ۳۔ حدود حرم میں شکار کی ممانعت :

(دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۱) اور حرم میں شکار کرنے کی سزا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۷)

## ملکہ : ملکیت

ملکیت کی دو قسمیں ہیں۔ ملکیت عامہ اور ملکیت خاصہ

۱۔ ملکیت عامہ:

الف) تعریف۔ ملکیت عامہ سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں جو کسی انسان کی ملکیت نہ ہوں، اس میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں:

۱) ہر وہ مال جو بیت المال میں آ جائے، مثلاً فیٔ (عشر، خراج وغیرہ)، مال غنیمت کا پانچواں حصہ، زکوٰۃ اور مال غنیمت میں سے وہ چیز جسے امام المسلمین نے پہلے ہی چھانٹ لیا ہو اور وہ تقسیم میں شامل نہ کی گئی ہو۔ (دیکھئے لفظ فیٔ) اور (لفظ غنیمہ، فقرہ ۳، جز۔ ب) اور (لفظ زکوٰۃ) اور (لفظ غنیمہ، فقرہ ۳، جز۔ الف)

۲) ایسی زمینیں جو بزور شمشیر فتح ہوئی ہوں اور امام المسلمین نے انہیں وقف کر دیا ہو اور مجاہدین کو بانٹ نہ دیا ہو (دیکھئے لفظ ارض، فقرہ ۱، جز۔ ج)

۳) ایسی چیزیں جن کا تعلق عامۃ المسلمین کے مفاد سے ہو۔ مثلاً سڑکیں، مساجد اور بازار اور منڈیاں (دیکھئے لفظ مرفق، فقرہ ۲)

۴) ایسی چیزیں جو اللہ کے وجود میں لانے سے وجود میں آئیں اور انکے وجود میں لانے کے اندر کسی کو دخل نہ ہو، مثلاً سمندری مچھلیاں، ہوا میں پرندے، سبزہ زاروں میں سبزہ اور چشموں میں پانی وغیرہ۔

ب) ملکیت عامہ کی ملکیت خاصہ میں تبدیلی:

۱) ملکیت عامہ کی پہلی قسم: بیت المال میں آنے والی اشیاء ملکیت خاصہ میں بدل جاتی ہیں اگر امام المسلمین ان میں سے کسی چیز کو کسی خاص آدمی کی ملکیت میں دے دے، شریعت نے ان تمام جہات کی تحدید کر دی ہے جن کی تملیک ان اصناف میں سے ہر ایک صنف کے لئے واجب ہے (دیکھئے لفظ فیٔ) اور (لفظ غنیمہ، فقرہ ۳، جز۔ ب) اور (لفظ زکوٰۃ، فقرہ ۱۶)

۲) ملکیت عامہ کی دوسری قسم: مفتوحہ زمینیں ملکیت خاصہ میں تبدیل ہو جاتی ہے اگر ایسی زمینوں کو آباد کر لیا جائے (دیکھئے لفظ احیاء الموات، فقرہ ۳)

۳) تیسری قسم یعنی مفاد عامہ کی چیزیں یہ کسی صورت میں بھی ملکیت خاصہ میں تبدیل نہیں ہوتیں (دیکھئے لفظ مرفق، فقرہ ۲)

۴) چوتھی قسم یعنی وہ اشیا جو اللہ تعالیٰ کے وجود میں لانے سے وجود میں آئیں، ایسی چیزیں ملکیت خاصہ میں اس وقت تبدیل ہو جاتی ہے جب انہیں اپنے قبضہ میں لیا جائے، مثلاً جس شخص نے سمندر سے مچھلی کا شکار کیا تو وہ مچھلی کو اپنے قبضے میں لیتے ہی اس کا مالک ہو گیا، یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

۲۔ ملکیت خاصہ :

الف) تعریف : ملکیت خاصہ ان اموال کو کہا جاتا ہے جن کا کوئی ایک متعین شخص مالک ہو اور اسے ان میں تصرف مثلاً ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، فائدہ اٹھانا اور استعمال میں لے آنے وغیرہ کا حق حاصل ہو۔

ب) ایسے مشروع وسائل جن کے ذریعے ملکیت حاصل ہوتی ہے درج ذیل ہیں:

۱) مشروع عمل: مثلاً مزارعت، مضاربت، اجارہ وغیرہ (دیکھئے لفظ مزارعہ)، (لفظ مضاربہ)، (لفظ اجارہ)

۲) کسی کو مالک بنانا: اس کی تین قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اول : اللہ تعالیٰ کی طرف سے مالک بنایا جانا مثلاً وراثت (دیکھئے لفظ ارث)

دوم : معاوضہ لے کر مالک بنایا جانا مثلاً بیع، اجارہ وغیرہ (دیکھئے لفظ بیع)، (لفظ اجارہ)

سوم : بغیر کسی عوض کے مالک بنا دیا جانا (دیکھئے لفظ تبرع)



منیٰ : منیٰ

حجاج کا دسویں ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منیٰ جانا، وہاں جمرہ عقبہ کی رمی کرنا، پھر سر منڈانا اور قربانی دینا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱)

طواف زیارت کے بعد حاجیوں کا واپس منیٰ آنا اور وہاں آ کر رمی جمار کرنا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱)

ایام منیٰ کے روزے (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)

منفعہ : فائدہ

کسی جسمانی عضو کی منفعت کو معطل کر دینے والے جرم میں دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جزء

ب، مسئلہ ۲، جز۔ ج )

کسی چیز کی منفعت کو فروخت کرنا ( دیکھئے لفظ اجارہ )

## منقلہ : جسم کو لگنے والے زخم کی ایک قسم

منقلہ ایسے زخموں کو کہا جاتا ہے جن میں ہڈی ٹوٹ جاتی اور اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۱، جز۔ ج )

ایسے زخموں پر واجب ہونے والے ہرجانے ( دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳، جز۔ الف )

## منی : مادہ منویہ

### ۱۔ تعریف :

منی وہ گاڑھا سیال مادہ ہے جو اس وقت انسانی آلہ تناسل سے اچھل کر نکلتا ہے جب شہوت جنسی اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ عورتوں میں یہ مادہ رقیق ہوتا ہے، گاڑھا نہیں ہوتا۔

### ۲۔ اس کے احکام :

اگر اس کا خروج شہوت کے ساتھ ہو تو غسل واجب ہوتا ہے ( دیکھئے لفظ غسل فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۱ )

منی کی نجاست ( دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۳ )

اس کے خروج سے بلوغت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ ( دیکھئے لفظ بلوغ )

## مہر : مہر

### ۱۔ تعریف :

مہر اس عوض کو کہتے ہیں جو عقد نکاح میں متعین کر دیا جاتا ہے۔

### ۲۔ مہر کے احکام :

دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶

شرعی لحاظ سے درست نکاح کے بعد دخول یعنی ہم بستری پر مہر کی ادائیگی پکی ہو جاتی ہے چاہے اس کے بعد نکاح فسخ ہی کیوں نہ ہو جائے ( دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ الف )

دخول سے پہلے زوجین میں سے کسی ایک کے ارتکاب زنا کی بنا پر علیحدگی کی حالت میں مہر کی رقم (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۳، جز۔ ب)

اگر دھوکا دے کر شوہر کے پاس اس کی بیوی کی جگہ کسی اور عورت کو بھیج دیا گیا ہو تو ایسی حالت میں مہر کی رقم (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ د)

مفقود یعنی لاپتہ انسان کی واپسی کی حالت میں مہر کی رقم (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۴)

اگر شوہر مطلقہ بیوی کی عدت کے اندر اس کی بہن سے شادی کر لے اور نکاح باطل ہونے کی وجہ سے ان دونوں میں علیحدگی ہو جائے تو ایسی صورت میں مہر کی رقم (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، جز۔ ج)

## موات : بنجر اور بے آباد زمین

دیکھئے لفظ احیاء الموات

## مواساۃ : ہمدردی اور خبر گیری

میت کے گھرانے سے اظہار ہمدردی اور تعزیت (دیکھئے لفظ موت، فقرہ ۷، جز۔ ج)

## مواقیت : اوقات، میقات

مواقیت حج (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ)

## موضحہ : ایسا زخم جس سے ہڈی نظر آنے لگے

موضحہ کی تعریف اور اس پر عائد ہونے والے جرمانے کے لئے (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۱، جز۔ ھ) اور (لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳، جز۔ الف)

## موت : موت

### ۱۔ موت کی تمنا کرنا :

انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ شہادت کی موت کی تمنا کرے (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۳ جز۔ الف)

### ۲۔ کسی کی موت کی خبر سن کر کیا کہنا چاہئے :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب کسی کی موت کی خبر ملتی تو آپ یوں فرماتے : انا للہ وانا الیہ راجعون،

اے اللہ ہدایت پانے والوں میں اس کا درجہ بلند کر دے، اور پیچھے رہ جانے والوں میں اس کی نیکیوں کو اس کا قائم مقام بنا دے۔ اے رب العالمین ہم اسے تیرے نزدیک اپنے ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں، اے اللہ ہمیں اس کی موت سے پہنچنے والے صدمے کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ کر" [۵۵]

۳۔ میت جس پر مسلمانوں کی سنت کی تطبیق کی جاتی ہے:

میت کی دو قسمیں ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم۔ مسلمانوں کی میت کی دو قسمیں ہیں، شہید۔ غیر شہید۔ پھر شہید کی دو قسمیں ہیں۔ شہید دنیا اور شہید آخرت۔

الف) شہید دنیا وہ ہے جو کسی معرکے میں کام آیا ہو، اس کے احکام یہ ہیں کہ اسے غسل نہیں دیا جائے گا، کفن نہیں پہنایا جائے گا، صرف نماز جنازہ ادا کی جائے گی (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۱)

ب) شہید آخرت وہ شخص ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرما دیا کہ ایسا شخص شہید ہے حالانکہ وہ کسی معرکے میں شہید نہیں ہوا۔ اس کی تجہیز و تکفین طبعی موت مرنے والے کی طرح کی جائے گی (دیکھئے لفظ شہید، فقرہ ۲)

ج) مسلمان جو طبعی موت مر جائے، یعنی شہید نہ ہوا ہو، اس پر مسلمانوں کی سنت اور طریق کار کی تطبیق کی جائے گی یعنی اسے غسل دیا جائے گا، اور نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد اس کی تدفین کی جائے گی جیسا کہ تفصیل آگے آئے گی، اس میں وہ میت بھی داخل ہے جو حد لگنے یا قصاص میں قتل کیا گیا ہو[۵۶] اسے غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے گا۔ جب شراحہ ہمدانیہ کو سنگسار کر دیا گیا تو آپ نے فرمایا: "اس کی تجہیز و تکفین اسی طرح کرو جیسا کہ تم اپنی عورتوں کی کرتے ہو جب وہ اپنے گھروں میں وفات پا جاتی ہیں" [۵۷]

رہی کافر کی میت تو اس کے متعلق ہمیں حضرت علیؓ سے منقول کوئی روایت نہیں ملی جو اس بارے میں وضاحت کرے، تاہم اجماعاً اتنی بات ضرور واضح ہے کہ اس کی تجہیز ایک مسلمان میت کی طرح نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے گا۔

۴۔ میت کو غسل دینا:

الف) شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینا، حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ بیوی کی موت کے بعد اس کے

شوہر کے لئے اسے غسل دینا جائز ہے۔ حضرت علیؓ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد ان کے شوہر حضرت علیؓ انہیں غسل دیں، چنانچہ جب ان کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے انہیں غسل دیا، اسماءؓ بنت عمیس کہتی ہیں: "حضرت فاطمہؓ نے وصیت کی تھی کہ جب ان کی وفات ہو جائے تو میں اور علی (رضی اللہ عنہ) انہیں غسل دیں چنانچہ میں نے اور حضرت علیؓ نے مل کر انہیں غسل دیا" [۵۸]

ب) میت کو غسل دینے کے بعد خود غسل کرنا: (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ا، جز۔ د)

## ۵۔ میت کی تکفین:

الف) میت کے کفن کی قیمت اس کے ترکہ سے لی جائے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "کفن راس المال (ترکہ) سے خریدا جائے گا" [۵۹]

ب) میت کو کفن سنت پہنایا جائے گا جس میں نہ اسراف (فضول خرچی) ہو اور نہ تبذیر (بے جا خرچ)۔

ج) اگر میت محرم ہو یعنی حالت احرام میں اس کی وفات ہو گئی ہو، تو اس کا احرام اس کی موت کی وجہ سے ختم نہیں ہو گا۔ اس لئے اسے اس کے انہی دو کپڑوں میں کفنایا جائے گا، اس کا سر کھلا رکھا جائے گا اور اسے کوئی خوشبو وغیرہ بھی نہیں لگائی جائے گی [۶۰] حضرت علیؓ نے محرم کے متعلق فرمایا: "اگر اس کی وفات ہو جائے تو اس کے سر کو بیری کے پتوں والے پانی سے دھویا جائے گا، اس کا سر کھلا رکھا جائے گا، اور اسے کوئی خوشبو وغیرہ نہیں لگائی جائے گی" [۶۱]

حضرت علیؓ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ محرم جب فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے، اس بنا پر اسے غسل دے کر کفن پہنایا جائے گا اور اس کا سر اور چہرہ ڈھانپ دیا جائے گا۔ اگر اس کے رفقاء حالت احرام میں ہوں گے تو اسے خوشبو نہیں لگائیں گے، بصورت دیگر اسے خوشبو بھی لگائیں گے۔ [۶۲]

## ۶۔ میت کو حنوط یعنی خوشبو ملنا:

حنوط خوشبو کے اس مرکب کو کہتے ہیں جو مختلف خوشبودار چیزوں کو ملا کر صرف میت کے کفن اور اس کے جسم میں لگانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے [۶۳] حضرت علیؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ

کے لئے تیار کردہ حنوط میں مشک بھی شامل ہو، آپ نے فرمایا تھا: "یہ حنوط حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے تیار کردہ حنوط کا باقیماندہ حصہ ہے" [۶۴]

۷۔ میت کا جنازہ:

الف) جنازے کے ساتھ پیدل ننگے پاؤں چلنا: الروض النضیر میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپ پانچ مواقع پر ننگے پاؤں پیدل چلتے اور اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے اور فرماتے: "اللہ رب العزت کے مواطن یعنی مقامات ہیں، اس لئے مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں ان مواطن میں ننگے پاؤں چلوں" جب آپ مریض کی عیادت کے لئے جاتے، جب جنازے کے ساتھ جاتے، جب عید یا بقر عید کی نماز کے لئے جاتے اور جب جمعہ کی نماز کے لئے جاتے۔ [۶۵]

ب) جنازے کے ساتھ چلنا: جنازے کے ہمرکاب پیدل چلنے کے متعلق حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں:

۱) ایک روایت میں جس کا ذکر امام مالک نے موطا میں کیا ہے کہ حضرت علیؓ جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ [۶۶]

۲) دوسری روایت میں ہے کہ جنازے کے پیچھے چلنا اس کے آگے چلنے سے افضل ہے۔ عمرو بن حریث کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جنازے کے آگے چلنے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا: "جنازے کے پیچھے چلنا اس کے آگے چلنے سے اسی طرح افضل ہے جس طرح فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے" میں نے پھر کہا: میں نے تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: یہ دونوں حضرات لوگوں کو تنگی میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتے تھے" [۶۷] (اس لئے جنازے کے آگے چل کر عملی طور سے لوگوں کے لئے اس کا جواز مہیا کر دیا۔ مترجم) عبدالرحمان بن ابزی کہتے ہیں: "میں حضرت علیؓ کے ساتھ ایک جنازے میں تھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ہم جنازے کے پیچھے چل رہے تھے، اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جنازے سے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جنازے کے پیچھے چلنے والے کی جنازے سے آگے چلنے والے پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح با جماعت نماز پڑھنے والے کی تنہا نماز پڑھنے والے پر ہے، ان دونوں حضرات (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) کو بھی یہ بات

معلوم ہے لیکن یہ دونوں لوگوں کو مشقت اور تنگی میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتے۔ "[۶۸]

ج) جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا: زیدؒ بن علی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جانا، تابوت کو کناروں سے پکڑ لینا اور میت کے سوگوار اہل خانہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "تین باتیں ایسی ہیں جنہیں صرف ایک عاجز انسان ہی ترک کرتا ہے۔ جو شخص موذن کی اذان کی آواز سنے اور اس کے الفاظ نہ دہرائے، جو شخص کوئی جنازہ دیکھے اور اس کے اہل خاندان کو سلام نہ کرے اور نہ ہی تابوت کے کناروں سے کندھا دے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا تو اسے دو اجر ملتے، اور جو شخص امام کو سجدے کی حالت میں پا کر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں نہ جائے اور نہ ہی اس کی پروا کرے" [۶۹] حضرت علیؓ کا یہ بھی قول ہے: "جب تم کوئی جنازہ دیکھو تو اسے کندھا دو اور اس کے سوگوار خاندان والوں کو السلام علیکم کہو، اتنا سا کام صرف ایک عاجز انسان ہی چھوڑ سکتا ہے" [۷۰]

اہل سنت نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ جنازے کو دیکھ کر اس کے لئے کھڑے ہو جانا واجب نہیں ہے۔ [۷۱] حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر ایسا کیا تھا تو صرف اہل کتاب کے ایک فعل کو اپنانے کی خاطر کیا تھا، پھر آپ کو ان کی تقلید سے روک دیا گیا تو آپ نے یہ ترک کر دیا، ابو معمر کہتے ہیں "ہم حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ایک جنازہ وہاں سے گذرا، لوگ کھڑے ہو گئے، آپ نے پوچھا کہ تمہیں فتویٰ کس نے دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ابو موسیٰؓ اشعری نے، اس پر آپ نے فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل کتاب کے تشبہ میں ایک مرتبہ ایسا کیا تھا۔ پھر جب آپ کو منع کر دیا گیا تو آپ رک گئے" [۷۲] ایک روایت میں ہے: "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف ایک مرتبہ ایک جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے، دوبارہ آپ نے ایسا نہیں کیا۔ [۷۳]

د) جنازہ اٹھانا یا کندھا دینا:

۱) جو شخص جنازہ دیکھ لے یا اس کے ساتھ چلے اس پر اسے کندھا دینا واجب نہیں ہے۔ ابو سعیدؓ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ اے ابو الحسن، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں کوئی جنازہ دیکھوں تو کیا اسے کندھا دینا واجب ہو گا؟" آپ نے جواب دیا: "نہیں،

لیکن اسے اٹھانا یا کندھا دینا بہتر ہے، اس لئے جو چاہے پکڑ لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے، اور اگر تم کسی جنازے میں جاؤ تو اسے اپنے آگے رکھو اور اس پر اپنی نظریں جمائے رکھو، کیونکہ اس سے موعظت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اگر تمہیں کندھا دینے کا موقعہ مل جائے تو تابوت کے اگلے حصے کی طرف دیکھو پھر اس کے بائیں کنارے کی طرف دیکھو اور اسے اپنے دائیں کندھے پر رکھو" [۷۴]

حضرت علیؓ نے جنازہ اٹھانے کی کیفیت بھی بیان فرمائی ہے، آپ نے فرمایا: "میت کے دائیں ہاتھ کو کندھا دو (یعنی تابوت کے اگلے حصے کے دائیں پائے کو کندھا لگاؤ۔ مترجم) پھر دائیں پاؤں کو، پھر بائیں ہاتھ کو اور پھر بائیں پاؤں کو، پھر اگر تم ایسا ایک مرتبہ کرو اور ایک سے زائد مرتبہ نہ کر سکو تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر تم تین مرتبہ ایسا کر لو تو گویا تم نے اپنا حق ادا کر دیا، اور جس قدر اس میں اضافہ کرو گے، اتنا ہی افضل ہو گا، بشرطیکہ تمہاری وجہ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے" [۷۵]

۲) جنازہ لے کر درمیانی رفتار سے چلیں گے، حضرت علیؓ جب کسی جنازے کو لے کر جاتے تو تیز رفتاری اور سست رفتاری کے درمیان اپنی رفتار رکھتے۔ [۷۶]

۸۔ جنازے سے واپسی

کسی شخص کے لئے جنازے سے اس وقت تک واپسی جائز نہیں جب تک کہ تدفین کا کام مکمل نہ ہو جائے یا یہ کہ میت کے گھر والے اسے اجازت دے دیں، حضرت علیؓ جنازے سے اجازت لئے بغیر واپس نہیں ہوتے تھے۔ [۷۷]

۹۔ اگر تدفین کے وقت موجودگی ہو تو تدفین ختم ہونے تک کھڑا رہے، درمیان میں نہ بیٹھے، حضرت علیؓ میت کی قبر پر کھڑے رہتے یہاں تک کہ تدفین مکمل ہو جاتی۔ [۷۸]

۱۰۔ نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷)

۱۱۔ میت کی تدفین:

الف) میت کی تدفین یعنی قبر کھودنے اور قبر میں اتارنے کا کام کون کرے؟

میت یا مرد کی ہو گی یا عورت کی۔ اگر مرد کی میت ہو تو اس کو دفن کرنے کے لئے سب سے زیادہ حقدار اس کے اہل خانہ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میت کے اہل یعنی گھر والے

اس کی تدفین کا کام کریں" [۷۹] جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات ہو گئی تو آپ کے اہل خاندان حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما نے لحد تیار کرنے کا کام کیا۔ [۸۰] اگر میت عورت ہو تو اس کا شوہر اسے دفن کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ [۸۱] جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نے رات کے وقت ان کی تدفین کی اور اس کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو بھی نہ دی۔ [۸۲]

ب) قبر پر پردہ کرنا۔ اگر میت عورت ہو تو اس پر پردہ کرنے کے لئے قبر کے منہ پر ایک کپڑا پھیلا دیں تاکہ قبر میں اتارتے وقت یا کفن کی گرہیں کھولنے کے دوران اگر اسکے جسم کا کوئی حصہ کھل جائے تو اس پر پردہ رہے۔ اگر میت مرد ہو تو پھر اس کی قبر پر کسی پردے کی ضرورت نہیں۔ حضرت علیؓ کا گذر کچھ لوگوں کے پاس سے ہوا جنھوں نے میت کی تدفین کی تھی اور قبر پر پردہ کرنے کے لئے ایک کپڑا پھیلا رکھا تھا۔ آپ نے وہ کپڑا کھینچ لیا اور فرمایا کہ پردہ عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ [۸۳]

ج) میت کو قبر میں قبلے کی سمت سے اتارنا۔ جب جنازہ لے کر قبر پر پہنچا جائے تو اسے قبر کے کنارے قبلے کی سمت رکھ دیا جائے، پھر تابوت سے میت کو نکال کر قبر میں قبلے کی سمت سے عرضاً [۸۴] اتارا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن المکفف کی تدفین اس طرح کی تھی کہ ان کی میت قبر میں قبلے کی سمت سے اتاری۔ [۸۵]

د) ایک قبر میں ایک سے زائد مردے دفن کرنا۔ اگر ایک قبر میں ایک سے زائد میتوں کو دفن کرنا ہو تو اگر یہ میتیں مرد اور عورتیں ہوں تو پہلے مردوں کو قبر میں اتارا جائے، انہیں قبلے کی سمت لٹایا جائے اور ان کے پیچھے عورتوں کو لٹایا جائے۔ حضرت علیؓ ایسے موقعہ پر تدفین میں مردوں کو مقدم کرتے اور عورتوں کو موخر کرتے [۸۶] اگر میتیں مردوں کی ہوں تو جو ان میں اہل فضل اور اہل تقویٰ ہوں انہیں پہلے قبر میں اتارا جائے گا اور قبلے کی سمت لٹایا جائے گا اور بقیہ کو ان کے پیچھے لٹایا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے عمارؓ بن یاسر اور ہاشمؓ بن عتبہ کو ایک قبر میں دفن کیا تھا، آپ نے حضرت عمارؓ کو آگے لٹایا اور ہاشم کو ان کے ساتھ لٹا دیا۔ [۸۷]

ھ) قبر میں اتارتے وقت کیا کہا جائے۔ حضرت علیؓ جب کسی کو قبر میں اتارتے تو یہ کہتے "بسم اللہ، وفی سبیل اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" [۸۸]: اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ

کے راستے میں اور اللہ کے رسول کی ملت پر۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ یوں فرماتے :
"اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ملت پر، تیری کتاب، تیرے رسولوں، تیرے دین اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کی تصدیق پر، اے اللہ اس کی قبر کو اس کے لئے کشادہ کر دے اور اسے جنت کی بشارت دے" [۸۹]
جب آپ نے یزید بن المکفف کو قبر میں اتارا تو یہ فرمایا : "اے اللہ، یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا آج تیرا مہمان ہے، اور تو سب سے اچھا میزبان ہے۔ اے اللہ اس کی قبر کو کشادہ کر دے، اس کے گناہ بخش دے، ہم تو اس کے متعلق بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، اور تو اس کے متعلق سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے" [۹۰]

و) قبر پر مٹی ڈالنا : میت کی تدفین کے بعد اس پر مٹی ڈالنے کی ابتدا کے ساتھ ہر شخص تین تین لپ مٹی اس پر ڈالے گا۔ حضرت علیؓ نے ابن المکفف کی قبر پر لپ بھر کر مٹی ڈالی تھی [۹۱]، اس کے بعد قبر کو مٹی سے پر کر دیا جائے گا۔

## موضحہ : ایسا زخم جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے

موضحہ پر عائد ہونے والی سزا (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جزء الف، مسئلہ ۲) اور (لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جزء ب، مسئلہ ۳)

## مولود : نوزائیدہ بچہ

مولود سے ہماری مراد وہ بچہ ہے جو زندہ پیدا ہو، چاہے پوری مدت حمل گذرنے کے بعد پیدا ہو یا اس سے پہلے پیدا ہو گیا ہو۔

نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز (دیکھئے لفظ استہلال)

نوزائیدہ بچے کا نام رکھنا (دیکھئے لفظ اسم)

اگر آواز نکالنے کے بعد مر جائے تو اس کی نماز جنازہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۲۷، جزء و، مسئلہ ۲)

## میراث : میراث

دیکھئے لفظ ارث

# حرف المیم

- م -

۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶، المحلی جلد اول ص ۱۴۵، المغنی جلد اول ص ۳۹
۲۔ المجموع جلد اول ص ۲۰۲
۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۹۷
۴۔ شرح معانی الآثار جلد اول ص ۱۰، الروض النضیر جلد اول ص ۴۵۴
۵۔ مسند زید جلد اول ص ۴۵۴، المحلی جلد اول ص ۱۴۵، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۶۸، عبدالرزاق جلد اول ص ۸۲
۶۔ المغنی جلد اول ص ۴۶، الام جلد ہفتم ص ۱۶۴
۷۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۸۲، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۶۸، المحلی جلد اول ص ۱۴۵، کنزالعمال رقم ۲۷۵۰۰، الروض النضیر جلد اول ص ۴۵۵
۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۶ب
۹۔ المحلی جلد اول ص ۱۹، الاستذکار جلد اول ص ۲۵۳، المجموع جلد اول ص ۲۰۷
۱۰۔ الاستذکار جلد اول ص ۲۰۸
۱۱۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۱۲، المحلی جلد اول ص ۲۰۳، کنزالعمال ۲۷۵۰۲
۱۲۔ المجموع جلد اول ص ۲۲۷، المغنی جلد اول ص ۱۰
۱۳۔ الاستذکار جلد اول ص ۲۰۸، کنزالعمال ۲۷۵۲۷، الروض النضیر جلد اول ص ۲۵۳
۱۴۔ المحلی جلد دہم ص ۲۴۷، المغنی جلد ششم ص ۳۱۴
۱۵۔ مسند زید جلد سوم ص ۵۵۴
۱۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۲۶۳، صرف اور عدل سے مراد: نفلی اور فرض عبادت
۱۷۔ المحلی جلد نہم ص ۳۵۱
۱۸۔ المحلی جلد نہم ص ۳۵۳
۱۹۔ الاموال ص ۸۶، سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۵۱، کنزالعمال ۱۴۴۷۰
۲۰۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۵۱
۲۱۔ کنزالعمال رقم ۱۴۴۶۹
۲۲۔ المحلی جلد ہشتم ص ۲۱۴، المغنی جلد پنجم ص ۳۸۴، الاعتبار ص ۱۷۱
۲۳۔ المغنی جلد پنجم ص ۳۸۲

۲۴۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۹۹، المحلی جلد ہشتم ص ۲۱۵، مسند زید جلد سوم ص ۶۵۰
۲۵۔ المغنی جلد پنجم ص ۳۶۱
۲۶۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۴۰۳، کنزالعمال ۲۲۵۲۴
۲۷۔ عبدالرزاق جلد گیارہ ص ۴۰۲، المحلی جلد چہارم ص ۳۱، کنزالعمال ۲۲۵۲۳
۲۸۔ المحلی جلد چہارم ص ۲۳۹
۲۹۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۵۴، المحلی جلد چہارم ص ۲۴۸
۳۰۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۵۳، المحلی جلد چہارم ص ۲۴۸
۳۱۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۸۰
۳۲۔ المغنی جلد ہشتم ص ۵۳۲
۳۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵۱، کنزالعمال ۲۳۰۹۷
۳۴۔ کنزالعمال ۲۳۰۹۷
۳۵۔ المغنی جلد سوم ص ۲۰۶
۳۶۔ المجموع جلد دوم ص ۱۸۹
۳۷۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۱۶۷
۳۸۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۲۴۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۱، المحلی جلد ہشتم ص ۱۲۶، مسند زید جلد سوم ص ۱۴۳، کشف الغمہ جلد دوم ص ۲۲
۳۹۔ مسند زید جلد سوم ص ۶۴۳
۴۰۔ المغنی جلد پنجم ص ۲۳، ۴۸
۴۱۔ عبدالرزاق جلد جلد ہشتم ص ۲۵۳، المغنی جلد پنجم ص ۴۸، مسند زید جلد چہارم ص ۲۵
۴۲۔ المحلی جلد دہم ص ۱۴۰
۴۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۸، المحلی جلد دہم ص ۱۳۸ اور ۱۳۹، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۴، المغنی جلد ہفتم ص ۴۸۹
۴۴۔ المحلی جلد دہم ص ۱۳۷ اور ۱۴۰، المغنی جلد ہفتم ص ۴۸۹
۴۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۸، المحلی جلد دہم ص ۱۳۸، مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۷، ۴۲۸
۴۶۔ المحلی جلد دہم ص ۱۳۸، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۴، الروض النضیر جلد چہارم ص ۴۲۸
۴۷۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۴، کشف الغمہ جلد دوم ص ۶۸
۴۸۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۶، المغنی جلد ہفتم ص ۴۹۳
۴۹۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۴۷، المحلی جلد دہم ص ۱۳۶، المغنی جلد ہفتم ص ۴۹۹
۵۰۔ المغنی جلد ہفتم ص ۴۳۱

۵۱۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۱۳، اختلاف ابی حنیفہ و ابی لیلیٰ ص ۱۸۴، المغنی جلد ہفتم ص ۴۳۱

۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۱ ب

۵۳۔ موسوعہ فقہ عمرؓ بن خطاب، لفظ مکہ، فقرہ ۷

۵۴۔ سنن بیہقی جلد نہم ص ۲۰۷

۵۵۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۸۷

۵۶۔ المجموع جلد پنجم ص ۲۸۸

۵۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۳

۵۸۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۱۰، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۹۶، المحلی جلد پنجم ص ۱۷۵، المغنی جلد دوم ص ۵۲۴

۵۹۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۷

۶۰۔ المغنی جلد دوم ص ۵۳۷، المجموع جلد پنجم ص ۱۶۳

۶۱۔ المحلی جلد پنجم ص ۱۵۱

۶۲۔ مسند زید جلد دوم ص ۵۳۴

۶۳۔ النہایہ۔ لفظ حنط

۶۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۴

۶۵۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۱۵

۶۶۔ الموطا جلد اول ص ۲۲۵

۶۷۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۷۹

۶۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۴۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۴۵ ب، المحلی جلد پنجم ص ۱۶۵، شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۷۹

۶۹۔ مسند زید جلد اول ص ۵۴۹

۷۰۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۲۰

۷۱۔ الاعتبار ص ۱۲۲

۷۲۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۵۹

۷۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۳

۷۴۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۱۳

۷۵۔ مسند زید جلد دوم ص ۴۷۰

۷۶۔ مسند زید جلد دوم ص ۵۱۵

۷۷۔ عبدالرزاق جلد دوم ص ۵۱۴

۷۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۱

۷۹۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۵۳، المغنی جلد دوم ص ۵۰۳، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۰۲
۸۰۔ المغنی جلد دوم ص ۵۰۳
۸۱۔ الروض النضیر جلد دوم ص ۵۰۲
۸۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۲، عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۲۱، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۲۹، المغنی جلد دوم ص ۵۵۵
۸۳۔ المغنی جلد دوم ص ۵۰۱
۸۴۔ المجموع جلد پنجم ص ۲۵۸، المغنی جلد دوم ص ۴۹۶
۸۵۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۹۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۰، المحلی جلد پنجم ص ۱۷۸، الروض النضیر جلد دوم ص ۵۰۲
۸۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۲ب
۸۷۔ سنن بیہقی جلد چہارم ص ۱۷
۸۸۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۵۷، عبدالرزاق جلد سوم ص ۴۹۷
۸۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۵۷
۹۰۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۱۰، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۵۷، سنن بیہقی جلد چہارم ص ۳۸، المغنی جلد دوم ص ۵۰۵
۹۱۔ عبدالرزاق جلد سوم ص ۵۰۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۰، المغنی جلد دوم ص ۴۹۹

# حرف النون

# ن

## نار : آگ

مرتد کو قتل کر دینے کے بعد اسے آگ میں جلا دینا (دیکھئے لفظ ردۃ، فقرہ ۴، جز۔ د)

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء لازم نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ وضوء، فقرہ ۵، جز۔ د)

## نافلہ : فرض سے زائد چیز نفل

### ۱۔ تعریف :

ہر وہ حالت جو فرض سے زائد ہو اور اسے بندہ سرانجام دے نافلہ کہلاتی ہے۔

### ۲۔ اس کی قسمیں :

نفل نمازیں، ان کے احکامات اور ان کی قسمیں (دیکھئے لفظ صلاۃ فقرات ۱۷ تا ۲۶) اور (دیکھئے لفظ سفر، فقرہ ۳، جز۔ ھ)

نفلی روزے، ان کے احکامات اور ان کی قسمیں (دیکھئے لفظ صیام، فقرات ۸، ۹)

نفلی زکوٰۃ (دیکھئے لفظ صدقہ)

## نبوۃ : نبوت

انبیاء کو سب وشتم کرنے والے کی سزا (دیکھئے لفظ تعزیر، فقرہ ۲، جز۔ ط)

## نبیذ : نبیذ

### ۱۔ تعریف :

نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی میٹھی چیز مثلاً خرما، منقی وغیرہ ملا دیا جائے تاکہ وہ پانی خوش ذائقہ ہو جائے بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ بن جائے، اگر ایسا پانی نشہ آور بن جائے گا تو وہ پھر خمر (شراب) کہلائے گا۔

۲۔ احکام نبیذ (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۴)

نبیذ کے ساتھ وضو کرنا (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۴)

## نجاستہ : گندگی

۱۔ نجاست کی قسمیں ۔ اس کی دو قسمیں ہیں :

الف) معنوی نجاست : یہ نجاست وضو کو توڑ دینے والی چیزوں (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴) اور غسل کو واجب کر دینے والی باتوں سے پیدا ہوتی ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱)

ب) مادی نجاست : یہ وہ نجاست ہے جو ذی جرم ہو یعنی جسم رکھتی ہو۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱) انسانی فضلہ : اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوری طرح طہارت حاصل کرنے کو واجب قرار دیا، آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں کا براز خشک مینگنوں کی شکل کا ہوتا تھا اور تمہارا براز ڈھیلا اور پتلا ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے طہارت حاصل کرنے کی غرض سے پہلے پتھر یا ڈھیلے استعمال کرو اور پھر پانی سے دھو ڈالو" [۱] آپ انسانی فضلے کو بطور کھاد استعمال کرنا پسند نہیں کرتے تھے، البتہ گوبر، یعنی حیوانی فضلے کو بطور کھاد استعمال کرنے کی اجازت دیتے تھے، آپ نے انسانی فضلے کو کھاد کے طور پر استعمال کرنے کو ناپسند کیا تھا کہ اس میں بلا ضرورت انسانی اجزاء کا استعمال ہے جس میں اس کی تحقیر و تذلیل ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تکریم کی ہے۔ اس لئے عام اصول یہ ہے کہ انسان کے کسی عضو کی فروخت اور بلا ضرورت اس کے کسی جز کا استعمال دونوں ممنوع ہیں اس لئے کہ اس میں اس کی تحقیر ہے۔

۲) پیشاب، اگر پیشاب کسی پاک شے میں مل جائے تو وہ اسے ناپاک کر دے گا۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ ایک بچے نے کنوئیں میں پیشاب کر دیا ہے، کیا کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا: "کنوئیں سے سارا پانی نکال دیا جائے" [۲] لیکن آپ نے حلال جانوروں مثلاً بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ کے پیشاب میں لوگوں کو گنجائش دی ہے [۳] (یعنی حلال جانوروں کے پیشاب کے لگنے سے جسم یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ ان کا پیشاب پاک ہے۔ مترجم)

۳) مادۂ منویہ : حضرت علیؓ سے ایک جھالر دار چادر کے متعلق پوچھا گیا جسے مادۂ منویہ لگ گیا تھا

لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ کہاں لگا ہے، آپ نے اس چادر کو دھونے کا حکم دیا۔ [۴] آپ سے ایک روایت ہے کہ منی پاک ہے[۵] لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم

۴) کتا اور سور اور ان کا جھوٹا[۶] اس مسئلہ پر سب کا اجماع ہے۔ کسی کا اختلاف نہیں

۵) مردہ جانور مثلاً چوہا، مرغی، اس کا چمڑا، اس کا انڈا[۷] اس قاعدے میں مردہ جانور کا بال داخل نہیں۔

۶) نیند سے اٹھنے کے بعد ہاتھ، نیند کے دوران اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ ہاتھ کسی نجس جگہ کو لگ گیا ہو اور اسے معلوم نہ ہو۔ حضرت علیؓ جب نیند سے بیدار ہوئے تو پانی منگوا کر اپنے ہاتھ تین دفعہ دھوئے۔ پھر برتن میں ہاتھ داخل کر دیا پھر فرمایا: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے" [۸]

## ۲۔ ایسی چیزیں جو نجس شمار نہیں ہوتیں:

حضرت علیؓ درج ذیل چیزوں کو پاک سمجھتے اور انہیں نجس شمار نہیں کرتے تھے۔

الف) انسان کا لعاب دہن: حضرت ابو بکرؓ ایک مرتبہ حضرت حسن بن علیؓ کو اٹھائے ہوئے تھے، ان کے منہ سے لعاب بہہ رہا تھا اور حضرت علیؓ بھی ساتھ کھڑے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: "ارے میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں تمہاری مشابہت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہے، علیؓ سے نہیں" حضرت علیؓ یہ سن کر ہنستے رہے۔ [۹]

ب) بلی کا جھوٹا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلی کے جھوٹے پانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اسے پینے یا اس سے وضو کر لینے میں کوئی حرج نہیں" [۱۰] آپ نے ایسے برتن کو دھوئے بغیر استعمال کرنے کی اجازت دے دی تھی جس میں بلی نے منہ ڈالا ہو۔ [۱۱]

ج) سڑک یا راستے کی مٹی: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ راستے کی مٹی پر جو بارش کی وجہ سے کیچڑ بن چکی ہوتی، چلتے، پھر مسجد میں آ کر وضو کئے بغیر نماز پڑھ لیتے[۱۲] یعنی آپ پاؤں دھونے کی ضرورت محسوس نہ کرتے، سنن بیہقی میں عمرو بن العلاء کے بھائی ہشام نے اپنے والد اور اپنے دادا کی سند سے روایت کی ہے۔ ہشام کے دادا کہتے ہیں: "میں حضرت علیؓ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے چل پڑا، حضرت علیؓ پیدل تھے، مسجد کی راہ میں پانی اور مٹی کا ایک گڑھا تھا۔ آپ نے اپنے جوتے اتار لئے اور شلوار بھی اتار لی، آپ کے جسم پر لمبا کرتا رہ گیا، میں نے عرض کیا: "امیر المومنین جوتے اور کپڑے مجھے پکڑا دیں" آپ نے

انکار کر دیا اور گڑھے میں چلتے ہوئے دوسری طرف پہنچ گئے، پھر شلوار پہن لی اور جوتے بھی پاؤں میں پہن لئے، پھر آپ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھائی اور اپنے پاؤں نہیں دھوئے" [۱۳]

د) حلال جانوروں کا پیشاب: اس پر گفتگو گذر چکی ہے۔ (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

ھ) ایسی چیزیں جن میں دوران خون نہیں ہوتا مثلاً بال وغیرہ (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵ جز۔ ب)

۳۔ پاک کرنے کے ذرائع:

الف) معنوی نجاست سے طہارت وضو اور غسل سے حاصل ہوتی ہے (دیکھئے لفظ وضو اور لفظ غسل)

ب) مادی نجاست سے طہارت درج ذیل طریقوں سے حاصل ہوتی ہے:

۱) پانی کے ذریعے تطہیر یعنی پاک کرنے کے جتنے وسائل ہیں ان میں پانی کو سب سے عمدہ سمجھ جاتا ہے، اس کے ساتھ نجاست کی جگہ کو دھویا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نشان مٹ جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے قضائے حاجت سے فراغت پر ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرنے کی نصیحت کی تھی تاکہ نجاست کا رہا سہا اثر بھی زائل ہو جائے (دیکھئے لفظ نجاسہ، فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۱) اگر کسی جگہ پر ایسا بچہ پیشاب کر دے جس نے ابھی ٹھوس غذا کھانا شروع نہ کیا ہو تو ایسی جگہ پر اگر پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جائے تو جگہ پاک ہو جائے گی، البتہ لڑکی کے پیشاب کو دھوئے بغیر جگہ پاک نہیں ہو گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:
"بچی کے پیشاب کو دھویا جائے اور بچے کے پیشاب پر جس نے ابھی غذا کھانا شروع نہ کیا ہو، پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جائے" [۱۴]

اگر پانی میں جمادات میں سے کوئی پاک چیز مل جائے تو اس سے اس کی تطہیر کی صلاحیت ختم نہیں ہوتی، بشرطیکہ اس کی رقت اور بہنے کی صفت باقی رہے (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۴)

۲) منجمد شے میں اگر ناپاک چیز گر جائے اور نکال دی جائے تو وہ چیز پاک رہتی ہے۔ میسرہ ہندی نے حضرت علیؓ سے چوہے کے متعلق روایت کی ہے جو گھی میں گر کر مر جائے، آپ نے فرمایا: "اگر گھی منجمد صورت میں ہو، تو چوہے کو نکال کر پھینک دو اور اس کے ارد گرد

کا گھی نکال دو اور باقیماندہ گھی استعمال کر لو، اور اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو سارا پھینک دو" [۱۵]

۳) دباغت (چمڑا کمانا) میرا (صاحب کتاب کا) خیال ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے میں حلال جانور اگر مردہ بھی ہو اس کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ آپ سے یہ قول منقول ہے کہ "چمڑے کو رنگ دینا اسے پاک کرنا ہے اگرچہ وہ مردہ جانور کا چمڑا ہی کیوں نہ ہو" [۱۶] اسی طرح آپ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے ایک کمبل پر نماز پڑھی اور اس پر رکوع اور سجدے کیئے [۱۷] لیکن آپ کے نزدیک مردہ درندوں یعنی ایسے جانور جن کا گوشت حرام ہے، کے چمڑے دباغت سے پاک نہیں ہوتے، اسی لئے آپ نے لومڑیوں کے چمڑے پر نماز پڑھنا مکروہ سمجھا۔ [۱۸]

۴) خشک ہو جانا: ناپاک زمین خشک ہونے پر پاک ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:
"زمین جب خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے" [۱۹]

۴۔ نماز کی صحت کے لئے نجاست سے پاک ہونا شرط ہے (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ب)

۵۔ کتنی مقدار میں نجاست نظر انداز کی جا سکتی ہے:
اتنی تھوڑی نجاست جس سے احتراز ناممکن ہو، نظر انداز کی جا سکتی ہے، روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے پیشاب کیا، پھر وضو کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور شرمگاہ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ [۲۰]

۶۔ جسم سے ہر نجس چیز کے خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۴، جز۔ ب)

## نذر: نذر ماننا، منت ماننا

۱۔ تعریف:
ایک مکلّف (ایسا شخص جو عقل و بلوغ وغیرہ کی بنیاد پر اسلامی احکام کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کا پابند ہو) کا اپنے اوپر ایسی چیز کا لازم کر لینا نذر کہلاتا ہے جو شریعت نے لازم نہ کی ہو، وہ درحقیقت ایک طرح کی قسم ہے کہ بخدا میں فلاں کام ضرور کروں گا۔ یا ہرگز نہیں کروں گا۔

۲۔ نذر کے سلسلے میں مزاحاً بات کہنا بھی سنجیدگی سے بات کہنے کے مترادف ہے:

نذر کا تعلق ان امور سے ہے جن میں ہزل یعنی مزاح کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص مزاحاً بھی نذر کی بات کر دے گا تو اسے پورا کرنا اسی طرح واجب ہو گا جس طرح اگر اس نے سنجیدگی سے یہ بات کہی ہوتی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "چار باتیں ایسی ہیں جن میں مذاق نہیں، طلاق، عتاق (غلام کو آزادی دینا)، نکاح اور نذر۔" [۲۱] ایک روایت میں نذر کی جگہ لفظ صدقہ آیا ہے۔ [۲۲]

۳۔ جس چیز کی منت مانی جائے:

منت یا نذر کو پورا کرنے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

الف) یہ نذر اللہ تعالیٰ کی کسی معصیت کی نہ ہو۔ اگر کسی نے اللہ کی کسی نافرمانی کی نذر مانی، مثلاً اپنے والدین کو پیٹنے یا زخمی کرنے کی نذر مانی تو اسے پورا کرنا اس پر حرام ہو گا۔ اور اجمالاً اس پر اس کا کفارہ واجب ہو گا اگر ایسی نذر کا کوئی بدل نہ ہو، اور اگر بدل موجود ہو تو بدل دینا واجب ہو گا۔ اس بنا پر اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مان لے، تو وہ اپنے بیٹے کو ذبح نہیں کرے گا بلکہ اس کا خون بہا صدقہ کر دے گا کیونکہ خون بہا جان کا بدل ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جو شخص اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانے تو وہ دیت یعنی خون بہا دے گا۔" [۲۳]

ب) دوسری شرط یہ ہے کہ اس نذر کو پورا کرنا انسانی طاقت کے اندر ہو۔ اگر وہ انسانی طاقت سے باہر ہو تو پورا کرنا واجب نہیں ہو گا۔ ارشاد باری ہے (وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ الحج۔ ۷۸) (اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی پیدا نہیں کی ہے) اسی کے متعلق حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "جس شخص نے بیت اللہ تک پیدل سفر کرنے کی نذر مانی، تو وہ پیدل چلے، جب چل چل کر لاچار ہو جائے تو سوار ہو جائے اور ایک اونٹ قربانی دے" [۲۴]

ج) تیسری شرط یہ ہے کہ نذر ایسی چیز کے متعلق ہو جو فی نفسہ مشروع ہو۔ اور اس جنس کا فرض یا واجب پایا جاتا ہو، اس بنا پر اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کو قربانی کا جانور بنا کر کعبہ تک لے جانے کی نذر مانے وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ کسی انسان کو بطور ہدی کعبۃ اللہ لے جانا مشروع نہیں ہے۔ اور کعبہ کو ایسے قربانی کے جانور سے کیا غرض ہے؟ لیکن وہ اپنے بیٹے کی جگہ اونٹ لے جا کر حرم میں ذبح کرے گا اور اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کر دے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر کوئی یہ کہے کہ میں تجھے قربانی کا جانور بنا کر لے جاؤں گا تو وہ اس کی جگہ اونٹ بطور ہدی لے کر جائے گا" [۲۵]

د) اگر وہ کسی کام کے ایک حین، (مدت) تک نہ کرنے کی نذر مانے یا کسی پر ایک حین تک خرچ کرتے رہنے کی نذر مانے تو یہ مدت چھ ماہ کی ہو گی (دیکھئے لفظ حین)

### ۴۔ نذور کا کفارہ:

ہم نے کہا ہے کہ نذر کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح ہے، ایسی صورت میں جبکہ بدل موجود نہ ہو، اگر بدل موجود ہو تو پھر یہ بدل ادا کرنا اس پر واجب ہو گا (دیکھئے لفظ نذر، فقرہ ۳، جز۔ الف)

نذر ماننے والے کے لئے کفارۂ نذر میں سے کچھ کھالینا جائز نہیں ہو گا۔ اگر وہ کفارہ کا اونٹ لے جائے گا تو اس کا گوشت نہیں کھائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نذر میں سے۔ شکار کے بدلے میں دیئے ہوئے جانور میں سے اور مساکین کے لئے مخصوص کردہ چیز میں سے کچھ نہیں کھایا جائے گا" [۲۶]

## نرد:

ایک قسم کا کھیل جسے اردشیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا۔

نرد کا کھیل (دیکھئے لفظ لہو، فقرہ ۱)

## نسب: نسب

### ۱۔ نسب ثابت کرنے والی باتیں:

نسب مختلف طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی طریقے درج ذیل ہیں:

الف) الفراش (ازدواجی تعلق)

۱) فراش سے ہماری مراد عورت اور مرد کے درمیان وہ جائز تعلق ہے جس کے بموجب ہم بستری درست ہو، چاہے یہ تعلق نکاح کی وجہ سے پیدا ہوا ہو یا لونڈی کو خرید لینے کی وجہ سے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: بچہ اس کا ہے جسے اس کی ماں سے علاقہ زوجیت حاصل ہے اور زنا کار کے لئے پتھر ہے۔ [۲۷] اسی لئے حضرت علیؓ نے اس بچے کا نسب جس کی ماں نے اپنے شوہر کے لاپتہ ہونے کی بنا پر اس کی وفات کی خبر پر دوسری شادی کر لی

تھی اور یہ بچہ اس دوسری شادی کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا، دوسرے شوہر سے ثابت کیا تھا نہ کہ پہلے شوہر یعنی مفقود سے، کیونکہ فراش (یعنی علاقہ زوجیت) دوسرے شوہر کے ساتھ تھا (دیکھئے لفظ مفقود، فقرہ ۵)

۲) اس میں یہ بھی شرط ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان فراش کے قیام کے دوران حمل ٹھہر گیا ہو۔ پھر چاہے بچے کی ولادت فراش کے قیام کے دوران ہی ہو جائے یا اس کے ٹوٹ جانے کے بعد، حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے۔ اگر علاقہ زوجیت ٹوٹ جانے کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہو گا جس کے ساتھ علاقہ زوجیت تھا، اور اگر چھ ماہ کی مدت میں بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہو جائے گا (دیکھئے لفظ حمل، فقرہ ۱)

۳) اگر دو مرد ایک طہر میں ایک عورت سے ہم بستری کر لیں مثلاً آقا نے اپنی لونڈی سے ہم بستری کی جبکہ طہر کی حالت تھی، پھر اس نے استبراء رحم کئے بغیر اسے فروخت کر دیا۔ خریدار نے اسی طہر میں اس سے ہم بستری کر لی اور استبراء رحم نہیں کیا (یعنی اتنی مہلت نہیں دی کہ جس سے پتہ چل سکے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے) پھر اس کے ہاں بچہ ہو گیا اور اس بچے پر دونوں (آقا اور مشتری) نے دعویٰ کر دیا، تو ایسی صورت میں وہ بچہ قیافہ شناسوں کو دکھایا جائے گا۔ اگر قیافہ شناسوں نے اس بچے کو کسی ایک کے ساتھ ملا دیا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہو جائے گا۔ اگر قیافہ شناسوں نے اس بچے کو دونوں کے ساتھ ملا دیا تو یہ بچہ دونوں کا ہو گا، یہ دونوں کا وارث ہو گا اور دونوں اس کے وارث ہوں گے۔ اور نسب اس مرد سے ثابت ہو گا جو ان دونوں میں سے بعد میں وفات پائے گا۔ شعبی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے دو شخصوں کے جھگڑے کا جنہوں نے ایک ہی طہر میں ایک عورت سے ہم بستری کی تھی اور عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تھا، یہ فیصلہ کیا تھا کہ بچہ دونوں کا ہو گا۔ وہ دونوں کا وارث ہو گا اور دونوں اسکے وارث ہوں گے اور نسب اس سے ثابت ہو گا جس کی عمر زیادہ طویل ہو گی۔ [۲۸]

اگر دونوں مردوں میں سے ہر ایک اسے اپنا بچہ تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو ایسی صورت میں دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی اور جس کے نام قرعہ نکلے گا بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں: ”میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس یمن سے ایک شخص آیا ان دنوں حضرت علیؓ یمن میں تھے، اس شخص نے دوران گفتگو یہ بتایا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کے ساتھ ایک ہی طہر میں تین آدمیوں نے ہم بستری کی تھی، پھر اس کے بطن سے ایک بچے نے جنم لیا تھا، حضرت علیؓ نے ان میں سے دو سے اس بچے کے نسب کو تسلیم کرنے کے لئے کہا، دونوں نے انکار کر دیا، پھر آپ نے اگلے دو سے یہی کہا۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا، پھر آپ نے اگلے دو سے یہی کہا اور ان سے بھی جواب منفی ملا۔

اس طرح جب دو دو کی جوڑی سے پوچھ پوچھ کر حضرت علیؓ فارغ ہو گئے، تو آپ نے ان تینوں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جس کے نام قرعہ نکلا بچہ اس کے ساتھ لگا دیا، اور اس پر دو تہائی دیت بھی عائد کر دی یہ سارا ماجرا سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک نظر آ گئے۔ [۲۹]

ب ) اقرار یا اعتراف :

۱ ) نسب اقرار یا اعتراف کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگرچہ اقرار ایسی حجت ہے جس کا دائرۂ اثر صرف اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ دوسرے تک نہیں ہوتا (دیکھئے لفظ اقرار، فقرہ ۴) اس لئے کسی شخص کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ وہ بچے کے نسب کا ثبوت اپنے سوا کسی دوسرے پر ڈالنے کا اقرار کرے۔ مثلاً اس کا اقرار کرے کہ یہ بچہ اس کا بھائی ہے۔ اس اقرار سے اس بچے کا نسب اقرار کرنے والے کے باپ سے ثابت نہیں ہو گا، کیونکہ اس اقرار کے ذریعہ اس نے نسب ثابت ہونے کا بوجھ اپنے باپ پر ڈال دیا اور یہ درست نہیں ہے، البتہ اگر نسب ثابت ہونے کا بوجھ اپنی ذات پر ڈال لے تو اس کے لئے درست ہو گا، مثلاً یہ اقرار کر لے کہ یہ بچہ اس کا بیٹا ہے۔

۲ ) جب کوئی شخص اپنی ذات سے کسی نسب کا اقرار کر لے تو وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ غیر کے حق کے اقرار سے رجوع کرنا ہو گا۔ جو درست نہیں ہے (دیکھئے لفظ اقرار، فقرہ ۲، جز۔ الف) حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب کوئی شخص اپنے بچے کا اقرار کر لے تو اس کے لئے اس سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہے گی" [۳۰]

ج ) البیّنہ ۔ ثبوت، گواہ۔ اگر کوئی ثبوت یا گواہ مہیا ہو جائے تو نسب ثابت ہو جائے گا جیسا کہ دوسرے تمام حقوق اس کے ذریعے ثابت ہو جاتے ہیں۔

د) دعوہ : (کسی کے نسب کو اپنی طرف منسوب کرنا) دعوہ کے ذریعے نسب ثابت ہو جاتا ہے : اس لئے اگر کوئی شخص کسی مجہول النسب انسان کے نسب کا دعویٰ کر لے، تو اس کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔ اگر دو شخص دعویٰ کریں اور قیافہ شناسوں نے اسے دونوں کے ساتھ ملا دیا ہو تو وہ دونوں کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔ وہ ان دونوں کا بیٹا بن کر دونوں سے بیٹے کی میراث کا وارث ہو گا اور یہ دونوں اس سے باپ کی میراث کے وارث ہوں گے اور یہ ان دونوں میں سے اس کا بیٹا ٹھہرے گا، جس کی عمر زیادہ طویل ہو گی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۳)

ھ) قیافہ شناسوں (ایسے لوگ جو کسی انسان کے اعضاء کو دیکھ کر بتا دیں کہ یہ فلاں نسب کا ہے) کے ذریعے ثبوت نسب پہلے گذر چکا ہے کہ قیافہ شناسوں کے حکم سے نسب کا ثبوت پختہ ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱. جز۔ الف، مسئلہ ۳)

و) قرعہ اندازی : قرعہ اندازی کے ذریعہ نسب کے ثبوت پر بحث گذر چکی ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۳)

۲۔ نسب قطع کرنا :

اگر نسب اقرار یا ثبوت، یا دعوہ یا قیافہ شناسوں کے حکم یا قرعہ اندازی سے ثابت ہو جائے تو جس شخص سے یہ نسب ثابت ہو گا اس کے لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہو گی۔

البتہ اگر نسب فراش کی وجہ سے ثابت ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ لعان کے ذریعہ اس کا انکار کر دے (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۲) ---

۳۔ ولد زنا اور لعان کرنے والے زوجین کے ولد کا نسب :

ولد زنا اور لعان کرنے والے زوجین کے ولد کا نسب اس کی ماں سے ثابت ہو گا، اس کے عصبات اس کی ماں کے عصبات ہوں گے۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ج)

۴۔ مجہول النسب انسان کی ولاء (دیکھئے لفظ ولاء، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۱)

نسب کے لحاظ سے ایسی خواتین جن سے نکاح حرام ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱، جز۔ الف)

## نسیان : بھول جانا

نماز میں قراءت کے اندر بھول جانا (دیکھئے لفظ صلاۃ. فقرہ ۷، جز۔ ھ، مسئلہ ۳)
طواف کے پھیروں کی تعداد کو بھول جانا (دیکھئے لفظ حج. فقرہ ۷. جز۔ ج)
یہ بھول جانا کہ اپنی بیویوں میں سے کس بیوی کو طلاق دی ہے (دیکھئے لفظ ارث. فقرہ ۴. جز۔ ب مسئلہ ۲)

## نشوز: بیوی کی نافرمانی

### ۱۔ تعریف:

بیوی کا ناحق اپنے شوہر کی نافرمانی اور اس سے نفرت کے اظہار کو نشوز کہتے ہیں۔

### ۲۔ نشوز کے نتائج:

شوہر کی نافرمان اور نفرت کرنے والی بیوی کا خلع کرنا (دیکھئے لفظ خلع. فقرہ ۲)

## نصاب: نصاب

زکوۃ کے وجوب کے لئے نصاب کی شرط (دیکھئے لفظ زکوۃ. فقرہ ۵. جز۔ الف)
چوری کی حد جاری کرنے کے لئے نصاب کی شرط (دیکھئے لفظ سرقہ. فقرہ ۳)

## نضح: کنویں سے سارا پانی نکالنا:

کنویں میں بچے کے پیشاب کی وجہ سے کنویں سے سارا پانی نکال کر اسے پاک کیا جاتا ہے (دیکھئے لفظ نجاستہ. فقرہ ۳. جز۔ ب. مسئلہ ۳)

## نظر: نظر ڈالنا

مخطوبہ (جس سے منگنی ہوئی ہو) پر نظر ڈالنا (دیکھئے لفظ نکاح. فقرہ ۲. جز۔ ب)
ایسی عورت مثلاً لونڈی کی طرف دیکھنا جس کا احترام ساقط ہو چکا ہو بشرطیکہ فتنے کا خطرہ نہ ہو (دیکھئے لفظ عورۃ. فقرہ ۴)

## نعل: جوتا

جوتوں پر مسح کرنا (دیکھئے لفظ وضو. فقرہ ۲. جز۔ ط. ع)

## نفاس: نفاس

عورت کا اپنے جنین یعنی حمل کو وضع کرنے کو نفاس کہتے ہیں۔ (اور وہ خون جو بچے کی ولادت کے بعد آتا ہے۔)

۱۔ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مدت :

ہمیں حضرت علیؓ سے کوئی روایت نہیں ملی جو نفاس کی کم سے کم مدت کی تحدید کرتی ہو، تاہم حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ [۳۱]

۲۔ نفاس والی عورت کو کون کون سے کاموں سے رک جانا چاہیئے :

الف) نفاس والی عورت پر وہ تمام باتیں حرام ہیں جو حیض والی عورت پر حرام ہوتی ہیں (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴)

ب) لیکن اگر نفاس کا خون چالیس دن سے کم مدت میں منقطع ہو جائے تو عورت پر غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "اگر نفاس والی عورت طہر دیکھ لے یعنی اس کا خون بند ہو جائے تو اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی بات حلال نہیں ہے کہ وہ غسل کر کے نماز پڑھے" [۳۲] لیکن غسل کر لینے کے باوجود اس کا شوہر اس سے ہم بستری نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ مکروہ تنزیہی ہو گا۔ [۳۳]

## نفقہ . نان و نفقہ، اخراجات زندگی

۱۔ اصول تو یہ ہے کہ ہر شخص کے اخراجات اس کے اپنے ذمے ہوتے ہیں اگر اس کے مال میں اس کی گنجائش ہو، اگر گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے اخراجات کی کفالت اس کے خوش حال رشتہ داروں پر عائد ہوتی ہے [۳۴] البتہ بیوی کا نان و نفقہ بہرصورت اس کے شوہر کے ذمہ ہوتا ہے، جیسا کہ آگے ذکر ہو گا۔

۲۔ قیدی کے اخراجات :

جب کسی شخص کا شر، حد سے تجاوز کر جائے اور اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے اور عدالت کی نظروں میں فلاح عامہ کی خاطر اس کا سلاخوں کے پیچھے ہونا بہتر ہو تو ایسی صورت میں قید خانہ میں اس پر ہونے والے اخراجات اس کے مال سے ادا کئے جائیں گے بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو۔ اس لئے کہ شر کا راستہ اس نے خود اختیار کیا تھا اس لئے اس کے نتائج کی ذمہ داری کسی اور پر نہیں ہو گی۔ اگر اس کا مال نہیں ہو گا تو بیت المال (سرکاری خزانہ) سے اس پر اخراجات کئے جائیں گے۔ اس

لئے کہ اسے مفاد عامہ کی خاطر سلاخوں کے پیچھے بھیجا گیا تھا، اور ایسی صورت میں وہ اس کا حقدار ہے کہ اس پر سرکاری خزانے یعنی بیت المال سے خرچ کیا جائے، ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کسی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زائد نہیں قطع کرتے تھے، اگر اس کے بعد بھی وہ چوری میں پکڑا جاتا تو آپ فرماتے: "مجھے تو یہ سوچ کر شرم آتی ہے کہ (دوسرا ہاتھ کاٹنے کی صورت میں) وہ نماز کے لئے طہارت حاصل کرنے کے قابل بھی نہ رہے، لیکن میں مسلمانوں سے اس کے شر کو دور کر دوں گا (یعنی اسے قید میں ڈال دوں گا) اور اس پر بیت المال سے خرچ کروں گا" [۳۵] اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آیا ایسا شخص صاحب مال ہوتا یا نہ ہوتا، لیکن امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں وہ تفصیل بیان کی ہے جس کا ذکر ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیا ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں: "حضرت علیؓ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر کسی قبیلے یا قوم میں کوئی آوارہ اور بدقماش انسان ہوتا تو اسے قید کر دیتے، پھر اگر اس کے پاس مال ہوتا تو اس کے اسی مال کو اس پر خرچ کرتے، اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو بیت المال سے اس کے اخراجات ادا کرتے، آپ فرماتے: "مسلمانوں سے اس کے شر کو قابو میں کر لیا گیا ہے، اس لئے اس پر ان کے ہی مال یعنی بیت المال سے خرچ کیا جائے گا" [۳۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے شخص خیال کئے جاتے ہیں جنہوں نے قیدیوں کے لئے بیت المال (سرکاری خزانے) سے نفقہ جاری کیا۔

۳۔ بیوی کا نان و نفقہ:

الف) یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے نان و نفقہ کا انتظام کرے کیونکہ اس نے اپنے لئے اسے روک رکھا ہے۔ حضرت علیؓ کے زمانے میں یہ عام دستور تھا کہ اکثر گھروں میں بیوی کا ہاتھ بٹانے کے لئے ایک نوکر بھی ہوتا اور حضرت علیؓ نوکر کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ لگاتے تھے، آپ نے ایک عورت اور اس کے نوکر کے لئے بارہ درہم ماہانہ مقرر کئے تھے، آٹھ درہم عورت کے لئے اور چار درہم اس کے نوکر کے لئے۔ [۳۷]

یہ ضروری ہے کہ نفقہ اتنا ہو جس سے بنیادی ضروریات، یعنی خوراک و لباس، پوری ہو جائیں۔ ایک عورت اپنے خاوند سے نفقہ کے متعلق جھگڑ پڑی۔ مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ آپ نے عورت کے لئے نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) یومیہ کا نفقہ مقرر فرما دیا۔ [۳۸] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا مطالبہ طعام کے بارے میں تھا، لباس اور دوسری ضروریات کے بارے میں نہیں تھا، اس لئے کہ ہمیں بیہقی کی روایت

سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک عورت اور اس کے نوکر یا نوکرانی کے لئے بارہ درہم ماہانہ کا نفقہ مقرر فرما دیا تھا. چار درہم نوکر یا نوکرانی کے لئے اور آٹھ درہم عورت کے لئے جس میں سے ایک درہم سوتی اور ریشمی کپڑوں کے لئے تھا۔ [۳۹]

اپنی بیویوں کے درمیان نان و نفقہ میں عدل کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸، جز۔ الف، مسئلہ ۱)

نان و نفقہ نہ دینے پر زوجین میں علیحدگی کرا دینا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۹، جز۔ د)

ب) نان و نفقہ دینے سے انکار کرنا. اگر شوہر اپنی بیوی کے اخراجات کی کفالت سے بوجہ تنگ دستی یا کسی اور سبب کی بنا پر انکار کر دے تو عورت کو حق ہو گا کہ وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کر دے [۴۰] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ د)

۴۔ عدت گذارنے والی عورت کا نفقہ:

الف) حاملہ کا نفقہ. حاملہ عورت جو عدت کے ایام گذار رہی ہو اسے نفقہ ملے گا چاہے وہ یہ عدت طلاق ملنے یا شوہر کی وفات کی وجہ سے گذار رہی ہو، اس لئے کہ اس کا گھر میں پابند ہونا شوہر کے حق کی خاطر ہے، کیونکہ وہ اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے. وضع حمل تک اسے نفقہ ملتا رہے گا۔ سورہ الطّلاق میں ارشاد باری ہے: وَإِن كُنَّ أُولَٰتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ الطّلاق۔ ۶. اور اگر یہ حاملہ ہوں تو تم ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے)

اگر عورت عدت وفات گذار رہی ہو تو یہ اخراجات مرحوم شوہر کے مجموعہ ترکہ سے ادا کئے جائیں گے. حضرت علیؓ نے فرمایا: "جس عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ حاملہ ہو اور عدت کے دن گذار رہی ہو تو اس کا نفقہ مجموعی مال میں سے دیا جائے گا" [۴۱]

ب) غیر حاملہ کا نفقہ. اگر عدت گذارنے والی عورت حاملہ نہ ہو اور عدت وفات گذار رہی ہو تو اس کے متعلق ہمیں حضرت علیؓ سے کوئی روایت نہیں ملی جس سے معلوم ہو کہ آپ نے اس کے لئے نفقہ واجب کیا تھا یا روک دیا تھا. اگر عدت گذارنے والی عورت طلاق رجعی کی عدت گذار رہی ہو تو اسے نفقہ ملے گا، کیونکہ وہ ابھی تک اس کی بیوی ہے۔ اور صرف اسی کی ہے، سورہ الطّلاق میں ارشاد باری ہے (أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ الطّلاق۔ ۶. ان کو اپنی حیثیت کے مطابق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو)

اگر عدت والی عورت کو طلاق بائن ملی ہو تو پھر نہ اسے نفقہ ملے گا اور نہ ہی رہائش۔
حضرت علیؓ نے فرمایا: "طلاق بائن والی کو نہ نفقہ ملے گا اور نہ ہی سکنی (رہائش) [۴۲] اس لئے کہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے فاطمہ بنت قیس سے یہ روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں: "میرے شوہر نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے میں تین طلاقیں دے دیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے نفقہ اور سکنی کا فیصلہ نہیں کیا" ایک روایت میں ہے "نفقہ اور سکنی اس مطلقہ کے لئے ہے جس کے شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہو" ایک اور روایت میں ہے: "تیرے لئے کوئی نفقہ نہیں الا یہ کہ تو حاملہ ہو" لیکن زیدؒ بن علی نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے تین طلاق پانے والی مطلقہ کے لئے نفقہ اور سکنی مقرر کیا تھا [۴۳] ان روایات کو تطبیق دینے کی خاطر یہی تاویل کی جائے گی کہ دراصل وہ مطلقہ حاملہ تھی جس کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اس کو نفقہ اور سکنی دلایا تھا۔

خلع حاصل کرنے والی عورت کا نفقہ (دیکھئے لفظ خلع. فقرہ ٦)

۵۔ رشتہ داروں کا نفقہ:

بیٹے کا نفقہ باپ پر اور باپ کا نفقہ بیٹے پر واجب ہے حضرت علیؓ نے فرمایا: "کسی ولد یا کسی والد کا صدقہ مفروضہ (زکوٰۃ) میں کوئی حق نہیں ہے۔ جس کا باپ موجود ہو یا جس کا بیٹا موجود ہو اور وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی نہ کرے (یعنی اس کے اخراجات کی ذمہ داری نہ لے) تو وہ عاق، یعنی نافرمان ہے" [۴۴] آپ نے ایسے فرد کو زکوٰۃ نہ دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس کا نفقہ اس کے باپ یا بیٹے پر واجب ہے، اگر فقیر باپ کا خوش حال بیٹا یا فقیر بیٹے کا خوش حال باپ نہ ہو تو اس کا نفقہ ان قریبی رشتہ داروں کے ذمہ ہو گا جو خوش حال ہوں گے۔ اس لئے کہ ان پر اس کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے۔ اگر اس کے قریبی رشتہ دار نہ ہوں تو جو اس کے رشتہ داروں میں سے اس کا وارث ہو گا اس پر اس کا نفقہ واجب ہو گا۔ ارشاد باری ہے (وَعَلَى ٱلْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ البقرہ۔ ۲۳۳. اور وارث پر اسی طرح کی ذمہ داری ہے) [۴۵] اور چونکہ الغرم بالغنم کا اصول بھی موجود ہے، یعنی جہاں سے انسان کو فائدہ حاصل ہو رہا ہو وہاں اگر اسے جرمانہ بھرنا پڑے تو اسے بھر دینا چاہئے، اس بنا پر جو شخص اس کی میراث لے گا اسے اس کے نفقہ کی ذمہ داری بھی اٹھانا چاہئے۔

۶۔ لقیط : (کہیں پڑا ہوا یا راہ بھٹک جانے والا بچہ جو کسی کو مل گیا ہو) کا نفقہ (دیکھئے لفظ لقیط، فقرہ ۴)

## نفل : نفل

۱۔ تعریف :

فرض سے جو زائد ہو اسے نفل کہتے ہیں۔

۲۔ نوافل عبادات (دیکھئے لفظ نافلہ)

مال غنیمت میں نفل (دیکھئے لفظ تنفیل)

## نفی : جلاوطن کر دینا

کسی شخص پر اس کی غیر مشروع حرکت کے باعث سزا کے طور پر اس کے شہر یا علاقے سے نکال کر کسی اور جگہ قیام کی پابندی لگا دینا نفی کہلاتا ہے۔

زنا کے ارتکاب پر کسی کو جلاوطن کر دینا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۵، جز۔ الف، مسئلہ ۲، جز۔ الف)

## نکاح : نکاح

نکاح کے موضوع پر ہم درج ذیل نکات کے تحت گفتگو کریں گے۔

۱۔ نکاح کی تعریف ۲۔ پیغام نکاح ۳۔ شوہر ۴۔ بیوی (ایسی عورتیں جن سے نکاح حرام ہے، نابالغ لڑکی اور لونڈی کا نکاح) ۵۔ عقد نکاح (زوجین کی رضامندی، ولی، گواہ، عقد کی شرطیں) ۶۔ مہر ۷۔ نکاح کی قسمیں ۸۔ ازدواجی زندگی (بیویوں کے درمیان عدل کرنا، عزل کرنا، گھر کی خدمت اور دیکھ بھال، بیوی کے معیار کو بلند کرنا، نااتفاقی کی صورت میں تحکیم) ۹۔ بیوی کا نکاح سے انکار ۱۰۔ نکاح پر مرتب ہونے والے احکامات ۱۱۔ زوجیت کے بندھن کو توڑ دینا۔

۱۔ تعریف :

نکاح وہ عقد ہے جس کی وجہ سے زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے تلذذ حاصل کرنا حلال ہو جاتا ہے۔

۲۔ خطبہ۔ پیغام نکاح یا منگنی :

الف) نابالغ لڑکی کو پیغام نکاح دینا: نابالغ لڑکی کو پیغام نکاح دینا جائز ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثومؓ کو پیغام دیا تھا کہ جبکہ وہ ابھی اتنی چھوٹی تھیں کہ بچیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ [۴۶]

ب) مخطوبہ کو (جسے نکاح کا پیغام بھیجا گیا ہو) دیکھ لینا: نکاح کا پیغام دینے والا اور جسے پیغام بھیجا گیا ہے دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ سکتا ہے چنانچہ مرد اپنی مخطوبہ کو اس کے حسن و جمال اور اپنے لئے اس کی مناسبت کا اندازہ لگانے کے لئے دیکھ سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو ان کی بیٹی ام کلثومؓ کے نکاح کا پیغام بھیجا، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے آپ خود اسے دیکھ لیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہیں پیغام بھیج کر بلوایا اور ان سے مزاح سے پیش آئے، ام کلثومؓ کہنے لگیں: "اگر آپ بزرگ نہ ہوتے یا آپ امیر المومنین نہ ہوتے تو......" (غالباً وہ یہ کہنا چاہتی تھیں کہ پھر میں اس مزاح کا ضرور جواب دیتی۔ مترجم) حضرت عمرؓ کو یہ رشتہ پسند آگیا، آپ نے پیغام نکاح دیا اور حضرت علیؓ نے آپ سے ان کی شادی کر دی [۴۷] جب حضرت عمرؓ کا نکاح ان سے ہو گیا جبکہ وہ ابھی بچیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، تو آپ اپنے رفقاء کے پاس آئے جنہوں نے آپ کو مبارکباد، یعنی برکت کی دعا دی، آپ نے فرمایا: "میں نے اس سے کسی جوش یا خواہش کی بنا پر نکاح نہیں کیا ہے، بلکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "قیامت کے دن میرے ساتھ تعلق اور میرے ساتھ رشتہ داری کے سوا ہر تعلق اور ہر رشتہ داری ٹوٹ جائے گی، اس لئے میں نے چاہا کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان تعلق اور رشتہ داری دونوں قائم رہیں" [۴۸] اس سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا جس کا نام زید تھا، عبدالملک بن مروان کو جب پتہ چلا کہ یہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما کی اولاد ہے تو اس نے اسے زہر دلوا دیا، اس لئے کہ اسے ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں یہ میری حکومت کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔ [۴۹]

۳۔ شوہر (الزوج)

شوہر یا تو آزاد ہو گا یا غلام، ہر ایک کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں:

الف) اگر بیوی مسلمان ہو تو شوہر کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کسی غیر مسلم کے لئے ابتداً کسی

مسلمان عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن اگر دونوں کافر ہوں اور پھر عورت مسلمان ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ ابتدأ جبکہ عورت کافر تھی، کافر مرد اس سے نکاح کر سکتا تھا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۹، جز۔ الف)

ب) اگر عورت خاندانی ہو، اسے زنا کی حد میں سزا نہ ملی ہو تو مرد کے لئے زنا کی سزا میں حد لگنے سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ علاء بن بدر کہتے ہیں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا، پھر مرد نے بدکاری کی جس کی وجہ سے اسے حد لگی، اسے حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا آپ نے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی اور شوہر سے فرمایا: "تو اپنی جیسی کسی حد زدہ عورت سے نکاح کر لے" [۵۰] قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر کنوارا زنا کا ارتکاب کر لے اور ابھی اس نے اپنی منکوحہ سے ہم بستری نہ کی ہو، تو اسے حد میں کوڑے لگیں گے اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور اسے نصف مہر ادا کرنا پڑے گا، اور اگر بیوی نے ہم بستری سے پہلے زنا کر لیا تو اس پر حد جاری ہو گی، دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور اسے کوئی مہر نہیں ملے گا [۵۱] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ج)

اگر زنا کا ارتکاب ایسی عورت کرے جو مخطوبہ ہو (جسے پیغام نکاح دیا گیا ہو) تو اس کے حکم کے لئے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، جز۔ د)

ج) ایک شرط یہ ہے کہ شوہر بیوی کا مملوک یعنی غلام نہ ہو (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ھ)

د) ایک شرط یہ بھی ہے کہ شوہر پیدائشی طور پر قوت مردمی سے محروم نہ ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "کوئی نامرد کسی آزاد مسلمان عورت سے نکاح نہ کرے" [۵۲] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ ب)

ھ) نکاح کرنے والے مرد نے حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھا ہوا ہو (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

و) اگر نکاح کرنے والا مرد آزاد ہو، تو اس کا نکاح درست ہو گا اور اس کے نکاح کی صحت کسی کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگی، اور اگر غلام ہو گا تو اس کا نکاح اس کے آقا کی اجازت پر موقوف ہو گا، ایک شخص نے آکر حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ اس کے غلام نے اس کی

اجازت کے بغیر نکاح کر لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دو" اس پر آقا نے اپنے غلام سے کہا: "اے خدا کے دشمن، اپنی بیوی کو طلاق دے دے" یہ سن کر حضرت علیؓ نے آقا سے فرمایا: "تو نے یہ لفظ کہہ کر اس کے نکاح کی توثیق کر دی" پھر غلام سے فرمایا: "اب اگر تو چاہے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر چاہے تو اسے بسا لے" اس پر آقا نے عرض کیا: "امیرالمومنین! یہ معاملہ پہلے میرے ہاتھ میں تھا، آپ نے اسے دوسرے (میرے غلام) کے ہاتھ میں دے دیا" اس پر آپ نے فرمایا: "یہ اس لئے کہ جب تو نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے طلاق دے دے، تو تو نے یہ کہہ کر اس کے نکاح کی اجازت دے دی" [۵۳]

ز) اگر مرد آزاد ہو تو وہ ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اور اگر غلام ہو تو اس کے لئے دو سے زائد بیویاں رکھنا جائز نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "غلام دو سے زائد اور آزاد چار سے زائد بیویاں نہیں کر سکتا" [۵۴]

ح) اگر شوہر نابالغ ہو تو مستحب ہو گا کہ اس سے اس کے نکاح کا معاملہ پوشیدہ رکھا جائے یہاں تک کہ وہ نکاح کا مطلب سمجھنے لگے۔ اور نکاح کی ذمہ داریوں اور فرائض کا اندازہ کر سکے۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناسمجھی میں طلاق دے بیٹھے، اس لئے کہ نابالغ کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "بچوں سے نکاح کا معاملہ پوشیدہ رکھو۔ اس لئے کہ ہر طلاق جائز ہے۔ سوائے معتوہ (ایسا شخص جس کی عقل ماری گئی ہو) کی طلاق کے" [۵۵]

۴۔ الزوجہ (بیوی)

الف) ایسی عورتیں جن سے نکاح حرام ہے۔ عورتوں کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جن میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ دوسری قسم میں ایسی عورتیں آتی ہیں، جن میں سے کسی ایک کے ساتھ وقتی طور پر نکاح حرام ہو۔ اور یہ حرمت کسی سبب کی بنا پر ہو۔ جب یہ سبب ختم ہو جائے تو ان سے نکاح حلال ہو جاتا ہے۔ تیسری قسم ان عورتوں کی ہے جن سے نکاح جائز ہے۔ مذکورہ بالا دونوں قسموں کے علاوہ باقیماندہ عورتیں تیسری قسم میں شامل ہیں۔

۱) پہلی قسم یعنی ایسی عورتیں جن سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے کی پھر چار قسمیں ہیں۔ ایسی عورتیں جو نسب کی بنیاد پر حرام ہیں، ایسی عورتیں جو مصاھرت (دو خاندانوں میں نکاح کی بنا

پر رشتہ داری) کی وجہ سے حرام ہیں، ایسی عورتیں جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں اور ایسی عورتیں جو زنا کی وجہ سے حرام ہیں۔

۲) پہلی قسم یعنی نسب کی بنا پر محرمات یہ ہیں: انسان کی اصل چاہے وہ اوپر تک چلی جائے، مثلاً باپ، دادا، یا نانا اس کی اپنی فرع چاہے نیچے تک چلی جائے۔ مثلاً بیٹا، پوتا، اس کے باپ کی فرع چاہے نیچے تک چلی جائے مثلاً بہن، بھانجی، اور اس کے نانا یا دادا کی فرع کا پہلا طبقہ مثلاً پھوپھیاں، خالائیں، چچا اور ماموں، سورہ النساء کی آیت مبارکہ میں ان سب کا ذکر ہے۔ ارشاد باری ہے (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ النساء۔۲۳: تم حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، خلائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں) اس پر سب کا اجماع ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نسب کے سات افراد کو حرام کر دیا ہے، ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی اور خالہ" [۵٦]

پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہیں، تمہاری پھو ں) اس پر سب کا اجماع ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نسب کے سات افراد کو حرام کر دیا ہے، ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی اور خالہ" [۵٦]

ب) دوسری قسم یعنی رشتہ داری کی وجہ سے محرمات یہ ہیں: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں مصاھرت (ایک خاندان کے لڑکے اور دوسرے خاندان کی لڑکی میں نکاح کے بعد پیدا ہونے والی رشتہ داری) کی وجہ سے محرمات کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۔ النساء۔ ۲۳

ترجمہ: اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے ___ ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن و شو ہو چکا ہو، ورنہ اگر صرف نکاح ہوا ہو اور ہم بستری نہ ہوئی ہو تو تم پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہارے صلب سے ہوں) نیز ارشاد باری ہے (وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ النساء۔ ۲۲. اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا) ان آیات سے ہمارے سامنے یہ بات

واضح ہو گئی کہ مصاہرت کی بناء پر محرمات یہ ہیں، بیوی کی اصل اگرچہ اوپر تک چلی جائے اور بیوی کی فرع چاہے نیچے تک چلی جائے، باپ کی بیوی اور بیٹے کی بیوی، حضرت علیؓ نے فرمایا:
"مصاہرت کی وجہ سے سات افراد سے نکاح حرام ہے: باپ کی بیوی، بیٹے کی بیوی، بیوی کی ماں اور بیوی کی بیٹی"

حضرت علیؓ سے یہ مروی ہے کہ بیوی کی ماں اور اس کی بیٹی کی حرمت عقد کے ساتھ ہی ثابت ہو جاتی ہے اور اس پر ہم بستری شرط نہیں ہے۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول سے پہلے اسے طلاق دے دی، یہ فرمایا کہ اب وہ اس عورت کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا" [۵۷]

آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ بیوی کی ماں اور بیوی کی بیٹی کی حرمت اسی وقت ثابت ہو گی جب بیوی کے ساتھ ہم بستری ہو چکی ہو[۵۸] خلاس نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی عورت سے نکاح کرتا ہے اور ہم بستری سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے آیا وہ اس عورت کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ان کی حیثیت یکساں ہے۔ اور ان کے مسئلہ کی نوعیت بھی یکساں ہے۔ اگر وہ بیٹی کو ہم بستری سے پہلے طلاق دے دیتا ہے تو وہ اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر ماں سے نکاح کے بعد دخول سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے تو بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے" [۵۹]

آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر ماں کے ساتھ ہم بستری ہو گئی تو بیٹی حرام ہو جائے گی اور اگر بیٹی کے ساتھ صرف عقد ہو جائے تو اس سے ماں حرام ہو جائے گی۔ آپ کا قول ہے: "عورت کی ماں حرام ہو جاتی ہے چاہے اس نے عورت سے ہم بستری کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور اگر ماں کے ساتھ نکاح ہوا ہو اور ہم بستری ہو گئی ہو تو بیٹی حرام ہو جائے گی۔ اگر ہم بستری نہ ہوئی ہو تو وہ حلال رہے گی" [۶۰]

تفسیر کشاف میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آیت حرمت کو اس طرح پڑھتے تھے (نِسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ النساء۔ ۲۳: اور تمہاری وہ عورتیں جن کے ساتھ تم نے ہم بستری کر لی ہے، ان کی مائیں)

بیوی کی بیٹی اسی وقت حرام ہو گی جب وہ شوہر کی گود میں ہو گی یعنی شوہر اس کی پرورش کر رہا ہو گا ارشاد باری ہے (وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

النساء۔ ۲۳ تمہاری ان بیویوں کی، جن سے تم نے ہم بستری کر لی ہے، لڑکیاں جو تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہیں ) [۶۱]

مالک بن اوس الحدثان النصری کہتے ہیں: "میری ایک بیوی تھی جس کے بطن سے میری اولاد بھی تھی، بیوی کی وفات ہو گئی جس کا مجھے بڑا صدمہ تھا، میری ملاقات حضرت علیؓ سے ہوئی آپ نے احوال دریافت کئے، میں نے عرض کیا کہ بیوی کاانتقال ہو گیا، آپ نے پوچھا کہ اس کی کوئی بیٹی نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہے، پھر پوچھا کہ اس کی بیٹی نے تمہاری گود میں پرورش تو نہیں پائی؟ میں نے عرض کیا "نہیں، وہ تو طائف میں رہتی ہے" اس پر آپ نے فرمایا کہ اس سے نکاح کر لو۔ میں نے عرض کیا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے (وَرَبَآئِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُم النساء۔ ۲۳ ) فرمایا: اس لڑکی نے تمہاری گود میں پرورش نہیں پائی ہے۔ اگر وہ تمہاری گود میں پرورش پاتی تو اس آیت کی رو سے وہ تمہارے لئے حرام ہوتی" [۶۲] اگر ربیبہ یعنی پرورش پانے والی لڑکی گود میں نہ ہونے کی صورت میں حلال ہے تو پھر ربیبہ کی بیٹی لازمی طور پر حلال ہو گئی۔ ابراہیم بن میسرہ سے روایت ہے کہ بنو سوءۃ کے ایک شخص نے جس کا نام عبیداللہ بن معبد تھا ــــ ( میسرہ نے اس شخص کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا تھا ــــ ) میسرہ کو بتایا کہ اس کے باپ اوجدہ نے ایک عورت سے نکاح کر لیا تھا جس کی گود میں اس کے ایک دوسرے شوہر سے ایک بچہ تھا، پھر یہ دونوں یعنی میرا باپ اور اس بچے کی ماں جب تک اللہ کی مرضی رہی ازدواجی زندگی گذارتے رہے۔ پھر میرے باپ نے ایک نوجوان عورت سے شادی کر لی۔ اس کی پہلی بیوی کے ایک بیٹے نے اس سے کہا کہ تم نے ہماری ماں کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی ہے۔ ہماری ماں بوڑھی ہو گئی ہے اور تمہیں ایک جوان عورت مل گئی ہے جس کی وجہ سے تمہیں اب اس کی ضرورت نہیں رہی اس لئے اسے طلاق دے دو۔ باپ نے جواب میں کہا کہ میں ایک شرط پر تمہاری ماں کو طلاق دے سکتا ہوں اور وہ شرط یہ ہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی ماں کو طلاق مل گئی، یہ بیٹی نہ اس کے زیر پرورش رہی تھی اور نہ ہی اسکا باپ جو اس مطلقہ بڑھیا کا بیٹا تھا۔ میں نے ( عبیداللہ بن معبد نے ) سفیان بن عبداللہ کے پاس جا کر اس سے کہا کہ اس رشتہ کے متعلق حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھو، چنانچہ وہ مجھے لے کر حضرت عمرؓ کے پاس گیا، آپ نے فرمایا کہ اس رشتے میں کوئی حرج نہیں، پھر فرمایا: "جاؤ فلاں شخص سے یہ مسئلہ پوچھو اور وہ جو جواب دے وہ ہمیں آ کر بتاؤ۔ میں سمجھ

گیا کہ اشارہ حضرت علیؓ کی طرف ہے، چنانچہ میں آپ کے پاس گیا آپ نے بھی فرمایا کہ اس رشتے میں کوئی حرج نہیں" [۶۳]

ج) تیسری قسم یعنی رضاعت کی بنا پر محرمات تو ان کے لئے دیکھئے لفظ رضاع

د) چوتھی قسم یعنی زنا کی بنا پر محرمات ۔ جس عورت سے زنا کا ارتکاب ہوا ہو وہ زنا کرنے والے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدبازی کا مظاہرہ کرے گا وہ ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جائے گا، یہی اس کی سزا ہو گی۔ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا: "میری ایک چچا کی بیٹی ہے جس سے مجھے عشق ہے۔ میں نے اس سے وصل بھی کیا ہے، (کیا اب میں اس سے نکاح کر سکتا ہوں؟ مترجم) حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر یہ تمہارا وصل باطنی طور پر ہوا یعنی تم نے اس سے ہم بستری کر لی ہے تو اب تم نکاح نہیں کر سکتے۔ اگر وصل ظاہری طور پر ہوا ہے یعنی بات صرف بوس و کنار تک رہی ہے تو اس سے نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں" [۶۴]

جس عورت کے ساتھ زنا کا ارتکاب ہوا ہو، اس کی اصل اور فرع زانی پر حرام نہیں ہوتی۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے، آیا اس عورت کی بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی؟ تو آپ نے فرمایا: "بیٹی اس پر حرام نہیں ہوگی کیونکہ حرام کام سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی" ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: "کوئی حلال کسی حرام کی وجہ سے فاسد نہیں ہوتا، جو شخص کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرے گا تو اس کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اس کی ماں یا اس کی بیٹی سے نکاح کر لے۔

ھ) لعان کی وجہ سے حرام ہونے والی عورت (دیکھئے لفظ لعان، فقرہ ۵، جز۔ ب)

۲۔ ایسی عورتیں جن سے نکاح وقتی طور پر حرام ہے، ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

الف) اول ۔ شادی شدہ عورتیں، ایک شادی شدہ عورت سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ اپنے شوہر سے بذریعہ طلاق علیحدہ ہو کر عدت کی مدت گذار نہ لے۔ (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ د، مسئلہ ۲) اگر اس نے ایسا کرنے سے پہلے نکاح کر لیا تو دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور اسے پہلے شوہر کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے پھر عدت گذرنے سے پہلے اپنے رجوع پر گواہ بھی بنا لے لیکن مطلقہ کو اس کی کوئی خبر نہ ہو اور وہ اسی لاعلمی میں

شادی کر لے اور شوہر کے ساتھ ہم بستری بھی ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کے اور اس کے دوسرے شوہر کے درمیان علیحدگی کرا دی جائے گی اور اسے پہلے شوہر کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا اور ہم بستری کی بنا پر دوسرے شوہر کو مہر کی رقم ادا کرنی پڑے گی" [۶۵] مفقود کی بیوی کو انتظار کی مدت (چار سال) میں اس کی بیوی سمجھا جائے گا اور اس کے لئے کسی دوسرے سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا (دیکھئے لفظ مفقود)

ب) دوم: آزاد مرد کے لئے چار سے زائد اور غلام کے لئے دو سے زائد بیویاں: **مطلقہ عورت** کو چاہے اسے طلاق مغلظہ (تین طلاقیں) مل چکی ہو، اس کے شوہر کی بیوی سمجھا جائے گا جب تک وہ عدت میں رہے گی۔ اس لئے اس شخص کے لئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا جس نے اپنی چوتھی بیوی کو طلاق دے دی ہو لیکن وہ ابھی عدت کی مدت گذار رہی ہو، حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب شوہر اپنی چوتھی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے لئے پانچویں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہو گا۔ جب تک کہ اس بیوی کی عدت گذر نہ جائے جسے اس نے طلاق دی ہے" [۶۶] (دیکھئے لفظ عدة، فقرہ ٦، جز۔ ب)

ج) سوم: ایسی دو عورتوں سے بیک وقت نکاح کرنا جن میں سے ایک دوسری کے لئے محرم ہو، مثلاً دو بہنوں سے نکاح کر لینا۔ ایک شخص مسلمان ہو گیا اور اس کی دو بیویاں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں، حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "یا تو تم ایک کو علیحدہ کر دو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا" [۶۷] ایک شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی اور ہم بستری بھی ہو گئی تھی، پھر وہ شخص کسی اور علاقے میں چلا گیا اور وہاں جا کر ایک دوسری عورت سے نکاح کر لیا اور ہم بستری بھی کر لی، اتفاق سے یہ دوسری عورت پہلی عورت کی بہن نکلی، آپ نے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ وہ دوسری سے علیحدگی اختیار کر لے گا اور پہلی کو اپنی بیوی بنائے رکھے گا، البتہ جب تک اس دوسری کی عدت کی مدت ختم نہیں ہوتی اس وقت تک پہلی سے ہم بستری نہیں کرے گا [۶۸] چونکہ مطلقہ عدت کے دوران بیوی شمار ہوتی ہے اس لئے اس کی ہمشیرہ سے نکاح نہیں کرے گا۔ چاہے اسے ایک طلاق بائن ملی ہو یا تین طلاقیں ملی ہوں۔ [۶۹] ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر اسے طلاق بائن دے دی اور اس کی عدت کے اندر اس کی بہن سے نکاح کر لیا، حضرت علیؓ نے فتویٰ دیا کہ دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔ [۷۰] اور دوسری کے ساتھ ہم بستری کی وجہ سے اسے مہر

کی رقم ملے گی۔ [۷۱] بہن کی طرح پھوپھی اور خالہ وغیرہ محرمات کا مسئلہ ہے حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے بھی نکاح کر لیا۔ آپ نے اسے کوڑے لگائے اور دونوں میں علیحدگی کر دی [۷۲] (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۶ جز۔ الف)

د) چہارم: عدت گذارنے والی عورت: جب تک معتدہ کی عدت نہ گذر جائے اس وقت تک اس سے نکاح جائز نہیں (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۵، جز۔ ج)

ھ) پنجم: مشرک عورت: ایسی عورت جس کا دین، دین اسلام، دین یہودیت اور دین نصرانیت کے علاوہ کوئی اور ہو وہ مشرک ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایک مسلمان کسی یہودی یا کسی عیسائی عورت سے تو نکاح کر سکتا ہے، لیکن کسی مجوسی یا مشرک عورت سے نہیں کر سکتا" [۷۳]

و) ششم، ایسی اہل کتاب عورت جس کی قوم مسلمانوں سے بر سرپیکار ہو: مصنف عبدالرزاق اور سیر کبیر میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بر سرپیکار عیسائیوں کی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ سمجھا ہے کیونکہ اس میں یہ خطرہ ہے کہ ایسے شخص کی اولاد دارالحرب میں رہ جائے گی۔ [۷۴]

ز) بنی تغلب کی عیسائی عورتیں: یہ عرب کی عیسائی عورتیں ہیں، جب تک ایمان نہ لے آئیں اس وقت تک ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ عبدالکریم نے کہا ہے کہ لوگ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے عیسائیوں سے شادی نہ کی جائے اور نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے، حضرت علیؓ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ انہیں عیسائی مذہب سے بس شراب پینے کی حد تک تعلق ہے۔ [۷۵]

ح) ہشتم: آزاد بیوی کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا: حضرت علیؓ نے فرمایا: "آزاد بیوی کے ہوتے ہوئے کسی لونڈی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ [۷۶] البتہ منکوحہ لونڈی کے ہوتے ہوئے آزاد عورت سے نکاح ہو سکتا ہے"

ط) نہم: عورت کا اپنے غلام سے نکاح کر لینا: اگر وہ پہلے اسے آزاد کر دے پھر اس سے نکاح کر لے تو یہ جائز ہے۔ ایک عورت کو اس کے شوہر سے میراث کا حصہ ملا (جس میں ایک غلام بھی تھا) یہ معاملہ حضرت علیؓ تک پہنچا۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا تو نے اس سے ہم بستری کی ہے"؟ اس نے نفی میں جواب دیا، آپ نے عورت سے فرمایا: "کہ اگر یہ

تیرے ساتھ ہم بستری کر چکا ہوتا تو میں تجھے سنگسار کر دیتا، پھر فرمایا: "یہ تیرا غلام ہے، اگر تو چاہے تو اسے فروخت کر دے یا ہبہ کر دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے اور پھر اس سے نکاح کر لے" [۷۷]

ی) دہم: زناکار عورت: حضرت علیؓ سے ایسی عورت کے متعلق روایات مختلف ہیں جس کا کسی سے عقد ہو گیا ہو لیکن ہم بستری سے پہلے اس نے کسی اور کے ساتھ منہ کالا کر لیا ہو، اب آیا اس حرکت سے نکاح فسخ ہو جائے گا، یا نکاح تو فسخ نہیں ہو گا لیکن شوہر اگر چاہے تو اسے طلاق دے سکے گا؟ ایک روایت عبدالرزاق کی ہے کہ ایک عورت نے حضرت علیؓ کے زمانے میں بدکاری کی۔ اس کا نکاح تو ہو چکا تھا لیکن ہم بستری نہیں ہوئی تھی، اسے حضرت علی کے پاس لایا گیا، آپ نے اسے سو کوڑے لگائے اور ایک سال کے لئے نہر کربلا کے علاقے میں جلاوطن کر دیا۔ پھر جب وہ واپس آئی تو آپ نے اسے پہلے نکاح کی بنیاد پر شوہر کے پاس واپس بھیج دیا۔ [۷۸] ابن حزم نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ قول ہے کہ ایسی عورت اگر زنا کا ارتکاب کر لے تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی اور اسے مہر کی رقم بھی نہیں ملے گی۔ [۷۹]

ک) یازدہم: ایسی عورت جسے تین طلاقیں ملی ہوں (پہلے خاوند سے) جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے، سورۃ البقرہ میں ارشاد باری ہے: (فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ البقرہ۔ ۲۳۰: پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہو گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے)، (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۶) لیکن اگر دوسرے شوہر نے پہلے شوہر کے لئے حلالہ کی نیت سے نکاح کیا تو اس کا نکاح حرام اور باطل ہے کیونکہ اس میں ایسا حیلہ کیا گیا جو سرے سے حرام ہے۔ [۸۰]

ل) دوازدہم: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کا نکاح (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

م) ایسی عورتوں سے نکاح کرنے پر مرتب ہونے والے احکام جن کی حرمت وقتی ہو (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ د، مسئلہ ۲)

ب) صغیرہ یعنی نابالغ لڑکی کا نکاح:

۱) صغیرہ کا نکاح جائز ہے، حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا تھا

جبکہ وہ ابھی اتنی چھوٹی تھیں کہ بچیو ں کے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۲، جز۔ ب)

۲) لیکن شوہر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی صغیرہ کے ساتھ ازدواجی تعلقات میں نرمی کا راستہ اختیار کرے۔ اگر کہیں اس کے ہاتھوں اس کی کمسن بیوی کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسے اس کا تاوان بھرنا پڑے گا، حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ ایسی لڑکی جس کی عمر کم از کم نو سال کی نہ ہو وہ جسمانی لحاظ سے اپنے شوہر کے ساتھ تعلق زن و شو قائم کرنے کی پوری طرح اہل نہیں ہوتی، اسی لئے آپ نے فرمایا: "جس شخص نے نو سال سے کم عمر لڑکی سے ہم بستری کی (اور اسے کوئی نقصان پہنچایا۔ مترجم) تو وہ اس کا تاوان بھر دے گا" [۸۱]

۳) کمسن یا نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے باپ کے سوا اور کوئی نہیں کرا سکتا، کیونکہ اسے اپنی بیٹی سے کمال شفقت ہوتی ہے۔ اگر باپ کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کرا دیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "کمسنوں کا نکاح صرف ان کے آباء کے ہاتھوں درست ہوتا ہے" [۸۲]

۴) اگر صغیرہ کا نکاح اس کے والد کی اجازت سے ہو جائے تو بالغ ہونے پر اسے اس نکاح کو قبول کرنے یا رد کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کا کم سنی میں نکاح کر دیتا ہے، پھر وہ بالغ ہو جاتی ہے، تو یہ نکاح اس کے لئے مکمل ہے۔ اسے اس سے سرتابی کا اختیار نہیں ہے" [۸۳]

۵) باپ کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر اس کا ارادہ نکاح کرانے کا ہو، تو اپنی کمسن بیٹی سے اس کی اجازت لے، حضرت علیؓ نے اپنی کمسن بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح اس سے اجازت لئے بغیر کرا دیا تھا۔

ج) لونڈی کا نکاح:

۱) مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود کسی لونڈی سے نکاح کر لے اگرچہ اس میں تھوڑی سی کراہت ہے۔ سفیان ثوری سے لونڈی کے ساتھ نکاح کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "حضرت علیؓ کی رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں" [۸۴]

۲) لیکن کوئی شخص آزاد بیوی کے ہوتے ہوئے کسی لونڈی سے نکاح نہیں کر سکتا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، آٹھواں جز) البتہ منکوحہ لونڈی کے ہوتے ہوئے آزاد

عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو دوسری صورت میں لونڈی کا نکاح باقی رہ جائے گا یعنی آزاد عورت سے اس کا نکاح منکوحہ لونڈی کے نکاح کو فسخ نہیں کرے گا۔ [۸۵]

۳) منکوحہ لونڈی کے فروخت ہو جانے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "لونڈی کی فروخت کے بعد بھی اس کے شوہر سے اس کا نکاح باقی رہتا ہے" [۸۶]

د) شوہر کی طرف اس کی منکوحہ کے سوا کسی اور عورت کو بھیج دینا۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے عقد نکاح کر لے لیکن رخصتی کسی اور عورت کی کر دی جائے اور شوہر کو اس کا علم نہ ہو، تو وہ اس عورت سے علیحدگی اختیار کر لے گا اور اس کے پاس اس کی اصلی بیوی بھیج دی جائے گی، لیکن اگر نقلی بیوی کی بہن ہو تو علیحدگی کے بعد جب تک اس کی عدت گذر نہیں جائے گی وہ اپنی اصلی بیوی سے ہم بستری نہیں کرے گا، تاہم اسے اپنی نقلی بیوی کو ہم بستری کی بنا پر مہر دینا پڑے گا، پھر وہ اس رقم کی وصولی کے لئے اس شخص کے درپے ہو گا جس نے اس کے ساتھ دھوکے کا یہ کھیل کھیلا ہو۔ شام کے رہنے والے ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کر دیا، لیکن رخصتی اس کی بہن کی کر دی، معاملہ حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: "کوئی حرج نہیں، عورت کے بدلے عورت مل گئی" پھر آپ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے سوال کیا، انہوں نے بھی جواب میں یہی کہا، مرد کو تسلی نہیں ہوئی۔ اس نے حضرت معاویہؓ سے درخواست کی کہ یہ معاملہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا جائے، چنانچہ مقدمہ حضرت علیؓ کے پاس گیا، آپ نے زمین سے مٹی اٹھا کر فرمایا: "اس مقدمے کا فیصلہ کرنا میرے لئے زمین سے اس مٹی کے اٹھا لینے سے بھی زیادہ آسان ہے۔ اب فیصلہ سنو۔ موجودہ بیوی کو مہر کی رقم ملے گی۔ کیونکہ تم نے اس کے ساتھ ہم بستری کی ہے، اور اس کے باپ کے ذمہ ہو گا کہ وہ دوسری بیٹی کو اسی مہر پر بیوی بننے کا اختیار دے، اور اگر ایسا ہو جائے تو جب تک اس موجودہ بیوی کی عدت ختم نہ ہو جائے اس وقت تک تم اس سے ہم بستری نہیں کر سکتے" [۸۷] آپ نے دو بھائیوں کے متعلق فتویٰ دیا جن کی دو بہنوں سے شادی ہوئی لیکن رخصتی کے وقت دلہنیں بدل گئیں اور ہم بستری بھی ہو گئی، کہ دونوں کو مہر کی رقمیں ملیں گی، اور دونوں شوہر اس شخص سے اپنی رقمیں بھروائیں گے جس نے انہیں دھوکا دیا تھا۔ [۸۸]

### ۵۔ عقد نکاح :

الف ) عقد نکاح کے سلسلے میں مزاح بھی سنجیدگی ہے۔ عقد نکاح ان عقود میں سے ہے جن پر بہت اہم نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً استحلال فرج، ثبوت نسب اور نفقہ وغیرہ، اس لئے اس میں مزاح کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "تین باتیں ایسی ہیں جن میں مزاح کی کوئی گنجائش نہیں، نکاح، طلاق، غلام کو آزادی دینا اور صدقہ" ایک روایت میں ہے "اور نذر" [۸۹]

ب ) اس میں رضامندی :

۱ ) زوجین کی رضامندی : حضرت علیؓ سے روایات میں اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عقد نکاح کی صحت کے لئے زوجین میں سے جبکہ وہ بالغ ہوں، ہر ایک کی رضامندی شرط ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "کوئی شخص اپنی لونڈی کا نکاح اس کی رضامندی حاصل کئے بغیر نہ کرائے" [۹۰] اگر وہ اپنی رضامندی کا اظہار الفاظ میں کر دے تو بہتر ہے۔ اور اگر پوچھنے پر خاموش رہے تو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی خاموشی بھی رضامندی سمجھی جائے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا : "جب یتیم لڑکی کی شادی ہونے لگے اور پوچھنے پر وہ خاموش رہے، تو یہ اس کی رضامندی ہوگی اور اگر ناپسندیدگی کا اظہار کرے تو نکاح نہیں ہوگا" [۹۱]

۲ ) اگر لڑکی کمسن نابالغ ہو تو اس کی رضامندی شرط نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اس کی رائے لئے بغیر اس کا نکاح کرا دینا جائز ہو گا، لیکن یہ کام اس کے باپ کے سوا اور کوئی نہیں کرے گا کیونکہ باپ میں جو فطری شفقت ہوتی ہے وہ کسی اور میں نہیں ہوتی۔ ( دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ ب )

۳ ) ولی کی رضامندی :

الف ) حضرت علیؓ اس معاملے میں بہت سختی کرتے تھے کہ عورت کے نکاح کے لئے اس کی ولی کا رضامند ہونا واجب ہے۔ یہاں تک کہ شعبی نے کہا ہے : "حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام میں حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی اور صحابی غیر ولی کے کرائے ہوئے نکاح کے متعلق سخت نہیں تھے، یہاں تک کہ آپ ( حضرت علیؓ ) ایسی صورت میں پٹائی بھی کر دیتے تھے" [۹۲]

اگر ولی موجود ہو تو اس کی اجازت اور شرکت یا اس کے قائم مقام کی شرکت کے بغیر

نکاح جائز نہیں ہے۔ اس معنی پر حضرت علیؓ کا یہ قول محمول کیا جائے گا کہ "عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی نکاح نہیں" [۹۳] اور اسی معنی پر حضرت علیؓ سے وہ روایت محمول کی جائے گی جو عبدالرزاق نے اپنی سند سے حضرت علیؓ سے کی ہے کہ آپ ولی کے بغیر نکاح کو درست قرار نہیں دیتے تھے۔ [۹۴]

لیکن عقد نکاح میں اگر ولی کی اجازت سے کوئی قریبی شریک ہو جو ولی نہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے، حضرت عمرؓ بن خطاب نے جب حضرت علیؓ کی بیٹی ام کلثوم کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا، تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے فرمایا کہ جاؤ جاکر اپنے چچا کا نکاح کرا دو" چنانچہ دونوں نے حضرت عمرؓ کا نکاح ام کلثومؓ سے کرا دیا" [۹۵]

ب) اگر غیر ولی نے نکاح کرا دیا اور بعد میں ولی نے اجازت دے دی تو نکاح جائز ہو جائے گا۔ اس لئے کہ بعد میں ملنے والی اجازت کی وہی حیثیت ہے جو پہلے سے مقرر کردہ وکالت یعنی کار پردازی کی ہے۔ [۹۶]

ج) اگر عورت کی رضامندی سے اس کے غیر ولی نے اس کا نکاح کرا دیا اور شوہر سے ہم بستری بھی ہو گئی تو نکاح پکا ہو جائے گا۔ اور اگر دخول نہ ہوا ہو تو قاضی (عدالت) دونوں کے درمیان علیحدگی کرا دے گا۔ ابو قیس اودی سے مروی ہے کہ قبیلہ عائذاللہ کی ایک عورت کا نکاح جس کا نام سلمہ تھا اس کی ماں اور اہل خاندان نے کرا دیا۔ پھر یہ مقدمہ حضرت علیؓ کے سامنے پیش ہوا آپ نے فرمایا: "اگر دخول ہو گیا ہے تو نکاح جائز ہے" [۹۷]

آپ کا یہ بھی قول ہے: "اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی نے کسی عورت سے نکاح کر لیا اور پھر دخول یعنی ہم بستری بھی ہو گئی تو ان میں علیحدگی نہیں ہوگی، اور اگر ہم بستری نہیں ہوئی تو ان میں علیحدگی کر دی جائے گی۔ [۹۸] ھانی بن قبیصہ کی بیٹی بحریہ سے مروی ہے کہ اس نے قعقاع بن شور سے اپنی شادی کرا لی اور ایک رات بھی اس کے پاس گذار دی، پھر اس کا باپ آ گیا۔ اس نے حضرت علیؓ سے شکایت کر دی، آپ نے شوہر سے پوچھا کہ کیا ہم بستری ہو گئی ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ [۹۹] المحلی ابن حزم میں ہے کہ اس لڑکی کا نکاح جس کا نام بحریہ تھا اس کی ماں نے کرا دیا تھا اور باپ

موجود نہیں تھا، جب وہ آیا تو اس نے اس رشتے کو ناپسند کیا۔ معاملہ حضرت علیؓ تک پہنچا، آپ نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ [۱۰۰] اس بنا پر ابن ابی شیبہ کی حضرت علیؓ سے یہ روایت کہ آپ نے اس عورت کا نکاح جائز قرار دیا تھا جس کی ماں اور خالہ نے یہ رشتہ کرایا تھا۔ [۱۰۱] اس معنی پر محمول کی جائے گی کہ آپ نے اس نکاح کو اس لئے جائز قرار دیا تھا کہ اس میں ہم بستری ہو چکی تھی۔

د) اگر عورت کے دو ولی ہوں اور ہر ایک نے اس کا نکاح الگ الگ مرد سے کرا دیا ہو تو ایسی صورت میں جس مرد سے پہلے نکاح ہوا ہو گا وہی اس کا شوہر ہو گا۔ دوسرے کے ساتھ نکاح باطل ہو جائے گا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ ایک عورت کے دو ولی تھے ہر ایک نے اس کا نکاح الگ الگ مرد سے کرا دیا، حضرت علیؓ نے فیصلہ دیا کہ پہلے جس کے ساتھ نکاح ہوا وہی نکاح درست ہے۔ [۱۰۲] شاید یہ عورت عبیداللہ بن حر کی بیوی تھی، عبدالرزاق اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ اس کے دو ولیوں میں ایک نے اس کا نکاح عبیداللہ کے ساتھ کرا دیا اور دوسرے ولی نے کسی اور سے کرا دیا۔ عبیداللہ کے ساتھ اس کا نکاح پہلے ہوا تھا، حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ دیا کہ عبیداللہ کے ساتھ ہونے والا نکاح درست اور دوسرا باطل ہے۔ [۱۰۳]

ھ) نکاح میں ولی عصبات ہیں ٹھیک اسی ترتیب سے جس ترتیب سے یہ ترکہ کے وارث ہوتے ہیں معاویہ بن سوید کہتے ہیں: ”میں نے اپنے والد کی کتاب میں حضرت علیؓ کا یہ قول دیکھا ہے کہ جب عورتیں بلوغت کو پہنچ جائیں تو عصبات زیادہ حقدار ہوتے ہیں۔ [۱۰۴] (یعنی ان عورتوں کے نکاح کرانے کا عصبات کو سب سے زیادہ حق پہنچتا ہے۔ مترجم) الا یہ کہ سب سے قریبی رشتہ دار کافر ہو یا اس کا تصرف کسی وجہ سے جائز نہ ہو تو ایسی صورت میں ولایت اس کے بعد کے آنے والے رشتہ دار کو منتقل ہو جائے گی، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ”ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ نے بھائی کا کرایا ہوا نکاح جائز کر دیا اور باپ کے کرائے ہوئے نکاح کو رد کر دیا کیونکہ باپ عیسائی تھا۔ [۱۰۵]

ل ۴) عقد نکاح کس کے ہاتھوں سرانجام پائے: عقد نکاح کی انجام دہی عورت نہیں کرے گی کیونکہ وہ مردوں کی مجلسوں سے دور رہتی ہے، چاہے وہ یہ نکاح خود اپنا کرا رہی ہو، یا کسی اور عورت کی کارپرداز بن کر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”عورت نہ تو خطبہ میں

حاضر ہو گی اور نہ ہی کسی کا نکاح کرائے گی" [۱۰۶]

ج) شہود یعنی گواہ : نکاح کی صحت کے لئے گواہی کا ہونا شرط ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "کوئی نکاح گواہوں کے بغیر نہیں ہو سکتا" [۱۰۷] اس میں عورت کی گواہی نہیں چلتی ہے (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ د، مسئلہ ۱)

د) عقد نکاح میں شرطیں : زوجین میں سے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ عقد نکاح میں ایسی شرط یا شرطیں رکھے جو شریعت کے خلاف ہوں، اگر کسی نے کوئی ایسی شرط لگائی تو عقد صحیح ہو جائے گا اور شرط لغو یعنی بے کار ہو جائے گی۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اسے گھر دینے کی شرط لگائی اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسے اس کے شہر سے باہر نہ لے جانے کی شرط لگائی۔ حضرت علیؓ نے جب اس شرط کے متعلق سنا تو آپ نے فرمایا: "اللہ نے اس کی شرط سے پہلے شرط لگا دی ہے" آپ نے اس شرط کو بے کار قرار دیا۔[۱۰۸] آپ کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف تھا: (أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ الطّلاق۔ ۶ : انہیں بھی اپنی حیثیت کے مطابق رہنے کو مکان دو جہاں تم رہتے ہو)

ایک عورت نے ایک مرد سے ان شرطوں پر نکاح کیا کہ مہر کی رقم عورت کے ذمہ ہو گی اور عورت کے ہاتھ میں علیحدگی اور ہم بستری کا اختیار ہو گا، حضرت علیؓ کو جب پتہ چلا تو آپ نے مرد سے کہا: "تو نے سنت کی مخالفت کی، اور معاملہ اس کے ہاتھوں میں دے دیا جو اس کی اہل نہیں، عورت کا مہر تیرے ذمہ ہے اور علیحدگی اور ہم بستری بھی تیرے اختیار کی بات ہے۔ یہی سنت ہے" [۱۰۹]

اگر دونوں نے عقد زواج کے خاتمہ اور علیحدگی کے لئے متعین مدت کی شرط لگائی تو اس کے لئے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۷، جز۔ د)

۶۔ نکاح میں مہر:

الف) نکاح میں مہر کی فرضیت : ہر ہم بستری سے یا تو حد لازم ہوتی ہے یا مہر۔ اگر یہ ہم بستری جائز ہو یا کسی شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ ب، ج، د، ھ) تو مہر کا وجوب ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "کوئی فرج مہر کے بغیر حلال نہیں" [۱۱۰] مہر کے وجوب پر عقد نکاح کے صحیح یا فاسد ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ نے ایک مقدمہ کا جس میں ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی، پھر عدت گذرنے سے پہلے

اس سے رجوع کر لیا تھا اور اس پر گواہ بھی بنا لئے تھے لیکن عورت اس بات سے بے خبر تھی، جس کی وجہ سے اس نے دوسرا نکاح کر لیا تھا اور ہم بستری بھی ہو گئی تھی، یہ فیصلہ دیا تھا کہ عورت کو اس کے دوسرے شوہر سے علیحدہ کر کے پہلے شوہر کے پاس بھیج دیا جائے لیکن دوسرے شوہر پر مہر کی رقم واجب کر دی تھی کیونکہ اس نے اس سے ہم بستری کی تھی۔ [۱۱۱] (دیکھئے لفظ عدۃ، فقرہ ۵، جزء ج) اسی طرح آپ نے اس شخص کے متعلق جس نے اپنی مطلقہ بیوی کی بہن سے شادی کر لی تھی جبکہ ابھی پہلی کی عدت کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی، یہ فیصلہ دیا تھا کہ دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے اور دوسری کو مہر کی رقم دینے کا حکم دیا تھا اس لئے کہ اس مرد نے اس کے ساتھ ہم بستری کی تھی۔ [۱۱۲] نکاح فاسد میں مہر کی رقم واجب کرنے کے متعلق حضرت علیؓ کے بہت سے فیصلے ہیں:

ب) مہر کی بھاری رقمیں: مہر دراصل عورت کی تکریم کی علامت ہوتی ہے اور اس میں بھاری رقمیں لگانا بہت بڑی خرابی کی بنیاد ہے کیونکہ اس طریق کار کے عام ہونے کی بنا پر ایک طرف تو مرد نکاح کرنے سے باز رہیں گے اور دوسری طرف عورتیں نکاح کے انتظار میں بوڑھی ہو جائیں گی نیز اس سے شوہر اور بیوی کے رشتہ داروں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف اس وجہ سے کینہ اور نفرت پھیلے گی کہ انہوں نے اس بچارے شوہر کو مصیبت میں ڈال دیا تھا، اس لئے حضرت علیؓ لوگوں کو مہر کی بھاری رقمیں مقرر کرنے سے منع فرماتے تھے، اور کہتے: "عورتوں کے مہروں کی بھاری رقمیں نہ مقرر کرو کیونکہ اس کے نتیجے میں عداوت پیدا ہو گی" [۱۱۳]

ج) مہر کی مقدار: چونکہ مہر عورت کی تکریم کی علامت ہے اس لئے اسے اتنا معمولی بھی نہ ہونا چاہئے جس سے اس کی تکریم کا کوئی احساس ہی پیدا نہ ہو۔ اسی لئے حضرت علیؓ کی رائے میں مہر کی رقم دس درہم سے کم نہیں ہونی چاہئے، آپ فرمایا کرتے: "مہر کو دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے" [۱۱۴]

مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی لونڈی یا ام ولد کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور آزادی کو اس کے لئے مہر بنا دے ایسے شخص کے لئے حضرت علیؓ کا قول ہے کہ اس سے اس کو دو اجر ملیں گے۔ [۱۱۵]

اگر زوجین مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر لیں یا مہر کے تعین کے لئے کسی ایک کو اختیار تفویض کر

دیں، تو عورت کو مہر مثل ملے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "ایک شخص کسی عورت سے اس کے فیصلے پر نکاح کر لیتا ہے تو یہ نکاح جائز ہے اور اس عورت کو مہر مثل ملے گا، نہ اس میں کمی ہوگی اور نہ زیادتی" [۱۱٦]

د) عورت کے ساتھ اگر ہم بستری ہو جائے یا خلوت صحیحہ میسر آ جائے تو وہ مقرر کردہ مہر کی پوری رقم کی حقدار ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "جب پردے لٹکا دئے جائیں اور دروازہ بند کر دیا جائے تو مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے" [۱۱۷] اسی طرح وہ شوہر کی موت کی بنا پر بھی مہر کی حقدار ہو جاتی ہے۔

اگر ہم بستری سے پہلے طلاق ہو جائے تو عورت مقرر کردہ مہر کی آدھی رقم کی حقدار ہو جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری ہے (وَإِن طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ البقرۃ۔ ۲۳۷۔ اور اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو جبکہ تم نے ان کے لئے مہر بھی مقرر کر دیا ہو تو ایسی صورت میں مقرر کردہ مہر کا نصف ان کو ملے گا) اور اگر مہر مقرر نہ ہو اور ہم بستری سے پہلے طلاق ہو جائے تو اسے متعہ یعنی کپڑے کا جوڑا ملے گا۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری ہے

لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (البقرۃ۔ ۲۳٦)

ترجمہ: تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے یا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دو، ایسی صورت میں تم انہیں متعہ دو۔ خوش حال اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے متعہ دے، یہ نیکی کرنے والوں پر ایک حق ہے۔

اگر مہر مقرر کرنے یا ہم بستری سے پہلے دونوں میں کسی ایک کی موت واقع ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث ہو گا اور عورت کو مہر کی رقم نہیں ملے گی۔ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کر لیا اور دخول سے پہلے اور مہر مقرر کرنے سے قبل اس کی وفات ہو گئی اس کے متعلق حضرت علیؓ نے فرمایا: "عورت کو مرحوم شوہر کی میراث ملے گی، وہ عدت گذارے گی اور اسے مہر نہیں دیا جائے گا" [۱۱۸]

ھ) مہر میں تاجیل (مہر کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر کرنا) عورت ہم بستری یا خلوت صحیحہ کے ساتھ مہر کی حقدار ہو جاتی ہے۔ اگر شوہر نے خلوت صحیحہ یا ہم بستری کی تاریخ

کے بعد مہر کی ادائیگی کے لئے کوئی مدت مقرر کی ہو تو مدت ساقط ہو جائے گی اور مہر کی ادائیگی لازم ہو گی۔ ایک عورت نے ایک مرد سے نکاح کر لیا، مرد نے مہر کی رقم مقرر کر دی لیکن اس کی ادائیگی کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا۔ وہ عورت حضرت علیؓ کے پاس آئی۔ آپ نے شوہر سے فرمایا: "اس کے مہر کی ادائیگی کے لئے تمہارے واسطے کوئی مقررہ وقت نہیں، تم نے جب اس سے ہم بستری کر لی تو مہر پر اس کا حق ثابت ہو گیا، اب اس کا حق اسے دے دو" [۱۱۹] آپ کا یہ بھی قول ہے: "عورتوں کے متعلق کوئی وعدہ نہیں، جب شوہر اس سے ہم بستری کر لے تو اس پر اس کا مہر واجب ہو جائے گا" [۱۲۰]

۷۔ نکاح کی قسمیں:

نکاح کی چار قسمیں ہیں:

الف) عقد یا ملک کے شرعی طریقے کے بغیر ہونے والا نکاح، فرج زنا کہلاتا ہے (دیکھئے لفظ زنا)

ب) حلالہ کرنے والے کا نکاح، جس میں تین طلاق پانے والی مطلقہ کو اس کے شوہر کے لئے حلال کرنا مقصود ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۶) اور (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، گیارہویں قسم) اور (لفظ زنا، فقرہ ۲، جز۔ د، مسئلہ ۳)

ج) آج کل کے دور میں لوگوں کا نکاح کرنا: اس پر ہم نے شرح و بسط کے ساتھ لفظ نکاح میں گفتگو کی ہے۔

د) نکاح متعہ: ابن حزم نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ سے نکاح متعہ کی حرمت کے بارے میں روایات مختلف ہیں، [۱۲۱] لیکن حق بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نکاح متعہ کی تحریم پر آخر تک قائم رہے، اگرچہ اس تحریم کے سبب کے متعلق آپ سے روایات مختلف ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی متابعت میں نکاح متعہ (ایک خاص مدت کے لئے نکاح کرنا) کی تحریم کے قائل تھے، عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں: "مجھے ایسے شخص نے جس کو میں سچا سمجھتا ہوں خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں فرمایا تھا: "اگر اس بارے میں حضرت عمرؓ یا فرمایا۔ ابن خطابؓ کی رائے پہلے سے موجود نہ ہوتی تو میں متعہ کا حکم دے دیتا۔ پھر کوئی بدبخت ہی زنا کا مرتکب ہوتا" [۱۲۲] ہم (صاحب کتاب) نہ ایسی روایات کی توثیق کی طرف مائل ہیں اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہونے کے خواہش مند۔

دوسری روایت میں جو راجح ہے: یہ مروی ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا حکم ہے جو منسوخ ہو چکا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "رمضان نے ہر روزے کو، زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو اور طلاق و عدت و میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا" [۱۲۳] خود حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس نسخ کے راوی ہیں جب آپ نے یوم خیبر کے موقع پر اس سے منع کر دیا تھا، اور اسی لئے آپ (حضرت علیؓ) ان لوگوں کو ملامت کرتے ہیں جو اس کی اجازت کے قائل ہیں۔ محمدؒ بن علی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد علیؓ بن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے فرما رہے تھے (آپ کو حضرت عبداللہؓ کے متعلق یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ متعہ کے متعلق رخصت یعنی اجازت کے قائل ہیں): "تم ایک گمراہ انسان ہو، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے متعہ سے یوم خیبر کے موقعہ پر منع فرما دیا تھا۔ اسی طرح آپ نے اس موقعہ پر پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے بھی روک دیا تھا" [۱۲۴]

## ۸۔ ازدواجی زندگی:

### الف) عورتوں کے درمیان عدل کرنا:

۱) اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ان کے درمیان انصاف کرے۔ انصاف میں خرچہ دینا، لباس اور شب باشی شامل ہے۔ جہاں تک دلی محبت اور ہم بستری کا تعلق ہے تو اس میں شوہر کے لئے اپنی بیویوں کے درمیان مساوات قائم کرنا لازم نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے اس ارشاد باری: (وَلَن تَسْتَطِيعُوٓا۟ أَن تَعْدِلُوا۟ بَيْنَ ٱلنِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ النساء۔ ۱۲۹: اگر تم چاہو بھی تو بھی عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے) کی یہ تفسیر فرمائی کہ "اس سے مراد دلی محبت اور جماع یعنی ہم بستری ہے، لیکن جہاں تک نفقہ، لباس اور شب باشی کا تعلق ہے اس میں عدل کرنا ضروری ہے" [۱۲۵]

۲) اگر کسی مرد کی ایک یا ایک سے زائد بیویاں ہوں اور ایک یا ایک سے زائد منکوحہ لونڈیاں ہوں تو اس کے لئے لازم ہے کہ لونڈی کے ہاں شب باشی کے لئے ایک دن اور آزاد بیوی کے ساتھ شب باشی کے لئے دو دن کی تخصیص کرے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "منکوحہ لونڈی کے ہوتے ہوئے اگر کسی آزاد عورت سے نکاح کر لیا جائے تو آزاد کے لئے دو دن اور لونڈی کے لئے ایک دن مخصوص ہو گا۔ [۱۲۶]

۳) اگر کسی شخص کی بیویاں اور لونڈیاں ہوں یا صرف لونڈیاں ہوں تو ان کے درمیان عدل کرنا اس پر لازم نہیں، حضرت علیؓ نے فرمایا: "بیویوں کے درمیان خرچہ، لباس اور شب باشی میں عدل کرنا ضروری ہے لیکن لونڈیوں کے لئے ان چیزوں میں کوئی حصہ نہیں" [۱۲۷]

۴) اگر بیویوں میں کوئی بیوی کسی وجہ سے تقسیم میں اپنے حصے سے دست بردار ہو جائے تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اس بارے میں شوہر پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ حضرت علیؓ سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق فتویٰ پوچھا جسے اپنے شوہر کی نفرت یا بے رخی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا. آپ نے فرمایا: "یہ عورت اگر اپنے شوہر کے پاس رہے گی تو وہ اسے طلاق دینا چاہے گا، پھر اسے اس کی جدائی گراں گذرے گی. اس لئے وہ اپنے کچھ حق سے دست بردار ہو جائے تو شوہر کا اس کے متعلق رویہ خوشگوار ہو سکتا ہے۔ اور اگر باری کے دنوں میں سے کچھ چھوڑ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں" [۱۲۸]

ب) بیوی سے عزل کرنا (دیکھئے لفظ عزل)

ج) بیوی کے ساتھ عمل لوط کرنا (دیکھئے لفظ لواطہ)

د) گھر کی خدمت اور دیکھ بھال: یہ بات مشہور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے گھر کے کام کاج میں انتہائی تھکاوٹ کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) گھر کی خدمت اور کام کاج کریں گی اور علی (رضی اللہ عنہ) گھر سے باہر دوڑ دھوپ اور کام کاج کریں گے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فیصلہ دیا تھا کہ فاطمہؓ گھر کا کام کاج کریں گی اور علیؓ گھر سے باہر کی خدمت سرانجام دیں گے۔ [۱۲۹]

ھ) عورت کے ذاتی معیار کو بلند کرنا: شوہر پر لازم ہے کہ وہ تعلیم، ادب و آداب، عمدہ اخلاق کی تخم ریزی اور ایمان کی آبیاری کے ذریعہ اپنی بیوی کے ذاتی معیار کو بلند کرنے کے لئے کام کرے. سورۃ التحریم میں ارشاد باری ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا التحریم۔۶: اے ایمان والو، اپنی جانوں اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) حضرت علیؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "انہیں علم پڑھاؤ اور ادب سکھاؤ" [۱۳۰]

و) زوجین کے درمیان ناچاقی کی صورت میں تحکیم: جب عورت اپنے شوہر کے خلاف سرکشی پر اتر آئے یا معروف میں اس کی فرماں برداری ترک کر دے تو شوہر اس کی اس طریقے سے

تادیب کرے جو طریقہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ النساء ۳۴-۳۵۔

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو، پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لئے بہانے تلاش نہ کرو...... اور اگر تم لوگوں کو کہیں میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کر لو۔ وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔ اللہ سب کچھ جانتا اور باخبر ہے۔

یہ دونوں حکم ایسے ہوں کہ ان کو زوجین میں صلح کرانے اور اتفاق پیدا کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہو، اگر انہیں صلح کرانے میں بھلائی نظر آتی ہو، اسی طرح ان میں زوجین کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینے کی بھی پوری صلاحیت ہو، اگر انہیں علیحدگی میں بھلائی نظر آئے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شوہر اور بیوی لوگوں کی ایک جماعت کو لے کر آئے، دونوں طرف سے حکم مقرر کر دئے گئے، آپ نے حکمین سے فرمایا: "تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری کیا ذمہ داری ہے، اگر تمہیں ان دونوں کی علیحدگی میں بھلائی نظر آئے تو انہیں علیحدہ کر دو اور اگر تمہاری رائے ان دونوں کو اکٹھا کرنے کی ہو جائے تو ان دونوں کو اکٹھا کر دو"، عورت کہنے لگی: "میں تو اللہ کی کتاب کے فیصلے پر جس قدر میرے حق میں اور جتنا میرے خلاف ہے، راضی ہوں" شوہر کہنے لگا: "اگر علیحدگی کی بات ہے تو پھر منظور نہیں" اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا: "تو نے جھوٹ کہا۔ بخدا تو یہاں سے قدم بھی نہیں ہٹا سکتا جب تک اسی طرح اقرار نہ کرے جس طرح تیری بیوی نے اقرار کیا ہے" [۱۳۱] (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۶)

۹۔ بیوی کا اپنے شوہر کی بات نہ ماننا اور اس سلسلے میں گواہوں کی گواہی (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۳)

۱۰۔ نکاح پر مرتب ہونے والے نتائج:

الف) زوجین میں سے ایک کی موت کی صورت میں وراثت کا مسئلہ (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴،

جز۔ ب، مسئلہ ۱)

ب) بیوی پر خرچ کرنا (دیکھئے لفظ نفقہ، فقرہ ۳)

ج) بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کا ثبوت (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱، جز۔ الف)

۱۱۔ ازدواجی بندھن کا ٹوٹ جانا (دیکھئے لفظ طلاق)

## نکول : انکار

اگر مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے، تو قاضی اس انکار پر اپنا فیصلہ نہیں دے گا، بلکہ مدعی کو قسم اٹھانے کے لئے کہے گا (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جز۔ د، مسئلہ ۳) اور (لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جز۔ ج)

## نوم : نیند

۱۔ عشاء کی نماز سے پہلے سو جانا :

انسان کے لئے عشاء کی نماز سے پہلے ایسی نیند سو جانا مکروہ ہے جس میں وقت کا ایک بڑا حصہ صرف ہو جائے لیکن اگر ذرا سی دیر کے لئے کمر سیدھی کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عشاء سے پہلے کمر سیدھی کر لیتے تھے۔ [۱۳۲] عبدالرزاق نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عشاء سے پہلے کھانا کھا کر کپڑے بدلے بغیر پورے کپڑوں کے ساتھ لیٹ جاتے۔ [۱۳۳]

۲۔ سونے والے کے تصرفات :

نیند میں غافل انسان کے تمام تصرفات قولی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے ایسی حالت میں اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس کا ارتداد ثابت نہیں ہوتا اور اس کے کئے ہوئے عقود درست نہیں ہوتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نیند میں مدہوش انسان مرفوع القلم ہے۔ جب تک بیدار نہ ہو جائے" [۱۳۴] لیکن اس کے ایسے عملی تصرفات جن سے لوگوں کے جان و مال کو نقصان پہنچے، ان کا تاوان اسے بھرنا پڑے گا۔

نیند کی وجہ سے وضو کا ٹوٹ جانا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲، جز۔ ب)

جنبی کا سونے کے لئے وضو کرنا (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۴)

مسجد میں سو جانا (دیکھئے لفظ مسجد، فقرہ ۵، جز۔ د)

## نیاحہ : نوحہ کرنا

### ۱۔ اس کی حرمت :

حضرت علیؓ نے فرمایا: "بد ترین گھر وہ ہے جو فسق و فجور اور نوحہ گری کی وجہ سے ہی معروف ہو" [۱۳۵]

### ۲۔ نوحہ گری کے لئے کرایہ پر لینا (دیکھئے لفظ اجارہ، فقرہ ۲، جز۔ ب، مسئلہ ۲)

## نیہ : نیت

### ۱۔ تعریف :

دل کا کسی کام کے کرنے کے لئے پکا ارادہ کرنا نیت ہے۔

### ۲۔ نیت کے احکامات :

الف) عبادات کی صحت کے لئے نیت کی شرط (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۷) اور (حج، فقرہ ۴) اور (وضو، فقرہ ۲، جز۔ الف)

ب) طلاق کے الفاظ زبان سے ادا کرنے میں نیت کا کردار (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۵، ۶، جز۔ ب)

# حرف النون

## - ن -

۱۔ کنز العمال ۲۷۲۵۲، المغنی جلد اول ص ۱۵۹
۲۔ ابن ابی شیبہ جلد ول ص ۲۶، المحلی جلد اول ص ۱۴۵، المغنی جلد اول ص ۳۹
۳۔ الروض النضیر جلد اول ص ۲۹۲
۴۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۳۲
۵۔ الروض النضیر جلد اول ص ۳۵۷
۶۔ المجموع جلد اول ص ۲۲۷
۷۔ المجموع جلد اول ص ۲۷۴ اور ۳۰۵، المحلی جلد اول ص ۱۴۲، کنز العمال ۲۷۲۹۶، المغنی جلد اول ص ۷۵
۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷ب
۹۔ المغنی جلد اول ص ۸۴
۱۰۔ الاستذکار جلد اول ص ۲۰۸، کنز العمال ۲۷۵۲۷، الروض النضیر جلد اول ص ۲۵۳
۱۱۔ المحلی جلد اول ص ۱۱۸
۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۱، کنز العمال ۲۷۴۹۹، المغنی جلد دوم ص ۹۶
۱۳۔ سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۳۴
۱۴۔ مصنف عبدالرزاق جلد اول ص ۳۸۱، سنن بیہقی جلد دوم ص ۴۱۵، المحلی جلد اول ص ۱۰۲، نیل الاوطار جلد اول ص ۵۹، المجموع جلد دوم ص ۵۹۷، المغنی جلد دوم ص ۹۱، کنز العمال ۲۷۲۶۱
۱۵۔ المحلی جلد اول ص ۱۴۲، کنز العمال ۲۷۲۹۶، المجموع جلد اول ص ۲۷۴
۱۶۔ الروض النضیر جلد چہارم ص ۱۷۲
۱۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۱، المغنی جلد دوم ص ۷۷
۱۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹۴ب، المغنی جلد اول ص ۶۸
۱۹۔ الروض النضیر جلد اول ص ۲۸۹
۲۰۔ کنز العمال ۲۷۲۴۶
۲۱۔ المغنی جلد ششم ص ۵۳۵
۲۲۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴
۲۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۰ب
۲۴۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۵۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۵۹ اور ۱۷۲، سنن بیہقی جلد اول ص ۸۱، الام جلد ہفتم ص

۱۷۱، المحلی جلد ہفتم ص ۲۶۶، مسند زید جلد سوم ص ۲۸۵

۲۵۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۴۸۸

۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۶ ب

۲۷۔ متفق علیہ

۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۷ ب، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۶۰، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۸، کنزا لعمال ۱۵۳۴۱، المغنی جلد پنجم ص ۷۰۵، نیل الاوطار جلد ششم ص ۲۱۲، الخطابی علی سنن ابی داؤد جلد سوم ص ۲۷۶

۲۹۔ اخبار القضاۃ لوکیع جلد اول ص ۶۱، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۵۹، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۶۷، کنزا لعمال ۱۵۳۶۵

۳۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۱

۳۱۔ البحرالزخار جلد اول ص ۱۴۶، المجموع جلد دوم ص ۵۳۷

۳۲۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۴۳۲، المغنی جلد اول ص ۳۴۷

۳۳۔ المجموع جلد دوم ص ۵۳۷، البحرالزخار جلد اول ص ۱۴۶

۳۴۔ ابن اکثیر نے آیت (وعلی الوارث مثل ذلک) کی تفسیر میں کہا ہے کہ اقارب پر ایک دوسرے کے نفقہ کا وجوب حضرت عمرؓ اور جمہور سلف سے مروی ہے۔

۳۵۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۲۶

۳۶۔ خراج ابی یوسف ص ۱۷۹، اس کی شرح فقہ الملوک جلد دوم ص ۲۴۰

۳۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۵ ب

۳۸۔ مسند زید جلد اول ص ۲۸۷

۳۹۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۴۶۹

۴۰۔ المغنی جلد ہفتم ص ۵۷۳

۴۱۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۳۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۳، المحلی جلد دہم ص ۲۹۰، کنزالعمال ۲۸۰۱۶ الام جلد ہفتم ص ۱۷۲

۴۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۵، المغنی جلد ہفتم ص ۶۰۶، کنزا لعمال ۲۷۹۶۶

۴۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۷۶

۴۴۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۸

۴۵۔ تفسیر ابن کثیر، اس آیت (وعلی الوارث مثل ذلک) کی تفسیر کے تحت

۴۶۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۶۲، المغنی جلد ششم ص ۴۸۷

۴۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۷، عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۶۲، المغنی جلد ششم ص ۵۵۴ اور ۴۸۷

۴۸۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۶۲

۴۹۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۶۴

۵۰۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۵۶

۵۱۔ المحلی جلد نہم ص ۴۷۸، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۵۶

۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۳۲، عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۵۳

۵۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵۲

۵۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۴۸، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۷۴، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۹، ۲۱۸ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۵۸، المحلی جلد نہم ص ۴۴۴، المغنی جلد ششم ص ۵۴۰

۵۵۔ المغنی جلد ہفتم ص ۱۱۷، الام جلد ہفتم ص ۱۷۳

۵۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۳۳

۵۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۲

۵۸۔ المغنی جلد ششم ص ۵۶۹

۵۹۔ المحلی جلد نہم ص ۵۲۸

۶۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۳۳، المغنی جلد ششم ص ۵۷۰

۶۱۔ المغنی جلد ششم ص ۵۶۹

۶۲۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۷۸، المحلی جلد نہم ص ۵۲۹، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۴۷۰، ابن کثیر نے اس روایت کی نسبت ابن ابی حاتم کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ اس کی سند قوی ہے۔

۶۳۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۷۹، المحلی جلد نہم ص ۵۳۰

۶۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۲۱۹

۶۵۔ آثار ابی یوسف رقم ۵۹۷

۶۶۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۱۹، المحلی جلد دہم ص ۲۹، المغنی جلد ششم ص ۵۴۳، مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۵

۶۷۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۱۶۵

۶۸۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۰۵

۶۹۔ المبسوط جلد ششم ص ۲۰۲

۷۰۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۱۸، المحلی جلد دہم ص ۲۹، مسند زید جلد چہارم ص ۴۲۵، المغنی جلد ششم ص ۵۴۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۸

۷۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۸

۷۲۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۳۹

۷۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵۹

۷۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۸۴ اور جلد ہفتم ص ۱۸۸، شرح السیر الکبیر للسرخسی جلد اول ص ۱۴۸

٧٥۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۷۲، الرد علی الاوزاعی ص ۱۲۶، مسند زید جلد چہارم ص ۲۵۹، المغنی جلد ہشتم ص ۵۱۷
٧٦۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۹ب، مسند زید جلد چہارم ص ۲۴۳، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۷۵
٧٧۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۲۷
٧٨۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۴۸
٧٩۔ المحلی جلد نہم ص ۴۷۸
٨٠۔ المغنی جلد ششم ص ٦۴٦
٨١۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۰۳
٨٢۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۲۹
٨٣۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۲٦
٨٤۔ المحلی جلد نہم ص ۴۴۲
٨٥۔ المغنی جلد ششم ص ۵۹۹، عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲٦۵
٨٦۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱٦۸
٨٧۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۳ب، مسند زید جلد چہارم ص ۳۰۴
٨٨۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۹ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۱۹، الام جلد ہفتم ص ۱۷۲
٨٩۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴، المغنی جلد ششم ص ۵۳۵
٩٠۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸
٩١۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸ب، المحلی جلد نہم ص ۴۷۱
٩٢۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۷ب اور ۲۰۸، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۱، المغنی جلد ششم ص ۴۵۵
٩٣۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۱، المغنی جلد ششم ص ۴۴۹، الام جلد ہفتم ص ۱۷۱
٩٤۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۹٦ اور ۱۹۷
٩٥۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۳۹
٩٦۔ المغنی جلد ششم ص ۴۷۴
٩٧۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۲، المبسوط جلد پنجم ص ۱۰، کشف الغمہ جلد دوم ص ۵۹
٩٨۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۹٦
٩٩۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۲
١٠٠۔ المحلی جلد نہم ص ۴۵۵
١٠١۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸، عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۹۷، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۲، کشف الغمہ جلد دوم ص ۵۹
١٠٢۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸ب

۱۰۳۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۳۱، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۴۱

۱۰۴۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۲۱، الام جلد ہفتم ص ۱۷۱

۱۰۵۔ المغنی جلد ششم ص ۴۶۵

۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۸

۱۰۷۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۱۱، المغنی جلد ششم ص ۴۵۰

۱۰۸۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۳۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۴ب، المحلی جلد نہم ص ۵۱۸، کشف الغمہ جلد دوم ص ۷۹

۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۷ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۵۰، مسند زید جلد ششم ص ۲۰۶

۱۱۰۔ مسند زید جلد چہارم ص ۱۹۶

۱۱۱۔ آثار ابی یوسف رقم ۵۹۷، مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۳۱۴

۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۸

۱۱۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۰۰

۱۱۴۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۷۹، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۳ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۴۰، المحلی جلد نہم ص ۴۹۴، تفسیر قرطبی جلد پنجم ص ۱۲۹، مسند زید جلد چہارم ص ۱۹۱

۱۱۵۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۷۱، المحلی جلد نہم ص ۵۰۵، کنزالعمال رقم ۲۹،۴۷ المغنی جلد ششم ص ۵۲۸

۱۱۶۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۴۰

۱۱۷۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۸۵ اور ۲۹۰، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۷ب اور ۲۱۸، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۵۵، المحلی جلد نہم ص ۴۸۳، المغنی جلد ششم ص ۴۲۷ اور جلد ہفتم ص ۴۵۱، مسند زید جلد چہارم ص ۲۴۳

۱۱۸۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۷۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۲۳، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۴۷، المغنی جلد ششم ص ۴۲۱، مسند زید جلد چہارم ص ۲۰۲

۱۱۹۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۰۱

۱۲۰۔ عبدالرزاق جلد ششم ص ۲۴۶

۱۲۱۔ المحلی جلد نہم ص ۵۲۰

۱۲۲۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۵۰۰

۱۲۳۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۵۰۵

۱۲۴۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۵۰۱، مسند زید جلد چہارم ص ۲۱۳، ۲۱۴، المغنی جلد ششم ص ۶۴۴، الام جلد ہفتم ص ۱۷۴

۱۲۵۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۸۲

۱۲۶۔ عبدالرزاق جلد ہفتم ص ۲۶۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۰۹ب، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۱۷۵، المحلی جلد دہم ص ۴۱، مسند زید جلد چہارم ص ۲۴۳

۱۲۷۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۸۲

۱۲۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۱۵، سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۲۹۷، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۵۶۳، کشف الغمہ جلد دوم ص ۸۵

۱۲۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۳۹

۱۳۰۔ المغنی جلد ہفتم ص ۴۶

۱۳۱۔ سنن بیہقی جلد ہفتم ص ۳۰۵، عبدالرزاق جلد ششم ص ۵۱۲، المحلی جلد دہم ص ۸۷، کنزالعمال ۲۷۹۵۸، المغنی جلد ہفتم ص ۴۹

۱۳۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۰۳

۱۳۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۵۶۴

۱۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۵۸

۱۳۵۔ الروض النضیر جلد سوم ص ۴۳۰

# حرف الھاء

## ھ

ھاشمہ : ایسا زخم جس سے ہڈی ٹوٹ جائے لیکن اپنی جگہ نہ چھوڑے
ھاشمہ کی تعریف اور اس میں واجب ہونے والی دیت (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۳، جز۔ ب، مسئلہ ۱، جز۔ ج ) اور (لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

ہبہ : ہبہ

۱۔ تعریف :
کسی کو اس کی زندگی میں کوئی عوض لئے بغیر اپنی کسی چیز کا مالک بنا دینا ہبہ کہلاتا ہے۔

۲۔ ہبہ کرنے والا اور ہبہ وصول کرنے والا :
الف) بادشاہ کے دیئے ہوئے انعامات یا عطیات : ہبہ کی صحت کے لئے واہب (ہبہ کرنے والا) میں تبرع (دیکھئے لفظ تبرع، فقرہ ۳) کی اہلیت کا ہونا شرط ہے۔ اس لئے امیر کے لئے اس کا جواز ہے اور وہ مال فئ میں سے ایسے مقصد کے لئے ہبہ کر سکتا ہے جس سے مسلمانوں کے مفادات کو فروغ ہو۔ اور مسلمان کے لئے امیر یا سلطان کی طرف سے عطا کردہ تحائف اور انعامات قبول کر لینا جائز ہے، لیکن سلطان سے کسی ایسی چیز کا سوال کرنا مکروہ ہے جس کے لئے سائل مجبور نہ ہو۔ تاکہ اس سے سلطان کو تنگی نہ ہو اور وہ لحاظ کرتے ہوئے ایسی چیز اٹھا کر دے دے جس پر اس کا حق بنتا نہ ہو۔ یا اسے کچھ دینے سے انکار کر دے جس سے اس کے دل میں اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "سلطان کے دیئے ہوئے انعامات کو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، وہ تمہیں مال حرام کی بہ نسبت مال حلال زیادہ دیتا ہے" نیز آپ نے فرمایا : "سلطان سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا، جو وہ دے دے اسے لے لینا، اس لئے کہ بیت المال میں حرام مال سے حلال مال زیادہ ہوتا ہے" [1]

ب) امیر المسلمین یا اس کے افراد کنبہ کو ہبہ کے طور پر کچھ دینا: کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ امیر یا اس کے کنبہ کے کسی فرد کو کوئی چیز تحفہ یا ہبہ کے طور پر دے اور نہ ہی امیر یا اس کے گھرانے کے کسی فرد کو اس قسم کی کوئی چیز قبول کرنا جائز ہے. کیونکہ لوگ غرض مند ہوتے ہیں اس لئے اس میں رشوت کا شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر امیر یا اس کے اہل خاندان میں سے کسی نے ہبہ قبول کر لیا تو ہبہ تو اس کے مالک کو واپس نہیں کیا جائے گا لیکن متعلقہ شخص سے اسے نکلوا کر بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو کسی نے ہدیہ یا تحفہ بھیجا. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹوں سے یہ ہدیہ لے کر بیت المال میں رکھوا دیا۔ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے عبداللہ بن ابی سفیان سے اس واقعے کی روایت کی ہے " عبداللہ راوی ہیں:

"سواد عراق کے ایک چودھری نے میری طرف ایک یمنی چادر کا تحفہ بھیجا اور اس قسم کا ایک تحفہ حضرت حسنؓ کی طرف بھی بھیج دیا. حضرت علی رضی اللہ عنہ مدائن میں جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے منبر پر گئے تو آپ کی نظر ہم دونوں کی چادروں پر پڑی، آپ نے مجھے اور حسنؓ و حسینؓ کو طلب کیا، اور چادروں کے متعلق دریافت فرمایا. ہم نے صحیح صورت حال عرض کر دی. آپ نے ہم سے یہ چادریں لے کر بیت المال میں رکھوا دیں" [۲]

ج) جو شخص کسی ظالم کے ظلم کو دور کر دے اسے ہبہ کرنا: جو شخص کسی کی کسی حق کے سلسلے میں مدد کرے یا اس سے کسی ظالم کے ظلم کو دور کر دے اس کے لئے اس شخص سے کوئی ہبہ یا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں رشوت کا کھلم کھلا شبہ ہے. کیونکہ حق کے لئے کسی کی مدد کرنا یا کسی سے کسی ظلم کو دور کرنا. محض اللہ کی خوشنودی کے لئے ہونا چاہئے۔ [۳]

### ۳۔ ہبہ میں دی گئی چیز:

الف) ہبہ میں دی گئی چیز کی دو میں سے ایک حالت ضرور ہو گی یا تو وہ منقولات میں سے ہو گی یا غیر منقولات میں سے۔ اگر غیر منقولات (ایسی چیزیں جنہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا) میں سے ہے تو اسے الگ کر دینے ہی سے ہبہ لازم ہو جاتا ہے. اس صورت میں منتقل کرنا یعنی اپنے قبضے میں کرنا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ [۴]

لیکن اگر ہبہ منقولات میں ہو، تو قبضہ کرنے سے ہی ہبہ لازم ہوتا ہے۔ مروزی کا کہنا

ہے: "چاروں خلفائے راشدین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہبہ اسی صورت میں مکمل ہوتا ہے جب اس پر قبضہ کر لیا جائے، یعنی اگر وہ منقولہ اشیاء میں سے ہو" [۵]

ب) ہبہ دے کر رجوع کر لینا۔ اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کو ہبہ کے طور پر کوئی چیز دے دے تو اسے اس میں اس وقت تک رجوع کا حق ہے جب تک وہ چیز موجود ہے اور جب تک اس نے اس پر کوئی بدل وغیرہ نہ لیا ہو، اگر ہبہ تلف ہو جائے یا ہبہ کرنے والے نے کوئی چیز مکافات یا بدلے یا ہبہ کے طور پر لے لی ہو تو اس کا اپنا ہبہ واپس لینے کا حق ختم ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جس شخص نے کوئی ہبہ کیا تو اسے واپس لینے کا حق ہے جب تک وہ اس پر کوئی بدلہ نہ لے لے۔ اور اللہ کے لئے جو ہبہ یا صدقہ کیا جائے اس میں رجوع کا حق نہیں" [۶]

حضرت علیؓ نے ہبہ کی واپسی کے مسئلے میں ذی (رحم رشتہ دار) اور غیر ذی رحم میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ آپ کا قول ہے: "جو شخص اپنے کسی رشتے دار کو کوئی ہبہ کرے اور اس پر اسے کوئی بدلہ نہ ملے تو وہ اپنے ہبہ کا زیادہ حقدار ہے" [۷] (یعنی وہ اپنا ہبہ واپس لے سکتا ہے۔ مترجم)

۴۔ العمری، الرقبی:

اگر کوئی شخص کسی کو تاحیات کسی چیز کے فوائد ہبہ کر دے تو یہ عمری کہلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے یہ کہتا ہے کہ فلاں شے تمہاری ہے، اگر میں تم سے پہلے مر جاؤں۔ اور میری ہے اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ ہبہ کی اس شکل کو رقبی کہتے ہیں۔

حضرت علی کے نزدیک عمری اور رقبی کے احکامات مشترک ہیں۔ آپ کا قول ہے: "عمری اور رقبی ایک جیسے ہیں" [۸] اگر عمری کی صورت میں ہبہ کرنے والا شخص شرط لگائے کہ موہوب لہ کی موت کے بعد اس ہبہ شدہ چیز کی ملکیت فلاں متعین شخص کو منتقل ہو جائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اور اس کی موت کے بعد وہ چیز اس متعین شخص کی ملکیت میں چلی جائے گی۔ ایک شخص اگر یہ کہے کہ فلاں چیز تاحین حیات تمہاری ہے، جب تمہاری وفات ہو جائے گی تو یہ فلاں کی ملکیت میں چلی جائے گی، حضرت علیؓ نے ایسے شخص کے متعلق فرمایا: "وہ اپنی شرط پر ہے" [۹] (یعنی اس کی شرط درست ہے، اور اسی کے مطابق عمل ہو گا۔ مترجم) اگر عمری کی صورت میں ہبہ کرنے والا کوئی شرط نہ لگائے بلکہ اسے مطلق رکھے، تو ہبہ حاصل کرنے والا شخص اس چیز سے تاحیات فائدہ اٹھاتا

رہے گا اور اس کی وفات کے بعد اس چیز کی ملکیت ہبہ کرنے والے کو منتقل ہو جائے گی، لیکن اگر ہبہ کرنے والا پہلے وفات پا جائے تو اس چیز کی ملکیت موہوب لہ کو منتقل ہو جائے گی تو اس وقت اس عمری کی حیثیت حضرت علیؓ کے نزدیک رقبی کی طرح ہو جائے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "عمری کی حیثیت گھریلو سامان کی ہے" [۱۰]

## ہدی: قربانی کا جانور

### ۱۔ تعریف:

حج یا عمرہ میں قربانی یا کفارہ کے طور پر حرم میں ذبح ہونے والے جانور کو ہدی کہتے ہیں۔

### ۲۔ کن صورتوں میں ہدی واجب ہے:

حج قران اور حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "قران اور تمتع کرنے والے حاجی پر ہدی ہے، اگر دونوں کو یہ میسر نہ ہو تو وہ حج کے زمانے میں تین روزے رکھیں گے، جس میں آخری روزہ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا ہو گا اور سات روزے واپس گھر آ کر رکھیں گے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھربار مسجد حرام کے قریب نہ ہوں" [۱۱] (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۳، جز۔ د) اور (لفظ حج، فقرہ ۴، جز۔ ب، مسئلہ ۲، جز۔ ج) اسی طرح ہدی اس پر بھی واجب ہے جس نے احرام یا حج کے مخالف کوئی عمل کیا ہو، جیسا کہ ہم نے حج کی بحث میں واضح کر دیا ہے (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۵، جز۔ ج) اسی طرح ہدی اس صورت میں واجب ہے جبکہ محرم کسی وجہ سے محصور ہو جائے یا اس نے ہدی کی نذر مانی ہو۔

### ۳۔ ہدی کو ذبح کرنے کا زمانہ:

ہدی کے جانور کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد ذبح کیا جائے گا (دیکھئے لفظ حج، فقرہ ۱۱، جز۔ الف) البتہ احصار (محرم کا محصور ہو جانا) کی ہدی کے لئے اس وقت کی پابندی نہیں ہے۔ اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔



### ۴۔ ہدی کے جانور کو ذبح کرنے کی جگہ:

ہدی کے جانور کو ذبح کرنے کی جگہ حرم ہے، لیکن مکہ مکرمہ کو چونکہ خون سے پاک رکھا جاتا ہے اس لئے مکہ مکرمہ سے باہر ذبح کرنا مستحب ہے اور منیٰ میں ذبح کرنا افضل ہے۔ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت کی ہے کہ (منیٰ سارے کا سارا ذبح

کرنے کی جگہ ہے) [۱۲]

۵۔ کن کن جانوروں کی بطور ہدی قربانی ہو سکتی ہے:

الف) بطور ہدی تمام چوپایوں کی قربانی ہو سکتی ہے۔ مثلاً اونٹ، گائے، بھیڑ، بکریاں وغیرہ۔ حضرت علیؓ سے ہدی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: "آٹھ جوڑے" [۱۳] اس شخص کو شک پڑ گیا، آپ نے فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: "تم نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ : المائدہ۔ ۱

ترجمہ: اے ایمان والو بندشوں کی پوری پوری پابندی کرو، تمہارے لئے مویشی کی قسم کے جانور حلال کئے گئے سوائے ان کے جو آگے چل کر تم کو بتائے جائیں گے۔

اس نے پھر اثبات میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: "یہ آیتیں بھی سنی ہیں (لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ الحج۔ ۳۴: تاکہ وہ اللہ کے نام کا ذکر ان مویشی کی قسم کے جانوروں پر کریں جو اللہ نے انہیں بطور رزق عطا کئے ہیں) (وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ۚ الانعام۔ ۱۴۲: اور مویشیوں میں سے وہ جانور بھی پیدا کئے جن سے سواری اور باربرداری کا کام لیا جاتا ہے اور بچھانے کے کام آتے ہیں) (مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا: مویشیوں میں سے کھاؤ) اس نے پھر اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: "تو نے اللہ کا یہ قول سنا ہے: مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ (: الانعام۔ ۱۴۴)

ترجمہ: بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے اور دو اونٹ کی قسم سے اور دو گائے کی قسم سے۔

اس نے اثبات میں جواب دیا، آپ نے پھر فرمایا: "تم نے یہ آیت بھی سنی ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۚ المائدہ۔ ۹۵: اے ایمان لانے والو، تم شکار کو مت قتل کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو) سے لے کر هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ المائدہ ۹۵: قربانی کا جانور جو کعبہ تک پہنچنے والا ہو) آیت تک"۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ "میں نے یہ آیت سنی ہے، میں نے ایک ہرن کو قتل کر دیا ہے، اب مجھ پر کیا عائد ہو گا؟" آپ نے فرمایا:

"ایک بکری" پھر فرمایا: "قربانی کا جانور جو کعبہ تک پہنچنے والا ہو، جیسا کہ تم نے ابھی ارشاد باری سنا" [۱۴]

ب) ہدی میں کم سے کم جانور بکری ہے۔ یہ میسر آنے والی وہ ہدی ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی آیت میں آیا ہے، حضرت علیؓ نے اس آیت (فَمَا ٱسۡتَيۡسَرَ مِنَ ٱلۡهَدۡيِۖ البقرہ۔ ۱۹۶: جو ہدی بھی میسر آئے) کی تفسیر میں فرمایا: "ایک بکری" [۱۵] اس کے علاوہ ایک گائے یا ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کر سکتا ہے [۱۶]

ج) ہدی میں ایسا جانور درست نہیں جو آفت زدہ ہو جس کا اثر اس کے گوشت پر ہوتا ہو مثلاً لنگڑاہٹ، کاناپن، وغیرہ اور اگر کوئی ایسا نقص ہو جس کا اثر اس کے گوشت پر نہ ہو تو وہ جائز ہے، مثلاً سینگ کا ٹوٹ جانا وغیرہ [۱۷]

## ۶۔ ہدی کی زیادتی:

حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ اگر ہدی کا جانور گم ہو جائے اور ہدی والا اس سے مایوس ہو کر اس کی جگہ اسی طرح کا یا اس سے بہتر ہدی خرید لے، پھر گمشدہ ہدی بھی مل جائے تو اسے چاہیے کہ دونوں کی قربانی دے دے۔ [۱۸]

اگر کوئی ہدی کا جانور خریدنے کے بعد اس کی نسل کشی کرے اور اس کا بچہ ہو جائے تو جب قربانی کا موقعہ آئے تو اصل ہدی اور اس کے بچے دونوں کی قربانی دے۔ [۱۹]

## ۷۔ ہدی لے جانے والے کا اپنے ہدی سے فائدہ اٹھانا:

الف) اگر ہدی کا جانور لے جانے والے کو اس پر سواری کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس پر سوار ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا آیا ہدی کے جانور پر سواری ہو سکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: "کوئی حرج نہیں، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا گذر پیدل چلنے والے لوگوں سے ہوتا تو آپ انہیں سوار ہونے کا حکم دیتے، پھر لوگ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہدی کے جانوروں پر سوار ہو جاتے" آپ نے پھر فرمایا: "تمہارے لئے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کی اتباع سے بڑھ کر کوئی چیز افضل نہیں" [۲۰]

ب) اگر ہدی کا جانور بچہ دے دے تو ہدی لے جانے والے کے لئے اس کا دودھ پینا درست نہ ہو گا، البتہ بچے سے جو دودھ زائد ہو وہ پی سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص ہدی کی ایک گائے لے کر آیا جس کا بچہ پیدا ہو گیا تھا، آپ نے اس سے فرمایا: "اس کا دودھ مت

پینا، البتہ اس کے بچے سے جو بچ جائے وہ پی لینا" [۲۱]

ج) جب ہدی کا جانور ذبح ہو جائے تو اگر وہ قران یا تمتع کی ہدی ہو تو اس کا گوشت قربانی کرنے والے کے لئے کھانا جائز ہے۔ حضرت علیؓ نے حج قران کرتے ہوئے جو ہدی ذبح کی تھی اس کے گوشت میں سے خود کھایا تھا اور باقیماندہ صدقہ کر دیا تھا۔ [۲۲] لیکن اگر ہدی کسی شکار کے کفارہ میں ذبح کی گئی ہو، یا نفلی ہدی ہو، یا فقراء اور مساکین کے لئے نذر مانی گئی ہو تو وہ اس سے کھا نہیں سکتا، حضرت علیؓ کا قول ہے: "شکار کے کفارہ، نذر اور فقراء کے لئے مختص ہدی کے جانور کا گوشت نہیں کھایا جائے گا" [۲۳] آپ نے فرمایا: "اگر اس نے نفلی ہدی کا گوشت کھایا تو تاوان بھرے گا" [۲۴]

۸۔ کیا ہدی کا جانور بھیجنے والا ان باتوں سے رک جائے گا جن سے احرام باندھنے والا رک جاتا ہے؟

جب کوئی شخص ہدی کی نذر مانے یا نفلی ہدی بھیج دے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ ان باتوں سے رک جائے جن سے محرم رک جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ہدی ذبح ہو جائے، مثلاً خوشبو لگانا، سر منڈانا، ناخن تراشنا [۲۵]

۹۔ ہدی کے جانور کو ذبح کرنے کی دعا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اپنی قربانی کا جانور ذبح کرتے تو قبلہ رخ ہو کر یہ پڑھتے: "میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سب سے یکسو ہو کر اور فرماں بردار بن کر، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں، بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں، اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تجھے اور تیری طرف، اے اللہ! علی کی اس قربانی کو قبول فرما" [۲۶]

## ہدیہ: تحفہ

کسی شخص کو اس کی زندگی میں محبت کی خاطر یا قرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی عوض کے بغیر کسی چیز کا مالک بنا دینا ہدیہ کہلاتا ہے۔ ہدیہ احکام کے لحاظ سے ہبہ کے ساتھ مشترک ہے (دیکھئے لفظ ہبہ)

## ہزل: مزاح

۱۔ تعریف :

ہزل اس قول کو کہتے ہیں جو ایک مکلف قصداً کہتا ہے، لیکن وہ حقیقی یا مجازی طور پر اس کے معنی کا ارادہ نہیں کرتا، یا بالفاظ دیگر، وہ اس قول پر مرتب ہونے والے اثرات و احکامات کا ارادہ نہیں کرتا۔

۲۔ تصرفات قولی میں ہزل کے اثرات :

قولی تصرفات کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم وہ ہے جس میں ہزل کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اس میں مزاحاً اپنے منہ سے بات نکالنے والا اسی طرح ہوتا ہے جس طرح سنجیدگی سے کہنے والا، یعنی دونوں کی کہی بات کے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ یہ تین تصرفات ہیں: نکاح اور طلاق، اس لئے کہ نسوانیت کے احترام کا اپنا اونچا مقام ہے، تیسرا تصرف غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کے لئے دروازہ پوری طرح کھلا رکھا جائے، حضرت علیؓ کا قول ہے: "تین باتیں ایسی ہیں کہ ان میں مزاح نہیں: نکاح، طلاق اور عتاق، ایک روایت میں عتاق کی بجائے لفظ صدقہ ہے" [۲۷] لیکن جس روایت میں لفظ عتاق ہے وہ سند کے لحاظ سے حضرت علیؓ سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ واللہ اعلم

دوسری قسم وہ ہے جس میں ہزل کا اثر ہوتا ہے۔ اس میں باقی تمام تصرفات قولی داخل ہیں مثلاً خرید و فروخت ہبہ اور اقرار وغیرہ

# حرف الها

## - ھ -

۱۔ المغنی جلد چہارم ص ۲۶۹ اور جلد ششم ص ۴۴۴، شرح السیر الکبیر جلد اول ص ۹۹

۲۔ تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمہ علی بن ابی طالب جلد سوم ص ۱۸۴ رقم ۱۲۳، ۱۲۴

۳۔ المحلی جلد نہم ص ۱۵۸

۴۔ المغنی جلد پنجم ص ۵۹۴

۵۔ المغنی جلد پنجم ص ۵۹۲

۶۔ مسند زید جلد چہارم ص ۳۵، المغنی جلد پنجم ص ۶۲۴، المحلی جلد نہم ص ۱۱۹

۷۔ مصنف عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۰۷

۸۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۹۵، المحلی جلد نہم ص ۱۶۵، المغنی جلد پنجم ص ۶۲۸

۹۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۱۹۲

۱۰۔ المحلی جلد نہم ص ۱۶۴، المغنی جلد پنجم ص ۶۲۵

۱۱۔ مسند زید جلد سوم ص ۲۴۰، المحلی جلد ہفتم ص ۱۰، المغنی جلد سوم ص ۴۶۸، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۳، الموطا جلد اول ص ۳۸۶، سنن بیہقی جلد پنجم ص ۲۴

۱۲۔ ابن ابی شیبہ جلد چہارم ص ۶۴ (مطبوعہ دار سلفیہ بمبئی۔ ہند)

۱۳۔ آٹھ جوڑوں سے مراد قرآن مجید میں مذکور آٹھ نر و مادہ جانور ہیں۔ (بھیڑ میں سے دو، بکریوں میں سے دو، اونٹوں میں سے دو اور گایوں میں دو)

۱۴۔ کنزالعمال رقم ۱۲۷۱۲

۱۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۳، تفسیر ابن کثیر (اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں)

۱۶۔ المحلی جلد ہفتم ص ۱۵۱

۱۷۔ المغنی جلد سوم ص ۵۵۴

۱۸۔ مسند زید بشرح الروض النضیر جلد سوم ص ۳۱۰

۱۹۔ المغنی جلد سوم ص ۵۳۹، مسند زید بشرح الروض النضیر جلد سوم ص ۳۱۱

۲۰۔ کنزالعمال ۱۲۷۰۸، مسند زید (بشرح الروض النضیر) جلد سوم ص ۳۱۴

۲۱۔ المغنی جلد سوم ص ۵۳۹، مسند زید (شرح الروض کے ساتھ) جلد سوم ص ۳۱۱

۲۲۔ المحلی جلد ہفتم ص ۱۴۱، مسند زید جلد سوم ص ۳۱۶

۲۳۔ المحلی جلد ہفتم ص ۲۷۱

۲۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۶۶ ب

۲۵۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۶۲ب

۲۶۔ الروض النفیر جلد سوم ص ۳۱۶

۲۷۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۱۳۴، مسند زید جلد چہارم ص ۳۹۵، المغنی جلد ششم ص ۵۳۵

# حرف الواو

## و

### وتر: طاق، وتر کی نماز

وتر کی نماز کا وقت (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۵، جز۔ ھ، مسئلہ ۲)

وتر کی نماز (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۹،)

وتر میں قنوت پڑھنا (دیکھئے لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔ الف) و (لفظ صلاۃ، فقرہ ۱۰، جز۔د)

### ودیعہ: امانت

۱۔ تعریف:

کسی دوسرے کو اپنا مال کسی عوض کے بغیر حفاظت کی غرض سے دے دینا ودیعت ہے۔

۲۔ اس کی حفاظت:

جس کے پاس کوئی ودیعت رکھی گئی ہے وہ اس کی حفاظت یا تو خود کرے یا اپنے بیوی بچوں سے کرائے یا اپنے غلام یا مزدور کو اس کی نگہبانی پر لگائے، اگر ان میں حفاظت کرنے کی اہلیت موجود ہو، کیونکہ حفاظت کی خاطر ودیعت کو اپنے ساتھ لئے لئے پھرنا اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ”جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے وہ اسے اپنی بیوی، اپنے بچے، اپنے غلام اور کرائے پر لئے ہوئے اپنے آدمی کے پاس رکھ سکتا ہے“ [۱]

۳۔ اس کا تاوان:

ودیعت امانت ہوتی ہے۔ اور امانتوں میں صرف اسی وقت تاوان بھرنا پڑتا ہے جبکہ حد سے تجاوز اور زور و زبردستی کی گئی ہو۔ اس لئے اگر ودیعت اس شخص کے ہاتھ میں تلف ہو گئی جس کے پاس یہ رکھی گئی تھی اور اس کے تلف ہونے میں اس شخص کے کسی زور و زیادتی یا کوتاہی کو دخل نہ ہو تو وہ اس کا تاوان نہیں بھرے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: ”جس شخص کے پاس امانت رکھی گئی ہے

اس پر کوئی تاوان نہیں" [۲] آپ کا یہ بھی قول ہے: "جس شخص کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے اس پر کوئی تاوان نہیں، الا یہ کہ وہ ودیعت کی حفاظت کے اصول کی خلاف ورزی کرے" [۳]

۴۔ ودیعت کی واپسی:

جس شخص کے پاس ودیعت رکھی گئی ہے وہ اس ودیعت کو صرف ودیعت رکھنے والے یا اس کے جائز ولی یا اس کے وکیل کو واپس کرے گا۔ اگر دو شخصوں نے مل کر ودیعت رکھی ہو اور یہ شرط لگا دی ہو کہ واپسی کے وقت دونوں کی موجودگی ضروری ہے تو ایسی صورت میں وہ کسی ایک کو واپس نہیں کرے گا، اگر اس نے ایسا کر لیا تو وہ ضامن ہو گا۔ ایک واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ دو شخصوں نے ایک سو دینار ایک عورت کے پاس امانت رکھوا دیئے اور اس سے کہہ دیا کہ وہ اس امانت کو ہم میں سے کسی ایک کو واپس نہیں کرے گی جب تک دوسرا موجود نہ ہو، پھر دونوں ایک مدت تک غائب رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے آ کر اس سے کہا کہ میرا ساتھی ہلاک ہو گیا ہے اس لئے ودیعت مجھے واپس کر دو، چنانچہ عورت نے وہ ودیعت اسے واپس کر دی۔ اس کے بعد دوسرا آ گیا اور اس نے آ کر رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ عورت نے اس سے کہا کہ میں نے تو وہ رقم تمہارے ساتھی کو واپس کر دی ہے۔ اس نے کہا کہ واپسی کی شرط تو اس طرح نہیں تھی۔ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے۔ آپ نے اس دوسرے شخص سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ عورت خود میرے لئے ثبوت ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے اس عورت سے کہا کہ میرے خیال میں تو اب تمہیں تاوان بھرنا پڑے گا۔ عورت نے عرض کیا کہ "آپ کو خدا کا واسطہ، آپ میرا مقدمہ حضرت علیؓ کو بھیج دیجئے"۔ چنانچہ وہ عورت حضرت علیؓ کے پاس گئی اور سارا واقعہ سنایا۔ حضرت علیؓ نے اس مرد سے فرمایا: "کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ رقم ہم میں سے کسی ایک کے حوالے نہ کرنا"؟ اس شخص نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا: "تمہاری رقم ہمارے پاس ہے، شرط کے مطابق اپنے دوسرے ساتھی کو لے آؤ، دونوں کی موجودگی میں رقم تمہارے حوالے کر دی جائے گی" وہ شخص غائب ہو گیا دراصل وہ چالبازی کر رہا تھا، یہ بات جب حضرت عمرؓ تک پہنچی تو آپ نے یہ فرمایا: "اللہ مجھے ابن ابی طالبؓ (حضرت علیؓ) کے بعد زندہ نہ رکھے" [۴]

وصیہ: وصیت کرنا

۱۔ تعریف:

وصیت کسی کو کوئی عوض لئے بغیر اپنی کسی چیز کا اس شرط کے ساتھ مالک بنا دینا کہ موت کے بعد یہ چیز اس کی ملکیت میں جائے گی۔

۲۔ کن چیزوں کی وصیت ہوتی ہے:

وصیت یا تو مال کی ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی اپنے مال کی چوتھائی یا پانچویں حصے کی وصیت کر جائے یا کبھی کسی فعل کی ہوتی ہے، مثلاً اولاد کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرنا یا بعض دفعہ ترکہ کو مستحقین کے درمیان تقسیم کی نگرانی کی وصیت ہوتی ہے۔

۳۔ وصیت کرنے والا:

الف) وصیت کرنے والے کے لئے تندرست ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ مریض، طاعون میں مبتلا اور ہلاکت کے ممکنہ مقامات (مثلاً جنگی مورچہ وغیرہ) پر متعین انسان کی وصیت بھی درست ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد وصیت کی تھی جسے درست تسلیم کیا گیا تھا[۵] حضرت علیؓ بنی ہاشم کے ایک مریض کے پاس گئے، وہ شخص کوئی زیادہ مالدار نہیں تھا، اس نے وصیت کرنے کا ارادہ کیا، حضرت علیؓ نے اس کے مال کی قلت کی بنا پر نہ کہ بیماری کی وجہ سے، اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

ب) وصیت کرنے والے میں نسبتاً دولتمندی کا پایا جانا مستحب ہے۔ نسبتاً دولتمندی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے وارثین کے لحاظ سے دولت مند ہو، اگر اس کے وارثین فقراء ہوں تو اس کے لئے یہ مستحب ہو گا کہ اپنے مال میں سے اتنے کی وصیت کرے جو اس کے ورثاء کی ضروریات سے زائد ہو اور جو اس کے مال کی تہائی سے تجاوز نہ کرے، اسی وجہ سے ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے اس ہاشمی مریض کو وصیت کرنے سے روک دیا تھا کیونکہ اس کے پاس زیادہ مال نہیں تھا، آپ اس کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے، اس نے آپ سے پوچھا کہ آیا میں وصیت کر جاؤں؟ آپ نے اسے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (إِن تَرَكَ خَيْرًا البقرہ۔ ۱۸۰. اگر وہ مال چھوڑ جائے) اور تم تو تھوڑا سا مال چھوڑ کر جا رہے ہو، اس لئے اسے اپنی اولاد کے لئے رہنے دو" آپ نے اسے وصیت کرنے سے روک دیا[۶] آپ نے ایسے شخص کو بھی وصیت سے روک دیا جس کے

پاس سات سو درہم تھے۔ آپ ایک آزاد کردہ غلام کے پاس گئے تو اس نے عرض کیا کہ آیا میں وصیت نہ کر جاؤں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ( إِن تَرَكَ خَيْرًا البقرہ۔ ۱۸۰) اور تمہارے پاس زیادہ مال نہیں ہے" راوی کہتے ہیں کہ اس وقت اس کے پاس سات سو درہم تھے[۷] اسی طرح ایک شخص کو جس کے پاس چار سو دینار تھے وصیت کرنے سے منع کر دیا۔ عروہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے کہا: "ایک قریشی کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے چار سو دینار چھوڑے ہیں لیکن وصیت نہیں کی" آپ نے فرمایا: "یہ کوئی بات نہیں، اللہ نے فرمایا ہے ( إِن تَرَكَ خَيْرًا البقرہ۔۱۸۰) [۸]

۴۔ الموصی الیہ یعنی جس کے لئے وصیت کی جائے:

موصی الیہ میں مندرجہ ذیل شرطیں ہونی چاہئیں:

الف) زندگی: کسی میت کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ لیکن آیا اس کی زندگی وصیت کے وقت شرط ہے یا وصیت کرنے والے کی موت کے وقت؟ اس بارے میں حضرت علیؓ سے دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت تو یہ ہے کہ وصیت کے وقت موصی الیہ کی زندگی شرط ہے۔ اس بنا پر اگر کسی نے ایک زندہ اور ایک مردہ کے لئے وصیت کی تو زندہ کے لئے نصف وصیت جائز ہو جائے گی اور میت کے لئے دوسری نصف وصیت باطل ہو جائے گی۔ [۹] اگر کسی نے کسی زندہ کے لئے وصیت کی لیکن موصی لہ وصیت کرنے والے سے پہلے فوت ہو گیا اور وصیت کرنے والے نے وصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی تو یہ وصیت مرنے والے کے ورثاء کے لئے ہو جائے گی، حضرت علیؓ نے ایک ایسے ہی شخص کے لئے فرمایا: "یہ وصیت اب موصی لہ کے ورثاء کے لئے ہو جائے گی" [۱۰]

دوسری روایت یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کی وفات کے وقت موصی لہ کا زندہ ہونا شرط ہے۔ اس بنا پر اگر کسی نے کسی زندہ کے لئے وصیت کی لیکن موصی لہ وصیت کرنے والے سے پہلے فوت ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی نے دو زندہ انسانوں کے لئے وصیت کی اور ان میں سے ایک وصیت کرنے والے سے پہلے فوت ہو گیا تو زندہ رہ جانے والے کے لئے وصیت درست ہو گی اور مرنے والے کے حصے کی وصیت باطل ہو جائے گی۔ [۱۱]

ب) انصاف پسندی اور تصرف کی اہلیت: اگر وصیت کسی تصرف کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق ہو مثلاً بچوں کی دیکھ بھال، وصیت کئے ہوئے مال کا خرچ وغیرہ تو ایسی صورت میں جسے وصیت کی جاری ہے اس کے لئے اس تصرف کا اہل ہونا شرط ہے۔ اور وہ اس طرح کہ وہ عاقل، بالغ، انصاف پسند ہو۔ اگر وصیت کے معاملے میں عدالت یعنی انصاف پسندی کی ضرورت پڑتی ہو، نیز اس پر تصرفات کی سرکاری طور پر بندش نہ ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:
"میرے سب سے بڑے بیٹے کو میری وصیت ہے کہ (میرے قاتل ابن ملجم کو اس طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے مجھے زخمی کیا ہے) وہ اس کے پیٹ میں نیزہ نہ مارے اور نیزہ بھی اس طرح مارے کہ اس کی انی دوسری طرف نہ نکلے"

۵۔ الموصہ بہ یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے:

الف) پہلے یہ بحث گذر چکی ہے (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جز۔ ب) کہ میت کی تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد ترکہ سے وصیت کی ادائیگی ہوگی، یہاں ہمیں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ قتل غیر عمد کی وجہ سے حاصل ہونے والی دیت سے بھی وصیت کی ادائیگی ہوگی، اس لئے کہ دیت بھی میت کے ترکہ کا ایک جز ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص سفر کو نکلا اور اس نے جانے سے پہلے ایک شخص کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی، یہ شخص اسی سفر میں قتل ہوگیا، اس کا معاملہ حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس شخص کو جس کے لئے وصیت کر گیا تھا اس کے مال کا تہائی حصہ دلوایا اور اس کے قتل ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہونے والی دیت کا تہائی بھی اسے دیا۔ [۱۲]

ب) مال کی وہ مقدار جس کی وصیت کر سکتا ہے:

۱) میت کی تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد باقیماندہ مال کے تہائی حصے میں وصیت جاری ہو گی، یہی اس کی زیادہ سے زیادہ حد ہے۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے (حجۃ الوداع کے سال حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے، میں سخت بیمار تھا، میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ، بیماری سے میرا جو برا حال ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں، میں مالدار ہوں اور میری ایک بیٹی ہی میری وارث ہے، کیا میں اپنے دو تہائی مال کا صدقہ نہ کر دوں" آپ نے نفی میں جواب دیا، پھر عرض کیا: "یا رسول اللہ آدھے مال کا صدقہ کر دوں"؟ آپ نے پھر نفی میں جواب دیا۔ میں نے پھر عرض کیا:

"پھر تہائی مال کا صدقہ کر دوں" ؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، تہائی کا، اور تہائی بھی بہت ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں مفلس چھوڑ جاؤ کہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں) [۱۳] حضرت علیؓ نے فرمایا: "اس کے لئے تہائی مال ہے" [۱۴] لیکن افضل یہ ہے کہ انسان تہائی مال سے کم کی وصیت کرے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "مجھے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت چوتھائی حصے کی وصیت سے اور چوتھائی حصے کی وصیت تہائی حصے کی وصیت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ جس نے تہائی حصے کی وصیت کر دی اس نے گویا کچھ بھی نہیں چھوڑا" [۱۵] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی تھی۔ [۱۶]

۲) اگر مرنے والے نے اپنے غلاموں اور لونڈیوں کو مدبر بنا دیا (یعنی انہیں اپنی موت کے بعد آزاد ہو جانے کا اعلان کر دیا تو اس کا یہ عمل حضرت علیؓ کے نزدیک وصیت میں شمار ہو گا، اور اس کا نفاذ اس کے تہائی مال میں سے ہو گا، اگر اس نے تہائی کی وصیت کی ہو گی، اور پانچویں حصے میں سے ہو گا، اگر اس نے پانچویں حصے کی وصیت کی ہو گی (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۳)

۳) اگر اس نے اپنے مال کے ایک حصے کی وصیت کی تو یہ چھٹا حصہ ہو گا۔ اس لئے ورثاء کے لئے شریعت میں جو حصے مقرر کئے گئے ہیں ان کا چھٹا حصہ سب سے کم ہے۔ اس لئے وصیت کو بھی اسی حصے کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ [۱۷]

### ۶۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت:

عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں ایوب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت روایت کی ہے، ایوب کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ تحریر عمرو بن دینار سے حاصل کی تھی:

"یہ وہ تحریر ہے جس کے ذریعے علی بن ابی طالب نے اپنے مال کے متعلق اقرار اور فیصلہ کیا ہے۔ میں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ینبع کی جاگیر کو صدقہ کر دیا ہے تاکہ اللہ مجھے جنت میں داخل کرے، مجھ سے جہنم کی آگ ہٹا دے اور مجھے جہنم کی آگ سے دور لے جائے، یہ اللہ کے راستے میں اور اس کی رضا کی خاطر ہے، اس کی آمدنی ہر اس کام میں صرف ہو گی جو زمانہ جنگ و صلح میں اللہ کے راستے اور اس کی رضا کی خاطر کیا جائے گا، اسی طرح اسے نیکی کے کاموں میں رشتہ داروں پر، اور قریب و بعید کی صلاح و فلاح کے لئے صرف کیا جائے گا، یہ جاگیر نہ تو فروخت کی جائے

گی، نہ بطور ہبہ کسی کو دی جائے گی اور نہ ہی وراثت میں کسی کو ملے گی۔ ینبع کا سارا مال (اللہ کے راستے میں جائے گا) البتہ رباح، ابو نیزر اور جبیر۔ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ان پر کسی کا حق نہ ہو گا، یہ سب آزاد ہوں گے اس شرط کے ساتھ کہ یہ پانچ برسوں تک مال اور مویشیوں اور زمینوں کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ان کے اخراجات یہیں سے پورے کئے جائیں گے اور ان کے لئے اور ان کے اہل و عیال کے لئے اناج وغیرہ کی فراہمی بھی یہیں سے ہو گی۔ ینبع میں جو کچھ میرا ہے اس کے متعلق میرا یہ فیصلہ ہے کہ چاہے میں زندہ رہوں یا نہ رہوں، اور اس کے ساتھ اذینہ اور وہاں کے رہنے والے ہیں چاہے میں زندہ رہوں یا نہ رہوں، اس کے ساتھ، رعد اور وہاں کے رہنے والے ہیں، البتہ زریق کے لئے وہی کچھ ہے جو میں نے ابو نیزر، رباح اور جبیر کے لئے لکھ دیا ہے، نیز ینبع کی ساری آمدنی اور اسی طرح جو کچھ وادی قریٰ، اذینہ اور رعد میں ہے، ان سب کو ہر ایسی مد میں صرف کیا جائے گا جس کے ذریعے اللہ کے راستے میں اس کی رضا مندی اس دن حاصل ہو سکے جس دن بہت سے چہرے سیاہ ہوں گے اور بہت سے سفید، ان سب کو نہ فروخت کیا جائے گا، نہ ان کا ہبہ ہو گا اور نہ ہی اللہ کے سوا ان کی وراثت کسی کو ملے گی، اللہ ہی ان کو قبول کرے گا اور ان کا وارث ہو گا۔ یہ میرے اور میرے رب کے درمیان فیصلہ ہے، جس دن سے میں مسکن میں آیا چاہے میں زندہ رہوں یا نہ رہوں۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو علی نے اپنے مال کے متعلق کیا ہے۔ یہ پکا اور انمٹ فیصلہ ہے، پھر علیؓ کی اولاد اس فیصلے پر پوری دیانت داری اور اصلاح کی نیت کے ساتھ عمل پیرا ہو گی جس طرح کہ وہ خود اپنے اموال کی درستی کے لئے عمل پیرا ہوتی ہے۔ اولاد علی کی طرف سے ان چاروں گاؤں کی کھجوروں کا ایک چھوٹا سا درخت بھی فروخت نہیں کیا جائے گا جب تک کہ یہاں کی زمین کو اس کے پودے درست نہ کر دیں، اور اہل ایمان کی ازاول تا آخر کے لئے یہاں آبادی قائم نہ ہو جائے، اس لئے جو شخص بھی ان بستیوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہو گا اسے میں اللہ کا نام یاد دلا کر کہتا ہوں کہ وہ کوشش کرے، خیر خواہی کرے اور اپنی امانت کی حفاظت کرے۔ یہ علی کی تحریر ہے جب وہ مسکن میں وارد ہوا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری وصیت ہے جس میں آپ نے تحریر کیا:

"امابعد، میری لونڈیاں جن کے ساتھ میں شب باشی کرتا ہوں انیس ہیں، ان میں سے کچھ امہات اولاد یعنی بچوں والیاں ہیں جن کے ساتھ ان کے بچے بھی زندہ ہیں۔ اور بعض حاملہ ہیں، اور بعض بے اولاد ہیں، میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر اس آنے والی جنگ میں میرے ساتھ کچھ ہو جائے تو ان

لونڈیوں میں سے جو بے اولاد اور حمل سے مبرا ہیں وہ سب لوجہ اللہ آزاد ہیں، ان پر کسی کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ اور ان میں سے جو حاملہ یا صاحب اولاد ہیں انہیں ان کی اولاد کے لئے روک دیا جائے گا اور یہ اپنی اولاد کے حصوں میں آئیں گی۔ اگر ان میں سے کسی کی زندگی میں اس کی اولاد مر جائے تو پھر اس پر کسی کا حق نہیں ہو گا (یعنی وہ بھی آزاد ہو جائیں گی) میری انیس لونڈیوں کے متعلق میرا یہ فیصلہ ہے۔"

عبیداللہ بن ابی رافع اور ہیاج ابن ابی ہیاج نے بطور گواہ اس پر دستخط کئے، حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے ۱۰ر جمادی الاول ۳۹ھ کو لکھی۔ [۱۸]

## وضع : گھڑنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے احادیث وضع کرنا (دیکھئے لفظ حدیث)

## وضو : وضو

وضو کے متعلق ہم درج ذیل نکات پر بحث کریں گے:

۱۔ وضو کا ذریعہ، ۲۔ وضو کے افعال، (الف۔ نیت، ب۔ دونوں ہاتھوں کا دھونا، ج۔ کلی کرنا، د۔ ناک میں پانی ڈالنا، ھ۔ چہرہ دھونا اور ڈاڑھی کا خلال کرنا، و۔ دونوں بازوں کا دھونا، ز۔ سر کا مسح کرنا، پگڑی اور دوپٹے کا مسح کرنا، ح۔ کانوں کا مسح، ط۔ دونوں پاؤں کا دھونا، موزوں، جرابوں اور جوتوں پر مسح کرنا، ی۔ جبیرہ پر مسح کرنا، ک۔ ترتیب، ل۔ ملنا، م۔ ہر عضو کو تین دفعہ دھونا)، ۳۔ وضو توڑنے والی چیزیں۔ ۴۔ کن صورتوں میں وضو کرنا مستحب ہے۔ ۵۔ جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا

### ۱۔ وضو کا ذریعہ:

اصول تو یہی ہے کہ وضو مطلق پانی سے کیا جائے چاہے اس پانی کو تقرب الی اللہ کی خاطر پہلے استعمال کیا جا چکا ہو یا نہیں (یعنی وہ ماء مستعمل ہو یا نہ ہو) یا چاہے اس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو یا نہیں، بشرطیکہ اس پاک چیز نے اس کی رقت اور بہہ جانے کی صفت کو ختم نہ کر دیا ہو، یا چاہے کسی حلال یا حرام جانور نے اس میں سے پی لیا ہو یا نہ پیا ہو۔ ان تمام صورتوں پر بحث گزر چکی ہے (دیکھئے لفظ ماء، فقرہ ۳، ۴، ۵)

۲۔ وضو کے افعال:

الف) نیت: حضرت علیؓ کے نزدیک وضو کی صحت کے لئے نیت شرط ہے جیسا کہ یہ غسل اور تیمم کی صحت کے لئے شرط ہے۔ اس لئے نیت کے بغیر وضو درست نہیں ہو گا۔ [۱۹]

ب) برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وضو کا ارادہ کرتے تو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے ہاتھوں کو تین دفعہ دھوتے تھے [۲۰]

اگر آپ کی انگلی میں انگوٹھی ہوتی تو اسے ہلاتے تاکہ پانی اسکے نیچے تک پہنچ جائے۔ اور تاکہ وضو کے اعضاء کا کوئی حصہ ایسا نہ رہ جائے جہاں تک پانی نہ پہنچا ہو۔ حضرت علیؓ کا یہی طریق کار تھا۔ عتابؒ بن شمیر کہتے ہیں۔ "میں حضرت علیؓ کو وضو کرایا کرتا تھا۔ جب آپ وضو کرتے اپنی انگوٹھی کو ضرور حرکت دیتے" [۲۱]

ج) کلی کرنا: پھر وضو کرنے والا چلو میں پانی لیکر تین دفعہ کلی کرے گا۔ [۲۲]

د) ناک میں پانی ڈالنا اور ناک جھاڑنا: پھر ایک چلو پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے گا اور ناک جھاڑے گا، اور تین دفعہ یہ عمل کرے گا۔ [۲۳]

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی ڈال کر ناک جھاڑو اور اس طرح نتھنوں میں جو گندگی ہے وہ دور کر دو" [۲۴] ایک چلو پانی لے کر اسی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے۔ [۲۵]

ھ) چہرے کا دھونا

۱) پھر اپنا چہرہ ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں سے [۲۶] دھوئے گا اور بالوں کے کٹنے کی جگہوں تک دھوئے گا۔ [۲۷]

۲) وضو کرنے والا اپنی ڈاڑھی کا خلال کرے گا۔ [۲۸] حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے۔ آپ خلال کے ساتھ ساتھ اوپر سے اس پر پانی بھی بہاتے تھے [۲۹] آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا۔ "خلال کرو" [۳۰] یعنی اپنی ڈاڑھی کا۔ ایک دوسرے شخص کے پاس سے گزر ہوا جو وضو کر رہا تھا۔ آپ وہیں کھڑے ہو کر اس کے وضو کے عمل کو دیکھتے رہے، اس نے ڈاڑھی کا خلال نہیں کیا، یعنی ڈاڑھی کے بالوں میں انگلیاں نہیں پھیریں، تو آپ نے اس سے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا

ہے کہ ڈاڑھی کے بال اگنے سے پہلے وہ ٹھیک ٹھاک اپنے چہرے وضو کرتے وقت دھو لیتے ہیں. لیکن جب بال اگ آتے ہیں تو وضو کو ضائع کرتے ہیں" [۳۱] (یعنی بال اگ آنے کے بعد ڈاڑھی کا خلال نہیں کرتے. جس سے چہرے کا دھونا مکمل نہیں ہوتا اور وضو ناقص رہ جاتا ہے مترجم)

و) بازوؤں کا دھونا. پھر بازوؤں کو کہنیوں تک تین دفعہ دھوئے گا۔ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کرتے وقت ایسا ہی کیا تھا۔ [۳۲]

ی) سر کا مسح کرنا

۱) پھر یہ پانی لے کر ایک دفعہ [۳۳] سر کا مسح کرے گا [۳۴] اگر سر کا مسح کرنا بھول جائے اور ڈاڑھی میں کچھ تری باقی ہو تو وہی تری لے کر سر کا مسح کر لے. اس طرح بھی سر کا مسح جائز ہے [۳۵]

سارے سر کا مسح کرنا شرط نہیں۔ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کے اگلے اور پچھلے حصے کا مسح کیا۔ [۳۶] ایک دفعہ آپ نے ایک چلو پانی لیا اور اپنی چندیا پر اسے بہا دیا اور پانی وہاں سے بہہ کر نیچے آ گیا۔ [۳۷] ایک دفعہ آپ نے ایک چلو پانی لے کر سر کے کناروں پر انڈیل دیا۔ [۳۸]

۲) اگر اس کے سر پر پگڑی ہو تو اس پر اس طرح مسح کرنا جائز نہیں کہ سر کے کسی حصے پر مسح نہ ہو سکے [۳۹] ابو لبیدؒ کہتے ہیں: "میں اور حضرت علیؓ ایک خچر پر سوار تھے آپ نے تہبند پہن رکھا تھا، بدن پر چادر تھی، سر پر پگڑی تھی اور پاؤں میں جرابیں تھیں. میں نے دیکھا کہ آپ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا، آپ نے اپنی پگڑی اتار دی۔ میں نے آپ کے سر کو اپنے کف دست کی طرح صاف دیکھا، اس پر انگلیوں کی لکیروں کی طرح بال اگے ہوئے تھے۔ آپ نے سر کا مسح کیا پھر اپنے موزوں پر بھی مسح کیا۔ [۴۰]

۳) اگر عورت کے سر پر دوپٹہ ہو تو دوپٹے پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس پر مسح سر پر مسح کے قائم مقام بن جائے گا۔ اس لئے کہ اس کو دوپٹے کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سے جرابوں پر مسح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "جرابوں پر مسح ہو سکتا ہے اور جوتوں اور دوپٹے پر بھی" [۴۱]

ح) کانوں کا مسح کرنا۔ پھر اپنے کانوں کا اندر اور باہر سے مسح کرے گا۔ ایک دفعہ اپنی انگلیاں کانوں میں داخل کرے گا۔ عبد خیر کہتے ہیں: "ہم ایک دفعہ حضرت علیؓ کے ساتھ صبح کی نماز میں تھے. آپ نے ایک طشت میں پانی منگوا کر وضو کیا، پھر اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں داخل کیں، پھر ہم سے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے" [۴۲]

ط) پیروں کا دھونا:

۱) پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے گا۔ حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ [۴۳] یہ فرما کر دراصل آپ سورۃ المائدۃ میں اس ارشاد باری کی طرف اشارہ کر رہے تھے: (يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ ( سورہ المائدہ۔ ۶ ) : اے ایمان لانے والو، جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوؤ تو اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو، اور سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے طریقے کی نقل کرتے ہوئے حضرت علیؓ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ [۴۴]

رہی حضرت علیؓ سے بیہقی اور دوسروں کی وہ روایت جس میں مذکور ہے، کہ حضرت علیؓ نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر کوفہ میں ایک کھلی جگہ پر لوگوں کی ضرورت کے متعلق ہدایات جاری کرنے کیلئے بیٹھ گئے. یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ کے پاس پانی کا ایک کوزہ لایا گیا، آپ نے اس سے ایک چلو پانی لے کر اپنے چہرے، ہاتھوں، سر اور پاؤں کا مسح کر لیا. پھر کھڑے ہو کر باقی ماندہ پانی پی لیا اور فرمایا: بہت سے لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح پانی پیا تھا جس طرح ابھی میں نے پیا ہے" پھر فرمایا: کہ یہ اس شخص کا وضو ہے جسے حدث نہ لاحق ہوا ہو" [۴۵] اس روایت میں مسح سے مراد ہلکے انداز میں دھونا ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے چہرے کا بھی مسح کیا، یا یہ کہ آپ نے اس وضو سے وضوء قربت (ایسا وضو جو نماز وغیرہ عبادت کے لئے کیا جائے) کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اس سے جسم سے پانی لگا کر ٹھنڈک حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "یہ اس شخص کا وضو ہے جسے حدث لاحق نہ ہوا ہو"۔

یعنی اس وضو سے حدث زائل نہیں ہوتا، حالانکہ ہمیں شریعت میں کوئی ایسا وضو معلوم نہیں جس سے حدث زائل نہ ہوتا ہو۔ اسی لئے نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے: "تمام زمانوں اور شہروں کے تمام اہل فتویٰ فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ وضو میں دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا واجب ہے۔ اور دونوں پاؤں کا مسح کافی نہیں ہے"۔ اور دھونے کے بعد مسح واجب نہیں ہوتا، اور اس مسئلے میں کسی ایسے شخص سے اختلاف منقول نہیں جس کا اختلاف اس اجماع کے مقابلے میں قابل اعتنا ہو۔ طحاوی نے عبدالملک بن مروان سے روایت کی ہے کہ اس نے عطاء بن ابی رباح تابعی سے پوچھا کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے پاؤں پر مسح کرنے کی کوئی روایت آپ تک پہنچی ہے؟ عطاء نے نفی میں جواب دیا۔ [۴۶]

۲) موزوں پر مسح، اگر وضو کرنے والے نے موزے پہن رکھے ہوں تو آیا اس کا ان پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الف) اس کی مشروعیت: موزوں پر مسح کی مشروعیت کے متعلق حضرت علیؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ اہل تشیع کے فرقہ زیدیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے جس میں آپ نے فرمایا: "کتاب اللہ موزوں سے سبقت لے گئی" [۴۷] یعنی موزوں پر مسح کی احادیث قرآن کریم کی آیت سے منسوخ ہو گئیں اور سورۃ المائدہ کی یہ آیت ان کی ناسخ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ : المائدہ ۔ ۶

یہ لوگ ایک آزاد کردہ غلام سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کی طرف سے اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرتے سنا ہے کہ لوگو، کتاب اللہ موزوں پر مسح پر سبقت لے گئی ہے، یہ اعلان تین دفعہ ہوا۔ [۴۸] وہ لوگ ایک روایت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے آکر عرض کیا: "امیر المومنین، عمار کی عجیب بات میں نے دیکھی" حضرت عمرؓ نے پوچھا: "کون سی بات؟ تو سعدؓ نے عرض کیا: "جب میں آپ کے پاس آنے کیلئے نکلا تو میرے ساتھ اور بھی لوگ تھے، میں نے نماز کے لئے اذان دلوائی، پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، پھر نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا، تو عمارؓ صف سے باہر نکل آئے، نہ انہوں نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور نہ ہی مجھے چھوڑ دیا، بلکہ میرے پیچھے کھڑے ہو کر زور زور سے پکارنے

لگے کہ "اے سعدؓ. کیا وضو کے بغیر نماز پڑھاؤ گے؟" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا. "تم اپنی دلیل پیش کرو۔" انہوں نے کہا. "موزوں پر مسح سورۃ المائدۃ کے نزول سے پہلے مشروع تھا" حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا. "ابوالحسن، تمہاری کیا رائے ہے؟" آپ نے جواب دیا۔ میرا کہنا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موزوں پر مسح کیا تھا اور سورۃ المائدہ حضرت عائشہ ہی کے گھر میں نازل ہوئی تھی" (اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان سے پوچھ لیا جائے. مترجم) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو اس کے متعلق پیغام بھیجا. حضرت عائشہؓ نے جواب دیا. "موزوں پر مسح سورۃ المائدہ کے نزول سے پہلے تھا. اور عمرؓ سے یہ کہہ دینا کہ اگر میرے دونوں پاؤں ایڑیوں سمیت کاٹ دیئے جائیں تو یہ مجھے ان پر مسح کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہو گا" یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا. "ہم ایک عورت کی بات کو قبول نہیں کرتے" پھر فرمایا. "میں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے؟" اٹھارہ آدمیوں نے اٹھ کر گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ نے ایک تنگ آستینوں والا شامی جبہّ پہن رکھا تھا. آپ نے اپنا ہاتھ جبے کے نیچے سے نکالا اور موزوں پر مسح کیا. اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا. "ابوالحسن. اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا. "امیرالمومنین. ان سے پوچھیں کہ یہ واقعہ سورۃ المائدہ کے نزول سے پہلے پیش آیا تھا یا بعد؟" جب حضرت عمرؓ نے ان سے استفسار کیا تو سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا. اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا. "میں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا کسی مسلمان کو یہ علم ہے کہ موزوں پر مسح کی بات مائدہ کے نزول سے پہلے تھی یا بعد؟" یہ سن کر بارہ آدمی کھڑے ہوئے اور پھر وہاں موجود لوگ بٹ گئے. ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم چھوڑ دیں گے، دوسرا کہنے لگا کہ ہم نے جو دیکھا ہے اسے نہیں چھوڑیں گے" [۴۹]

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ آیت وضو اور موزوں پر مسح کی مشروعیت کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے کہ موزوں پر مسح ایک ایسی رخصت یا سہولت ہے جس کی اجازت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تاکہ اس امت سے تنگی دور کر دی جائے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت وضو نازل ہونے کے بعد موزوں پر مسح کیا کرتے تھے. حدیث صحیح میں

مروی ہے کہ حضرت جریرؓ بن عبداللہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور پھر موزوں پر مسح کیا. آپ سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ آپ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔" ابراہیم نخعیؒ نے کہا ہے: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے لئے یہ حدیث بہت خوش کن تھی کیونکہ حضرت جریرؓ سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت جریرؓ سے پوچھا: آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے سورۃ المائدہ کے نزول سے پہلے دیکھا ہے یا بعد؟" حضرت جریرؓ نے جواب میں فرمایا: "بھئی، میں تو مسلمان ہی سورہ مائدہ کے نزول کے بعد ہوا ہوں" [۵۰]

اہل سنت نے حضرت علیؓ سے موزوں پر مسح کی مشروعیت روایت کی ہے۔ امام ابو یوسف نے کتاب الآثار میں شریح بن ہانی سے روایت کی ہے، شریح کہتے ہیں: "میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ جا کر علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو تو آپ نے فرمایا کہ مسح کر لیا کرو [۵۱] ابن ابی شیبہ نے ابو لبید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا تھا، جب کہ میں آپ کے پیچھے ایک خچر پر سوار تھا، آپ نے ایک تہبند باندھ رکھا تھا۔ بدن پر چادر تھی، سر پر عمامہ تھا اور پاؤں میں موزے تھے، کہ آپ نے پہلے پیشاب کیا، پھر وضو کیا. سر سے پگڑی اتار دی، آپ کا سر میری ہتھیلی کی طرف صاف تھا، اس پر انگلیوں کی لکیروں کی طرح بال اگے ہوئے تھے، آپ نے سر کا مسح کیا اور پھر موزوں پر مسح کیا" [۵۲] حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: "ہاں موزوں پر مسح کرو، اور جوتوں اور دوپٹوں پر بھی" [۵۳]

ب) موزوں پر مسح کی کیفیت: موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو پانی سے تر کر لے، پھر موزوں کے اگلے حصے سے اس طرح شروع کرے کہ اگلے حصے سے لیکر پنڈلیوں تک انگلیوں سے لکیروں کی شکلیں بن جائیں، حضرت علیؓ کا قول ہے: "اگر دین کی بنیاد انسانی رائے پر ہوتی تو موزے کے نچلے حصے پر اوپر کے حصے کے مقابلے میں مسح کی زیادہ

ضرورت تھی لیکن میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے" ایک روایت میں ہے: "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اپنی انگلیوں سے مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے" [۵۴]

ج) مسح کی مدت: حضرت علیؓ سے منقولہ روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ مقیم ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرے گا اور مسافر تین دن اور تین راتیں[۵۵] آپ فرمایا کرتے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ جب ہم سفر پر ہوں تو موزوں پر تین دن رات مسح کریں اور جب گھر پر ہوں تو ایک دن ایک رات مسح کریں۔ [۵۶]

د) شرط مسح: موزوں پر مسح کی صحت کیلئے یہ شرط ہے کہ یہ موزے طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔ اگر حالت حدث میں موزے پہن لئے ہوں تو ان پر مسح کرنا درست نہیں ہو گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسافر کیلئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کیلئے ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرتے رہنا درست ہے بشرطیکہ جب یہ موزے پہنے گئے ہوں تو دونوں قدم پاک ہوں" (یعنی پہننے والا شخص باوضو ہو) [۵۷]

ہ) موزوں کا اتار لینا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ اگر موزے اتار لئے جائیں تو ان پر مسح ختم ہو جاتا ہے۔ عبدالرزاق نے ابوظبیان جنبی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا تھا کہ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔ اس جگہ جھاگ پیدا ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے وضو کیا اور جوتوں پر مسح کیا۔ پھر مسجد میں داخل ہو گئے۔ اور جوتے اتار کر اپنی آستین کے اندرونی حصے میں رکھ لئے۔ پھر نماز پڑھی" [۵۸] (یاد رہے کہ اس زمانے میں آستین کے اندرونی حصے میں جیبی شکل کے خانے بنے ہوتے تھے اور آج کل ہم جو کام جیبوں سے لیتے ہیں بعینہ وہی کام ان جیبی خانوں سے لیا جاتا تھا۔ مترجم)

لیکن اس روایت میں یہ احتمال ہے کہ جب آپ نے اپنے جوتوں پر مسح کیا تو اس وقت شاید آپ نے جرابیں پہن رکھی تھیں۔ اگر یہ صورت حال تھی تو جوتے اتار لینے سے موزوں پر مسح فاسد نہیں ہوا کیونکہ ان پر وہ جرابیں تھیں جن پر مسح ہوا تھا۔ واللہ اعلم

۳) جرابوں پر مسح: حضرت علی رضی اللہ عنہ جرابوں پر مسح جائز قرار دیتے اور اسے موزوں پر مسح

سمجھتے تھے[۵۹] کعب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو پیشاب کرنے کے بعد اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تھا" [۶۰]

۴) جوتوں پر مسح: آپ جوتوں پر مسح کو بھی جائز قرار دیتے۔ اور اسے موزوں پر مسح کی طرح سمجھتے تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر جوتوں پر مسح کیا اور پھر باہر جا کر ظہر کی نماز ادا کی[۶۱]

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جوتوں پر مسح کے احکامات وہی ہیں جو موزوں پر مسح کے ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

ی) جبیرہ پر مسح کرنا (ہڈی وغیرہ ٹوٹ جانے کی صورت پر اسے جوڑنے کیلئے مستقل طور پر لکڑی یا دھاتی ٹکڑا رکھ کر جو پٹی باندھی جاتی ہے اسے جبیرہ کہتے ہیں۔ مترجم)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میرے ہاتھ کا گٹا ٹوٹ گیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بندھی ہوئی پٹی پر مسح کر لو۔ [۶۲]

ک) وضو کے افعال کی ترتیب: افعال وضو کی ترتیب کے متعلق حضرت علیؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ وضو کرنے میں جلد بازی کرتے ہوئے ایک عضو کو دوسرے عضو سے پہلے دھو لیتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: "نہیں، اس وقت تک نہیں جب تک کہ اس طرح نہ کریں جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے" [۶۳]

دوسری روایت میں ہے کہ ترتیب واجب نہیں ہے۔ آپ سے منقول ہے: "جب میں اپنا وضو مکمل کر لوں تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ میں نے کس عضو سے ابتدا کی تھی" [۶۴] آپ نے اس شخص کے متعلق جو سر کا مسح کرنا بھول گیا ہو اور اس کی ڈاڑھی کے بالوں میں ابھی تری باقی ہو، فرمایا: "اس تری سے وہ سر کا مسح کر لے" [۶۵] آپ نے اسے وضو دوبارہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

ہر دائیں عضو کو پہلے دھونا ترتیب ہی میں داخل ہے: دائیں عضو کو پہلے دھونا اگرچہ مستحب ہے، لیکن اگر اسے ترک کر دیا جائے تو اس سے وضو میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "جب میں وضو کرتا ہوں تو مجھے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ دائیں سے پہلے بایاں عضو دھو لوں" [۶۶] جب آپ سے وضو میں دائیں عضو کو مقدم کرنے کے متعلق

پوچھا گیا تو آپ نے پانی کا برتن منگوا کر وضو کیا اور بائیں عضو سے ابتدا کی اور فرمایا: "اگر میں بائیں سے شروع کر لوں تو بھی مجھے کوئی پروا نہیں" [۶۷]

ل) اعضائے وضو کو وضو کرتے وقت ملنا۔ وضو میں اعضا کو ملنا شرط نہیں ہے۔ ایک شخص کے متعلق آپ سے پوچھا گیا جس کے جسم پر زخم اور چیچک وغیرہ ہو کہ وہ کس طرح وضو کرے؟ تو آپ نے فرمایا: "وہ اس پر پانی بہا دے گا" [۶۸]

م) ہر عضو کو تین دفعہ دھونا: وضو میں جن اعضا کو دھویا جاتا ہے انہیں تین دفعہ دھونا مسنون ہے۔ حضرت علیؓ نے وضو میں اعضا کو تین تین دفعہ دھو کر فرمایا: "جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھنا پسند ہو وہ میرے اس وضو کو دیکھے" ایک روایت میں ہے کہ "وضو کرنے والا مسح بھی تین دفعہ کرے جیسا کہ وہ تین تین دفعہ اپنے اعضا دھوتا ہے" [۶۹]

ن) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا: وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لینا مسنون ہے پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت علی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا نمونہ دکھاتے ہوئے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا تھا۔ [۷۰]

س) وضو ختم کرنے پر دعا۔ وضو ختم کرنے کے بعد دعا مسنون ہے۔ حضرت علیؓ جب وضو ختم کر لیتے تو آپ یہ دعا مانگتے: "اے اللہ تیری ذات پاک ہے۔ تیری تعریفوں کے ساتھ، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں، اے میرے رب مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور طہارت حاصل کرنے والوں میں سے بنا" [۷۱]

۳۔ وضو کو توڑنے والی چیزیں:

حضرت علیؓ کے نزدیک درج ذیل چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

الف) جسم سے نکلنے والی ہر نجس چیز: اس کی تفصیل درج ذیل ہے

۱) دونوں راستوں سے نکلنے والی ہر چیز مثلاً پیشاب، پاخانہ، ودی اور مذی (شہوت ہونے پر مردانہ اور زنانہ عضو تناسل سے نکلنے والے رقیق مادے کو ودی اور مذی کہتے ہیں۔ مترجم) حضرت علیؓ فرماتے ہیں: "میں نے مقدادؓ بن الاسود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ مذی نکلنے کی صورت میں کیا کیا جائے؟ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "وضو کر لو اور اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لو" [۷۲]

۲) خون اور قے اور بدن کے کسی حصے سے نکلنے والی نجس چیز[۷۳] حضرت علیؓ نے فرمایا:
"جب تم میں سے کسی کو قے آئے یا نکسیر پھوٹ جائے. تو نماز چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئے. وضو کرے اور جہاں سے نماز چھوڑی ہو وہیں سے شروع کر کے نماز پوری کر لے بشرطیکہ بات نہ کرے" [۷۴]

ب) نیند: لیٹ کر سو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کی ہے مقعد کا ڈاٹ آنکھیں ہیں۔ لہٰذا جو شخص سو جائے وہ وضو کر لے) [۷۵] جو شخص بیٹھے بیٹھے سو جائے اس پر وضو نہیں ہے۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص بیٹھے بیٹھے سو جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "اس پر وضو نہیں ہے" [۷۶]

ج) بال کٹوانا اور ناخن اتروانا: اگر کوئی شخص اپنے بال کتروائے یا ناخن اتروائے تو حضرت علیؓ کے نزدیک اس کے لئے دوبارہ وضو کرنا واجب ہے۔ آپ نے فرمایا: "جب کوئی شخص وضو کرنے کے بعد اپنا سر منڈائے یا ناخن کاٹے تو وہ وضو دوبارہ کرے گا" [۷۷]

## ۴۔ وہ کونسی چیزیں ہیں جن کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے:

الف) جنبی کے لئے کھانے، پینے اور دوبارہ ہم بستری کرنے سے پہلے وضو کر لینا مستحب ہے (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۳)

ب) صلیب اور بت وغیرہ معبودان باطل کو چھونے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے، حضرت علیؓ نے مستورد **عجلی** سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا اور نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے فرمایا: "میں تیرے خلاف اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔" مستورد نے جواب میں کہا: میں آپ کے خلاف مسیح سے مدد مانگتا ہوں۔" حضرت علیؓ نے یہ سن کر غصے سے اس کا گلا پکڑنے کی کوشش کی، گلے میں صلیب لٹک رہی تھی. آپ نے اسے کھینچ کر توڑ دیا. جب نماز پڑھنے لگے تو ایک قدم آگے بڑھا کر پھر پیچھے پلٹ آئے اور لوگوں کو بتایا کہ نماز سے پیچھے ہٹنا کسی حدث کی بنا پر نہیں ہوا لیکن چونکہ اس نجس چیز. صلیب کو ہاتھ لگ گیا تھا اس لئے دوبارہ وضو کر لینا ہی بہتر سمجھا [۷۸]

ج) غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا مستحب ہے۔ (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۳) اور غسل کے بعد (دیکھئے لفظ غسل فقرہ ۴)

۵۔ جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا

الف) شرمگاہ کو ہاتھ لگ جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا[۷۹] حضرت علیؓ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا دوں یا اپنے کان کے کنارے کو" [۸۰] ایک دفعہ فرمایا: "اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ میں اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگا دوں یا اپنی ناک کے کنارے کو" [۸۱]

ب) بیوی کو ہاتھ لگانا یا اس کا بوسہ لینا: عورت کو ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: "میرے لئے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اپنی بیوی کا منہ چوم لوں یا کسی پھول کو سونگھ لوں" [۸۲] رہی قرآن کریم کی یہ آیت (أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ یا یہ کہ تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو) تو حضرت علیؓ کے نزدیک ملامست سے مراد ہم بستری ہے آپ فرمایا کرتے: "لمس سے مراد جماع ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنایۃً یہ بات فرمائی ہے" [۸۳]

ج) آگ پر پکی ہوئی چیز مثلاً اونٹ کا گوشت وغیرہ کھانا۔ آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا چاہے وہ اونٹ کا گوشت ہو یا کچھ اور۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھا کر وضو نہیں کرتے تھے [۸۴] بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے روٹی اور گوشت تناول فرمایا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "وضو اس وقت واجب ہوتا جب بدن سے کوئی چیز نکلے۔ اگر جسم میں کوئی چیز داخل ہو جائے تو اس سے وضو واجب نہیں ہوتا" [۸۵] ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے اونٹ کا گوشت تناول کیا، پھر جا کر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ [۸۶]

وطء۔ جماع کرنا

عورت کے ساتھ وطی حرام کرنا اور اس کی سزا (دیکھئے لفظ زنا)

عورت کے ساتھ ملک کی بنا پر وطی حلال کرنا (دیکھئے لفظ تسری)

عورت کے ساتھ عقد نکاح کی بنا پر وطی حلال کرنا (دیکھئے لفظ نکاح)

شبہ کی بنیاد پر وطی کرنا (دیکھئے لفظ زنا، فقرہ ۲، جزب، ج، د، ھ)

عمل قوم لوط کی حرمت (دیکھئے لفظ لواطہ)

عورت کے دبر میں وطی کرنے کی حرمت (دیکھئے لفظ لواطہ)

عورت کی عورت کے ساتھ وطی کی حرمت (دیکھئے لفظ سحاق)
حائضہ اور نفاس والی عورت کے ساتھ وطی کرنے کی حرمت (دیکھئے لفظ حیض، فقرہ ۴، جزب) اور (لفظ نفاس، فقرہ ۲، جز۔ الف، ب)
مستحاضہ کے ساتھ وطی کا حلال ہونا (دیکھئے لفظ استحاضہ، فقرہ ۳)
ترک وطی کی قسم کھالینا (دیکھئے لفظ ایلاء)
کسی بیماری کی وجہ سے وطی سے عاجز ہو جانا (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۸، جز۔ الف، ب)
عورت کا وطی حلال سے باز رہنا (دیکھئے لفظ جنابہ فقرہ ۲)
وطی میں بیویوں کے درمیان انصاف کرنا (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۸، جز۔ الف، مسئلہ ۱)
وطی کرنے سے یا تو مہر کی رقم واجب ہو جاتی ہے یا حد واجب ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۶، جز۔ الف، د)
جنبی اگر وطی کرنا چاہے تو وضو کر لے (دیکھئے لفظ جنابہ، فقرہ ۳)
جس عورت کو شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہوں اس کے لئے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ جس دوسرے شوہر سے مطلقہ کا نکاح ہوا ہے وہ اس کے ساتھ ہم بستری بھی کرے (دیکھئے لفظ طلاق، فقرہ ۱۶،) اور (لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، صنف نمبر ۱۱)
وطی کے ذریعے رجوع ثابت ہو جانا (دیکھئے لفظ رجعہ، فقرہ ۳)
وطی کرتے وقت عزل کرنا (دیکھئے لفظ عزل)
اگر خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ وطی ہو جائے تو پھر خریدار کو کسی عیب کی بنا پر لونڈی کا سودا ختم کر کے اسے واپس کر دینے کا اختیار نہیں رہتا۔ (دیکھئے لفظ خیار، فقرہ ۳، جزب)
اگر عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا ہو اور شوہر سے ہم بستری بھی ہو گئی ہو تو نکاح کا ہم بستری کی بنا پر درست ہو جانا (دیکھئے لفظ نکاح فقرہ ۵، جزب۔ مسئلہ ۳، جزج)
وطی کی وجہ سے حج کا فاسد ہو جانا اور اس حرکت پر عائد ہونے والا کفارہ۔ (دیکھئے لفظ حج فقرہ ۵، جزب، مسئلہ ۴) اور (لفظ حج، فقرہ ۵، جزج)
وطی کی وجہ سے روزہ کا فاسد ہو جانا (دیکھئے لفظ صیام، فقرہ ۱۰)
وطی کی وجہ سے غسل واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے لفظ غسل، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۲)
وطی کی بنا پر حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۱، جزب)

## وقف : وقف کرنا

### ۱۔ تعریف

اصل کو روک کر اس کے ثمرات کو فی سبیل اللہ دے دینا وقف کہلاتا ہے۔

### ۲۔ وقف کی مشروعیت :

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو ینبع بطور جاگیر عطا کیا تھا، پھر حضرت علیؓ نے اردگرد کی کئی اور زمینیں اور چیزیں خرید کر اس میں شامل کر لی تھیں، ملازمین ینبع کے مقام پر کام کر رہے تھے کہ وہاں پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ وہ اتنا بڑا تھا جیسے اونٹ کی گردن ہو۔ حضرت علیؓ کو جب اس کی خوش خبری دی گئی تو آپ نے اس جاگیر کو فقراء و مساکین، فی سبیل اللہ، دور اور قرب کے مسافرین اور جنگ و صلح کے لئے صدقہ یعنی وقف کر دیا تاکہ اس کی جزا اس دن ملے جس دن بہت سے چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ (روز قیامت) اور تاکہ اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو ان سے دور کر دے اور انہیں جہنم کی آگ سے دور کر دے۔ [۸۷] حضرت علیؓ نے اپنے صدقہ یعنی وقف کی دستاویز میں تحریر فرمایا: "یہ وہ وصیت ہے جس کا علی ابن ابی طالب نے اپنے مال کے متعلق حکم دیا اور فیصلہ کیا۔ میں نے ینبع، وادی قری، اذینہ اور رعد کو اللہ کے راستے میں اس کی رضا کے لئے صدقہ کیا۔ اس کے ذریعے میں اللہ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی آمدنی اللہ کے راستے، اس کی رضا، جنگ و صلح، مجاہدین اور دور نزدیک کے رشتہ داروں کو فائدہ دینے والی تمام مدوں میں خرچ ہوگی۔ انہیں نہ فروخت کیا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا اور نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا، چاہے میں رہوں یا نہ رہوں، اس وقف کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کی کامیابی کا طلب گار ہوں، میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا، وہی اسے قبول کرے گا اور وہی اس کا وارث ہوگا۔ یقیناً وہی بہترین وارث ہے۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو میں نے اپنے اور اپنے رب اللہ عز و جل کے درمیان اپنے مال کے متعلق کیا ہے" [۸۸]

### ۳۔ احکام وقف :

جب کوئی شخص کوئی زمین وقف کرے گا تو وہ زمین وقف شدہ حالت میں باقی رہے گی، اس کی فروخت جائز نہیں ہوگی [۸۹] (دیکھئے لفظ بیع، فقرہ ۲، جزب، مسئلہ ۱) اگر کوئی شخص اپنی موت کے بعد کسی چیز کے وقف کرنے کی وصیت کر جائے تو وقف کا لزوم ہو جائے گا، یا اگر کوئی حاکم اس کے لزوم کا حکم دے دے تو پھر بھی اس کا لزوم ہو جائے گا۔ [۹۰]

## وکالہ : وکیل یا کارپرداز بننا

### ۱۔ تعریف

کسی شخص کو اپنی جگہ اپنی ملکیت میں کسی جائز اور معلوم تصرف کیلئے مقرر کر دینا وکالت ہے۔

### ۲۔ حدود جاری کرنے کیلئے کسی کو کارپرداز بنانا:

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو ولیدؓ بن عقبہ پر شراب خوری کی حد جاری کرنے کیلئے کارپرداز بنایا، حضرت علیؓ نے آگے اس کی ذمہ داری اپنے بیٹے حضرت حسنؓ پر ڈال دی، حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا۔ پھر آپ نے عبداللہ بن جعفرؓ کو یہ کام سپرد کر دیا۔ انہوں نے کوڑے لگائے اور حضرت علیؓ گنتی کرتے رہے۔ [۹۱]

### ۳۔ تنازعہ میں کسی کو کارپرداز بنانا:

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں: "حضرت علیؓ تنازعہ سے نفرت کرتے تھے۔ اگر آپ کا کسی سے کوئی تنازعہ ہوتا تو اپنی جگہ اپنے بھائی عقیلؓ بن ابی طالب کو بھیج دیتے۔ جب عقیلؓ بوڑھے ہو گئے تو مجھے بھیجنے لگے" [۹۲] حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس ایک تنازعہ میں عبداللہؓ بن جعفر کو اپنا وکیل بنا کر بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ "تنازعہ کی صورت میں بلا سوچے سمجھے تکرار اور جھگڑے کی کھائی میں گھس پڑنا ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر شیطان ضرور موجود ہوتا ہے۔ اسی لئے مجھے ایسی جگہ جانا ناپسند ہے" [۹۳]

### ۴۔ وکالت کے احکام:

وکیل کے تمام تصرفات جو وہ اپنی وکالت کے حدود میں رہ کر کرے گا وہ سب اصیل یعنی موکل کیلئے لازم ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر وکیل کے خلاف کوئی فیصلہ ہو گا تو وہ بھی موکل پر لازم ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے عبداللہؓ بن جعفر کو اپنا وکیل بنا کر بھیجا تو فرمادیا: "جو فیصلہ اس (عبداللہؓ بن جعفر) کے حق میں ہو گا وہ میرے حق میں ہو گا اور جو فیصلہ اس کے خلاف ہو گا وہ میرے خلاف ہو گا" [۹۴]

## ولاء : ولاء

### ۱۔ تعریف:

دو شخصوں کے درمیان قائم ہونے والے ایسے رابطے کو ولاء کہتے ہیں جس کے چند متعین نتائج بر آمد ہوں، اس کی دو قسمیں ہیں ولاعتق اور ولاء عقد

۲۔ ولاعتق (کسی کو آزادی دینے کی بنا پر پیدا ہونے والا رابطہ)

الف) ولاء عتق کس کے لئے ثابت ہوتی ہے؟

۱) ولاعتق معتق یعنی آزادی دینے والے کیلئے ثابت ہوتی ہے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، حضرت علیؓ کا قول ہے: "ولاء صرف ولی نعمت کیلئے ہے" [۹۵] (یعنی اس شخص کیلئے جس نے آزاد کیا ہو) آپ کا یہ بھی قول ہے: "عورتیں ولاء کی بنا پر صرف اس کی وارث ہوں گی جسے انہوں نے آزادی دی ہو گی یا ان کے آزاد کردہ نے آگے کسی کو آزادی دی ہو گی" [۹۶]

۲) اسی طرح یہ ولا آزادی دینے والے کے بعد اس کے مذکر ورثاء کو حاصل ہو گی، اس میں الاقرب فالاقرب (یعنی جو زیادہ قریب ہو گا وہی حصہ پائے گا) کا اصول کار فرما ہو گا۔ اس امر پر حضرت علیؓ کی رائے پختہ ہو گئی تھی۔ [۹۷] آپ کا قول ہے: ولاء آزاد کرنے والے کے صلبی بیٹے یا پوتے کو حاصل ہو گی" [۹۸] آپ نے یہ فرمایا: "ولاء اقرب کیلئے ہے" [۹۹] یعنی آپ کے قول کے مطابق ولاء اسی طرح منتقل ہو گی جس طرح کہ نسب منتقل ہوتا ہے۔ صرف وہی حقدار نہیں ہو گا جو معتق یعنی آزاد کرنے والے کا وارث ہو بلکہ یہ منتقل ہو کر اس کے سب سے قریبی رشتہ دار کو حاصل ہو جائے گی۔ [۱۰۰]

اس بنا پر حضرت علیؓ نے ولاء کی ایک صورت کا کہ جس میں مرنے والے نے اپنے پیچھے ایک حقیقی بھائی، ایک علاتی بھائی اور ایک آزاد کردہ غلام چھوڑا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ ولاء اس کے حقیقی بھائی کو منتقل کر دی اور علاتی بھائی کو محروم رکھا۔ اس لئے کہ حقیقی بھائی زیادہ قریب تھا۔ اگر حقیقی بھائی مر جاتا تو ولاء علاتی بھائی کو منتقل ہو جاتی۔ اور علاتی بھائی مر جاتا اور اپنے بیٹے چھوڑ جاتا تو ایسی صورت میں ولاء حقیقی بھائی کے بیٹوں کی طرف لوٹ آتی بشرطیکہ حقیقی بھائی کے بیٹے موجود ہوتے۔ [۱۰۱] اگر کوئی شخص دو بیٹے اور ایک آزاد کردہ غلام چھوڑ کر مر جاتا، اس کی موت کے بعد ایک بیٹا بھی مر جاتا اور اس کے بعد آزاد کردہ غلام کی بھی وفات ہو جاتی تو ولاء آزاد کرنے والے کے بیٹے کو مل جاتی کیونکہ وہی زیادہ قریب ہوتا۔ اگر دونوں بیٹے باپ کی وفات کے بعد آزاد کردہ غلام کی وفات سے پہلے مر جاتے اور ایک بیٹے کا ایک

لڑکا اور دوسرے کے نو لڑکے ہوتے۔ تو ولا ان دس بیٹوں کے درمیان مساوی طور پر منتقل ہو جاتی، ہر بیٹے کو دسواں حصہ ملتا۔ [۱۰۲]

اگر عورت مر جاتی اور اپنے پیچھے ایک بیٹا اور ایک بھائی چھوڑ جاتی، پھر اس کا آزاد کردہ غلام مر جاتا تو اس کی ولاء بیٹے کو حاصل ہوتی نہ کہ بھائی کو۔ اس لئے کہ بیٹا اقرب ہوتا۔ اگر بیٹا ماں اور آزاد کردہ غلام سے پہلے مر جاتا اور اس بیٹے کی مذکر اولاد ہوتی۔ پھر ماں مر جاتی اور اپنے پیچھے اپنی اولاد اور اپنا بھائی چھوڑ جاتی۔ پھر آزاد کردہ غلام مر جاتا، اور اپنے پیچھے اپنی مالکن کا بھائی اور اولاد چھوڑ جاتا تو ایسی صورت میں حضرت علیؓ کا قول یہ تھا کہ ولاء اس کی مالکن کے بھائی کو حاصل ہوتی کیونکہ وہی سب سے قریبی عصبہ ہوتا، لیکن حضرت علیؓ نے جلد ہی اپنی یہ رائے بدل دی تھی اور فرمایا تھا کو ولاء اس کی مالکن کے پوتوں کو ملتی نہ کہ اس کے بھائی کو [۱۰۳] آپ نے اس عورت کے متعلق جس نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا یہ فرمایا۔ ولاء اس کے بیٹے اور بیٹے کی اولاد کے لئے ہے۔ اگر اولاد میں کوئی مذکر ہو۔ اگر کوئی مذکر موجود نہ ہو تو ولاء اس مالکن کے عصبہ کو حاصل ہو گی" [۱۰۴]

۳۔ اگر غلام دو شخصوں کے درمیان مشترکہ ہوتا اور پھر ایک شریک غلام کے اپنے حصے کو آزاد کر دیتا تو اسے اسی قدر ولاء حاصل ہو جاتی جس قدر اس نے آزاد کیا تھا۔ [۱۰۵]

۴۔ ولاء کو کھینچ لینا۔ اگر باپ مملوک ہو اور ماں آزاد شدہ ہو اور اس کی اولاد بھی ہو، تو اس کے غلام شوہر سے پیدا ہونے والی اولاد کی ولاء ان لوگوں کو حاصل ہو گی جنہوں نے ان کی ماں کو آزادی دی ہو گی۔ اگر اس کے بعد باپ کو بھی آزادی مل جائے تو پھر اس کی اولاد کی ولاء باپ کو آزاد کرنے والے کو مل جائے گی۔ [۱۰۶] یعنی ولاء اس کے باپ کو آزاد کرنے والا اپنی طرف کھینچ لے گا۔

ب) ولاء کا منتقل ہو جانا۔

۱) آزاد کرنے والے کی موت پر ولاء اس کے عصبہ کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور جو زیادہ قریب ہو گا اسے ولاء حاصل ہو جائے گی جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کر دیا ہے (دیکھئے لفظ ولاء، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

۲) اسی طرح ولاء ماں کو آزاد کرنے والے کی طرف سے منتقل ہو کر باپ کو آزاد کرنے والے کو مل جائے گی (دیکھئے لفظ ولاء، فقرہ ۱، جز۔ الف، مسئلہ ۴)

۳) ولاء بیع، یعنی فروخت یا ہبہ کی وجہ سے منتقل نہیں ہوتی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ولاء

ایسی قرابت ہے جو نسب کی قرابت کی طرح ہے۔ نہ تو اسے فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا ہبہ ہو سکتا ہے" [۱۰۷] آپ نے یہ بھی فرمایا۔ ولاء حلیف یعنی معاہدہ کی طرح ہے۔ نہ تو اسے فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کا ہبہ ہو سکتا ہے۔ اسے اسی مقام پر رکھو جس مقام پر اللہ نے اسے رکھا ہے" [۱۰۸]

اوپر کی بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ولاء ورثاء کے طرف ان قواعد کے مطابق منتقل ہوتی ہے جن قواعد کے تحت ترکہ منتقل ہوتا ہے۔ ولاء کے انتقال کے اپنے خصوصی قواعد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہا گیا کہ "ولاء وراثت میں نہیں ملتی" نیز جس شخص کی طرف ولاء منتقل ہو گی اسے میراث ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کہا گیا کہ "ولاء کی میراث نہیں. البتہ اس کے ذریعے میراث ملتی ہے" [۱۰۹]

۳۔ عقد کی وجہ سے حاصل ہونی والی ولاء:

الف ) ولاء بالعقد یہ ہے کہ ایک شخص آکر دوسرے سے کہے کہ تو میرا ولی ہے. میری موت پر میرا وارث ہو گا اور اگر میں کوئی خلاف ورزی کروں گا تو اس کا جرمانہ بھی تو بھرے گا. دوسرا شخص اسے قبول کر لے۔

ولاء بالعقد حضرت علیؓ کے نزدیک مشروع ہے۔ یہ ولاء عربوں میں مشہور تھی. ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے ولاء بالعقد کرنا چاہی, آپ نے انکار کر دیا. وہ حضرت عبداللہؓ بن عباس کے پاس گیا اور آپ سے ولاء بالعقد کر لی۔ [۱۱۰]

ب ) ولاء بالعقد کی شرطیں۔ اس ولاء کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

۱ ) پہلی شرط یہ ہے کہ اس ولاء کا طلب گار مجہول النسب ہو. یعنی اس کے نسب کا کوئی پتہ نہ ہو۔

۲ ) دوسری شرط یہ ہے کہ کسی اور کے ساتھ ولاء کا تعلق نہ ہو اور نہ ہی آزادی دینے کی بنا پر حاصل ہونے ہونے والی ولاء کے ساتھ مربوط ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جس شخص نے کسی آزاد شدہ غلام کی ولاء اس غلام کو آزادی دینے والوں کی اجازت کے بغیر حاصل کر لی اس پر اللہ کی. فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کی کوئی فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی عبادت" [۱۱۱]

۳ ) چونکہ لقیط (کہیں پڑا ہو بچہ یا راہ بھول جانے والا بچہ جو کسی کو مل جائے) آزاد ہوتا ہے اور

اس کا کسی اور کے ساتھ عقد ولاء نہیں ہوتا اس لئے کسی کو اس کی ولاء حاصل نہیں ہو گی (دیکھئے لفظ لقیط فقرہ ۳)

۴۔ ولاء کے اثرات:

الف) جرم کرنے والے پر عائد شدہ دیت کی ادائیگی میں اس کی ولاء رکھنے والا بھی شامل ہو گا اس لئے کہ اسے مجرم کے عاقلہ یعنی باپ کی طرف سے رشتہ داروں میں سمجھا جائے گا۔

ب) جب ایک شخص کے ساتھ ولاء کا تعلق رکھنے والا فوت جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کی وراثت اس شخص کے لئے ثابت ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ کا قول ہے: "ولاء نسب کی ایک شاخ ہے۔ جس نے ولاء حاصل کر لی اس نے میراث حاصل کر لی" [۱۱۲] ایک روایت میں ہے کہ "ولاء غلامی کی ایک شاخ ہے" [۱۱۳] (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزب، مسئلہ ۳) اور (لفظ ارث، فقرہ ۴، جزو، مسئلہ ۲، جزب)

## ولایہ: بوجہ نسب کسی کا ولی ہونا

ولی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جس کا ولی ہو اس کے مال میں ایسا تصرف کرے جو اس کے لئے نقصان دہ ہو، مثلاً اس کا مال صدقہ کر دینا یا اس کی بیوی کو طلاق دیدینا وغیرہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک لڑکے کی بیوی کو جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، طلاق دینا جائز نہیں" [۱۱۴]

نکاح میں عورت کا ولی اور اس کی اجازت کی شرط (دیکھئے لفظ نکاح، فقرہ ۵، جزب، مسئلہ ۲، ۳، ۴)

قصاص میں ولی الدم اور سزا دلوانے میں اس کا کردار (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ الف، مسئلہ ۲، ۳)

نابالغ کے ولی کا نابالغ کی طرف سے صدقہ فطرادا کرنا (دیکھئے لفظ زکاۃ الفطر، فقرہ ۱)

قاضی کو عمومی ولایت کا حق حاصل ہونا، اور قاضی کا ٹال مٹول کرنے والے مقروض کے سامان کو فروخت کر دینا (دیکھئے لفظ دین، فقرہ ۵، جز۔ ج)

## ولد: ولد، بیٹا

نسب میں ولد باپ کے تابع ہوتا ہے (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۱) مگر ولد زنا اور لعان کرنے والے والدین کا ولد، یہ دونوں نسب میں اپنی ماں کے تابع ہوتے ہیں۔ (دیکھئے لفظ نسب، فقرہ ۳)

ولد غلامی اور آزادی میں اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے۔ (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۳، جزد) اور (لفظ استحقاق فقرہ ۲)

ولد دین میں ماں باپ میں سے اس کا تابع ہوتا ہے جو دین کے لحاظ سے اشرف ہو (دیکھئے لفظ اسلام، فقرہ ۲، جز۔ ب)

ولد اگر مذکر ہو تو اس کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزو، مسئلہ ۲) اور اگر مونث ہو تو اس کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۴، جزھ، مسئلہ ۶)

ولد کا اپنے والدین کے حق میں گواہی دینا (دیکھئے لفظ شہادۃ، فقرہ ۴، جزو، مسئلہ ۱)

ہدی کا جانور خریدنے کے بعد اگر اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو بچے کو بھی ماں کے ساتھ ذبح کرنا (دیکھئے لفظ ہدی، فقرہ ۶)

ولد کے پاس ودیعت کو حفاظت کی خاطر رکھ دینا (دیکھئے لفظ ودیعۃ، فقرہ ۲)

## ولد الزنا۔ ولد زنا

ولد زنا کی وراثت (دیکھئے لفظ ارث، فقرہ ۳، جزب)

ولد زنا کو آزاد کرنا (دیکھئے لفظ رق، فقرہ ۴، جز۔ ج، مسئلہ ۳)

ولد الملاعنہ (ایسے والدین کا ولد جن کے درمیان لعان ہوا ہو)

لعان کرنے والے والدین کے ولد کی وراثت (دیکھئے ارث، فقرہ ۳، جز۔ ب)

## ولیمہ۔ ولیمہ

دیکھئے لفظ ضیافہ

# حرف الواؤ

## - و -

۱۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵
۲۔ عبدالرزاق جلد ہشتم ص ۱۸۲
۳۔ مسند زید جلد چہارم ص ۲۵
۴۔ تذکرۃ الخواص، ابن الجوزی ص ۱۵۷
۵۔ المغنی جلد ہشتم ص ۸۵
۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۶۲، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۷ا، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۷۰، المغنی جلد ششم ص ۳، تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۲۱۴
۷۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۶۲، المحلی جلد نہم ص ۳۱۲
۸۔ المحلی جلد نہم ص ۳۲۲
۹۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۵
۱۰۔ المحلی جلد نہم ص ۳۲۲، المغنی جلد ششم ص ۲۰
۱۱۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۸
۱۲۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۹۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۷۵ب، المحلی جلد نہم ص ۳۲۱، المغنی جلد ششم ص ۱۲۳
۱۳۔ بخاری و مسلم باب الوصیہ
۱۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۵ اور ۱۷۷
۱۵۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۶۶، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۷ب، سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۷۰، المغنی جلد ششم ص ۴، مسند زید جلد پنجم ص ۱۷۱
۱۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۷۷ب، کنزالعمال ۳۰۷۲۸
۱۷۔ المغنی جلد ششم ص ۲۹
۱۸۔ مصنف عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۷۵، ۳۷۶
۱۹۔ المجموع جلد اول ص ۳۶۳، المغنی جلد اول ص ۱۱۰
۲۰۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۹، سنن بیہقی جلد اول ص ۴۷ اور ۵۱، آثار محمد بن الحسن رقم ۴، کنزالعمال ۲۶۸۹۵ اور ۲۶۹۶۷
۲۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷ب، سنن بیہقی جلد اول ص ۵۷، المجموع جلد اول ص ۴۳۶
۲۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۷، سنن بیہقی جلد اول ص ۵۰، ۵۱ اور ۷۴، آثار محمد بن الحسن رقم ۴، المغنی جلد اول ص ۱۲۰، کنزالعمال رقم ۲۶۸۹۵، عبدالرزاق جلد اول ص ۳۹

۲۳۔ سابقہ حوالہ جات
۲۴۔ المحلیٰ جلد دوم ص ۵۰
۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۷، سنن بیہقی جلد اول ص ۵۰
۲۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳، عبدالرزاق جلد اول ص ۳۹، سنن بیہقی جلد اول ص ۴۷، ۴۸ اور ۵۱، آثار الامام محمد رقم ۴، کنزالعمال ۲۶۸۹۵
۲۷۔ الاستذکار جلد اول ص ۱۶۱
۲۸۔ المحلیٰ جلد دوم ص ۳۴، نیل الاوطار جلد اول ص ۱۶۶، کنزالعمال ۲۶۹۴۸
۲۹۔ کنزالعمال ۲۶۹۵۹
۳۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳ ب
۳۱۔ مسند زید جلد اول ص ۲۰۱
۳۲۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۵۱ اور ۴۷، عبدالرزاق جلد اول ص ۳۹، آثار محمد بن الحسن رقم ۴، کنزالعمال ۲۶۸۹۵، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳ب
۳۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۷، کنزالعمال ۲۶۸۹۵، ۲۶۸۲۰
۳۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵، کنزالعمال ۲۶۹۶۷، سنن بیہقی جلد اول ص ۵۱، عبدالرزاق جلد اول ص ۸
۳۵۔ الاستذکار جلد اول ص ۲۵۳
۳۶۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۵۹
۳۷۔ آثار محمد بن الحسن رقم ۴، عبدالرزاق جلد اول ص ۸
۳۸۔ کنزالعمال ۲۶۹۶۷
۳۹۔ المجموع جلد اول ص ۴۴۸
۴۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵ب
۴۱۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۱۹۴، المحلیٰ جلد دوم ص ۶۰، کنزالعمال ۲۷۶۱۱
۴۲۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴ب اور ۷، کنزالعمال ۲۶۸۹۴، ۲۶۹۶۷
۴۳۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۷۱، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴ب
۴۴۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳ اور ۴ب، سنن بیہقی جلد اول ص ۴۷، ۶۸، عبدالرزاق جلد اول ص ۱۹، شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۱، الاستذکار جلد اول ص ۷۰، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۲۶، کنزالعمال ۲۶۸۹۵
۴۵۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۰، کنزالعمال ۲۶۹۴۹، تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۲۶
۴۶۔ شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۵
۴۷۔ مسند زید جلد اول ص ۴۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۰
۴۸۔ مسند زید جلد اول ص ۴۳۳

۴۹۔ مسند زید جلد اول ص ۴۳۲
۵۰۔ صحیح بخاری باب الصلاۃ فی الخفاف، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، النسائی باب المسح علی الخفین
۵۱۔ آثار ابی یوسف رقم ۶۷
۵۲۔ ابن ابی شیبہ جلد جلد اول ص ۵
۵۳۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۱۹۴، المحلی جلد دوم ص ۶۰، کنزالعمال ۲۷۶۱۱
۵۴۔ مسلم باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ابو داؤد باب المسح علی الخفین ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۴ب، ۲۹ب، المحلی جلد دوم ص ۱۱۱، المغنی جلد اول ص ۲۹۸، الاستذکار جلد اول ص ۲۸۵، کنزالعمال ۲۷۶۰۹، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۹۲
۵۵۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۰۳، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۹ب، الاستذکار جلد اول ص ۲۷۷، المحلی جلد دوم ص ۸۷، المغنی جلد اول ص ۲۸۶، المجموع جلد اول ص ۵۲۱
۵۶۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۷۲، ۲۸۲
۵۷۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۸۲
۵۸۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۲۰۱، المغنی جلد اول ص ۳۰۳، کنزالعمال ۲۶۸۵۶
۵۹۔ المجموع جلد اول ص ۵۴۰، المغنی جلد اول ص ۲۹۵
۶۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۳۰، عبدالرزاق جلد اول ص ۱۹۹، سنن بیہقی جلد اول ص ۲۸۵، المحلی جلد دوم ص ۸۴، کنزالعمال ۲۷۶۱۶
۶۱۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۸۷، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵ اور جلد اول ص ۳۰
۶۲۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۲۲۸، کنزالعمال ۲۷۶۹۸
۶۳۔ المغنی جلد اول ص ۳۰۷، المجموع جلد اول ص ۴۸۲
۶۴۔ معرفۃ السنن والاثار للبیہقی جلد اول ص ۳۴۸، الاستذکار جلد اول ص ۱۸۴، المحلی جلد دوم ص ۶۷، المجموع جلد اول ص ۴۸۲
۶۵۔ المغنی جلد اول ص ۳۰۶، ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۵، الاستذکار جلد اول ص ۲۵۴
۶۶۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۸۷، مسند زید جلد اول ص ۲۳۳، الاستذکار جلد اول ص ۱۶۴، کنزالعمال ۲۷۰۱۰
۶۷۔ المجموع جلد اول ص ۴۲۷
۶۸۔ مسند زید بشرح الروض جلد اول ص ۴۵۰
۶۹۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۳۸، سنن بیہقی جلد اول ص ۷۳، کنزالعمال ۲۶۹۷۱، الاستذکار جلد اول ص ۱۶۴، شرح معانی الاثار جلد اول ص ۱۲
۷۰۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۲۶، شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۰، کنزالعمال ۲۶۸۹۵
۷۱۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲ اور جلد دوم ص ۱۵۸، کنزالعمال ۲۶۸۹۶، مسند زید بشرح الروض جلد اول ص ۴۱۵

۷۲۔ صحیح بخاری فی الغسل، مسلم فی الحیض، ترمذی، نسائی، ابو داؤد اور موطا فی الطہارۃ، سنن بیہقی جلد اول ص ۱۱۵، طحاوی فی شرح معانی الاثار جلد اول ص ۲۸، ابن عبدالبر فی الاستذکار جلد اول ص ۳۰۰

۷۳۔ مسند زید بشرح الروض النضیر جلد اول ص ۳۰۲، المحلی جلد اول ص ۲۵۹، المجموع جلد دوم ص ۵۸، الاستذکار جلد اول ص ۲۸۸ اور ۲۹۱

۷۴۔ مسند زید جلد اول ص ۳۰۲، الاستذکار جلد اول ص ۲۹۳

۷۵۔ ابو داؤد، ابن ماجہ فی الطہارۃ، سنن بیہقی جلد اول ص ۱۱۸، مسند دارمی جلد اول ص ۱۸۴، مسند امام احمد جلد چہارم ص ۹۶

۷۶۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۱۳۱، الاستذکار جلد اول ص ۱۹۱

۷۷۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۹ ب، المحلی جلد اول ص ۲۶۴، مسند زید بشرح الروض النضیر جلد اول ص ۴۳۱

۷۸۔ عبدالرزاق جلد اول ص ۱۲۵، المحلی جلد اول ص ۲۶۲

۷۹۔ المجموع جلد چہارم ص ۴۳، المغنی جلد اول ص ۱۷۸، الاعتبار ص ۴۲، الاستذکار جلد اول ص ۳۱۵

۸۰۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷، عبدالرزاق جلد اول ص ۱۱۷، کشف الغمہ جلد اول ص ۵۲، مسند زید جلد اول ص ۳۱۷

۸۱۔ آثار الامام محمد بن الحسن رقم ۲۰ اور جلد اول ص ۳۶

۸۲۔ کشف الغمہ جلد اول ص ۵۲، الاستذکار جلد اول ص ۳۲۲، مسند زید جلد اول ص ۳۰۴

۸۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷، مسند زید جلد اول ص ۳۰۸

۸۴۔ الموطا جلد اول ص ۲۲، معرفۃ السنن والآثار جلد اول ص ۳۹۶، الاستذکار جلد اول ص ۲۲۶، المجموع جلد دوم ص ۶۱، المغنی جلد اول ص ۱۹۱، الاعتبار ص ۴۹، مسند زید جلد اول ص ۳۱۰

۸۵۔ سنن بیہقی جلد اول ص ۱۵۷

۸۶۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۸ ب

۸۷۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۱۶۰، المحلی جلد نہم ص ۱۸۰، المغنی جلد پنجم ص ۵۴۵

۸۸۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۸۰، عبدالرزاق جلد دہم ص ۳۷۵

۸۹۔ المغنی جلد ہفتم ص ۵۴۵

۹۰۔ حوالہ سابق

۹۱۔ المغنی جلد پنجم ص ۸۳

۹۲۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۸۱، المغنی جلد پنجم ص ۸۲، مسند زید جلد چہارم ص ۷۷

۹۳۔ المغنی جلد پنجم ص ۸۲

۹۴۔ مسند زید جلد چہارم ص ۷۷

۹۵۔ مسند زید جلد پنجم ص ۱۰۵

۹۶۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۸، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۶، مسند زید جلد پنجم ص ۱۰۵

۹۷۔ المغنی جلد ششم ص ۳۷۲، سنن سعید بن منصور ۳ جلد اول ص ۷۲

۹۸۔ حوالہ سابق

۹۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۹، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۳ اور ۳۰۶

۱۰۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۴

۱۰۱۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۱، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۳، کنزالعمال ۲۹۷۲۲

۱۰۲۔ المغنی جلد ششم ص ۳۷۶، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳۰

۱۰۳۔ المغنی جلد ششم ص ۳۷۲، ۳۷۳

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۸، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۳، المغنی جلد ششم ص ۳۷۳

۱۰۵۔ المحلی جلد نہم ص ۳۰۲۔

۱۰۶۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۱، ابن ابی شیبہ جلد دوم ص ۱۸۸ب، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۷، کنزالعمال رقم ۲۹۸۲۴، المغنی جلد ششم ص ۳۵۹

۱۰۷۔ سنن بیہقی جلد ششم ص ۲۴۰ اور جلد دہم ص ۲۹۴، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳، کنزالعمال ۲۹۷۲۰، المغنی جلد ششم ص ۳۵۲

۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۲۷۸، عبدالرزاق جلد نہم ص ۳، سنن بیہقی جلد دہم ص ۲۹۴

۱۰۹۔ المغنی جلد ششم ص ۳۶۷ اور ۳۵۲

۱۱۰۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۷

۱۱۱۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۴۹

۱۱۲۔ عبدالرزاق جلد نہم ص ۳

۱۱۳۔ ابن ابی شیبہ جلد اول ص ۱۸۹، سنن بیہقی جلد دہم ص ۳۰۳ اور ۵۰۳، شرح السراجیہ ص ۱۰

۱۱۴۔ کنزالعمال ۲۷۹۲۱

# حرف الیاء

# ی

## یتیم : یتیم

۱۔ تعریف :

یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور اس کے والدین میں سے کسی ایک کی وفات ہو چکی ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیمی نہیں ہوتی" [۱]

۲۔ یتیم پر ولی کی سرپرستی (دیکھئے لفظ حجر، فقرہ ۲، جز۔ الف، مسئلہ ۲)

ولی کا یتیم کے مال کی زکوۃ ادا کرنا (دیکھئے لفظ زکوۃ، فقرہ ۲)

## ید : ہاتھ

ہاتھوں کو وضو کے برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھونا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۲ جز۔ ب)

وضو کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو دھونا (دیکھئے لفظ وضو، فقرہ ۳، جز۔ ب مسئلہ ھ)

ہاتھ کو نقصان پہنچانے والا جرم (دیکھئے لفظ جنایہ، فقرہ ۴، جز۔ ب، ج، د)

مباح چیزوں پر ہاتھ رکھنے، یعنی قبضے میں لینے کے ساتھ ملکیت کا حاصل ہو جانا (دیکھئے لفظ ملکیۃ۔ فقرہ ۱، جز۔ ب، مسئلہ ۴)

اگر کسی مقدمے میں دو ثبوتوں یا گواہوں میں تعارض ہو جائے تو ترجیح اس فریق کے ثبوت کو دی جائے گی جس کے پاس متنازعہ فیہ شے ہو گی (دیکھئے لفظ قضاء، فقرہ ۱۰، جزب، مسئلہ ۴)

## یمین : قسم

دیکھئے لفظ حلف

# حرف الیاء

## - ی -

۱۔ مصنف عبدالرزاق جلد ششم ص ۴۱۶
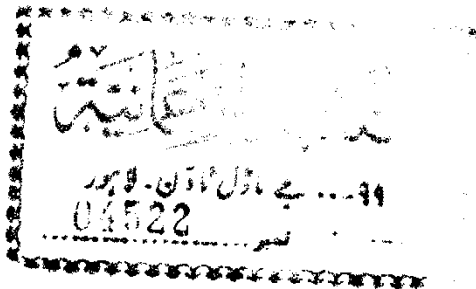
# تصحیح نامہ (فقہ علیؓ)

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۳۳ | ۵ | مقدوف | مقذوف |
| ۳۶ | ۱۰ | ............ | دعوت قبول |
| ۴۳ | سطر ۲ | ............ | ۲ - مال موروث |
| ۴۴ | سطر ۱۶ | گئی | گی |
| ۴۷ | سطر ۹ | شرطین | شرطیں |
| ۵۲ | سطر ۱۰ | اللہٰ | اللہ |
| ۵۷ | نیچے سے دوسری سطر | مونث فرع کی موجود | مونث فرع موجود |
| ۶۲ | نقشہ مسئلہ ۲ میں | ۸۱ | ۱۸ |
| ۶۹ | سطر ۲۰ | مونت | مونث |
| ۷۲ | سطر ۲ | سے | مسئلے |

۷۲ نیچے سے دوسری سطر عربی عبارت چھپنے سے رہ گئی ہے " فلھما الثلثان "

صفحہ نمبر ۸۳ مسئلہ نمبر ۳۴ کے ٹیبل میں ۱/۶ کا ہندسہ چھپنے سے رہ گیا

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۹۷ | سطر ۷ | استرحیہ | استراحۃ |
| ۱۳۱ | سطر ۹ | ریاعا | رعایا |
| ۱۴۰ | سطر ۱۶ | گئی | گی |
| ۱۷۰ | سطر ۲۳ | اختیا | اختیار |
| ۱۷۱ | سطر ۷ | کہ | کہہ |
| ۱۸۸ | نیچے سے دوسری سطر | بوچھا | پوچھا |
| ۳۸۸ | سطر ۱ | معامی | معافی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۴۴ | سطر ۷ | اعترف | اعتراف |
| ۲۶۰ | سطر ۱۳ | کے کے | کے |
| ۲۶۶ | پہلی سطر | | ملر |
| ۲۶۷ | سطر ۷ | حج کے بحث | حج کی بحث |
| ۲۸۵ | سطر ۵ | یہ | یا |
| ۳۴۳ | آخری سطر | بات | ثابت |
| ۴۴۵ | آخری سے تیسری سطر | گئی | گی |
| ۶۷۵ | پہلی سطر عنوان | الام | اللام |
| ۶۷۸ | آخری سے تیسری سطر | وسدروَ | ویدروَ |
| ۶۹۶ | آخری سطر | گزارنا | گزرنا |
| ۶۹۷ | پہلی سطر | گزارنے | گزرنے |
| ۷۴۴ | سطر ۶ | بٹی | بیٹی |

## زائد عبارات

مندرجہ ذیل عبارات کو حذف سمجھا جائے

صفحہ ۶۸ سطر ۸ "کے ساتھ مقاسمہ میں داخل نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے علاتی بھائی بہنوں کو حقیقی بھائی بہنوں"

صفحہ ۷۹ سطر ۱۲ "ساتھ وراثت نہیں دیتے تھے"

صفحہ ۸۴ سطر ۱۲ "حصوں کی نسبت سے عدل (کی) کیا گیا۔" [۲۳۷]

۷۴۲ سطر ۱۱ "پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں) اس پر سب کا اجماع ہے۔ حضرت علی نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے نسب کے سات افراد کو حرام کر دیا ہے۔ ماں، بیٹی، بہن، بھتیجی، بھانجی، پھوپھی اور خالہ" [۵۶]

---